بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابو الحسنات سیّد محمد احمد قادری

ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

فہرست مضامین چھٹی جلد پارہ ۲۶ پارہ تا ۲۸

نوٹ

حضرت مفسر قرآن امام اہلسنت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی نے چھبیسواں پارہ سورہ قٓ کے دوسرے رکوع کی تفسیر مکمل کی دوسرے دن ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ بروز جمعۃ المبارک بارگاہ رب العزت سے سفرِ آخرت کا بلاوا آگیا اور آپ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال سے دل و دماغ اس قدر مجروح ہوئے کہ غم واندوہ سے ہوش وحواس باختہ ہوگئے اور تفسیر کا کام تعطل میں پڑ گیا۔ پندرہ سال گذر گئے آخر خیال آیا کہ یہ ایک علمی خزانہ ہے اور امانت ہے جو اہل علم اور صاحب ذوق حضرات تک پہنچنا چاہیئے لیکن حالات اور صدمات کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز میرے پیارے چچا حضرت مفتی اعظم استاذ العلماء علامہ ابو البرکات سید احمد القادری اشرفی تشریف لائے اور تفسیر اور دیگر کتب کے بارے میں دریافت فرمایا حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تاکید فرمائی۔

سفر حجاز مقدس مدینہ شریف میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب قادری مدنی جو اعلحضرت امام اہلسنت کے خلفاء میں سے تھے نے تفسیر کے بارے میں دریافت کیا اور مکمل کرنے کی تاکید فرمائی میرے مربّی شفیق بزرگ استاذ غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے بھی حکم فرمایا اور تکمیل کے لئے دعا فرمائی۔

ان بزرگوں کے فیضان نظر اور دعاؤں سے تفسیر کے کام کو جاری رکھنے کا عزم صمیم کیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ مرتب شدہ مسودہ کی نظرثانی۔ اور کتابت۔ طباعت۔ مسودہ کے مضامین میں اضافات۔ کتابت کی تصحیح و ترتیب۔ آخری پانچ پاروں کی تفسیر کا کام آسان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان بزرگوں کی دعاؤں سے عزیز القدر فاضل جلیل حضرت علامہ قاری محمد مشتاق احمد صاحب ایم اے نقشبندی قادری نے تحریری کام میں پُرخلوص تعاون فرمایا اور چھٹی جلد میں اٹھائیس پارے مکمل ہو گئے۔ انشاء اللہ بقایا بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔

کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما محترم الحاج میاں عبداللطیف صاحب، محترم الحاج محمد افضال صاحب، محترم الحاج محمد ارشد صاحب نعیم، محترم الحاج محمد نعیم سلیمی، محترم الحاج ملک محمد خلیل احمد صاحب نے حصّہ لیا۔

حضرت علامہ مفتی عبدالغنی صاحب عثمانی اور حافظ محمد شریف صاحب نے تصحیح کی خدمات انجام دیں۔

الحاج صاحبزادہ حفیظ البرکات صاحب چشتی مکتبہ ضیاء القرآن۔ گنج بخش روڈ نے حضرت کی تمام تصانیف بالخصوص تفسیر کی چھ جلدوں کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام معاونین، محبین، مخلصین کی پُرخلوص خدمات کو قبول فرمائے۔ دین دنیا کی نعمتوں سے مالامال کرے اور قرآن پاک کو سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کا سرمایہ بنائے۔ آمین

فقیر قادری امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی
امیر جامعہ حسنات العلوم خطیب مسجد وزیر خان لاہور
(۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۱ء)

پارہ ۲۶

سورۂ احقاف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

حٰمٓ ۝

اے حامد و محمود۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝

اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝

نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت کے لیے اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے (قیامت وغیرہ) وہ تو اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

فرمائیے بھلا بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دکھاؤ مجھے کہ انہوں نے زمین کا کونسا ذرہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ لاؤ تم اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علمی روایت اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ

اور کون گمراہ تر ہے اس سے جو پوجتا ہے اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ
الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ
غٰفِلُوْنَ ○

سوا غیر کو جو قیامت تک اس کی نہ سن سکیں اور
(جواب دینا تو درکنار) وہ ان کی پرستش سے
بالکل بے خبر ہیں۔

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً
وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ○

اور جب قیامت کے دن لوگ حساب کے
لیے اکٹھے کیے جائیں تو یہ معبود (بت) ان کے
دشمن ہو جائیں گے اور وہ ان کی پرستش سے
انکار کریں گے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ
قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○

اور جب ہماری آیتیں روشن ان پر پڑھی گئیں تو
بولے کافر قرآن برحق کے لیے جب آیا ان میں
یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ
افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ
اللّٰهِ شَیْــٴًـا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ
فِیْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ
وَ بَیْنَكُمْ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

کیا یہ کافر کہتے ہیں یہ قرآن اپنے دل سے گھڑ لیا
ہے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے اس کو دل سے گھڑ
لیا ہے تو تم خدا کے سامنے میرے کچھ کام نہیں
آسکو گے وہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے
ہو کافی ہے اس قرآن پر میرے اور تمہارے
درمیان گواہ اور وہی بخشنے رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ
وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ
اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَاۤ
اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○

آپ فرما دیجیے کہ نہیں ہوں میں انوکھا رسولوں
میں سے اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ
کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ میں تو اسی
کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے اور
میں نہیں ہوں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ
مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ
فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ

فرمائیے بھلا بتاؤ تو اگر ہے قرآن کریم اللہ کے
پاس سے اور تم نے اس سے انکار کیا۔ اور بنی
اسرائیل کے ایک شخص نے ایسی شہادت دی
اور ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک

لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ — اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

حلِّ لغات

حٰمٓ۔ لے حامد و محمود	تَنْزِیْلُ۔ اتاری گئی ہے	اَلْکِتٰبِ۔ کتاب	مِنَ اللہِ۔ اللہ
اَلْعَزِیْزِ۔ غالب	اَلْحَکِیْمِ۔ حکمت والے سے	مَا۔ نہیں	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	وَ۔ اور
مَا۔ جو	بَیْنَھُمَا۔ ان کے درمیان ہے	اِلَّا۔ مگر	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ
وَ۔ اور	اَجَلٍ۔ مدت	مُّسَمًّی۔ مقرر تک	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	عَمَّا۔ اس سے جو	اُنْذِرُوْا۔ ڈرائے گئے
مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرنے والے ہیں	قُلْ۔ فرمائیے	اَ۔ کیا	رَاَیْتُمْ۔ دیکھا تم نے
مَا۔ جو	تَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللہِ۔ اللہ کے
اَرُوْ۔ دکھاؤ	نِیْ۔ مجھ کو	مَاذَا۔ کیا	خَلَقُوْا۔ پیدا کیا انہوں نے
مِنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے	اَمْ۔ یا	لَھُمْ۔ ان کا	شِرْکٌ۔ حصہ ہے
فِی السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں		اِیْتُوْ۔ لاؤ	نِیْ۔ میرے پاس
بِکِتٰبٍ۔ کتاب	مِّنْ قَبْلِ۔ پہلے	ھٰذَا۔ اس سے	اَوْ۔ یا
اَثٰرَۃٍ۔ کوئی روایت	مِّنْ عِلْمٍ۔ علمی	اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم
صٰدِقِیْنَ۔ سچے	وَ۔ اور	مَنْ۔ کون	اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ ہے
مِمَّنْ۔ اس سے جو	یَّدْعُوْا۔ پکارے	مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللہِ۔ اللہ کے
مَنْ۔ اسکو جو	لَّا۔ نہ	یَسْتَجِیْبُ۔ سنے	لَہٗ۔ اسکی
اِلٰی۔ طرف	یَوْمِ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت	وَ۔ اور
ھُمْ۔ وہ	عَنْ دُعَآئِھِمْ۔ ان کے پکارنے سے		غٰفِلُوْنَ۔ بے خبر ہیں
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	حُشِرَ۔ اکٹھے کیے جائیں گے	النَّاسُ۔ لوگ
کَانُوْا۔ تو ہو جائینگے	لَھُمْ۔ ان کے	اَعْدَآءً۔ دشمن	وَ۔ اور
کَانُوْا۔ ہو جائیں گے	بِعِبَادَتِھِمْ۔ ان کے پکارنے سے		کٰفِرِیْنَ۔ انکار کرنے والے

وَ۔ اور — اِذَا۔ جب — تُتْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں — عَلَیْہِمْ۔ ان پر

اٰیٰتُنَا۔ ہماری آیتیں — بَیِّنٰتٍ۔ ظاہر — قَالَ۔ کہتے ہیں — الَّذِیْنَ۔ وہ جو

کَفَرُوْا۔ کافر ہیں — لِلْحَقِّ۔ حق کو — لَمَّا۔ جبکہ — جَآءَ۔ آیا

ھُمْ۔ انکے پاس — ھٰذَا۔ یہ ہے — سِحْرٌ۔ جادو — مُّبِیْنٌ۔ کھلا ہوا

اَمْ۔ کیا — یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں — افْتَرٰىهُ۔ بنالیا ہے اس کو — قُلْ۔ کہہ دیں

اِنِ۔ اگر — افْتَرَیْتُهٗ۔ میں نے بنالیا ہے اسکو — فَلَا۔ تو نہیں — تَمْلِکُوْنَ۔ اختیار رکھتے تم

لِیْ۔ میرے لیے — مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے — شَیْئًا۔ کچھ — ھُوَ۔ وہ

اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے — بِمَا۔ جو — تُفِیْضُوْنَ۔ تم باتیں بناتے ہو — فِیْهِ۔ اس میں

کَفٰی۔ کافی ہے — بِهٖ۔ وہ — شَهِیْدًا۔ گواہ — بَیْنِیْ۔ میرے درمیان

وَ۔ اور — بَیْنَکُمْ۔ تمہارے درمیان — وَ۔ اور — ھُوَ۔ وہ ہے

الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا — الرَّحِیْمُ۔ مہربان — قُلْ۔ کہہ دیں — مَا۔ نہیں

کُنْتُ۔ ہوں میں — بِدْعًا۔ کوئی انوکھا — مِّنَ الرُّسُلِ۔ رسول — وَ۔ اور

مَا۔ نہیں — اَدْرِیْ۔ جانتا میں — مَا۔ کیا — یُفْعَلُ۔ کیا جائے گا

بِیْ۔ میرے ساتھ — وَ۔ اور — لَا۔ نہ — بِکُمْ۔ تمہارے ساتھ

اِنْ۔ نہیں — اَتَّبِعُ۔ پیروی کرتا میں — اِلَّا۔ مگر — مَا۔ اس کی جو

یُوْحٰی۔ وحی کی جاتی ہے — اِلَیَّ۔ میری طرف — وَ۔ اور — مَا۔ نہیں

اَنَا۔ میں — اِلَّا۔ مگر — نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا — مُّبِیْنٌ۔ ظاہر

قُلْ۔ کہہ دیں — اَ۔ کیا — رَاَیْتُمْ۔ دیکھا تم نے — اِنْ۔ اگر

کَانَ۔ ہو — مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے — وَ۔ اور

کَفَرْتُمْ۔ کفر کیا تم نے — بِهٖ۔ اس کے ساتھ — وَ۔ اور — شَهِدَ۔ گواہی دی

شَاهِدٌ۔ ایک گواہ نے — مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل میں سے — عَلٰی۔ اوپر

مِثْلِهٖ۔ اسکی مثل کے — فَاٰمَنَ۔ تو ایمان لایا وہ — وَ۔ اور — اسْتَکْبَرْتُمْ۔ تکبر کیا تم نے

اِنَّ۔ بیشک — اللّٰهَ۔ اللہ — لَا۔ نہیں — یَهْدِی۔ ہدایت دیتا

الْقَوْمَ۔ قوم — الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو

حلّ لغاتِ نادرہ

اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ۔ اثارہ ماخوذ ہے اثر سے جس کے معنی روایت کے آتے ہیں کہا جاتا ہے جَاءَ فِی الْاَثَرِ کَذَا وَکَذَا۔ آثار کہنے کی یہی وجہ ہے کہ لوگ اسے روایت کرتے ہیں۔

اِفْتَرٰی: کہتے ہیں بات کو غلط طریقہ سے دوسرے کی جانب نسبت کرنا۔

بِدْعًا:۔ ماخوذ از بدیع بمعنی ایک جدید اور انوکھی چیز۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ احقاف پ ۲۶

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ یہ کتاب آتارنا ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔

حٰمٓ حروف مقطعات سے ہے۔ مفسرین اللہ اعلم بمرادہ فرماتے ہیں۔ مگر معنی تاویلی کے اعتبار سے ہم نے اس کے معنی حٰاء سے حامد اور میم سے محمود لئے ہیں۔ آیت کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کسی کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ ہم نے آسمانوں اور زمین کو ایک وقت معہود کے لیے آسمان و زمین کی تخلیق کی گئی جب وہ وقت آئے گا تو فرمایا یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ۔ اس دن آسمان تہ کر لیے جائیں گے جیسے کاغذ کے جزو لپیٹ لیے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ۔ اس دن زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان لپیٹ لیے جائیں گے۔ اس سے مراد وقت فنا ہے اسی لیے یہاں بھی فرمایا وَاَجَلٍ مُّسَمًّی یعنی ایک مقررہ مدت تک کے لیے یہ ہم نے پیدا کیے اور ان کی پیدائش کی حکمت ہم سورہ جاثیہ میں بیان کر چکے ہیں۔

اور کفر و حسد کی بنا پر ڈر سنانے والی حقائق سے بے خبر ہیں۔ ورنہ دل میں یہ سمجھتے تھے کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہ ایسا یکتا ہے کہ اس کے مقابل کوئی نہیں آسکتا۔ چنانچہ امام اعظمؒ کا ایک مناظرہ دہریہ سے ہوا۔ اس میں بھی اس کو اعتراف کرنا پڑا کہ خالق کل ایک ہی ہے چنانچہ واقعہ یوں ہے

اس نے تین سوال رکھے اور اعلان کیا کہ ان کا جواب ہو جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ دوسرا یہ کہ خدا کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ تیسرا یہ کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ شمع اور دودھ لے چلے۔

مناظرہ گاہ پہنچ گئے اس نے جب پوچھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ تو آپ نے شمع روشن کرا دی اور فرمایا کہ یہ اس کی ایک مخلوق ہے اس کا رخ بتاؤ تو اس نے کہا اس کا کوئی رخ نہیں یہ تو سب طرف ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے خالق کا رخ کیسے ایک طرف متعین ہو سکتا ہے۔ تو جواب تسلیم کر لیا۔

دوسرا سوال شروع ہوا کہ وجود الٰہی کی کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے دودھ سامنے کیا اور کہا کہ اس میں گھی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اس کے تردرے اور دسومت اس کا پتہ دیتی ہے کہ اس میں گھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ زمین و آسمان چاند و سورج کا طلوع و غروب اس سے تجھے پتہ نہیں چلتا کہ کوئی ہے جو ان سب چیزوں کو حرکت میں لا رہا ہے۔ یہ جواب بھی مان لیا۔

تو تیسرا سوال آیا کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیرے دو سوالوں کا میں جواب دے چکا ہوں اب تو کرسی خالی کر نیچے آ اور مجھے کرسی دے اس نے مان لیا آپ خالی کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ اس وقت خدا یہ کر رہا ہے کہ تجھے کرسی سے اتار دیا اور مجھے تیری جگہ متمکن کر دیا۔ تینوں جواب سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

ایسے ہی غزالی کا واقعہ ہے کہ مناظرہ کے ٹائم سے آپ لیٹ پہنچے۔ مناظر نے اعتراض کیا کہ آپ ذمہ دار ہو کر اس قدر دیر سے کیوں آئے۔ آپ نے فرمایا آ تو رہا تھا میں وقت پر ہی مگر راستہ میں ایک محیر العقل واقعہ کا ظہور ہوا اس کے دیکھنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ اس نے واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے زمین سے ایک درخت نکلتے دیکھا اور وہ بہت بلند ہو کر اپنے آپ کٹا اس میں سے تختے بنے اور وہ تختے آپس میں جڑے کھڑکیاں بنیں اور ایک مکان کی صورت اختیار کر لی۔

تو دہریہ کہنے لگا کہ آپ ایک قوم کے ذمہ دار فرد ہو کر ایسا مشاہدہ بیان کر رہے ہیں جس کو عقل تسلیم ہی نہیں کرتی۔

تو آپ نے فرمایا کس چیز کو عقل نہیں مانتی؟

دہریے نے کہا کہ تختے اپنے آپ درخت سے بغیر کاٹنے والے کے نہیں کٹ سکتے پھر ان کا جڑنا یہ بھی بغیر جوڑنے والے کے ناممکن ہے لہذا یہ بیان آپ کا صحیح نہیں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ پھر مناظرہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے تیرے سوال کا جواب خود ہی ہو گیا

اور بس۔ اور واضح کر دیا کہ جب ایک مکان بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتا اور اس کا وجود بغیر صانع ناممکن تو یہ زمین و آسمان یہ چاند سورج ستارے ان کا وجود بغیر صانع مطلق کیونکر ممکن ہے تو ثابت ہوا کہ ان کا بھی خالق ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

فلک کو کب ہے سلیقہ ستم شعاری ہیں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری ہیں

اس لیے یہاں فرمایا مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ہم نے پیدا فرمایا ہے اور ان کی پیداوار ایک حقیقت پر مبنی اور ایک مدت کے لیے ہے مگر کافر ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتے اسی سے اعراض کرتے ہیں سب بے پرواہی برتتے ہیں آگے ارشاد ہے

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ کیا پیدا کیا انہوں نے زمین میں یا ان کا حصہ ہے آسمانوں میں میرے پاس اس سے پہلے کا لکھا ہوا لاؤ یا کوئی روایت علمی اگر تم سچے ہو۔

بتوں کے پوجنے والے اور غیر خدا کے پرستار اس میں مخاطب ہیں۔ یہاں تَدْعُوْنَ کے معنی تَعْبُدُوْنَ کے ہیں یعنی جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ان میں کسی کو بتاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے؟ اور آسمان کے کارخانہ میں ان کی کتنی شرکت ہے۔ اگر یہ نہیں تو قرآن پاک سے پہلے کا لکھا ہوا کوئی نوشتہ (مضمون) دکھلاؤ یا کوئی روایت علمی پیش کرو اور جب سب کچھ ہی پیش نہیں کر سکتے تو تمہارا یہ عقیدہ باطل اور کاسد و فاسد ہے جیسے اسلام شرک کہتا ہے اور تمہارا جھوٹا ہونا یقینی ہے آگے ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے علاوہ اوروں کی پوجا کرتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور وہ اس کی عبادت سے بے خبر ہیں۔

اس آیت میں بتوں کے پجاریوں کا رد کیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ اپنی مکھی نہیں اڑا سکتے تو تم ان کی پوجا پاٹ کر کے ان سے کیا حاصل کر سکتے ہو وہ تو جماد محض ہیں ان کو تو تمہاری پوجا پاٹ کی بھی خبر نہیں اس سے مراد بت ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھ سے گھڑ کر پوجا کرتے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ۔ اور جب لوگوں کو حشر کے دن جمع کیا جائے گا اور ان بتوں کو بولنے کی قوت دی جائے گی تو وہ ان کے دشمن ہوں گے تو وہ ان کی پوجا پاٹ سے انکاری ہوں گے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بتوں کے علاوہ اکثر ذی روح جن کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ ان کے سخت دل ہو کر ان کی پوجا پاٹ سے انکار کر بیٹھیں گے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۔ ترجمہ ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو کافر لوگ قرآن برحق کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے۔

یہ اس لیے کہ فصاحت و بلاغت قرآنی کے آگے عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء جو میدان فصاحت میں کوس لِمَنِ الْمُلْكُ بجانے والے تھے اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے تو اور کچھ نہ بن پڑی تو کہہ دیا ہٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ یہ ایک کھلا جادو ہے اور جادو اس لیے کہا کہ دماغ انسانی پر جادو کے منتر اور افسوں مستولی ہو جاتے ہیں تو وہ فاتر العقل ہو جاتا ہے تو انہوں نے گویا یوں کہا کہ اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے ہماری عقل عاجز ہے تو اس کے جادو ہونے میں شک ہی کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گھڑ کر بنا لیا ہے۔ آپ فرمایئے اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور وہی بطور گواہ میرے اور تمہارے درمیان اس پر کافی ہے اور وہی ہے بخشش فرمانے والا رحم کرنے والا۔

مشرکین کا یہ بھی خیال تھا کہ معاذ اللہ حضور پر کوئی جن آتا ہے اور وہ آکر جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا اس کا جواب دیا کہ یہ جو افترا کا الزام تم رکھتے ہو اس کا جواب قرآن کریم نے دے دیا ہے کہ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۔ بنا بریں تو ہم تمہارا باطل ہے اور اس معاملہ میں میرے اور تمہارے مابین اللہ ہی گواہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۔ آپ فرما دیجئے کہ میں رسولوں میں من حیث الرسول کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا میں تو پیروی نہیں کرتا مگر اسی کی جو مجھے وحی ہو میں نہیں مگر ڈر سنانے والا۔

یہاں اس امر کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ عربی زبان میں اَدْرِي ۔ درایت اور اَعْلَمُ ۔ علم سے ہے درایت کہتے ہیں اٹکل اور قیاس و قرائن سے کسی بات کو سمجھنا اور علم کہتے ہیں جاننے کو یہاں مَا اَدْرِي فرمایا مَا اَعْلَمُ نہیں فرمایا تاکہ ذہن فیصلہ کرے کہ نبی کا کوئی فیصلہ درایتاً اٹکل و قیاس سے نہیں ہوتا بلکہ قطعی یقینی حتمی اذعانی ہوتا ہے۔ اب آیت کا مفہوم ایک حدیث سے اور واضح ہو جاتا ہے جو حضرت عثمان

بن مظعون کے متعلق ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ غسل دیا پیشانی چومی اور خود ہی قبر میں لٹایا تو آپ کی بیوی حضرت ام علی رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور آپ نے فرمایا کہ وہ تو جنت کی چڑیا بن گئے۔

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کہ چونکہ حضور نے حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ یہ سلوک فرمایا کہ غسل دیا پیشانی چومی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں خود ہی لٹایا ان تمام قرائن کے ساتھ آپ کی بیوی نے فرمایا صَارَ عُصْفُوْرًا مِّنْ عَصَافِیْرِ الْجَنَّۃِ۔ عثمان جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہو گئے تو حضور نے فرمایا کہ قرینے اور اٹکل قیاس سے ام علی نے کہہ دیا مگر میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ یقینی حتمی ہوگا چنانچہ حضور کے یہ لفظ ہیں وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔ قسم خدا کی میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا قسم خدا کی میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اور جو کچھ تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ یعنی حضور جو خبر دیں گے وہ قطعی ہوگی یقینی ہوگی اذعانی اور حتمی ہوگی اور ہم جو خبر دیتے ہیں وہ اٹکل اور قیاس سے دیتے ہیں اس لیے اس کا غلط ہونا بھی ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے عقیدہ میں عشرہ مبشرہ کو جو جنت کی بشارت دی گئی وہ قطعی تھی نہ کہ قرائن سے فرمائی گئی تو مَا اَدْرِیْ میں بعض جاہل یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنی ذات سے علم کی نفی فرما دی یہ غلط ہے بلکہ ظن وتخمین اور قیاس کا رد کیا کہ میری خبروں میں ظن وتخمین وقیاس نہیں بلکہ وہ قطعی وحتمی ہے میں اگر صدیق وفاروق وعثمان وعلی وغیرہ کو جنتی کہتا ہوں تو اپنی قطعی معلومات کی بنا پر اگر میں عشرہ کے واقعات سناتا ہوں تو وہ اذعانی اور حتمی ہیں۔ اس تقریر کے بعد مسئلہ واضح ہو گیا جو بد اعتقاد علم مصطفی میں مَا اَدْرِیْ کہہ کر زور دیتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ اس لیے کہ اَدْرِیْ استعمال ہی اس جگہ ہوگا جہاں غیر یقینی بات ہو اور اَعْلَمُ وہاں استعمال ہوگا جہاں یقین کا درجہ پورا ہو اور کیوں نہ ہو جبکہ خود ہی فرما دیا اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔ میں کسی خیال وقیاس کا اتباع نہیں کرتا مگر اسی کا جو میری طرف وحی ہو۔ اور وحی چونکہ قطعی ہوتی ہے اس بنا پر اس میں واہمہ اور شائبہ شبہ اور غلطی کا نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا۔ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ میں نہیں مگر کھلا ڈر سنانے والا۔ جو اللہ تعالے کی اطلاع اور خبر کے ماتحت ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ آپ فرمائیے بھلا دیکھو تو اگر

قرآن کریم اللہ کے پاس سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ گواہی دی ایک گواہ نے بنی اسرائیل میں سے اسی طرح کی ایک کتاب کے نازل ہونے کی اور وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک اللہ تعالےٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عبداللہ بن سلام جو حافظ توریت اور یہود کے بہت بڑے عالم تھے ان کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا کہ وہ توریت کو سن کر اور قرآن پاک کی حقانیت سمجھ کر ایمان لے آئے اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یہودیوں میں میرا وقار اتنا بڑھا ہوا ہے کہ اگر میرے اسلام کی انہیں خبر پہنچ گئی تو ممکن ہے ان میں سے کچھ ایمان لے آئیں۔ حضور نے یہود کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا عبداللہ بن سلام کو تم کیا سمجھتے ہو انہوں نے کہا هُوَ سَيِّدُنَا وَسَيِّدُ أَسْيَادِنَا۔ وہ ہمارے سردار اور سرداروں کے سردار ہیں تو حضور نے فرمایا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر تمہیں مسلمان ہونے میں کیا عذر ہوگا انہوں نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہمیں مسلمان ہونے میں کیا انکار ہو سکتا ہے؟

حضور نے حضرت ابن سلام کو بلایا وہ سامنے تشریف لائے اور کلمہ پڑھ کر تصدیق اسلام فرمائی تو ان کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ اپنا منہ کا اگلا نگل گئے اور برہم ہو کر بگڑ کر کہنے لگے کہ هُوَ أَذَلُّنَا وَأَذَلُّ أَرَاذِلِنَا یہ ہماری قوم کے ایک ذلیل ترین آدمی ہیں ہم ان کے اسلام لانے کو کیا سمجھتے ہیں تو قرآن کریم نے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ تو ان کے اسلام کو سن کر بجائے اس کے کہ اتباع کرتے تم نے استکبار کیا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ جن کو ایمان ملنا تھا وہ مومن ہو گئے جو ظالم گمراہ تھے وہ اپنے ظلم اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے رہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ

اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اسلام بہتر ہوتا تو عوام جاہل ہم سے پہلے اس طرف نہ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰىٓ اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ

حالانکہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (توریت) کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الٰہی ہے توریت کی تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں ہے تاکہ سرکش لوگوں کو عذاب سے ڈرائے اور نیکو کاروں کو خوشخبری سنائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر آخر تک اس عقیدہ پر جمے رہے نہ ان پر کسی قسم کا خوف اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔ یہی جنت والے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ ان کے عملوں کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۚ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۚ

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے مشکل (تکلیف) سے اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا اور انتہائی تکلیف سے اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا کم از کم تیس مہینوں میں جا کر پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچا ہے یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے خداوند تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لیے میری اولاد میں صلاحیت پیدا فرمائیں تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور میں مسلمانوں (فرمانبردار بندوں) سے ہوں۔

اولئك الذين نتقبل عنهم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سيئاتهم في اصحب الجنة وعد الصدق الذي كانوا يوعدون ٥

یہی ہیں وہ لوگ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگذر فرمائیں گے جنت والوں میں یہ وہ سچا وعدہ ہے جس کا ان سے اقرار کیا گیا تھا دنیا میں۔

والذي قال لوالديه اف لكما اتعدانني ان اخرج وقد خلت القرون من قبلي وهما يستغيثن الله ويلك امن ان وعد الله حق فيقول ما هذا الا اساطير الاولين ٥

اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا اف مجھے تم سے دل پک گیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر میں زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی امتیں گذر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری خرابی ہو ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتا ہے یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

اولئك الذين حق عليهم القول في امم قد خلت من قبلهم من الجن والانس انهم كانوا خسرين ٥

یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گذرے ہیں جن اور آدمیوں سے بیشک وہ برباد ہونے والے ہی تھے۔

ولكل درجت مما عملوا وليوفيهم اعمالهم وهم لا يظلمون ٥

اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجے ہیں تاکہ خداوند کریم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

ويوم يعرض الذين كفروا على النار اذهبتم طيبتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها فاليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تستكبرون في الارض بغير الحق وبما كنتم تفسقون ٥

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں دنیا میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں بدلے میں ذلت کا عذاب ہے بوجہ اس کے کہ تھے تم تکبر کرتے زمین میں ناحق اور بدلہ اس کا کہ تم بے راہ روی کرتے تھے

حلِّ لُغات

وَ - اور　قَالَ - بولے　الَّذِیْنَ - وہ جو　کَفَرُوْا - کافر تھے
لِلَّذِیْنَ - ان سے　اٰمَنُوْا - جو مومن تھے　لَوْ - اگر　کَانَ - ہوتا
خَیْرًا - اچھا تو　مَّا - نہ　سَبَقُوْ - آگے بڑھتے　نَا - ہم سے
اِلَیْہِ - اس کی طرف　وَ - اور　اِذْ - جب　لَمْ - نہ
یَھْتَدُوْا - ہدایت پائی　بِہٖ - اس کی　فَسَیَقُوْلُوْنَ - تو عنقریب کہیں گے
ھٰذَا - یہ ہے　اِفْکٌ - جھوٹ　قَدِیْمٌ - پرانا　وَ - اور
مِنْ قَبْلِہٖ - اس سے پہلے　کِتٰبُ - کتاب تھی　مُوْسٰی - موسی کی　اِمَامًا - پیشوا
وَّ - اور　رَحْمَۃً - رحمت　وَ - اور　ھٰذَا - یہ
کِتٰبٌ - کتاب ہے　مُّصَدِّقٌ - تصدیق کرنیوالی　لِسَانًا - زبان　عَرَبِیًّا - عربی ہیں
لِیُنْذِرَ - تاکہ ڈرائے　الَّذِیْنَ - ان کو جو　ظَلَمُوْا - ظالم ہیں　وَ - اور
بُشْرٰی - خوشخبری　لِلْمُحْسِنِیْنَ - نیکوں کے لیے　اِنَّ - بیشک　الَّذِیْنَ - وہ جنہوں نے
قَالُوْا - کہا　رَبُّنَا - ہمارا رب　اللّٰہُ - اللہ ہے　ثُمَّ - پھر
اسْتَقَامُوْا - اس پر جمے رہے　فَلَا - تو نہیں　خَوْفٌ - خوف　عَلَیْھِمْ - ان پر
وَ - اور　لَا - نہ　ھُمْ - وہ　یَحْزَنُوْنَ - غم کھائیں گے
اُولٰٓئِکَ - یہ ہیں　اَصْحٰبُ - صاحب　الْجَنَّۃِ - جنت　خٰلِدِیْنَ - ہمیشہ رہنے والے
فِیْھَا - اس میں　جَزَآءً - بدلہ　بِمَا - اس کا جو　کَانُوْا - تھے
یَکْسِبُوْنَ - کرتے　وَ - اور　وَصَّیْنَا - ہم نے حکم دیا　الْاِنْسَانَ - انسان کو
بِوَالِدَیْہِ - اسکے ماں باپ سے　اِحْسَانًا - نیکی کرنے کا　حَمَلَتْہُ - اٹھایا اس کو　اُمُّہٗ - اس کی ماں نے
کُرْھًا - مشکل سے　وَّ - اور　وَضَعَتْہُ - جنا اسکو　کُرْھًا - مشکل سے
وَ - اور　حَمْلُہٗ - اس کا اٹھانا　وَ - اور　فِصٰلُہٗ - دودھ چھوٹنا
ثَلٰثُوْنَ - تیس　شَھْرًا - مہینے ہے　حَتّٰی - یہاں تک کہ　اِذَا - جب
بَلَغَ - پہنچا　اَشُدَّہٗ - اپنی جوانی کو　وَ - اور　بَلَغَ - پہنچا

اَرْبَعِيْنَ۔ چالیس	سَنَةً۔ سال کو	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
اَوْزِعْنِيْٓ۔ مجھے توفیق دے	اَنْ۔ یہ کہ	اَشْكُرَ۔ میں شکر کروں	نِعْمَتَكَ۔ تیری نعمت کا
الَّتِيْٓ۔ جو	اَنْعَمْتَ۔ تونے احسان کیا	عَلَيَّ۔ مجھ پر	وَ۔ اور
عَلٰى۔ اوپر	وَالِدَيَّ۔ میرے ماں باپ کے	وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ
اَعْمَلَ۔ میں عمل کروں	صَالِحًا۔ نیک	تَرْضٰىهُ۔ جسے تو پسند کرے	وَ۔ اور
اَصْلِحْ۔ درستی کر دے	لِيْ۔ میرے لیے	فِيْ۔ بیچ	ذُرِّيَّتِيْ۔ میری اولاد کے
اِنِّيْ۔ بیشک میں نے	تُبْتُ۔ توبہ کی	اِلَيْكَ۔ تیری طرف	وَ۔ اور
اِنِّيْ۔ بیشک میں	مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ فرمانبرداروں سے ہوں		اُولٰٓئِكَ۔ یہ
الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں کہ	نَتَقَبَّلُ۔ ہم قبول کریں گے	عَنْهُمْ۔ ان سے	اَحْسَنَ۔ اچھے
مَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ کام کیے	وَ۔ اور	نَتَجَاوَزُ۔ درگزر کریں گے
عَنْ۔ سے	سَيِّاٰتِهِمْ۔ برائیاں	فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ۔ جنت والوں میں	
وَعْدَ۔ وعدہ ہے	الصِّدْقِ۔ سچا	الَّذِيْ۔ وہ جو	كَانُوْا۔ تھے
يُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے	وَ۔ اور	الَّذِيْ۔ وہ جس نے	قَالَ۔ کہا
لِوَالِدَيْهِ۔ اپنے ماں باپ سے	اُفٍّ۔ افسوس	لَّكُمَآ۔ تم پر	اَتَعِدٰنِنِيْٓ۔ کیا تم مجھے وعدہ
دیتے ہو	اَنْ۔ یہ کہ	اُخْرَجَ۔ میں اٹھایا جاؤں گا	وَ۔ اور
قَدْ۔ بیشک	خَلَتِ۔ گزر چکے	الْقُرُوْنُ۔ کئی زمانے	مِنْ قَبْلِيْ۔ مجھ سے پہلے
وَ۔ اور	هُمَا۔ وہ	يَسْتَغِيْثٰنِ۔ فریاد کرتے	اللّٰهَ۔ اللہ سے
وَيْلَكَ۔ تجھ پر افسوس	اٰمِنْ۔ ایمان لا	اِنَّ۔ بیشک	وَعْدَ۔ وعدہ
اللّٰهِ۔ اللہ کا	حَقٌّ۔ سچا ہے	فَيَقُوْلُ۔ تو وہ کہتا	مَا۔ نہیں
هٰذَآ۔ یہ	اِلَّآ۔ مگر	اَسَاطِيْرُ۔ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کی
اُولٰٓئِكَ۔ یہ	الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں کہ	حَقَّ۔ حق ہوئی	عَلَيْهِمُ۔ ان پر
الْقَوْلُ۔ بات	فِيْٓ۔ بیچ	اُمَمٍ۔ امتوں کے	قَدْ۔ بیشک
خَلَتْ۔ گزر گئے	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے	مِّنَ الْجِنِّ۔ جنوں	وَ۔ اور
الْاِنْسِ۔ انسانوں سے	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	كَانُوْا۔ تھے	خٰسِرِيْنَ۔ خسارہ والے
وَ۔ اور	لِكُلٍّ۔ ہر ایک کے	دَرَجٰتٌ۔ درجے ہیں	مِّمَّا۔ اس سے

عَمِلُوْا۔ جو عمل کیے	وَ۔ اور	یُوَفِّیَھُمْ۔ تاکہ پورا دے انکو	اَعْمَالَھُمْ۔ ان کے عمل
وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ	لَا۔ نہ	یُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے
وَ۔ اور	یَوْمَ۔ جسدن	یُعْرَضُ۔ پیش کیے جائینگے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	عَلَی۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	اَذْھَبْتُمْ۔ لے چکے تم
طَیِّبٰتِکُمْ۔ پاک چیزیں اپنی	فِیْ۔ بیچ	حَیَاتِکُمُ۔ زندگی اپنی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی میں
وَ۔ اور	اسْتَمْتَعْتُمْ۔ فائدہ اٹھایا تم نے		بِھَا۔ ان سے
فَالْیَوْمَ۔ تو آج	تُجْزَوْنَ۔ بدلہ پاؤ گے	عَذَابَ۔ عذاب	الْھُوْنِ۔ ذلت کا
بِمَا۔ بہ سبب اس کے جو	کُنْتُمْ۔ تھے تم	تَسْتَکْبِرُوْنَ۔ تکبر کرتے	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	بِغَیْرِ۔ بغیر	الْحَقِّ۔ حق کے	وَ۔ اور
بِمَا۔ بہ سبب اسکے جو	کُنْتُمْ۔ تھے تم	تَفْسُقُوْنَ۔ گناہ کرتے۔	

حلِّ لغاتِ نادِرہ

اِفْکٌ قَدِیْمٌ۔ قدیمی جھوٹ

اِمَامًا۔ پیشوا۔ رہنما

کُرْھًا۔ بمعنی مشقت۔ تکلیف

فِصَالُہٗ۔ فِصال اور فصل دونوں کے معنی دودھ چھڑانے کے ہیں۔

اَشُدَّہٗ۔ پوری قوت۔

اَوْزِعْنِیْ۔ توفیق دے مجھے۔

اُفٍّ۔ اُف ایک آواز ہے جو اس وقت نکلتی ہے جب وہ کسی کو جھڑکتا ہے۔

وَیْلَکَ۔ وَیل ایک ایسا کلمہ ہے جو بددعا کے موقع پر تباہی وہلاکت کے لیے بولا جاتا ہے

حَقَّ۔ پختہ اور ثابت ہونے کے معنی دیتا ہے

عَذَابَ الْھُوْنِ۔ ہَوان سے ہے جس کے معنی حقارت وذلت کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۔ اور منکر مسلمانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام بہتر ہوتا تو یہ عوام الناس ہم سے پہلے اس کی طرف نہ دوڑ پڑتے تو جب قرآن کے ذریعے ان کو ہدایت نہ ہوئی تو اب سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ (تو ایک) قدیمی جھوٹ ہے۔

دعوت اسلام کے بعد حضرت عمار بن یاسر، صہیب رومی، بلال حبشی وغیرہ جب اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے اسی کو وجہ اعتراض بنالیا اور کہا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ اگر تعلیم مصطفیٰ اور قرآن میں بھلائیاں ہوتیں تو ہم سے پہلے یہ غرباء مکہ اسلام نہ لاتے۔ مگر چونکہ بھلائی نہیں اس لیے یہ ضعفاء و فقراء عرب مسلمان ہوگئے اور ہم چونکہ جانتے ہیں کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے اس لیے ہم نے اسے قبول نہیں کیا علامہ آلوسی ایک روایت کو نقل کرتے ہیں۔

فَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَوْنِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ كَانَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَةٌ اَسْلَمَتْ قَبْلَهٗ يُقَالُ لَهَا زَنِيْرَةُ فَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَضْرِبُهَا عَلٰى اِسْلَامِهَا وَكَانَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقَتْنَاۤ اِلَيْهِ زَنِيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ شَاْنِهَا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام زنیرہ تھا وہ اسلام لے آئیں اور حضرت فاروق اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ نے اسے مارا اور کفار مکہ نے کہا کہ اگر اس اسلام میں بہتری ہوتی تو ہم سے پہلے زنیرہ اسلام نہ لاتی۔ مگر یہ ضعفاء قوم کا ایک گروہ ہے جس میں یہ سب شریک ہوگئے ہیں تو قرآن کریم نے اس پر فرمایا۔

کہ جب یہ اسلام نہیں لائے تو یہی کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ غرضکہ مشرکین نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن اسلام کو اپنی حقانیت کی روشنی میں پروان چڑھنا تھا چڑھا اور اکناف عالم میں اپنی نور ریزی کی اسی پر ان کی بدبینی کا اظہار فرمانے کو ارشاد ہوا کہ یہ اسی کے خلاف نہیں ہیں اس سے پہلی کتابوں کے بھی منکر رہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۔ اور قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب یعنی توریت نازل

ہو چکی کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الٰہی ہے توریت کا مصدق عربی زبان میں تاکہ جو لوگ بڑے سرکش ہیں ان کو عذاب خدا سے ڈرائے یعنی توریت جب موسیٰ علیہ السلام پر آئی تب بھی یہ خلاف ہی رہے اور قرآن آیا تو بھی یہ مخالف رہے حالانکہ یہ مبارک کتاب عربی زبان میں اسی لیے آئی تھی کہ قوم کو ڈر سنائے اور راہ راست پر لائے چنانچہ جو منصف مزاج تھے اور حق نیوش وحق نیوش تھے مثل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہوں نے علی الفور اسلام قبول کرلیا اور جو حسد ورز اور عاند تھے وہ جب بھی خلاف رہے اور اب بھی خلاف اسی لیے یہ قرآن کریم نیکوں کو بشارت دیتا اور بدوں کو ڈر سناتا ہے۔ چنانچہ آگے صاف لفظوں میں ارشاد باری ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر آخر وقت تک اس عقیدہ پر ثابت قدم رہے تو آخرت میں نہ تو ان پر کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح سے آزردہ خاطر ہوں گے۔

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یہی لوگ تو اہل جنت ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں بتایا گیا کہ جو صدق نیت اور حسن عقیدت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو رب مان لے اور اس پر ہمیشہ کے لیے ثابت قدم رہے تو اسے کوئی خوف وغم نہیں۔ خوف کہتے ہیں اس کیفیت کو جو انسان پر اس سے زبردست کی طرف سے طاری ہو اور حزن اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل کرنے میں انسان سعی کرے اور ناکام رہے تو یہ دونوں باتیں ربنا اللہ کہنے والے کے لیے نہیں ہیں نہ اسے اپنے سے اعلیٰ و بالا کا خوف اور نہ اسے کسی چیز کے حاصل نہ ہونے کا ملال چنانچہ دوسری جگہ اس کو بالوضاحت فرمایا جو پارہ چوبیس میں مذکور ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔

اس سے واضح ہوگیا کہ ربنا اللہ بالاستقامت کہنے والے پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ آخرت کی طرف سے اس کو بے فکر کر دیتے ہیں وابشروا بالجنۃ کہہ کر اور دنیا میں دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی دونوں میں خدائی مدد کا وعدہ کیا گیا اور اسی زندگی کی طرف ضمیر کو لوٹا کر

خواہ وہ دنیاوی ہو یا اخروی فرمایا کہ جو کچھ تم چاہو اور جو تم مانگو وہ تمہارے لیے اس زندگی میں ہے۔ یہ
کیوں؟ بتا دیا کہ یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے چنانچہ استقامت کے ساتھ ربنا اللہ کہنے والے
اللہ کے ولی ہیں اور انہیں دنیا و آخرت دونوں زندگیوں میں جو وہ مانگیں ملتا ہے اسی لیے ارشاد ہوا کہ یہ
جنت والے ہیں یہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے یہ بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا آگے ارشاد ہے جس میں والدین
سے حسن سلوک اور اطاعت کی تعلیم ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا کہ سخت مشقت سے اس کی ماں نے اسے
پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی میں اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ کا چھوٹنا کم از کم تیس ماہ میں پورا ہوتا
ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو خدا سے دعا کرتا ہے کہ
اے میرے رب مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر جو احسانات کیے ہیں ان
احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو۔ میری اولاد میں نیکی
پیدا فرما جو میرے لیے موجب راحت ہو میں اپنی تمام حاجتوں میں تیری طرف جھکتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار
بندوں میں سے ہوں۔

آیت کریمہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر اس کی وجہ بتائی کہ اس نے نو ماہ مشقتوں
سے تجھے پیٹ میں رکھا پھر دودھ پلانے میں مشقتیں برداشت کیں یہ مدت ساری تیس ماہ بتائی۔ اس
آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہوئی
جیسا کہ اللہ نے فرمایا حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ تو حمل کے لیے چھ ماہ باقی رہے یہی قول ہے امام ابو یوسف اور امام
محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اور حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت سے رضاع کی مدت
اڑھائی سال ثابت ہوتی ہے۔ مسئلہ کی تفصیل مع دلائل کتب اصول میں مذکور ہے۔

بہرحال اس خدمت کو جو حمل و فصال میں والدین انجام دیتے ہیں بڑی اہمیت دی گئی۔ ایسی بنا پر
حضور نے فرمایا کہ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاَبَوَيْنِ جنت والدین کے قدموں تلے ہے اور قرآن کریم نے ان کی
تعظیم و تکریم میں حکم فرمایا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اپنے ذلت کے بازو ان کے آگے بچھائے رکھ
اور دعا کر رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اے میرے رب دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے میرے بچپن میں

پرورش کرتے وقت رحم کیا اور دعا بھی تعلیم دی تو الٰہی مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکریہ بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائیں اور صلاحیت پیدا فرما میری اولاد میں نیکیوں کی اور مجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی استعداد دے تاکہ میں تازیست ان کا شکر گذار رہوں اور نیک عمل کروں میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ اس پر باری تعالےٰ عزاسمہ کی طرف سے قبولیت کا وعدہ فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡہُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ نَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِہِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّۃِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ۔ یہی وہ ہیں جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگذر فرمادیں گے جنتیوں کے شمول میں یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا تھا۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ نیکوکاروں پرہیزگاروں کے صغائر اللہ تعالےٰ معاف فرمائے گا اور اس پر وعدہ حتمی ہے کہ یہ ہمارا سچا وعدہ ہے آگے ارشاد ہے باعتبار سیاق مضمون والدین ہی کے حقوق پر ارشاد ہے

وَ الَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡہِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَ ہُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰہَ وَیۡلَکَ اٰمِنۡ ٭ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم دونوں پر کیا تم مجھے قبر سے نکل کر دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ دلاتے ہو حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ تیرے لیے خرابی ہو ایمان لے آ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ فقط اگلوں کی کہانیاں ہیں (حقیقت نہیں) معاذ اللہ

یہ کسی خاص فرد کا مذاکرہ نہیں ہے بلکہ عام افراد کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نصیحت بھی کریں کہ وہ انکار کرتے ہوئے ان کو جواب دیدیتے ہیں کہ اتنے مرگئے ان میں سے کوئی زندہ نہ ہوا تو میں کیسے زندہ ہو سکوں گا۔ اس پہ جنہیں ایمان کا نور عطا ہوا وہ اسے زجر کرتے ہوئے کہتے ہیں وَیۡلَکَ تیری خرابی اٰمِنۡ ایمان لا اور ایسی باتیں نہ کر اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں یہ کچھ نہیں یہ پرانے قصے کہانیاں ہیں۔ آگے ارشاد ہے

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ ۔ وَ لِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ۔ یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے ہو گذرے جن اور انسانوں میں سے بے شک وہ زیاں کار تھے اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے مطابق درجے ہیں اور خداوند کریم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا مفہوم آیت واضح ہے آگے ارشاد ہے۔

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ۔ اور قیامت کے دن جب کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم دنیا کی زندگی میں اپنے حصہ کی پاکیزہ چیزیں فنا کر چکے اور ان کو برت کر فائدہ حاصل کر چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا یہ اس کی سزا ہے کہ تم دنیا میں تکبر اور نافرمانی و حکم عدولی کرتے تھے۔

جب جہنم کی چیزیں جہنمیوں کو پیش کی جائیں گی تو وہ دنیا کی چیزوں کو یاد کریں گے تو ارشاد ہوگا وہ چیزیں تو تم دنیا میں کھا چکے اور دنیا میں لے چکے اس سے تمتع حاصل کر چکے آج کے دن تمہیں ذلت کے عذاب میں مبتلا کیا گیا ہے لہٰذا وہی چیزیں جو عذاب والوں کے لیے ہیں تم بھی لو تم دنیا میں تکبر کرتے تھے۔ اور بے حکمے تھے اس کا بدلہ آج تمہیں ملے گا۔ مزید تشریح یہ ہے کہ لذائذ دنیا اور عیش دنیا سے مراد تندرستی اور جوانی ہے جو انہوں نے فسق و فجور میں ضائع کی۔

بعض نے کہا کہ النعمہ و اطعمہ لذیذہ اس سے مراد ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ باوجودیکہ آپ کا مقام و درجہ یہ ہے کہ ؎

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ۔۔۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

خود بھی فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمام نعمتیں مہیا کر سکتا ہوں۔ مگر میں آخرت کو ترجیح دیتا ہوں حضور کے دولت سرائے اقدس میں حدیث کے مندرجات کے مطابق پورا پورا مہینہ گذر جاتا کہ آگ نہ جلتی تھی چند کھجوروں اور پانی پر گذر جاتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چاہتا تو تم سے اچھا کھانا کھاتا مگر میں اپنا عیش و راحت آخرت کے لیے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ احقاف پ ۲۶

وَاذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۝

اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم جب اس نے سرزمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گذر چکے اور اس کے بعد (اور کہا) کہ خدا کے سوا مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

وہ بولے کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے معبودوں سے ہمیں پھیر دو تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝

اس نے فرمایا کہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پھر جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان پر پھیلے ہوئے دیکھا تو کہا یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے رہائشی مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔

اور بے شک ہم نے انہیں وہ مقدور دیے جو تمہیں نہ دیے تھے اور ان کے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو کچھ کام نہ آئے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور گھیر لیا انہیں اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی بناتے تھے۔

حل لغات

وَ۔ اور	اُذْكُرْ۔ تذکرہ کرو	اَخَا۔ بھائی	عَادٍ۔ عاد کا
اِذْ۔ جب	اَنْذَرَ۔ ڈرایا اس نے	قَوْمَهٗ۔ اپنی قوم کو	بِالْاَحْقَافِ۔ احقاف

علاقہ میں وَ۔ اور قَدْ۔ بیشک خَلَتِ۔ گذر چکے

النُّذُرُ۔ ڈرانے والے مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ۔ اس سے پہلے بھی وَ۔ اور

مِنْ خَلْفِہٖ۔ اس کے بعد بھی اَلَّا۔ یہ کہ نہ تَعْبُدُوْا۔ پوجو

اِلَّا۔ مگر صرف اللّٰہَ۔ اللہ کو اِنِّیْ۔ بیشک میں اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں

عَلَیْکُمْ۔ تم پر عَذَابَ۔ عذاب یَوْمٍ۔ دن عَظِیْمٍ۔ بڑے سے

قَالُوْا۔ بولے اَ۔ کیا جِئْتَنَا۔ تو آیا ہمارے پاس لِتَاْفِکَنَا۔ کہ ہمیں پھیر دے

عَنْ اٰلِھَتِنَا۔ ہمارے معبودوں سے فَاْتِنَا۔ تو لا ہمارے پاس بِمَا۔ جو

تَعِدُنَا۔ وعدہ دیتا ہے تو نَا۔ ہم کو اِنْ۔ اگر کُنْتَ۔ ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ سچے لوگوں سے قَالَ۔ فرمایا اِنَّمَا۔ بات صرف یہ ہے کہ

الْعِلْمُ۔ علم عِنْدَ۔ پاس اللّٰہِ۔ اللہ کے ہے وَ۔ اور

اُبَلِّغُکُمْ۔ میں پہنچاتا ہوں تمکو مَا۔ جو اُرْسِلْتُ۔ بھیجا گیا ہوں میں بِہٖ۔ ساتھ اس کے

وَ۔ اور لٰکِنِّیْ۔ لیکن میں اَرٰکُمْ۔ دیکھتا ہوں تم کو قَوْمًا۔ قوم

تَجْھَلُوْنَ۔ جاہلوں کی فَلَمَّا۔ تو جب رَاَوْہُ۔ دیکھا انہوں نے ایک عَارِضًا۔ بادل

مُسْتَقْبِلَ۔ آتا ہوا اَوْدِیَتِھِمْ۔ انکے میدانوں میں قَالُوْا۔ تو بولے ھٰذَا۔ یہ

عَارِضٌ۔ بادل ہے مُمْطِرُ۔ بارش برسائے گا نَا۔ ہم پر بَلْ۔ بلکہ

ھُوَ۔ وہ ہے مَا۔ جو اسْتَعْجَلْتُمْ۔ جلدی کی تمنے بِہٖ۔ اسکی

رِیْحٌ۔ آندھی ہے فِیْھَا۔ اس میں عَذَابٌ۔ عذاب ہے اَلِیْمٌ۔ دردناک

تُدَمِّرُ۔ توڑتی تھی کُلَّ۔ ہر شَیْءٍ۔ چیز کو بِاَمْرِ۔ حکم سے

رَبِّھَا۔ اپنے رب سے فَاَصْبَحُوْا۔ تو ہو گئے لَا۔ نہیں یُرٰی۔ نظر آتے تھے

اِلَّا۔ مگر مَسٰکِنُھُمْ۔ ان کے گھر کَذٰلِکَ۔ اسی طرح نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم

الْقَوْمَ۔ قوم الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرم کو وَ۔ اور لَقَدْ۔ بیشک

مَکَّنّٰھُمْ۔ ہمنے انکو طاقت دی فِیْمَا۔ اتنی کہ اِنْ۔ نہیں مَکَّنّٰکُمْ۔ طاقت دی تم کو

فِیْہِ۔ اس میں وَ۔ اور جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے لَھُمْ۔ ان کے

سَمْعًا۔ کان وَّ۔ اور اَبْصَارًا۔ آنکھیں وَّ۔ اور

اَفْئِدَۃً۔ دل فَمَا۔ تو نہ اَغْنٰی۔ کام آئے عَنْھُمْ۔ ان کے

سَمْعُهُمْ۔ان کے کان	وَ۔اور	اَبْصَارُ۔آنکھیں	هُمْ۔ان کی
وَ۔اور	لَا۔نہ	اَفْئِدَتُهُمْ۔ان کے دل	مِّنْ شَیْءٍ۔کچھ بھی
اِذْ۔جبکہ	كَانُوْا۔تھے	يَجْحَدُوْنَ۔انکار کرتے	بِاٰيٰتِ۔آیات
اللّٰهِ۔الٰہی کا	وَ۔اور	حَاقَ۔گھیر لیا	بِهِمْ۔ان کو
مَا۔اس نے کہ	كَانُوْا۔تھے	بِهٖ۔اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ۔مذاق اڑاتے

حلِّ لُغاتِ نادرہ

اَحْقَاف:۔ جمع حقف۔ اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیڑھا پن اور جھکاؤ ہو یہاں مراد وہ سرزمین ہے جس میں قوم عاد آباد تھی۔

نُذُر:۔ جمع نذیر بمعنی ڈرانے والا۔

لِتَاْفِكَنَا:۔ افک کہتے ہیں پھیرنے کو۔ بولا کرتے ہیں اَفَكَ عَنْ رَأْيِهٖ اَیْ صَرَفَہٗ۔

عَارِضٌ:۔ اس ابر کو کہا جاتا ہے جو ابتداءً آسمان کے کناروں پر دیکھا جاتا ہے پھر پھیل کر سارے آسمان پر چھا جاتا ہے۔

مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ:۔ مستقبل بمعنے متوجہ ہونے کے۔ اَوْدِيَة۔ جمع وادی۔ کھلے میدان کو کہا جاتا ہے۔

مُمْطِرُنَا:۔ برسنے والا

تُدَمِّرُ:۔ تدمیر سے ہے۔ اکھاڑ کر پھینکنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم کو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد بھی آئے اور یہ کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے عذاب کا

اندیشہ ہے۔

یہ قوم بدوی جنگل کی رہنے والی تھی اور جس جنگل میں رہتی تھی وہ نہایت ناہموار اور ٹیڑھا تھا اسی وجہ سے ہی اس جنگل کو احقاف کہتے تھے۔ عربی محاورہ میں احقاف ایسی سرزمین کو کہا جاتا ہے جو ناہموار اور کج ہو۔ یہاں حسب موقع اس امر کا بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ سورۃ مبارکہ کا نام احقاف رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ ان کے متعلق یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ سور قرآنیہ کے تمام نام بعد میں ہی رکھے گئے اور اس کے رکھنے کی صورت یہ رکھی کہ جس سورت میں جس کا ذکر اہمیت کے ساتھ بیان ہوا اسی نام کے ساتھ اس سورت کا نام ہو گیا مثلاً بقرہ اس میں چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا ذکر خاص طور پر ہے اور اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ اسی بنا پر اس کا نام بھی سورہ بقرہ رکھ دیا گیا۔ اور الحمد شریف کا نام سورہ فاتحہ اس بنا پر رکھا گیا کہ رکعات نماز میں اسی سے افتتاح ہوتا ہے۔ آل عمران اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں زیادہ ذکر آل عمران کا ہے۔

وقس علیٰ ہذا تمام سُوَرِ قرآنیہ کے نام اس سورت کے مضمون مہتم بالشان کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے تمام قرآن اسی طرح سورتوں کے نام سے مزین ہے مگر یہ وحی کے ذریعہ نام نہیں ہے بلکہ بعد میں سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کو یہ نام رکھوائے۔ سورہ احقاف میں چونکہ قوم عاد کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا اور وہ احقاف میں رہتے تھے تو سورۃ کا نام بھی احقاف ہو گیا۔

یہ قوم بدوی سرکش ضدی اور ہٹیلی تھی اس پر عذاب بھی ایسی ہی شان کا آیا کہ رات کو یہ آرام سے سوئے اور صبح ایک بھی نہ بچا صرف ان کے مکان ہی رہ گئے اسی کا تذکرہ فرمایا گیا۔ تو اس قوم کو حضرت ہود علیہ السلام نے ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم عذاب الیم میں مبتلا نہ ہو جاؤ تو بجائے خوفزدہ ہونے اور آپ کی ہدایت قبول کرنے کے بگڑ گئے اور کہا۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِـهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ بولے لائے ہیں آپ ہمارے پاس ایسی تعلیم جو ہمارے معبودوں سے ہمیں منحرف کر دے ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ آپ جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں اسے پورا کیجئے اور اسے ہمارے اوپر آنے دیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۔ اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اب رب کا پیغام پہنچاتا ہوں میری تو دانست میں تم نرے جاہل ہو اور جہالت کا نتیجہ تمہاری تباہی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنی جہالت پر اڑے رہے اور حضرت

ہود علیہ السلام کی دعا تھی تو انہوں نے ایک ابر دیکھا جو برسنے والا تھا مگر وہ ان کے اس مطالبہ کو پورا کرنے آیا تھا جو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے مانگا تھا کہ وہ عذاب ہم پر نازل کرا دیجئے اس بادل میں بجائے اس کے کہ پانی ہو اور ان پر برستا۔ ریح صرصر تند و تیز ہوا جو آگ میں دھکی ہوئی گرم چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے رِیۡحٌ فِیۡهَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وہ ایک ہوا تھی جس میں دردناک عذاب تھا وہ چلنے لگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات بھر وہ چلی اور سب کچھ ہلاک کر گئی چنانچہ اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

تُدَمِّرُ کُلَّ شَیۡءٍ بِاَمۡرِ رَبِّهَا فَاَصۡبَحُوۡا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُهُمۡ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ۔ سب چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان کا ایک بھی نظر نہ آتا تھا مگر ان کے گھر (دکھتے) ایسے ہی ہم مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔

ایک پیغمبر کا انکار کرنا اور ہدایت سے منحرف ہونے کا یہ نتیجہ ان کو ملا اور اب ان کا قصہ اوراق قرآنی میں موجود ہے۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آندھی کے عذاب نے مردوں عورتوں چھوٹوں بڑوں سب کو ہلاک کر دیا ان کے اموال آسمان اور زمین کے درمیان اڑتے پھرتے تھے۔ چیزیں پارہ پارہ ہو کر فضا ہوائیہ میں اڑتی تھیں اور حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا جب ہوا اس خط کے اندر آتی تو نہایت نرم پاکیزہ فرحت انگیز سرد ہوتی اور وہی ہوا نافرمانوں کے لیے موجب ہلاکت یہ حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ عظیم تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدۡ مَكَّنّٰهُمۡ فِیۡمَاۤ اِنۡ مَّكَّنّٰكُمۡ فِیۡهِ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ سَمۡعًا وَّاَبۡصَارًا فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ سَمۡعُهُمۡ وَلَاۤ اَبۡصَارُهُمۡ وَلَاۤ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِذۡ كَانُوۡا یَجۡحَدُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۔ اور بیشک ہم نے انہیں وہ مقدور دیے جو تمہیں نہ دیے اور ان کے لیے کان ناک دل بنائے تو ان کے کان آنکھ اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی بناتے تھے یعنی مکہ والوں سے عمر میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور مال میں بھی فارغ البال تھے۔

تشریح احقاف

احقاف جمع حقف ہے اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیڑھا پن اور جھکاؤ ہو جب کوئی چیز ٹیڑھی ہو جاتی ہے تو اِحۡقَوۡقَفَ الشَّیۡءُ بولا جاتا ہے۔ یہاں احقاف سے مراد وہ سرزمین ہے جس میں قوم عاد آباد تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ جگہ عمان و مہرہ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ بِلَادَ عَادٍ کَانَتۡ بِالۡیَمَنِ وَلَهُمۡ

كَانَتْ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ مَسَاكِنُهُمْ مِنْ عُمَّانَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ۔ حضرت ابن عطیہ قوم عاد کی بستیوں کو یمن میں ظاہر فرماتے ہیں اور یمن کی بھی ایک مخصوص بستی جسے ارم سے تعبیر کیا جاتا ہے جہاں بڑے قد آور لوگ آباد تھے۔ مگر ابن اسحاق قوم عاد کی سکونت گاہ عمان اور حضر موت کے درمیان بیان فرماتے ہیں۔ ماخوذ از روح المعانی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ احقاف پ ۲۶

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے ہلاک کر ڈالیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور ہم طرح طرح کی نشانیاں لائے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے جن کو اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ اور افتراء تھا۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝

اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے جو کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہ وہاں ہوتے وہ آپس میں بولے خاموش رہو۔ تو پھر تلاوت ہو چکی تو اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے پلٹے۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

وہ بولے اے ہماری قوم ایک کتاب ہم نے سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھی راہ دکھاتی ہے۔

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ

اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے

أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر ہے کہ مردے زندہ فرمائے کیوں نہیں بلکہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم فرمایا جائے گا کہ چکھو عذاب اپنے کفر کا بدلہ۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ

تو آپ صبر فرمائیے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجئے گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر ایک گھڑی بھر دن کی۔ (یہ پہنچانا ہے) تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکمے لوگ۔

حلِ لغات

وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک
أَهْلَكْنَا۔ ہلاک کیں ہم نے
مَا۔ جو

حَوْلَكُمْ۔ تمہارے اردگرد تھیں
مِّنَ الْقُرَىٰ۔ بستیاں
وَ۔ اور
صَرَّفْنَا۔ طرح طرح سے بیان کیں

الْآيَاتِ۔ آیتیں
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ
يَرْجِعُونَ۔ لوٹیں
فَلَوْلَا۔ تو کیوں نہ

نَصَرَ۔ مدد کی
هُمْ۔ ان کی
الَّذِينَ۔ جنکو
اتَّخَذُوا۔ بنایا

مِن دُونِ۔ سوا
اللَّهِ۔ اللہ کے
قُرْبَانًا۔ قرب کا سبب
آلِهَةً۔ خدا بناکر

بَلْ۔ بلکہ
ضَلُّوا۔ گم ہو گئے
عَنْهُم۔ ان سے
وَ۔ اور

ذٰلِكَ ۔ یہ ہے　اِفْكُهُمْ ۔ ان کا جھوٹ　وَ ۔ اور　مَا ۔ جو
كَانُوْا ۔ تھے وہ　يَفْتَرُوْنَ ۔ افترا کرتے　وَ ۔ اور　اِذْ ۔ جب
صَرَفْنَا ۔ ہم نے پھیرا　اِلَيْكَ ۔ تیری طرف　نَفَرًا ۔ ایک جماعت　مِّنَ الْجِنِّ ۔ جنوں کی
يَسْتَمِعُوْنَ ۔ وہ سنتے رہے　الْقُرْاٰنَ ۔ قرآن　فَلَمَّا ۔ تو جب　حَضَرُوْهُ ۔ حاضر ہوئے اسکو
قَالُوْا ۔ تو بولے　اَنْصِتُوْا ۔ خاموش رہو　فَلَمَّا ۔ پھر جب　قُضِيَ ۔ پورا ہو گیا
وَلَّوْا ۔ تو پھرے　اِلٰى ۔ طرف　قَوْمِهِمْ ۔ اپنی قوم کی　مُّنْذِرِيْنَ ۔ ڈرانے والے
قَالُوْا ۔ بولے　يٰا ۔ اے　قَوْمَنَا ۔ ہماری قوم　اِنَّا ۔ بیشک ہم نے
سَمِعْنَا ۔ سنی　كِتٰبًا ۔ ایک کتاب　مِّنْ بَعْدِ ۔ بعد　مُوْسٰى ۔ موسیٰ کے
مُصَدِّقًا ۔ تصدیق کرتی ہے　لِّمَا ۔ اس کی جو　بَيْنَ ۔ پہلے　يَدَيْهِ ۔ اس سے ہے
يَهْدِيْ ۔ راہ دکھاتی ہے　اِلَى ۔ طرف　الْحَقِّ ۔ حق کی　وَ ۔ اور
اِلٰى ۔ طرف　طَرِيْقٍ ۔ راہ　مُّسْتَقِيْمٍ ۔ سیدھی کی　يٰا ۔ اے
قَوْمَنَا ۔ ہماری قوم　اَجِيْبُوْا ۔ قبول کرو　دَاعِيَ ۔ منادی　اللّٰهِ ۔ اللہ کے کو
وَ ۔ اور　اٰمِنُوْا ۔ ایمان لاؤ　بِهٖ ۔ اس کے ساتھ　يَغْفِرْ ۔ بخش دے گا
لَكُمْ ۔ تم کو　مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ۔ تمہارے گناہ　وَ ۔ اور
يُجِرْ ۔ بچائے گا　كُمْ ۔ تم کو　مِّنْ عَذَابٍ ۔ عذاب　اَلِيْمٍ ۔ دردناک سے
وَ ۔ اور　مَنْ ۔ جو　لَّا ۔ نہ　يُجِبْ ۔ قبول کرے گا
دَاعِيَ ۔ منادی　اللّٰهِ ۔ اللہ کے کو　فَلَيْسَ ۔ تو نہیں ہے وہ　بِمُعْجِزٍ ۔ عاجز کرنے والا
فِي ۔ بیچ　الْاَرْضِ ۔ زمین کے　وَ ۔ اور　لَيْسَ ۔ نہیں ہے
لَهٗ ۔ اس کے لیے　مِنْ دُوْنِهٖ ۔ اسکے سوا　اَوْلِيَاءُ ۔ دوست　اُولٰٓئِكَ ۔ یہ لوگ
فِيْ ۔ بیچ　ضَلٰلٍ ۔ گمراہی　مُّبِيْنٍ ۔ ظاہر کے ہیں　اَوَ ۔ کیا
لَمْ ۔ نہ　يَرَوْا ۔ دیکھا انہوں نے　اَنَّ ۔ کہ بیشک　اللّٰهَ ۔ اللہ
الَّذِيْ ۔ وہ جس نے　خَلَقَ ۔ پیدا کیا　السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں　وَ ۔ اور
الْاَرْضَ ۔ زمین کو　وَ ۔ اور　لَمْ ۔ نہ　يَعْيَ ۔ تھکا
بِخَلْقِهِنَّ ۔ انکی پیدائش سے　بِقٰدِرٍ ۔ قادر　عَلٰى ۔ اوپر　اَنْ ۔ اس کے کہ
يُّحْيِ ۔ زندہ کرے　الْمَوْتٰى ۔ مردوں کو　بَلٰى ۔ کیوں نہیں　اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ

قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	شَیْءٍ۔ چیز کے	کُلِّ۔ ہر	عَلٰی۔ اوپر
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یُعْرَضُ۔ پیش کیے جائیں گے	یَوْمَ۔ جس دن	وَ۔ اور
اَلَیْسَ۔ کیا نہیں	النَّارِ۔ آگ کے	عَلَی۔ اوپر	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں
بَلٰی۔ کیوں نہیں	قَالُوْا۔ کہیں گے	بِالْحَقِّ۔ حق	هٰذَا۔ یہ
فَذُوْقُوا۔ تو چکھو	قَالَ۔ کہے گا	رَبِّنَا۔ ہمارے رب کی	وَ۔ قسم ہے
تَكْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے	كُنْتُمْ۔ تم تھے	بِمَا۔ بدلہ اس کا کہ	الْعَذَابَ۔ عذاب
اُولُوا الْعَزْمِ۔ ہمت والے	صَبَرَ۔ صبر کیا	كَمَا۔ جیسا	فَاصْبِرْ۔ تو صبر کریں
تَسْتَعْجِلْ۔ جلدی کر	لَا۔ نہ	وَ۔ اور	مِنَ الرُّسُلِ۔ رسولوں نے
یَرَوْنَ۔ دیکھیں گے	یَوْمَ۔ جس دن	كَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ	لَّهُمْ۔ ان کے لیے
یَلْبَثُوْا۔ ٹھہرے وہ	لَمْ۔ نہ	یُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے گئے	مَا۔ جو
بَلٰغٌ۔ یہ پہنچانا ہے	مِّنْ نَّهَارٍ۔ دن کی	سَاعَةً۔ ایک گھڑی	اِلَّا۔ مگر
الْفٰسِقُوْنَ۔ بے حکمے	اِلَّا۔ مگر	یُهْلَكُ۔ ہلاک ہوں گے	فَهَلْ۔ تو کیا

حلِّ لغاتِ نادرہ

قُرْبَانًا:۔ ثواب کے لیئے۔

اِفْكُهُمْ:۔ جھوٹ ان کا۔

یُجِرْكُمْ:۔ تمہیں بچالے

لَمْ یَعْیَ:۔ از عی جس کے معنی تھکنے کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ احقاف پ ۲۶

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور طرح طرح کی نشانیاں لائے کہ وہ باز آئیں۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ

اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ - تو کیوں نہ مدد کی انھوں نے جن کو خدا کے سوا قرب حاصل کرنے کو خدا ٹھہرا رکھا ہے بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے اور یہ انکا بہتان و افتراء ہے۔

آیہ کریمہ میں قریش کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تمہارے ماحول میں جو بستیاں تھیں مثل حجر اور حضرت صالح علیہ السلام کی آبادی مدین ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور ہلاکت کی وجہ ان کا شرک تھا اس شرک میں بتوں کی پرستاری کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے خدا کا تقرب ہمیں حاصل ہوتا ہے اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ غیر خدا کو خدا ماننا ہی شرک نہیں ہے بلکہ غیر خدا کو خدا کے ساتھ شریک ماننا بھی شرک ہے۔ یہ عقیدہ کرنا بھی شرک ہے کہ یہ خدا تو نہیں ہیں مگر خدا کے مشیر اور اس کے معاملات میں دخیل ہیں تو ان کا یہ شرک تھا کہ وہ قربانا' الہتہ کہتے تھے۔

اور ہم اہل سنت وجماعت اولیاء کرام کے ساتھ جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ اس لیے شرک نہیں کہ انہیں اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبودیت ہو یا تعظیمی۔

دوسرے ان کو اللہ کا بندہ مان کر مقرب خاص سمجھتے ہوئے ان کا توسل جائز سمجھتے ہیں اور مانگتے خدا سے ہیں نہ یہ کہ ہم اولیاء کرام کو نظام عالم میں متصرف بالذات سمجھتے ہیں۔ تصرف ذاتی سوائے ذات نواجب تعالیٰ شانہ کسی کو حاصل نہیں اور تصرف عطائی جو اللہ کی طرف سے اس کے مقربوں کو ملے اس کے جائز ہونے میں کلام نہیں تو معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اور ان کے ماحول میں جو ہلاک کیے گئے ان کے اعتقاد اور ہمارے اعتقاد کے مابین بون بعید ہے۔ یہ بڑی جہالت ہے کہ کھینچ تان کر اچھے خاصے مسلمان کو کسی پہلو سے مشرک قرار دیا جائے حالانکہ شرک کی تعریف ہی یہ ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو شریک ماننا اس میں نہ غیر خدا شریک اور نہ صفات الٰہیہ کے ساتھ غیر خدا متصف۔ باقی رہا نسبت اسمی یہ قطعاً شرک نہیں ہے جیسے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ حالانکہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر یہ سماعت اور بصارت وہ سماعت و بصارت ہے جس پر امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں سَمِيْعٌ لَا بِالْاُذُنِ بَصِيْرٌ لَا بِالْاَعْيُنِ۔ نسبت اسمی کے اعتبار سے ہم بھی سمیع و بصیر اور رب تعالیٰ شانہ بھی سمیع و بصیر مگر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ماننا ہمارے لیے لازمی ہے اس لیے کہ ہماری سماعت محتاج عطا اور آلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اور کان کا سماخ اور مطرقۃ الاذن کی صحت اس میں لازمی ہے اگر سماخ اذن خراب ہو جائے یا مطرقۃ الاذن بگڑ جائے تو ہم پھر سمیع نہیں رہتے بلکہ ثقیل السماعت ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ وہ سمیع مطلق ہے کہ وہ نہ کان کا محتاج نہ اسے اس کی احتیاج

بلکہ یہ سب کچھ اس کا بنایا ہوا ہے پیدا کیا ہوا ہے یہی کیفیت بصارت کی ہے کہ ہم محتاج صحت چشم ہیں اگر ہماری مردمک صحیح ہے اس میں نزول یا غشا نہیں ہے تو ہم بصیر ہیں ورنہ اعمیٰ ہوتے ہیں باوجود آنکھ ہونے کے کوئی شک نہیں۔ برخلاف ذات واجب تعالیٰ شانہ کے کہ وہ نہ مردمک کا محتاج اور نہ وہ زجاجیہ علنبیہ شبکیہ وغیرہ کا محتاج یہ سب طبقات آنکھ میں اسی لیے پیدا فرمائے۔ اسی لیے غزالی نے کہا بصیر لا باعین۔ علاوہ بریں ہماری آنکھ تندرست ہوتے ہوئے بھی ایک حد سے دیکھتی ہے اور ایک حد تک دیکھتی ہے اس حد سے ورے غایت قرب کی وجہ سے استتار پیدا ہوتا ہے اور اس حد سے آگے غایت بُعد موجب خفا و استتار ہو جاتا ہے۔

ذات واجب تعالیٰ شانہ کے لیے نہ قرب۔ قرب نہ بُعد بُعد وہ جہاں چاہے جہاں تک چاہے جیسے چاہے جس طرح سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور اس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی و مستتر نہیں۔ معلوم ہوا کہ اشتراک صفت اسمًا ہے نہ کہ حقیقۃً جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسمی صفات مستلزم شرک نہیں۔ اور صفات حقیقیہ میں کسی کو شریک ماننا یہ شرک جلی ہے تو وہ چونکہ کارخانہ قدرت میں غیر خدا کو شریک مانتے تھے۔ اس بنا پر ہلاک کیے گئے۔

اور مَا حَوْلَکُمْ مِّنَ الْقُرٰی سے مراد قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم لوط اور قوم صالح کی بستیاں ہیں جو حجر وغیرہ میں تھیں چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں کحجر ثمود وقری قوم صالح اور ان کو نشانیاں پھیر پھیر کر دکھائی گئیں تاکہ وہ پلٹ کر آجائیں مگر جب انہوں نے راہ راست قبول نہ کی تو ہلاک کر دیے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ ۚ وَذٰلِکَ اِفْکُھُمْ وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے ان کی جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا بہتان و افترا ہے۔

یعنی بتوں کو جو جماد محض اور لایعقل تھے انہیں تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھنا یہ بہتان تھا اور افتراء خالص۔ جب ان کو مصیبت پڑی تو ضلوا عنھم وہ ان سے گم ہو گئے اور گم ہونا ہی تھا اس لیے کہ پتھر کسی جاندار کی کیا مدد کر سکتا ہے اور ان کا یہ افتراء خالص تھا کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب ان کے ذریعے حاصل ہونے کے مدعی تھے جو محض افک اور دروغ تھا اور اسی افتراء کی دلدل میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور عام مشرک جو بتوں کے لیے ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ کہتے ہیں یہ بھی تمام کے تمام مفتری کذاب اور جھوٹے ہیں۔ مندرجہ میں بہادیلو

اور گنیش اور پاربتی سیتا۔ بھیروں اور کالی کے بت جو پڑے ہوتے ہیں یہ سب پتھر کے ٹکڑے ہیں سان پر اگر سندور لگا دیا جائے تو جان نہیں آ سکتی اور کنیر کے پھول چڑھا دیئے جائیں تو وہ حرکت نہیں کر سکتے پتھر تو پتھر ہی ہوتا ہے۔

اس پر ایک عجیب و غریب اور پر لطف واقعہ عہد رسالت میں ظہور پذیر ہوا حضور علیہ الصلوۃ والسلام بتوں کے جماد محض ہونے پر تقریر فرما رہے تھے اور جو نئے مسلمان ہوئے تھے انہیں بتا رہے تھے کہ یہ تمہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتے تقرب الٰہی تو بہت بڑی چیز ہے یہ اپنی مکھیاں اڑانے پر بھی قادر نہیں تو ایک نو مسلم صحابی بولنے لگے کہ حضور میرے بت نے تو مجھے فائدہ پہنچایا۔

حضور نے فرمایا وہ کیا؟

عرض کیا میرا بت ستو کا تھا میں سفر میں تھا جب مجھے بھوک نے ستایا تو میں نے اسے پانی میں گھول کر پی لیا میری بھوک جاتی رہی۔ اس پر تمام مجمع ہنس پڑا اور حضور نے بھی تبسم فرمایا حتی کہ نواجذ علیا لنظر آگئے تو بت سے یہی فائدہ پہنچ سکتا ہے اگر کسی کو مارنا چاہو تو اسے پھینک کر ضرب لگاؤ یا فراخ کرنا چاہو تو ترازو کے باٹ بنا لو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اسے قربانا آلہتہ کہنا افک بواح نہیں تو اور کیا ہے آگے ارشاد ہے جس میں اس امر کا اظہار فرمایا جا رہا ہے کہ جنوں نے جب قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں جا کر انہوں نے اس کی حقانیت ظاہر کی اور اسلام قبول کرنے کی تحریک شروع کر دی حتی کہ جنوں میں سے پوری جماعتیں شرف اسلام سے مشرف ہوئیں حیث قال۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اور جبکہ ہم نے آپ کی طرف ایک جماعت جنوں کی پھیری (اے محبوب) جو قرآن کان لگا کر سنتے تھے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب ختم کر دی گئی تلاوت واپس لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور مضبوط راہ کی طرف بلاتی ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ میں رونق افروز تھے تو جنوں کی ایک جماعت جو سات یا نو افراد پر مشتمل تھی حاضر ہوئی اس وقت تلاوت قرآن ہو رہی تھی تو انہوں نے آپس میں اسے کان لگا کر سننے کے لیے کہا کہ خاموش رہو اور سنو جب وہ تلاوت ختم ہو گئی تو یہ یہاں سے

اپنی قوم میں آئے اور آکر کہا اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ يَهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ وَاِلٰى طَرِيۡقٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۔ آج ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کتاب سنی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ہدایت حق کے ساتھ طریق مستقیم کی راہنمائی فرماتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ يٰقَوۡمَنَاۤ اَجِيۡبُوۡا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوۡا بِهٖ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُجِرۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَ لِيۡمٍ‏ اے ہماری قوم اس داعی الی اللہ کی آواز پر ایمان لاؤ تاکہ تمہارے گناہ معاف ہوں اور عذاب الیم سے پناہ ملے۔

اور اگر ایمان نہ لائے اور اپنی جہالت پر اڑے رہے تو اسی کتاب مقدس میں ارشاد ہے۔
وَمَنۡ لَّا يُجِبۡ دَاعِىَ اللّٰهِ فَلَيۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَيۡسَ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءُ ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۔ اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جا نہیں سکتا اور اللہ کے مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں ایسے ہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آیہ کریمہ کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ عذاب الیم سے نجات پاکر بخشش کا مستحق ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا روئے زمین میں اس کا سہارا کہیں نہیں وہ جہاں بھی ہوگا پکڑا جائے گا اور مبتلائے عذاب عظیم ہوگا۔ اس لیے کہ نہ ماننے والے کھلی گمراہی میں ہیں اور کھلی گمراہی میں رہنے والا لازمی طور پر مستحق عذاب ہے اس کا مفصل واقعہ انتیسویں پارہ کی سورۂ جن میں مذکور ہوگا آگے ارشاد ہے۔
اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور ان کے بنانے سے کچھ نہ تھکا۔ قادر ہے اس پر کہ مردے زندہ فرمائے کیوں نہیں بیشک وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔

یعنی وہ جس کی قدرت کاملہ کتم عدم سے منصۂ شہود پر لانے کی قدرت رکھتی ہے وہ مُردوں کو جلانے میں بطریق اولیٰ قادر ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھیے کہ جو شے اپنے وجود میں معدوم ہے اس کو ظاہر فرمانے کی جو قدرت رکھتا ہے وہ اس مردے کو جس کا وجود ہے زندہ فرمانے کی قدرت نہ رکھے اسی لیے فرمایا بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ۔ پھر ارشاد ہوا بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۔ کیوں نہیں وہ ذات تو وہ ہے کہ وہ اپنی قدرت مطلقہ سے سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔
وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۔ اور جس دن کافر دوزخ پہ پیش کیے جائیں گے (انہیں فرمایا جائے گا) کیا یہ حق نہیں وہ عرض کریں گے ۔ کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم ہے ارشاد ہوگا تو اب چکھو عذاب جس کا تم انکار کرتے تھے ۔

یعنی کافر مرنے کے بعد عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ سب کے منکر تھے تو ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انہیں جہنم پہ پیش کر کر ان کی زبان سے تصدیق کرائی جائے گی اور جب وہ اقرار کر لیں گے تو حجت قائم ہو جانے کے بعد ان کو فرمایا جائے گا کہ اب ہمیشہ یہ عذاب چکھتے رہو جس کا تم انکار کرتے تھے ۔ اس کے بعد اپنے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیہ والثنا کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے ۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ اے محبوب آپ صبر فرمائیے جیسے دیگر بلند ہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان کے عذاب کے لیے عجلت نہ فرمائیے گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا گیا دنیا میں نہ ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی ۔ یہ پہنچانا ہے ۔ تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکمے لوگ ۔

اولوا العزم رسولوں میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ و حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ علیہم الصلوٰۃ و السلام ہیں ۔ ان کے ساتھ بھی قوم نے جو کچھ کیا انہوں نے صبر فرمایا ۔ حضور کو بھی صبر ہی کا ارشاد ہوا ۔ اور انجام اس کا دکھلایا کہ جب وقت آئے گا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم دن کی ایک گھڑی بھی دنیا میں نہ رہے یہ احکام پہنچاتے رہیے ۔ ہلاک وہی کیے جائیں گے جو بے قانونے اور بے حکمے ہیں ۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدنیہ ہے اس میں چار رکوع اڑتیس آیتیں پانسو کلمے اور دو ہزار چھ سو چھہتر حروف ہیں ۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا خدا نے ان کے عمل برباد کر دیے اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے اور قرآن کریم جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لائے اور وہ حق ہے جو ان کے پروردگار ہی کی طرف سے نازل ہوا خدا نے ان کے گناہ ان سے اتار دیے اور ان کی (دینی دنیوی) حالت بھی درست کر دی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

یہ (اختلاف حالت) اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے دین حق سے انکار کیا وہ غلط راستے پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے ٹھیک راستہ پر چلے یوں اللہ لوگوں کے سمجھنے کے لیے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۝

تو (اے مسلمانو!) جب لڑائی میں کافروں سے مڈبھیڑ ہو تو (بے تامل ان کی) گردنیں مارے چلو یہاں تک کہ جب تم ان کا اچھی طرح زور توڑ ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو (یعنی قید کر لو) پھر (قید کیے پیچھے) احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے لیے ہتھیار چھوڑ دے۔

ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ

یہ (ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل ضرور ہونی چاہیے) اور خدا چاہتا تو (لڑنے کی نوبت نہ آتی اور یوں ہی) ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر (اس کو یہ منظور ہوا کہ ایک

قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ ۝ — کو ایک سے لڑوا کر تم سب کو آزماتے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو خدا ہرگز ضائع نہیں ہونے دیگا۔

سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ ۝ — بلکہ انہیں منزل مقصود پر پہنچاتے گا اور ان کو خوش حال کردے گا۔

وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ عَرَّفَھَا لَھُمْ ۝ — یعنی ان کو جنت میں داخل فرماتے گا جس کا حال اس نے ان کو پہلے بتا رکھا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ۝ — اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد فرماتے گا اور دشمنوں کے مقابل تمہارے پاؤں جماتے رکھے گا۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّھُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ ۝ — اور جو لوگ دین حق سے منکر ہیں ان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور ان کے اعمال برباد کردیے جائیں گے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ ۝ — یہ اس سبب سے کہ خدا نے جو دین اتارا اسے انہوں نے پسند نہ کیا تو خدا نے ان کے عمل اکارت کردیے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُھَا ۝ — کیا یہ لوگ اللہ کی زمین میں چلے پھرے نہیں تو دیکھتے اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام خدا نے انہیں تہس نہس کر دیا ایسے ہی ان کافروں کو بھی پیش آیا ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ ۝ — یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا حامی و مددگار تو اللہ ہے اور یقیناً کافروں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

حلِ لغات

اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو — کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے — وَ۔ اور — صَدُّوْا۔ روکا

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی راہ سے — اَضَلَّ۔ ضائع کردیے — اَعْمَالَھُمْ۔ ان کے عمل

وَ۔ اور — اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو — اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے — وَ۔ اور

عَمِلُوا۔ عمل کیے　الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے　وَ۔ اور　اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے

بِمَا۔ اس پر جو　نُزِّلَ۔ اتارا گیا　عَلٰی۔ اوپر　مُحَمَّدٍ۔ محمد کے

وَ۔ اور　هُوَ۔ وہ　الْحَقُّ۔ حق ہے　مِنْ رَّبِّهِمْ۔ ان کے رب سے

كَفَّرَ۔ دور کر دیں　عَنْهُمْ۔ ان سے　سَيِّاٰتِهِمْ۔ انکی برائیاں　وَ۔ اور

اَصْلَحَ۔ درست کر دی　بَالَهُمْ۔ ان کی حالت　ذٰلِكَ۔ یہ　بِاَنَّ۔ اسلیے ہے کہ

الَّذِيْنَ۔ وہ جو　كَفَرُوْا۔ کافر ہیں　اتَّبَعُوا۔ پیروی کرتے ہیں　الْبَاطِلَ۔ باطل کی

وَ۔ اور　اَنَّ۔ بیشک　الَّذِيْنَ۔ وہ جو　اٰمَنُوا۔ ایمان لائے

اتَّبَعُوا۔ پیروی کرتے ہیں　الْحَقَّ۔ حق کی　مِنْ رَّبِّهِمْ۔ اپنے رب سے　كَذٰلِكَ۔ اسی طرح

يَضْرِبُ۔ بیان کرتا ہے　اللّٰهُ۔ اللہ　لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے　اَمْثَالَهُمْ۔ ان کی مثالیں

فَاِذَا۔ تو جب　لَقِيْتُمُ۔ ملو تم　الَّذِيْنَ۔ ان کو جو　كَفَرُوْا۔ کافر ہیں

فَضَرْبَ۔ تو مارو　الرِّقَابِ۔ گردنیں　حَتّٰى۔ یہاں تک کہ　اِذَا۔ جب

اَثْخَنْتُمُوْ۔ زور توڑ دو　هُمْ۔ ان کا　فَشُدُّوا۔ تو سخت کرو　الْوَثَاقَ۔ انکی مشکیں

فَاِمَّا۔ پھر یا تو　مَنًّا۔ احسان کرو　بَعْدُ۔ اس کے بعد　وَ۔ اور

اِمَّا۔ یا　فِدَاۗءً۔ فدیہ لو　حَتّٰى۔ یہاں تک کہ　تَضَعَ۔ رکھ دے

الْحَرْبُ۔ لڑائی　اَوْزَارَ۔ ہتھیار　هَا۔ اپنے　ذٰلِكَ۔ یہ ہے

وَ۔ اور　لَوْ۔ اگر　يَشَاۗءُ۔ چاہتا　اللّٰهُ۔ اللہ

لَانْتَصَرَ۔ تو بدلہ لیتا　مِنْهُمْ۔ ان سے　وَلٰكِنْ۔ اور لیکن　لِّيَبْلُوَا۔ تاکہ آزمائے

بَعْضَكُمْ۔ بعض تمہارے کو　بِبَعْضٍ۔ بعض سے　وَ۔ اور　الَّذِيْنَ۔ وہ جو

قُتِلُوا۔ مارے گئے　فِيْ سَبِيْلِ۔ راہ　اللّٰهِ۔ خدا میں　وَ۔ اور

لَنْ۔ ہرگز نہ　يُّضِلَّ۔ ضائع کریگا　اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل　سَيَهْدِيْهِمْ۔ عنقریب راہ

دکھائے گا ان کو　وَ۔ اور　يُصْلِحُ۔ درست کریگا　بَالَهُمْ۔ انکی حالت

وَ۔ اور　يُدْخِلُهُمُ۔ داخل کریگا انکو　الْجَنَّةَ۔ جنت میں　عَرَّفَهَا۔ جو بتا دی ہے وہ

لَهُمْ۔ ان کو　يٰۤاَيُّهَا۔ اے　الَّذِيْنَ۔ وہ جو　اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو

اِنْ۔ اگر　تَنْصُرُوا۔ مدد کرو گے تم　اللّٰهَ۔ اللہ کی　يَنْصُرْكُمْ۔ تو وہ مدد کریگا

كُمْ۔ تمہاری　وَ۔ اور　يُثَبِّتْ۔ ثابت رکھے گا　اَقْدَامَكُمْ۔ تمہارے قدم

وَ۔ اور	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	فَتَعْسًا تو ہلاکت
لَّهُمْ۔ ان کے لیے	وَ۔ اور	اَضَلَّ۔ ضائع کر دیئے	اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل
ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ	كَرِهُوْا۔ ناپسند کیا انہوں نے	مَا۔ جو
اَنْزَلَ۔ اتارا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	فَاَحْبَطَ۔ تو ضائع کر دئے	اَعْمَالَهُمْ۔ انکے عمل
اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	يَسِيْرُوْا۔ پھرے وہ	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
فَيَنْظُرُوْا۔ کہ دیکھتے	كَيْفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام
الَّذِيْنَ۔ ان کا	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے		دَمَّرَ۔ ہلاک ڈالی
اللّٰهُ۔ اللہ نے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لِلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کے لئے
اَمْثَالُهَا۔ مثالیں	ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّ۔ اس لیے کہ	اللّٰهَ۔ اللہ
مَوْلَى۔ حمایتی ہے	الَّذِيْنَ۔ ان کا	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور
اَنَّ۔ بیشک	الْكٰفِرِيْنَ۔ کافر	لَا۔ نہیں ہے	مَوْلٰى۔ کوئی حمایتی
لَهُمْ۔ ان کا۔			

حلِ لغاتِ نادرہ

صَدُّوْا۔ اور روکا انہوں نے

بَالَهُمْ:۔ بال کہتے ہیں حال کو

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ:۔ اَیْ اَغْلَظْتُمُوْهُمْ۔ یعنی ان پر خوب سختی کرو

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ:۔ وثاق۔ وہ چیز جس سے کسی چیز کو باندھا جائے حاصل معنی مشکیں کسنا۔

تَعْسًا:۔ پاؤں اکھڑنا۔ ہلاک ہونا۔

دَمَّرَ:۔ تہس نہس کر دیا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ

گئے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے۔

اس کے شان نزول میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ چھ آدمی تھے ان کا سردار ابوجہل تھا اور اس کے ساتھ منبہ ابناء الحجاج۔ عتبہ۔ شیبہ ابناء ربیعہ۔ حرث ابناء ہشام۔ انہوں نے مسجد حرام کے زائرین کے لیے سقایت اور کھلانے کا انتظام کیا تھا اور یہ بظاہر نہایت اچھا کام تھا مگر اس کے ساتھ یہ لوگوں کو حضور کی اتباع سے روکتے تھے۔ تو کہا گیا اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ان کی تمام نیکیاں رائیگاں ہیں اور بقول مقاتل چھ اور بھی تھے۔ عامر بن نوفل۔ حکیم بن حزام۔ زمعہ بن اسود۔ عباس بن عبد المطلب۔ صفوان بن امیہ ابوسفیان بن حرب جو اللہ کے راستہ سے روکنے میں پیش پیش تھے اور حجاج کی خدمت بھی کرتے تھے تو اس پر فرمایا ان کی تمام نیکیاں رائیگاں گئیں۔

بہرحال صورت مسئلہ یہ بنی کہ نیکی اور خیرات و صدقات اسی وقت مقبول ہیں جبکہ ایمان صحیح ہو اور اگر ایمان نہیں تو کتنی ہی نیکیاں کوئی کرے وہ سب رائیگاں اور فضول ہیں اسی بنا پر بموجب اسلوب بیان قرآنی اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ کافروں کے حق میں فرما کر مومنوں کے حق میں ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو کچھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں معاف کر دیں اور ان کے حالات سنوار دیے۔

یعنی ایمان لانے کے بعد زمانۂ کفر کی خطائیں تمام معاف ہو جاتی ہیں۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار کے لیے تشدد کا حکم ہے اور اس کی وجہ فرمائی کہ کافر باطل کی پیروی کرتا ہے اور ایمان والا حق کی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ه فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ه ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔

یہ اس لیے کہ کافر غلط راستہ کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور لوگوں سے ان کے احوال یوں ہی بیان فرماتا ہے۔

مفہوم منطوق آیت کا واضح ہے آگے فرمایا
فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا الخ جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کا زور اچھی طرح سے توڑ ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو یعنی قید کر لو۔ پھر قید کیے پیچھے یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے ہتھیار رکھ دے۔ یہ ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل بہت ضروری ہے اور خدا چاہتا تو لڑنے کی نوبت نہ آتی اور یوں ہی ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر اس کو تو منظور ہوا کہ وہ ایک کو ایک سے لڑوا کر تم کو آزمائے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو خدا رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

کافر کے ساتھ اتنے تشدد کا حکم ہے کہ اس کو مارا جائے اور اس کی مشکیں کس دی جائیں یہاں تک کہ وہ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لے جب وہ اتنا مجبور ہو جائے تو اس کے بعد اختیار دیا گیا کہ خواہ احسان کر کے اسے آزاد کر دو یا فدیہ لے کر اسے چھوڑ دو بہرحال اس سے ہتھیار رکھوا لینے ضروری ہیں اور ضرب کا طریقہ بھی بتا دیا کہ کافر کو جب مارو اس کی گردن پر مارو جیسے دوسری جگہ نویں پارہ میں بھی طریقہ ضرب تعلیم دیا اور فرمایا۔ فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ کُلَّ بَنَانٍ۔ انہیں جب مارو گردنوں پر یا ان کے جوڑوں پر ضرب دو۔ یہ فن سپہگری کے اصول ہیں جن کو قرآن کریم نے پیش کیا۔ اس کے بعد مجاہدین اسلام کو بشارت دی گئی کہ اگر تم مارے بھی گئے تو شہید کہلاؤ گے اور یہ عمل تمہارا رائیگاں نہیں جائے گا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَهُمۡ۔ سَیَهۡدِیۡهِمۡ وَیُصۡلِحُ بَالَهُمۡ وَیُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ۔ اور جو خدا کی راہ میں شہید ہوں تو ہرگز ان کے عمل ضائع نہ ہوں گے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور انہیں خوشحال کر دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جس کا حال ان پر پہلے ظاہر کر دیا گیا تھا۔

اس میں اس امر کی بھی بشارت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے اخروی مدارج حاصل ہونے کے ساتھ دنیا میں بھی خوشحال رہیں گے اور ان کے رزق میں فراخی ہوگی اور جنت کا وعدہ تو قطعی ہے آگے ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّهُمۡ وَاَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ کَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ۔ اے ایمان والو اگر اللہ کے دین کی تم مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے پاؤں

اکفر مٹ جائیں گے اور وہ تباہ ہو جائیں گے اور ان کی نیکیاں سب رائیگاں ہیں۔ یہ اس وجہ میں کہ وہ کراہت کرتے تھے اس سے جو اللہ نے نازل فرمایا تو ان کے تمام عمل برباد کر دیے۔

آیہ کریمہ میں کافر مومن دونوں کا فرق دکھا کر ان کے عملوں کو مقبول دکھایا اور کافروں کے اعمال حبط اور رائیگاں ظاہر فرمائے اور اس کی وجہ صرف یہ دکھائی کہ یہ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ سے کراہت کرنے والے تھے آگے ارشاد ہے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں (چلتے پھرتے) تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا نے انہیں تہس نہس کر دیا اور ایسا ہی کچھ ان کافروں کو بھی پیش آنا ہے یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا حامی و مددگار خدا ہے اور کافروں کا کوئی مددگار و حمایتی نہیں۔

پہلی امتیں انبیاء کرام پر ایمان نہ لانے کی بنا پر تباہ و برباد ہوئیں جن کے کھنڈر اور عمارتیں آج تک ان کی مرثیہ خواں ہیں۔ ملک شام کی زمین اور قرب و نواح میں اس کے نظائر موجود ہیں تو یہاں اس امر کو ظاہر فرمایا کہ جو اللہ تعالٰے پر ایمان لائے وہ کامیاب و کامران ہے اور جو مخالفت کرے وہ تباہ و برباد ہے اس لیے کہ اللہ کی حمایت و نصرت مومن کے لیے ہے اور کافر کے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۞

بے شک اللہ تعالٰے داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ جو کافر ہوئے وہ دنیا میں فائدہ اٹھا لیں اور کھا لیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو اُن سے کہیں زیادہ سخت تھیں آپ کی بستی کے مقابلہ میں جس نے

أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

کہ آپ کو نکالا۔ ہم نے انہیں ہلاک کیا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ۝

تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہو گا کہ جس کے برے عمل اسے اچھے دکھلائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیرو رہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ۝

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسی نہریں ہیں پانی کی جو کبھی خراب نہ ہو گا اور دودھ کی نہریں جن کا ذائقہ کبھی نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کو لذت ہے اور اس میں شہد کی نہریں ہیں جو صاف ہے اور ان کے لیے ان باغیچوں میں ہر قسم کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے کیا ایسے چین والے ان کے برابر ہو جائیں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں اور انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا کہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّٰٓى إِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ۝

اور ان میں سے بعض آپ کے ارشاد سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے نکل کر جائیں تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر کر دی اللہ نے اور وہ اپنی ہی خواہشات کے پیرو ہو گئے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝

اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور انہیں پرہیزگاری عطا کی۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا

تو وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں؟ مگر قیامت کا جو ان پر اچانک آئے گی اور بے شک اس کی علامتیں

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ

تو آ ہی چکی ہیں تو پھر جب وہ آجائے گی تو پھر کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اے محبوب معافی طلب فرمائیے (اپنے متبعین) مومن مرد اور عورتوں کے لیے اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو آرام کرنا

حلِّ لغات

اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُدْخِلُ۔ داخل کریگا	الَّذِيْنَ۔ ان کو
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ کام کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ	تَجْرِيْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
وَ۔ اور	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں وہ	يَتَمَتَّعُوْنَ۔ فائدہ اٹھالیں
وَ۔ اور	يَاْكُلُوْنَ۔ کھالیں	كَمَا۔ جیسے	تَاْكُلُ۔ کھاتے ہیں
الْاَنْعَامُ۔ جانور	وَ۔ اور	النَّارُ۔ آگ	مَثْوًى۔ ٹھکانہ ہے
لَّهُمْ۔ ان کا	وَ۔ اور	كَاَيِّنْ۔ کتنی ہی	مِّنْ قَرْيَةٍ۔ بستیاں تھیں
هِيَ۔ کہ وہ	اَشَدُّ۔ زیادہ سخت تھیں	قُوَّةً۔ طاقت میں	مِّنْ قَرْيَتِكَ۔ تیری بستی
سے۔	الَّتِيْ۔ وہ کہ جس نے	اَخْرَجَتْكَ۔ آپ کو نکال دیا ہے	
اَهْلَكْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو ہلاک کردیا		فَلَا۔ تو نہیں ہے	نَاصِرَ۔ کوئی مددگار
لَهُمْ۔ ان کا	اَفَمَنْ۔ تو کیا جو	كَانَ۔ ہے	عَلٰى۔ اوپر
بَيِّنَةٍ۔ دلیل کے	مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اپنے رب کی طرف سے		كَمَنْ۔ وہ اس جیسا ہے کہ
زُيِّنَ۔ خوشنما بنائے گئے	لَهٗ۔ اس کے لیے	سُوْٓءُ۔ برے	عَمَلِهٖ۔ عمل اس کے
وَ۔ اور	اتَّبَعُوْٓا۔ پیروی کی انہوں نے	اَهْوَآءَ۔ خواہشوں	هُمْ۔ اپنی کی
مَثَلُ۔ مثال	الْجَنَّةِ۔ جنت کی	الَّتِيْ۔ وہ جس کا	وُعِدَ۔ وعدہ دیے گئے
الْمُتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار	فِيْهَآ۔ اس میں	اَنْهٰرٌ۔ نہریں ہیں	مِّنْ مَّآءٍ۔ پانی کی

غَيْرِ ۔ نہیں ہے | اٰسِنٍ ۔ خراب ہونے والا | وَ ۔ اور | اَنْھٰرٌ ۔ کچھ نہریں

مِّنْ لَّبَنٍ ۔ دودھ کی | لَّمْ ۔ کہ نہیں | يَتَغَيَّرْ ۔ متغیر ہوگا | طَعْمُهٗ ۔ اس کا مزہ

وَ ۔ اور | اَنْھٰرٌ ۔ نہریں | مِّنْ خَمْرٍ ۔ شراب کی | لَّذَّةٍ ۔ لذت

لِّلشّٰرِبِيْنَ ۔ پینے والوں کے لیے | وَ ۔ اور | اَنْھٰرٌ ۔ نہریں

مِّنْ عَسَلٍ ۔ شہد | مُّصَفًّى ۔ خالص کی | وَ ۔ اور | لَهُمْ ۔ ان کے لیے

فِيْهَا ۔ اس میں | مِنْ كُلِّ ۔ ہر طرح کے | الثَّمَرٰتِ ۔ پھل ہیں | وَ ۔ اور

مَغْفِرَةٌ ۔ بخشش | مِّنْ رَّبِّهِمْ ۔ ان کے رب سے | كَمَنْ ۔ کیا اس جیسا ہے کہ

هُوَ ۔ وہ | خَالِدٌ ۔ ہمیشہ رہنے والا ہے | فِي ۔ بیچ | النَّارِ ۔ آگ کے

وَ ۔ اور | سُقُوْا ۔ پلائے جائیں گے | مَآءً ۔ پانی | حَمِيْمًا ۔ گرم

فَقَطَّعَ ۔ تو وہ کاٹ دے گا | اَمْعَآءَ ۔ انتڑیاں | هُمْ ۔ ان کی | وَ ۔ اور

مِنْهُمْ ۔ بعض ان سے | مَّنْ ۔ وہ ہیں جو | يَّسْتَمِعُ ۔ کان رکھتے ہیں | اِلَيْكَ ۔ تیری طرف

حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ | اِذَا ۔ جب | خَرَجُوْا ۔ نکلتے ہیں | مِنْ عِنْدِكَ ۔ آپ کے

پاس سے تو | قَالُوْا ۔ کہتے ہیں | لِلَّذِيْنَ ۔ ان سے جو | اُوْتُوا ۔ دیے گئے

الْعِلْمَ ۔ علم | مَاذَا ۔ کیا | قَالَ ۔ کہا ہے | اٰنِفًا ۔ اب

اُولٰٓئِكَ ۔ یہ | الَّذِيْنَ ۔ وہ ہیں کہ | طَبَعَ ۔ مہر کر دی | اللّٰهُ ۔ اللہ نے

عَلٰى ۔ اوپر | قُلُوْبِهِمْ ۔ ان کے دلوں کے | وَ ۔ اور | اتَّبَعُوْٓا ۔ پیروی کی انہوں نے

اَهْوَآءَ ۔ خواہشوں | هُمْ ۔ اپنی کی | وَ ۔ اور | الَّذِيْنَ ۔ وہ جنہوں نے

اهْتَدَوْا ۔ ہدایت پائی | زَادَ ۔ زیادہ کی | هُمْ ۔ ان کو | هُدًى ۔ ہدایت

وَ ۔ اور | اٰتٰىهُمْ ۔ دی ان کو | تَقْوٰىهُمْ ۔ انکی پرہیزگاری | فَهَلْ ۔ تو کیا

يَنْظُرُوْنَ ۔ انتظار کرتے نہیں | اِلَّا ۔ مگر | السَّاعَةَ ۔ قیامت کا | اَنْ ۔ یہ کہ

تَاْتِيَهُمْ ۔ آئے انکے پاس | بَغْتَةً ۔ ناگہاں | فَقَدْ ۔ تو بیشک | جَآءَ ۔ آچکیں

اَشْرَاطُهَا ۔ اس کی علامتیں | فَاَنّٰى ۔ تو کہاں ہوگا | لَهُمْ ۔ ان کے لیے

اِذَا ۔ جب | جَآءَتْهُمْ ۔ آئیگا انکے پاس | ذِكْرٰى ۔ سمجھنا | هُمْ ۔ ان کا

فَاعْلَمْ ۔ تو جان لے | اَنَّهٗ ۔ کہ بیشک | لَآ ۔ نہیں | اِلٰهَ ۔ کوئی معبود

اِلَّا ۔ مگر | اللّٰهُ ۔ اللہ | وَ ۔ اور | اسْتَغْفِرْ ۔ بخشش مانگ

لِذَنْبِكَ۔ اپنے گناہ کی　وَ۔ اور　لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومن مردوں کے لیے
وَ۔ اور　لِلْمُؤْمِنَاتِ۔ مومن عورتوں کے لیے　وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ　يَعْلَمُ۔ جانتا ہے　مُتَقَلَّبَكُمْ۔ تمہارا پھرنا　وَ۔ اور
مَثْوَاكُمْ۔ تمہارا آرام کرنا۔

حلّ لُغاتِ نادرہ

غَيْرِ اٰسِنٍ:۔ جو متغیر نہ ہو
اٰنِفًا:۔ ابھی۔
اَشْرَاطُ:۔ اشراط جمع بمعنی علامت

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے۔ بلاشبہ اللہ انہیں بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو کافر ہیں دنیا میں بے فکری سے رہتے بستے تھے اور جس طرح چارپائے کھاتے تھے ایسے ہی یہ بھی اناپ شناپ کھاتے تھے اور ان کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے۔

آیہ کریمہ میں مومنین کے لیے بشارت اس جنت کی دی گئی جس میں نہریں رواں ہوں گی اور اس کے بعد کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا میں ان کا کھانا پینا رہنا بسنا یہ سب ایسے ہی ہے جیسے جانور کھاتا پیتا رہتا بستا ہے۔ آخر ان کا ٹھکانہ جہنم بتایا گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ اور اے محبوب آپ کی بستی (مکہ) جس کے مکینوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا تھا۔ کتنی ہی بستیاں اس سے بل بوتے میں بڑھی چڑھی تھیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا تو کوئی بھی ان کی مدد کو نہ کھڑا ہوا تو کیا جو لوگ

اپنے پروردگار کے سیدھے کھلے راستہ پر ہیں ان کی طرح گئے گذرے ہوسکتے ہیں جن کی بدکرداریاں ان کو بھلی کر دکھائی گئیں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں مکہ والوں کو بطور عبرت فرمایا گیا کہ تم ان بستیوں کے مقابلہ میں طاقت نہیں رکھتے جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں جیسے عاد ثمود وغیرہ۔

شان نزول آیت یہ ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جانے لگے تو حضور نے کعبہ کی طرف رخ فرما کر فرمایا کہ تو اللہ کو بہت پیارا ہے اور مجھے اللہ کی بستیوں میں سے تو بہت پیارا ہے اگر مشرکین مکہ مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ پہلی بستیاں مشرکین مکہ سے قوت میں کہیں زیادہ تھیں انہیں میں نے ہلاک کر دیا تو ان کا ہلاک کرنا میرے لیے کیا دشوار ہے لیکن حکمۃً ان کو ہلاک نہیں کیا جا رہا بلکہ ان کو جھکا کر آپ کے قدموں میں لانا ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا کہ ان سے پہلی بستیاں جو طاقت میں شدید تر تھیں ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو یہ بستی جس سے آپ کو یہ نکال رہے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

تو جو اللہ کے روشن راستے پر ہے وہ خواہشات نفسانی کے پیرو کے برابر کیسے ہوسکتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والا اور یہ ہمیشہ جنت کے باغیچوں میں رہنے والے اور یہ خواہشات نفسانی کا پیرو۔ وہ اللہ تعالےٰ کا متبع۔ اس کو اپنے برے کام اچھے نظر آرہے ہیں، یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ اس فرق کو اگلی آیتوں میں ظاہر فرمایا

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ۔

جس بہشت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بو کا نام نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں کہ ذائقہ مطلقاً نہیں بدلا اور ایسی ہی پاک شراب کی نہریں جو پینے والوں کو بہت ہی خوش ذائقہ معلوم ہوں اور نیز صاف اور شفاف شہد کی نہریں اور ان کے لیے وہاں ہر طرح کے میوہ جات موجود ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے گناہوں کی معافی سوا الگ کیا ایسے بہشت کے رہنے والے ان جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں پڑے جلتے ہوں گے اور پیاس لگے تو ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اس آیت کریمہ میں مومن اور کافر کا مقام دکھایا گیا ہے۔ مومن کے لیے فرمایا کہ ان کو جنت جو ملے گی اس میں چار قسم کی نہریں ہوں گی ایک مصفی پانی کی نہر ہوگی دوسری دودھ کی نہر ہوگی تیسری پاک شراب کی اور چوتھی مصفی شہد کی پھر وہاں کی جتنی نعمتیں بھی ہیں ان نعمتوں کو جتنا چاہیں استعمال کریں بد ہضمی اور تخمہ اور کوئی مرض وہاں نہیں ہوگی پھر جو چیز بھی وہاں ہے خواہ دودھ کی نہر ہو یا شہد کی اس کا ذائقہ نہیں بدلے گا ہمیشہ یکساں رہیں گی جتنی جتنا چاہے اس میں سے استعمال کرے اس کے استعمال میں اس کو کوئی ثقل یا بدہضمی قطعی نہ ہوگی۔

اب رہے جہنمی ان کو فرمایا کہ ان کے لیے ابلتا پانی پینے کو ہوگا اور اس کے پینے کے ساتھ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر دوسرے مقام پر پانچویں پارہ میں فرما دیا گیا کہ آنتیں کٹ جائیں منہ جھلس جائے جلد جل جائے فوراً دوسری تمام چیزیں واپس ہو جائیں گی تاکہ وہ عذاب برابر چکھتے رہیں اگر آنتوں کے کٹ جائے اور منہ کے جھلس جانے سے ان کا پیچھا چھوٹ جائے تو بھی برا نہ تھا مگر فرمایا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ جب کھال گل سڑ جائے۔ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں۔ تو فوراً انہیں اور جلد نئی بدل دی جائے گی تاکہ عذاب برابر چکھتے رہیں یہ دونوں فرق دکھلا کر مشرکین کی بد اعتقادی اور بے ایمانی کو ظاہر فرمایا گیا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ۔ اور اے محبوب ان میں سے بعض ایسے ہیں جو قرآن سننے کے لیے بظاہر آپ کی طرف کان تو لگاتے ہیں مگر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو جن لوگوں کو دینی معلومات دی گئیں ان سے پوچھتے ہیں (کیوں جی) انہوں نے ابھی کیا فرمایا تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں جب وہ قرآن پاک سنتے ہیں ان کو خداوند کریم اس قرآن پاک کی برکت سے اور ہدایت دیتا ہے۔ نیز انہیں پرہیزگاری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

انہی مشرکوں میں سے ایسے بھی مسخرے مشرک تھے جو حضور کی خدمت میں آکر قرآن پاک سنتے تھے جب وہاں سے نکلتے تو اہل علم حضرت عبداللہ بن مسعود اور سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر پوچھتے کہ اس وقت حضور نے کیا فرمایا تھا اور یہ سوال ان کا منافقانہ ہوتا تھا۔ یہ سوال چونکہ استہزائیہ ہوتا تھا۔ اس لیے قرآن پاک نے فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اِتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ فرمایا یہ ہیں وہ لوگ جنکے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو ہوگئے اور اسی خواہشات نفسانی کی پیروی ہیں سب کچھ سن کر سنی ان سنی کر دیتے تھے برخلاف مومنین کے کہ انہوں نے جب قرآن پاک سنا تو اس سے ان کے لیے ہدایت کا راستہ ملا اور اللہ نے ان کی پرہیزگاری کو اور بڑھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور خوش اعتقادی کے ساتھ قرآن پاک سننے والے ہدایت پاتے ہیں اور استہزائً سننے والے اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ۔ اس قرآن پاک کو سن کر بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پر آتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں تو وہ بے حکمے بے دین لوگ جن کی نیت قبول ہدایت نہیں ہوتی آگے ارشاد ہے جس میں توبیخ ہے حیث قال۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ تو کیا یہ لوگ قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ایک دم سے ان پر آنازل ہو۔ سو اس کی نشانیاں تو آہی چکی ہیں، پھر جب قیامت ان کے سامنے آموجود ہوگی اس وقت ان کا سمجھنا کیا مفید ہوگا؟

یہ مشرکوں کا انتظار مبنی بر انکار تھا وہ چونکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے اس لیے بار بار کہتے کہ قیامت کب آوے گی؟ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔ اے حبیب آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آوے گی۔ اس کے متعلق اسی آیت میں جواب دیدیا گیا کہ اس کی کوئی تاریخ تمہیں نہیں معلوم ہوسکتی مگر یہی کہ اچانک آئے گی اور ایسے حال میں آئے گی۔

حدیث میں حضور کا ارشاد مذکور ہے کہ کاروباری لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کوئی دیوار دل کو پوت رہا ہوگا اور کوئی تعمیر میں مصروف ہوگا کہ اچانک ایک ہیبت ناک آواز آئے گی جس کو فرمایا اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ اس آواز سے یہ بدحواس ہوجائیں گے اور اس روز انہیں کچھ کیے نہ بن پڑے گی تو یہاں ارشاد ہوا کہ یہ کا ہے کا انتظار کر رہے ہیں قیامت کا؟ جو ان پر اچانک آنے والی ہے۔ مگر اس کی علامتیں جن کو اشراط ساعت کہتے ہیں وہ تو ظاہر ہورہی ہیں، چنانچہ حدیث جبریل میں آیا کہ جب روح الامین نے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضور نے جواب میں فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ سوال کیا گیا اتنا ہی جانتا ہے جتنا سائل جانتا ہے یعنی تمہیں بھی تاریخ کی خبر نہیں اور مجھے بھی۔ تو روح الامین نے کہا تو کچھ علامات ہی بیان فرما دیجئے تو حضور نے فرمایا

أَنْ تَلِدَ الْأَمَۃُ رَبَّتَہَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ ۔ یعنی لڑکیاں ماں کی سردار ہوں گی ایسی سرکش ہوں گی کہ ماں کی کچھ نہ سنیں گی اور ننگے پیر ننگے سر پھرنے والے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

دوسری حدیث میں آیا يَتَهَارَجُوْنَ كَمَا تَهَارَجَ الْحُمُرُ ۔ عورت اور مرد ایسے بے حیا ہو جائیں گے جیسے گدھا اور گدھی کہ سر راہ انہیں تمسخر اور مذاق سے عار نہ ہوگی۔ پھر ایک حدیث میں آیا کہ قرب قیامت میں تمام فرقے مسلمانوں کے درپئے آزار ہوں گے اور وہ چاہیں گے کہ ایک بھی نہ بچے جیسے کھانے والے چاولوں کو رکابی سے ایسے صاف کرتے ہیں کہ پلیٹ میں ایک دانہ بھی باقی نہیں رہتا۔

صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ اِذًا اَنَكُوْنُ قَلِيْلًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ حضور کیا اس وقت مسلمان بہت کم رہ جائیں گے ؟

تو حضور نے فرمایا بَلْ اَنْتُمْ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ اس وقت نام کے مسلمان تو بہت زیادہ ہوں گے مگر ایسے ہوں گے جیسے موری کا بہتا ہوا بھوسا۔ یعنی نام مسلمانوں کا ہوگا اور ان کے کردار بے دینی کے ہوں گے غرضکہ بہت سی علامتیں حضور نے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور کی بعثت اور شق قمر یہ بھی علامات قیامت سے ہے آگے ارشاد ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۔ تو اے محبوب اچھی طرح ظاہر فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی طلب فرمائیے اپنے متبعین کی مومن مرد اور عورتوں سے اور کام کاج کے لیے تم لوگوں کا چلنا پھرنا اور آرام کے لیے گھر ٹھہرنا سب اللہ کو معلوم ہے۔

قیام قیامت کے بعد مشرکین اگر سمجھ بھی جائیں تو ان کے لیے وہ سمجھنا مفید نہیں ہے اگر توبہ بھی کریں تو نامقبول چنانچہ قرآن کریم ہی میں ارشاد ہے کہ اس وقت مشرکین کہیں گے قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۤلِّيْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۔ الٰہی ہماری شقاوتیں ہم پر غالب آگئیں اور ہم گمراہ ہو گئے اے ہمارے رب اب ہمیں اس جہنم سے نکال اگر جہنم سے باہر آکر بھی ایسی گمراہی میں آئیں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔

اس کا جواب دیا جائے گا اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ فرمایا جائے گا اپنے نقصان و خسران میں پڑے رہو اور کوئی جواب نہیں ملے گا۔ اسی کو یہاں فرمایا اَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاۤءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے فَاعْلَمْ ۔ جان لو اللہ وہ ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے اور پھر ارشاد ہوا۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ جس کا لفظی ترجمہ یہ بنتا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیئے۔ بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضور کا غلام بنایا اور یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ غلام ماذون کا ہر فعل آقا کی طرف منسوب ہوتا ہے تمام تر ذمہ داری آقا پر آتی ہے تو چونکہ حضور ہمارے آقا ہیں اور ہم حضور کے غلام تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام خطاؤں کو حضور کے سپرد کیا اور فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ آپ اپنے غلاموں کی خطاؤں کے لیے آپ استغفار کریں اور ان کے لیے بھی جو مومن مرد اور عورتیں ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے مشاغل لیل و نہار ہماری معاش کے کردار سب کو جانتا ہے چنانچہ فرما دیا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور آرام کرنے کو خوب جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ

اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ جہاد کے بارہ میں کوئی سورت نازل ہو پھر جب کوئی سورۃ نازل ہوا اور اس میں جہاد کا حکم اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے انہیں آپ دیکھیں گے وہ آپ کی طرف ایسے دیکھ رہے ہوں گے جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا۔

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

کہ آپ کی اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے تو جب لڑائی ٹھن جائے تو اگر وہ خدا سے سچے رہتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ

تو کیا تم سے یہ بعید ہے اگر جہاد سے تم پیٹھ پھیر جاؤ یہ کہ زمین میں فساد کرنے لگ جاؤ اور قطع کر دو ناطوں کو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی حق بات

اَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ ۝

سننے سے بہرا اور راہ راست کے دیکھنے سے اندھا۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَقْفَالُهَا ۝

کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سوچتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَی الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰی لَهُمْ ۝

بے شک وہ لوگ جو پلٹ گئے اپنی ایڑیوں کے بل بعد اس کے کہ ظاہر ہوگئی تھی ان پر ہدایت شیطان نے انہیں فریب دیا اور دنیا میں ان کو مدتوں رہنے کی امید دلائی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝

یہ اس سبب سے کہ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے ناپسند رکھتے ہیں یہ ان سے کہا کرتے ہیں کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝

پھر ان کا کیا ہوگا جب ان کی روحوں کو فرشتے قبض کریں گے تو ان کے مونہوں اور کولہوں پر ماریں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَا اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جس پر اللہ کا غضب ہوا اور نہ چاہی اس کی خوشنودی تو خدا نے ان کے عمل رائیگاں کر دیے۔

حل لغات

وَ۔ اور	یَقُوْلُ۔ کہتے ہیں	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ مومن ہیں
لَوْلَا۔ کیوں نہیں	نُزِّلَتْ۔ اتاری جاتی	سُوْرَۃٌ۔ کوئی سورت	فَاِذَا۔ تو جب
اُنْزِلَتْ۔ اتاری گئی	سُوْرَۃٌ۔ سورہ	مُّحْکَمَۃٌ۔ مضبوط	وَ۔ اور
ذُکِرَ۔ ذکر ہوا	فِیْہَا۔ اس میں	اَلْقِتَالُ۔ جہاد کا	رَاَیْتَ۔ تو دیکھتا ہے تو
اَلَّذِیْنَ۔ ان کو جنکے	فِیْ قُلُوْبِہِمْ۔ دلوں میں	مَّرَضٌ۔ بیماری ہے	یَنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے ہیں

اِلَیْکَ۔ تیری طرف　نَظَرَ۔ دیکھنا　الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ۔ جس پر غشی طاری ہو

مِنَ　مَوْتِ۔ موت کی　فَاَوْلٰی۔ تو افسوس ہے　لَھُمْ۔ ان پر　طَاعَۃٌ۔ فرمانبرداری چاہیے

وَّ۔ اور　قَوْلٌ۔ بات　مَّعْرُوْفٌ۔ اچھی　فَاِذَا۔ تو جب

عَزَمَ۔ فیصلہ ہو جائے　الْاَمْرُ۔ کام کا　فَلَوْ۔ تو اگر　صَدَقُوا۔ وہ سچ کر دکھائیں

اللّٰہَ۔ اللہ کو　لَکَانَ۔ تو ہو　خَیْرًا۔ بہتر　لَّھُمْ۔ ان کے لیے

فَھَلْ۔ تو کیا　عَسَیْتُمْ۔ بعید ہے　اِنْ۔ اگر　تَوَلَّیْتُمْ۔ پھر جاؤ تم

اَنْ۔ یہ کہ　تُفْسِدُوْا۔ فساد کرو　فِی۔ بیچ　الْاَرْضِ۔ زمین کے

وَ۔ اور　تُقَطِّعُوْا۔ کاٹو　اَرْحَامَکُمْ۔ اپنے ناطے　اُولٰٓئِکَ۔ یہ

الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جن پر　لَعَنَھُمُ۔ لعنت کی　اللّٰہُ۔ اللہ نے　فَاَصَمَّھُمْ۔ تو بہرا کیا ان کو

وَ۔ اور　اَعْمٰی۔ اندھا کیا　اَبْصَارَ۔ آنکھوں　ھُمْ۔ ان کی کو

اَفَلَا۔ تو کیا نہیں　یَتَدَبَّرُوْنَ۔ غور کرتے　الْقُرْاٰنَ۔ قرآن پر　اَمْ۔ یا

عَلٰی۔ اوپر　قُلُوْبٍ۔ دلوں کے　اَقْفَالُھَا۔ تالے پڑے ہیں　اِنَّ۔ بیشک

الَّذِیْنَ۔ وہ جو　ارْتَدُّوْا۔ پھر گئے　عَلٰی۔ اوپر　اَدْبَارِھِمْ۔ اپنی ایڑیوں کے

مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے　مَا۔ جو　تَبَیَّنَ۔ ظاہر ہو گئی　لَھُمُ۔ ان کے لیے

الْھُدَی۔ ہدایت　الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے　سَوَّلَ۔ فریب دیا　لَھُمْ۔ ان کو

وَ۔ اور　اَمْلٰی۔ امید دلائی　لَھُمْ۔ ان کو　ذٰلِکَ۔ یہ

بِاَنَّھُمْ۔ اس لیے کہ انہوں نے　قَالُوْا۔ کہا　لِلَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے　کَرِھُوْا۔ ناپسند کیا

مَا۔ اس کو جو　نَزَّلَ۔ اتارا　اللّٰہُ۔ اللہ نے　سَنُطِیْعُکُمْ۔ ہم کہا مانیں

گے تمہارا　فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ بعض کاموں میں　وَ۔ اور

اللّٰہُ۔ اللہ　یَعْلَمُ۔ جانتا ہے　اِسْرَارَ۔ سرگوشیاں　ھُمْ۔ ان کی

فَکَیْفَ۔ تو کیسے ہوگا　اِذَا۔ جب　تَوَفَّتْھُمُ۔ فوت کریں گے انکو　الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ فرشتے

یَضْرِبُوْنَ۔ ماریں گے　وُجُوْھَھُمْ۔ ان کے مونہوں پر　وَ۔ اور

اَدْبَارَھُمْ۔ ان کی پیٹھوں پر　ذٰلِکَ۔ یہ　بِاَنَّھُمُ۔ اس لیے کہ

اتَّبَعُوْا۔ پیروی کی انہوں نے　مَا۔ اس کی جو　اَسْخَطَ۔ ناپسند کیا　اللّٰہَ۔ اللہ نے

وَ۔ اور　کَرِھُوْا۔ انہوں نے ناپسند کیا　رِضْوَانَہٗ۔ اسکی رضامندی کو　فَاَحْبَطَ۔ تو ضائع کر دیے

اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل۔

حلِّ لُغاتِ نادرہ

سَوَّلَ:۔ مذبذب کر دیا

اَمْلٰی:۔ از اُملا۔ اِمہال اور اِملاء مہلت دینا۔ حاصل معنی درازی عُمر

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ

اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں اے کاش جہاد کے لیے کوئی سورت نازل ہو اور جب سورت نازل ہو اور اس میں واضح طور پر جہاد کا حکم ہو تو اے محبوب جن لوگوں کے دل میں نفاق کی بیماری ہے۔ آپ انکو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف خوفزدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

فَأَوْلَىٰ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ حضور کی فرمانبرداری کرتے اور کچھ پوچھیں تو صاف اور اچھی طرح جواب عرض کریں اور اگر لڑائی ٹھن جائے تو یہ لوگ اس صورت میں خدا سے سچے رہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

آیۂ کریمہ میں مومنین کو جہاد کے شوق میں یہ عرض کرنا محسوس ہوا کہ جہاں اور احکام آرہے ہیں وہاں جہاد کے بھی احکام کیوں نہیں آتے۔ اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والے تو یہ چاہتے ہیں کہ احکام جہاد نازل ہوں مگر منافقین اسلام ان احکام کو سن کر ایسے غشی ہوتے ہیں کہ گویا موت طاری ہو رہی ہے چنانچہ ارشاد ہوا فَأَوْلَىٰ لَهُمْ کہ ایمان والوں کے لیے تو یہ بہتر ہے کہ وہ طاعت کرتے ہوئے قول معروف کی پیروی کریں اور ان کے لیے یہ اجر بھی ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے پختگی سے آگے بڑھیں تو ان کے لیے بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں۔ لیکن یہ بے دین ان کا تو حال ہے کہ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ۔ تو منافقو کیا تم سے یہ بعید ہے کہ جہاد کرنے سے تم پیٹھ پھیر بیٹھو تو اس صورت میں بھی ملک میں فساد کرنے لگ جاؤ اور اپنے رشتوں ناطوں کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور ان کو حق سننے سے بہرا اور راہ راست کے دیکھنے سے ان کو اندھا کر دیا ان کا ماحول ایسا ہے کہ جب احکام جہاد ان تک پہنچیں تو آپس میں بھی جھگڑ بیٹھتے ہیں اور رشتے ناطے توڑ دیتے ہیں اسی لیے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے کان حق نوشی سے بہرے کر دیے اور حق بات دیکھنے سے انہیں اندھا کر دیا۔ آگے توبیخاً فرمایا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۔ کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سمجھتے یا دلوں پر تالے لگا رکھے ہیں بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا راستہ معلوم ہو گیا پھر وہ اپنے الٹے پاؤں پھر گئے شیطان نے ان کو دھوکے میں رکھا اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا پیٹھ پھیر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے اسے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری ہی صلاح پر چلیں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیات منافقین کے لیے نازل ہوئیں کہ وہ کفر کو ترجیح دیتے تھے اور حق کو قبول کرنے میں انحراف کرتے تھے گویا یہ فرمایا کہ ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں کہ حق بات نہیں پہنچتی اور کفر کو قبول کرتے ہیں تو جو لوگ اسلام میں آکر مرتد ہو گئے اور حقانیت دیکھ کر منحرف ہوئے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے ان کو بہلا دیا اور ان کی دنیا میں رہنے کی آرزوؤں کو دراز کر دیا۔ اسی لیے ان کے منہ سے یہی لفظ نکلتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن کی حمایت کریں گے اور جو اللہ نے نازل فرمایا وہ ہمیں پسند نہیں اور ان کی یہ سرگوشیاں اور خفیہ راز اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور اپنے حبیب لبیب جناب مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء پر بھی منکشف فرما دیا۔ آگے تہدیداً ارشاد ہوا۔

فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے موتہوں اور کوٹھوں پر مارتے ہوں گے اور ان کی یہ نوبت اس لیے ہوگی کہ جو چیز خدا کو بری لگتی ہے یہ اسی کے راستے پر چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے

عمل ملیا میٹ کر دیے۔

آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ حیات دنیا میں یہ رنگ رلیاں منا لیں جب فرشتوں کے قبضہ میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر کولہوں پر ضربیں پڑیں گی پھر پچھتائیں گے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لیے ایسا ہو گا جس چیز سے اللہ ناراض ہے اس کی طرف ان کا رجحان اور جن باتوں کی اللہ تعالےٰ نے تعلیم دی اس سے نفرت کرتے ہیں اسی بنا پر فرمایا کہ اللہ کی رضامندی سے کراہت کرنے والے وہ ہیں جن کے اچھے کام بھی سب رائیگاں اور بیکار ہیں۔

با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں ظاہر نہیں فرمائے گا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝

اور اے محبوب ہم چاہتے تو تمہیں ان لوگوں کو ایسی اچھی طرح دکھا دیتے کہ آپ ان کو ان کی صورت ہی سے پہچان لیتے اور یوں بھی آپ ان کو ان کے طرز کلام سے ضرور پہچان لو گے اور اللہ تعالےٰ تم سب کے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝

اور اے مسلمانو تم سب کو ہم ضرور آزمائیں گے کہ تم میں جہاد کرنے والے افراد کو معلوم کر سکیں اور لڑائی کی تکلیفیں جو برداشت کرنے والے ہیں ان کو ٹھوک بجا کر (معلوم کر سکیں) تا کہ تمہارے اصلی حالات کو ہم جانچ لیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی لَنْ

بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ دین کا صاف راستہ ان پر ظاہر ہو گیا خدا کو یہ

يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ

لوگ کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ
وہ انہی کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ٥

اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر چلو اور اللہ کے
رسول کے حکم پر چلو اور رسول کی مخالفت کر کے
اپنے عملوں کو برباد مت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ٥

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا
کے راستہ سے روکا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے
خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ
وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ٥

تو نہ سستی کرو اور آپس کی صلح کی طرف نہ بلاؤ
(اور یہ جانتے رہو کہ آخر کار) تم ہی غالب رہو گے
اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں
کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہیں کریگا۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ
اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ٥

یہ دنیا کی زندگی بس نرا کھیل اور تماشہ ہے اور اگر
خدا پر ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کرتے رہو گے
تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور اپنے لیے تمہارے
مال تم سے طلب نہیں کریگا۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا
وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ٥

اگر وہ تم سے اپنے لیے مال طلب کرے اور تم سے
چمٹے (زیادہ طلب کرے) تو تم ضرور بخل کرو اور اس
سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ
وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ
نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ
الْفُقَرَاۤءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ٥

تم لوگ (سن رکھو) کہ خدا کو تم کیا دو گے (تم تو ایسے
دل کے تنگ ہو) کہ تم کو (اپنے قومی فائدے کے لیے)
خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے خدا کے راستہ میں
اس پر بھی تم میں سے بہتیرے بخل سے کام لیتے ہیں
تو جو بخل کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنے سے بخل
کرتا ہے ورنہ اللہ بے نیاز ہے اور تم اس کے

محتاج ہو اور اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسروں کو لا بٹھائے گا اور وہ تم جیسے (دل تنگ بھی) نہیں ہوں گے ۔

حلِّ لغات

اَمۡ ۔ کیا　حَسِبَ ۔ خیال کیا　الَّذِیۡنَ ۔ ان لوگوں نے کہ　فِیۡ ۔ بیچ

قُلُوۡبِهِمۡ ۔ ان کے دلوں کے　مَّرَضٌ ۔ بیماری ہے　اَنۡ ۔ یہ کہ　لَّنۡ ۔ ہرگز نہ

یُّخۡرِجَ ۔ نکالے گا　اللّٰهُ ۔ اللہ　اَضۡغَانَهُمۡ ۔ انکا کینہ　وَ ۔ اور

لَوۡ ۔ اگر　نَشَآءُ ۔ ہم چاہیں　لَاَرَیۡنٰکَهُمۡ ۔ تو دکھائیں آپ کو انہیں

فَلَعَرَفۡتَهُمۡ ۔ کہ پہچان لیں آپ ان کو　بِسِیۡمٰهُمۡ ۔ انکی پیشانی سے　وَ ۔ اور

لَتَعۡرِفَنَّهُمۡ ۔ ضرور ان کو پہچانو گے　فِیۡ ۔ بیچ　لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ۔ بات کے

انداز کے　وَ ۔ اور　اللّٰهُ ۔ اللہ　یَعۡلَمُ ۔ جانتا ہے

اَعۡمَالَکُمۡ ۔ تمہارے عمل　وَ ۔ اور　لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ ۔ ضرور آزمائیں گے ہم تم کو

حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ　نَعۡلَمَ ۔ ہم جانیں　الۡمُجٰهِدِیۡنَ ۔ جہاد کرنے والوں کو

مِنۡکُمۡ ۔ تم میں سے　وَ ۔ اور　الصّٰبِرِیۡنَ ۔ صبر کرنے والوں کو

وَ ۔ اور　نَبۡلُوَ ۔ ہم آزمائیں　اَخۡبَارَ ۔ خبریں　کُمۡ ۔ تمہاری

اِنَّ ۔ بے شک　الَّذِیۡنَ ۔ وہ جو　کَفَرُوۡا ۔ منکر ہوئے　وَ ۔ اور

صَدُّوۡا ۔ روکا　عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۔ خدا کی راہ سے　وَ ۔ اور

شَآقُّوا ۔ نافرمانی کی　الرَّسُوۡلَ ۔ رسول کی　مِنۡ بَعۡدِ ۔ بعد　مَا ۔ اس کے کہ

تَبَیَّنَ ۔ ظاہر ہو گئی　لَهُمُ ۔ ان کے لیے　الۡهُدٰی ۔ ہدایت　لَنۡ ۔ ہرگز نہیں

یَّضُرُّوا ۔ بگاڑ سکیں گے　اللّٰهَ ۔ اللہ کا　شَیۡئًا ۔ کچھ بھی　وَ ۔ اور

سَیُحۡبِطُ ۔ جلدی ضائع کر دے گا　اَعۡمَالَهُمۡ ۔ ان کے عمل　یٰۤاَیُّهَا ۔ اے

الَّذِیۡنَ ۔ وہ جو　اٰمَنُوۡٓا ۔ ایمان لائے ہو　اَطِیۡعُوا ۔ کہا مانو　اللّٰهَ ۔ اللہ کا

وَ ۔ اور　اَطِیۡعُوا ۔ کہا مانو　الرَّسُوۡلَ ۔ رسول کا　وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ　تُبۡطِلُوۡٓا ۔ ضائع کرو　اَعۡمَالَکُمۡ ۔ اپنے عمل　اِنَّ ۔ بیشک

اَلَّذِیْنَ وہ جو کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے وَ۔ اور صَدُّوْا۔ روکا
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی راہ سے وَ۔ اور مَاتُوْا مر گئے
وَ۔ اور ھُمْ۔ وہ کُفَّارٌ۔ کافر ہی تھے فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ
یَّغْفِرَ۔ بخشے گا اللّٰہُ۔ اللہ لَھُمْ۔ ان کو فَلَا۔ تو نہ
تَھِنُوْا۔ سست ہو جاؤ وَ۔ اور تَدْعُوْا۔ نہ بلاؤ اِلَی۔ طرف
السَّلْمِ۔ صلح کی وَ۔ اور اَنْتُمْ۔ تم ہی الْاَعْلَوْنَ۔ غالب ہو
وَ۔ اور اللّٰہُ۔ اللہ مَعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ ہے وَ۔ اور
لَنْ۔ ہرگز نہ یَّتِرَ۔ کم کریگا کُمْ۔ تمہارے لیے اَعْمَالَکُمْ۔ تمہارے اعمال
اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں الْحَیٰوۃُ۔ زندگی الدُّنْیَا۔ دنیا کی لَعِبٌ۔ کھیل
وَّ۔ اور لَھْوٌ۔ تماشہ ہے وَ۔ اور اِنْ۔ اگر
تُؤْمِنُوْا۔ تم ایمان لاؤ وَ۔ اور تَتَّقُوْا۔ پرہیز گار بنو تو یُؤْتِکُمْ۔ دیگا تم کو
اُجُوْرَ۔ اجر کُمْ۔ تمہارے وَ۔ اور لَا۔ نہیں
یَسْئَلْکُمْ۔ مانگتا تم سے اَمْوَالَکُمْ۔ تمہارے مال اِنْ۔ اگر یَسْئَلْکُمُوْھَا۔ مانگے وہ
مال تم سے فَیُحْفِکُمْ۔ اور اصرار کرے تم سے تَبْخَلُوْا تو تم بخیل بن جاؤ
وَ۔ اور یُخْرِجْ نکالے اَضْغَانَکُمْ۔ تمہارے کینے
ھٰاَنْتُمْ۔ خبردار تم ھٰؤُلَآءِ۔ وہ لوگ ہو کہ تُدْعَوْنَ۔ بلائے جاتے ہو لِتُنْفِقُوْا۔ تاکہ خرچ کرو
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں فَمِنْکُمْ۔ تو تم میں سے بعض مَنْ۔ وہ ہیں جو
یَّبْخَلُ۔ بخل کرتے ہیں وَ۔ اور مَنْ جو یَّبْخَلْ۔ بخل کریگا
فَاِنَّمَا۔ تو وہ یَبْخَلُ۔ کریگا بخل عَنْ نَّفْسِہٖ۔ اپنی جان سے وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ الْغَنِیُّ۔ غنی ہے وَ۔ اور اَنْتُمْ۔ تم
الْفُقَرَآءُ۔ محتاج ہو وَ۔ اور اِنْ۔ اگر تَتَوَلَّوْا۔ تم پھر جاؤ
یَّسْتَبْدِلْ۔ تو بدل دیگا قَوْمًا۔ کوئی قوم غَیْرَ۔ سوا کُمْ۔ تمہارے
ثُمَّ۔ پھر لَا۔ نہیں یَکُوْنُوْا۔ ہوں گے اَمْثَالَکُمْ۔ تمہاری مثل

حل لغات نادرہ

اَضْغَانَهُمْ ضغن کی جمع ہے کینہ کے معنی میں مستعمل ہے
لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ طرز کلام
لَنْ يَّتِرَ ۔ اَیْ لَنْ يَّنْقُصَ ۔ ہرگز کمی نہیں کریگا۔
فَيُحْفِكُمْ ۔ از احفاء بمعنی مبالغہ کرنا اور اس مقام میں زیادتی کرنا مراد ہیں

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے نفاق کا اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں فرمائے گا۔
منافق جو عداوتیں مومنین کے ساتھ رکھتے تھے اس بیان کا یہ گمان تھا کہ ہمارا راز مسلمانوں پر ظاہر نہیں ہے فرمایا یہ گمان ان کا غلط ہے اللہ ان کی عداوتیں ظاہر فرمادے گا بلکہ اگر اللہ چاہے تو ان حاسد لوگوں کو بھی دکھادے چنانچہ ارشاد ہے۔
وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ اور اے محبوب ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ اچھی طرح دکھادیں کہ آپ ان کو صورت ہی سے پہچان لیں اور یقیناً آپ جانتے ہیں ان کی پیشانیوں سے اور یقیناً آپ پہچانتے ہیں ان کے طرز تکلم کو اور اللہ تمہارے عملوں کو جانتا ہے اور ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ جانیں ہم مجاہدین کو اور تم میں سے صبر کرنے والوں کو اور ہم جانچیں گے تمہارے حالات
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تو منافقین کو حضور پر ایسا ظاہر فرمایا کہ مسجد نبوی سے ستر منافق حضور نے نکلوا دیئے اور قطعی فرمایا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ حالانکہ انہوں نے اپنا نفاق اتنا مخفی رکھا تھا کہ مسجد نبوی میں آکر سنن و نوافل پڑھتے خطبہ سنتے ہوئے روتے مگر جب ارشاد ہوا وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ اہل مدینہ میں بہت سے وہ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انہیں جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ گویا آپ چشم پوشی فرماتے ہیں

حضور منبر سے اترے اور ستر بہت کے قریب پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیے اور فرمایا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ نکل تو منافق ہے، حالانکہ منافقانہ طریقہ اور نفاق کے طور ظاہر نہیں تھے مگر وہ جو فرمایا وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ اگر ہم چاہیں تو لیقیناً آپ کو دکھلا دیں تو اللہ تعالےٰ نے چاہا اور دکھا دیا اسی بنا پر آگے فرمایا فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ۔ آپ ان کو ان کی پیشانیوں سے جانتے ہیں اور ان کے طرز تکلم سے آپ پہچانتے ہیں۔

آیۂ کریمہ سے واضح ہوا کہ نفاق منافقین حضور پر روشن تھا مگر اپنے غایت خلق کی بنا پر انہیں ذلیل نہیں کیا جاتا تھا تو جب حکم آیا لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ تو بہ تعمیل حکم الٰہی مسجد نبوی سے تمام کے تمام منافق نکال دیے گئے اور اللہ تعالےٰ ان کے عملوں کو اور اس کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ وہ سنتیں جمعہ میں آکر کیوں پڑھتے تھے اور خطبہ میں گریہ وزاری کیوں کرتے تھے آگے ارشاد ہے کہ ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ سچے جانباز مجاہد واضح ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مجاہدین اسلام میں کچھ منافقین بھی شامل ہو جاتے تھے۔

ایک منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے خوب میدان کیا حتیٰ کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا صحابہ نے اس کی تعریف کی تو حضور نے فرمایا اگر وہ ایمان سے لڑا تو اچھا ہے ورنہ جہنمی ہے، غرضکہ ایسا ہی ہوا کہ ہاتھ کی تکلیف سے مضطر ہوا اس نے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور جہنم میں گیا اور ایسے واقعات بہت سے ہیں جن کو بخوف طوالت نقل نہیں کیا جاتا آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ۔ بے شک جن لوگوں پر دین کا سیدھا راستہ صاف ظاہر ہو گیا اور ظاہر ہوئے پیچھے انہوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ وہ ان کے عملوں کو اکارت اور برباد کر دے گا۔

آیۂ کریمہ میں صاف بتلایا کہ جو کافر ہوئے ان پر ہدایت کے راستے روشن تھے مگر کفر و عناد پر ایسے جمے کہ انحراف کیا ان کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ اللہ ان کے عملوں کو حبط فرما کر رائیگاں کر دے گا۔ اس لیے کہ اعمال صالح ہمیشہ ایمان کی شرط پر فائدہ مند ہیں۔ اگر ایمان نہیں تو کتنا ہی دان پن کیا جائے کتنی ہی خیرات کریں اس پر وعید شدید ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا اگرچہ وہ تمام روئے زمین سونے سے پر کر کے خیرات

کردیں تو ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے گی اسی بنا پر یہاں بھی ان کے عمل حبط ہو جائیں گے اب ارشاد ہے جس میں مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ۔ اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور خدا اور رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکے رکھا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

آیۂ کریمہ میں بتایا گیا کہ اطاعت الٰہی واطاعت رسالت بناہی عمل کی قبولیت میں شرط ہے اور جو بلا اطاعت عمل کرے اس کے تمام عمل رائیگاں ہیں اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو کافر ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں باوجودیکہ معجزات باہرہ ان کے سامنے روشن ہو چکے حقانیت واضح ہو گئی اور اسی حالت میں وہ مرے ان کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا اب اس کے بعد تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا یَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ اِنْ یَّسْئَلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ اور اے مسلمانو تم بودے نہ بنو اور خود پیام نہ دے کر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ اور (یہ جان لو کہ آخر کار) تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہ کرے گا۔ اور اگر (بالفرض) وہ تم سے (اپنے لیے) مال طلب کرے اور تم کو اصرار سے چمٹے تو تم ضرور بخل کرو اور اس سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

بودے بن کر ان کو صلح کی دعوت مت دو تم ہمیشہ غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اعمال کے ثواب میں کمی نہ فرمائے گا۔ دنیا کی زندگی تو کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تمہیں تمہارے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ تمہارے مال طلب نہیں کرتا۔

غرضکہ مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم اور مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت ہے اور اپنی بے نیازی کا مظاہرہ ہے کہ وہ تم سے اور تمہارے مالوں سے بے نیاز ہے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ہو فرمایا یہ بندوں پر کرم ہے کہ خیرات وصدقات کے دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا وہ

وہ ذات نہ قرض حسنہ لینے کی محتاج اور نہ اسے احتیاج یہ کرم خاص ہے کہ بندوں کو خیرات و صدقات کی تعلیم میں اپنی طرف قرض سے تشبیہ دی اور بتا بھی دیا کہ اگر ہم تم سے لیتے اور اس پر اصرار فرماتے تو تم دل میں تنگ ہو جاتے اور تم بخیل بن جاتے اور تمہارے کینے ظاہر ہو جاتے۔ اب آگے ارشاد باری ہے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۔ ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کریں گے اور جو بخل کریگا وہ اپنی ہی جان پر کرے گا اللہ تعالےٰ غنی ہے اور تم اس کے در کے فقیر اور اگر تم نے انحراف کیا تو بدل کر تمہاری قوم کو دوسری قوم لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا عتاب الٰہی کا مستوجب ہے حتیٰ کہ اس پر یہ وعید شدید آیا کہ اگر مال کی محبت کو ترجیح دی تو ہم تم سب کو ہلاک کر دیں گے اور تمہاری جگہ دوسرے لائیں گے جو ایسے نہ ہوں گے۔

تمت السورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الفتح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ	اے محبوب (حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرا دی۔
لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ	تاکہ اللہ آپ کے سبب سے گناہ بخشے اگلے اور پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کر دیں

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝
وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

دے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے
اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ
اِيْمَانِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان
ڈالا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی
کے ملک تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے ہیں
اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ
عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو داخل
فرمائے جنت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں
رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کے گناہوں
کا کفارہ کر دے اور یہ اللہ کے ہاں بڑی ہی
کامیابی ہے۔

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ
بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۗ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ
وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ
لَهُمْ جَهَنَّمَ ۗ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ
پر گمان رکھتے ہیں برا گمان اب بھی مصیبت کے
چکر میں آگئے اور خدا کا غضب ان پر نازل ہوا
اور اس نے ان کو پھٹکار دیا اس کے علاوہ اس
نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت
بری جگہ ہے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَكَانَ
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لشکر سب
اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
وَّنَذِيْرًا ۝

اور اے محبوب ہم نے آپ کو شاہد عالم اور خوش
خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ
وَتُوَقِّرُوْهُ ۗ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور
رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو اور
صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ
اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ فَمَنْ
نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ
وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ
فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۝

وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ
ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ
کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو وہ عہد شکنی کا
وبال اپنی جان پر لے رہا ہے اور جس نے پورا کیا
وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد
اسے اللہ پورا ثواب دیگا۔

حلِّ لغات

اِنَّا۔ بیشک ہم نے	فَتَحْنَا۔ فتح دی	لَکَ۔ آپ کو	فَتْحًا۔ فتح
مُّبِیْنًا۔ کھلی کھلی	لِیَغْفِرَ۔ تاکہ بخشے	لَکَ۔ آپ کو	اللّٰہُ۔ اللہ
مَا۔ جو	تَقَدَّمَ۔ پہلے ہو چکے	مِنْ ذَنْبِکَ۔ آپکے گناہ	وَ۔ اور
مَا۔ جو	تَاَخَّرَ۔ پیچھے ہیں	وَ۔ اور	یُتِمَّ۔ پوری کرے
نِعْمَتَہٗ۔ اپنی نعمت	عَلَیْکَ۔ آپ پر	وَ۔ اور	یَھْدِیَکَ۔ راہ دکھائے تجھ کو
صِرَاطًا۔ راہ	مُّسْتَقِیْمًا۔ سیدھی	وَ۔ اور	یَنْصُرَ۔ مدد کرے
کَ اللّٰہُ۔ آپ کی اللہ	نَصْرًا۔ مدد	عَزِیْزًا۔ زبردست	ھُوَ۔ وہ
الَّذِیْ۔ اللہ وہ ہے جس نے	اَنْزَلَ۔ اتاری	السَّکِیْنَۃَ۔ تسلی	فِیْ۔ بیچ
قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے دلوں کے		لِیَزْدَادُوْا۔ تاکہ زیادہ ہوں	اِیْمَانًا۔ ایمان میں
مَّعَ۔ ساتھ	اِیْمَانِہِمْ۔ اپنے ایمان کے	وَ۔ اور	لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کے ہیں
جُنُوْدُ۔ لشکر	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	عَلِیْمًا۔ جاننے والا
حَکِیْمًا۔ حکمت والا	لِیُدْخِلَ۔ تاکہ داخل کرے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومن مردوں	وَ۔ اور
الْمُؤْمِنٰتِ۔ مومن عورتوں کو	جَنّٰتٍ۔ باغوں ہیں کہ	تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِہَا۔ ان کے نیچے
الْاَنْھٰرُ۔ نہریں	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْہَا۔ اس میں	وَ۔ اور
یُکَفِّرَ۔ دور کرے	عَنْہُمْ۔ ان سے	سَیِّاٰتِہِمْ۔ انکی برائیاں	وَ۔ اور

وَ ۔ ہے	ذٰلِكَ ۔ یہ	عِنْدَ ۔ نزدیک	اللّٰہِ ۔ اللہ کے
فَوْزًا ۔ کامیابی	عَظِیْمًا ۔ بڑی	وَ ۔ اور	یُعَذِّبَ ۔ سزا دے
الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافق مردوں	وَ ۔ اور	الْمُنٰفِقٰتِ ۔ منافق عورتوں کو	وَ ۔ اور
الْمُشْرِكِیْنَ ۔ مشرک مردوں	وَ ۔ اور	الْمُشْرِكٰتِ ۔ مشرک عورتوں کو	الظَّآنِّیْنَ ۔ جو ظن کرتے ہیں
بِاللّٰہِ ۔ اللہ کے متعلق	ظَنَّ ۔ ظن	السَّوْءِ ۔ برے	عَلَیْهِمْ ۔ انہی پر ہے
دَآئِرَةُ ۔ گردش	السَّوْءِ ۔ بری	وَ ۔ اور	غَضِبَ ۔ ناراض ہوا
اللّٰہُ ۔ اللہ	عَلَیْهِمْ ۔ ان پر	وَ ۔ اور	لَعَنَهُمْ ۔ لعنت کی ان پر
وَ ۔ اور	اَعَدَّ ۔ تیار کی	لَهُمْ ۔ ان کے لیے	جَهَنَّمَ ۔ دوزخ
وَ ۔ اور	سَآءَتْ ۔ بری ہے	مَصِیْرًا ۔ جگہ پھرنے کی	وَ ۔ اور
لِلّٰہِ ۔ اللہ کے لیے ہیں	جُنُوْدُ ۔ لشکر	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور
الْاَرْضِ ۔ زمین	وَ ۔ اور	کَانَ ۔ ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ
عَزِیْزًا ۔ غالب	حَكِیْمًا ۔ حکمت والا	اِنَّآ ۔ بیشک ہم نے	اَرْسَلْنٰكَ ۔ بھیجا تجھ کو
شَاهِدًا ۔ گواہی دینے والا	وَّ ۔ اور	مُبَشِّرًا ۔ خوشخبری دینے والا	وَّ ۔ اور
نَذِیْرًا ۔ ڈرانے والا	لِتُؤْمِنُوْا ۔ تاکہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰہِ ۔ اللہ پر	وَ ۔ اور
رَسُوْلِهٖ ۔ اسکے رسول پر	وَ ۔ اور	تُعَزِّرُوْهُ ۔ تعظیم کرو اسکی	وَ ۔ اور
تُوَقِّرُوْهُ ۔ توقیر بجالاؤ	وَ ۔ اور	تُسَبِّحُوْهُ ۔ تسبیح بیان کرو	هُ ۔ اس کی
بُكْرَةً ۔ صبح	وَّ ۔ اور	اَصِیْلًا ۔ شام	اِنَّ ۔ بیشک
الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	یُبَایِعُوْنَكَ ۔ بیعت کرتے ہیں آپ سے		اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں
یُبَایِعُوْنَ ۔ وہ بیعت کرتے ہیں	اللّٰہَ ۔ اللہ سے	یَدُ ۔ ہاتھ	اللّٰہِ ۔ اللہ کا ہے
فَوْقَ ۔ اوپر	اَیْدِیْهِمْ ۔ ان کے ہاتھوں کے	فَمَنْ ۔ تو جس نے	نَّكَثَ ۔ توڑا
فَاِنَّمَا ۔ تو اسکے سوا نہیں	یَنْكُثُ ۔ وہ توڑتا ہے	عَلٰی ۔ اوپر	نَفْسِهٖ ۔ اپنی جان کے
وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جس نے	اَوْفٰی ۔ پورا کیا	بِمَا ۔ جو
عٰهَدَ ۔ عہد کیا تھا	عَلَیْهُ ۔ اس پر	اللّٰہَ ۔ اللہ سے	فَسَیُؤْتِیْهِ ۔ تو دیگا اس کو
اَجْرًا ۔ اجر	عَظِیْمًا ۔ بڑا		

حل لغات نادرہ

نَکَثَ : جس نے عہد شکنی کی

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سورۃ ہذا مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چار رکوع ۲۹ آئتیں ۵۸۶ کلمات اور ۲۵۵۹ حرف ہیں
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا۔ بے شک ہم نے آپ کے لیے روشن فتح دی تاکہ اللہ آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے گناہ بخشدے اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کردے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔

آیت کریمہ میں اِنَّا فَتَحْنَا فرما کر لِيَغْفِرَ لَكَ فرمایا ہے یہ لام جو لِيَغْفِرَ پر ہے سببی ہے۔ خازن اور روح البیان میں اسے لام سببی ظاہر کیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ بنے تاکہ بخشدے آپ کی ذات کے باعث آپ کے غلاموں کے پہلے پچھلے گناہ۔ اور یہ وہی مضمون ہے جو سورہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ پر ہم لکھ چکے۔ یہاں اور وضاحت سے فرمادیا کہ آپ کے سبب سے آپ کے پہلے اور پچھلے غلاموں کے گناہ معاف فرمائے اور اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور کے گناہ معاف ہوں تو پھر عصمت انبیاء کا مسئلہ جو عقیدۂ اہل سنت ہے لغو ہو جائیگا۔ بنابریں لام سببی ہی ماننا پڑے گا اور گناہوں کی معافیاں غلام مصطفی کی ہوں گی۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ سورہ انا فتحنا حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضور اور صحابہ نے اس کے نزول پر بہت بڑی خوشی منائی اور بخاری ومسلم و ترمذی کی روایات کے مطابق صحابہ نے حضور کو مبارک بادیں پیش کیں۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک کنواں تھا۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ

سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے لی طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ جملہ اصحاب کو

اس خواب کی خبر دی اور یہ بھی یہاں سمجھ لینا ضروری ہے کہ نبی کا خواب وحی کے درجہ پر ہوتا ہے وہ خیال یا اضغاث احلام نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر حضور نے اس کی خبر صحابہ کو دی اور صحابہ کے اعتقاد میں چونکہ نبی کا خواب وحی تھا اسی وجہ میں سب خوش ہوئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ بشارت عظمیٰ ہے۔

چنانچہ حضور نے ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی قعدہ ۶ھ کو عمرہ کا قصد فرمایا۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں دو رکعت ادا فرمائے (یہ وہ مقام ہے جو مدینہ والوں کا میقات ہے۔ مدینہ سے چل کر جب حاجی مکہ معظمہ آتا ہے تو اسی جگہ سے احرام باندھتا ہے اور بعض اصحاب نے مقام جحفہ سے احرام باندھا۔

راستہ میں پانی ختم ہو گیا حضور کے آفتابہ کے سوا اور کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ حضور سے عرض کیا گیا تو آپ نے اپنا دست اقدس آفتابہ میں رکھا تو انگشت ہائے مبارکہ سے چشمے جاری ہو گئے۔ یہ حضور کا معجزہ تھا۔ تمام لشکر سیراب ہوا۔ جب مقام عسفان پر پہنچے تو خبر موصول ہوئی کہ کفار قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہیں اور مقام حدیبیہ پر جب تشریف لے آئے تو پانی کی ضرورت پڑی اب پانی بالکل ختم تھا صحابہ نے عرض کیا حضور نے حدیبیہ کے کنویں میں کلی فرمائی۔ یہ دوسرا معجزہ ہوا کہ پانی کنویں کے اوپر ابل آیا سب نے پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفار قریش کی طرف سے کئی شخص حضور کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجے گئے سب نے یہی کہا کہ حضور عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں مگر اہل مکہ کو یقین نہ آیا۔ آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو سرداران طائف میں سے قبیلۂ بنی ثقیف کے بڑے متمول اور معتمد تھے ان کو یہاں بھیجا گیا۔ یہاں آکر انہوں نے جاں نثاران صحابہ کا نقشہ دیکھا کہ وہ حضور کے ساتھ اس قدر والہانہ عقیدت رکھتے ہیں کہ حضور کا غسالۂ وضو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور لعاب دہن ہاتھوں میں لے کر تبرکاً اپنے بدن پر مل لیتے ہیں۔ حضور کے سامنے اتنے مؤدب ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس نے واپس ہو کر اہل مکہ کو کہا کہ وہ یقیناً عمرہ کو تشریف لائے ہیں لیکن اگر وہ جنگ و جدال بھی فرمائیں تو ان کے ساتھ وہ جانباز ہیں کہ تم ان پر فتحیاب نہیں ہو سکتے۔ میں نے شاہان فارس و روم کے یہاں یہ جلال و ہیبت نہیں دیکھا۔

اس پر اہل مکہ نے کہا "ایسی بات مت کہو ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے۔ وہ اگلے سال آئیں"

عروہ نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر کوئی مصیبت نہ آئے"۔

عروہ یہ کہہ کر واپس ہو گئے اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد حضور نے صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعت کی خبر سن کر کفار خوفزدہ ہوئے تو انہوں نے صلح کی پیشکش کی حضور نے منظور فرمائی صلحنامہ پر دستخط ہو گئے سال آئندہ پر حضور کا تشریف لانا قرار پایا۔ اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ثابت ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ اسی لیے قرآن کریم نے فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ چنانچہ اس سے اکثر مفسرین نے فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے اور بعض نے تمام فتوحات اسلامیہ جو آئندہ ہونے والی تھیں ان کی بشارت مراد لی ہے آگے ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِىْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ بڑھے ان کا ایمان ایمان کے ساتھ اور اللہ ہی کی ملک ہے لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و الا حکمت والا ہے تاکہ داخل فرمائے مومن مرد عورت کو ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ان کی خطائیں درگذر فرمائے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر عذاب فرمائے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں ان پر اس کی بری گردش ہے ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور ان کے لیے تیار ہے دوزخ جو بری جگہ ہے لوٹنے کی اور اللہ کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

آیات کریمہ میں مومنوں کے لیے بشارت جنت اور منافق و مشرکین کے لیے وعید عذاب فرمایا گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے جس میں اپنے حبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو کائنات کا ناظر و حاضر بنا کر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا ظاہر کیا اور یہ حقیقت ہے کہ بشارت دینا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک بشیر خود مشاہدہ نعمت نہ کر لے اسی طرح نذیر اس وقت تک نذیر نہیں ہو سکتا جب تک عذاب کے نقشے نہ دیکھ لے تو یہاں ضمناً اس بات کو

دکھلایا گیا کہ ہمارے محبوب نے جنت و دوزخ ہی نہیں ملاحظہ کی بلکہ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا فرمایا جس پر تنوین تنکیر لائی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ بے شک ہم نے آپ کو شاہد مطلق بنا کر بھیجا اور بشارت دیتا اور ڈر سناتا تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو۔ اور اللہ کی تسبیح و تہلیل ہر صبح و شام کرو۔

آیۂ کریمہ میں حضور کو شاہدًا فرما کر تنوین تنکیر کے ساتھ شاہد مطلق بنایا اور شاہد کے معنی حاضر کے ہیں تو گویا بالفاظ دیگر یوں ارشاد ہوا اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ حَاضِرًا اور جو حاضر ہوتا ہے اس کا ناظر ہونا لازمی ہے۔ بعض کوتاہ اندیش حاضر و ناظر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تساوی کا الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ علامہ شامی نے تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنے والے پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے اس لیے کہ لفظ حاضر و ناظر کی تاویل یا عَالِمٌ یا مَنْ یَّرَاہُ ہو سکتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نہ حاضر ہے نہ ناظر اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں حاضر و ناظر استعمال نہیں کیا گیا۔ ننانویں اسماء حسنیٰ جو لکھے گئے اس میں حاضر و ناظر نہیں اس لیے کہ یہ صفت اس کی ہے جس میں غائب ہونے کی اہلیت ہو اور ناظر اس کی صفت ہے جو مقلۂ چشم سے دیکھنے کا محتاج ہو اللہ تعالیٰ نہ مقلۂ چشم کا محتاج اور نہ کبھی غائب و معدوم۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حاضر و ناظر بندے ہی کو کہہ سکتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو تو اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا کے معنیٰ حاضرًا بالکل صحیح ہیں اور جو حاضر ہے اس کو ناظر ماننا لازمی ہے تو شاہدًا کے ماتحت حاضرًا و ناظرًا کہنا صحیح ہوگا۔

اور یہ جہالت خالص ہے کہ جو حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لگاتے ہیں۔ وہ عالم ہے وہ کائنات کا دیکھنے والا ہے مگر کسی آلہ کا محتاج نہیں اور جب محتاج آلہ نہیں تو اس کو ناظر کہنا غلط ہے اس لیے کہ ناظر کا لغت ہی اس کے لیے ہے جو مقلۂ چشم کا محتاج ہو اللہ تعالیٰ نے مقلۂ چشم اور مردمک حتیٰ کہ عین جسے کہا جاتا ہے سب بنائیں اور نہ وہ آنکھ کا محتاج نہ کان کا محتاج بلکہ وہ وہ ذات ہے جس کی صفت غزالی نے احیاء العلوم میں کی کہ سَمِيْعٌ لَا بِالْاُذُنِ بَصِيْرٌ لَا بِالْاَعْيُنِ یہ تنگ نظر افراد اس طرح کے لایعنی اعتراض پہلو میں ڈال کر ایک اچھے مسلمان کو مشرک بنا ڈالتے ہیں اللہ ہدایت کرے اور اسی لیے حضور کی صفت بیان فرما کر تعظیم و توقیر کی ہدایت کی گئی اور اپنے لیے تسبیحوہ فرما کر صبح سے شام تک تسبیح و تہلیل کرنے کا حکم ہوا۔ آگے ارشاد ہے اور اس واقعہ

کو ظاہر کیا جاتا ہے جو حدیبیہ میں حضور نے صحابہ سے بیعت لی تھی چنانچہ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ بے شک وہ جنہوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ ہی سے بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا تو جس نے عہد شکنی کی تو اس نے اپنی جان پر عہد شکنی کا وبال لیا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالےٰ اسے بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے اور مقام حدیبیہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے لی تھی اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے ہاتھ پر حضور کا ہاتھ تھا مگر آیت کریمہ میں بتایا کہ وہ ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا۔ ایسے ہی دوسرے موقعہ پر جبکہ حضور نے ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی تھی وہاں بھی یہی فرمایا کہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اے محبوب آپ نے وہ کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے پھینکی تھیں لیکن اللہ نے انہیں پھینکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ معجزانہ شانیں جتنی بھی انبیاء سے ثابت ہوتی ہیں وہ پردۂ نبی میں خدائی قوت کے مظاہرے ہوتے ہیں اسی طرح وہ بیعت جو حضور نے لی اس پر قطعی طور پر حضور کا دست اقدس صحابہ کے ہاتھوں پر تھا۔ مگر اس بات کو موثق فرمانے کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ بیعت آپ سے نہیں ہم سے ہوئی اور وہ ہاتھ آپ کا نہ تھا بلکہ ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ تھا تو جب خدائی ہاتھ پر بیعت ہو چکی ہو تو اس بیعت کو توڑنا اپنی جان پر وبال لینا ہے اور جو اس معاہدے کو پورا کرے اس کے لیے وعدۂ اجر عظیم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ

اب تم سے کہیں گے دیہاتی لوگ کہ ہمیں ہمارے مال اور گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے سامنے

اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

کون مختار ہے تمہارے لیے کچھ اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ○

بلکہ آپ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول ہرگز واپس نہ آئیں گے اور مومن اپنے گھروں میں ہمیشہ کے لیے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ○

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو کہ ہمیں اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ آپ فرمادیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ یونہی اللہ نے پہلے فرمادیا ہے۔ تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرمادیجئے عنقریب ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا بدلہ

حُسْنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

دیگا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا

کسی اندھے پر سختی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار کو مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے جنت کے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

حلِّ لغات

سَيَقُولُ۔ اب کہیں گے	لَكَ۔ آپ سے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے رہنے والے	مِنَ الْأَعْرَابِ۔ دیہاتی لوگ
شَغَلَتْنَا۔ ہمیں مشغول رکھا	أَمْوَالُنَا۔ ہمارے مالوں	وَ۔ اور	
أَهْلُونَا۔ ہمارے گھر والوں نے	فَاسْتَغْفِرْ۔ تو آپ بخشش مانگیں	لَنَا۔ ہمارے لیے	
يَقُولُونَ۔ کہتے ہیں۔	بِأَلْسِنَتِهِمْ۔ اپنی زبانوں سے	مَا۔ جو	لَيْسَ۔ نہیں
فِي۔ بیچ	قُلُوبِهِمْ۔ انکے دلوں کے	قُلْ۔ کہہ دیں	فَمَنْ۔ تو کون
يَمْلِكُ۔ مختار ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنَ اللَّهِ۔ اللہ سے	شَيْئًا۔ کچھ بھی
إِنْ۔ اگر	أَرَادَ۔ ارادہ کرے	بِكُمْ۔ تمہارے متعلق	ضَرًّا۔ ضرر کا
أَوْ۔ یا	أَرَادَ۔ ارادہ کرے	بِكُمْ۔ تمہارے متعلق	نَفْعًا۔ نفع کا
بَلْ۔ بلکہ	كَانَ۔ ہے	اللَّهُ۔ اللہ	بِمَا۔ اس سے جو
تَعْمَلُونَ۔ عمل کرتے ہو	خَبِيرًا۔ خبردار	بَلْ۔ بلکہ	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے
أَنْ۔ یہ کہ	لَنْ۔ ہرگز نہ	يَنْقَلِبَ۔ واپس آئے گا	الرَّسُولُ۔ رسول
وَ۔ اور	الْمُؤْمِنُونَ۔ مومن	إِلَىٰ۔ طرف	أَهْلِيهِمْ۔ اپنے گھر والوں کے
أَبَدًا۔ کبھی بھی	وَ۔ اور	زُيِّنَ۔ اچھا سمجھے	ذَٰلِكَ۔ اسی کو
فِي۔ بیچ	قُلُوبِكُمْ۔ اپنے دلوں کے	وَ۔ اور	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے
ظَنَّ۔ خیال	السَّوْءِ۔ برا	وَ۔ اور	كُنْتُمْ۔ تھے تم

قَوْمًا ۔ قوم　بُوْرًا ۔ ہلاک ہونے والی　وَ ۔ اور　مَنْ ۔ جو

لَّمْ　یُؤْمِنْ ۔ ایمان لائے　بِاللّٰہِ ۔ اللہ　وَ ۔ اور

رَسُوْلِہٖ ۔ اسکے رسول پر　فَاِنَّا ۔ تو ہم نے　اَعْتَدْنَا ۔ تیار کیا　لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کیلئے

سَعِیْرًا ۔ بھڑکتی آگ　وَ ۔ اور　لِلّٰہِ ۔ اللہ ہی کی　مُلْکُ ۔ بادشاہی ہے

السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں　وَ ۔ اور　الْاَرْضِ ۔ زمین ہیں　یَغْفِرُ ۔ بخشنے

لِمَنْ ۔ جسے　یَّشَآءُ ۔ چاہے　وَ ۔ اور　یُعَذِّبُ ۔ سزا دے

مَنْ ۔ جسے　یَّشَآءُ ۔ چاہے　وَ ۔ اور　کَانَ ۔ ہے

اللّٰہُ ۔ اللہ　غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا　رَّحِیْمًا ۔ رحم کرنے والا　سَیَقُوْلُ ۔ جلدی کہیں گے

الْمُخَلَّفُوْنَ ۔ پیچھے رہنے والے　اِذَا ۔ جب　انْطَلَقْتُمْ ۔ تم چلو گے　اِلٰی ۔ طرف

مَغَانِمَ ۔ غنیمتوں کی　لِتَاْخُذُوْا ۔ تاکہ لو　ھَا ۔ ان کو　ذَرُوْنَا ۔ چھوڑو ہمیں

نَتَّبِعْکُمْ ۔ ہم تمہارے پیچھے آئیں　یُرِیْدُوْنَ ۔ چاہتے ہیں　اَنْ ۔ یہ کہ　یُّبَدِّلُوْا ۔ بدل دیں

کَلَامَ ۔ کلام　اللّٰہِ ۔ اللہ کا　قُلْ ۔ کہہ　لَّنْ ۔ ہرگز نہ

تَتَّبِعُوْ ۔ پیچھے آؤ گے　نَا ۔ ہمارے　کَذٰلِکُمْ ۔ اسی طرح　قَالَ ۔ کہا ہے

اللّٰہُ ۔ اللہ نے　مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے سے　فَسَیَقُوْلُوْنَ ۔ تو اب کہیں گے

بَلْ ۔ بلکہ　تَحْسُدُوْنَنَا ۔ تم ہم سے حسد کرتے ہو　بَلْ ۔ بلکہ

کَانُوْا ۔ تھے وہ　لَا ۔ نہ　یَفْقَھُوْنَ ۔ سمجھتے　اِلَّا ۔ مگر

قَلِیْلًا ۔ تھوڑا　قُلْ ۔ کہہ　لِّلْمُخَلَّفِیْنَ ۔ پیچھے رہنے والوں سے

مِنَ الْاَعْرَابِ ۔ دیہاتیوں میں سے　سَتُدْعَوْنَ ۔ اب بلائے جاؤ گے تم

اِلٰی ۔ طرف　قَوْمٍ ۔ قوم　اُولِیْ بَاْسٍ ۔ لڑائی　شَدِیْدٍ ۔ سخت والی کے

تُقَاتِلُوْنَھُمْ ۔ تم انسے لڑو گے　اَوْ ۔ یا　یُسْلِمُوْنَ ۔ وہ اسلام لائیں　فَاِنْ ۔ تو اگر

تُطِیْعُوْا ۔ تم فرمانبرداری کرو　یُؤْتِکُمُ ۔ تو دیگا تم کو　اللّٰہُ ۔ اللہ　اَجْرًا ۔ اجر

حَسَنًا ۔ اچھا　وَ ۔ اور　اِنْ ۔ اگر　تَتَوَلَّوْا ۔ تم پھر جاؤ

کَمَا ۔ جیسے　تَوَلَّیْتُمْ ۔ تم پھر گئے تھے　مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے　یُعَذِّبْکُمْ ۔ سزا دیگا تم کو

عَذَابًا ۔ عذاب　اَلِیْمًا ۔ دردناک کی　لَیْسَ ۔ نہیں　عَلَی ۔ اوپر

الْاَعْمٰی ۔ اندھے کے　حَرَجٌ ۔ سختی　وَ ۔ اور　لَا ۔ نہ

عَلیٰ۔ اوپر　اَلۡاَعۡرَجِ۔ لنگڑے کے　حَرَجٌ۔ تنگی　وَ۔ اور
لَا۔ نہ　عَلَی۔ اوپر　الۡمَرِیۡضِ۔ بیمار کے　حَرَجٌ۔ تنگی
وَ۔ اور　مَنۡ۔ جو　یُّطِعِ۔ فرمانبرداری کرے　اللّٰهَ۔ اللہ
وَ۔ اور　رَسُوۡلَهٗ۔ اس کے رسول کی　یُدۡخِلۡهُ۔ تو داخل کریگا اسکو　جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ
تَجۡرِیۡ۔ چلتی ہیں　مِنۡ تَحۡتِهَا۔ انکے نیچے　الۡاَنۡهٰرُ۔ نہریں　وَ۔ اور
مَنۡ۔ جو　یَّتَوَلَّ۔ منہ پھیرے تو　یُعَذِّبۡهُ۔ عذاب کریگا اسکو　عَذَابًا۔ عذاب
اَلِیۡمًا۔ دردناک

حلِّ لُغاتِ نادرہ

اَلۡمُخَلَّفُوۡنَ:۔ پیچھے رہ جانے والے

بُوۡرًا:۔ جمع بائر ہلاک ہونے والے

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سَیَقُوۡلُ لَكَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ شَغَلَتۡنَاۤ اَمۡوَالُنَا وَاَهۡلُوۡنَا فَاسۡتَغۡفِرۡ لَنَا یَقُوۡلُوۡنَ بِاَلۡسِنَتِهِمۡ مَّا لَیۡسَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ قُلۡ فَمَنۡ یَّمۡلِكُ لَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا اِنۡ اَرَادَ بِكُمۡ ضَرًّا اَوۡ اَرَادَ بِكُمۡ نَفۡعًا بَلۡ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا

اب آپ سے دیہاتی لوگ پیچھے رہنے والے یہ کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور گھر والوں نے ہمیں جانے سے مشغول رکھا۔ اب حضور ہماری بخشش مانگیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے مقابل تم میں کسے اختیار ہے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

قبیلہ بنی غفار و مزینہ و جہینہ و اشجع و اسلم یہ حوالی مدینہ کے رہنے والے تھے انہیں بادیہ نشین دیہاتی کہا جاتا تھا ان کو ظاہر طور پر معلوم تھا کہ حضور بہ نیت عمرہ قربانیاں ساتھ لے کر مکہ تشریف لے جا رہے ہیں مگر انہیں یہ خطرہ ہوا کہ قریش بہت زیادہ طاقتور ہیں ان کو واپس نہ آنے دیں گے اور جو ان کے ساتھ جائیں گے وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اس خطرہ سے وہ گھروں میں بیٹھ گئے اور حضور

کے ساتھ نہ گئے جب صحابہ کرام حضور کے ساتھ واپس آئے اور انہوں نے صلح کا قصہ سنا تو انہوں نے معذرت کرنے کے لیے حضور کی خدمت میں آنے کی ٹھانی تو قرآن کریم میں اس کی خبر دی گئی کہ اے محبوب اب یہ آپ کے پاس جھوٹا عذر لے کر آئیں گے اور جو کچھ یہ کہیں گے یہ صرف ان کا زبانی بیان ہوگا۔ ان کے دلوں میں یہ بات نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضر آکر انہوں نے عرض کیا کہ شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَھْلُوْنَا ہمیں ہمارے مالوں اور اہل وعیال کی حفاظت نے مشغول رکھا اور حضور کے ہمراہ روانگی سے روکا۔ اب ہم عرض کرنے آئے ہیں کہ اب ہماری معافی کرادی جائے تو اللہ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا انہیں فرمادیجئے فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی طاقت رکھتا ہو اگر وہ چاہے تمہارا برا تو روک نہیں سکتا اور اگر وہ چاہے تمہارا بھلا تو حائل نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کے بعد ارشاد ہوا۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّ زُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۰ وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ۰ بلکہ تمہارا تو یہ گمان تھا کہ رسول علیہ السلام مع صحابہ اپنے اہل وعیال میں اب کبھی نہیں آسکتے اور یہ خیال تمہارے دلوں میں جچ گیا تھا اور یہ تمہارا گمان بڑا برا گمان تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم میں سے تھے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے دھکتی ہوئی آگ۔

آیۂ کریمہ میں ان کے ظنون قلبی کو ظاہر فرمانے کے لیے ان کا حال بھی ظاہر کر دیا اور فرمادیا کہ عیال و اموال کی محض حفاظت ہی تمہیں نہیں روک رہی تھی بلکہ وہ گمان باطل جو تمہیں یقین کے درجہ تک ہو گیا تھا اور قریش کے خوف نے تمہیں بزدل بنادیا تھا وہی چیز تھی جس کی وجہ میں تم آج یہ عذر چھانٹ رہے ہو اور یہ تمہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ وہ علیم و خبیر ہے کہ تمہارے خطرات قلبی کو بھی جانتا ہے اور اس گمان باطل کو جو قریش کی طرف سے تمہارے دل میں پیدا ہوا تھا جس نے تمہیں صحابہ کے ساتھ نکلنے سے روکا۔ وہ درحقیقت عدم اطاعت تھی نہ کہ مشغولیت اور عدم اطاعت پر جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی نہ کرے اس کے لیے ہمارے یہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہے اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ حفاظت مال اور نگرانی عیال کی وجہ میں اگر کوئی نہ نکلے تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اور محض بہانہ سازی کرنے کے لیے شغلتنا اموالنا الخ کہہ دے تو اس کی حقیقت

تعالیٰ کے علم میں ہے اور جو سرتابیٔ علم کرے تو اس کے لیے عذاب شدید کا وعید ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جسے چاہے بخشے اور جس پر چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم اللہ میں ہر خفیہ تدبیر اور مکاریاں روشن ہیں باتیں بنانے اور عذر لا طائل کر کر اپنے کو بری ثابت کرنے سے علم الٰہی میں اس کی براءت نہیں ہو سکتی آگے ارشاد ہے جس میں ان کا حریص مال ہونا اور دنیا طلبی کی طرف جانا واضح کیا گیا اور توبیخ و تہدید سے انہیں بند کر دیا گیا۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

تو اب پیچھے بیٹھ رہنے والے یہ کہیں گے جب آپ غنائم لینے چلیں گے ہمیں اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلیں وہ چاہتے یہ ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں فرما دیجئے کہ ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی تمہارے معاملہ میں اللہ فرما چکا ہے تو اب وہ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی فرما دیجئے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ تم بلائے جاؤ گے ایک ایسی قوم کی طرف جو انتہائی شدید ہے لڑائی میں تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں اگر تم نے اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم منحرف ہو گئے جیسے کہ پہلے ہو چکے ہو اللہ تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

آیہ کریمہ میں ان کی دلی بدعہدی ظاہر فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جب مسلمان غنائم لینے کے لیے جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے پیچھے لگا لو تاکہ ہم بھی مال غنیمت حاصل کریں اس سے ان کا منشا فرمان الٰہی کو بدلنا ہے یعنی فرمان الٰہی میں تو وہ دنیا و آخرت میں محروم تھے مگر اب یہ چاہتے تھے کہ اس محرومی کو ہم مال حاصل کرکے بدل دیں گویا ان کو اب بھی ساتھ نہ لیا جائے اگرچہ وہ یہ بھی

کہیں گے کہ تم ہم سے جل کر حسد کر رہے ہو مگر وہ نہیں سمجھتے کہ علم الٰہی کی اہمیت کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ پیچھے رہنے والے جنگلیوں کو آپ فرما دیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو تیار رہو عنقریب تمہیں پھر دعوت دی جائے گی اور ایسی قوم سے مقابلہ کی ٹھہرے گی جو بڑے سخت اور شدید القویٰ ہیں اگر واقع میں تم سچے ہو تو ان سے مقابلہ کرنا اگر اس وقت تم نے مقابلہ کر لیا اور جم کر مقابلہ کیا تو تمہیں اچھا اجر ملے گا اور اگر اپنی بد باطنی کے ماتحت وقت پر پیٹھ دے گئے تو پھر تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔

یہ احکام سن کر انہوں نے کہا یہ تو بڑا سخت حکم ہے ہم میں لنگڑے بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں اور بیمار بھی ہیں سب کیونکر جا سکیں گے تو ارشاد ہوا۔

لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۚ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبۡہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا۔ نہیں ہے اندھے پر کوئی سختی اور نہ لنگڑے پر جواب طلبی اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری کرے اللہ اسے داخل فرمائے گا ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو انحراف کریگا اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت کریمہ میں یہ امر واضح کیا کہ اطاعت کرنے والا مستحق اجر ہے اور انحراف کرنے والا مستوجب جواب رہ گئے معذوران کی تصریح فرما دی کہ اندھا لنگڑا بیمار اس کے اوپر حکم نافذ نہیں ہوتا وہ اگر میدان میں نہ جا سکے تو کوئی گرفت نہیں مقصد صرف اطاعتِ حکم دیکھنا ہے اور حکم میں جو رخصت دی گئی وہ رخصت بحالہٖ قائم ہے مگر مریض نہ ہو کر مریض بننے والا اور عذر نہ ہوتے ہوئے عذر پیش کرنے والا وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ۙ

بے شک راضی ہو گیا اللہ ان مومنین سے جنھوں نے آپ سے بیعت کی درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو ان کے دلوں میں تو نازل فرمایا ان پر سکینہ (اطمینان) اور انہیں

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا کہ تم لوگے تو تمہیں بہت جلد عطا کر دیں اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ○

اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہے اللہ ہر چیز پر قادر۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

اور اگر کافر تم سے مقابلہ کریں تو وہ ضرور ایڑیوں کے بل واپس ہو جائیں گے پھر کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○

اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور ہرگز تم دستورِ الٰہی کو بدلتا نہ پاؤ گے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○

اور وہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تم ان پر پوری طرح قابو پا چکے اور اللہ تعالےٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر نہ ہوتے ایمان والے اور ایمان والیاں عورتیں جن کی تمہیں خبر نہ تھی کہیں تم ہی ان کو روند ڈالو تو پہنچے تمہیں ان سے کوئی مکروہ بات انجانی میں اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرماتا ہے اگر وہ جدا ہو جاتے

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝

تو ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۝

جبکہ کافروں نے اپنے دل میں ضد رکھی زمانۂ جہالت کی۔ تو اللہ نے اپنا سکینہ نازل فرمایا اپنے رسول اور مومنین پر اور ان پر پرہیزگاری کا حکم نازل فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

حلّ لُغات

لَقَدْ۔ بیشک	رَضِیَ۔ راضی ہوا	اللّٰہُ۔ اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں سے
اِذْ۔ جبکہ	یُبَایِعُوْنَکَ۔ وہ بیعت کرتے تھے		
تَحْتَ۔ نیچے	الشَّجَرَۃِ۔ درخت کے	فَعَلِمَ۔ تو جانا	مَا۔ جو
فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِھِمْ۔ انکے دلوں کے ہے	فَاَنْزَلَ۔ تو اتارا	السَّکِیْنَۃَ۔ سکون
عَلَیْھِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	اَثَابَھُمْ۔ دی ان کو	فَتْحًا۔ فتح
قَرِیْبًا۔ قریب کی	وَعَدَ۔ وعدہ کیا	کُمُ۔ تم سے	اللّٰہُ۔ اللہ نے
مَغَانِمَ۔ غنیمتوں	کَثِیْرَۃً۔ بہت کا	تَاْخُذُوْنَھَا۔ کہ تم لوگے انکو	
فَعَجَّلَ۔ تو جلدی کی	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	ھٰذِہٖ۔ یہ	وَ۔ اور
کَفَّ۔ روکے	اَیْدِیَ۔ ہاتھ	النَّاسِ۔ لوگوں کے	عَنْکُمْ۔ تم سے
وَ۔ اور	لِتَکُوْنَ۔ تاکہ ہو	اٰیَۃً۔ نشانی	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمانداروں کیلئے
وَ۔ اور	یَھْدِیَکُمْ۔ دکھاتے تمکو	صِرَاطًا۔ رستہ	مُّسْتَقِیْمًا۔ سیدھا
وَ۔ اور	اُخْرٰی۔ ایک اور	لَمْ۔ کہ نہیں	تَقْدِرُوْا۔ قادر ہوئے
عَلَیْھَا۔ اس پر	قَدْ۔ بیشک	اَحَاطَ۔ گھیرلیا	اللّٰہُ۔ اللہ
بِھَا۔ اس کو	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ

فَوْقَ۔ اوپر — كُلِّ۔ ہر — شَيْءٍ۔ چیز کے — قَدِيْرًا۔ قادر

وَ۔ اور — لَوْ۔ اگر — قَاتَلَكُمُ۔ لڑتے تم سے — الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ جو

كَفَرُوْا۔ کافر ہیں — لَوَلَّوُا۔ تو پھیرتے — الْاَدْبَارَ۔ پیٹھ — ثُمَّ۔ پھر

لَا۔ نہ — يَجِدُوْنَ۔ پاتے — وَلِيًّا۔ کوئی دوست — وَّ۔ اور

لَا۔ نہ — نَصِيْرًا۔ مددگار — سُنَّةَ۔ طریقہ ہے — اللّٰهِ۔ اللہ کا

الَّتِيْ۔ جو — قَدْ۔ بیشک — خَلَتْ۔ گزر چکا — مِنْ قَبْلُ۔ پہلے

وَ۔ اور — لَنْ۔ ہرگز نہ — تَجِدَ۔ پائے گا تو — لِسُنَّةِ۔ طریقے

اللّٰهِ۔ اللہ میں — تَبْدِيْلًا۔ تبدیلی — وَ۔ اور — هُوَ۔ وہ

الَّذِيْ۔ وہ ہے جس نے — كَفَّ۔ روکے — اَيْدِيَهُمْ۔ ان کے ہاتھ — عَنْكُمْ۔ تم سے

وَ۔ اور — اَيْدِيَكُمْ۔ تمہارے ہاتھ — عَنْهُمْ۔ ان سے — بِبَطْنِ۔ وادی

مَكَّةَ۔ مکہ میں — مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد — اَنْ۔ اس کے کہ — اَظْفَرَ۔ غالب کیا

كُمْ۔ تم کو — عَلَيْهِمْ۔ ان سے — وَ۔ اور — كَانَ۔ ہے

اللّٰهُ۔ اللہ — بِمَا۔ اس سے جو — تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو تم — بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا

هُمُ۔ وہ — الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں جو — كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے — وَ۔ اور

صَدُّوْ۔ روکا — كُمْ۔ تم کو — عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ مسجد حرام سے

وَ۔ اور — الْهَدْيَ۔ قربانی — مَعْكُوْفًا۔ رکی ہوئی — اَنْ۔ یہ کہ

يَبْلُغَ۔ پہنچے — مَحِلَّهٗ۔ اپنے ٹھکانے پر — وَ۔ اور — لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتے

رِجَالٌ۔ مرد — مُؤْمِنُوْنَ۔ مومن — وَ۔ اور — نِسَآءٌ۔ عورتیں

مُؤْمِنٰتٌ۔ ایمان والی — لَمْ۔ کہ نہ — تَعْلَمُوْ۔ جانا تم نے — هُمْ۔ ان کو

اَنْ۔ یہ کہ — تَطَئُوْ۔ روند ڈالو — هُمْ۔ ان کو — فَتُصِيْبَكُمْ۔ تو پہنچے تم کو

مِنْهُمْ۔ ان سے — مَعَرَّةٌ۔ تکلیف — بِغَيْرِ۔ بغیر — عِلْمٍ۔ جانے بوجھے

لِيُدْخِلَ۔ تاکہ داخل کرے — اللّٰهُ۔ اللہ — فِيْ۔ بیچ — رَحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت کے

مَنْ۔ جسے — يَّشَآءُ۔ چاہے — لَوْ۔ اگر — تَزَيَّلُوْا۔ وہ نکل جاتے

لَعَذَّبْنَا۔ تو ہم سزا دیتے — الَّذِيْنَ۔ ان کو جو — كَفَرُوْا۔ کافر ہیں — مِنْهُمْ۔ ان میں سے

عَذَابًا۔ عذاب — اَلِيْمًا۔ دردناک کی — اِذْ۔ جب — جَعَلَ۔ بنایا

اَلَّذِیْنَ۔ انہوں نے جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِهِمُ۔ اپنے دلوں کے
اَلْحَمِیَّةَ۔ اڑ	حَمِیَّةَ۔ ضد	الْجَاهِلِیَّةِ۔ جاہلیت کی	فَاَنْزَلَ۔ تو اتارنی
اللّٰهُ۔ اللہ نے	سَكِیْنَتَهٗ۔ اپنی تسلی	عَلٰی۔ اوپر	رَسُوْلِهٖ۔ اپنے رسول کے
وَ۔ اور	عَلَی۔ اوپر	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے	وَ۔ اور
اَلْزَمَهُمْ۔ لازم کیا ان پر	كَلِمَةَ۔ کلمہ	التَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کا	وَ۔ اور
كَانُوْا۔ تھے وہ	اَحَقَّ۔ زیادہ حقدار	بِهَا۔ اس کے	وَ۔ اور
اَهْلَهَا۔ لائق اس کے	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
بِكُلِّ۔ ہر چیز	شَیْءٍ چیز کو	عَلِیْمًا۔ جاننے والا	

حل لغات نادرہ

مَعْكُوْفًا۔ اَیْ مَحْبُوْسًا مَمْنُوْعًا۔ رکا ہوا ۔

اَلْهَدْیَ۔ قربانی کا جانور

مَحِلَّهٗ۔ اپنی جگہ

اَنْ تَطَئُوْهُمْ۔ کہ تم انہیں پامال کر ڈالتے

مَعَرَّةٌ۔ کے معنی مشقت، مکروہ

لَوْ تَزَیَّلُوْا۔ وہ جدا ہو گئے

اَلْحَمِیَّةَ۔ ضد، تکبر، ہٹ، اڑ

سَكِیْنَةَ۔ اطمینان

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ

اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَھْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ہ وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا

جب مسلمان کیکر کے درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا (یہ حال دیکھ کر ضرور) ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سردست خیبر کی فتح دی۔ اور فتح کے علاوہ بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے جا قبضہ کیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (مسلمانو) اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گے تو یہ (خیبر کی غنیمت تم کو سردست دلوا دی اور صلح حدیبیہ کی وجہ سے عرب کے لوگوں کے دست تعدی کو تم سے روکا (سو الگ) اور (ایک) مقصود یہ بھی تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے لیے پیغمبر کی صداقت کی ایک دلیل ہوں اور نیز یہ کہ خدا تم کو اسلام کے سیدھے راستے پر لے چلے اور کوئی تمہارا مانع و مزاحم نہ ہو۔ اور اس کے سوا ایک اور فتح بھی ہونی ہے جس پر اس وقت تم نے قابو نہیں پایا مگر وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

رضوان الٰہی کی بشارت اور بیعت رضوان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اشراف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر دیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لیے بقصد عمرہ تشریف لائے ہیں آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں ان کو اطمینان دلا دیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہو گا اور اللہ تعالےٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔

قریش اس بات پر متفق رہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ طواف کعبہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طواف کروں۔
یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمان غنی بڑے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ مکرمہ پہنچے اور طواف سے مشرف ہوئے۔

حضور نے فرمایا کہ عثمان ایسا ہرگز نہیں کریں گے جسب علم حضرت عثمان نے فتح کی بشارت کمزور مسلمانوں کو دی پھر قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا۔ یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان شہید کر دیے گئے اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کفار

کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی اور یہ بیعت ایک بڑے خار دار درخت کے نیچے ہوئی جس کو عرب میں سمرہ کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ درخت کیکر کا تھا جیسے ام غیلان کہا جاتا ہے۔

اثنائے بیعت میں حضور نے اپنا بایاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔ یہ واقعہ صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کو نور نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے اور صحابہ سے بیعت ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے لی گئی۔ مشرکین بیعت کا حال سنکر خائف ہوئے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو بھیجدیا۔

حدیث مسلم شریف میں ہے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اس وقت صحابہ کا جوش ایسا تھا کہ وہ بآواز یہ رجز پڑھ رہے تھے

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

ہم وہ مسلمان ہیں جنہوں نے دست حق پرست مصطفیٰ پر ہمیشہ ہمیش کے لیے جہاد کی بیعت کی ہے۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بیت اللہ کی کنجی جس کے پاس تھی ان کا نام بھی عثمان تھا مگر ولدیت کے اعتبار سے دونوں علیحدہ ہیں۔ یہ عثمان بن عفان ہیں جو خلیفۂ رسول ہیں اور وہ عثمان بن طلحہ ہیں جو ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے تو جس وقت فتح مکہ کے دن حضور مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے منگوائی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم ہوا کہ وہ ان سے جبراً لے لیں۔ بہ تعمیل حکم حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ کنجی حاصل کی اور حضور نے طواف فرما کر حکم دیا کہ جس سے یہ کنجی لی گئی ہے اسے واپس کردو۔ اس فراخدلی سے متاثر ہو کر حضرت عثمان بن طلحہ بھی شرف اسلام سے مشرف ہو گئے۔

بعض ابنائے وطن عثمان کا نام لے کر حضرت ابن عفان پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ انہوں نے طواف بیت اللہ کے لیے کنجی نہیں دی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اور افک مبین ہے یہ عثمان بن طلحہ ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں۔ بہر حال واقعہ مطابق واقعہ ہے اور حضور اس سال واپس تشریف لے

آئے اور عمرہ نہیں فرمایا جو شرائط مشرکین نے پیش کیے ان پر حضور نے دستخط فرما دیے صحابہ کو یہ بھی ناگوار گذرا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا حضور اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ نے عرض کیا پھر یہ غیر منصفانہ شرط پر دستخط کرنے کے کیا معنی ہیں تو حضور نے حضرت فاروق کو جواب دیا اِنِّیْ عَبْدٌ مَّامُوْرٌ میں اللہ کے حکم کا بندہ ہوں مجھے ایسا ہی حکم ہے اس پر ارشاد باری ہوا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ الاٰیۃ اور وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے بہت سے غنائم کا جو تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے اور ایک اور جو تمہارے بس کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیہ کریمہ میں مغانم کثیرہ کا وعدہ فرمانے کے ساتھ ایک اور مقابلہ کی بھی بشارت دی جس پر فی الحال مسلمانوں کی قدرت نہ تھی۔ مغانم میں غنائم فارس و روم مراد ہیں۔ یا خیبر کی غنیمتیں جب مسلمان جنگ خیبر کو روانہ ہوئے تو اہل خیبر کے حلیف بنی اسد و غطفان نے چاہا کہ مدینہ پڑھ کر مسلمانوں کے اہل و عیال کو لوٹ لیں تو اللہ نے ان کے ہاتھ روک دیے اور اس کے ساتھ بتایا کہ جن تک پہنچنا تمہاری قدرت سے باہر تھا وہ بھی تمہیں عطا فرمائے یعنی مغانم روم و فارس وغیرہ بیشک اللہ نے سب کا احاطہ فرما رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر وہ نہ کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی مددگار پائیں گے اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لیے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو نہ تھا۔ اور اللہ تمہارے عمل دیکھتا ہے وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے ہوئے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روندنہ ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانے میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ان کے کافروں کو ضرور دردناک عذاب دیتے۔

اس میں پیشگوئی فرمائی گئی کہ بنی اسد و غطفان اہل خیبر یا مکہ والے اگر آپ کی طرف مقاتلہ کو آئیں گے تو وہ ایڑیوں کے بل پلٹا دیے جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار و ناصر نہ ہوگا یہ اللہ کا دستور پہلے سے چلا آرہا ہے اس میں اس امر کو بھی بتایا کہ نبی کا جو فعل ہے وہ مرضی الٰہی پر موقوف ہے چنانچہ رضائے الٰہی یہی تھی کہ تنعیم کے گرفتار شدگان کہ ایسی نیت حملہ سے اسے موقع کی تلاش میں گرفتار بلا ہوئے جب بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ چھوڑ دینا مشیت الٰہی پر ہوا اور اس کی تصدیق آیت کریمہ نے فرمادی۔

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ الآیۃ بطن مکہ اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ جغرافیائی لحاظ سے تنعیم مکہ میں داخل ہے۔ گرفتار شدگان پر مسلمان فتحیاب تھے مگر حکمت الٰہی میں ان کا چھوڑ دینا ہی بہتر تھا اسی لیے ارشاد ہوا مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ بعد اس کے کہ تم ان پر مظفر و منصور تھے مگر ہم نے ہاتھ روک دیے اور یہ ہماری مرضی سے ہمارے حبیب نے انہیں رہا کیا اللہ تعالےٰ کے علم میں سارے انسانوں کے عمل ہیں۔

گویا اس امر کو واضح کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں چونکہ مسلمان مرد و عورت اور کافروں کے تمام قبائل غیر ممتاز تھے تو اس میں لازمی طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسلمان بھی قتل ہو سکتے تھے تو اپنی حکمت ظاہر فرمادی کہ یہاں ہم نے اس وبال عظیم سے تمہیں بچایا اور یہی ہماری حکمت تھی کہ تمہارے ہاتھوں سے تمہارے ہی آدمی نہ مارے جائیں آگے ارشاد ہے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اڑ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار

اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت کریمہ میں زمانۂ جاہلیت کی اڑ یعنی ہٹ دھرمی اور انحراف عن الحق تھا کہ رسول کریم اور ان کے اصحاب کو کعبہ معظمہ جانے سے روک دیا گیا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر مع صحابہ کے سکینہ نازل فرمائی گئی کہ وہ مائل بہ صلح ہو گئے ورنہ کافروں کی طرح ضد پر اڑنے سے ضرور جنگ ہو جاتی۔

کلمۂ تقوی سے مراد اس مقام پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی کلمۂ تقوی مومن کا خاص زیور ہے اور یہ ان کے لیے لازم ہے کہ پرہیزگار بن کر اقرار توحید کریں اور وہ اس کے حقدار اور لائق تھے اور اللہ سب کے حالات بخوبی جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن کے ساتھ بال منڈواتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں آپس میں نرم دل۔ آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ میں گرتے وہ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں وعدہ کیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

حلِّ لغات

لَقَدْ۔ بیشک | صَدَقَ سچا کر دیا | اللّٰہُ۔ اللہ نے | رَسُوْلَہٗ۔ اپنے رسول سے

الرُّؤْیَا خواب | بِالْحَقِّ۔ سچا | لَتَدْخُلُنَّ۔ کہ داخل ہو گے تم | الْمَسْجِدَ۔ مسجد

الْحَرَامَ۔ حرام | اِنْ۔ اگر | شَآءَ۔ چاہا | اللّٰہُ۔ اللہ نے

اٰمِنِیْنَ۔ امن والے | مُحَلِّقِیْنَ۔ سر منڈاتے | رُءُوْسَکُمْ۔ اپنے سر | وَ۔ اور

مُقَصِّرِیْنَ۔ ترشواتے بال | لَا۔ نہ | تَخَافُوْنَ۔ ڈرو گے تم | فَعَلِمَ۔ تو جانا

مَا۔ جو | لَمْ۔ نہ | تَعْلَمُوْا۔ جانا تم نے | فَجَعَلَ۔ تو بنائی

مِنْ دُوْنِ۔ پہلے | ذٰلِکَ۔ اس سے | فَتْحًا۔ فتح | قَرِیْبًا۔ نزدیک

ھُوَ۔ وہ | الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے | اَرْسَلَ۔ بھیجا | رَسُوْلَہٗ۔ اپنا رسول

بِالْھُدٰی۔ ہدایت | وَ۔ اور | دِیْنِ۔ دین | الْحَقِّ۔ حق دے کر

لِیُظْھِرَہٗ۔ تاکہ غالب کرے اسکو | عَلَی۔ اوپر | الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ سارے دینوں کے

وَ۔ اور | کَفٰی۔ کافی ہے | بِاللّٰہِ۔ اللہ | شَھِیْدًا۔ گواہ

مُحَمَّدٌ۔ محمد | رَسُوْلُ۔ رسول ہیں | اللّٰہِ۔ اللہ کے | وَ۔ اور

الَّذِیْنَ۔ وہ جو | مَعَہٗ۔ اسکے ساتھ ہیں | اَشِدَّآءُ۔ سخت ہیں | عَلَی۔ اوپر

الْکُفَّارِ۔ کافروں کے | رُحَمَآءُ۔ رحمدل ہیں | بَیْنَھُمْ۔ آپس ہیں | تَرٰىھُمْ۔ دیکھے گا تو

ھُمْ۔ ان کو | رُکَّعًا۔ رکوع کرتے | سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے | یَبْتَغُوْنَ۔ ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا۔ فضل | مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کا | وَ۔ اور | رِضْوَانًا۔ رضامندی

سِيْمَاهُمْ۔ نشان | هُمْ۔ ان کا ہے | فِيْ۔ بیچ | وُجُوْهِهِمْ۔ انکے چہروں کے

مِنْ اَثَرِ۔ اثر | السُّجُوْدِ۔ سجدے سے | ذٰلِكَ۔ یہ | مَثَلُهُمْ۔ ان کی مثال ہے

فِي۔ بیچ | التَّوْرٰىةِ۔ تورات کے | وَ۔ اور | مَثَلُهُمْ۔ انکی مثال

فِي۔ بیچ | الْاِنْجِيْلِ۔ انجیل کے ہے | كَزَرْعٍ۔ جیسے کھیتی کہ | اَخْرَجَ۔ نکالی

شَطْاَهٗ۔ اپنی سوئی | فَاٰزَرَهٗ۔ پھر مضبوط ہوئی | فَاسْتَغْلَظَ۔ پھر سخت ہوئی | فَاسْتَوٰى۔ تو کھڑی ہوگئی

عَلٰى۔ اوپر | سُوْقِهٖ۔ اپنے تنے کے | يُعْجِبُ۔ پسند آتی ہے | الزُّرَّاعَ۔ بونے والے کو

لِيَغِيْظَ۔ کہ غصہ دلائے | بِهِمُ۔ انکے ساتھ | الْكُفَّارَ۔ کافروں کو | وَعَدَ۔ وعدہ کیا

اللّٰهُ۔ اللہ نے | الَّذِيْنَ۔ ان سے جو | اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے | وَ۔ اور

عَمِلُوا۔ عمل کیے | الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے | مِنْهُمْ۔ ان میں سے | مَّغْفِرَةً۔ بخشش

وَ۔ اور | اَجْرًا۔ اجر | عَظِيْمًا۔ بڑے کا

حل لغات نادرہ

شَطْاَهٗ۔ روئیدگی کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو پہلے پہل زمین سے نکلتا ہے۔

اٰزَرَهٗ۔ اسے طاقت دی۔

سُوْق۔ ساق پنڈلی کو کہتے ہیں یہاں مراد کھیتی کی نال ہے (تنا)

الزُّرَّاع۔ زارع بونے جوتنے والا

مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ بے شک اللہ نے سچا کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بیشک تم داخل ہوگے مسجد حرام میں امن کے ساتھ سر منڈاتے بال پست کرواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم ہے

تھا۔ تو اس سے پہلے ایک نزدیک ہونے والی فتح رکھی۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ تشریف لیجانے سے قبل ایک خواب دیکھا کہ آپ مع صحابہ کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں حلق وقصر کرایا۔ اس خواب کو سنکر صحابہ بہت خوش ہوئے اور جب حضور نے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ تو سب نے بصد مسرت وخوشی اس میں شرکت کی لیکن حدیبیہ سے مشرکوں کے مانع آنے پر واپسی ہوگئی جس کا واقعہ ہم پہلے رکوع میں بیان کر چکے ہیں تو منافقین جن کی جبلت میں اسلام کے خلاف کانٹ چھانٹ کی عادت تھی انہوں نے یہاں بھی طعن وتشنیع شروع کیا اور کہا کہ حضور نے تو خواب دیکھا تھا وہ کیا ہوا۔ آپ وہاں سے واپس کیوں آگئے اس پر اللہ تعالے کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں اپنے نبی کے خواب کی تصدیق فرمائی اور بتایا کہ خواب میں جو کچھ دیکھا وہ صحیح اور ضرور ہو کر رہے گا منافقین کا یہ کہنا کہ اب کے کیوں نہ گئے یہ محض حاسدانہ خواب وخیال ہے ورنہ خواب میں حضور نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں ابھی جا رہا ہوں خواب کی تعبیر میں حضور آئندہ سال تشریف لے گئے اس کے بعد جب اگلا سال آیا تو اللہ نے حضور کے خواب کا جلوہ دکھایا اور واقعات خواب کے مطابق رونما ہوئے اور مسلمان شان وشکوہ سے فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ اس کے علاوہ اس سے پہلے عنقریب ایک فتح اور ہوگی وہ فتح خیبر ہوئی اس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہوئے اس کے منافقین کا رد کرنے کے لیے ارشاد ہوا اور فرمایا گیا کہ ان کا کام اعتراضی پہلو اٹھانا اور ذلیل ہونا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

یہ نعمت من جانب اللہ اسلام کو ملی کہ تمام ادیان وملل پر یہ غالب ہو عام اس سے کہ وہ کتابیوں کا دین ہو یا مشرکین کا۔ اس کے متعلق دوسری جگہ غیر مبہم الفاظ میں فرما بھی دیا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک کوئی دین ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے چنانچہ آخر میں یہاں بھی فرمایا وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔ اس میں گواہی کے لیے اللہ کی ذات کافی ہے یعنی دین اسلام کی حقانیت پر اور اس کے غلبہ کی تصدیق اور تائید موجود ہے اور اسی کی گواہی اس کے حق ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس دین کے مبلغ اعظم کون ہیں اس کو آگے ظاہر فرمایا اور بتایا کہ یہ ایک سلطنت کا نظام ہے جس میں یہ دین پھیلے گا اس کے بڑے تاجدار جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہیں اور اس سلطنت کے وزیر چار ہیں اور چاروں کی صفت علیحدہ علیحدہ ہے ایک وہ ہیں جنہیں وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کہا یعنی جو حضور کے ساتھ سایہ کی طرح رہے حتیٰ کہ قبر میں بھی حضور کے ہم پہلو سو رہے ہیں انہیں صدیق اکبر کہا جاتا ہے۔ دوسرے وزیر وہ ہیں جو دشمنان اسلام کے ساتھ ڈیفنس کا نظام کرتے ہیں یعنی وزیر جنگ ان کا نام فاروق اعظم ہے اور تیسرے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق تعلقات عامہ میں نظام رکھنے کا ہے باہمی محبت و مودت کو عام کرنا ان کا نام عثمان غنی ہے۔ چوتھے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق اطاعت و عبادات سے ہے ان کا نام مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہے۔

چنانچہ سلسلہ وار فرمایا کہ اس کی سلطنت کے تاجدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پہلے وزیر حضرت صدیق اکبر ہیں دوسرے فاروق اعظم ہیں تیسرے عثمان غنی ہیں چوتھے حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں چنانچہ ان کے فرائض اور صفات بھی آیہ کریمہ میں بتا دیے۔ صدیق اکبر کے لیے فرمایا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اور فاروق اعظم کے لیے فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ عثمان غنی کے لیے فرمایا رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حضرت علی کی شان میں ارشاد ہوا تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا جیسا کہ آیت کریمہ میں سلسلہ وار ارشاد ہے کما قال تعالیٰ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں (صدیق اکبرؓ) کافروں پر سختی فرمانے والے (فاروق اعظمؓ) آپس میں نرم دل (عثمان غنیؓ) آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں (حضرت علیؓ) ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر وہ اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا

چنانچہ ہم میں سے ایک جماعت وہ ہے جو جو تھے وزیر کے سوا پہلے تین وزیروں کے خلاف ہے حالانکہ قرآن کریم مقتضیات کے بیان سے یہ بتا رہا ہے کہ چاروں کو ماننے والا اسلام میں ہے اور جو تین کو چھوڑ کر صرف جو تھے کو مانتے وہ درحقیقت اسلام میں رخنہ ہے وعدہ چاروں کے لیے ایک ہے مغفرت اور اجر عظیم کا تو جو ان میں سے ایک کے لیے مغفرت اور اجر عظیم مانتے اور تین کے لیے نہ مانتے وہ بیان منصوص کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا مخالف ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ مِنْہُ۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرَاتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ حجرات پ ۲۶

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور میں باتیں چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل خدا نے پرہیزگاری کے لیے اچھی طرح جانچ لیے ہیں ان کے لیے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

(اے محبوب) جو لوگ آپ کو (آپ کے حجروں کے) باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جنکو عقل ہی نہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ از خود نکل کر انکے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر بہت سے معاملات میں یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور ہی مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر خود سری اور نافرمانی سے تم کو نفرت دلا دی ہے ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل و کرم سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو تو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو اگر وہ پلٹ آئے (اللہ کے حکم کی جانب) تو ان میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا

مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، دو بھائیوں

بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ — ہیں میل جول کرادیا کرو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حلِّ لُغات

یَآاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تُقَدِّمُوْا۔ بڑھو	بَیْنَ یَدَیِ۔ آگے	اللّٰہِ۔ اللہ	وَ۔ اور
رَسُوْلِہٖ۔ اسکے رسول کے	وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	سَمِیْعٌ۔ سننے والا	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے
یَآاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَرْفَعُوْا۔ بلند کرو	اَصْوَاتَکُمْ۔ اپنی آوازیں	فَوْقَ۔ اوپر	صَوْتِ۔ آواز
النَّبِیِّ۔ نبی کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَجْھَرُوْا۔ چلاؤ
لَہٗ۔ آپ کے سامنے	بِالْقَوْلِ۔ بات میں	کَجَھْرِ۔ جیسے چلاتا ہے	بَعْضِکُمْ۔ بعض تمہارا
لِبَعْضٍ۔ سامنے بعض کے	اَنْ۔ یہ کہ	تَحْبَطَ۔ ضائع ہوجائیں	اَعْمَالُکُمْ۔ تمہارے عمل
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	لَا۔ نہ	تَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ہو
اِنَّ۔ بیشک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَغُضُّوْنَ۔ نیچی رکھتے ہیں	اَصْوَاتَھُمْ۔ اپنی آوازیں
عِنْدَ۔ نزدیک	رَسُوْلِ۔ رسول	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اُولٰٓئِکَ۔ یہی وہ ہیں
اَلَّذِیْنَ۔ جن کو	امْتَحَنَ۔ جانچ لیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	قُلُوْبَھُمْ۔ انکے دلوں کو
لِلتَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کیلئے	لَھُمْ۔ ان کے لیے	مَّغْفِرَۃٌ۔ بخشش ہے	وَّ۔ اور
اَجْرٌ۔ اجر	عَظِیْمٌ۔ بڑا	اِنَّ۔ بیشک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُنَادُوْنَکَ۔ پکارتے ہیں آپ کو		مِنْ وَّرَآءِ۔ دور	الْحُجُرٰتِ۔ حجروں سے
اَکْثَرُ۔ اکثر	ھُمْ۔ ان کے	لَا۔ نہیں	یَعْقِلُوْنَ۔ عقل رکھتے
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّھُمْ۔ وہ	صَبَرُوْا۔ صبر کرتے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	تَخْرُجَ۔ آپ نکلتے	اِلَیْھِمْ۔ ان کی طرف	لَکَانَ۔ تو ہوتا
خَیْرًا۔ بہتر	لَّھُمْ۔ ان کے لیے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ

غَفُوْرٌ بخشنے والا ۔ رَّحِيْمٌ مہربان ہے ۔ يٰٓاَيُّهَا اے وہ ۔ الَّذِيْنَ جو

اٰمَنُوْٓا ایمان لائے ہو ۔ اِنْ اگر ۔ جَآءَ لائے ۔ كُمْ تمہارے پاس

فَاسِقٌ فاسق آدمی ۔ بِنَبَاٍ کوئی خبر ۔ فَتَبَيَّنُوْٓا تو تحقیق کر لیا کرو ۔ اَنْ یہ کہ

تُصِيْبُوْا پہنچو ۔ قَوْمًا کسی قوم پر ۔ بِجَهَالَةٍ بے علمی میں ۔ فَتُصْبِحُوْا تو ہو جاؤ

عَلٰى اوپر ۔ مَا اس کے جو ۔ فَعَلْتُمْ کیا تم نے ۔ نٰدِمِيْنَ افسوس کرنے والے

وَ اور ۔ اعْلَمُوْٓا جان لو ۔ اَنَّ بیشک ۔ فِيْكُمْ تم میں

رَسُوْلَ رسول ہیں ۔ اللّٰهِ اللہ کے ۔ لَوْ اگر ۔ يُطِيْعُكُمْ کہا مانے تمہارا

فِيْ بیچ ۔ كَثِيْرٍ بہت ۔ مِّنَ الْاَمْرِ باتوں کے ۔ لَعَنِتُّمْ تو تم مشقت میں پڑو

وَ اور ۔ لٰكِنَّ لیکن ۔ اللّٰهَ اللہ تعالےٰ نے ۔ حَبَّبَ پسند کرایا

اِلَيْكُمُ تمہیں ۔ الْاِيْمَانَ ایمان ۔ وَ اور ۔ زَيَّنَهٗ سجایا اس کو

فِيْ بیچ ۔ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں کے ۔ وَ اور ۔ كَرَّهَ ناپسند کرایا

اِلَيْكُمُ تمہیں ۔ الْكُفْرَ کفر ۔ وَ اور ۔ الْفُسُوْقَ فسق

وَ اور ۔ الْعِصْيَانَ نافرمانی ۔ اُولٰٓئِكَ یہ ہی ہیں ۔ هُمُ وہ جو

الرّٰشِدُوْنَ راہ پر ہیں ۔ فَضْلًا فضل ہے ۔ مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے ۔ وَ اور

رَحْمَةً رحمت ۔ وَ اور ۔ اللّٰهُ اللہ ۔ عَلِيْمٌ جاننے والا

حَكِيْمٌ حکمت والا ہے ۔ وَ اور ۔ اِنْ اگر ۔ طَآئِفَتٰنِ دو جماعتیں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مسلمانوں کی آپس میں ۔ اقْتَتَلُوْا لڑ پڑیں ۔ فَاَصْلِحُوْا تو صلح کراؤ

بَيْنَهُمَا ان میں ۔ فَاِنْۢ پھر اگر ۔ بَغَتْ زیادتی کرے ۔ اِحْدٰىهُمَا ایک ان میں سے

عَلَى اوپر ۔ الْاُخْرٰى دوسری کے ۔ فَقَاتِلُوا تو لڑو ۔ الَّتِيْ اس سے

تَبْغِيْ جو زیادتی کرتی ہے ۔ حَتّٰى یہاں تک کہ ۔ تَفِيْٓءَ لوٹ آئے ۔ اِلٰٓى طرف

اَمْرِ حکم ۔ اللّٰهِ اللہ کے ۔ فَاِنْ پھر اگر ۔ فَآءَتْ لوٹ آئے

فَاَصْلِحُوْا تو صلح کراؤ ۔ بَيْنَهُمَا ان میں ۔ بِالْعَدْلِ انصاف سے ۔ وَ اور

اَقْسِطُوْا انصاف کرو ۔ اِنَّ بیشک ۔ اللّٰهَ اللہ ۔ يُحِبُّ پسند کرتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ انصاف والوں کو ۔ اِنَّمَا بیشک ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ مسلمان ۔ اِخْوَةٌ بھائی بھائی ہیں

فَاَصْلِحُوْا تو صلح کراؤ ۔ بَيْنَ درمیان ۔ اَخَوَيْكُمْ اپنے بھائیوں کے ۔ وَ اور

اتقوا۔ ڈرو　　اللہ۔ اللہ سے　　لعلکم۔ تاکہ تم　　ترحمون۔ رحم کیے جاؤ

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ حجرات۔ پ ۲۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے اے ایمان والو! نہ اونچی کرو اپنی آوازیں ہمارے نبی کی آواز پر اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

آیت کریمہ کے لفظی معنی کے اعتبار سے تو یہی معنی نکلتے ہیں کہ حضور سے آگے مت چلو اور یہ معنی ہی تعلیم ادب کے لیے مناسب ہیں۔ آیت کریمہ میں حضور کے ساتھ تعلیم ادب ہے عام اس سے کہ وہ آگے بڑھنا ہو یا اور کچھ۔ شان نزول آیت یہ ہے۔ کہ

چند اشخاص نے عید اضحی کے دن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ اپنے نبی سے پہلے روزے نہ رکھا کرو۔

نیز آیت بالا میں حضور کا اجلال واکرام ادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں ایسے نہ پکاریں۔ بلکہ کلمات ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم والقاب وعظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شان نزول آیت جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں ثقل سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ رہے

اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں۔ حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں ان کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ پھر آکر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا اور ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہوئی اور تم یہ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا حضرت سعد نے یہ حال خدمت اقدس میں بیان کیا تو حضور نے فرمایا وہ اہل جنت سے ہیں۔

اسی بنا پر علامہ اسمٰعیل حقی اندلسی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ آواز بلند کرنا ہی نہیں بلکہ نام پاک لے کر پکارنا بھی حبط عمل کا موجب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا پر فرماتے ہیں کہ یا محمد کہہ کر پکارنا بھی منع ہے فرماتے ہیں بَلْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ مِثْلَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تعظیم و توقیر ذات اقدس اتنے مبالغے سے ہو کہ نام پاک لینے کے بجائے حضور کے مناصب کے ساتھ ندا ہو جیسے یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا خیر خلق اللہ۔

یا محمد کہہ کر پکارنے کو بھی منع کیا گیا یہ عظمت شان رسالت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تمام قرآن میں تین طرح سے نام پاک لیا۔ جہاں ضرورت تھی کہ نام کے ساتھ ہی بیان ہو جیسے۔ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ باقی تمام قرآن میں کہیں طٰہٰ فرمایا کہیں یا ایہا المزمل ارشاد ہوا کہیں یا ایہا المدثر کہہ کر ندا دی گئی۔ غرضکہ تمام قرآن میں جہاں بھی آپ دیکھیں گے حضور کے القاب و آداب سے ہی مخاطبہ ملےگا اور یہ تین جگہ نام لینا لازمی تھا کہ کوئی تاویل کر کے کسی اور کی طرف اسے منسوب نہ کر دے۔ تو جب اللہ تعالےٰ خود اپنے حبیب کی عظمت شان کو اس طرح ملحوظ رکھتا ہے تو پھر زید بکر عمر کے اوپر ادب و آداب لازمی اور ضروری ہے۔ اسی سلسلہ کے ساتھ اگلی آیت میں بھی ارشاد ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ بے شک وہ لوگ جو اپنی آواز پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور چند دیگر صحابہ بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعد وفات سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بدوی مسجد نبوی میں

بلند آواز سے باتیں کر رہا تھا۔ فاروق اعظم نے کنکریاں پھینک کر اسے بلایا اور فرمایا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں بدوی دیہاتی ہوں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تیری بدویت کی وجہ سے میں تمہیں معاف کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا۔ اَتَجْهَرُ صَوْتَكَ عِنْدَ حُضُوْرِ النَّبِیِّ تو حضور کی بارگاہ میں آواز بلند کرتا ہے گویا آواز بلند سے کلام کرنا بھی بارگاہِ رسالت میں عین حیات ممنوع تھا اور بعد وفات بھی ممنوع رہا اور آج بھی ممنوع ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو آوازیں ہلکی رکھتے ہیں ان کے دل تقوی اور پرہیزگاری سے بھرے ہوئے ہیں اور اس ادب کی وجہ میں ان کے واسطے مغفرت اور بھاری اجر ہے حتی کہ عہد رسالت میں جو لوگ حضور کو حجرۂ اقدس کے پیچھے سے آواز دے لیتے تھے انہیں بے عقل فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ از خود نکل کر یا ہر ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی یہ دوپہر کو دولت سرائے عالی پر حاضر آئے اور انہوں نے پکارنا شروع کیا حضور تشریف تو لے آئے مگروہ قیلولہ میں حارج ہوئے اللہ تعالے کو یہ بھی پسند نہ آیا اور ارشاد ہوا کہ جو ہمارے حبیب کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں وہ بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر سے ادب کے ساتھ بیٹھے رہتے حتی کہ حضور باہر خود تشریف لاتے تو ان کے لیے اچھا تھا اور یہ ادب کی تعلیم دے کر احترام بتا کر فرمادیا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ نا واقفی اور جہالت سے جو حرکت تم نے کی اسے اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ گویا یہ بتا دیا کہ یہ بے ادبی بربنائے جہالت جو تم سے ہوئی اسے تو ہم معاف فرماتے ہیں آگے کو ادب ملحوظ رکھنا۔

اس کے بعد آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ فاسق کی خبر بغیر اصول بیّنہ ماننے کی ممانعت ہوئی۔ شان نزول آیت یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق سے صدقات وزکوۃ وصول کرنے بھیجا تھا۔ انہوں نے جب معلوم کیا کہ حضور کا فرستادہ آیا ہے تو تعظیم وتکریم کے لیے اس کے استقبال کو آئے۔ ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق میں پرانی عداوت تھی یہ سمجھے کہ یہ میرے قتل کے لیے آئے ہیں وہاں سے کسی طرح واپس ہو گئے اور حضور کو یہ خبر پہنچائی حالانکہ اس کی اصلیت کچھ نہ تھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝ اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ آیت کریمہ سے یہ امر بھی مستفاد ہوا کہ کسی خبر کو اڑانا اور قرینہ ما حول کے ما تحت اس کو برائی پر محمول کرنا یہ بھی فسق ہے۔ چنانچہ جب واقعہ معلوم ہوا تو ولید شرمندہ ہوئے اور اظہار ندامت کیا آگے ارشاد ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری خوشی کیا کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے پیارا کر دیا ہے ایمان تمہارے لیے اور اس سے تمہارے دلوں کو آراستہ کر دیا ہے اور ناگوار کر دیا ہے تمہارے لیے کفر، حکم عدولی اور نافرمانی کو وہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل و احسان سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان میں انصاف سے صلح کرا دو اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مورد آیت کا خاص ہوتا ہے مگر اس کا حکم عام رہتا ہے جب تک مخصص نہ ہو تو آیت کریمہ کا مورد تو خاص ہے کہ ابن ابی نے ناک ڈھک لی حضور کے دراز گوش (خچر) کے پیشاب کی بو سے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس کو پسند نہ کیا اور غایت محبت میں فرمایا کہ تیرے مشک و زعفران سے اس دراز گوش کا

پیشاب بھی خوشبو رکھتا ہے اور آپس میں بات بڑھ جانے پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو حضور نے ان کی صلح کرا دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا مورد خاص تو ابن رواحہ اور ابن ابی کے معاملہ میں تھا لیکن حکم اس کا عام ہے ہر مسلمان کو جبکہ آپس میں جھگڑا ہو جائے تو حکم ہے کہ صلح کرا دو۔ اسی بنا پر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی باہمی جنگ جو ہوئی اس میں بھی فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا آتا ہے چنانچہ وہ صلح اسی اصول کی بنا پر کی گئی۔ اور اس کے آگے جو ارشاد ہے فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى اور اگر اس صلح سے کوئی فریق راضی نہ ہو اور بغاوت حکم کرے تو اس کے لیے حکم ہے کہ اس سے مقاتلہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ اطاعت کرے اور اس بغاوت کو ترک کر دے۔ اسی بنا پر ہم حضرت معاویہ کو حضرت علی کے مقابلہ میں آنے کے بعد مصالحت کر لینے کی وجہ میں بے قصور قرار دیتے ہیں اور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ جو مقتضائے آیت کریمہ ہے۔

اور اسی کا فیصلہ قرآن کریم میں کیا گیا کہ فَاِنْ فَاءَتْ الخ جب پلٹ آئے باغی گروہ تو ان کے مابین صلح کرا دو تو جب بحکم قرآن حضرت معاویہ اور حضرت علی کی صلح ہو گئی تو جو اس صلح میں رخنے نکالتے ہیں وہ درحقیقت مقصد قرآن کے خلاف ہیں قرآن کریم دونوں کو بے قصور قرار دیتا ہے اسکے علاوہ دوسری جگہ بھی فیصلہ کیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ تم میں سے دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے جنہوں نے جان و مال قبل فتح مکہ خرچ کیا اور جہاد کیا یہ لوگ ان سے بہت بڑے درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبل فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور امیر معاویہ بعد فتح مکہ کے تو دونوں مرتبہ میں برابر تو نہیں رہے مگر وعدۂ حسنی دونوں کے لیے ہوا اور جو وعدۂ حسنی کے مقابلہ میں تاریخی جھگڑوں کو حائل کرے وہ قرآن کریم کے فیصلہ پر تاریخ کو ترجیح دیتا ہے اور یہ طریقہ غلط ہے۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے مابین (شکر رنجی) کے موقعہ پر صلح کرا دیا کرو اور اللہ کے غضب سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ آیت کریمہ کا مفہوم منطوق پہلی آیات سے مربوط ہے اس میں بھی اسی پر زور دیا گیا کہ مصالحت بہتر ہے اور مصالحت کے بعد کسی قسم کا تاریخی شاخسانہ نکالنا خلاف مقصد قرآن ہے۔ رحم کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو حکم قرآن مجید کے

آئے گئے نگونسار رہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ حجرات پ ۲۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

اے ایمان والو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستی ہیں وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو بہت برا نام ہے مسلمان کا فاسق کہلانا تو جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ○

اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک (برے گمان) کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک (گمان بد) داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو بھلا تم میں سے کوئی گوارہ کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یقیناً تم گوارا نہ کرو گے (تو غیبت کیوں گوارا ہو یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف

عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے محبوب آپ فرما دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو چکے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دل گذر تک نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کروگے تو اللہ تمہارے اعمال کے اجر میں کسی طرح کی کانٹ چھانٹ نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

بے شک مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں وہی سچے ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اے محبوب ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے اور اللہ تو ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(اے محبوب) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر یہ احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے دین اسلام کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوائے اسلام میں سچے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور تم لوگ جیسے جیسے عمل کرتے

تَعْمَلُوْنَ — ہو اللہ ان (سب کو) دیکھ رہا ہے

حلِ لغات

یَا اَیُّہَا - اے	اَلَّذِیْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - مومن ہو	لَا - نہ
یَسْخَرْ - ہنسی کرے	قَوْمٌ - کوئی قوم	مِّنْ قَوْمٍ - کسی قوم سے	عَسٰی - قریب ہے
اَنْ - یہ کہ	یَّکُوْنُوْا - ہوں	خَیْرًا - بہتر	مِّنْہُمْ - ان سے
وَ - اور	لَا - نہ	نِسَآءٌ - کوئی عورت	مِّنْ نِّسَآءٍ - کسی عورت سے
عَسٰی - قریب ہے	اَنْ - یہ کہ	یَّکُنَّ - ہوں	خَیْرًا - بہتر
مِّنْہُنَّ - ان سے	وَ - اور	لَا - نہ	تَلْمِزُوْا - طعنہ دو
اَنْفُسَکُمْ - اپنی جانوں کو	وَ - اور	لَا - نہ	تَنَابَزُوْا - ڈالو
بِالْاَلْقَابِ - برے لقب	بِئْسَ - برا	الْاِسْمُ - نام	الْفُسُوْقُ - فاسق ہے
بَعْدَ - بعد	الْاِیْمَانِ - ایمان کے	وَ - اور	مَنْ - جو
لَمْ - نہ	یَتُبْ - توبہ کرے	فَاُولٰٓئِکَ - تو یہی	ھُمْ - وہ
الظّٰلِمُوْنَ - ظالم ہیں	یَا اَیُّہَا - اے	الَّذِیْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو
اِجْتَنِبُوْا - بچو	کَثِیْرًا - اکثر	مِّنَ الظَّنِّ - ظنوں سے	اِنَّ - بیشک
بَعْضَ - بعض	الظَّنِّ - ظن	اِثْمٌ - گناہ ہیں	وَ - اور
لَا - نہ	تَجَسَّسُوْا - ٹٹول کرو	وَ - اور	لَا - نہ
یَغْتَبْ - غیبت کرے	بَعْضُکُمْ - بعض تمہارا	بَعْضًا - بعض کی	اَ - کیا
یُحِبُّ - پسند کرتا ہے	اَحَدُ - کوئی	کُمْ - تم ہیں سے	اَنْ - یہ کہ
یَّاْکُلَ - کھائے	لَحْمَ - گوشت	اَخِیْہِ - اپنے بھائی	مَیْتًا - مردہ کا
فَکَرِہْتُمُوْ - تو ناپسند کرو گے	ہُ - اس کو	وَ - اور	اتَّقُوا - ڈرو
اللّٰہَ - اللہ سے	اِنَّ - بیشک	اللّٰہَ - اللہ	تَوَّابٌ - توبہ قبول کرنے والا
رَّحِیْمٌ - مہربان ہے	یَا اَیُّہَا - اے	النَّاسُ - لوگو	اِنَّا - بیشک ہم نے
[illegible] - پیدا کیا	کُمْ - تم کو	مِّنْ ذَکَرٍ - ایک مرد سے	وَّ - اور

اُنْثٰى - ایک عورت سے | وَ - اور | جَعَلْنَا - بنایا ہم نے | کُمْ - تم کو
شُعُوْبًا - برادریاں | وَّ - اور | قَبَآئِلَ - قبیلے | لِتَعَارَفُوْا - تاکہ تم پہچانو
اِنَّ - بیشک | اَکْرَمَکُمْ - معزز تم میں سے | عِنْدَ - نزدیک | اللّٰہِ - اللہ کے
اَتْقٰا - زیادہ پرہیزگار | کُمْ - تمہارا ہے | اِنَّ - بیشک | اللّٰہَ - اللہ
عَلِیْمٌ - جاننے والا | خَبِیْرٌ - خبردار ہے | قَالَتِ - کہا | الْاَعْرَابُ - بدؤں نے
اٰمَنَّا - ہم مومن بن گئے | قُلْ - آپ کہیں | لَمْ - نہیں | تُؤْمِنُوْا - مومن ہوئے
وَ - اور | لٰکِنْ - لیکن | قُوْلُوْا - کہو | اَسْلَمْنَا - ہم مسلمان ہوئے
وَ - اور | لَمَّا - ابھی نہیں | یَدْخُلِ - داخل ہوا | الْاِیْمَانُ - ایمان
فِیْ - بیچ | قُلُوْبِکُمْ - تمہارے دلوں کے | وَ - اور | اِنْ - اگر
تُطِیْعُوا - اطاعت کروگے | اللّٰہَ - اللہ | وَ - اور | رَسُوْلَہٗ - اسکے رسول کی تو
لَا - نہ | یَلِتْکُمْ - کمی کریگا | مِنْ اَعْمَالِکُمْ - تمہارے اعمال میں
شَیْئًا - کچھ بھی | اِنَّ - بیشک | اللّٰہَ - اللہ | غَفُوْرٌ - بخشنے والا
رَّحِیْمٌ - مہربان ہے | اِنَّمَا - بیشک | الْمُؤْمِنُوْنَ - مومن تو | الَّذِیْنَ - وہ ہیں جو
اٰمَنُوْا - ایمان لائے | بِاللّٰہِ - اللہ پر | وَ - اور | رَسُوْلِہٖ - اس کے رسول پر
ثُمَّ - پھر | لَمْ - نہ | یَرْتَابُوْا - شک کیا | وَ - اور
جَاهَدُوْا - جہاد کیا | بِاَمْوَالِہِمْ - اپنے مالوں | وَ - اور | اَنْفُسِہِمْ - اپنی جانوں سے
فِیْ - بیچ | سَبِیْلِ - راہ | اللّٰہِ - اللہ کے | اُولٰٓئِکَ - یہی
ھُمُ - وہ ہیں | الصّٰدِقُوْنَ - سچے لوگ | قُلْ - کہیں | اَ - کیا
تُعَلِّمُوْنَ - سکھاتے ہو | اللّٰہَ - اللہ کو | بِدِیْنِکُمْ - اپنا دین | وَ - اور
اللّٰہُ - اللہ | یَعْلَمُ - جانتا ہے | مَا - جو | فِیْ - بیچ
السَّمٰوٰتِ - آسمانوں | وَ - اور | مَا - جو | فِیْ - بیچ
الْاَرْضِ - زمین کے ہے | وَ - اور | اللّٰہُ - اللہ | بِکُلِّ - ہر
شَیْءٍ - چیز کو | عَلِیْمٌ - جاننے والا ہے | یَمُنُّوْنَ - احسان رکھتے ہیں | عَلَیْکَ - آپ پر
اَنْ - یہ کہ | اَسْلَمُوْا - مسلمان ہوئے | قُلْ - آپ کہہ دیں | لَا - نہ
تَمُنُّوْا - احسان رکھو | عَلَیَّ - مجھ پر | اِسْلَامَکُمْ - اپنے اسلام کا | بَلْ - بلکہ

اللّٰہُ۔ اللہ	یَمُنُّ۔ احسان رکھتا ہے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	اَنْ۔ یہ کہ
ھَدٰا۔ ہدایت دی	کُمْ۔ تم کو	لِلْاِیْمَانِ۔ ایمان کی	اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	غَیْبَ۔ غیب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	بَصِیْرٌ۔ دیکھتا ہے
بِمَا۔ جو تم	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو۔		

حل لغات نادرہ

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ: سخریہ سے ہے آدمی کا اپنے بھائی کو وقعت کی آنکھ سے نہ دیکھنا اور اسے اس کے مرتبہ سے گرا دینا۔ قوم اسم جمع ہے اور اس کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے نہ عورتوں اور نہ بچوں پر کیونکہ یہ جمع ہے قائم کی جس طرح صوم صائم اور زائر کی۔

لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ: لمز کہتے ہیں زبان سے طعنہ دینے کو

وَلَا تَنَابَزُوْا: نبز برے نام سے پکارنے کو کہتے ہیں۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا: ماخوذ از جسّ جس کے معنی طلب کے آتے ہیں تو تجسس کے معنی تفتیش کے ہوئے۔

لَا یَلِتْکُمْ: ماخوذ از لاتّ کمی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا۔ ای لم یشکّوا۔ پھر شک نہ کیا انہوں نے

یَمُنُّوْنَ: منّت سے لیا گیا ہے۔ احسان رکھنے کے معنی دیتا ہے اور منّت ماخوذ ہے منّ سے جس کے معنی قطع کے آتے ہیں۔ چونکہ احسان جتانے سے قطع اجر ہوتا ہے اس لیے منت کو احسان جتانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ الحجرات۔ پ ۲۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

جِسْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہ اے ایمان والو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر وہ ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو ایمان لائے پیچھے فاسق کہلانا کس قدر برا ہے جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

آیہ کریمہ میں کردار و اخلاق کی بلندی کی تعلیم دی گئی ہے یہ کام سفلہ خوش پوشاک لوگوں کا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تمسخر کرنا اور اپنے مقابلہ میں دوسرے کی تذلیل کے درپے ہونا اسلام اس کو پسند نہیں کرتا اسی لیے ارشاد ہوا کہ ایمان والو تمہارا کام تمسخر اور کسی کو ذلیل نظر سے دیکھنے کا نہیں۔ اسی پر آیہ کریمہ ختم کی گئی۔ دوسرے مہذب قوموں کا یہ بھی طریقہ نہیں ہوتا کہ کسی کی برائی کسی کے آگے کریں جس کو غیبت کہا جاتا ہے۔ اور غیبت کی برائی قرآن پاک فرماتا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے اگر تمہیں یہ پسند نہیں اور یقیناً پسند نہیں تو غیبت بھی پسند نہ کرو اور اپنے اخلاق کو بلند رکھو چنانچہ ارشاد ہوا

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ہ اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک و گمان کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو پھر غیبت کیوں گوارا ہے یہ بھی ایک قسم کا مردار ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

یہ تمام آیتیں اصلاح اخلاق میں ہیں ان کو ایک ہی جگہ سمجھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ پہلا درجہ بازاری اخلاق کا یہ ہے کہ ہر ایک سے تمسخر کرنا اور اپنے کو بڑا سمجھنا۔ دوسرے طعن و تشنیع تیسرے ہر ایک کا نام بدل کر تذلیل کرنا جیسا کہ بازاری کرتے ہیں کہ فلاں فرعون ہے فلاں گدھا ہے ایسے ذلیل خطاب دوسرے کو دینا یہ بھی اخلاق رذیلہ کا ایک نمونہ ہے چوتھے ہر ایک کی غیبت کرتے رہنا پانچویں ہر ایک کے ساتھ سوء ظن رکھنا کہ فلاں ضرور میرے خلاف یوں یا ایسا ویسا کرے گا۔ چھٹے کسی کے تجسس اور تفحص میں رہنا یہ کہاں اور کیوں جا رہا ہے یہ بات کیوں اور کیا کر رہا تھا؟

یہ چھ چیزیں جس کے اندر ہو جائیں اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے والا ہی کہلائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان آیتوں میں ان چیزوں کا رد فرمایا اور بتایا کہ یہ فسق و فجور اور ذلت اخلاق اور اکل حرام کے مرادف ہے چنانچہ آخری آیت میں اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ فرما کر واضح کر دیا کہ کسی کی طرف سے گمان بد رکھنا گناہ ہے۔ کسی کے پیچھے تجسس اور تفحص کرنا یہ مسلمان کا کام نہیں کسی کی غیبت کرنا یہ مردار خواری کے مترادف ہے اور تمسخر کرنا کسی کو ذلیل کرنے کے لیے القاب بدلنا یہ بازاریوں کے کام ہیں مومن ان صفات ستہ سے ہمیشہ علیحدہ ہی رہے گا اس کے بعد ارشاد ہے

یَآیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم منطوق بتا رہا ہے کہ تفاخر بالنسب یہ بھی مومن کی شان نہیں چنانچہ فرما دیا گیا کہ لوگو تمہیں ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ مرزا۔ ارائیں۔ کمبوہ وغیرہ یہ شاخیں تمہارے خاندانوں کی رکھیں تاکہ قبائل میں پہچانے جا سکو۔ رہا سید ہونا یہ محض بالنسبۃ الی الرسول موجب فخر ہے ورنہ یہ بھی قبائل کا ایک شعبہ ہے اسی لیے فیصلہ کیا کہ اللہ کے نزدیک اکرم و اشرف تم میں وہ ہے جو اللہ کے حضور خوف و خشیت رکھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خوف و خشیت رکھنے والے کون ہیں اور نڈر بے خوف کون۔ آگے ارشاد ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ گنوار بولے ہم ایمان لائے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں گذرا تک نہیں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجر میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ وہ ایمان نہ لائے تھے ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیے۔ صبح و شام حضور کی خدمت میں آ کر

اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے اور کہتے کہ ہمیں کچھ دیجئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی گویا یہ مشرکین ہی کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو مسلمان جتا کر دھوکہ دینا چاہتا تھا ان کی بدباطنی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بازار کی اجناس مسلمانوں پر گراں کر دیں اور مدینہ منورہ کے راستہ میں گندگی پھیلائی اور حاضر خدمت عالی ہو کر اپنے اسلام لانے کا احسان حضور پر جتایا۔

اللہ تعالےٰ نے ان کا پردہ فاش کر دیا اور فرمایا کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا یہ بدوی جنگلی آکر عرض کرتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے حبیب آپ فرما دیں لَمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ زبانی ہم نے اسلام کا اعلان کیا۔ اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے لیے اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان اور تعمیل بالارکان شرط ہے یعنی زبان سے اقرار کرے دل میں اس کی تصدیق ہو اور اعمال صالحہ کرتا رہے تو مومن اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ لَمْ تُؤْمِنُوْا تم ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے زبانی اقرار کیا پھر اس کے بعد دوسرا رویہ ان کی بے دینی کا یہ ظاہر ہوا کہ خدمت اقدس میں آئے اور ایسے وقت آئے جبکہ قحط سالی تھی تو عرض کیا کہ ہمیں اوروں کے مقابلہ میں زیادہ دیجئے کیونکہ ہم اول اسلام لائے ہیں اس پر ارشاد ہوا کہ تم مومن نہیں بلکہ محض زبانی اقرار کے مسلمان ہو جو تمہارے کردار اور اخلاق سے واضح ہو رہا ہے اسی لیے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ فرمایا کہ تمہارے دلوں میں ایمان کہاں سے آ سکتا ہے؟ یاد رکھو جو اللہ اور اس کے رسول کا پیرو ہو جائے اس کے اجر عمل میں ہماری طرف سے کانٹ چھانٹ نہیں ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ تم کیسے مسلمان ہو اور کیا عمل کر رہے ہو چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَىَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

بے شک ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو حالانکہ اللہ آسمان اور زمین میں کا سب کچھ جانتا ہے اور اللہ ہر چیز کے حال سے خوف واقف ہے اے محبوب وہ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر جتلاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اسلام

کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان و اسلام کی ہدایت بخشی بشرطیکہ تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

آیت کریمہ میں پہلے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی اور بتایا کہ ایمان لانے والوں کے دلوں میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے جان و مال سے اسلام پر فدا ہوتے ہیں۔ پھر انہی قبیلے والوں کا حال بتایا جو حضور کی خدمت میں احسان رکھنے کو آئے تھے یعنی قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ فرمایا کہ یہ لوگ جو اسلام کا احسان آپ پر رکھتے ہیں انہیں فرما دیجئے کہ مومن ہمارے اوپر احسان نہیں رکھا کرتا بلکہ اللہ کا احسان مومن پر ہے کہ اس نے ہدایت دی اور اسلام کی توفیق بخشی اگر تم بھی سچے ہوتے تو ایسا احسان نہ رکھتے اور اخیر میں فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیوب پر حاوی ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی دیکھ رہا ہے جس کے معنی واضح ہیں کہ تمہارا اسلام لانا اور دعویٰ اسلام کرنا محض دکھلاوا ہے جس کی حقیقت خداوند کریم پر روشن ہے۔

سورۃ قٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ قٓ۔ پ ۲۶

قٓ ۚ

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۚ

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۚ

اے قمر اسلام شب کفر میں

ہمیں قرآن مجید کی قسم ہے کہ آپ ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں مگر ان کافروں کو ان سے تعجب ہوا کہ ان میں ایک ڈر سنانے والا انکے پاس پیغمبر بن کر آیا تو یہ کافر کہنے لگے یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائینگے تو لوٹنا بعید از عقل ہے مردوں کے جن اجزا کو مٹی کھاتی اور کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہے اور ہمارے پاس کتاب (لوح محفوظ

بھی موجود ہے) اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۝

مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلا بیٹھے تو وہ ایسی بات میں الجھ رہے (مذبذب) ہیں جس کو قرار نہیں۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور ستاروں سے اس کو سجایا اور اس میں کہیں درز کا نام نہیں۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ پہاڑ کے لنگر ڈال دیے اور سب طرح کی خوشنما چیزیں (یعنی ہر بارونق جوڑا) اگایا

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝

تاکہ جتنے بندے ہماری طرف رجوع لانے والے ہیں وہ ہماری قدرت کا تماشہ دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝
وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝

اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور اس کے ذریعہ باغ اگائے اور کھیتی کا اناج۔
اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھڑیں خوب گتھی ہوئی ہوتی ہیں۔

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے مینہ کے ذریعہ مری ہوئی بستی کو جلا اٹھایا اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنا ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝

ان لوگوں سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور کنوئیں والوں نے اور ثمود وعاد فرعون اور قوم لوط نے اور بن کے رہنے والوں اور قوم تبع نے ان سب ہی نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعدہ عذاب ان کے

حق میں پورا ہوا۔

اَفَعَیِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ

کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکیں گے) نہیں بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

حلِ لُغات

قٓ۔ اے قمر اسلام شب کفر میں	وَ۔ قسم ہے		اَلْقُرْاٰنِ۔ قرآن
اَلْمَجِیْدِ۔ بزرگ کی	بَلْ۔ بلکہ	عَجِبُوْٓا۔ تعجب کیا انہوں نے	اَنْ۔ یہ کہ
جَآءَ۔ آیا	هُمْ۔ ان کے پاس	مُنْذِرٌ۔ ڈرانے والا	مِّنْهُمْ۔ انہی میں سے
فَقَالَ۔ تو کہا	الْکٰفِرُوْنَ۔ کافروں نے	هٰذَا۔ یہ	شَیْءٌ۔ چیز
عَجِیْبٌ۔ عجیب ہے	ءَ۔ کیا	اِذَا۔ جب	مِتْنَا۔ ہم مرجائیں گے
وَ۔ اور	کُنَّا۔ ہوجائیں گے	تُرَابًا۔ مٹی	ذٰلِكَ۔ یہ
رَجْعٌ۔ لوٹنا ہے	بَعِیْدٌ۔ دور کی بات	قَدْ۔ بیشک	عَلِمْنَا۔ ہم نے جانا
مَا۔ جو	تَنْقُصُ۔ کم کرتی ہے	الْاَرْضُ۔ زمین	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
وَ۔ اور	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس	کِتٰبٌ۔ کتاب ہے	حَفِیْظٌ۔ نگہبان
بَلْ۔ بلکہ	کَذَّبُوْا۔ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ۔ حق کو	لَمَّا۔ جب
جَآءَ۔ آیا	هُمْ۔ ان کے پاس	فَهُمْ۔ تو وہ	فِیْٓ۔ بیچ
اَمْرٍ۔ کام کے	مَّرِیْجٍ۔ متردد ہیں	اَفَلَمْ۔ تو کیا نہ	یَنْظُرُوْٓا۔ دیکھا انہوں نے
اِلَی۔ طرف	السَّمَآءِ۔ آسمان کی	فَوْقَهُمْ۔ اپنے اوپر	کَیْفَ۔ کس طرح
بَنَیْنٰهَا۔ ہم نے بنایا اسکو	وَ۔ اور	زَیَّنّٰهَا۔ زینت دی	هَا۔ اس کو
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَهَا۔ اس میں	مِنْ فُرُوْجٍ۔ کوئی درز
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	مَدَدْنٰهَا۔ پھیلایا	هَا۔ ہم نے
وَ۔ اور	اَلْقَیْنَا۔ ڈالے	فِیْهَا۔ اس میں	رَوَاسِیَ۔ لنگر

وَ ۔ اور	اَنْۢبَتْنَا ۔ اگائے ہم نے	فِیْهَا ۔ اس میں	مِنْ كُلِّ ۔ ہر طرح کے
زَوْجٍ ۔ جوڑے	بَهِیْجٍ ۔ بارونق	تَبْصِرَةً ۔ دیکھنے کے لیے	وَّ ۔ اور
ذِكْرٰى ۔ نصیحت ہے	لِكُلِّ ۔ واسطے ہر ایک	عَبْدٍ ۔ بندے	مُّنِیْبٍ ۔ رجوع کرنے والے کے
وَ ۔ اور	نَزَّلْنَا ۔ اتارا ہم نے	مِنَ السَّمَآءِ ۔ بلندی سے	مَآءً ۔ پانی
مُّبٰرَكًا ۔ برکت والا	فَاَنْۢبَتْنَا ۔ تو اگائے ہم نے	بِهٖ ۔ اس سے	جَنّٰتٍ ۔ باغ
وَ ۔ اور	حَبَّ ۔ دانے	الْحَصِیْدِ ۔ کٹنے والے	وَ ۔ اور
النَّخْلَ ۔ کھجوریں	بٰسِقٰتٍ ۔ بلند	لَّهَا ۔ ان کے	طَلْعٌ ۔ خوشے ہیں
نَّضِیْدٌ ۔ تہ بہ تہ	رِّزْقًا ۔ رزق	لِّلْعِبَادِ ۔ بندوں کے لیے	وَ ۔ اور
اَحْیَیْنَا ۔ زندہ کیا ہم نے	بِهٖ ۔ اس سے	بَلْدَةً ۔ شہر	مَّیْتًا ۔ مردہ کو
كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح	الْخُرُوْجُ ۔ نکلنا ہے	كَذَّبَتْ ۔ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ۔ ان سے پہلے
قَوْمُ ۔ قوم	نُوْحٍ ۔ نوح نے	وَ ۔ اور	اَصْحٰبُ الرَّسِّ ۔ کنویں
والوں نے	وَ ۔ اور	ثَمُوْدُ ۔ ثمود نے	وَ ۔ اور
عَادٌ ۔ عاد	وَّ ۔ اور	فِرْعَوْنُ ۔ فرعون	وَ ۔ اور
اِخْوَانُ ۔ بھائیوں	لُوْطٍ ۔ لوط نے	وَ ۔ اور	اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ ۔ بن کے
رہنے والوں نے	وَ ۔ اور	قَوْمُ ۔ قوم	تُبَّعٍ ۔ تبع نے
كُلٌّ ۔ سب نے	كَذَّبَ ۔ جھٹلایا	الرُّسُلَ ۔ پیغمبروں کو	فَحَقَّ ۔ تو حق ہوا
وَعِیْدِ ۔ میرے عذاب کا وعدہ	اَفَعَیِیْنَا ۔ کیا ہم تھک گئے		بِالْخَلْقِ ۔ پیدائش
الْاَوَّلِ ۔ پہلی سے	بَلْ ۔ بلکہ	هُمْ ۔ وہ	فِیْ ۔ بیچ
لَبْسٍ ۔ شک کے ہیں	مِّنْ خَلْقٍ ۔ پیدائش	جَدِیْدٍ ۔ نئی سے۔	

حل لغات نادرہ

رَجْعٌ ۔ لوٹ کر پیدا ہونا عقلاً بعید ہے۔

مَرِیْجٌ: کہتے ہیں مضطرب کو جسے قرار نہ ہو یعنی یہ کافر اس معاملہ میں مذبذب ہیں۔

فُرُوْجٌ: ۔ جمع فرج کی جس کے معنی دراڑ (درز) کے ہیں۔

بَھِیْج: خوشگوار
حَبَّ الحَصِیْد: کھیتی کا اناج
بَاسِقَاتٍ: جمع بَاسِقَہ ماخوذ از بسق۔ اونچا اور لمبا ہونے کو کہتے ہیں
طَلْعٌ نَّضِیْدٌ: طلع خوشہ۔ نضید او پر تلے ہونا۔ حاصل معنی خوشہ بھرا ہوا
اَفَعَیِیْنَا: عی کہتے ہیں تھکنے کو
لَبْسٍ: بمعنی شک

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ قٓ پ۲۶

قٓ ۵ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ۔ اے قمر اسلام۔ قسم ہے قرآن مجید کی
یہاں قٓ حروف مقطعات سے ہے جس کے معنی مفسرین اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ کہہ کر آگے شروع ہو جاتے ہیں معنی حقیقی تو یقیناً اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے مگر معنی تاویلی اس کے ہو سکتے ہیں کہ حضور کی ذات سے ظلمت شرک مٹی اور شب دیجور کفر میں روشنی اسلام آئی اور وہ حضور کی ذات تھی جس نے یہ روشنی پھیلائی تو آپ اسلام کے قمر لازما ہوئے اس اعتبار سے ہم نے اسکے معنی اے قمر اسلام کیے۔
وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۵ یہ قرآن کریم کو مقسم بہ بنایا گیا اور اس کی قسم یاد فرمائی پھر کفار کے اعتراضی پہلو کو دکھایا جو انھوں نے کیا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو یہ عجیب و غریب بات ہے کہ پھر زندہ کیسے جائیں گے یہ عقلاً بعید ہے۔ حالانکہ رجع بعید جب ہو سکتا تھا جبکہ اس پر نظائر نہ پیش کیے گئے ہوں۔ آگے کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ میت کے جسم سے جو چیز ضائع ہوتی ہے اور مٹی میں مل جاتی ہے اس کا حساب ہمارے پاس کتاب حفیظ میں ہے جسے لوح محفوظ کہا جاتا ہے تو ذرہ ذرہ عالم کا علم اللہ میں ہے اور جو شے علم اللہ میں ہے اس کے لانے اور لوٹانے پر وہ قادر علی الاطلاق ہے پھر اس پر نظیر پیش کی جس میں یہ مذبذب تھے اور ارشاد ہوا۔

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ۵ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْھُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۵ بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۵ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ بَنَیْنٰھَا وَزَیَّنّٰھَا

مَالَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ہ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ ہ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ہ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ہ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ہ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ہ

بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر پلٹ کر خلاف عقل آئیں گے یہ پلٹنا عقل سے بعید ہے ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان مردوں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب لوح محفوظ بھی موجود ہے اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلایا تو وہ ایسی بات میں مذبذب ہیں جسکو قرار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ستاروں سے اس کو سجایا اور اس میں دراڑ کا کہیں نام تک نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس کے بھاری بوجھل پہاڑوں کے لنگر ڈالے ہر قسم کے خوشگوار جوڑے اس میں اگائے اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور اپنے بندوں کو روزی دینے کے لیے اس پانی کے ذریعہ باغ اگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھڑیں خوب گتھی ہوئی ہیں اور ہم نے پانی کے ذریعہ مری ہوئی (یعنی بنجر زمین) بستی کو جلا اٹھایا اور اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنا ہوگا۔

آیات کریمہ کا مفہوم منطوق اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ وہ گٹھلی اور بیج جسے خاک میں ملا دیا جاتا ہے اسی سے سبز کونپلیں نکلتی ہیں اور وہ چند دن میں سر سبز و شاداب درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے حتیٰ کہ پھل پھول دینے لگتا ہے تو اگر یہ چیزیں مٹی میں ملا کر سر سبز و شاداب کرنے پر جو قادر ہے وہ میت کو خاک میں ملا کر پھر دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں نہ قادر ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا کہہ کر جو رجع بعید اور استبعاد عقلی دوبارہ زندہ ہونے پر لاتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے اس لیے کہ میت تو پھر بھی جاندار تھی اور گٹھلی تو اول ہی سے بے جان ہے تو جب بے جان کو خاک میں ملا کر سر سبز و شاداب کر دینا اور اس سے پھل پھول نکالنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہوا تو میت کو نکالنا اور زندہ کر دینا کیوں خلاف عقل ہے؟

پھر اس کے ساتھ دوسری نظیر دی کہ ہم نے جو آسمان بنایا اس میں کوئی جوڑ ایسا نہیں جس میں کوئی شگاف ہو تو یہ خلافِ عقل ہی ہے کہ ننھاسے ننھے ذرے سے بھی بڑے عریض و طویل چھت بنا دینا اور اس میں

کوئی درزنہ ہوتا اور جوڑ کا نشان تک نہ ملنا یہ عقل کے کہاں مطابق ہے مگر ظاہر ہے کہ جو خالق عقل ہے اس کے کمال قدرت سے یہ چیز بھی بعید نہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم بلندی سے برکت والا پانی برساتے ہیں عام اس سے کہ وہ آسمان سے ہو یا کسی اور طرح بہرحال سما بلندی کو کہتے ہیں تو بلندی سے پانی کا برسنا یہ من السما ہو گیا اور اس کو برکت والا فرمانا قدرت کاملہ کا دخل دکھلانا ہے تو اسے بنجر اور مردہ زمین پر جب برسایا گیا تو اس سے باغ سرسبز و شاداب ہوئے اور لوگوں کی غذا کے لیے غلہ پیدا ہوا اور قدرتی حلوہ کھجور کی نازک تھیلیوں میں بھرا ہوا نکلا یہ سب چیزیں مٹی میں سے آئیں اور برکت والے پانی نے اسے اگایا اور بندوں کے لیے رزق بنایا اور وہ زمین جو مردہ تھی جس پر سبزہ نہ تھا اس کو زندہ کیا اور سرسبز و شاداب فرمادیا یہی وجہ ہے کہ ارباب لغت نے بلدۃ میتۃ کو زندہ کر دینے کے معنی میں موت کو عدم تخفر کے معنی میں بھی لیا اور بتایا کہ زمین کی موت عدم تخفر ہے اور اس کی زندگی اس کا سرسبز و شاداب ہونا ہے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں موت کو متعدد معنی میں لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَیَاتِ۔

فَالْاَوَّلُ مَا ھُوَ بِاِزَاءِ الْقُوَّۃِ النَّامِیَۃِ الْمَوْجُوْدَۃِ فِی الْاِنْسَانِ وَالْحَیَوَانَاتِ وَالنَّبَاتِ نَحْوُ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ اَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا۔

اَلثَّانِیْ زَوَالُ الْقُوَّۃِ الْحَاسَّۃِ قَالَ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا۔

اَلثَّالِثُ زَوَالُ الْقُوَّۃِ الْعَاقِلَۃِ وَھِیَ الْجَھَالَۃُ نَحْوُ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔

اَلرَّابِعُ الْحُزْنُ الْمُکَدِّرُ لِلْحَیَاۃِ وَاِیَّاہُ قَصَدَ بِقَوْلِہٖ وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا ھُوَ بِمَیِّتٍ۔

اَلْخَامِسُ الْمَنَامُ فَقِیْلَ النَّوْمُ مَوْتٌ خَفِیْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِیْلٌ وَعَلٰی ھٰذَا النَّحْوِ سَمَّاھُمَا اللّٰہُ تَوَفِّیًا فَقَالَ وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا وَقَوْلُہٗ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا الخ

راغب نے پانچ موقعوں پر لفظ موت کے معنی پیش کیے۔

عدم تخفر۔ زوال عقل۔ زوال قوت حاسہ۔ الیشاغم جو زندگی کو مکدر کر دینے والا ہو اور نیند تو معلوم ہوا کہ سبزہ نہ اگنا زمین کی موت ہے اور اس کا سرسبز و شاداب ہونا اس کی زندگی ہے

بہر حال يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دینے کے معنی میں استعمال کیا گیا اور وہ کافر جو حسد و عناد میں جل رہے تھے ان کو بھی مردہ کہہ کر اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى فرمایا گیا حالانکہ وہ زندہ تھے مگر حسد و عناد کی آگ میں وہ اتنے جل رہے تھے کہ حضور کی حق بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے تو فرما دیا گیا کہ آپ اپنی آواز انہیں نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ یہ بہرے گونگے ہیں اور ایک جگہ اندھا بھی فرمایا۔ بہر حال قرآن کریم نے دلیل عقلی کے ساتھ مٹی میں مل کر زندہ ہونا ثابت فرمایا اور جو اسے تسلیم نہ کرے اسے مردہ کہا۔ آگے ارشاد ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ۔

ان سے پہلے نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور خندق والوں نے اور ثمود۔ عاد اور فرعون اور قوم لوط نے اور بَن کے رہنے والے اور تبع کے لوگوں نے ان سب ہی نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعدۂ عذاب ان کے حق میں پورا ہوا کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے) نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ (خلاف عادت) از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو جھٹلانے والے جھٹلاتے رہے مگر قادر علی الاطلاق اپنی قدرت کاملہ کا ظہور فرماتا رہا اور اہل ایمان اس پر یقین کرتے رہے۔ قوم نوح پر طوفان آیا۔ اصحاب رس۔ یہ ایک کنوئیں کے پاس رہتے تھے۔ بت پرستی کیا کرتے تھے یہ کنواں دھنسا اور ان کے اموال و عیال سب تباہ ہو گئے۔ قوم عاد وغیرہ کے تذکرے سورۂ فرقان حجر اور دخان میں تفصیل کے ساتھ گزر چکے ہیں۔

كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ میں فرمایا گیا کہ سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہماری وعید عذاب ان پر پوری ہوئی اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ الخ کہ اللہ تعالٰی کو جو کسی تخلیق میں تھکا ہوا مانے وہ بے ایمان اور جو شبہ میں رہے وہ بھی بے ایمان ہے۔ وہ خلق جدید اور خلق اول دونوں پر بلا شبہ قادر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پندرھواں رکوع سورۃ قٓ ۔ پ ۲۶

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی طرف قریب ہیں دل کی رگ سے بھی زیادہ۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝

جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝

کوئی بات وہ زبان سے نہیں کہتا مگر اس کے قریب ایک محافظ بیٹھا ہوا ہے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے وہ بھاگتا تھا۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝

اور صور پھونکا گیا یہ ہے دن وعدے کا۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝

اور آئے گی ہر جان اس کے ساتھ ہانکنے والا اور گواہ ہوگا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝

بے شک تو غفلت میں تھا اس سے تو کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ تو آج کے دن تیری آنکھ تیز ہے۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ ۝

اور کہے گا اس کا ہم نشین فرشتہ یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔

اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝

حکم ہوگا کہ دونوں کو جہنم میں ڈال دو سرکش اور ہٹ دھرم کو۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝

جو بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہے۔

الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مانا تو ڈال دیا

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۝ — اسے سخت عذاب میں۔

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ — کہے گا اس کا ساتھی شیطان اے میرے رب میں نے اسے نافرمان نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ۝ — فرمایا جائے گا مت جھگڑا کرو ہمارے حضور بے شک میں پہلے ہی تمہیں ڈر سنا چکا تھا۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ — نہیں بدلا جاتا میرا فرمان اور نہیں ہیں ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر۔

حلِ لغات

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	اَلْاِنْسَانَ۔ انسان کو
وَ۔ اور	نَعْلَمُ۔ ہم جانتے ہیں	مَا۔ جو	تُوَسْوِسُ۔ وسوسہ ڈالتا ہے
بِہٖ۔ اسکو	نَفْسُہٗ۔ اس کا نفس	وَ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم
اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب ہیں	اِلَیْہِ۔ اس کی طرف	مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ شاہ رگ سے بھی	
اِذْ۔ جب	یَتَلَقَّی۔ ملتے ہیں	اَلْمُتَلَقِّیٰنِ۔ دو ملنے والے	عَنِ الْیَمِیْنِ۔ دائیں سے
وَ۔ اور	عَنِ الشِّمَالِ۔ بائیں سے	قَعِیْدٌ۔ بیٹھے ہوئے	مَا۔ نہیں
یَلْفِظُ۔ بولتا	مِنْ قَوْلٍ۔ کوئی لفظ	اِلَّا۔ مگر	لَدَیْہِ۔ اس کے پاس
رَقِیْبٌ۔ نگہبان ہیں	عَتِیْدٌ۔ تیار	وَ۔ اور	جَآءَتْ۔ آئی
سَکْرَۃُ۔ بیہوشی	الْمَوْتِ۔ موت کی	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	ذٰلِکَ۔ یہ
مَا۔ وہ ہے جو	کُنْتَ۔ تو تھا	مِنْہُ۔ اس سے	تَحِیْدُ۔ بھاگتا
وَ۔ اور	نُفِخَ۔ پھونکا گیا	فِی۔ بیچ	الصُّوْرِ۔ صور کے
ذٰلِکَ۔ یہ	یَوْمُ۔ دن ہے	الْوَعِیْدِ۔ عذاب کے وعدہ کا	وَ۔ اور
جَآءَتْ۔ آئے گا	کُلُّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ آدمی	مَّعَہَا۔ اسکے ساتھ
سَآئِقٌ۔ ہانکنے والا	وَّ۔ اور	شَہِیْدٌ۔ گواہ ہوگا	لَقَدْ۔ بیشک

كُنْتَ-تھا تو | فِیْ-بیچ | غَفْلَةٍ-غفلت کے | مِّنْ هٰذَا-اس سے
فَكَشَفْنَا-تو ہم نے کھولا | عَنْكَ-تجھ سے | غِطَآءَ-پردہ | كَ-تیرا
فَبَصَرُ-تو نظر | كَ-تیری | الْيَوْمَ-آج کے دن | حَدِيْدٌ-تیز ہے
وَ-اور | قَالَ-کہیگا | قَرِيْنُهٗ-اس کا ساتھی | هٰذَا-یہ ہے
مَا-جو | لَدَيَّ-میرے پاس | عَتِيْدٌ-تیار ہے | اَلْقِيَا-ڈال دو
فِیْ-بیچ | جَهَنَّمَ-جہنم کے | كُلَّ-ہر ایک | كَفَّارٍ-کافر
عَنِيْدٍ-ضدی کو جو | مَنَّاعٍ-منع کرنے والا ہے | لِّلْخَيْرِ-بھلائی سے | مُعْتَدٍ-حد سے بڑھنے والا
مُّرِيْبِ-شک کرنے والا ہے | الَّذِيْ-وہ جس نے | جَعَلَ-بنایا | مَعَ-ساتھ
اللّٰهِ-اللہ کے | اِلٰهًا-معبود | اٰخَرَ-دوسرا | فَاَلْقِيٰهُ-تو ڈال دو اسکو
فِیْ-بیچ | الْعَذَابِ-عذاب | الشَّدِيْدِ-سخت کے | قَالَ-کہیگا
قَرِيْنُهٗ-اس کا ساتھی | رَبَّنَا-اے ہمارے رب | مَا-نہیں | اَطْغَيْتُهٗ-سرکش بنایا میں نے اسکو
وَ-اور | لٰكِنْ-لیکن | كَانَ-تھا | فِیْ-بیچ
ضَلٰلٍ-گمراہی | بَعِيْدٍ-دور کے | قَالَ-کہیگا | لَا-نہ
تَخْتَصِمُوْا-جھگڑو | لَدَيَّ-میرے پاس | وَ-اور | قَدْ-بیشک
قَدَّمْتُ-آگے بھیجے ہیں نے | اِلَيْكُمْ-تمہاری طرف | بِالْوَعِيْدِ-عذاب کے وعدے | مَا-نہیں
يُبَدَّلُ-بدلی جاتی | الْقَوْلُ-بات | لَدَيَّ-میرے پاس | وَ-اور
مَا-نہیں | اَنَا-ہیں | بِظَلَّامٍ-ظلم کرنے والا | لِّلْعَبِيْدِ-بندوں پر

حل لغات نادرہ

عَتِيْدٌ-آمادہ، تیار۔ كُنْتَ تَحِيْدُ تو گریز کرتا تھا۔ حَدِيْدٌ بہت تیز ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ قٓ۔ پ ۲۶

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرِیْدِ۔ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دلی خیالات تک سے واقف ہیں۔
اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔
آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش کو اپنی طرف منسوب فرمادیا اور بتایا کہ اس کے
پیدا کرنے کے بعد جو کچھ توسوس اس کا نفس لاتا ہے اسے بھی ہم خوب جانتے ہیں اور اپنا قرب ورید
سے بھی زیادہ قریب بتایا۔ ورید وہ رگ ہے جو انسان کے گلے میں ہے جس سے خون تمام جسم میں
پھیلتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ انسان کے اعضاء و اجزاء ایک دوسرے سے پردہ میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ
سے کوئی چیز پردہ میں نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔
اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ
عَتِیْدٌ جب اس کی باتیں لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنے بیٹھا ہے اور ایک بائیں کوئی بات وہ زبان
سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔
داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف برائیاں اس میں اس امر کا بھی اظہار ہے کہ اللہ
تعالےٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی مستغنی ہے وہ اخفی الخفیات کا جاننے والا اور خطرات نفس تک
اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں فرشتوں کی کتابت حسب اقتضائے حکمت ہے کہ روز قیامت نامہ
اعمال ہر شخص کے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں انسان خواہ کسی حال میں ہو سوائے قضائے حاجت
اور وقت جماع کے یہ فرشتے آدمی کے [illegible] رہتے ہیں [illegible] کے دوران میں آدمی
کو بولنا جائز نہیں تاکہ فرشتوں کو اس حالت میں لکھنے سے تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے
ہیں۔ بیماری میں کراہنا تک بھی۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب اور گرفت و عذاب ہو۔ امام
بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ دس
نیکیاں لکھتا ہے تو جب بدی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے سے کہتا ہے کہ
ابھی توقف کہ شاید یہ شخص استغفار کرلے۔
منکرین بعث کا رد فرمانے اور اپنی قدرت و علم سے ان پر حجتیں قائم کرنے کے بعد انہیں بتایا
جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کررہے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش
آنے والی ہے اور صیغۂ ماضی سے اس کی آمد کی تعبیر فرماکر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے اب
آگے ارشاد ہے۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ۔ اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور صور پھونکا گیا یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہے بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

موت کی سختی یقیناً عقل و حواس کو مختل کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے انسان گھبراتا اور بھاگتا ہے مگر اس کا بھاگنا اور گھبرانا بے کار ہے یہ آتی ہے اور ضرور آتی ہے اور اس کے بعد بعثت کو ظاہر فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور جب نفخۂ صور ہوگا تو اس میں زندہ ہو کر سب کو سامنے آنا ہے اسی کو فرمایا ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ اور یہی وہ دن ہے جس دن وہ اٹھے اور اس کے ساتھ اس کا ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا اس کو فرمایا کہ تو اس سے غفلت میں تھا تو اس دن اس کی غفلت کا پردہ اٹھا دیا جائے گا اور اس کی نظر اتنی تیز ہو جائے گی کہ وہ ساری حقیقتیں دیکھ اور سمجھ لے گا۔

وَقَالَ قَرِيْنُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ۔ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ۔ قَالَ قَرِيْنُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيْدٍ۔ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

اور اس کا ہمنشین فرشتہ کہے گا اس کا نامۂ اعمال میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اس پر ہم اپنے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ خفیہ کافر نیکی سے روکنے والے حد عبودیت سے بڑھے ہوئے ہیں دین میں شکوک پیدا کرنے والے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے دوسرے معبود ٹھہراتے تھے ان سب کو جہنم میں جھونک دو اور اس مجرم کو بھی سخت عذاب میں لے جا کر ڈال دو۔ پھر اس کا ساتھی شیطان عرض کرے گا اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ از خود پرلے درجہ کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ اس پر خداوند کریم فرمائیں گے کہ ہمارے حضور میں ایسے رگڑے جھگڑے کی باتیں نہ کرو اور ہم تو تم کو پہلے ہی سے اپنے عذاب کا ڈر سنوا چکے ہیں ہمارے ہاں جو ایک بات قرار پا چکی ہے پھر نہیں بدلا کرتی۔ اور ہم تو بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتے۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع پ۲۶ سورہ ق

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی۔ وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝

اور پاس لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے کہ ان سے دور نہ ہو گی۔

هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ

یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ہر رجوع لانیوالے نگہداشت والے کے لیے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝

جو رحمان سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝

ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔

لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

ان کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ۝

اور ان سے پہلے ہم نے کتنی سنگتیں ہلاک فرما دیں کہ گرفت میں ان سے سخت تھیں تو شہروں میں کاوشیں کیں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ۔

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے

الْغُرُوْبِ ۝
پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝
اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۝
اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔

یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝
جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ۔ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝
بے شک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ۝
جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ۝
ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔

حل لغات تیسرا رکوع پ ۲۶ سورہ ق

یَوْمَ ۔ جس دن
امْتَلَئْتِ ۔ تو بھر گئی
مِنْ ۔ کچھ
الْجَنَّةُ ۔ جنت
هٰذَا ۔ یہ ہے
لِكُلِّ ۔ واسطے ہر ایک
خَشِیَ ۔ ڈرا
جَآءَ ۔ لایا

نَقُوْلُ ۔ ہم کہیں گے
وَ ۔ اور
مَزِیْدٍ ۔ اور بھی ہے
لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگاروں کیلئے
مَا ۔ جو
اَوَّابٍ ۔ رجوع کرنے والے
الرَّحْمٰنَ ۔ رحمان سے
بِقَلْبٍ ۔ دل

لِجَهَنَّمَ ۔ دوزخ کو
تَقُوْلُ ۔ کہے گی
وَ ۔ اور
غَیْرَ ۔ نہیں ہو گی
تُوْعَدُوْنَ ۔ وعدہ دیئے جاتے ہو تم
حَفِیْظٍ ۔ نگہداشت والے کیلئے
بِالْغَیْبِ ۔ بن دیکھے
مُّنِیْبٍ ۔ رجوع کرنے والا

هَلْ ۔ کیا
هَلْ ۔ کیا
اُزْلِفَتِ ۔ قریب کی جائیگی
بَعِیْدٍ ۔ دور
مَنْ ۔ جو
وَ ۔ اور
ادْخُلُوْا ۔ داخل ہو جاؤ

ھا۔اس میں　بسلٰم۔سلامتی سے　ذٰلک۔یہ ہے　یوم۔دن

الخلود۔ہمیشہ کا　لہم۔ان کے لیے ہے　ما۔جو　یشاؤن۔چاہیں گے

فیہا۔اس میں　و۔اور　لدینا۔ہمارے پاس　مزید۔زیادہ بھی ہے

و۔اور　کم۔کتنے ہی　اھلکنا۔ہلاک کیے ہم نے　قبلہم۔ان سے پہلے۔

من قرن۔زمانے　ھم۔وہ　اشد۔زیادہ سخت تھے　منہم۔ان سے

بطشا۔پکڑ میں　فنقبوا۔پھر پھرے وہ　فی۔بیچ　البلاد۔شہروں کے

ھل۔کیا　من محیص۔ہائی کوئی پناہ کی جگہ　ان۔بیشک

فی۔بیچ　ذالک۔اس کے　لذکری۔نصیحت ہے　لمن۔اسکے لیے

کان۔کہ ہو　لہٗ۔اس کے لیے　قلب۔دل　او۔یا

القی۔ڈالے　السمع۔کان　و۔اور　ھو۔وہ ہو

شہید۔حاضر　و۔اور　لقد۔بیشک　خلقنا۔پیدا کیا ہم نے

السمٰوات۔آسمانوں　و۔اور　الارض۔زمین کو　و۔اور

ما۔جو　بینہما۔انکے درمیان ہے　فی۔بیچ　ستۃ۔چھ

ایام۔دنوں کے　و۔اور　ما۔نہ　مسنا۔پہنچی

من لغوب۔کوئی تھکاوٹ　فاصبر۔تو صبر کر　علی۔اوپر　ما۔اسکے جو

یقولون۔کہتے ہیں　و۔اور　سبح۔تسبیح بیان کر　بحمد۔ساتھ حمد

ربک۔رب اپنے کے　قبل۔پہلے　طلوع۔طلوع ہونے　الشمس۔سورج کے

و۔اور　قبل۔پہلے　الغروب۔غروب ہونے کے　و۔اور

من الیل۔رات کے کچھ حصہ میں　فسبحہ۔اسکی تسبیح کر　و۔اور

ادبار۔پیچھے　السجود۔سجدوں کے　و۔اور　استمع۔سن

یوم۔جس دن　ینادِ۔آواز دیگا　المناد۔آواز دینے والا　من مکان۔جگہ

قریب۔قریب سے　یوم۔جس دن　یسمعون۔سنیں گے　الصیحۃ۔آواز

بالحق۔حق کے ساتھ　ذلک۔یہ ہے　یوم۔دن　الخروج۔نکلنے کا

انا۔بیشک ہم　نحن۔ہم　نحی۔زندہ کرتے ہیں　و۔اور

نمیت۔مارتے ہیں　و۔اور　الینا۔ہماری طرف ہے　المصیر۔پھرنا

یوم ۔جس دن ‏ تشقق پھٹے گی ‏ الارض زمین ‏ عنہم ان سے

سراعا جلدی سے ‏ ذلک ۔یہ ہے ‏ حشر حشر ‏ علینا اوپر ہمارے

یسیر آسان ‏ نحن ۔ہم ‏ اعلم خوب جانتے ہیں ‏ بما جو

یقولون ۔کہتے ہیں ‏ و ۔اور ‏ ما ۔نہیں ‏ انت تو

علیہم ۔ان پر ‏ بجبار جبر کرنے والا ‏ فذکر ۔تو نصیحت کر ‏ بالقرآن ۔ساتھ قرآن کے

من ۔اسکو جو ‏ یخاف ڈرے ‏ وعید ۔میرے عذاب کے وعدے سے

مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورۃ قٓ ۔پ ۲۶

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

یوم سے مراد وہ دن ہے جس میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن کو یوم الوعید کہا گیا ہے اور یہاں اس دن کے بعد جہنم سے کہا جائے گا۔ آلوسی کہتے ہیں کَانَّہٗ قِیْلَ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ یَوْمَ غَلَبِہٖ یُشَادُ مِنْ ذٰلِكَ اِلٰى ذٰیَوْمَ نَقُوْلُ جیسا کہ کہا گیا کہ اس دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی پر اشارہ ہے اس کے ساتھ کہ اس دن کہا جائے گا یعنی جہنم کو کہا جائے گا اس دن کہ کیا تو بھر گئی۔ یہ اللہ کریم فرماتے گا۔

بیضاوی فرماتے ہیں کہ "خداوند قدوس اور جہنم کے درمیان سوال وجواب صورۃً وتخیلاً بیان کیا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر"۔

یہ توجیہ اس صورت میں درست ہو سکتی ہے جب استفہام (ہل) کو انکاری مان لیں۔ لیکن اگر استفہام زیادتی چاہنے کے لیے قرار دیا جائے تو مطلب یوں ہوگا کہ دوزخ اس قدر وسیع ہوگی کہ سب کے داخل ہونے کے بعد بھی اس میں جگہ باقی رہے گی اور پُر نہ ہوگی۔ لیکن یہ محض تاویل ہے حقیقی سوال وجواب آیت مذکورہ بالا مراد لیا جائے تو کسی طرح مانع نہیں کیونکہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۔(پ ۲۴) وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ تو جہنم کو بولنے والا اور جواب دینے والا بنا دیا کیونکہ ممکن نہیں۔ آلوسی کہتے ہیں

فَقَالَ الرُّمَّانِيُّ اَلْكَلَامُ عَلٰى حَذْفِ مُضَافٍ اَيْ نَقُوْلُ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ ۔ اور رمانی نے کہا اس کلام میں مضاف حذف ہے یعنی جہنم کے داروغہ سے کہا جائے گا اور اس میں کوئی شے قابل اعتراض

جہنیں۔ لیکن درست یہی ہے کہ استفہام زیادتی کی طلب کو واضح کر رہا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں مخلوق مسلسل ڈالی جاتی رہے گی اور جہنم کہتی رہے گی "ہل من مزید" آخر رب العزت اپنا قدم اس میں رکھیں گے۔ قدم رکھتے ہی دوزخ سمٹنے لگے گی اس کے حصے باہم سکڑنے لگیں گے اور وہ کہے گی بس بس تیری عزت وکرم کی قسم میں بھر گئی۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالے کا فیصلہ ہو چکا ہے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ کہ میں ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور انسانوں سب سے۔

جب قیامت کے روز اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو سب اندر چلے جائیں گے مگر دوزخ کسی چیز سے پر نہ ہوگی تو دوزخ عرض کرے گی اے پروردگار کیا تو نے مجھے پُر کرنے کی قسم نہیں فرمائی تھی۔ تو اللہ تعالے اپنا قدم اس پر رکھ دے گا اور فرمائے گا کیا تو بھر گئی تو دوزخ کہے گی بس بس اب مزید گنجائش نہیں۔

یہاں آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں اشکال واقعہ ہوتا ہے کہ یہ قول ہَلْ مِنْ مَزِيْدٍ۔ لَاَمْلَئَنَّ کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے بانہ لامنافاۃ لان الامتلاء قد یراد بہ انہ لایخلو طبقۃ منہا عمن یسکنہا وان کان فیہا فراغ کثیر کما یقال ان البلدۃ ممتلئۃ باھلہا لیس فیہا دار خالیۃ۔ کہ وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ بھر دینے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی طبقہ خالی نہ رہے جو وہاں رہیں گے اگرچہ اس میں کافی جگہ خالی ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شہر لوگوں سے بھر گیا ہے اور اس میں کوئی گھر خالی نہیں ہے۔ لہٰذا جہنم کا ایسا کہنا ہل من مزید استفہام انکاری نہیں ہے بلکہ طلب زیادتی پر محمول ہے۔

اور حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اس میں نفی تفسیر دلیل ہے۔ اور خداوند قدوس کے قدم کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد تسکین ہے جیسا کرام کے لیے کہا جاتا ہے اور بعض صوفیاء کا ارشاد ہے کہ قدم سے مراد صفت جلالی کا اظہار ہے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝

اور جنت پاس لائی جائے گی پرہیزگاروں کے اور ان سے دور نہ ہوگی یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے

اجاتے رہے ہو ہر اس شخص کے لیے جو رجوع لانے والا اور پابندی کرنے والا ہو۔

کفار کے بیان کے بعد مومنین کے حال کا بیان ہے کہ جنت مومنین کے قریب لائی جائے گی کیونکہ ازلفت کا لفظ قرب پر دلالت کرتا ہے اور ایسا کہنا محاورۃً ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ متقی جنت کے قریب پہنچ جائیں گے۔ غیر بعید میں موصوف محذوف ہے جو تاکید مزید ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل تقویٰ کی عزت افزائی یوں ہوگی کہ جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی اور اللہ تعالےٰ اس امر پر قادر ہے کہ جنت کو آسمانوں سے زمین پر منتقل کر دے۔ جب اہل ایمان جنت کو قریب پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ یعنی ہٰذا کا اشارہ جنت کی طرف ہوگا اور توعدون سے مراد دنیا میں وعدہ تھا کہ اگر تم نیکو کاری کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کرے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ پ۔ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنت کا وعدہ کیا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پ۔

اب اس وعدہ کے ایفا کا وقت ہوگا اور مومنین سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس مومن کے لیے جو اوّاب اور حفیظ ہو۔

آلوسی کہتے ہیں اوّاب سے مراد اَیْ رَجَّاعٌ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے والا اور حفیظ سے مراد حَفِظَ ذُنُوْبَہٗ حَتّٰی رَجَعَ عَنْھَا وہ شخص ہے جو اپنی نگہداشت کرے برائیوں سے یہاں تک کہ انہیں چھوڑ دے۔

امام مجاہد نے کہا اَلَا اُنَبِّئُكَ بِالْاَوَّابِ الْحَفِيْظِ؟ هُوَ الرَّجُلُ يَذْكُرُ ذَنْبَہٗ اِذَا خَلَا فَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی مِنْهُ۔ کیا میں تمہیں اوّاب اور حفیظ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اوّاب حفیظ وہ شخص ہوتا ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور پھر اپنے پروردگار سے معافی چاہے۔

ضحاک نے اوّاب کا معنی توّاب یعنی توبہ کی کثرت کرنے والا بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطا نے آیت کے معنی یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ سے استدلال کرتے ہوئے کہا اوّاب سے مراد خدا کی پاکی و تعریف بیان کرنے والا ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ اوّاب سے مراد نماز پڑھنے والا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے۔ کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا اوّابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹوں کے بچے اونٹوں سے الگ کر دیئے جائیں۔ حفیظ سے مراد ہر وقت حضورِ قلب رکھنے والا اور اللہ سے غافل نہ ہونے والا ہے۔

ابن عباس کا قول ہے اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھنے والا یہاں تک کہ توبہ کرلے۔

قتادہ نے کہا حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا۔

اور سہیل بن عبداللہ کا قول ہے طاعت کا پابند، فرمانبردار یعنی ہر اس شخص کے لیے جو ان دونوں صفات کا حامل ہو جنت کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن اسی بات کا جنت کی طرف اشارہ کرکے یاد دلایا جائے گا۔ ہا کی ضمیر سے مراد جنت کی طرف اشارہ ہے۔ کس حال پر داخل ہو جاؤ ارشاد ہوگا۔

(بِسَلٰمٍ) ای ادخلوھا ملتبسین بسلامۃ من العذاب وزوال النعم او بتسلیم وتحیۃ من اللہ تعالیٰ وملٰئکتہ۔

آلوسی فرماتے ہیں یعنی خوف خدا اور خلوص سے متوجہ الی اللہ ہونے والو جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے لیے عذاب اور زوال نعمت سے سلامتی ہے یا تم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے تہنیت و مبارکبادی کے ساتھ جیسا کہ سورۂ زمر کے آخر میں دارو غۂ جنت کے حوالے سے کہا گیا۔

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ۔ اور ان سے کہا جائے گا دارو غۂ جنت کی طرف سے سلام ہو تم پر تم خوب رہے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ۔ آلوسی فرماتے ہیں البقاء الذی لا انتہاء لہ ابدا اذ اشارۃ الی وقت الدخول بتقدیر مضاف ای ذلک یوم ابتداء الخلود۔ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا یعنی اس دن کے لیے بقا ہے کہ اس کی انتہا نہیں ہمیشہ رہے گا یا داخل ہونے کے وقت کا اشارہ ہے مضاف کی صورت میں یعنی یہ وہ دن ہے جس سے دائمی نعمت کی ابتداء ہے یہ جنت میں داخلہ کا دن ہے جس میں ہمیشہ جنت میں رہنے کا ارشاد ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی ہیں کہ کہا جائے گا اے اہل جنت تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اب مرنا نہیں ہے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ ان کو وہاں ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے

پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔
لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا - یعنی اہل جنت کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ فیہا متعلق یشاؤن یشاؤن کے ساتھ متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو بھی چاہیں گے پائیں گے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ فرمائے گا میں نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ جس شخص کو جنت عطا کروں گا اس کے لیے وہ سب چیزیں مہیا کروں گا جس کی اسے خواہش ہوگی اور اتنی ہی اور بھی
وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ - اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

آلوسی کہتے ہیں ہو ما لا یخطر ببالھم ولا یندرج تحت مشیئتھم من معالی الکرامات التی لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ یعنی وہ انعامات ایسے ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ آیا ہوگا اور نہ انہیں ان کی کبھی خواہش ہوئی ہوگی۔ نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا اور نہ قلب انسانی پر اس کا کبھی خیال آیا ہوگا۔ ابن ابی حاتم نے کثیر بن مرہ سے روایت کیا۔

ان تمر السحابۃ بھم فتقول ماذا تریدون فامطرہ علیکم فلا یریدون شیئا الا امطرت علیھم۔ ان پر سے ایک بادل گذرے گا پس کہا جائے گا تم جو کچھ بھی چاہتے ہو پس میں نے تم پر (انعامات کی) بارش کر دی پس وہ جو بھی چاہیں گے ان پر نعمت بارش ہو جائے گی۔ امام بیہقی نے رویت میں اور دیلمی مولا علی کرم اللہ تعالے وجہہ سرور دو عالم سے وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یتجلی لھم الرب عزوجل۔ ان پر ان کا پروردگار بزرگ و برتر تجلی فرمائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے اندر تمہارا ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ تمہیں رب کا حکم ہوگا اپنی خواہش کرلو۔ تم اپنی تمنا کرو گے حق تعالی فرمائیگا تم نے اپنی آرزو کرلی تم کہو گے جی ہاں تو رب کریم فرمائے گا تمہارے لیے وہ سب کچھ دیا گیا جس کی تم نے خواہش کی اور اتنا ہی اور بھی تمہیں دیا جاتا ہے۔

واخرج ابن المنذر وجماعۃ عن انس انہ قال فی ذلک ایضا یتجلی لھم الرب تبارک وتعالی فی کل جمعۃ وجاء فی حدیث اخرجہ الشافعی فی الام وغیرہ ان یوم الجمعۃ یدعی یوم المزید وقیل المزید ازواج من الحور العین علیھن تیجان ادنی

لؤلؤۃ منہا تضیٔ ما بین المشرق والمغرب وعلی کل سبعون حلتا وان الناظر لینفذ بصرہ حتی یری مخ ساقہا من ورداء ذلک - ابن المنذر اور ایک جماعت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے اس ضمن میں فرمایا ان پر ان کا پروردگار ہر جمعہ کو تجلی فرمائے گا۔

اور حدیث میں آیا ہے جیسے امام شافعی نے کتاب الام میں اور ان کے علاوہ لوگوں نے روایت کیا کہ جمعہ کے دن کہ جسے یوم المزید کہتے ہیں اور کہا گیا ہے المزید (زیادہ) سے مراد حور عین میں سے بیبیاں ہونگی جن پر قیمتی زیورات ہوں گے۔ جن میں سے کمتر موتیوں کے ہوں گے جن کی چمک وصفائی سے شرق وغرب جگمگا اٹھے گا ان میں سے ہر ایک ستر جوڑے پہنے ہوگی اور دیکھنے والا اس لباس کے اندر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز اس طرح دیکھے گا جس طرح شیشہ کی صراحی میں شراب سرخ نظر آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت اللہ ایک منادی کرنے والے کو ندا کرنے کا حکم دیگا جسے سب لوگ سنیں گے (وہ کہے گا) اے اہل جنت تمہارے رب نے تمہارے لیے بہتر جزا اور زیادہ کا وعدہ فرمایا تھا (جیسا کہ قرآن میں ہے۔ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ) تو اچھی جزاء بہشت ہے اور پروردگار کا دیدار مزید یعنے زیادتی ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ○ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کیں جو قوت میں ان سے سخت تھیں تو شہروں کو چھانتے پھرتے تھے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی۔

(وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ) ای کثیرا اھلکنا قبل قومک یعنی آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قوم سے پہلے ہم نے بہتوں کو ہلاک کیا۔ (مِّنْ قَرْنٍ) قوما مقترنین فی زمن واحد انکار ولغاوت کرنے والے لوگ ایک ہی وقت میں (هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا) ای قوۃ کما قیل اوا خذ اشد یدا ای کل شئی کعاد وقوم فرعون یعنی قوت وطاقت میں جیسا کہ کہا گیا کہ ہر ایک چیز میں زیادہ شدت وگرفت والے جس طرح کہ عاد اور قوم فرعون کے لوگ۔ یہ لوگ قوت واسباب وتصرف میں بہت بڑھ کر تھے۔

(فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ) ساروا فی الارض وطوفوا فیہا حذار الموت۔ انہوں نے زمین

میں خوب سیر کی یعنی دوڑے بھاگے اور گھومتے پھرے موت کے ڈر سے۔

آلوسی کہتے ہیں ما لتنقب السیر و قطع المسافۃ کما ذکرہ الراغب وغیرہ وانشد والحرث بن حلزۃ۔

نقبوا فی البلاد من حذر الموت وجالوا فی الارض کل مجال

تنقیب سے مراد سیر و سیاحت اور مسافتوں اور فاصلوں کا طے کرنا ہے جیسا کہ امام راغب اور اس کے علاوہ نے ذکر کیا اور حرث بن حلزہ کا شعر ہے

وہ موت سے ڈر کر شہروں میں بھاگتے پھرے اور وہ زمین میں جہاں بھی گھومے پھرے ان کو جگہ نہ ملی۔

یعنی وہ لوگ نفع و تصرف کے لیے جابجا مارے مارے پھرے مگر انہیں رہائی کا مقام میسر نہ آیا نقبوا میں باب تفعیل کام کی کثرت (جگہ جگہ گھومنے پھرنے) کو واضح کر رہا ہے۔ اور فا اس مفہوم پر تعقیب کے لیے ہے (ھَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ) ای قائلین ھل لنا مخلص من اللہ تعالی او من الموت۔

یعنی مارے مارے پھرنے والوں کو کیا خدا سے کوئی چھوٹ ملی سزا سے بچ گئے یا موت سے رہائی ملی؟

یہاں نقبوا کی ضمیر فاعلی ہے جس سے مراد اہل مکہ بھی ہو سکتے ہیں تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے ملکوں کی خوب سیر کی ہے اور پچھلی امتوں کے نشانات دیکھے ہیں ان کے تذکرے و احوال سنے ہیں تو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی شے بھی انہیں ہماری پکڑ سے نہ بچا سکی حالانکہ وہ قوت و شوکت، غلبہ و دبدبہ تصرف و قدرت۔ اسباب و وسائل میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور انہیں بچاؤ کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ تو کیا تم ان سے بڑھ کر ہو ہرگز نہیں تو تمہارا انکار و بغاوت کیوں ہے تم کیوں ہوش سے کام نہیں لیتے۔ جب تم یہ سب کچھ دیکھنے سننے سمجھنے کے باوجود انکار کرتے ہو تو کیا تم موت سے یا خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ گے یہ یہاں انداز موعظت و عبرت کے مفہوم میں ہے اور اہل مکہ کو دعوت فکر ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ o بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

(اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ) ای الاھلاك او ما ذکر فی السورۃ۔ یعنی ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈرات و نشانات میں یا پھر وہ جو اس سورۃ مبارکہ میں بیان کیا گیا۔

(لَذِكْرٰى) لتذکرۃ وعظۃ۔ البتہ نصیحت ہے اور وہ سبق ہے۔

(لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ) ای قلب واع یتدرك الحقائق فان الذی لا یعی ولا یفھم بمنزلۃ

اَلْعَلَّام - یعنی اس شخص کے لیے جس کا دل یاد رکھنے والا اور حقائق کا ادراک کرنے والا ہو یعنی وہ قلب ہے جو تھکنے والا نہیں یعنی سست رو نہیں اور نہ ہی سطحی و سرسری نظر سے دیکھنے والا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قلب سے مراد عقل لیا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قلب حاضر ہے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قرآنی نصائح سے فیضان کے لیے قلب حاضر درکار ہے جو لمحہ بھر کے لیے بھی غفلت پذیر نہ ہو۔

(اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ) اَیْ اَصْغٰی اِلٰی مَا یُتْلٰی عَلَیْہِ مِنَ الْوَحْیِ - یعنی جو کچھ وحی سے بیان ہوا اس پر متوجہ ہو۔

اور بعض نے کہا قرآن و نصیحت پر متوجہ ہو۔

وَھُوَ شَہِیْدٌ - اور متوجہ ہو۔

آلوسی کہتے ہیں شہید یعنی شاہد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل سے تصدیق کرے اور نصیحت پکڑے اور حضور قلب کی کیفیت طاری ہو خواہ خود بخود اور خواہ تکلف سے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں جو کچھ بیان ہوا یا امم گذشتہ کے جو نشانات ملتے ہیں اس کے مشاہدہ و تذکرہ سے اس شخص کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان ہے جو حضور قلب کے ساتھ بدوں غفلت و سستی کے قرآن کو سنتا ہے حقائق کا ادراک کرتا ہے اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور نصیحت قبول کرتا ہے تو یہی وہ ہے جو حقیقتاً متوجہ اور فیض حاصل کرنے والا ہے۔ اگرچہ اس کا متوجہ ہونا تکلف ہی سے کیوں نہ ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس تک نہ آئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا - اور بلا شبہ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ ای من اصناف المخلوقات خلق کیا (فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ) چھ دنوں میں۔ ای مبدأ خلق العالم یوم الاحد و فرغ منہ یوم الجمعۃ - یعنی اللہ نے عالم کی پیدائش کی ابتداء اتوار کے دن سے کی اور تخلیق عالم کو پورا کیا جمعہ کے دن۔

(وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ) وما اصابنا اور نہ پہنچی ہمیں (من لغوب) تعب یعنی تھکاوٹ۔

وھذا کما قال قتادۃ وغیرہ رد علی جھلۃ الیھود زعموا انہ تعالٰی شانہ بدا خلق العالم یوم الاحد و فرغ منہ یوم الجمعۃ و استراح یوم السبت و استلقی علی العرش سبحانہ

تعالی عما یقولون علوا کبیرا۔

آلوسی فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ یہود کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کائنات کی پیدائش کا آغاز اتوار سے کیا اور جمعہ کے روز اس سے فارغ ہوا اور ہفتہ کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا اور اللہ تعالی اس امر سے پاک ہے جو وہ کہتے ہیں وہ بلند ہے عظمت والا چاہے تو ایک آن میں سارا عالم بنا دے ہر چیز کو حسب اقتضائے حکمت ہستی عطا کرتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود نے خدمت گرامی میں تخلیق عالم کے بارے میں سوال کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالی نے

۱:۔ زمین کو اتوار کے دن۔

۲:۔ سمندروں کو پیر کے دن۔

۳:۔ پہاڑوں اور ان میں کی اشیاء کو پیر کے دن۔

۴:۔ درختوں، پانی، آبادیوں، ویرانوں اور بستیوں کو بدھ کے دن

۵:۔ آسمان، شمس و قمر اور نجوم و کواکب کو جمعرات کے دن

۶:۔ فرشتوں کو جبکہ یوم جمعہ کی تین ساعتیں باقی تھیں اس وقت پیدا کیا۔

اور پہلی ساعت میں اوقات موت کو پیدا کیا جس میں مرنے والے مرتے ہیں اور دوسری ساعت میں ان مصائب کو جو انسان کے نفع کے لیے نازل ہوتے ہیں پیدا فرمایا اور تیسری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں ساکن کیا اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے اور تیسری ساعت کے آخر میں اسے جنت سے نکال دیا۔

یہود نے پوچھا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر کیا ہوا؟

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرمایا۔

یہودیوں نے کہا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پورا بیان نہیں کیا یعنی آپ کا بیان غیر مکمل ہے۔ اگر آپ بیان مکمل فرماتے تو صحیح ہوتا اس کے بعد اللہ نے آرام کیا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار ہوا اور شدت غضب سے چہرہ انور پر سرخی نمودار ہو گئی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝

(ومن اللیل فسبحہ و ادبار السجود) تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

(فاصبر علی ما یقولون) ای ما یقول المشرکون فی شأن البعث من الاباطیل المبنیۃ علی الاستبعاد والانکار فان من قدر علی خلق العالم فی تلک المدۃ الیسیرۃ بلا اعیاء قادر علی بعثہم والانتقام منہم او علی یقول الیہود من مقالۃ الکفر والتشبیہ۔

آلوسی فرماتے ہیں یعنی اس پر صبر کیجیے جو وہ کہتے ہیں یعنی یہودیوں کے اس قول پر کہ اللہ تعالےٰ تھک گیا پھر اس نے آرام کیا صبر کیجیے یعنی جو کچھ تخلیق عالم کے بارے میں مشرک لوگ جو لایعنی اور باطل تاویلات پر مبنی انکار کرتے رہتے ہیں اس پر صبر سے کام لیجیے کیونکہ وہ بغیر تھکے ہوئے اس مدت میں بآسانی آفرینش عالم پر قدرت رکھتا ہے اور ان کو دوبارہ زندہ کرنے اور ان سے انتقام لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے یا اس پر صبر کیجیے جو کچھ کفر و تشبیہ کے طور پر یہود کہتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ یہود نا مسعود کے ان اباطیل باطل اور اقوال فاسدہ پر صبر کیجیے اور ان کی بیہودگیوں کو خاطر اقدس میں جگہ نہ دیں اور اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہوں جو تمام نقائص سے پاک ہے اس کے ذکر سے آسودگی حاصل کیجیے چنانچہ ارشاد ہے۔

(وسبح بحمد ربک) وسبح اور پاکی بیان کیجیے۔ نماز پڑھیے (قبل طلوع الشمس وقبل الغروب) ھما وقتا الفجر والعصر وفضیلتھما مشہورۃ۔ وہ دونوں اوقات ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں کے جن کی فضیلت مشہور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قبل الغروب سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ہیں۔ امام مالک کا قول بھی یہی ہے اس لیے کہ دونوں نمازوں کا ضروری وقت ایک ہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا۔ فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر ہیں۔

اور بخاری شریف میں ہے الذی یفوتہ صلوٰۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی تو گویا اس کا اہل و مال جاتا رہا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان اوقات میں اپنے پروردگار کی بندگی کیجیے اس کی پاکی بیان کیجیے اور اس کی تعریف سے زبان کو تر رکھیے کہ یہ اوقات

بڑی ہی برکتوں کے حامل اور تقرب الی اللہ کے مواقع ہیں۔

(وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ) اور کچھ رات گئے اسکی تسبیح کیجئے ای وسبحہ بعض اللیل (آلوسی) یعنی رات کے بعض حصہ میں تسبیح کیجئے۔ مغرب وعشاء کی نماز پڑھیں اور تہجد کے نوافل بھی۔

امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔

(وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ) اَدبار کے معنی پیچھے۔ جمع دُبُر بضم فسکون اَوْ دُبُر بضمتین۔ دبر کی جمع ہے پیش کے ساتھ یا دو پیش کے ساتھ دُبُر کی جمع۔ معنی بعد یا پیچھے اور یہاں مراد ہے واعقاب الصلوٰۃ اور نمازوں کے پیچھے۔

وقرأ ابن عباس وابو جعفر وشيبة وعيسى والاعمش وطلحة وشبل و الحرميات (ادبار) بكسر الهمزة وهو مصدر تقول: ادبرت الصلوٰة ادبارا انقضت وتمت والمعنى ووقت انقضاء السجود كقولهم۔ اور ابن عباس، ابو جعفر، شیبہ، عیسی۔ اعمش، طلحہ، شبلی اور اہل حرم نے ادبار کے لفظ کو ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اِدبار اور وہ مصدر ہے تو کہیں گے کہ نماز ختم کرنے کے بعد جو نماز پوری ہو جائے اور مکمل ہو جائے اور معنی یہ ہوں گے جیسا کہ ان کا قول سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد۔

وقال ابن عباس الصلوٰة قبل طلوع الفجر وقبل الغروب الظهر والعصر ومن الليل العشاءان وادبار السجود النوافل بعد الفرائض وفي رواية اخرى عنه الوتر بعد العشاء۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا طلوع فجر سے پہلے مراد نماز فجر اور غروب سے پہلے مراد ظہر وعصر اور رات میں سے مراد نماز مغرب وعشاء اور سجود کے بعد سے مراد فرضوں کے بعد نوافل پڑھنا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ان ہی سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھنا۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے رکعتان بعد العشاء يقرأ في الاول (قل يا ايها الكافرون) وفي الثانية (قل هو الله احد) عشا کے بعد کی دو رکعتیں جن میں سے پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے۔

اور ایک قول یہ ہے وفيه احتمال العموم لصلوٰة العشائين والخصوص بالتهجد وهو الاظهر۔ اور اس میں نماز مغرب اور عشاء کا احتمال عموم ہے اور تہجد کا خصوص تو واضح ہے بعض نے کہا یہ بھی درست ہے کہ اس جگہ سَبِّحْهُ سے مراد سبحان اللہ پڑھنا مراد ہو۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو شخص دن میں سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ
بِحَمْدِہٖ پڑھتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

اور شیخین انہی سے راوی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے
قیامت کے دن میزان کے پلڑے میں بھاری اور رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں وہ دو کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ
اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

اور شیخین ان ہی سے راوی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرض نماز کے بعد
۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھتا ہے اور پھر ان کی تکمیل کے لیے
ایک بار پڑھتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ ۔ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ
اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے
ساتھ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔

(وَاسْتَمِعْ) اور کان لگا کر سنو امر بالاستماع یعنے حقیقتاً توجہ سے سنو (یَوْمَ) جس دن بما دل علیہ
ذلک یوم الخروج ای یوم ینادی المنادی یخرجون من القبور یعنے اس دال ہے کہ یہ وہ دن ہے
جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

(یُنَادِ الْمُنَادِ) پکارنے والا پکارے گا والمنادی علی ما فی بعض الآثار جبرائیل علیہ السلام
ینفخ اسرافیل فی الصور وینادی جبرائیل یا ایتہا العظام النخرۃ والجلود المتمزقۃ والشعور
المتقطعۃ ان اللہ یامرکن ان تجتمعی لفصل الحساب

آلوسی کہتے ہیں۔ اور ندا کرنے والے بعض آثار میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت اسرافیل
علیہ السلام صور پھونکیں گے اور جبرائیل علیہ السلام پکاریں گے اے گلی ہوئی بوسیدہ ہڈیو اور اے
ریزہ ریزہ شدہ کھالو اور اے پراگندہ و شکستہ بالو بے شک اللہ تعالے تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم فیصلہ
وحساب کے لیے جمع ہو جاؤ۔

اور یزید بن جابر سے روایت ہے ان اسرافیل علیہ السلام ینفخ فی الصور بے شک اسرافیل
علیہ السلام صور پھونکیں گے اور وہی پکاریں گے جیسا کہ اوپر کی روایت میں گزرا یعنی جبرائیل علیہ السلام
نہیں بلکہ اسرافیل علیہ السلام ہی ندا کریں گے۔

(مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ) قریب کی جگہ سے

آلوسی کہتے ہیں ھو صخرۃ بیت المقدس مکان سے مراد یہاں صخرہ بیت المقدس ہے۔
اور کعب سے مروی ہے کہ زمین کا یہ ٹکڑا آسمان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔
کلبی نے کہا زمین کے دوسرے حصے آسمان سے جتنے فاصلے پر ہیں یا ان سب سے اٹھارہ میل زائد صخرہ آسمان کے قریب ہے۔

(يَوۡمَ يَسۡمَعُوۡنَ الصَّيۡحَةَ بِالۡحَقِّ) جس دن سنیں گے چنگھاڑ یقین کے ساتھ
اور یہ نفخہ ثانیہ ہوگا یعنی اس دن جس دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور وہ یقین کے ساتھ سنیں گے اور یہاں بالحق میں با قسمیہ ہے یعنی مُردوں کا سننا بالحق ہوگا۔

یعنی اس روز بحکم خدا مردے سنیں گے۔ مردے ہوں یا جمادات وغیرہ سنتے ہیں زندوں کی طرح ہیں تمام موجودات خواہ بے حس بے شعور اور بغیر نام کے ہوں یا نام والے ان سب کو کسی نہ کسی طرح کی زندگی تو حاصل ہی ہے۔ اہل سنت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا جو وعدہ تم سے تمہارے پروردگار نے کیا تھا کیا تم نے اسے صحیح پالیا۔ ہم سے ہمارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے خوب پالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ بے جان اجسام کو کس طرح خطاب کر رہے ہیں فرمایا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ مجھے جواب نہیں دے سکتے۔

اسرافیل علیہ السلام کا خطاب ہڈیوں اور کھالوں سے ہوگا اور ارواح کا نہ یہاں محل ہے نہ ذکر اور نہ ہی ان کو سنانے کا فائدہ اور یسمعون میں سننے کی صراحت ہے اور حق سے مراد جزا و سزا کے لیے قبروں سے نکلنا ہے اور یہی وہ دن ہے جس کی آگے توضیح کی گئی ہے ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡيٖ وَنُمِيۡتُ وَاِلَيۡنَا الۡمَصِيۡرُ يَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشۡرٌ عَلَيۡنَا يَسِيۡرٌ
بے شک ہم جلاتیں اور ہم ماریں اور ہماری طرف پھرنا ہے جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

(اِنَّا نَحۡنُ نُحۡيٖ وَنُمِيۡتُ) فی الدنیا من غیر ان یشارکنا فی ذلک احد۔ ہم ہی اب بھی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں یعنی دنیا میں یہ سب کچھ ہمارے ہی حکم سے ہے۔ اور اس امر موت و

حیات میں کوئی بھی ہمارے ساتھ شریک نہیں۔ علی الاطلاق ہمارا ہی یہ حکم ہے جس کو جب چاہیں اور جب تک چاہیں زندہ رکھیں اور یونہی موت دیں اور کسی کو کسی طرح سے بھی ہمارے ساتھ اشتراک نہیں۔ ہم ہی محی اور ہم ہی ممیت ہیں اور یہ دونوں امر ہمارے افعال صفات کا مظہر ہیں۔

(وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ) الرجوع للجزاء فی الآخرۃ۔ یعنی آخرت میں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کے روز تمام مردے قبروں سے اٹھیں گے اور ہماری طرف لوٹیں گے اور یہ جزا کے لیے ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو دنیا میں کرتے رہے اور یہ لوٹنا ہمارے غیر کی طرف استقلالاً اور اشتراکاً نہیں ہوگا۔ بلکہ مطلقاً ہماری طرف ہوگا اور ہمارے لیے ہوگا۔ بے شک ہم موت و حیات اور بعث بعد الموت پر قادر ہیں۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا جس روز زمین ان مردوں پر پھٹ جائے گی یعنی کھل جائے گی اور وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے۔ یوم سے مراد حشر کا دن ہے جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں واقع ہے۔ (ذٰلِكَ حَشْرٌ) تشقق پھٹ جائے گی یا کھل جائے گی۔ الارض۔ زمین عنھم ان پر یعنے مردوں پر۔ آلوسی کہتے ہیں۔ اخرج ابن المنذر عن مجاهد انه قال فی الآیة

تمطر السماء علیھم حتی تنشق الارض عنھم وجاء ان اول من تنشق عنه الارض رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرج الترمذی وحسنه والطبرانی والحاکم واللفظ له عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر وعمر ثم اهل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر اهل مکة وتلا ابن عمر يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا)

ابن منذر مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں کہا۔ ان مردوں پر آسمان سے بارش ہوگی یہاں تک کہ زمین ان پر کھل جائے گی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ سب سے پہلا میں ہوں گا جس کے لیے زمین شق ہوگی اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تحسین کی اور طبرانی اور حاکم نے اور اس کے الفاظ یہ ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا میں ہونگا جس کے لیے زمین شق ہوگی۔ پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پھر اہل بقیع پس وہ سب میرے ساتھ اکٹھے ہوں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا جس دن زمین ان پر کھل جائے گی۔ اور وہ جلدی سے نکلیں گے۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ۔ یہ حشر ہے بعث وجمع

یہی تعبیر دن سے مردوں کا جی اٹھنا اور جمع ہونا ہم پر آسان ہے۔
مردوں کا زندہ ہو کر جمع ہونا اسی ذات کے لیے آسان ہو سکتا ہے جو بالذات عالم و قادر ہو
اور یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ یعنی یہ امر خداوند قدوس کے لیے کوئی مشکل نہیں بلکہ آسان ہے اس لیے
کہ وہ بالذات علیم و قدیر ہے اور گمان کرنیوالوں کے گمان سے پاک ہے، سبحان ہے ذی شان ہے اور
جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور معدوم کو موجود ہوئے بغیر چارہ نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنیوالے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو
اُسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔

(نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ) مِنْ نَفْيِ الْبَعْثِ وَتَكْذِيْبِ الْاٰيَاتِ النَّاطِقَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَا خَيْرَ فِيْهِ۔ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَهْدِيْدٌ لَّهُمْ آلوسی فرماتے ہیں اللہ کریم اُس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جو لوگ موت کے بعد زندگی اور اس پر ناطق آیات کا انکار کرتے ہیں اور اُس کے علاوہ امور کی جن میں کوئی بھلائی نہیں یعنی کفار مکہ کے اقوال فاسدہ اور تکذیب آیات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ کے لیے تسلی و تشفی اور منکروں کے لیے عذاب کی دھمکی ہے۔ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اور کچھ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔ اَيْ مَا اَنْتَ مُسَلَّطٌ عَلَيْهِمْ تَقْسِرُهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ اَوْ مَا تَفْعَلُ بِهِمْ مَا تُرِيْدُ وَاِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ یعنی آپ اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ انہیں جبر کے ساتھ ایمان پر آمادہ کریں اور ان کے ساتھ وہ کریں جو چاہیں بلکہ آپ کا کام صرف ڈرانا، نصیحت کرنا ہے اور پیغام خدا پہنچانا ہے یعنی نرمی و ملائمت، حلم و بردباری سے کام لیں اور شدت و درشتی نہ چاہیں۔ بلکہ آپ کا کام صرف ڈرانا، نصیحت کرنا ہے اور پیغام خدا پہنچانا ہے۔ یعنی نرمی و ملائمت حلم و بردباری سے کام لیں اور شدت و درشتی نہ چاہیں، اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ ٹکڑا آیت جہاد سے منسوخ ہے

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ خَوَّفْتَنَا فَنَزَلَتْ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر آپ ہمیں عذاب کا خوف دلاتے رہیں تو یہ بہتر ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَاِنَّهٗ لَا يَنْتَفِعُ بِهٖ غَيْرُهٗ

اس لیے کہ قرآن کے بغیر یہ سود مند نہ ہوگا۔ یعنی لوگوں کو قرآن پاک کے ذریعہ دعوت دیں اور ڈرائیں کیونکہ نصیحتِ قرآن انہی لوگوں کے لیے فائدہ مند اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے جو میرے عذاب کی دھمکی سے ڈرتے ہوں۔ اور یہ تذکیر و دعوت مسلمانوں ہی کے لیئے باعث نفع ہے اور کفار کا طرزِ عمل تو عیاں ہے کہ وہ تہدید عذاب کے باوصف سرکشی و طغیانی میں پیش پیش ہیں اور اس سے غفلت میں ہیں جو ان کو پیش آنے والا ہے۔

سورہ مبارکہ کا تذکیر قرآن سے اختتام اللہ جل شانہٗ کے قول قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور یہی انسب ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ سورۃ ق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ

سورۃ ذاریات مکیۃ

اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ذاریات پ ۲۶

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۙ
فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ
فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۙ
فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ

قسم ان کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں
پھر بوجھ اٹھانے والیاں
پھر نرم چلنے والیاں
پھر حکم سے بانٹنے والیاں
بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور سچ ہے۔

وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۙ
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ
اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ
یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۙ

اور بیشک انصاف ضرور ہونا
آرائش والے آسمان کی قسم
تم مختلف بات میں ہو
اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جسکی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہو۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ
الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ
یَسْــٴَـلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ۙ
یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۙ
ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۙ
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۙ

مارے جائیں دل سے تراشنے والے
جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔
پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔
اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائینگے
اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا تپنا یہ ہے وہ جس کی تمہیں جلدی تھی۔
بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔

اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ○	اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بے شک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔
كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○	وہ رات میں کم سویا کرتے۔
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○	اور پچھلی رات استغفار کیا کرتے۔
وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○	اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا
وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ○	اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔
وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○	اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔
وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○	اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ○	تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ذاریات پ ۲۶

وَ قسم ہے ان ہواؤں کی جو الذّٰرِيٰتِ بکھیرتی ہیں		ذَرْوًا۔ بکھیرنا	فَالْحٰمِلٰتِ۔ پھر اٹھاتی ہیں
وِقْرًا۔ بوجھ	فَالْجٰرِيٰتِ۔ پھر چلتی ہیں	يُسْرًا۔ نرمی سے	فَالْمُقَسِّمٰتِ۔ پھر تقسیم
کرنے والیاں	اَمْرًا۔ حکم سے	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں جو	تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیے گئے
لَصَادِقٌ۔ سچا ہے	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	الدِّيْنَ۔ انصاف
لَوَاقِعٌ۔ ہونا ہے	وَ۔ قسم ہے	السَّمَآءِ۔ آسمان	ذَاتِ الْحُبُكِ۔ راستوں
والے کی	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم	لَفِيْ۔ بیچ	قَوْلٍ۔ بات
مُّخْتَلِفٍ۔ مختلف میں ہو	يُؤْفَكُ۔ پھیرا جاتا ہے	عَنْهُ۔ اس سے	مَنْ۔ جو
اُفِكَ۔ پھیرا گیا	قُتِلَ۔ مارے جائیں	الْخَرّٰصُوْنَ۔ اٹکل والے	الَّذِيْنَ۔ وہ کہ
هُمْ۔ وہ	فِيْ۔ بیچ	غَمْرَةٍ۔ مستی کے	سَاهُوْنَ۔ بھولے ہیں
يَسْئَلُوْنَ۔ پوچھتے ہیں	اَيَّانَ۔ کب ہوگا	يَوْمُ الدِّيْنِ۔ اٹھنا	يَوْمَ۔ جس دن
هُمْ۔ وہ	عَلَى۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	يُفْتَنُوْنَ۔ تپائے جائینگے

ذُوْقُوْا۔ چکھو	فِتْنَتَكُمْ۔ اپنا تپنا	هٰذَا۔ یہ	الَّذِيْ۔ وہ ہے
كُنْتُمْ۔ کہ تھے تم	بِهٖ۔ ساتھ اسکی	تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ جلدی کرتے	اِنَّ۔ بیشک
اَلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگار	فِيْ۔ بیچ	جَنّٰتٍ۔ باغوں	وَ۔ اور
عُيُوْنٍ۔ چشموں میں ہونگے	اٰخِذِيْنَ۔ لینگے	مَآ۔ جو	اٰتٰهُمْ۔ دیگا انکو
رَبُّهُمْ۔ ان کا رب	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	كَانُوْا۔ تھے	قَبْلَ۔ پہلے
ذٰلِكَ۔ اس سے	مُحْسِنِيْنَ۔ نیکوکار	كَانُوْا۔ تھے وہ	قَلِيْلًا۔ تھوڑا
مِنَ الَّيْلِ۔ رات سے	مَا۔ جو	يَهْجَعُوْنَ۔ سوتے	وَ۔ اور
بِالْاَسْحَارِ۔ پچھلی رات	هُمْ۔ وہ	يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ بخشش مانگتے	وَ۔ اور
فِيْ۔ بیچ	اَمْوَالِهِمْ۔ ان کے مالوں کے	حَقٌّ۔ حق ہے	لِّلسَّآئِلِ۔ منگتے
وَ۔ اور	الْمَحْرُوْمِ۔ بے نصیب کا	وَ۔ اور	فِيْ۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	اٰيٰتٌ۔ نشانیاں ہیں	لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔ یقین والوں کے لیے	وَ۔ اور
فِيْ۔ بیچ	اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری جانوں کے	اَفَلَا۔ کیا نہیں	تُبْصِرُوْنَ۔ دیکھتے تم
وَ۔ اور	فِيْ۔ بیچ	السَّمَآءِ۔ آسمان کے	رِزْقُكُمْ۔ تمہارا رزق ہے
وَ۔ اور	مَا۔ جو	تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیے جاتے ہو	فَوَ۔ تو قسم ہے
رَبِّ۔ رب	السَّمَآءِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے کی
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	لَحَقٌّ۔ حق ہے	مِّثْلَ۔ مثل	مَآ۔ اسکی
اَنَّكُمْ۔ کہ تم	تَنْطِقُوْنَ۔ بولتے ہو۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ ذاریات پ ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝

قسم ہے ان کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں، پھر بوجھ اٹھانے والیاں، پھر نرم چلنے والیاں، پھر حکم سے بانٹنے والیاں، بے شک تمہیں جس بات کا وعدہ دیا جاتا ہے ضرور سچ ہے اور بے شک انصاف ضرور ہونا ہے

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے۔ جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا۔ اور اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور اس میں بالاتفاق ساٹھ آیات ہیں اور اس کی سورہ ق سے مناسبت ہے کہ سورہ ق کا اختتام بعث کے ذکر پر ہوا اور اس میں جزا و سزا، جنت و دوزخ کے احوال شامل تھے اور اس سورہ الذاریات کا افتتاح بھی انہی امور سے ہوا کہ جن کا ذکر گذرا وہ حق ہیں اور قیامت کا وعدہ حق ہے اور اعمال کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے۔

(وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا) ای الریاح التی تذرو التراب وغیرہ من ذرا - المعتل بمعنی فرق و بدد ما رفعہ عن مکانہ یعنی ہوائیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک خاک وغیرہ اڑاتی ہیں۔ ایک قول ہے ایسی عورتیں جو اولاد پھیلانے والی ہیں یا فرشتے اور دوسرے زمینی و آسمانی اسباب جو مخلوق کو پھیلاتے ہیں، تاہم مستحق یہی ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہی ہیں جو خاک اڑانے والیاں ہیں۔

(فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا) ای حملاد ھی السحب الحاملۃ للمطر۔ یعنی وہ گھٹائیں اور بدلیاں جو بارش کا پانی اٹھاتی ہیں ایک قول ہے یا وہ عورتیں جو حمل کا بوجھ اٹھانے والیاں ہیں تاہم مراد ہوائیں ہی ہیں۔

(فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا) ای جریا سہلا الی حیث سیرت و ھی سفن - یعنی وہ کشتیاں جو پانی میں آہستہ آہستہ چلتی ہیں، یا وہ ہوائیں جو سہولت روی کے ساتھ چلتی ہیں یا وہ عورتیں جو حاملہ ہونے کی وجہ سے اپنے خاوندوں کی خدمت میں سست چلنے والیاں ہیں یا وہ ستارے مراد ہیں جو اپنی منزلوں میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

(فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا) ھی الملائکۃ الذین یقسمون الامور بین الخلق علی ما امروا بہ۔ یعنی فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حکم الہی کے موافق مخلوقات میں امور تقسیم کرتی ہیں یا وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر بارش کی تقسیم کرتی ہیں یا وہ تمام اسباب جو اشیاء کی تقسیم کرتے ہیں، بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ یہ تمام صفات ہواؤں کی ہیں کہ وہ مٹی بھی اڑاتی ہیں بادلوں کو بھی اٹھائے پھرتی ہیں، اور انہیں اٹھائے ہوئے بسہولت تمام چلتی ہیں، پھر خداوند قدوس کے شہروں میں اس کے حکم کے موافق بارشیں تقسیم کرتی ہیں، قسم کا مقصود حقیقی اس چیز کی عظمت کا اظہار ہے جس کے ساتھ قسم فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء کمال قدرت الہی پر دلالت کرنے والی ہیں تاکہ سمجھدار لوگ ان میں غور و فکر کر کے بعث و جزا پر دلیل پکڑیں کہ جب ان کا پروردگار امور عجیبہ پر قادر ہے تو وہ اپنی پیدا کردہ اشیاء کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں کر قادر نہیں ہے۔ اگر ان آیات میں مختلف اشیاء الگ الگ مراد ہوں تو ہر آیت میں ف ترتیب اقسام کو واضح کر رہی ہے۔ اور اگر ایک ہی چیز مراد ہو تو فاء ترتیب افعال کے لیے ہے اور اس میں بھی کمال قدرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء اظہار میں مختلف ہیں۔ اخرج البزار۔ والدارقطنی فی الافراد وابن مردویہ وابن عساکر

عن سعيد بن المسيب قال جاء صبيغ التميمي الى عمر بن الخطاب رضي الله فقال اخبرني عن (الذاريات ذروا) قال هي الرياح ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله ما قلته قال فاخبرني عن (الحاملات وقرا) قال هي السحاب ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله ما قلته ـ قال فاخبرني عن (الجاريات يسرا) قال هي السفن ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله ما قلته قال فاخبرني عن (المقسمات امرا) قال هي الملئكة ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله ما قلته ثم امر به فضرب مائتين الخ ـ

البزار اور دار قطنی اور ابن مودویہ اور ابن عساکر سعید بن حسیب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا کہ صبیغ تمیمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے الذّٰریات ذرواً کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا ہے یہ ہوائیں ہیں،

اس شخص نے کہا پس مجھے الحاملات وقراً کے بارے میں بتلائیے آپ نے کہا یہ بادل ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنا ہوتا تو تم سے نہ کہتا، اس نے کہا اب مجھے الجاریات یسرا کے بارے میں بتہ دیجیے آپ نے فرمایا یہ کشتیاں ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنتا تو تم سے نہ کہتا اس نے کہا مجھے المقسمات امراً کی خبر دیجیے آپ نے کہا یہ فرشتے ہیں۔ اور اگر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنتا تو تم سے نہ کہتا پھر اس شخص کو سو بید مارنے کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہواؤں کے علاوہ امور کی تشریح بھی ہے اور سائل کو سزا دینے کی وجہ یہ تھی وہ طالبعلم کے لیے نہیں پوچھتا بلکہ نامعقول تھا تاہم یہ امر واضح ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہی ہیں اور ان کے افعال میں ترتیب و یکسانیت ہے جیسا کہ حرف فاء سے مستفاد ہے اور اگر الگ الگ اشیاء مراد ہیں تو فاء ترتیب اقسام کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ کمال قدرت کے اظہار کے لیے سب کی حالت یکساں نہیں بلکہ بڑا فرق ہے اور یہ عظمت و قدرت ربانی پر دلالت کرتا ہے اور یہ قول صاحب کشاف کا ہے، جیسا کہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر کیا۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ وَ اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ـ } تم سے جو قیامت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہ حق سچ ہے اور اعمال کا بدلہ بالضرور ملنے والا ہے۔

جواب للقسم، ما موصول له والعائد محذوف ومنه الى ان الذی توعدونہ وتوعدون بہ یہ قسم کے جواب کے لیے آیا ہے۔ اس آیت میں ما موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے یعنی بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا اور جس چیز کے تم وعدہ کیے گئے یعنی قیامت وہ بالکل حق ہے۔ اور سورۂ قٓ کے آخری لفظ وعید سے بھی یہ بہت ہی مناسبت رکھتا ہے۔ اگر او عد سے مضارع مراد ہو۔

یعنی قیامت کا وعدہ سچا ہے اور اعمال کا بدلہ یقینی ہے اور وہ تمام اشیا جو کمال قدرت کو ظاہر کر رہی ہیں ان کی قسم فرما کر وضاحت کی جا رہی ہے۔ کہ یہ ہمارا استدلال ہے۔ قدرت پر کہ ہم قیامت پر بالکلیہ قادر ہیں۔ اور عقلمند لوگوں کے لیے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور دلائل بھی اور توعدون میں کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ خدا کے بعد بعث وجزا کے بارے میں شک وشبہ میں پڑکر انکار کرتے تھے اور قدرت الٰہی پر نظر نہیں کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے۔ اور ان اشیاء کی پیدائش وصنعت کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْــَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

آرائش والے آسمان کی قسم ۝ تم مختلف بات میں ہو ۝ اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی اوندھایا جانا ہو ۝ مارے جائیں دل سے تراشنے والے ۝ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں پوچھتے ہیں ۝ انصاف کا دن کب ہوگا۔ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ۝ اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا تپنا یہ وہ ہے جس کی تمہیں جلدی تھی ۝

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ اور آرائش والے آسمان کی قسم ای الطرق جمع حبیکۃ کطریقۃ، او حباک کمثال ومثل ویقال حبک الماء للتکسر الجاری فیہ اذا مرت علیہ الریح۔

یعنی راہوں والا حبک حبیکۃ کی جمع ہے جیسے طرق طریقۃ کی جمع ہے۔ یا جیسے مثال کی جمع مثل ہے اور کہا گیا ہے پانی میں نہریں جب اس پر سے ہوا کا گذر ہو صاحب قاموس لکھتے ہیں حبک المرمل ریت کی دھاریاں حبک الشعر گھونگریالے بال حبک السماء ستاروں کی راہیں مراد ہیں، بیضاوی نے لکھا ہے۔ راستوں والا اور راہوں سے مراد محسوس راستے ہیں یعنی عقلی راستے جن پر چل کر مقامات معرفت تک رسائی ہوتی ہے مفہوم آیت یہ ہے کہ آسمان کی قسم جس میں

فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں یا جس کو ستاروں سے مزین فرمایا ہے اور قسم کا یاد فرمانا اظہار قدرت و عظمت کے لیے ہے اور اس میں اہل بصیرت کے لیے راہیں ہیں۔

اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ اِنَّكُمْ بے شک تم۔ کفار مکہ سے خطاب ہے یعنی اے اہل مکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہو۔

(لفی قول مختلف) ای متخالف متناقض فی امر اللہ عزوجل حیث تقولون۔ انہ جل شانہ خالق السموات والارض وتقولون بصحۃ عبادۃ الاصنام معہ سبحانہ وفی امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فتقولون تارۃ انہ مجنون واخری انہ ساحر ولا یکون الساحر الا عاقلا وفی امر الحشر فتقولون تارۃ لا حشر ولا حیوۃ بعد الموت اصلا وتزعمون اخری ان اصنامکم شفعاؤکم عند اللہ یوم القیمۃ الی غیر ذلک من الاقوال المتخالفۃ

یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارے قول مختلف و متناقض ہیں کبھی تم کہتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہٗ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور کبھی تم بتوں کی بندگی کو اللہ کی بندگی میں شریک ٹھہراتے ہوا ور اُسے صحیح مانتے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے تم کبھی کہتے ہو کہ وہ ساحر ہیں اور جادوگر نہیں ہوتا مگر عقلمند اور حشر کے بارے میں سرے سے نہ کوئی حشر ہوگا اور نہ ہی مرنے کے بعد زندگی اور تم یہ بھی گمان رکھتے ہوں کہ تمھارے بت اللہ کے نزدیک تمہارے سفارشی ہیں قیامت کے دن اور اسی طرح کے مختلف اقوال ہیں جن میں وہ ایمان کے ساتھ تکلیف دیئے گئے ہیں۔

تاہم یہ واضح مفہوم ہے کہ کفار کے اقوال خدا رسول قرآن اور حشر کے بارے میں مختلف و منافی ہیں، کبھی تو خدا کو خالق مانتے ہیں مگر اس کی بندگی میں بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دیوانہ اور کبھی شاعر کبھی جادوگر اور کبھی دیوانہ کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور اسی طرح قرآن حکیم کو کبھی کہانت کبھی پرانے قصے کبھی شاعری بتاتے ہیں (معاذ اللہ) اور یونہی حشر کے انکاری ہیں کبھی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کسطرح زندہ ہوں اور کبھی سرے سے اس کا انکار کرتے ہیں، آلوسی کہتے ہیں۔ فی ذلک القسم تشبیہ اقوالھم فی اختلافہا وتنافی اغراضہا بطرائق السموات فی تباعدہا واختلاف ھیاٰتہا۔

اس قسمیہ جملہ میں کفار مکہ یا منکرین وکفار کے قولی اختلافات اور اغراض و مقاصد کی منافات کو آسمانی راہوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ سماوی راہیں بھی مختلف ہیں اور ان میں بڑی دوری ہے اور غایات کا اختلاف ہے۔

یُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ) اس سے وہی پھیر دیا جاتا ہے جس کا پھرنا علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرنا چاہتا اور رغبت ایمانی کا اظہار کرتا تو کفار مکہ اس شخص

کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے اور اسے روک کر کہتے کہ تم اسلام کیوں قبول کرتے ہو اور جس کو تم رسول سمجھ رہے ہو۔ وہ تو پاگل ہے، دیوانہ ہے، ساحر ہے، کاہن ہے (معاذ اللہ) اور اسی قبیل کی باتیں کر کے اُسے ایمان و ایمان و اسلام کی راہوں سے موڑنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جس کے لیے اللہ کی طرف سے ہدایت مقدر ہو چکی اور حقیقت واضح ہو چکی وہ ان کے ان اقوال مختلف کی پرواہ کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ حبیبیہ میں حاضر ہوتا اور شرفِ ایمان اور دولتِ اسلام سے مالا مال ہو جاتا اور جو شخص اللہ کے علم ازلی میں محروم ہوتا ہے تو وہی محروم رہتا یعنی جو محرومِ ازلی ہے اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور بہکانے والوں کے بہکانے میں آتا ہے۔

(قتل الخراصون ٥) مارے جائیں دل سے تراشنے والے۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔

(اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ٥)

قُتِلَ۔ مارے جائیں آلوسی کہتے ہیں۔ دفیہ بحث وحقیقۃ۔ القتل۔ معروفۃ والمراد بقتل۔ الدعاء علیہم مع قطع النظر عن المعنی الحقیقی۔ اور اس میں بحث ہے اور حقیقت ہے قتل یعنی مارا جانا معروف ہے اور اسی سے مراد بھی قتل ہی ہے۔ تاہم اس کے حقیقی معنوں سے قطع نظر یہ ان پر بددعا ہے۔ لیکن دعا کرنے والے کے عجز کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے تو اس جگہ دعا سے مراد لعنت ہے یعنی رحمت باری سے محرومی اور ابن عباس رضی اللہ عنھما سے یہی منقول ہے۔

قال ابن الانباری۔ و انما کان القتل بمعنی اللعن ھنا اور ابن الانباری نے کہا ہے۔ کہ یہاں قتل سے مراد فقط لعنت ہی ہے، تو واضح مفہوم یہ ہوا کہ مارے جائیں یا ہلاک ہوں رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں (الخراصون) ای الکذابون من اصحاب القول المختلف یعنی بڑے جھوٹے یعنی وہ کفار جو خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کے بارے میں مختلف باتیں کہتے تھے، واصل الخرص الظن والتخمین ثم تجوز بہ عن الکذب۔ اور خرص کی اصل ظن اور اندازہ گمان ہے پھر جھوٹ کے ساتھ اس پر اضافہ ہے۔ امام راغب کے نزدیک خرص کا معنی ہے کہ محض گمان و اندازہ پر کسی بات کو تراش لینا خواہ وہ اُس کے مطابق ہو یا مخالف ایک غلط سلط جھوٹا تصور بنا لینا اور جو بات صحیح دلیل پر مبنی ہو اس میں اختلاف کرنا۔ الذین ھم فی غمرۃ ساھون جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں الذین موصولہ ہے یعنی وہ لوگ جو دل سے تراشنے والے ہیں مراد کفار ہیں ھم فی غمرۃ وہ نشے میں ہیں، غمرۃ۔ فی جھل عظیم یعنی بہت بڑی غفلت وجہالت میں ہیں۔ ساھون۔ غافلون عما امروا بہ۔ یعنی اس سے غافل ہیں جس کے ساتھ انہیں حکم دیا گیا ہے۔ فالمراد بالسھو مطلق الغفلۃ تاہم اُسے مراد غفلت

اور جہالت سے ہے۔

مانع مفہوم یہ ہوا کہ وہ لوگ جو بڑے جھوٹے ہیں اور خدا و رسول و قرآن کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہیں انکل پچو باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ مانع امور کا انکار کرتے ہیں یا تمسخراً ایسا کہتے ہیں وہ رحمت الٰہی سے محروم ہیں اور ہلاکت و بربادی ان کے لیے مقدر ہو چکی ہے جو اپنی جہالت کے نشے میں آخرت کو فراموش کیے ہوئے ہیں۔ در حقیقت وہ بڑی سخت جہالت میں پڑے ہیں اور انکی غفلت و جہالت انکا بغض انکار، استہزاء فساد انہیں ڈھکے ہوئے ہے۔ اور یہی امر ان کے قبول حق میں مانع ہے۔

(یسئلون ایان یوم الدین) پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔ یسئلون۔ ای بطریق الاستعجال استہزاءً۔ یعنی قیامت کے جلدی واقع ہونے کی بطور تمسخر و انکار حجت کرتے ہیں۔ ایان یوم الدین۔ ای فیقولون متی وقوع یوم الجزاء۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کا گروہ بطور استہزاء و انکار پوچھتا ہے۔ کہ قیامت جلد کیوں نہیں آجاتی اور یہ کہ اعمال کے بدلے کا دن کب ہوگا۔

یوم ھم علی النار یفتنون۔ یہ کفار کے سوال کا جواب ہے۔ کہ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ای یحرقون یعنی جلائے جائیں گے یا یہ کفار کے سوال کا حصہ ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا جب وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اور اگر اول صورت ہے تو جواب ہے۔ جیسا کہ آلوسی کہتے ہیں لان التقدیر السوال فی ای وقت یقع وجوابہ الاصلی فی یوم کذا۔ سوال کی صورت میں یعنی وہ جزا کا دن کب ہوگا تو اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ اس دن جبکہ ایسا ہوگا کہ وہ لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے اور اگر صورت ثانی نہ ہے تو کفار کا ایسا کہنا بطور استہزاء کے ہے کیونکہ وہ حشر اور یوم جزاء کے منکر تھے۔

(ذوقوا فتنتکم) ای جزاء کفرکم۔ اس دن کہا جائیگا اپنے کفر کا بدلہ یعنی سزا کا مزہ چکھو یعنی اس عذاب کو چکھو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (ای عذابکم المعد لکم)

(ھٰذا الذی کنتم بہ تستعجلون) ای ھذا العذاب کنتم بہ تستعجلون بہ بطریق الاستہزاء۔ یعنی وہ عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے جلدی چاہتے تھے تو آج کے دن یہ عذاب وہی ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اور جس کا تم تمسخر اڑایا کرتے تھے پس اپنے کفر کی سزا کا مزہ چکھو

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ ۭ اِنَّھُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝

بے شک پرہیز گار باغوں اور چشموں میں ہیں۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے۔ بے شک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔

(ان المتقین فی جنت وعیون) بے شک وہ نیکوکار لوگ باغات اور چشموں میں ہیں۔ پرہیزگار نیک کام کرنے والے، جنّت۔ جنت کی جمع ہے، باغات۔ عیون عین کی جمع ہے چشمے، یعنی مؤمنین متقین، بہشت کے اندر باغات اور چشموں میں ہیں۔ انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا سکتا اور نہ ان کی حقیقت تک پہنچنے کی قدرت وطاقت ہے

(اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ) ای قابلین لکل ما اعطاھم عزوجل راضین به۔ یعنی جو اجر ثواب اور عزت ونعمت بھی انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوں گی وہ اس کو خوشی کے ساتھ قبول کریں گے۔ یعنی انہیں جو کچھ عطا کیا جائیگا وہ اس پر راضی ہوں گے بلکہ خوشی ان کے چہروں سے عیاں ہوں گی جس سے وہ راحتیں پائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ عطائے الٰہی اعلیٰ وپسندیدہ ہوگی اور ان کی طرف سے حسن سلوک قبول ہوگا۔ اظہار فرحت ورضا ہوگا۔

(کانوا قبل ذلک) وہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں یا جنت سے داخل ہونے سے پہلے محسنین جمع مُحْسِنٍ احسان کرنے والے، بھلائی کرنے والے۔ خالص اللہ کے لیے عبادت کرنے والے رضائے الٰہی کے طالب

یعنی یہ مومن ومتقی لوگ جو دنیا میں نیک کام کرتے رہے اور خدا کی رضا کے طلبگار رہے، خلوص سے اس کی بندگی بجالاتے رہے۔ انہیں ان طاعتوں کا بدلہ ملے گا جو انہوں نے دنیا میں بجالائیں اور اسی کے وہ مستحق تھے اور یہ ان کے احسانوں کا بدلہ ہوگا جو بہت بڑی کامیابی ہے۔

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ۝ وہ لوگ رات کو کم سویا کرتے۔

ما یھجعون۔ ما زائدہ ہے، جیسا کہ آلوسی کہتے ہیں (ما) اما مزیدۃ۔ الھجوع۔ سے مراد النوم رات کو سونا ہے جیسا کہ امام راغب نے کہا۔ قلیلا۔ مفعول فیہ۔ یا مفعول ہی ہے۔ ای ھجوعا قلیلا۔ یعنی رات کو تھوڑا سوتے ہیں قال الحسن کابدوا قیام اللیل لاینا مون منہ حسن نے کہا وہ لوگ ہمیشہ رات کو قیام کرتے ہیں اور اس میں نہیں سوتے مگر بہت کم الا قلیلا۔

وعن عبد اللہ بن رواحۃ ھجعوا قلیلا ثم قاموا وفسر انس بن مالک الآیۃ کما رواہ جماعۃ عنہ وصححہ الحاکم فقال: کانوا یصلون بین المغرب والعشاء ولا ھی لا تدل علی الاقتصار

علی ذلک (آلوسی) اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ لوگ تھوڑی رات آرام کرتے ہیں پھر عبادت (قیام) کرتے ہیں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کی جیسا کہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، فرمایا وہ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ اس آیت کے اختصار پر دلالت نہیں کرتی تاہم آیت کا واضح مفہوم یہ ہی ہے کہ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے ہیں معمولی نیند کے لعد زیادہ حصہ نماز پڑھتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کی رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا ہے خواہ وہ اول یا درمیانی شب یا پچھلی رات میں عبادت کریں اور ساری رات نیند نہیں کرتے۔ عن عطاء انہ قال فی الایۃ : کان ذلک اذا امروا بقیام اللیل کلہ فکان ابوذر یعتمد علی العصاء فمکثوا شھرین ثم نزلت الرخصۃ (فاقرءوا ما تیسر منہ) اور عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں (اس آیت کے بارے میں کہا) کہ یوں تھا کہ جب وہ لوگ تمام رات کے قیام کا حکم دے گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ عصا کا سہارا لیتے یہاں تک کہ دو مہینے گذر گئے پھر رخصت نازل ہوئی پس جو کچھ تم سے میسر ہو سکے تلاوت کرو۔ تو یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ رخصت کے بعد بھی وہ لوگ ساری رات نہ سوتے۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وہ پچھلی رات استغفار کرتے

اَسْحَار سحر کی جمع، رات کا آخری حصہ یا صبح سے پہلے کا وقت، يَسْتَغْفِرُوْنَ وہ بخشش مانگتے ہیں آلوسی کہتے ہیں ای ھم مع قلۃ ھجوعھم وکثرۃ تھجدھم یداومون علی الاستغفار فی الاسحار کانھم اسلفوا فی لیلھم الجرائم ولم یتفرغوا فیہ یعنی وہ لوگ اپنے کم سونے اور اکثر رات کو عبادت کے باوجود سحر کے وقت میں ہمیشہ استغفار کرتے ہیں گویا وہ خیال کرتے ہیں کہ رات کے سونے کے باعث ان سے کوئی بڑا قصور سرزد ہو گیا اور عبادت کے لیے فارغ کیوں نہ ہو سکے، حسن کہتے ہیں کہ وہ تھوڑی رات سوتے ہیں پھر مستعد ہو کر سحری تک عبادت کرتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں۔ وَقِیْلَ المراد طلبھم المغفرۃ بالصلاۃ اور کہا گیا ہے ان کا بخشش کا مانگنا نماز کے ساتھ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان آخر اللیل فی التھجد احب الی من اولہ لان اللہ تعالیٰ یقول (وبالاسحار ھم یستغفرون) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا (عبادت کرنا) رات کے پہلے حصہ کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور وہ پچھلی رات استغفار کرتے ہیں، بخاری و مسلم میں

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات کو جب تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ تو اللہ کریم آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے میں ہی مالک ہوں کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اُس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اُس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور میں اُس کے گناہ بخش دوں۔ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ یعنی رات تہجد اور شب بیداری میں گزارتے ہیں اور بہت تھوڑی دیر سوتے ہیں اور ہر شب کا آخری حصہ استغفار میں گذارتے ہیں اور اتنے سو جانے کو بھی قصور سمجھتے ہیں۔

وفی اموالھم حقٌ للسائل والمحروم۔ اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا (للسائیل) الطالب منہم ان لوگوں سے طلب کرنے والے (والمحروم) وَھُوَ المتعفف الذی یَحسبہ الجاھل غنیا فیحرم الصدقۃ اور جو مانگنے سے حیا کی وجہ سے احتراز کرتے ہیں باوجودیکہ وہ حاجت مند ہوں اور ناواقف لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں پس وہ ایسے اکثر لوگوں کو دینے سے رہ کے رہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے محروم سے مراد وہ شخص ہے جسے غنیمت یا فیءَ کے مال سے حصہ نہ ملا ہو۔ وہ لوگ اپنی دولت واموال سے ان لوگوں کو جو سوال کرنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی جو حیاءً سوال نہیں کرتے پہچان کر ان کو بھی دیتے ہیں آلوسی کہتے ہیں ای نصیب وانو یستوجبونہ علی انفسھم تقربا الی اللہ عزوجل واشفاقا علی الناس فھو غیر الزکاۃ کما قال ابن عباس ومجاھد یعنی وہ مال جو ان کی ضرورتوں کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیئے اور لوگوں پر مہربانی کے طور پر بکثرت خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ کے علاوہ جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ نے فرمایا۔ اور جمہور کا یہی قول ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت اصلی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اور مقدار مدینہ طیبہ میں۔ یعنی صدقات وخیرات مراد ہیں۔

وفی الارض ایٰتٌ للموقنین ۝ وفی انفسکم افلا تبصرون ۝ وفی السماء رزقکم وما توعدون ۝ فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو ۝ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں ۝ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ۝ تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

وفی الارض ایٰتٌ للموقنین ۝ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیئے۔

(وفی الارض ایٰتٌ) آلوسی کہتے ہیں، دلائل من انواع المعادن والنباتات والحیوانات او وجوہ

دلالات من الوجود ارتفاع بعضها عن الماء واختلاف اجزائها فی الکیفیات والخواص۔ فالدلیل علی الاول ما فی الارض من الموجودات والظرفیۃ حقیقیۃ والجمع علی ظاهرہ وعلی الثانی الدلیل نفس الارض الجمعیہ باعتبار وجوہ الدلال واحوالہ والظرفیۃ من ظرفیۃ الصفۃ فی الموصوف والدلالۃ علی وجود الصانع جل شانہ وعلمہ وقدرتہ وارادتہ ووحدتہ وفرط رحمۃ عزوجل۔

مفہوم یہ ہے کہ زمین میں نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو معدنیات، نباتات اور حیوانات کی انواع سے ہے یا انسانوں کے لیے زمین رہنے کے لیے اس کے بعض حصے پانی سے بلندی پر ابھار دیئے گئے اور زمین بچھادی گئی اور یہ کہ زمین کے مختلف حصوں کی مختلف کیفیات اور خواص کیا ہیں۔ پس پہلی نشانی تو اس سے متعلق ہے جو زمین میں ہے موجودات سے اور کیفیات وحالات اور متضاد خاصیات کیوں کر ہیں اور دوسری نشانی نفس زمین ہے کہ اس کے اوپر نباتات وحیوانات، انواع اجناس کی کثرت دلالت کررہی ہے کہ ان کا نباتات والا واجب الوجود کا علم متناہی اور قدرت کاملہ کا مالک ہے اور اسی نے اپنے فضل ورحمت سے ان تمام اشیاء کو خلق کیا ہے۔

بعض علماء تفسیر کا قول ہے کہ حرف و عطف ہے اور تمام آیات جو واؤ سے شروع ہوئی ہیں در حقیقت انکم لفی قولٍ مختلف، سے متعلق ہیں کیونکہ کفار کو ان امور میں اختلاف و انکار تھا جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے عطف مدحیہ آیات پر ہے جو محسنین کی تشریح میں مذکور ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے زمین میں علم الٰہی، قدرت تامہ اور خلاقیت و ربوبیت کی واضح نشانیاں ہیں اور وہ ان علامات و نشانات قدرت کو دیکھ کر غور و فکر کرتے ہیں۔

(للموقنین) للموحدین الذین سلکوا الطریق السوی البرهانی الموصل الی المعرفۃ فهم نظارون. بعیون باصرۃ وافهام نافذۃ۔

یعنی وہ لوگ جو ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور اس راہ پر چل رہے ہیں جو دلائل سے معرفت کے ساتھ مربوط ہے پس وہ اپنی بینا آنکھوں اور عقل نامہ کے ذریعہ ان امور کا نظارہ کررہے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہوا کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت وحکمت کے نشانات ہیں جو اس کی عظمت پر دلالت کررہے ہیں اور اہل عقل وبصیرت اس کا نظارہ کرتے ہیں۔

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

(وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ) ای فی ذاتکم آیات۔ یعنی تمہاری ذاتوں میں نشانیاں ہیں مفہوم یہ ہے کہ تمہاری خلقت و پیدائش میں اور تمہارے بدنی و جسمانی تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے

ایسے بے شمار عجائب و غرائب ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اور شان
معلوم ہوتی ہے انسانوں کی شکلوں، زبانوں، رنگوں، طبائع، مزاجوں عقل و دانش، فہم و ادراک، قبول حق راہ
پہ چلنے کی قابلیت کا تفاوت اہل بصیرت کے لیے بہت بڑی نشانیاں ہیں اور بے ساختہ کہتے ہیں
فتبارك الله احسن الخالقين (افلا تبصرون) پھر کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، آلوسی کہتے ہیں ای
الا تنظرون فلا تبصرون بعین البصیرۃ مراد ہے کہ تم نہیں دیکھتے پس کیا تم نگاہ بصیرت سے نہیں دیکھتے
اس میں یا تو منکروں سے خطاب ہے یا پھر مومنین کو نگاہ بصیرت سے دیکھنے کی دعوت ہے یعنی اے بے عقلی
بابکنے والو (کفار) تمہیں وہ نشانیاں نظر نہیں آتیں جو اہل یقین اور پرہیزگاروں کو نظر آتی ہیں۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ تمہارے اپنے وجود میں قدرت و عظمت الٰہی کے بے شمار نشان ہیں جو اہل
بصیرت پر روشن ہیں اور منکروں کو دعوت نظارہ و فکر ہے کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آتیں حالانکہ اہل یقین
اسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آتیں حالانکہ اہل یقین
اسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ بے شک وہی خلاق ہر دو عالم عظمت و برکت
والا ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۰ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے
(وفی السماء رزقکم) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ آلوسی کہتے ہیں ای تقدیرہ و تعیینه او
اسباب رزقکم من النیرین والکواکب والمطالع والمغارب التی تختلف بها الفصول التی ھی
مبادی الرزق فالکلام علی تقدیر مضاف او تجوز بجعل وجود الاسباب فیها کوجود المسبب،
ذھب غیر واحد الی ان السماء السحاب وھی سماعۃ والمراد بالرزق والمطر فانه سبب الاقوات وروی تفسیرہ بذلك مرفوعاً

یعنی اللہ نے جو مقدور متعین فرمایا ہے یا تمہارے پھر اسباب ہیں رزق مراد ہیں، چاند، سورج، ستاروں اور ان
کے طلوع و غروب اور پھر ان سے پیدا ہونے والے مفید و مضر امور سب قدرت الٰہی کی آفاقی نشانیاں رزق کے پیدا
ہونے کا سبب ہیں پس یہ گفتگو بر تقدیر مضاف ہے یا مراد یہ ہے کہ اس پروردگار نے یہ سب اسباب بنائے
ہیں اور یہی مسبب الاسباب کے وجود پر دلیل بھی ہیں اور بعض نے کہا سماء سے مراد سحاب (بادل) ہے اور
یہ سماء لغت سے ہے اور اس سے مراد بارش کے ساتھ رزق ہے کیونکہ وہی ان اقوات کا مالک ہے اور اس کی تفسیر
مرفوعاً مروی ہے۔

بیضاوی نے السماء سے مراد بادل اور رزق ... رکھی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد اسباب
رزق ہیں۔

(وما توعدون) عطف علی رزقکم ای والذی توعدونه من خیر و شر کما روی عن مجاهد وفی روایة اخری عنه وعن الضحاک ـــ ما توعدون ـــ الجنة والنار وهو ظاهر فی ان النار فی السماء وفیه خلاف وقال بعضهم وهو الجنة وهی علی ظهر السماء السابعة تحت العرش، وقیل: امر الساعة، وقیل: الثواب والعقاب فانهما مقدران معینان فیها۔

(و) رزقکم پر عطف ہے یعنی وہ امر جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو خیر و شر سے جیسا کہ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایک دوسری روایت میں ان سے اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ماتوعدون سے مراد جنت اور دوزخ ہے اور وہ اس میں ظاہر ہے کہ دوزخ آسمان میں ہے اور اس میں اختلاف ہے اور بعض نے کہا کہ وہ جنت ہے جو ساتویں آسمان کی پشت پر عرش کے نیچے ہے اور کہا گیا مراد امر قیامت ہے اور کہا گیا مراد ثواب و عذاب ہے کیونکہ یہ دونوں امور اس میں مقدر و معین ہیں جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے سب ثواب میں سوائے ضحاک کے قول کے کہ اس سے مراد جنت و دوزخ ہیں کیونکہ جنت تو بلا اشتباہ آسمان پر ہے مگر دوزخ زمین کے نیچے ہے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے تاہم اس تاویل کی ضرورت صرف اسی صورت میں ہے جب مخاطبین صرف مومنین و محسنین ہوں اور اگر خطاب میں مومن و کفار دونوں مراد ہوں تو اس تاویل کی گنجائش نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے اسباب رزق معین و مقرر فرمائے ہیں اور آسمان سے بارش کر کے رزق سے نوازا ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کا وعدہ تفصیل سب آسمانوں میں مکتوب ہے

تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

(فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ) تو آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے، و قسمیہ ہے جو کلام کو مؤکد کرنے کے لیے ہے اور بلغاء کا یہی طریقہ ہے کہ مخاطب کا انکار جس درجہ کا حق ہے خبر دینے والا کلام کو اسی قدر مؤکد کر کے بیان کرتا ہے، ل (لحق) تاکیدی ہے اور فرمایا جا رہا ہے یہ امر اسی طرح حق و صواب ہے جس طرح انسان کا اپنا بولنا اور کلام ایک واضح روشن اور محسوس و معلوم حقیقت ہے یہاں مثل (تشبیہ) کا استعمال اس لیے ہے کہ روشن حقیقت کا انکار مشکل ہوتا ہے جس طرح انسان کا نطق و کلام واضح و محسوس ہے اسی طرح وہ باتیں جو پچھلی آیات کی تفصیل میں نشانات قدرت آیات الٰہی، وعدۂ عذاب و ثواب، خیر و شر اور رزق کے بارے میں گزریں حق ہیں اور خداوند قدوس نے قسم یاد فرما کر اس بیان کو قوی و مؤکد کر دیا ہے اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جن کے لیے ان کے پروردگار نے قسم یاد فرمائی پھر بھی

انہوں نے اسے سچا نہ جانا۔ تو اس آیت میں تشبیہہ و قسم اظہار حقانیت، احقاق حق اور تاکید حق کے لیے ہے۔

با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ذاریات پ ۲۶

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝	اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔
اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝	جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام۔ کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔
فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝	پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا
فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝	پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں
فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝	تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔
فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝	اس پر اس کی بی بی چلاتی آئی۔ پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ۔
قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝	انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے اور وہی حکیم دانا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات پ ۲۶

هَلْ۔ کیا	اَتٰىكَ۔ آئی تیرے پاس	حَدِيْثُ۔ بات	ضَيْفِ۔ مہمانوں
اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم کی	الْمُكْرَمِيْنَ۔ عزت والوں کی	اِذْ۔ جب	دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے
عَلَيْهِ۔ اس پر	فَقَالُوْا۔ بولے	سَلٰمًا۔ سلام	قَالَ۔ کہا
سَلٰمٌ۔ سلام	قَوْمٌ۔ قوم تھی	مُّنْكَرُوْنَ۔ ناپہچان	فَرَاغَ۔ تو گیا

اِلٰی۔ طرف	اَھْلِہٖ۔ اپنے گھر کی	فَجَآءَ۔ تو لایا	بِعِجْلٍ۔ بچھڑا
سَمِیْنٍ۔ موٹا	فَقَرَّبَہٗ۔ پھر قریب کیا اسکو	اِلَیْھِمْ۔ انکی طرف	قَالَ۔ کہا
اَلَا۔ کیا نہیں	تَاْکُلُوْنَ۔ کھاتے تم	فَاَوْجَسَ۔ تو چھپایا	مِنْھُمْ۔ ان سے
خِیْفَۃً۔ ڈر کو	قَالُوْا۔ بولے	لَا۔ نہ	تَخَفْ۔ ڈر
وَ۔ اور	بَشَّرُوْہُ۔ بشارت دی	ہُ۔ اسکو	بِغُلٰمٍ۔ لڑکے
عَلِیْمٍ۔ علم والے کی	فَاَقْبَلَتِ۔ تو آئی	امْرَاَتُہٗ۔ اسکی بیوی	فِیْ۔ بیچ
صَرَّۃٍ۔ حیرت کے	فَصَکَّتْ۔ تو اسنے ہاتھ مارا	وَجْھَھَا۔ اپنے چہرے پر	وَ۔ اور
قَالَتْ۔ بولی	عَجُوْزٌ۔ بڑھیا	عَقِیْمٌ۔ بانجھ	قَالُوْا۔ کہنے لگے
کَذٰلِکِ۔ اسی طرح	قَالَ۔ کہا ہے	رَبُّکِ۔ تیرے رب نے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ
ھُوَ۔ وہی	الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا	الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا ہے۔	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ ذاریات ۲۷

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ۞ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۞ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۞ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۞ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۞ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ۞

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ۞ جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں ۞ پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا ۞ پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم نہیں کھاتے ۞ تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا، وہ بولے ڈریئے نہیں ؕ اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی ۞ اس پر اس کی بی بی چلاتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بوڑھیا بانجھ انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرمادیا ہے اور وہی حکیم ودانا ہے ۞

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ۔ اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز

مہمانوں کی خبر آئی۔

(ھَلْ اَتٰکَ) استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کی خبر بذریعہ وحی دی جا چکی ہے۔

(حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰھِیْمَ) حدیث بمعنی حکایت و قصہ، ضیف، آلوسی کہتے ہیں فی الاصل مصدر بمعنی المیل و لذالك یطلق علی الواحد والمتعدد "اصل میں لفظ ضیف مصدر ہے، مہمانوں کے معنوں کے ساتھ اور اسی لیے اس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور متعدد پر بھی ان مہمانوں کی تعداد کیا تھی تو اس میں اختلاف ہے آلوسی کہتے ہیں۔ قیل، کانوا اثنی عشر ملکا، وقیل، ثلاثۃ جبرائیل ومیکائیل و اسرافیل علیہم السلام وسموا ضیفا لانہم کانوا فی صورۃ الضیف ولان ابراھیم علیہ السلام حسبہم کذالك کہا گیا ہے کہ وہ بارہ فرشتے تھے۔

اور کہا گیا کہ تین تھے۔ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور انہیں مہمان کا نام دیا گیا اس لیے کہ وہ مہمانوں کی صورت میں تھے اور اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ایسا ہی گمان کیا محمد بن کعب کا قول ہے جبرائیل اور ان کے ہمراہ سات فرشتے اور تھے جبکہ سدی کا قول ہے کہ یہ گیارہ فرشتے تھے نورانی چہروں کے ساتھ مرد لڑکوں کی صورت میں۔

(المکرمین) معزز۔ آلوسی کہتے ہیں ای عند اللہ عزوجل کما قال الحسن فھو کقولہ تعالیٰ فی الملائکۃ علیہم السلام (بل عباد مکرمون) او عند ابراھیم علیہ السلام اذ اخدمہم بنفسہ وزوجتہ یعنی معزز اللہ کے نزدیک جیسا کہ حسن نے کہا پس وہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں قول کی طرح ہے۔ یعنی وہ معزز بندے ہیں یا پھر حضرت ابراہیم کے نزدیک جبکہ انہوں نے اور ان کی زوجہ نے خود ان کی خدمت کی تھی۔

(اذ دخلوا علیہ) جب وہ اس کے پاس آئے یعنی کہ جب مہمان آ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے

(فقالوا سلما) پھر بولے سلام یعنی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو سلام کہتے ہیں (قال سلٰم) ای علیکم السلام عدل بہ الی الرفع بالابتداء لقصد الثبات حتی یکون تحیہ احسن من تحیتھم اخذا بمزید الادب والاکرام

یعنی تم پر سلام ہو اور سلامٌ بطور جملہ اسمیہ کہا تاکہ سلامتی کی دعا ہمیشہ کیلئے ہو اور ان کا جواب سلام ملائکہ کے سلام سے بہتر ہو جائے اور ایسا ادب و اکرام کیلئے تھا۔ کیونکہ سلام کا بہتر جواب ہدایت الہیہ کے موافق ہے اور صالحین کا یہی طریق ہے۔

(قومٌ منکرون) ناشنا سا لوگ، آلوسی کہتے ہیں وانہٗ علیہ السلام قالہ فی نفسہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اپنے جی میں کہا تھا کہ ناشناسا لوگ ہیں۔ ایک قول ہے لوگ اوضاعہم واشکالہم خلاف ما علیہ اہلہا آپ نے ناشناسا لوگ اس لیے کہا کہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شکل وصورت جس پر کہ وہاں کے لوگ تھے مختلف تھی۔

(فراغ الیٰ اھلہٖ) اور ذہب الیہم علیٰ خفیۃ من ضیفہٖ، یعنی مہمانوں سے پوشیدہ طور پر اپنے گھر والوں کے پاس گئے تاکہ مہمانی سجالائیں۔ اہل سے مراد گھر والے ہیں یا فقط حضرت سارہ سلام اللہ علیہا فجاء بعجلٍ سمینٍ ہ پس آئے ایک فربہ بچھڑے کے ساتھ۔ عجل گائے کے بچھڑے کو کہتے ہیں۔ جب بڑا ہو جائے تو ثور (بیل) کہتے ہیں، سمین ممتلی الجسد بالشحم واللحم جس کا جسم گوشت سے بھرا ہوا ہو۔ اور چربی والا ہو۔ فجاء پس وہ آئے ف عجلت کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی سے ایک فربہ بچھڑے کو ذبح کیا اور بھون کر (پکوا کر) لے آئے کیونکہ ان کے ہاں یہی مویشی تھے۔ (بیل گائے۔ بچھڑے وغیرہ)

(فقربہٗ الیہم) پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ یعنی کھانا مہمانوں کے پاس لاکر رکھا، آلوسی کہتے ہیں بان وضعہ لدیہم وفیہ دلیل علیٰ ان من اکرام الضیف ان یقدم لہٗ اکثر مما یاکل وان لا یوضع ویدعی الضیف الیہ۔ یعنی آپ نے کھانا لاکر مہمانوں کے پاس رکھا۔ یعنی اور اس میں دلیل یہ ہے کہ مہمان کی تکریم میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ کھانا اس کے سامنے لاکر رکھے تاکہ اس میں جس قدر چاہے، تناول کرے اور یہ نہیں کہ کھانا کسی اور جگہ لگائے اور مہمان کو کھانے کی طرف بلائے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ کھانا الگ لگانا اور مہمانوں کو کھانے کی طرف بلانا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں فیشن بن گیا ہے، سنت کے خلاف ہے (قال الا تاکلون) کہا کیا تم کھاتے نہیں، جب فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم کھاتے نہیں آلوسی کہتے ہیں۔ قیل، عرض الاکل فان فی ذالک تانیساً للضیف، وقیل انکار لعدم تعرضہم للاکل کہا گیا ہے کہ آپ نے انہیں کھانے کے لیے کہا تاکہ اس میں مہمانوں کے لیے انسیت دلجمعی ہو اور بلا جھجک مشغول ہوں اور کہا گیا ہے فرشتوں کے طعام کو نہ کھانے کی وجہ سے کہا کہ وہ پس و پیش یا انکار نہ کریں اور کھائیں۔ میں کہتا ہوں کہ الا تاکلون میں تعریض بھی ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً مہمان ہوتے تو بالضرور کھاتے اور چونکہ انہوں نے کھانے سے تعرض کیا تو آپ نے کہا، کیا تم کھاتے نہیں یعنی فرشتے ہو اس لیے فرشتوں کو طعام کی حاجت نہیں اور اس سے وہ پاک ہیں ان کی خوراک ذکر الٰہی ہے۔ اور اگلی آیت میں خوف کی علت یہی ہے۔

فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ط قَالُوا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝
تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں اور اُسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔
(فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً) فاوجس ای میں محسوس کیا خیفۃ ڈر خوف تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا۔ آلوسی لکھتے ہیں فاضمر فی نفسہ منھم خوفاً لما رای علیہ الصلوٰۃ والسلام اعراضہم عن طعامہ وظن ان ذالک لشر یریدونہ فان اکل الضیف آمنۃ ودلیل انبساط نفسہ وللطعام حرمۃ وذمام والامتناع منہ وحشۃ موجبۃ لظن الشر وعن ابن عباس انہ علیہ السلام وقع فی نفسہ انھم ملائکۃ ارسلوا للعذاب۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کھانے کی طرف رغبت نہیں کرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں تو گمان کیا کہ یہ معاملہ خرابی پر مبنی ہے جو وہ چاہتے ہیں (دشمن ہیں) پس اگر مہمان کھالیتے تو خیر ہوتی اور ان کے دل کے لیے یہ امر موجب فرحت ہوتا اور کھانے کے لیے بھی تکریم ہوتی اور کھانے سے رکنا اور مائل نہ ہونا وحشت انگیز امر تھا جس سے خرابی کا گمان ہوا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کو عذاب کے لیے بھیجا گیا ہے۔ پس آپ کو خوف ہوا۔

(قالوا لا تخف) وہ بولے ڈریئے نہیں۔

قالوا فرشتے بولے لا تخف ڈریئے نہیں۔ آلوسی کہتے ہیں انہوں نے کہا انا رسل اللہ تعالیٰ۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں وقیل مع تحقیق انھم ملائکۃ اور تحقیق سے کہا گیا ہے کہ بے شک وہ فرشتے تھے یعنی ان فرشتوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اس لیے آپ خوف نہ کریں۔

وبشروہ اور اُسے خوشخبری دی ای بواسطتھم یعنی فرشتوں کے واسطے سے یہ خبر دی۔

بغلام ساتھ لڑکے کے، غلام سے مراد یہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، آلوسی کہتے ہیں ھو عند الجمھور اسحٰق بن سارۃ وھو الحق للتنصیص علی انہ المبشر بہ فی سورۃ ھود والقصۃ واحدۃ غلام سے مراد یہاں جمہور کے نزدیک حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جو سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور نص کے مطابق یہی حق ہے کیونکہ سورہ ہود میں مبشر سے مراد یہی ہیں اور یہ قصہ بھی ایک ہی ہے لہذا یہاں کوئی اشکال نہیں۔

علیم ، علم والا۔ آلوسی کہتے ہیں عند بلوغہ واستوائہ وفیہ تبشیر لحیاتہ ۔ یعنی بالغ ہو کر اس لڑکے کو کمال علوم حاصل ہوگا۔ لہذا اس میں انکی طول عمر کی بھی بشارت ہے۔

(فاقبلت امراتہ فی صرۃ) اس پر ان کی بی بی چلاتی آئی۔

فاقبلت پس آئی امراتہ اس کی بیوی یعنی سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا۔ فی صرۃ چلاتی ہوئی

آلوسی کہتے ہیں سارۃ لما سمعت بشارتھم الی بیتھا وکانت فی زاویۃ تنظر الیھم وفی التفسیر الکبیر انھا کانت فی خدمتھم فلما تکلموا مع زوجھا بولادتھا استحییت واعرضت عنھم فذکر اللہ تعالیٰ ذلک بلفظ الاقبال علی الاھل دون الادبار عن الملائکۃ

جب سیدہ سارہ نے اپنے گھر میں ان کی خوشخبری سنی اور وہ پردے سے انہیں دیکھ رہی تھیں اور تفسیر کبیر میں ہے کہ وہ یعنی حضرت سارہ ان کی خدمت میں مشغول تھیں پس جب فرشتوں نے ان کے شوہر سے بیٹے کی ولادت کے بارے میں گفتگو کی انہیں حیا آئی اور آپ نے ان سے (فرشتوں سے) اعراض کیا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کا بیان لفظ اقبال کے ساتھ کیا ہے اور فرشتوں سے ادبار کے ساتھ نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ سارہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آئیں نہیں۔ بلکہ وہیں چلانا شروع کیا یہ چلانا کیا تھا وقیل، قولہا اوہ وقیل، یا ویلتی، انہوں نے کہا، ہائے خرابی۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا، پھر اپنا ماتھا پیٹا لگا آلوسی لکھتے ہیں قال مجاھد، ضربت بیدھا علی جبھتھا وقالت، یا ویلتاہ وقیل، انہا وجدت حرارۃ الدم فلطمت وجہھا من الحیاء وقیل، انہا لطمتہ تعجباً وھو فعل النساء اذا تعجبن من شیٔ، مجاہد نے کہا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا ہائے خرابی اور کہا گیا ہے انہوں نے حیض کے خون کی گرمی محسوس کی تو شرم سے منہ ڈھانک لیا اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے تعجب کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا اور یہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ جب وہ کسی چیز سے متعجب ہوتی ہیں یا عجیب و غریب امر دیکھتی ہیں تو شرم کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔

(وقالت عجوز) ای انا عجوز انہوں نے کہا کہ میں بوڑھی ہوں۔

(عقیم) بانجھ۔ عاقر فکیف الد یعنی بانجھ ہوں کیونکر جنوں گی۔ حضرت سارہ کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

(قالوا کذلک قال ربک) بولے تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے

ای مثل ذالک القول الکریم الذی اخبرنا بہ یعنی یہ رب کریم کے فرمان کے مطابق ہے جس کی ہمیں خبر دی گئی۔

قال ربک) وانما نحن معبرون نخبرک بہ عنہ عزوجل لا انا نقولہ من تلقاء انفسنا۔ اور ہم تمہیں اسی بات کی خبر دے رہے ہیں جس بات کی پروردگار جل جلالہ نے خبر دی ہے اور ہم اپنے پاس سے یا اپنے جی سے بنا کر نہیں کہہ رہے ہو یعنی یہ پروردگار کا فرمان ہے آلوسی کہتے ہیں روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ سارہ سے کہا اپنے گھر کی چھت کی طرف دیکھیے پس انہوں نے دیکھا کہ اُس کی کڑیاں پتوں اور پھلوں سے لدی ہیں۔ اس میں قدرت ربانی کی طرف اشارہ تھا۔

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ۔ بے شک وہ حکمت والا دانا ہے۔ یعنی صنعت و ایجاد میں حکیم ہے اور العلیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل سب کو جانتا ہے اور اس کا علم لامتناہی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

بفضلہ تعالیٰ آج ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ ۲۶ پارہ مکمل ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ذاریات پ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝
ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝
بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝
کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝
جو تیرے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کیے گئے ہیں۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
تو ہم نے جو اس شہر میں ایمان والے تھے وہ نکال لیے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝
تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝
اور ہم نے اس میں نشانی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
اور موسیٰ میں جب ہم نے اسے روشن سند لے کر فرعون کے پاس بھیجا۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝
تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝
اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝
جس چیز پر گذرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر کے چھوڑتی۔

وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝
اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝ تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ ہی وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات پ ۲۷

قَالَ۔ کہا   فَمَا۔ پھر کیا   خَطْبُکُمْ۔ کام ہے تمہیں   اَیُّهَا۔ اے

الْمُرْسَلُوْنَ۔ فرشتو   قَالُوْا۔ بولے   اِنَّا۔ ہم   اُرْسِلْنَا۔ بھیجے گئے ہیں

اِلٰی۔ طرف   قَوْمٍ۔ قوم   مُّجْرِمِیْنَ۔ مجرم کی   لِنُرْسِلَ۔ تاکہ بھیجیں ہم

عَلَیْهِمْ۔ ان پر   حِجَارَةً۔ پتھر   مِّنْ طِیْنٍ۔ گارے سے بنے ہوئے

مُسَوَّمَةً۔ نشاندار ہیں   عِنْدَ۔ نزدیک   رَبِّکَ۔ تیرے رب کے   لِلْمُسْرِفِیْنَ۔ حد سے بڑھنے

والوں کے لیے   فَاَخْرَجْنَا۔ تو نکال لیے ہم نے   مَنْ۔ جو   کَانَ۔ تھے

فِیْهَا۔ اس میں   مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں سے   فَمَا۔ تو نہ

وَجَدْنَا۔ پایا ہم نے   فِیْهَا۔ اس میں   غَیْرَ۔ سوائے   بَیْتٍ۔ ایک گھر کے

مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں سے   وَ۔ اور   تَرَکْنَا۔ چھوڑی ہم نے

فِیْهَا۔ اس میں   اٰیَةً۔ نشانی   لِّلَّذِیْنَ۔ ان کے لیے جو   یَخَافُوْنَ۔ ڈرتے ہیں

الْعَذَابَ۔ عذاب   الْاَلِیْمَ۔ دردناک سے   وَ۔ اور   فِیْ۔ بیچ

مُوْسٰی۔ موسیٰ کے   اِذْ۔ جب کہ   اَرْسَلْنٰهُ۔ بھیجا ہم نے اس کو

اِلٰی۔ طرف   فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی   بِسُلْطٰنٍ۔ ساتھ سند   مُّبِیْنٍ۔ روشن کے

فَتَوَلّٰی۔ تو پھر گیا   بِرُکْنِهٖ۔ اپنے لشکر سمیت   وَ۔ اور   قَالَ۔ بولا

سٰحِرٌ۔ جادوگر ہے   اَوْ۔ یا   مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ   فَاَخَذْنٰهُ۔ تو ہم نے

وَجُنُوْدَهٗ اس کے لشکر کو   وَ۔ اور   فَنَبَذْنٰهُمْ پکڑ کر   هٗ۔ اسکے کو

فنبذنٰھم ۔ تو ہم نے پھینک دیا انکو		فی ۔ بیچ	الیم ۔ دریا کے
و ۔ اور	ھو ۔ وہ تھا	ملیم ۔ ملامت کیا گیا	و ۔ اور
فی ۔ بیچ	عاد ۔ عاد کے	اذ ۔ جبکہ	ارسلنا ۔ بھیجی ہم نے
علیھم ۔ ان پر	الریح ۔ ہوا	العقیم ۔ بانجھ کرنے والی	ما ۔ نہیں
تذر ۔ چھوڑتی تھی	من شیء ۔ کسی شے کو	اتت ۔ کہ آئی	علیہ ۔ اس پر
الا ۔ مگر	جعلتہ ۔ کرتی اسکو	کالرمیم ۔ بوسیدہ	و ۔ اور
فی ۔ بیچ	ثمود ۔ ثمود کے	اذ ۔ جبکہ	قیل ۔ کہا گیا
لھم ۔ ان کے لیے	تمتعوا ۔ فائدہ اٹھاؤ	حتی ۔ ایک	حین ۔ وقت تک
فعتوا ۔ تو سرکشی کی انہوں نے	عن امر ۔ حکم	ربھم ۔ اپنے رب سے	فاخذتھم ۔ تو پکڑا انکو
الصٰعقۃ ۔ کڑک نے	و ۔ اور	ھم ۔ وہ	ینظرون ۔ دیکھتے تھے
فما ۔ تو نہ	استطاعوا ۔ طاقت رکھی انہوں نے		من قیام ۔ کھڑا ہونے کی
و ۔ اور	ما ۔ نہ	کانوا ۔ ہوئے وہ	منتصرین ۔ بدلہ لینے والے
و ۔ اور	قوم ۔ قوم	نوح ۔ نوح	من قبل ۔ ان سے پہلے
انھم ۔ بیشک	کانوا ۔ وہ تھے	قوما ۔ لوگ	فسقین ۔ فاسق

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات پ ۲۷

قال فما خطبکم ایھا المرسلون ۝

کہا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔

قال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا

فما خطبکم یعنی تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے۔ یا یہ کہ اس بشارت کے سوا تمہارا اور کیا کام ہے

ایھا المرسلون اے بھیجے ہوؤ یعنی معزز فرشتو!

واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معزز فرشتوں سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا کہ آیا وہ صرف حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت ولادت کے لیے آئے ہیں یا پھر کسی اور مہم کے لیے بھی آئے

آتے ہیں۔

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ بولے ہم ایک مجرم قوم کیطرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوْ وہ فرشتے بولے۔ انہوں نے جواب دیا۔

(انا ارسلنا ہم بھیجے گئے ہیں۔ یعنی ہماری آمد کا مقصد یہ ہے ایک مجرم قوم کو عذاب دیں۔

الیٰ قوم مجرمین ایک مجرم قوم کی طرف، یعنون قوم لوط علیہ السلام، اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے جو گندے افعال میں مبتلا و مشغول تھی یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ بر ملا بے حیائی کا مظاہرہ کرتے اور لڑکوں کیساتھ برے کام کی ابتدا انہوں نے ہی کی، انہوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی اس لیئے مجرم قوم کہا کہ ان کے جرائم شدید و قبیح تھے اور وہ انتہائی مفسد و بے باک تھے۔

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کر رکھے ہیں۔

لِنُرسل علیھم تاکہ ہم ان پر برسائیں (چھوڑیں)

یعنی ان کی بستیوں کا اوپر کا حصہ اور ان کے نیچے کا حصہ کر دیں یعنی بستیاں اُلٹ پلٹ دیں یا اوپر نیچے کر دیں۔

(حجارۃً من طین) ای طین متحجر وھو السجیل۔ یعنی وہ مٹی جو پتھر بن جاتی ہے اور وہ کنکر ہے، پتھر کے کنکر، سنگریزے۔

فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم قوم لوط کی بستیوں کو اوپر نیچے کر دیں اور پتھر کے کنکر ان پر برسائیں۔

مُسَوَّمَةً نشان لگا ہوا معلمۃ من السومۃ وھی العلامۃ علی کل واحدۃ منھا اسم من یھلك بھا وقیل: اعلمت بانھا من حجارۃ العذاب بعلامۃ تدل علی انھا لیست من حجارۃ الدنیا

وہ ناموں سے نشان زدہ تھے اور یہ نشانی تھی اس امر کی کہ ان میں سے ہر ایک جسے ہلاک کرنے کا حکم ہے ہلاک ہوگا اور کہا گیا ہے وہ نشان دار تھے کیونکہ وہ عذاب کے پتھر تھے اور کہا گیا نشان دار سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کے پتھروں میں سے نہ تھے، قتادہ نے کہا کہ ان پر سرخ خطوط تھے یہ حسن سعدی کا قول ہے ان پر مہریں لگی ہوئی تھیں، واضح مطلوم یہی ہے کہ ہلاک ہونے والا کا نام پتھر پر مقرر تھا۔

(عند ربك تمہارے رب کے پاس انھا فی علم اللہ تعالیٰ معلمۃ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے علم

میں متعین ومقرر تھا۔

(للمسرفین) حد سے بڑھنے والوں کے لیئے۔ المجاوزین الحد فی الفجور، یعنی ان لوگوں کے لیے جو فسق وفجور کے امور میں حد سے گذر گئے تھے مراد قوم لوط کے لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہوئے لواطت جیسے خبیث فعل کے مرتکب ہوئے اور تمام حدود کو پھلانگ گئے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیئے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

(فاخرجنا) پس ہم نے نکالے، فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے گھر کے لوگ راتوں رات چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے، یعنی ان کا نکلنا ہمارے امر سے تھا یا یہ کہ ہم نے فرشتوں کو اس کی ہدایت کی تھی، لہٰذا ہم نے ہی نکالا اور نکلنے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

(مَنْ کَانَ فِیْھَا) (جو اس شہر میں تھے) ای فی قری قوم لوط واضمارھا بغیر ذکر لشھرتھا یعنی جو قوم لوط کی بستیوں میں تھے بستیوں کے لیئے ضمیر کے ساتھ ذکر اس لیئے کہا کہ وہ مشہور تھیں۔

(من المومنین) ممن امن بلوط علیہ السلام یعنی ان لوگوں میں سے جو لوط علیہ السلام پر ایمان لائے دا صح مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جائیں اور آپ لوگوں میں سے کوئی منہ پھیر کر نہ دیکھے، البتہ تمہاری زوجہ منہ پھیر کر دیکھے گی تو اس پر بھی ہلاک ہونیوالوں کی طرح کا پتھر پڑے گا اور وہ بھی ہلاک ہو جائیگی تو یہ لوگ راتوں رات بستی سے نکال لیئے گئے اور یہی آیت کا مقتضٰی ہے۔

(فما وجدنا فیھا غیر بیت) پس ہم نے وہاں ایک ہی گھر پایا ای غیر اھل بیت للبیان لقولہ تعالیٰ یعنی ایک گھر والوں کے سوا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

(من المسلمین) مسلمانوں سے، فالکلام بتقدیر مضاف وجوزان یراد بالبیت نفسہ الجماعۃ مجازاً پس کلام بر تقدیر مضاف ہے اور جو مجازاً دلالت کرتا ہے کہ بہت گھر اسے مراد کچھ لوگ ہوں اور انہی سے مراد ہے مسلمانوں سے، آلوسی کہتے ہیں کما اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاھد لوط وابنتاہ جیسا کہ ابن منذر اور ابن حاتم نے مجاہد سے تخریج کی ہے کہ من المسلمین سے مراد لوط علیہ السلام اور انکی دو بیٹیاں تھیں، واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر انہ قال، کانو ثلاثۃ عشر۔ اور ابن ابی حاتم

نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وہ تیرہ ۱۳ لوگ تھے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے ان بستیوں میں ایک ہی گھر مسلمانوں کا پایا اور اُس گھر کے لوگ لوط علیہ السلام اور انکی دو صاحبزادیوں پر مشتمل تھے جب کہ بعض نے کہا کہ وہ تیرہ شخص تھے ایمان کے علاوہ سبھی کفار فساق و فجار تھے جن کے لیے ہلاکت مقدر ہو چکی تھی۔

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

(وَتَرَكْنَا فِيهَا) اور ہم نے باقی رکھی ای فی القریٰ یعنی ان بستیوں میں، مطلب یہ ہے کہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد ان بستیوں میں نشانی رکھی۔

(آيَةً) نشانی، علامة دالة علی ما اصابهم من العذاب، قال ابن جريج هی احجار كثيرة منضودة وقيل، تلك الاحجار التی اهلكوا بها، وقيل، ماء منتن قال الشهاب، كانه بحيرة طبريه

یعنی نشانی جو دلالت کرتی ہے اس پر جو انہیں عذاب سے پہنچا، ابن جریج نے کہا وہ کثرت کیساتھ پتھروں کے ڈھیر ہیں اور کہا: وہ پتھر تھے جن کے ساتھ وہ ہلاک کیے گئے۔ اور کہا گیا کالا سڑا، بدبودار پانی شہاب نے کہا گویا کہ وہ بحیرہ طبریہ ہے، یہ نشانی عبرت کے لیے رہنے دی۔

(لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ) ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، آلوسی کہتے ہیں ای من شانهم ان يخافوه السلامة فطرتهم ورقة قلوبهم دون من عداهم من ذوی القلوب القاسية فانهم ولا يعتدون بها ولا يعدونها آية، یعنی جو لوگ اپنی فطرتی سلامتی کے لیے اور رقت قلبی کیوجہ سے اس سے ڈرتے ہیں اور انہیں دشمن جانتے ہیں برعکس ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں سختی ہے۔ وہ نہ تو اُس کا خوف رکھتے ہیں اور نہ انہیں اس سے عبرت ہوتی ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ نشانی ان لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ نے اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ ان نشانات کو دیکھ کر گریہ زاری کرتے ہیں اور سلامتی کے طلبگار ہوتے برعکس ان لوگوں کے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اور وہ فکر آخرت سے بے گانہ ہیں اور سرکش ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

اور موسیٰ میں جب ہم نے سناے روشن سند دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔

وفی موسیٰ اور موسیٰ میں بھی عطف علی (وترکنا فیها) یتقدیر عامل لذا ای وجعلنا فی موسیٰ عطف ترکنا والی آیت پر ہے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارسال میں بھی ایک نشانی تھی اور

جملہ کمل معطوف ہے اور یہ فیھا پر عطف ہے جیسا کہ آیت میں عامل کے مناسب ہے۔
(اذ ارسلنہ) جب ہم نے اسے بھیجا وقیل بمحذوف ای کائنۃ وقت ارسلنا اور کہا گیا ہے کہ محذوف کے ساتھ یعنی بھیجنے کے وقت میں حجۃ کو تھا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھیجے گئے اس وقت آپکو جو نشانات دے گئے
(الی فرعون بسلطن مبین) ساتھ کھلی دلیل فرعون کی طرف۔ ھو ما ظھر علی یدیہ من المعجزات۔ وہ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ پر عظیم معجزات کی صورت پر ظاہر ہوا۔ یعنی عصا، ید بیضاء، سمندر میں راستے، پتھر سے چشموں کا پھوٹنا وغیرہ۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

(فتولی برکنہ) تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا، فتولی پس وہ پھر گیا۔ برکنہ اپنے لشکر کے ساتھ اور قتادہ نے کہا الرکن بمعنی القوم رکن قوم کے معنی میں ہے وقیل، تولی بقوتہ وسلطانہ والرکن یستعار للقوۃ اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی قوت شرکت اور قوم کی وجہ سے پھر گیا اور رکن میں قوت کی طرف اشارہ ہے آلوسی کہتے ہیں فاعرض عن الایمان بموسیٰ علیہ السلام پس فرعون نے اپنے جتھے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے اعراض کیا۔

وقال سحر اور بولا جادوگر۔
وقال اور کہا یعنی فرعون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سحر جادوگر ای ھو ساحر یعنی وہ جادوگر ہیں۔
(او مجنون) یا دیوانہ، آلوسی کہتے ہیں کان اللعین جعل ما ظھر علی یدیہ علیہ السلام من الخوارق العجیبۃ منسوبۃ الی الجن وتردد فی انہ حصل باختیارہ فیکون سحرا او بغیر اختیارہ فیکون جنونا وھذا مبنی علی زعمہ الفاسد والا فالسحر لیس من الجن کما بین فی محلہ فاو للشک وقیل الابھام وقال ابو عبیدۃ، ھی بمعنی الواو لان اللعین قال الامرین قال: ان ھذا لساحر علیم وقال انہ رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون وانت تعلم ان اللعین یتلون تلون الحرباء فلا ضرورۃ تدعو الی جعلھا بمعنی الواو
فرعون لعین نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست کرم پر عجیب خوارق عادت ظاہر دیکھے تو اسے جن کی طرف منسوب کیے جاتا اور اس میں متردد ہوا کہ اگر انہوں نے اپنے اختیار سے حاصل کیے ہیں تو یہ جادو ہوگا اور اگر ان کے اپنے اختیار کے بغیر ہے تو یہ جنون ہے اور یہ اس کے فاسد گمان و وہم پر مبنی تھا اور رہا سحر (جادو) تو وہ جن سے نہیں ہوتا جیسا کہ اس موقع و محل سے واضح ہے پس "او" شک کے لئے کہا اور کہا گیا کہ ابہام کے لئے

اور ابوعبیدہ نے کہا یہاں او واؤ کے معنی میں ہے کیونکہ لعین نے دو باتیں کیں کہ یہ تو علم والا جادوگر ہے اور کہا بے شک تمہارا رسول وہ شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر دیوانہ ہے، اور معلوم ہونا چاہیئے کہ لعین نے ایسا بلا ضرورت کہا اور اس نے یہاں اوْ سے مراد وہی لیا ہے۔

تاہم میں کہتا ہوں کہ اس کے دونوں قول متضاد تھے، مجنون کیوں کر جادوگر ہو سکتا ہے، اور ساحر تو عقلمند ہوتا ہے اور عقلمند کا مجنون کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، درحقیقت فرعون لعین خود عقل سے کورا تھا اور جناب کلیم علیہ السلام کے دست کرم سے معجزات قاہرہ و باہرہ کا صدور دیکھ کر بہکی ہانکنے لگا اور خیالات فاسدہ میں الجھ گیا اور حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ۝ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ۝

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا، اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی

(فَاَخَذْنٰهُ وجنودہ فَنَبَذْنٰهُمْ) تو ہم نے اُسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا

پس ہم نے اُسے پکڑ لیا یعنی فرعون کو، (وجنودہ) اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر فرعون کے لشکر کو جو موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کر رہا تھا۔ (فنبذنٰہم) پس ہم نے ان کو غرق کر دیا۔

(فی الیم) فی البحر یعنی دریا میں

آلوسی لکھتے ہیں والمراد فاغرقناھم فیہ، وفی الکلام من الدلالۃ علی غایۃ عظم شان القدرۃ الربانیۃ ونہایۃ مہانۃ فرعون وقومہ اھ مطلب یہ ہے کہ ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا اور یہاں کلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرتی عظمتوں کی غایت درجہ دلالت ہے اور فرعون اور اس کی قوم کی انتہائی سرکشی کا اظہار ہے۔

(وَهُوَ مُلِیْمٌ) اور وہ اپنے کو ملامت کر رہا تھا، آلوسی کہتے ہیں وکون الملام علیہ ھنا الکفر والطغیان ھو الذی یقتضیہ حال فرعون وھو مما یختلف باعتبار من وصف بہ فلا یتوھم انہ کیف وصف اللعین بما وصف بہ ذوالنون علیہ السلام۔

اور یہاں ملامت کرنے سے مراد کفر و طغیان (سرکشی و بغاوت) ہے جو کہ فرعون کے حال کی مقتضی ہے اور وہ اس کے اوصاف کے اختلاف کے اعتبار سے ہے لیکن یہاں یہ وہم نہ ہونا چاہیئے کہ فرعون لعین

اس طرح خود کو ملامت کرنے لگا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ قرآن عظیم میں ہے۔
فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ۔ پھر اُسے (حضرت یونس علیہ السلام) کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا یعنی انہوں نے نکلنے میں جلدی کی اور قوم سے الگ ہونے میں امر الہٰی کا انتظار نہ کیا۔ لیکن یہاں فرعون کا خود ملامت کرنا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ قابل ملامت افعال کے ارتکاب کی وجہ سے ملامت کا مستحق تھا اور بعض نے کہا کہ وہ خود کو ملامت کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا اور یہ ان پر کیوں طعن کیا جیسا کہ اُس کے کلام سے بھی ظاہر ہوا قرآن عظیم میں ہے حتّٰی اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ الخ یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آ لیا، بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ لیکن اس کا ایسا کہنا حالت اختیار میں نہ تھا بلکہ اضطرار میں تھا اور وہ ایمانی وقت کو کھو چکا تھا تاہم واضح مفہوم یہی ہے کہ وہ خود ہی اپنے کفر و تکبر اور سرکشی کی وجہ سے قابل ملامت تھا۔

(وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ) اور عاد میں جب ہم نے بھیجی۔

(وَفِیْ عَادٍ) اور قوم عاد کی ہلاکت میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔

اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ جب کہ ہم نے ان پر بھیجی۔ یعنی قوم عاد پر آندھی بھیجی۔

(الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ) ریح لا برکۃ فیہا ولا منفعۃ ولا ینزل غیث ولا یلقح بہا شجر۔
ایسی ہوا جس میں برکت و بھلائی نہ ہو اور نہ ہی نفع ہو اور نہ ہی اُس سے بارش برسے اور نہ ہی درختوں کو فائدہ پہنچے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت میں نشان قدرت ہے اللہ نے اس قوم پر ایسی آندھی بھیجی جس میں خیر و برکت نہ تھی اور اس نے انہیں ہلاک و برباد، تہس نہس کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔ یہاں عقیم کے لفظ سے عورتوں کے بانجھ پن کی طرف بھی اشارہ ہے یعنی جس طرح سے عقیم عورت سے نسل نہیں بڑھتی بلکہ منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے قوم عاد پر ایسی ہوا بھیجی جو ان کی نسل کو کاٹ دینے والی تھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور۔ میری صبا کے سامنے مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا (پچھم) کی ہوا سے ہلاک کی گئی۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ جس چیز پر گذرتی۔

(مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ) ما تدع شیئا نہ چھوڑا کسی شے کو یعنی اُس ہوا نے نہ کسی شے کو چھوڑا (اَتَتْ عَلَیْهِ) جرت علیہ جس چیز پر بھی وہ گذری، یعنی وہ ہوا جس چیز پر سے بھی گذری اُس نے اُسے برباد کر دیا۔

(الا جعلتہ کالرمیم) مگر اسے بنا ڈالا ریزہ ریزہ خاک کی طرح۔

(جعلتہ الا) مگر اس کو بنایا حالیہ والشئ ھنا عام مخصوص ای من شئ اراد اللہ تعالیٰ تدمیرہ واھلاکہ من ناس او دیار او شجر او غیر ذالک روی ان الریح کانت تمر بالناس فیھم الرجل من عاد فتنتزعہ من بینھم وتھلکہ الا یہاں حالیہ ہے اور شئی یہاں عام مخصوص ہے۔ یعنی جس چیز کا بھی اللہ نے تباہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا انسانوں میں سے یا بستیوں میں سے یا درختوں میں سے یا ان کے علاوہ اشیاء کا، روایت ہے کہ آندھی لوگوں میں سے گذری جن میں قوم عاد کے لوگ ہوتے تو انہیں ان کے درمیان ہی ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہلاک کردیتی

(کالرمیم) گلی ہوئی شے کی طرح، ریزہ ریزہ خاک کی طرح۔

رمیم کالفظ رم سے مشتق ہے، رم کے معنی گل جانا ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا، فرسودہ ہونے کے ہیں ک تشبیہ کے لئے وفسر السدی ھنا بالتراب اور یہاں سدی نے تفسیر کی ہے کہ خاک کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی اور قتادہ نے کہا چورہ چورہ ہوگئی واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ ہوا قوم عاد کے لوگوں پر عذاب بن کر آئی اور جس شے پر سے بھی اس کا گذر ہوا خواہ وہ آدمی ہوں یا اموال و جانور وغیرہ جن کے لئے بھی ارادہ الٰہی ہلاکت کا ہوا۔ اُسے گلا کر رکھ دیا اور یوں کردیا جیسے ریزہ ریزہ خاک ہو یا مدتوں کی فرسودہ ہو یا اس آندھی نے سب کو جلا کر رکھ دیا

وَفِی ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَھُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ۝ اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّھِمْ فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ ۝ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا کَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ۝ تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

(وفی ثمود) اور ثمود میں۔ یعنی قوم ثمود کے ہلاک میں بھی نشانیاں ہیں۔

(اذ قیل لھم تمتعوا حتی حین) جب انہیں کہا گیا ایک وقت تک برت لو۔

آلوسی کہتے ہیں اخرج البیھقی فی سننہ عن قتادۃ انہ ثلاثۃ ایام والیہ ذھب الفراء وجماعۃ امام بیہقی نے اپنی سنن میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ثمود کی قوم کو تین دن کی مہلت دی گئی یعنی ان لوگوں سے کہا گیا کہ اپنے گھروں میں تین دن تک عیش کرلیں اور حیات زندگانی کے مزے لے لیں اور فراء اور ایک جماعت اسی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے قول کی تفسیر ہے جیسا کہ ارشاد ہے تمتعوا فی دارکم ثلاثۃ ایام کہ تم لوگ اپنے گھروں میں تین روز تک فائدہ اٹھالو آلوسی کہتے ہیں۔ واستشکل بأن ھذا التمتع موخر عن العتو لقولہ تعالیٰ فعقروھا فقال تمتعوا دراس میں اشکال

یہ ہے کہ یہ تمتع "(فائدہ اٹھانا۔مزے اڑانا) عتو (نافرمانی) سے موخر ہے یا پہلے جیسا کہ ارشاد باری ہے
پس جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تو فرمایا تم فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین روز تک۔ وقولہ
تعالیٰ، فعتوعن امر ربھم یدل علی ان العتو امتحوا و ربنا اللہ تعالیٰ کا قول کہ پس انہوں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی
کی دلالت کرتا ہے کہ عتو موخر ہے۔ تاہم یہ مہلت کا زمانہ (تین دن) ان کی نافرمانی کے بعد بھی مستحق ہے۔ اور
اس مقام پر حکایت کے طور پر بیان ہے۔ جس سے مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ قوم ثمود کو مہلت اس
لیئے دی گئی تھی کہ چاہے ہلاکت کے لیئے منتظر رہیں یا ہدایت قبول کریں لیکن انہوں نے صالح علیہ السلام
کی دعوت کو قبول نہ کیا نہ ان پر ایمان لائے اور نہ ہی ان کی اطاعت کی اور الٹا اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور
بعض نے کہا تمتعوا حتیٰ حین سے مراد وقت موت تک زندگانی کی مہلت ہے اور اس سے اشکال سرے
سے ہی نہیں رہتا۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ پس انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔

یعنی قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ کی دعوت حق
قبول نہ کی اور اسی حد تک سرکشی کا مظاہرہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو نشانات قدرت سے تھی اس
کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔

فاخذتھم الصعقۃ وھم ینظرون ۵ پس انہیں آلیا کڑک نے ان کی آنکھوں کے سامنے۔

فاخذتھم الصعقۃ) ای اھلکتھم، روی ان صالحا علیہ السلام وعدھم
الھلاک بعد ثلاثۃ ایام وقال لھم۔ تصبح وجوھکم غدا مصفرۃ وبعد غد
محمرۃ والیوم الثالث مسودۃ ثم یصبحکم العذاب ولما راوا الایات التی بینھما علیہ
السلام عمدوا الی قتلہ فنجاہ اللہ تعالیٰ فذھب الی ارض فلسطین ولما کان ضحوۃ
الیوم الرابع تحنطوا وتکفنوا بالانطاع فاتتھم الصاعقۃ وھی نار من السماء وقیل، صیحۃ منھا فھلکوا۔

یعنی انہیں ہلاک کر دیا، روایت ہے کہ صالح علیہ السلام نے ان سے تین دن کے بعد ہلاکت کا وعدہ کیا تھا
اور ان سے کہا تھا کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور کل کے بعد سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو
جائیں گے پھر تمہیں عذاب پہنچے گا اور جب انہوں نے اس مہلت کے درمیان نشانیاں دیکھیں تو ان لوگوں
نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا پس اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا تو ارض فلسطین کی طرف چلے گئے اور جب چوتھے
دن دوپہر کا وقت ہو گیا۔ تو اور وہ اپنی سرکشی و بغاوت میں اکڑتے پھرتے تھے کہ اچانک انہیں کڑک نے آلیا
اور یہ آسمان سے آگ تھی اور کہا گیا آسمان سے چنگھاڑ یا خوفناک آواز تھی جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

(وھم ینظرون) اور ان کی آنکھوں کے سامنے (یعنی وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے)

وان المراد ینظرون الیھا وقال مجاھد (ینظرون) بمعنی ینتظرون ای وھم ینتظرون الاخذوا لعذاب فی تلک الایام الثلاثۃ راؤ فیھا علاماتہ وانتظار العذاب اشد من العذاب۔

اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور امام مجاہد نے کہا یہاں ینتظرون کے معنی میں ہے، یعنی وہ پکڑے جانے اور عذاب کے منتظر تھے ان تین دنوں میں انہوں نے عذاب کی علامتیں دیکھ لی تھیں۔

اور وہ عذاب کے منتظر تھے اور عذاب کا انتظار عذاب سے شدید تر تھا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں تین روز کی مہلت دی گئی اور اس کے بعد ان کی آنکھوں کے سامنے آسمان سے خوفناک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سارے ہلاک ہو گئے۔

(فما استطاعوا من قیام) تو وہ کھڑے نہ ہو سکے

یعنی جب عذاب نازل ہوا تو اس سرعت کے ساتھ اور اتنا اچانک آیا کہ انہیں اٹھ کر بھاگنے کی مہلت بھی نہ ملی اور قتادہ کا قول ہے کہ زمین سے اُٹھ بھی نہ سکے

(وما کانوا منتصرین ٥) اور وہ نہ بدلہ لے سکتے تھے۔

یعنی ان کی عاجزی و بے بسی کی یہ حالت تھی کہ وہ خود کو عذاب سے نہ بچا سکے اور نہ ہی بھاگ سکے، یہ لوگ غائت درجہ سرکش تھے اور بے باک تھے لیکن ان پر عذاب اس طرح مسلط کیا گیا کہ وہ بے بس ہو کر رہ گئے اور انہیں دفاع کے لیے کچھ بھی نہ سوجھا، اور ہلاکت سے بچ نہ سکے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ٥ ع — اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

(وقوم نوحٍ): اور قوم نوح : اور قوم نوح کی ہلاکت میں بھی عبرت اور نشانی ہے۔

(مِنْ قَبْلُ) پہلے سے ای من قبل ھؤلاء المھلکین یعنی ان ہلاک ہونے والوں سے پہلے مطلب یہ ہے کہ قوم لوط، فرعون، قوم عاد، اور قوم ثمود کی ہلاکت سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کیا تھا ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے۔

(اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ٥) بے شک وہ فاسق لوگ تھے، آلوسی کہتے ہیں۔

خارجین عن الحدود فیما کانوا فیہ من الکفر والمعاصی قوم نوح کے لوگ کفر و معاصی کی وجہ سے حدود سے پھلانگ گئے تھے۔ یعنی سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھ چکے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ ذاریات پ۲۷

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝

اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝

اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے تاکہ تم دھیان کرو۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

تو اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اسکی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝

کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ مرے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝

اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا دیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝

بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ۝

قدرت والا ہے۔
تو بے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے کہ ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ۝

تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ ذاریات پ ۲۷

وَ۔ اور
السَّمَآءَ۔ آسمان
بَنَیْنٰهَا۔ بنایا ہم نے اسکو
بِاَیْىدٍ۔ ہاتھوں سے
وَ۔ اور
اِنَّا۔ بیشک ہم
لَمُوْسِعُوْنَ۔ وسعت دینے والے ہیں۔
وَ۔ اور
الْاَرْضَ۔ زمین
فَرَشْنٰهَا۔ بچھایا ہم نے اسکو
فَنِعْمَ۔ تو اچھے ہیں
الْمٰهِدُوْنَ۔ بچھانے والے
وَ۔ اور
مِنْ۔ ہر
كُلِّ
شَیْءٍ۔ چیز کے
خَلَقْنَا۔ پیدا کیے ہم نے
زَوْجَیْنِ۔ جوڑے
لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑو
فَفِرُّوْا۔ تو دوڑو
اِلَى۔ طرف
اللّٰهِ۔ اللہ کی
اِنِّیْ۔ بیشک میں
لَكُمْ۔ تمہارے لیے
مِّنْهُ۔ اسکی طرف سے
نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہوں
مُّبِیْنٌ۔ ظاہر
وَ۔ اور
لَا۔ نہ
تَجْعَلُوْا۔ بناؤ
مَعَ۔ ساتھ
اللّٰهِ۔ اللہ کے
اِلٰهًا۔ معبود
اٰخَرَ۔ دوسرا
اِنِّیْ۔ بیشک میں
لَكُمْ۔ تمہارے لیے
مِّنْهُ۔ اس سے
نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہوں
مُّبِیْنٌ۔ ظاہر
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
مَآ۔ نہ
اَتَى۔ آیا
الَّذِیْنَ۔ ان کے پاس
مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے
مِّنْ رَّسُوْلٍ۔ کوئی رسول
اِلَّا۔ مگر
قَالُوْا۔ کہا انہوں نے
سَاحِرٌ۔ جادوگر ہے
اَوْ۔ یا
مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ
اَ۔ کیا
تَوَاصَوْا۔ وصیت کی
بِهٖ۔ اس کی
بَلْ۔ بلکہ
هُمْ۔ وہ
قَوْمٌ۔ لوگ ہیں
طَاغُوْنَ۔ سرکش
فَتَوَلَّ۔ تو منہ پھیر
عَنْهُمْ۔ ان سے
فَمَآ۔ تو نہیں
اَنْتَ۔ تو

تُلِيْمٌ ملامت کیا گیا ۔ وَ ۔ اور ۔ ذَكِّرْ نصیحت کر ۔ فَاِنَّ ۔ پس بیشک

الذِّكْرٰى نصیحت ۔ تَنْفَعُ ۔ فائدہ دیتی ہے ۔ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو ۔ وَ ۔ اور

مَا ۔ نہیں ۔ خَلَقْتُ ۔ پیدا کیا میں نے ۔ الْجِنَّ جنوں ۔ وَ ۔ اور

الْاِنْسَ ۔ انسانوں کو ۔ اِلَّا ۔ مگر ۔ لِيَعْبُدُوْنِ ۔ تاکہ وہ میری عبادت کریں

مَا ۔ نہیں ۔ اُرِيْدُ ۔ چاہتا ہیں ۔ مِنْهُمْ ان سے ۔ مِنْ ۔ کچھ

رِزْقٍ ۔ رزق ۔ وَ ۔ اور ۔ مَا ۔ نہیں ۔ اُرِيْدُ ۔ چاہتا ہیں

اَنْ ۔ یہ کہ ۔ يُّطْعِمُوْنِ ۔ کھانا کھلائیں مجھ کو ۔ اِنَّ ۔ بیشک

اللّٰهَ ۔ اللہ ۔ هُوَ ۔ وہی ہے ۔ الرَّزَّاقُ ۔ روزی دینے والا ۔ ذُوْ ۔ صاحب

الْقُوَّةِ ۔ قوت ۔ الْمَتِيْنُ ۔ قدرت والا ۔ فَاِنَّ ۔ تو بیشک ۔ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ظالموں کیلیے

ذَنُوْبًا ۔ باری ہے ۔ مِّثْلَ ۔ مثل ۔ ذَنُوْبِ ۔ باری ۔ اَصْحٰبِهِمْ ۔ انکے ساتھیوں کے

فَلَا ۔ تو نہ ۔ يَسْتَعْجِلُوْنِ ۔ جلدی کریں مجھ سے ۔ فَوَيْلٌ ۔ تو خرابی ہے

لِّلَّذِيْنَ ۔ ان کی جو ۔ كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے ۔ مِنْ يَّوْمِهِمُ ۔ ان کے دن سے ۔ الَّذِيْ ۔ کہ اس کا

يُوْعَدُوْنَ ۔ وعدہ دیے جاتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ ذاریات پ ۲۷

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝

اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں ۝ اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

(والسماء) اور آسمان ای وبنینا السماء یعنی ہم نے آسمان کو بنایا۔

(بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ) ہم نے ہاتھوں سے بنایا ای بقوۃ یعنی قوت کے ساتھ، اور ایک قول ہے وسعت قدرت کے ساتھ اور یہاں اَيْدٍ کا لفظ مجازاً کہا گیا ہے۔

(وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ) اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔

ای لقادرون من الوسع بمعنی الطاقۃ یعنی ہم قوت اور طاقت والے ہیں اور وسع یہاں طاقت کے معنی میں ہے۔

وقیل ای لجاعلون بینہا وبین الارض وسعۃ اور کہا گیا ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین کے درمیان وسعت

رکھی ہے اور یہاں وسعت سے وسعت مکانی مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ ہم مخلوق پر رزق کو وسیع کرنے والے ہیں جب کہ ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد کہ ہم بے نیاز ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس آیت میں گزشتہ آیت و فی السماء رزقکم کی مناسبت سے کہا گیا ہے کہ ہم قدرت اور طاقت والے ہیں۔

(وَالْاَرْضَ) اور زمین، ای وفرشنا الارض یعنی ہم نے زمین کو بچھونا کیا

(فَرَشْنٰهَا) ہم نے اسے فرش کیا۔ ای مهدناها و بسطناها لتستقروا علیها ۰ یعنی ہم نے اسے بچھونا کیا اور کشادہ کیا تاکہ تم اس پر رہائش اختیار کرو یا ٹھہر پارہ سکو)

(فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

ای نحن یعنی ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔ یعنی زمین کا بچھونا بنانا ہماری عظمت قدرت کی نشانی ہے جس سے واضح ہے کہ صانع کس قدر عظیم ہے۔ اور اس کی تدبیر کس قدر عظمت والی ہے۔

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ۰ اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو

(ومن کل شیء خَلَقْنَا زوجین) اور ہر چیز سے ہم نے بنائے جوڑے ای من کل جنس من الحیوان یعنی حیوانات کی تمام جنسوں سے اور ایک قول ہے کہ مثل آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی و تری، گرمی و سردی، جن و انس، ظلمت و نور، کفر و ایمان، سعادت و شقاوت، حق اور باطل اور نر و مادہ کے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہر مخلوق کی ایک سے زیادہ قسمیں پیدا کی ہیں بلکہ ہر وحدت میں جوڑا ہے جیسے معدوم بالذات اور واجب بالغیر، عاجز بالذات اور قادر بالغیر یعنی ہر ممکن اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم لیکن غیر کے ساتھ واجب بھی ہے یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی شے جدا کیا نہ ہوئی کیونکر واجب نہ ہوگی۔

(لعلکم تذکرون) تاکہ دھیان کرو ای فعلنا ذلك کله کی تتذکروا فتعرفوا انه عزوجل الرب القادر الذی لا یعجزه شیء فتعملوا بمقتضاه ولا تعبدوا ما سواه، وقیل خلقنا ذالك کی تتذکروا فتعلموا ان التعدد من خواص الممکنات وان الواجب بالذات سبحانه لا یقبل التعدد والانقسام۔

آلوسی کہتے ہیں یعنی ہم نے یہ سب کچھ بنایا ہے تاکہ تم توجہ کرو اور معرفت حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل قدرت والا پروردگار ہے اور اس کی ذات عجز سے پاک ہے پس تم اس کی مرضی کے مطابق عمل کرو اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور کہا گیا ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ پیدا کیا تاکہ تم توجہ کرو اور بس جان لو کہ بلاشبہ تعدد ممکنات کے خواص سے ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور وہ تعدد اور دوئی اور تقسیم سے پاک ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حشر و نشر کے بارے میں جو کچھ پیچھے گزرا یہ سب پرور دگار جل و علا کی ایجاد و تخلیق ہے اور وہ قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور جو بھی ان امور کے اندر غور و فکر کرے گا۔ اس پر عظمت قدرت روشن ہو جائیگی۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ — تو اللہ کی طرف بھاگو، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط۔ تو اللہ کی طرف بھاگو۔

اُرسی کہتے ہیں تفریع علی قولہ سبحانہ، (لعلکم تذکرون) وھو تمثیل للاعتصام بہ سبحانہ و تعالیٰ و بتوحیدہ عزوجل والمعنی قل یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ففروا الی اللہ) یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ یعنی شاید کہ تم دھیان کرو کی ہی تصریح ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ماسوا کو چھوڑ کر اللہ اور اس کی توحید کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اسی ہی کی بندگی کرو اور مراد یہ ہے کہ لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو صرف حق تعالیٰ ہی کیطرف بھاگو اور تمام چیزوں سے منہ موڑ لو، اور متوجہ الی اللہ ہو جاؤ۔ اسی کی عبادت کرو اور یہی حقیقت نفس الامری کا مقتضا ہے۔

(انی لکم منہ) بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیئے۔

ای من عقابہ تعالیٰ المعد لمن لم یفر الیہ سبحانہ ولم یوحدہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کی توحید کا اقرار نہیں کرتا اس کے لیے ہے حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب و سزا ہے اور یہ کہ میں تمہیں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں کیونکہ نافرمانی کا منطقی نتیجہ عذاب الٰہی کا نزول ہے۔

(نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ) صریح ڈرانے والا ہوں۔

بین کونہ منذرا من اللہ سبحانہ بالمعجزات، او (مبین) ما یجب ان یحذر عنہ)

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلائل اور معجزات کے ساتھ آیا ہوں اور تمہیں صریحاً یعنی کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اور تمہارے لیے واجب ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری دعوت قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ط اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ کَذٰلِکَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر

سنانے والا ہوں یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تم پر کچھ الزام نہیں

(وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ) اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

عطفٌ علی الامرِ وھو نھیٌ عن الاشراکِ صریحًا علی نحوِ وحدُوہ ولا تشرکوا ومن الاذکار المأثورۃ: لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

یہاں امر پر عطف (واؤ) ہے اور اس سے مراد ہے کہ ذات باری اور استحقاق معبودیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم شرک نہ کرو اور اذکار ماثورہ سے ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

(اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ) بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے ڈر سنانے والا ہوں۔

وکرر قولہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کو دہرایا ہے، اور یہاں تکرار تاکید کے لیے ہے۔ آلوسی کہتے ہیں "لاتصال الاول بالامر واتصال ھذا بالنہی والغرض من کل ذلک الحث علی التوحید والمبالغۃ" کلام الٰہی کا تکرار یہاں متصل ہے اول امر کے لیے اور اس جگہ یعنی نہی مؤخر کے لیے اور اس سب کا مقصود توحید پر زور دینا ہے اور نصیحت میں مبالغہ و تاکید کرنا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ لوگ شرک اور گناہوں سے باز رہیں اور اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں۔

(کذلک) اسی طرح، یونہی ای الامر مثل ذلک تقریر و توکید علی ما مر یعنی یہ معاملہ یونہی رہا ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں گذار اور کفار کا وطیرہ پچھلے پیغمبروں سے یونہی رہا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ) جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا

آلوسی کہتے ہیں الاشارۃ الی تکذیبھم الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وتسمیتھم ایاہ وحاشاہ ساحرًا ومجنونًا۔ اس میں اشارہ ہے کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کی طرف اور آپ کو ساحر یا مجنون کہنے کی طرف حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسے نہیں تھے لیکن کفار کا یہی شیوہ رہا کہ وہ خدا کے مرسلوں کو یونہی ساحر و مجنون کہتے رہے اور من قبلھم سے مراد یہاں قبل قریش ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قریش نے ہی ایسا نہیں کہا بلکہ قریش سے پہلے جو لوگ یا قومیں ہو گذری ہیں ان کی طرف جو بھی رسول آئے ان لوگوں نے انہیں اسی طرح کہا اور ان کی تکذیب کرتے رہے من رسل سے مراد ای رسول من رسل اللہ یعنی جو بھی اللہ کی طرف سے

رسول بن کر آیا ان لوگوں نے اُسے ساحر و مجنون کہا اور بغاوت و سرکشی میں وہ لوگ بھی ایسے ہی تھے۔

(اِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ) مگر بولے جادوگر ہے یا دیوانہ۔

(الا قالوا) فی حقہ یعنی اس رسول کی شان میں بے ہودہ بکے۔

اور بحر میں ہے کہ یہ ساحر اور مجنون کہنے میں تفصیل ہے کیونکہ بعض نے کہا جادوگر اور بعض نے کہا دیوانہ اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہا تو ضمیر میں سب کہنے والے جمع ہو گئے اور یہی دلالت کر رہا ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ صرف قریش اور کفار مکہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان سے پہلے جتنی قومیں اور لوگ گذرے جب بھی خدا کے رسول میں سے کوئی ان کے پاس امر ہدایت لے کر مبعوث ہوا تو ان لوگوں نے اس رسول کی تکذیب کی اور اس کی شان میں نازیبا الفاظ کہے، بعض نے جادوگر کہا، بعض نے دیوانہ کہا اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہہ کر ان کی مخالفت کی اگر قریش بھی اسطرح کہتے ہیں تو اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور انچنبھے کا ہے۔ کیونکہ اگلے پچھلے کافروں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ رسولوں کی مخالفت میں یہی کچھ بکتے رہے ہیں۔

(اَتَوَاصَوْا بِہٖ) کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں۔

تَعَجُّبٌ مِّنْ اِجْمَاعِهِمْ عَلٰی تِلْكَ الْكَلِمَةِ الشَّنِيْعَةِ اَيْ كَانَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ اَوْصٰى بعضهم بعضاً بهذا القول حتى قالوه جميعاً

کفار کے ان بے ہودہ کلمات (ساحر و مجنون کہنے) کے کہنے پر اجماع انتہائی تعجب خیز ہے یعنی کفار نے پہلے اپنے پچھلوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاء و رسل کو جھٹلانا اور ان کی شان میں اس طرح کی نازیبا اور بیہودہ باتیں بنانا لیکن چونکہ سرکشی و بغاوت کی علت اگلے اور پچھلے کافروں میں ایک جیسی ہے لہٰذا گمراہی کے طوفان میں بہہ کر ایک جیسا ہی بکتے ہیں اور رسولوں کی مخالفت میں ان کی بیہودہ گوئی ایک دوسرے کے موافق ہو گئی اور ایک قول یہ ہے (اِنْكَارُ لِلتَّوَاصِیْ اَیْ مَا تَوَاصَوْا بِہٖ) کہ ہمزہ سوالیہ انکار کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے کافروں نے ایک دوسرے کو وصیت نہیں کی تھی کہ تم (بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

اخراب عن ان التواصی جامعهم الى ان الجامع لهم على ذلك القول مشاركتهم فى الطغيان

باہم وصیت کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان کفار نے باہم وصیت نہیں کی تھی کیونکہ ان کے درمیان زمانے کا بعد تھا بلکہ یہ لوگ فی نفسہٖ سرکش و باغی تھے اور ان کی ذاتی شرارت و عناد و بغض نے انہیں حق سے دور کر دیا۔

بندگی کا مکلف بنانا ہے۔ یعنی ان میں بندگی کی قابلیت رکھی ہے نہ کہ بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، جب ان میں
معرفت ربانی اور عبادت کی استعداد رکھ دی گئی ہے تو ان سے یہی مقتضا رہے کہ وہ حق بندگی بجا لائیں۔
وقال مجاهد ان معنى (ليعبدون) ليعرفون) اور مجاہد کے نزدیک لیعبدون سے مراد لِیَعْرِفُوْنَ یعنی میری
پہچان حاصل کریں۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خداوند قدوس نے کہا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ
لیقولن اللہ "اگر ان سے پوچھیں کہ تم کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ۔ اور یہاں واضح اشارہ کفار و مشرکین
کی طرف ہے جس سے روشن ہے کہ وہ بھی اللہ کو پہچانتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ صرف پہچان کر لینا کافی نہیں
بلکہ پہچاننے کے بعد حق معرفت ادا کرنا ہے جو بندگی و طاعت کا تقاضا کرتا ہے لہذا آیت کا مقصود و مفہوم
یہی ہے۔ وگرنہ ہر شخص فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے مگر لوگ اُسے مذہب و طریق پر ڈھال لیتے ہیں تو اصل
مقصد صرف پہچان ہی نہیں بلکہ اُس معرفت کی حقیقت کو سمجھنا اور اس کا حق بجا لانا ہے تو حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے قول سے بات یہی ہوگی کہ معرفت و پہچان تو سب کو حاصل ہے اور یونہی استعداد و قابلیت
بھی مگر اصل مقصود تو اُس معرفت کی حقیقت کو اپنانا ہے استعداد اور چیز ہے اور استعداد کا استعمال اور چیز
ہے اور یہاں اس استعداد کا ذکر ہے اور دعوت اُس کے مثبت استعمال کی ہے اور لہٰذا اس کی ضرورت انسانوں
اور جنوں کی سرکشی و بغاوت اور عدم طاقت کے باعث ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی بندگی و طاعت سے
بے نیاز ہے اور دعوت کا مقصد ہدایت و فلاح ہے جو کہ جنوں اور انسانوں کے مفاد میں ہے۔ اور گذشتہ
آیت کے پیش نظر کہ نصیحت میں ایمان رکھنے والوں کے لئے فائدہ ہے اس آیت کا یہی معنی مستفاد کہ
انسانوں اور جنوں کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس مقصد کی تذکیر و نصیحت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم فرما رہے ہیں اور جنوں کا انسانوں سے پہلے ذکر کرنا ان کی پیدائش میں تقدیم کی طرف اشارہ ہے۔

مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں

وقيل: المراد قل لهم بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان سے
کہہ دیں کہ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ لفظ قل یہاں محذوف
ہے۔ اگر یہ شبہ وارد ہو کہ صیغہ خطاب میں قل محذوف کیونکر ہے، کہ رسول کی بات خدا ہی کی بات ہے البتہ رسول اپنی
طرف امر کی نسبت نہیں فرماتا اور اس کی نظیر قرآن حکیم میں قل لا اسئلکم علیہ اجراً ہے۔ زمخشری نے کہا ہے
ان المعنى ما اُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ لي ولهم اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں ان سے اپنے لیئے اور ان کے لیئے
رزق نہیں چاہتا اور بحر میں ہے۔ اَیْ اَنْ یَرْزُقُوْا اَنْفُسَهُمْ وَلَا غَيْرَهُمْ (وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنِ) اَیْ اَنْ يُطْعِمُوْا

اور وہ بغاوت پر تل گئے اور ان کے طبعی فساد کی وجہ سے انکے کلام میں موافقت ہوگئی اس لیئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کے طرز عمل سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تسکین و تسلی کا پیغام ہے۔

(فَتَوَلَّ عَنْهُمْ) تو اے محبوب ان سے منہ پھیر لیجیے

فاعرض عن جدالهم فقد كررت عليهم الدعوة ولم تال جهدا في البيان قالوا الا ما اباؤهم

پس ان کفار سے جھگڑے میں نہ پڑیں جبکہ آپ انہیں بار بار دعوت حق و ارشاد دے چکے ہیں اور ان لوگوں نے بغض و عناد کی وجہ سے اسے ہرگز قبول نہیں کیا ہے اور یہ سرکشی اور بغض میں ہی بڑھ رہے ہیں اور الٹا آپ کے خلاف یاوہ سرائی کرتے ہیں تو آپ انکی طرف سے منہ پھیر لیں یعنی انکی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں کیونکہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں جو بلاغ المبین ہے۔

(فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ) تم پر کچھ الزام نہیں۔

اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشفی ہے، کہ آپ اپنا پیغام پہنچا چکے ہیں اور سعی بلیغ فرما چکے ہیں اب ان کی طرف سے روگردانی اور سرکشی اور معاندانہ طرز عمل سے آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں اور پیغام الٰہی پہنچا کر اتمام حجت کیا نصیحت کر کے سرخرو ہو چکے ہیں تو آپ کا کوئی قصور نہیں ہو سکتا قابل الزام نہیں یعنی اب یہ لوگ گلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں اور راہ ہدایت کی طرف راہ نمائی نہیں کی۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

(وَذَكِّرْ) اور سمجھاتے رہیے، آلوسی کہتے ہیں فالدوام بالتذكير للدوام عليه ذكر امر ہے اور یہاں امر اس لیے کہ آپ نصیحت ہمیشہ جاری رکھیں۔ مزید کہتے ہیں آدم على فعل التذكير والموعظة لاتدع ذالك نصيحت یعنی ہمیشہ پند و موعظت کو ہمیشہ جاری رکھیں اور اسے ترک نہ کریں، خواہ کفار اس نصیحت سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں آپ اپنا کام جاری رکھیں (فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ) کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ

دیتا ہے۔

واخرج ابن جریر، وابن حاتم والبیھقی فی الشعب، والضیاء فی المختارۃ وجماعۃ من طریق مجاھد عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ قال لما نزلت (فتول عنھم فما انت بملوم) لم یبق منا احد الا ایقن بالھلکۃ اذ امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یتول عنا فنزلت (وذکر فان الذکری تنفع المومنین) فطابت انفسنا وعن قتادۃ انھم ظنوا ان الوحی قد انقطع وان العذاب قد حضر فانزل اللہ تعالیٰ (وذکر) الخ۔

اور ابن جریر، ابن حاتم اور بیہقی نے شعب میں اور ضیاء نے مختارۃ میں اور ایک جماعت نے مجاہد کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت "پس ان سے بے رخی کیجیے آپ پر کوئی الزام نہیں" نازل ہوئی تو ہم میں سے ہر ایک کو ہلاکت کا یقین ہو گیا کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے اعراض کرنے کا حکم دے دیا گیا، پس جب یہ آیت "وذکر" الخ نازل ہوئی تو ہمارے دل خوش ہو گئے اور خطرہ ٹل گیا، اور قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے گمان کیا کہ اب وحی کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور بے شک عذاب آنے والا ہے، تو اللہ نے یہ آیت وذکر الخ نازل فرمائی۔

نصیحت کے جاری رکھنے کے ساتھ مومنین کی تشفی یوں فرمائی کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے آلوسی کہتے ہیں۔ ای الذین قدر اللہ تعالیٰ ایمانھم او المومنین بالفعل فانھا تزیدھم یعنی جن لوگوں کے لیے اللہ نے ایمان مقدر کیا ہے یا ایمان والوں کو بالفعل نصیحت سے فائدہ پہنچے گا یعنی ان کی بصیرت میں زیادتی ہوگی، اور ان کے یقین کی قوت ترقی پذیر ہوگی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ نصیحت جاری رکھیے اور تذکیری عمل کو نہ چھوڑیے اور کفار کی پرواہ نہ کیجیے خواہ فائدہ اٹھائیں یا محروم رہیں البتہ آپ کی نصیحت سے اہل ایمان کو بالضرور نفع ملے گا جو ان کی قوت یقین اور بصیرت کو ترقی دے گا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ) اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں

جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا باعث بیان کیا گیا ہے، لغت میں عبادت سے مراد معنی التذلل والخضوع بالتسخیر عاجزی اور خضوع و خشوع ہے اور فرمانبرداری ہے، اگر یہ معنی مراد لیے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ ان کی تخلیق کا انحصار یہ ہے کہ وہ میرے حضور سرکشی نہ کریں اور عاجزی و انکساری کریں، لیکن یہاں شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب تخلیق کا مقصد یہی ہے تو ان سے بغاوت و سرکشی، کفر و طغیانی کیونکر متصور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا۔ یعنی انہیں صرف ایک معبود کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفسیر میں منقول ہے کہ تخلیق کا مقصد حکم عبادت اور

خلقی فھو علی حذف مضاف قالہ ابن عباس یعنی میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو رزق پہنچائے اور وَمَا اُرِیْدُ
اَنْ یُّطْعِمُوْنِ سے مراد ہے کہ وہ میری مخلوق کو رزق پہنچائیں اور اس صورت میں ہے جب مضاف محذوف ہو۔
اسے ابن عباس نے کہا یہاں طعام کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے
سے پاک ہے اور اُس کے بندوں کو کھلانا اللہ ہی کو کھلانا ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ فرمائے
گا اے بنی آدم میں بھوکا تھا تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار تجھے کھاتا کیونکر دیتا تو تو خود رزاق
ہے تو فرمائے گا فلاں بندے نے مانگا تھا تو تو نے اسے نہ کھلایا اگر اسے کھلاتا تو مجھے ہی کھلاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ
میں ان لوگوں سے یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کو روزی دیں یا سب کی نہیں تو اپنی ہی روزی خود پیدا کریں کیونکہ رزاق
میں ہوں اور سب کی روزی کا کفیل میں ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندوں سے ویسا تعلق نہیں جو آقاؤں کا غلاموں
کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ غلاموں سے خدمت لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ رزق حاصل کرتے ہیں اور حق سبحانہٗ
وتعالیٰ اس سے مبرا و منزہ پاک ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۝ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا،
قدرت والا ہے۔

(اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ) بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا۔
آلوسی کہتے ہیں اَلَّذِیْ یَرْزُقُ کُلَّ مُفْتَقِرٍ اِلَی الرِّزْقِ لَا غَیْرُہٗ سُبْحَانَہٗ استقلالا او اشتراکا ویفھم من ذلک
استغناؤہ عزوجل عن الرزق وہ ذات ہی ہر رزق کے طلبگار کو مستقل یا شرکت غیرے روزی رساں ہے اور خود
رزق سے بے نیاز ہے اس سے اللہ کریم کی عظمت و جلالت اور شان بے نیازی واضح ہے۔
(ذو القوۃ) قوت والا، ای القدرۃ یعنی قدرت و اختیار والا، یعنی رزق پہنچانے پر مکمل قدرت
رکھتا ہے۔

(المتین) قدرت والا ای شدید القوۃ یعنی بڑی طاقت والا ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا روزی رساں ہے اور وہ مستقل اور بدون شریک کے رزاق
ہے وہ بڑی قوت و طاقت کا مالک ہے اور عظیم قدرت والا ہے خود رزق سے غنی و بے نیاز ہے جبکہ مخلوق
اس کی محتاج ہے گذشتہ آیت میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ میں تم سے روزی نہیں چاہتا اس لئے کہ میں خود ہی سب
کی روزی کا کفیل ہوں اور نہ میرا تعلق تم سے دنیا کے آقاؤں جیسا ہے کہ میں تم سے کوئی طلب رکھیں
بلکہ میں ان امور سے بے نیاز ہوں اور میں بڑی عظمت و قدرت کا مالک ہوں۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝

توبے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کو خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

(فان للذين ظلموا) توبے شک ان ظالموں کے لیے، آلوسی کہتے ہیں۔ ای اذا ثبت ان اللہ تعالیٰ ما خلق الجن والانس الا لیعبدوہ وانہ سبحانہ ما یرید منھم من رزق الی اٰخر ما تقدم فان للذین ظلموا انفسھم باشتغالھم بغیر ما خلقوا لہ من العبادۃ واشراکھم باللہ عزوجل وتکذیبھم رسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھم اھل مکۃ واضرابھم من کفار العرب یعنی جب واضح ہو گیا کہ بلاشبہ اللہ نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ اس کی طاعت وعبادت بجا لائیں اور کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان سے رزق کا طلبگار نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا تو ان ظالم لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان افعال کو اپنایا جس کے لیے وہ پیدا نہیں کئے گئے تھے یعنی خدا کے سوا کی بندگی اور اس کے ساتھ شرک وکفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور ان لوگوں سے مراد اہل مکہ اور کفار مشرکین عرب ہیں۔

(ذَنُوْبًا) عذاب کی باری ای نصیبًا من العذاب یعنی عذاب کا حصہ،

(مثل ذنوب) ای نصیب۔ یعنی حصہ، زجاج نے کہا ذنوب سے مراد حصہ ہے۔

(اَصْحٰبِهِمْ) ان کے ساتھیوں کی ای نظرائھم من الامم السابقۃ یعنی گزری ہوئی قوموں میں انکی نظریں ہیں، جیسے قوم عاد وثمود، قوم لوط، قوم نوح،

(فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ) تو مجھ سے جلدی نہ کریں اَیْ لَا یَطْلُبُوا مِنِّیْ اَنْ اُعَجِّلَ فِی الْاِتْیَانِ بِہٖ۔ یعنی مجھ سے نہ مانگیں کہ ان کے پاس میں عذاب لانے میں جلدی کروں اور بعض نے کہا ہے کہ کفار کے قول متٰی ھذا الوعد ان کنتم صٰدقین (یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو) کے جواب میں ہے کہ کفار مجھ سے جلد رجوع کی طلب نہ کریں اور فرمایا اتٰی امر اللہ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ اللہ کا حکم آپکا پس تم جلدی نہ کرو، یعنی عذاب اپنے وقت پر واقع ہوگا۔ اور جب واقع ہو گیا تو تمہیں اس سے خلاصی کی راہ نہیں ملے گی۔ یہاں بھی کفار سے یہی کہا ہے کہ عجلت نہ مانگو اگلی آیت میں جواب ارشاد فرمایا ہے۔

(فویل للذین کفروا) تو کافروں کے لیے خرابی ہے۔ اَیْ فَوَیْلٌ لَّھُمْ یعنی ان کے لیے ہلاکت ہے جو ان کے کفر ومعاصی کا صلہ اور بغاوت وسرکشی کا انجام ہے۔ اور یہ ان پر بڑا عذاب ہوگا جس سے رہائی ممکن نہ ہو گی۔

(مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ) اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں اس دن سے مراد یوم بدر ہے کیونکہ ذنوب سے مراد حصہ اور عذاب کا یہ حصہ ان کے لیے علم باری میں مقرر ہے اور یعنی ہم تمہیں روز بدر کا عذاب کا مزا چکھائیں گے وقیل ، یوم القیامۃ اور بعض نے کہا قیامت کے دن جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ کے آغاز میں اور درمیان میں تفصیل سے گذرا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کے لیئے عذاب مقرر ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان سے پہلے کفار کے لیئے واقع ہوگا اس کی مثالیں، قوم عاد، ثمود، قوم نوح، قوم لوط ہیں لہذا کفار مکہ یا مشرکین عرب بھی جان لیں کہ ان کے لیے بھی عذاب مقرر و متعین ہے کہ اور وہ اپنے وقت پر واقع ہوگا جب اس کا وقوع ہو گیا تو رہائی ممکن نہیں ہوگی پس یہ ظالم لوگ مجھ سے (اللہ سے) عذاب میں جلدی کا مطالبہ نہ کریں اور سرکشی نہ دکھائیں پھر ان کے اس مطالبہ کے جواب میں واضح فرمایا ہے کہ کفر کے ہلاکت و بربادی مقرر ہو چکی ہے۔ اور یہ ہلاکت انہی کے شرک و کفر، سرکشی و بغاوت کا معصیت کا صلہ ہے جس کا کچھ حصہ دنیا میں یوم بدر کو دیکھ لیں گے ۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اور قیامت کے دن دیکھ لیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اگرچہ وعدہ قیامت کے دن کے ساتھ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ من مات قامت لہ القیامۃ جو مر گیا اس کے لیے قیامت قائم ہو گئی تو روز قیامت کی جگہ یوم بدر کا مفہوم زیادہ روشن ہے کہ اس دن سے ہی تمہاری ہلاکت و بربادی کا وعدہ پورا ہوگا اور تم وعدہ الہی کی حقانیت دیکھ لو گے اس لیے تمہیں اللہ کی رحمت سے جو مہلت مل رہی ہے تمہیں لازم ہے کہ اسے غنیمت سمجھو مگر تم ہو کہ سرکشی میں وقوع عذاب کی عجلت چاہتے ہو مگر جب عذاب آ گیا تو پھر رہائی کی صورت نہ رہے گی۔

بحمدہ تعالیٰ آج سورۃ الذاریات ختم ہوئی

۱۸/۲/۸۶

۸ جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ

سورۃ طور مکیہ

اس میں دو رکوع۔ انچاس آیتیں تین سو بارہ کلمات اور ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طور پ۲۷

وَالطُّوْرِ ○ — طور کی قسم

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ — اور اس نوشتہ کی

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ○ — جو کھلے دفتر میں لکھا ہے

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ○ — اور بیت معمور

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ○ — اور بلند چھت

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ○ — اور سلگائے ہوئے سمندر کی

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ — بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے۔

مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ○ — اسے کوئی ٹلنے والا نہیں۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ○ — جس دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے۔

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ○ — اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ — تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ○ — وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ○ — جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائینگے

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ — یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ○ — تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ — اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کیا

کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ۝

بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔

فٰكِهِينَ بِمَا اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝

اپنے رب کی دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝

تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفٰكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝

اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝

ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہگاری۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝

اور ان کے خدمتگار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُونَ ۝

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

قَالُوٓا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝

بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُومِ ۝

تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝

بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اسکی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے

حل لغات رکوع اول سورۃ طور پ ۲۷

وَ - قسم ہے	الطور - طور کی	وَ - اور	کتٰب - کتاب
مسطور - لکھی ہوئی کی	فی - بیچ	رق - دفتر	منشور - کھلے کے
وَ - اور	البیت - بیت	المعمور - معمور کی	وَ - اور
السقف - چھت	المرفوع - بلند کی	وَ - اور	البحر - سمندر
المسجور - سلگائے ہوئی کی	اِنَّ - بیشک	عذاب - عذاب	ربک - تیرے رب کا
لواقع - ضرور ہونا ہے	ما - نہیں	لہ - اسکو	من - کوئی
دافع - ٹالنے والا	یوم - جسدن	تمور - ہلے گا	السماء - آسمان
مورا - ہلنا	وَ - اور	تسیر - چلیں گے	الجبال - پہاڑ
سیرا - چلنا	فویل - تو خرابی ہے	یومئذ - اسدن	للمکذبین - جھٹلانے
والوں کی	الذین - وہ کہ	ھم - وہ	فی - بیچ
خوض - مشغلہ کے	یلعبون - کھیلتے ہیں	یوم - جسدن	یدعون - دھکا دیے
جائیں گے	الٰی - طرف	نار - آگ	جہنم - جہنم کی
دعا - دھکیلنے کے لیے	ھٰذہ - یہ	النار - آگ	التی - وہ ہے
کنتم - کرتے تھے تم	بہا - اس کو	تکذبون - جھٹلاتے	افسحر - کیا پھر جادو ہے
ھٰذا - یہ	ام - یا	انتم - تم	لا - نہیں
تبصرون - دیکھتے	اصلوھا - داخل ہو	ھا - اس میں	فاصبروا - تو صبر کرو
او - یا	لا - نہ	تصبروا - صبر کرو	سواء - برابر ہے
علیکم - تم پر	انما - سوا اسکے نہیں	تجزون - بدلہ دیے جاؤگے	ما - جو
کنتم - تھے تم	تعملون - عمل کرتے	انّ - بیشک	المتقین - پرہیزگار
فی - بیچ	جنّٰت - باغوں	وّ - اور	نعیم - نعمتوں میں ہونگے
فٰکھین - خوش ہونگے	بما - اس سے جو	اٰتٰھم - دیا انکو	ربھم - انکے رب نے
وَ - اور	وقٰھم - بچایا انکو	ربھم - انکے رب نے	عذاب - عذاب

الجحیم۔ جہنم سے   کلوا۔ کھاؤ   و۔ اور   اشربوا۔ پیو

ھنیئا۔ خوشگوار   بما۔ بدلہ اس کا   کنتم۔ کہ تھے تم   تعملون۔ عمل کرتے

متکئین۔ تکیہ لگائے ہونگے   علی۔ اوپر   سرر۔ تختوں کے   مصفوفۃ۔ جو قطار میں ہونگے

و۔ اور   زوجنٰھم۔ بیاہ دینگے ہم انکو   بحور۔ حور   عین۔ موٹی آنکھ والی سے

و۔ اور   الذین۔ وہ جو   اٰمنوا۔ ایمان لائے   و۔ اور

اتبعتھم۔ پیچھے لگی ان کے   ذریتھم۔ انکی اولاد   بایمان۔ ایمان کے ساتھ

الحقنا۔ ملا دینگے ہم   بھم۔ انکے ساتھ   ذریتھم۔ انکی اولاد کو   و۔ اور

ما۔ نہ   التنٰھم۔ کم کرینگے ہم   من عملھم۔ ان کے عملوں میں سے

من۔ کوئی   شیء۔ چیز   کل۔ ہر   امرئ۔ آدمی

بما۔ اس کے ساتھ جو   کسب۔ کمایا اس نے   رھین۔ گروی ہے   و۔ اور

امددنٰھم۔ مدد کی ہم نے انکی   بفاکھۃ۔ میوے   و۔ اور   لحم۔ گوشت سے

مما۔ جو   یشتھون۔ چاہیں گے   یتنازعون۔ آپس میں لیں گے

فیھا۔ اس میں   کاسا۔ پیالے   لا۔ نہ   لغو۔ بیہودگی ہوگی

فیھا۔ اس میں   و۔ اور   لا۔ نہ   تاثیم۔ گناہ

و۔ اور   یطوف۔ پھریں گے   علیھم۔ ان پر   غلمان۔ غلام

لھم۔ ان کے   کانھم۔ گویا وہ   لؤلؤ۔ موتی ہیں   مکنون۔ چھپے ہوئے

و۔ اور   اقبل۔ منہ کیا   بعضھم۔ انکے بعض نے   علی۔ اوپر

بعض۔ بعض کے   یتساءلون۔ سوال کرتے ہوئے   قالوا۔ کہیں گے

انا۔ بیشک ہم   کنا۔ تھے   قبل۔ اس سے پہلے   فی۔ بیچ

اھلنا۔ اپنے گھر والوں کے   مشفقین۔ سہمے ہوئے   فمن۔ تو احسان کیا   اللہ۔ اللہ نے

علینا۔ ہم پر   و۔ اور   وقٰنا۔ بچایا ہم کو   عذاب۔ عذاب

السموم۔ زہریلے سے   انا۔ بیشک   کنا۔ ہم تھے   من قبل۔ اس سے پہلے

ندعوہ۔ عبادت کرتے   ہٗ۔ اس کی   انہ۔ بیشک وہ   ھو۔ وہی ہے

البر۔ احسان کرنے والا   الرحیم۔ مہربان

وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ طور کی قسم ۔ اور اس نوشتہ کی ۔ جو کھلے دفتر میں لکھا ہے ۔ اور بیت معمور کی قسم ۔ اور بلند چھت کی قسم ۔ اور سلگائے ہوئے سمندر کی قسم ۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورۂ طور پ ۲۷

سورۂ طور مکی سورت ہے۔ اس میں دو رکوع اور انچاس ۴۹ آیات ہیں اس کی ابتدا میں وقوع عذاب کی خبر دی گئی ہے اور متعدد قسمیں یاد فرما کے وقوع عذاب کو مؤکد کیا ہے۔ پچھلی سورۂ مبارکہ (الذاریات) میں کفار کے اس مطالبہ کہ عذاب کا وعدہ پورا کیوں نہیں ہوتا اور یہ کہ عذاب کب آئے گا یہ جواباً ارشاد ہوا کہ کفار اس امر میں عجلت نہ کریں عذاب تو مقرر و متعین ہے اور اس کا وقوع حتمی و یقینی ہے۔ جب عذاب واقع ہوگا تو پھر ٹلنے یا دہائی کی صورت باقی نہ رہے گی اور وہ عذاب یوم بدر، یوم قیامت ہوگا، دنیا میں اس کا آغاز یوم بدر سے ہوگا۔ اور قیامت کے دن کہ جس کا کفار سے وعدہ کیا گیا ہے وہ عذاب الٰہی کو برملا دیکھیں گے اور پھر اس سے رہائی نہ پاسکیں گے اس مضمون کا اور انداز سے تکرار ہے اور اس حقیقت کا بیان ہے اور پچھلے مضمون نے مناسبت کے ساتھ ہے جو عظمت کلام اور ربط کلام کا خصوصی اعجاز ہے۔

(والطور) طور کی قسم، الطور اسم لکل جبل علی ما قیل، فی اللغة العربیة عند الجمهور، و فی اللغة السریانیه عند بعض، ورواه ابن المنذر وابن جریر عن مجاهد، والمراد به هنا (طور سینین) الذی کلم الله تعالیٰ موسیٰ علیه السلام عنده والمعروف الیوم بذلك ما هو یقرب التیه بین مصر والعقبة۔

لغت عربی میں جمہور کے نزدیک اور سریانی لغت میں بعض کے نزدیک طور ہر پہاڑ کو کہتے ہیں اور اسے ابن المنذر اور ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس سے یہاں مراد طور سینین ہے اللہ نے جہاں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور وہ آج کل بھی اسی نام سے مشہور ہے اور وہ التیہ کے نزدیک مصر اور عقبہ کے درمیان ہے۔ ایک قول ہے۔ جَبَلٌ مِّنْ جِبَالِ الْجَنَّةِ وہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور ابو حیان نے کہا کہ اس سے مراد جنس ہے کوئی متعین پہاڑ نہیں اور یہی قول مجاہد اور قلبی کا ہے۔ بعض نے کہا کہ طور سرسبز و شاداب پہاڑ کو کہتے ہیں اور سریانی زبان میں طور کے معنی یہی ہیں۔ ایک قول ہے ملک شام میں جو طور نامی پہاڑ ہے وہ طور سینا ہے۔ بعض نے کہا یہ مدین کا پہاڑ ہے۔ قسم اس لیے یاد فرمائی ہے کہ پہاڑوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ اور اگر متعین پہاڑ طور مراد لیا جائے تو طور کی عظمت ظاہر ہے کہ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاص کلام الٰہی سے نوازے گئے۔

(وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ) اس نوشتہ کی: آلوسی لکھتے ہیں مکتوب علی وجه الانتظام فان السطر ترتیب الحروف مکتوبة

چونکہ سطر لکھے ہوئے حروف کی ترتیب ہوتی ہے لہٰذا اس نظم و ترتیب کی وجہ سے یہاں سطور سے مراد مکتوب ہے یعنی وہ کتاب لکھی ہوئی ہے اور فراء کے نزدیک کتاب سے مراد وہ نوشتہ ہے جس میں اعمال ہوں گے۔ اور قیامت کے روز بندے کو دائیں یا بائیں ہاتھ سے دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا اور قیامت کے روز اس سب کے لیے ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ وقال الکلبی: ھو التوراۃ، وقیل ھی والانجیل والزبور وقیل: القرآن: وقیل اللوح المحفوظ

اور کلبی نے کہا مراد تورات ہے۔ اور کہا گیا تورات انجیل اور زبور یا قرآن حکیم یا لوح محفوظ مراد ہے

(فی رق منشور) کھلے ورق پر

رق۔ ہرن کی جھلی یا کھال کو کہتے ہیں، پرانے وقتوں میں کھالوں کو رگڑ کر باریک اور چمکدار بنا لیتے تھے اور انہی پر لکھتے تھے یہی طریقہ دعاؤں کے لیے قدیم دراز سازی میں کھانے کے لیے ورق کی صورت میں بھی معروف ہے۔ لیکن کتابت و تحریر کے لیے بالعموم کھال کو ہی باریک و روشن بناتے تھے، تاہم اس سے ہر وہ شئے مراد ہے جس سے تحریر کا فائدہ لیا جا سکے۔

منشور۔ کھلی ہوئی، چونکہ کتاب کی صفت مکتوب (مسطور) بیان ہوئی ہے اس لیے یہاں لوح محفوظ مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ اس حال پر نہیں، اور منشور مبسوط ہوتا چونکہ وصف کتاب ہے، اس لیے اس میں کتاب کی صحت غلطی سے سلامتی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن حکیم ہے، کلبی کا قول زیادہ واضح ہے وہ کہتے ہیں طور کی مناسبت سے یہاں تورات مراد لینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ تورات طور ہی پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اس کتاب کی قسم جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہے، یاد فرمائی ہے اور کتاب سے مراد قرآن حکیم یا تورات یا انجیل یا لوح محفوظ یا کراما کاتبین کے لکھے ہوئے نوشتے ہیں جو روز قیامت بندوں کو دیئے جائیں گے۔ اور ہر شخص اسے بخوبی دیکھ لے گا کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو درست نہ ہو،

(والبیت المعمور) اور بیت معمور کی قسم: آلوسی لکھتے ہیں۔ ھو بیت فی السماء السابعۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لا یعودون الیہ حتی تقوم الساعۃ کما اخرج ذلک ابن جریر وابن المنذر والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیھقی فی الشعب عن انس مرفوعاً۔

وہ ساتویں آسمان میں ایک مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ کبھی نہیں آتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو گی جیسا کہ اس کی تخریج کی ہے ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے اسے صحیح کہا ابن مردویہ میں اور بیہقی نے شعب میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔

حدیث معراج میں بروایت صحیح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر ملاحظہ کرنا منقول ہے بیضاوی نے کہا کہ بیت المعمور سے مراد قلب مومن ہے جس کی رونق خلوص و معرفت سے ہے ایک قول ہے کہ بیت المعمور سے مراد خانہ کعبہ ہے جو طواف و اعتکاف کرنے والوں سے آباد ہے حضرت علی کا قول ہے کہ یہ عرش کے نیچے ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جسے ضراح کہتے ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ بیت المعمور کعبہ کی عین سیدھ میں واقع ہے گویا چھت کی طرح ہے اگر اس سے کوئی چیز گرائی جائے تو وہ عین سیدھ میں کعبہ کی چھت پر گرے معمور سے مراد آباد، بھرا ہوا، پُر ہجوم ہے، یعنی ایسا گھر جس میں چہل پہل ہو۔

والسقف المرفوع اور بلند چھت۔ ای السماء کما رواہ جماعۃ اس سے مراد آسمان ہے جیسے ایک جماعت نے روایت کیا وعن ابن عباس ھو العرش وھو سقف الجنۃ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ السقف المرفوع سے مراد عرش ہے اور وہ جنت کی چھت ہے، قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وجعلنا السماء سقفا محفوظا اور ہم نے بنایا آسمان کو بلند و بالا چھت اس سے واضح ہو گیا کہ سقف المرفوع سے مراد آسمان ہی درست ہے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت صحیح یونہی نقل کیا ہے۔

والبحر المسجور اور سلگائے ہوئے سمندر کی ای الموقد نارا یعنی آگ سے بھڑکتے ہوئے سمندر کی قتادہ نے کہا المسجور المملو مسجور سے مراد بھرا ہوا یا بھڑکتا ہوا یقال سجرۃ ای ملأۃ کہا جاتا ہے اُس کو بھر دیا یعنی پُر کر دیا یا گرم کر دیا، اور ابن عباس سے منقول ہے انہ فسرہ بالمحبوس انہوں نے اس کی تفسیر محبوس سے کی یعنی سمندر کا پانی رکا ہوا یا گھرا ہوا ہے کہ وہاں سے بہہ نہیں سکتا۔ اور ایک قول ہے کہ عرش کے نیچے ایک سمندر یا دریا ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد نہر حیات ہے جس سے نفخۂ اولیٰ کے بعد چالیس روز تک بندوں پر بارش ہو گی جس سے بندے اپنی قبروں میں جاگیں گے (زندہ ہوں گے) ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی اضافہ ہو گا، ابن جریر نے سعد بن مسیب سے نقل کیا کہ حضرت علی نے ایک یہودی سے فرمایا این موضع النار فی کتابکم قال البحر فقال علی کرم اللہ وجہہ ما اراہ الا صادقا وقرأ والبحر المسجور تمہاری کتاب میں آگ کا مقام کہاں ہے۔ اس نے کہا سمندر تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں نے اس کو نہ دیکھا مگر سچا اور پھر یہ آیت کریمہ والبحر المسجور تلاوت کی بیہقی نے یعلی بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر جہنم ہے، سورۃ التکویر میں ارشاد ہے۔

(واذا البحار سجرت) اور جب سمندر سلگائے جائیں گے، واضح مفہوم یہی ہے کہ روز قیامت تمام سمندر آگ بنا دیئے جائیں گے اور آتش دوزخ میں زیادتی ہو جائے گی، یا یہ کہ قیامت کے روز سمندر خشک ہو جائیں گے اور پھر قیامت کے روز بھڑکائے جائیں گے، چونکہ قسم کا یاد فرمانا کفار کے جواب میں ہے جو وقوع

عذاب کے لیے عجلت چاہتے تھے یا وقوع قیامت کے منکر تھے اس لیے غالب معنی یہی مراد ہوں گے کہ جب وقوع عذاب ہوگا تو سمندروں کی یہ کیفیت ہوگی نہ یہ کہ موجودہ حالت یہ ہے جو کہ خلاف ہے اور اگر موجودہ حالت مراد لی جائے تو معنی یہ ہوں گے سمندر کی قسم جو پانی سے لبریز ہے اور یہی بات اولیٰ بھی ہے کہ جس طرح تم سمندروں میں پانی کو محسوس دیکھتے ہو اور سمندروں کی لبریزی ایک حقیقت ہے بعینہٖ وقوع عذاب و قیامت بھی ایک حقیقت جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی عذاب الٰہی رک سکتا ہے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝

بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے، اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں

(ان عذاب ربك لواقع) بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے، یعنی جس عذاب کا کفار سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بالضرور واقع ہوگا، آلوسی لکھتے ہیں و فی اضافتہ الی الرب مع اضافۃ الرب الی الضمیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امان لہ صلی اللہ علیہ وسلم واشارۃ الی ان العذاب واقع بمن کذبہ اور رب کی طرف اضافت میں مع اضافت رب کی ضمیر سرور دو عالم کی طرف مرجع ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کے لیے امان ہے اور اشارہ بھی ہے کہ عذاب بالضرور ان لوگوں پر واقع ہوگا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔

(ما له من دافع) اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں یعنی ایسا عذاب واقع ہوگا جو رکنے والا نہیں ہے اور مزید تاکید کے لیے ہے جب عذاب الٰہی واقع ہوگا تو کوئی بھی اُسے نہیں روک سکتا، تاہم اس سے یہ امر مستحق ہے کہ ایسا قیامت کے روز ہوگا اور بعض نے کہا یوم بدر کو ہوا۔ واخرج احمد وسعید بن منصور وابن سعد عن جبیر بن مطعم قال: قدمت المدینۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکلمہ فی اساری بدر فدفعت الیہ وھو یصلی باصحابہ صلوٰۃ المغرب فسمعتہ یقرأ (والطور) الی (ان عذاب ربك لواقع ما له من دافع) فکانما صدع قلبی وفی روایۃ فاسلمت خوفا من نزول العذاب وما کنت اظن ان اقوم من مقامی حتی یقع بی العذاب وھو لا یابی ان یکون المراد الوقوع یوم القیامۃ

احمد اور سعید بن منصور اور ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا میں مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے آپ سے سورہ طور کی ما له من دافع تک قرارت سنی تو قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نزول عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے

اپنی جگہ پر سے اٹھنے سے پہلے عذاب تم پر واقع ہو جائے گا اور یہ بات اس مراد کے خلاف نہیں ہے کہ وقوع عذاب روز قیامت ہوگا، اور اس کی تائید اگلی آیت سے بھی ہو رہی ہے۔

(یوم تمور السماء مورا) جس دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے تمور لغت میں مار الشیء سے مراد تحرک وجاء وذہب کسی چیز کا اس طرح حرکت کرنا کہ آگے پیچھے ہو یعنی جھومے۔ ومعنی (تمور) کما مضطربا کما قال ابن عباس وفی روایۃ عنہ تشقق اور تمور کا معنی مضطرب ہونا یا ڈولنا یعنی جھولنا ہے جیسا کہ ابن عباس نے کہا، اور ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے، پھٹ جانا، وقال مجاھد: تدور اور مجاہد نے کہا گھومنا وقیل، الجریان السریع اور کہا گیا جلدی جلدی حرکت کرنا یا تھرتھرانا۔

اُس دن یعنی روز قیامت آسمان تھرتھرائے گا، لرزنے لگے گا، یا جھومنے یا جھولنے لگے گا جس طرح تیز ہوا سے درختوں کی شاخیں حرکت کرتی ہیں یہی دن وقوع عذاب کا دن ہے جس کا وعدہ کفار کو دیا گیا ہے، اگلی آیت میں اس دن کی کیفیت کا مزید بیان ہے، اس آیت سے فلاسفہ کے اس نظریہ کا ابطال ہوگا کہ آسمان متحرک ہے۔

(وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا) اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے۔

(تسیر الجبال) عن وجہ الارض فتکون ھباءً منبثا زمین سے اڑ کر یوں ہوں گے جس طرح دھوپ میں غبار کے باریک ذرے، یعنی پہاڑ حرکت کریں گے اور غبار کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑنے لگیں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پہاڑ جو زمین پر گڑے ہوئے ہیں اور جنہیں اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا اور نہ کسی میں یہ قوت ہے قیامت کے دن اللہ کے حکم سے چلنے لگیں گے اور اڑ کر خاک کے ذروں کی طرح ہو جائیں گے یہی وہ دن ہے جس میں وعدۂ عذاب پورا ہوگا، اس آیت سے زمین کا ساکن ہونا معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۔ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں ۔ جس دن جہنم کی طرف دھکا دیکر دھکیلے جائیں گے ۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

فویل یومئذ للمکذبین ۝ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

(فویل) تو خرابی ہے، یعنی ہلاکت و بربادی ہے۔

(یومئذ) اس دن یعنی قیامت کے دن، جب عذاب الٰہی واقع ہوگا۔

(للمکذبین) جھٹلانے والوں کے لئے، یعنی ان لوگوں کے لیے جو رسولوں کو جھٹلاتے تھے اور آخرت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب عذاب واقع ہوگا تو ان لوگوں کے لئے جو رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور عذاب الٰہی کے منکر تھے سخت خرابی ہوگی، ان لوگوں کو اس وقت اپنی ہلاکت و بربادی حقیقتاً نظر آئے گی مگر اب ان کے لیے بچاؤ کا کوئی سہارا نہ ہوگا۔

الذین ھم فی خوض یلعبون ہ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔

(الَّذِین ھم) وہ لوگ جو، یعنی کفار و مشرکین ہادہ اصل یہ مُکَذِّبِیْن ہی کی تشریح ہے یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے عذاب قیامت کے منکرین۔

(فی خوض یلعبون) مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔ واصل الخوض المشی فی الماء اور خوض کا اصلی مفہوم پانی میں گذرنا ہے، راغب کے نزدیک اس سے اشارہ ہے ناپسندیدہ کام کا شروع کرنا مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا چلن اور انداز سوچ غیر سنجیدہ ہے۔ وہ فرامین الٰہیہ اور دعوت رسول کو کھیل مشغلہ سمجھتے ہیں اور محض شغل کے طور پر رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور فضول ولغو باتوں میں لگے رہتے ہیں اور ان کے اعتراضات بھی زبانی جمع خرچ اور تفریح طبع کا سامان ہیں وہ نہ تو حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے چنانچہ جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو ان پر نہ صرف حقیقت روشن ہوجائیگی بلکہ انہیں شدید حسرت ہوگی مگر اس وقت یہ سب کچھ بیکار ہوگا اور وہ بربادی سے بچ نہ سکیں گے اور ان کا شغل ہی اس تباہی کا باعث ہوگا چنانچہ سورۃ الملک میں ارشاد ہے کہ وہ اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے،

(یوم یدعون الی نار جہنم دعا جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔

(یوم) جس دن، روز قیامت، یہاں لفظ یوم مکرر کردیا ہے اس دن یہ کیفیت ہوگی،

یدعون الی نار جھنم دعا) جہنم کی طرف دھکا دیکر دھکیلے جائیں گے۔

ای یدفعون دفعا عفیفا شَدِیْدًا بان تغل ایدیھم الی اعناقھم وتجمع نواصیھم الی اقدامھم فید فعون الی النار ویطرحون فیھا۔

یعنی وہ سختی کے ساتھ زبردستی دھکے دے کر اس حال میں جہنم کی طرف لے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے اور ان کی پیشانیاں اُن کے پاس پاؤں کے ملی ہوں گی اور وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے۔

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِھَا تُکَذِّبُوْنَ ۝ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے،

قیامت کے روز فرشتے جب کفار کو زنجیروں میں جکڑ کر ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ کر، انکی پیشانیاں ان کے پاؤں سے ملا کر انہیں دھکے دیتے ہوئے زبردستی دوزخ کی طرف لارہے ہوں گے تو کفار و مشرکین منکرین مکذبین سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ یعنی جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، بلکہ اس میں داخل ہوجاؤ تم پر حقیقت کھل رہی ہے لیکن اس وقت کا اقرار یا معذرت بے فائدہ ہوگی۔

اَفَسِحْرٌ ھٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ تو کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں۔

(افسحر ھٰذا) تو کیا یہ جادو ہے؟ استفہام انکاری ہے جو توبیخ کے لیے ہے اور فاء تعقیبی ہے یعنی اب بھی تمہیں جادو نظر آتا ہے دنیا میں تم اسے جادو کہتے تھے اور یہ کہ دنیا میں تم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہماری نظروں پر افسوں کر دیا گیا ہے، لیکن اب یہ تمہارے سامنے روشن حقیقت ہے تو کیا تمہارے خیال میں یہ بھی افسوں و سحر ہی ہے۔ ایسا کہنا کفار پر زجر و توبیخ کے لیے ہوگا۔

(ام انتم لا تبصرون) یا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اَیْ اَمْ اَنْتُمْ عُمْیٌ عَنِ الْمُخْبَرِ بِہٖ کَمَا کُنْتُمْ فِی الدُّنْیَا عُمْیًا عَنِ الْخَبَرِ یعنی کیا تم کو جو خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو اسی طرح جس طرح تم دنیا میں اس حقیقت سے اندھے تھے، ہوا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اب تمہاری نظریں حقیقت دیکھ رہی ہیں یہ جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ تمہارا خیال فاسد دنیا میں تھا کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یا یہ کہ ہماری نظریں افسوں زدہ ہو گئی ہیں اب تم خود دیکھ لو کیا یہ جادو یا افسوں ہے یا حقیقت جادو صرف نظر آتا ہے اور حقیقت نہیں ہوتی۔ تو آگے بڑھو دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ تمہیں حقیقت بھی معلوم ہو جائیگی یہ باطل نہیں بلکہ حقیقت ہے اور اب شک کی گنجائش نہیں کہ تم خیال کرو کہ یہ محض نظر آرہا ہے بلکہ یہ عذاب حقیقت ہے پس اس کا مزا چکھو اور یہ تمہاری تکذیب و سرکشی کی سزا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اِصْلَوْھَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے۔ تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

(اِصْلَوْھَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ج) اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو ای ادخلوھا وقاموا شدائدھا فافعلوا ما شئتم من الصبر وعدمہ یعنی تم لوگ اب دوزخ میں

داخل ہو جاؤ اور اُس کی سختیوں کا مزا چکھو تو کرو جو تم چاہو خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔

(سواءٌ علیکم) سب تم پر ایک سا ہے۔ ای الامران سواء علیکم فی عدم النفع اذ کل منہما لا یدفع العذاب ولا یخففہ یعنی دونوں باتیں تمہارے لیے عدم نفع میں یکساں ہیں کیونکہ وہ سب تم سے نہ تو عذاب کو روک سکنے یا دور ہٹانے والی ہیں اور نہ ہی عذاب میں کمی کرنے والی ہیں مطلب یہ ہے کہ عذاب پر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے کسی صورت کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی عذاب سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی عذاب کم ہو سکتا ہے۔ ایک قول ہے کہ سواء خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے، جب کہ بعض نے کہا سواءٌ دراصل مصدر ہے اور بعض نے کہا مصدر بمعنی فاعل ہے بہرنوع مطلب یہ ہوا کہ دونوں صورتیں تمہارے لیے برابر ہیں نہ تو وعید عذاب کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی تمہاری سزا تبدیل ہو سکتی ہے کسی صورت بھی تمہیں رہائی نہیں۔

(انّما تجزون ما کنتم تعملون) تمہیں اُسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

آلوسی کہتے ہیں، تعلیل الاستواء فان الجزاء حیث کان متحتم الوقوع لسبق الوعید بہ وقضائہ سبحانہ ایاہ بمقتضی عدلہ کان الصبر وعدمہ مستوین فی عدم النفع ۰

یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کی سزا تو بالضرور ہوتی ہے اور اس سے پہلے کفار کو اس کی وعید سنائی جا چکی ہے اور اللہ کا فیصلہ بھی ہے اور یہی اُس کے عدل کا تقاضا ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو عذاب کی خبر دی جا چکی تھی اور وہ دنیا میں جو کفر و تکذیب کرتے رہے اُس کی سزا ضرور ملنی ہے اور وہ کسی صورت ٹل نہیں سکتی اور نہ ہی اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ایسا فرمائے گا، لہٰذا جب کفار دوزخ میں جھونکے جائیں گے تو خواہ چیخ و پکار کریں یا صبر و برداشت سے کام لیں کسی صورت فائدہ نہ ہوگا بلکہ دونوں صورتیں بے سود و لاحاصل ہوں گی نہ عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ ہی عذاب سے رہائی ملے گی اور ہمیشہ اسی حال پر رہیں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ ۙ بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔

فٰکِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ اپنے رب کی دین پر شاد، اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

(انّ المتقین فی جنّٰتٍ ونعیم) بے شک متقی لوگ باغوں اور چین میں ہیں۔

کفار کا حال بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کا تذکرہ ہے جیسا کہ ترہیب و ترغیب کے سلسلے میں قرآن عظیم کی روش ہے، اہل ایمان باغات میں ہوں گے اور ان کے لیے سامان عیش ہوگا، انہیں ہر قسم کی راحتیں عالی قدر نعمتیں حاصل ہوں گی، جنّٰتٍ ونعیم میں تنوین تعظیم پر دلالت کر رہی ہے جس سے مراد ہے کہ وہ بڑی عزت و عظمت کے ساتھ انعامات سے نوازے جائیں گے، اور بڑے آرام و چین میں ہوں گے۔

فَاكِهِيْنَ بِمَا اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ اپنے پروردگار کی دین پر خوش خوش اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔

(فاکھین) خوش خوش ای متلذذین۔ یعنی لذت پانے والے یا مزے میں ہوں گے۔

(بما اتٰھم ربھم) اس پر جو ان کے پروردگار نے عطا کیا۔ من الانعام یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم و مہربانی سے جو بھی انہیں عطا فرمائے گا اس پر راضی و مسرور ہوں گے۔

(ووقٰھم ربھم عذاب الجحیم) اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا عطف علی (فی جنات) علی تقدیر کونہ خبرا کانہ قیل استقروا (فی جنات) پر عطف ہے اس تقدیر پر کہ اُس کی خبر (جزا) ہو گویا کہا جا رہا ہے تم باغوں میں رہو، اور تمہیں تمہارے پروردگار نے جہنم اور اُس کے عذاب سے بچالیا یعنی تمہارے ساتھ رب کا وعدہ تھا کہ تمہیں دوزخ اور اُس کے عذاب سے بچائے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل و نعمت سے شادمان کرے گا سو اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا لہٰذا تم اب جنت میں عزت و تکریم سے رہو۔ تمہارے لیے راحت ہی راحت چین ہی چین اور انعام ہی انعام ہیں۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا (کلوا واشربوا ھنیئا) کھاؤ اور پیو خوش گواری سے۔ ای یقال لھم کلوا واشربوا۔

یعنی اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم کھاؤ اور پیو، مزے اڑاؤ، ھنیئا خوشگواری کے ساتھ، والھنیئ کل ما لا یلحق فیہ مشقۃ ولا یعقب وخامۃ، اور ھنی ایسی شے کو کہتے ہیں جس کے کھانے اور پینے میں کوئی تکلیف نہ ہو اور نہ ہی کھانے کے بعد ناگواری یا بد ہضمی ہو، یعنی خوش ذائقہ لذت آفریں اور فرحت بخش ہو۔

(بما کنتم تعملون) صلہ اپنے اعمال کا، یعنی یہ جزا و انعام ہے تمہارے ان کاموں کا جو تم نے دنیا میں کیئے اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور اُنکی فرماں برداری کی۔

یہاں یہ وہم نہ ہو کہ صلہ و جزا، انعام جنت صرف اچھے اعمال پر ہی منحصر ہے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ جنت اور اس کی نعمتوں کا حصول فضل الٰہی کے بغیر متصور نہیں اور اعمال فضل باری کے حصول کا ذریعہ ہیں اور اعمال کی قبولیت بھی اللہ کے کرم سے ہے ورنہ بندوں سے اعمال صالحہ میں جو لغزشیں، کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں وہ درجہ قبول کے قابل کہاں ہوتے ہیں مگر ایمان والوں پر اللہ کا فضل ہے کہ ان کے ناقص و غیر معیاری اعمال بھی قبول کر لیے جاتے ہیں کیونکہ ایمان کے تعلق نے انہیں فضل کا مستحق بنا دیا ہے، وکان اللہ بالمومنین رحیما۔

مُتَّكِـئِيۡنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصۡفُوۡفَةٍ ۚ تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں۔

وَ زَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ ۝ اور ہم نے بیاہ دیا انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے

(مُتَّكِـئِيۡنَ) تکیہ لگائے یعنی جنت میں متقی لوگوں کا یہ حال ہوگا۔

(علی سُرُرٍ) تختوں پر، سُرُر جمع سریر معروف چارپائی کی جمع ہے یعنی جب اہل جنت انعامات سے نوازے جائیں گے تو فرحت و سرور کے ساتھ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ آرام دہ پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے خوش وخرم ہوں گے۔

(مَّصۡفُوۡفَةٍ) جو قطار لگا کر بچھے ہیں مجعولۃ علی صف وخط مستو یعنی وہ پلنگ صف کی صورت میں ایک سیدھے خط میں بچھے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ ترتیب سے قطار میں لگے ہوں گے،

(وَ زَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ) اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔ الی قرناھم بھن یعنی ہم انہیں ان کے ساتھ بیاہ دیں گے زوجنھم ماضی ہے مگر مستقبل کے معنی دے رہا ہے، حور کے معنی ہیں گوری چٹی رنگت والی خوبصورت بڑی اور سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے بیاہ دیں گے، یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جنت میں عقد کے ساتھ تزویج کیونکر ہوگی جب کہ جنت محل تکلیف نہیں ہے تو یہاں تزویج بالعقد لغۃً مراد ہے اور یہاں اُس سے محض نکاح ہی مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑے جوڑے سے بنا دیں گے

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَـقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَـتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ كُلُّ امۡرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيۡنٌ ۔ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

(وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا) اور جو ایمان لائے چونکہ اہل جنت کا بیان جاری ہے اس لیے یہ گروہ بھی اہل جنت سے ہی مراد ہیں مومن لوگ، متقی، اہل جنت۔

(وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَـقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ)۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی یعنی ان مومن لوگوں کی اولاد میں سے جنہوں نے ان کی پیروی کی سا ایمان کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے باپ دادا کے ساتھ جمع کر دے گا ذُرِّيَّتُهُمۡ میں لفظ ذریت کا مفہوم میں واحد کثیر دونوں کو شامل ہے یعنی اولاد میں سے ایک ہو یا زیادہ اگر انہوں نے ایمان کے ساتھ تبیع کیا تو وہ اپنے بزرگوں سے جنت میں ملحق ہوں گے، بِاِيۡمَانٍ میں تنوین تنکیری ہے جس سے واضح ہے کہ بزرگوں سے

الحاق میں صرف ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان حکمی بھی کافی ہوگا ایسا کرنا اہل ایمان کے ساتھ باعث مسرت اور ان کی خوشی کے لیے ہوگا اگرچہ اولاد کے درجات بزرگوں کی نسبت کم تر ہوں، الحقنا بھم سے مراد فی الدرجۃ ہے یعنی ان کے درجہ میں جمع ملادیں گے اور طبرانی میں ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دخل الرجل الجنۃ سأل عن ابویہ وزوجتہ وولدہ فیقال لہ: انھم لم یبلغوا درجتک وعملک فیقول یارب قد عملت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم بہ۔

جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ، بیوی، اور بچوں کے بارے میں پوچھے گا تو اس سے کہا جائیگا کہ وہ تیرے درجہ وعمل کو نہ پہنچ سکے تو وہ کہے گا اے پالنے والے میں نے اپنے اور ان کے لیے تو یہی کام کیا تو حکم دیا جائے گا کہ انہیں اس کے ساتھ یکجا جمع کردو (اکٹھے کردو)

(وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ) اور ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔

(وما التنٰھم) ای وما نقصنا الآباء بھذا الالحاق یعنی ہم اولاد کو بزرگوں کے ساتھ جمع کرنے سے ان کے ثواب میں کمی نہیں کریں گے یا کمی واقع نہ ہوگی (من عملھم) ای من ثواب عملھم یعنی ان کے ثواب کے میں کمی نہ ہوگی، (من شیء) ای شیئًا بان اعطینا بعض مثوباتھم ابناءھم فتنقص مثوباتھم وتنحط درجتھم وانما رفعناھم الی منزلتھم بمحض التفضل والاحسان۔ یعنی ہم نے ان کی اولاد کو جو بعض مثوبات عطا کئے ہوں گے تو ہم نہ ان کے ثواب میں کمی کریں گے اور نہ درجہ میں بلکہ ہم انہیں ان کے اباء کے درجہ میں بلند کریں گے محض مہربانی اور احسان کے طور پر، واضح مفہوم یہ ہے کہ ایمان والوں کی مومن اولاد اپنے آباء کے ساتھ ایک درجہ و منزلت میں ہوگی اگرچہ ان کے اعمال و مثوبات ان جیسے نہ ہوں اور ایسا محض اللہ کے فضل واحسان کے طور پر ہوگا تاکہ مومنوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی اولاد ان کے ساتھ شامل ہونے سے انہیں فرحت تسکین مزید حاصل ہو اور اولاد کے درجہ میں یہ ترقی اللہ کے فضل سے ہوگی نہ یہ کہ آباء کو نچلے درجے میں اولاد کے ساتھ جمع کردیا جائے، یہ صورت نہ ہوگی کیونکہ جنت مقام فضل ونعمت ہے اور وہاں کمی متصور نہیں اور آیت کا اقتضاء بھی یہی ہے

(کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ)۔ سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

یہاں ہر شخص سے مراد کافر ہے۔ جو اپنے کفر و شرک کی بنا پر جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی سزا دوسرے کو نہیں ملے گی ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا ہے، مومنوں کی اولاد جو ایمان سے محروم رہی اور کفر و شرک و معاصی پہ ہی مرے وہ جہنم میں جائیں گے نہ ان کے سفارش ہوگی نہ بخشش، کفار کی اولاد بھی اگر کفر و شرک پر مری تو اباء کے ساتھ عذاب جہنم میں شامل ہوگی اور اگر اس کا عمل شامل نہیں ہے تو آباد کے ساتھ

شامل نہیں ہوگا اور یہ کافر اپنے کفر کے عمل کی پاداش میں گرفتار رہے۔

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ۝ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو وہ چاہیں۔

(وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ) اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے۔

علی ما کان لہم من مبادی النعم وقتاً فوقتاً یعنی ہم ان کی نعمتوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ فرماتے رہیں گے۔

(مِمَّا يشتهون) جو وہ چاہیں من فنون النعماء والوان الالاء یعنی قسم قسم کی نعمتیں اور میوے رنگارنگ یا کھانے کی اشیاء۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ متقی لوگ جنت میں مختلف قسم کی نعمتوں اور رنگارنگ میوے سے نوازے جائیں گے ان کے لیے وہاں اعلیٰ قسم کے پرندوں کا گوشت ہوگا اور یہ نعمتیں وقتاً فوقتاً ترقی پذیر ہوتی رہیں گی یعنی اضافہ ہی ہوتا رہے گا کمی نہ ہوگی اور جو بھی اہل جنت تمنا کریں گے یا جس چیز کی بھی خواہش و رغبت کریں گے ان کے لیے حاضر ہوگی، اور بطور احسان دم بدم نعمتیں عطا کیے جائیں گے۔

يتنازعون فيها كاساً لا لغو فيها ولا تاثيم ۝ ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ ہو گی بے ہودگی اور نہ گنہگاری۔

(يتنازعون فيها كاساً) ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام

ای يتجاذبونها فی الجنة هم وجلساؤهم تجاذب ملاعبة كما يفعل ذلك الندامى بينهم فی الدنيا لشدة سرورهم۔

یعنی خوش طبعی کے طور پر وہ اور ان کے ہم نشین ایک دوسرے سے شراب سے بھرے ہوئے جام ایک دوسرے سے جھپٹ لیں گے جس طرح کہ شرابی دنیا میں باہم لذت وسرور کے طور پر کیا کرتے تھے۔

(يتنازعون فيها) وہ لیتے ہیں، لغت میں نزع کے معنی کھینچ لینے اور اڑا ور چھیننے کے ہیں مطلب یہ کہ جنتی لوگ ساقی سے جام شراب چھین لیں گے یا یہ کہ ہر شخص اس کے لینے میں پہل کرے گا اور ایسا کرنا خوش طبعی کے طور پر ہوگا اور لذت وسرور، کیف ونشاط کے مظاہرہ کے طور پر ہوگا۔

(كاساً) جام، پیالہ، الکاس خمر کی مؤنث سماعی ہے اور جس طرح کہ مشہور ہے وہ جام نہیں کہلاتا سوائے اس کے جب وہ شراب سے بھر جائے یا بھر جانے کے قریب ہو راغب نے کہا ہے۔

الكاس الاناء بما فيه من شراب کاس وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور دونوں کو یعنی برتن کو بھی اور شراب ويسمى كل واحد منهما بانفراده كاساً سے بھرے ہوئے برتن کو بھی انفرادی طور پر کاس ہی کہا جاتا ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا مطلق شراب مراد ہے
(لَا لَغْوٌ فِيهَا) جس میں نہ بے ہودگی ہوگی۔ ای فی شربها حیث لا یتکلمون فی اثناء الشرب بلغو الحدیث
وسقط الکلام یعنی اس شراب کے پینے کے دوران نہ تو بے ہودہ گفتگو کریں گے اور نہ ہی جھگڑا یا گالی گلوچ۔
(وَلَا تَأْثِيمٌ) اور نہ گنہگاری ولا یفعلون ما یؤثم به فاعله نسبة الی الاثم لو فعله
فی دار التکلیف کما هو دیدن الندامی فی الدنیا وانما یتکلمون بالحکم واحاسن الکلام ویفعلون ما یفعله الکرام
وہ ایسا کام نہیں کریں گے جس پر گناہ کا اطلاق ہو اور یہاں لفظ اثم اس لیے بولا گیا ہے کہ اگر اسے دنیا میں
کیا جاتا جس طرح کہ شرابی دنیا میں کرتے ہیں یعنی بے ہودہ بکواس تو وہ دنیا میں گناہ کہلاتا لیکن یہاں تو وہ الگ
بکواس سے محفوظ ہوں گے لہذا گناہ کیسا تو لفظ اثم صرف نسبت کے طور پر ہے نہ کہ حقیقتاً، بلکہ وہ وہاں احکام
اور حسن کلام کے ساتھ گفتگو کریں گے اور وہ کام کریں گے جو نیکوکار کرتے ہیں۔
بعض نے کہا ہے کہ شراب پینے کی وجہ سے جنتی لوگ گنہگار نہ ہوں گے، ایک قول یہ ہے جیسا کہ دنیا
کی شراب میں قسم قسم کے مفاسد تھے جنت میں نہ ہوں گے، شراب جنت کے پینے سے نہ عقل زائل ہوگی نہ ہی
پر کوئی ناخوشگوار اثر ہوگا نہ پینے والا بے ہودہ بول سکے گا اور نہ ہی گنہگار ہوگا، کیونکہ جنت ایسا محل نہیں ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝ اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

(ویطوف علیهم) اور ان پر پھریں گے ای بالکاس یعنی جنتی لوگوں پر ان کے خدمت گار شراب
سے بھرے جام لیے پھریں گے۔
(غلمان لهم) ان کے خدمت گار ای ممالیک مختصون بهم کما یؤذن به اللام ان کے لیے
خاص خادم ہوں گے جو ان کی ملکیت ہوں گے جیسا کہ لام سے واضح ہے۔
انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کم ترین درجہ کا جنتی وہ ہوگا جس کی خدمت میں دس ہزار ہمہ وقت خدمت گار
موجود ہوں گے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک ہزار ہوں گے اور ہر ایک الگ الگ خدمت پر
مامور ہوگا۔

(کانهم لؤلؤ مکنون) گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔ مصون فی الصدف لم تتله الایدی
یعنی وہ خدمت گار ایسے ہوں گے جیسے سیپ کے پوشیدہ موتی جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہ لگا، ابن جریر نے کہا
ووجه الشبه البیاض والصفاء کہ تشبیہ کی وجہ ان کی سفیدی، صفائی اور حسن ہے اور ابن المنذر، ابن جریر،
عبدالرزاق نے قتادہ سے مرسلا روایت کیا ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا جب خادم کے حسن صفا کا یہ عالم ہوگا تو مخدوم

کیسا ہوگا تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ان فضل ما بینھم کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب) یقیناً مخدوم کی فضیلت ان کے درمیان اس طرح ہوگی جس طرح چودھویں رات کے چمکتے ہوئے چاند کی تمام ستاروں پر،
واضح مفہوم یہ ہے کہ مخدوم مثل ماہتاب کے اور غلام مثل کواکب کے ہوں گے۔ اور مخدوم کی صفائی اور حسن سب پر واضح، روشن اور فائق ہوگی۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝	اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔
قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝	بولے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝	تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔
اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ	بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝ ع	بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے

واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۝	اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

وَاَقْبَلَ اور منہ کیا، متوجہ ہوئے، اگرچہ اِقْبَلَ صیغۂ ماضی ہے لیکن مراد مستقبل ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	ان میں سے بعض بعض سے پوچھتے ہوئے یعنی جنتی لوگوں میں
يَتَسَآءَلُوْنَ ۝	سے ہر ایک دوسرے سے یا ان میں سے بعض بعض سے متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

آلوسی کہتے ہیں ای یسال کل بعض منھم بعضًا آخر عن احوالہ واعمالہ فیکون کل بعض سائلًا ومسئولًا لانہ یسال بعض معین منھم بعضًا آخر معینا ثم ھذا التساؤل فی الجنۃ کما ھو الظاھر۔

یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے سے دریافت کرے گا اُس کے احوال و اعمال کے بارے میں پس سب

ہیں سے بعض سائل ہوں گے اور بعض مسئول ہوں گے اور یوں ہیں کہ ان میں سے متعین بعض خاص بعض خاص سے پوچھیں گے۔ پھر یہ پوچھنا جنت میں ہوگا جیسا کہ آیت سے واضح ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے کیا عمل کرتے تھے۔

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ بولے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔

(قالوا) وہ کہیں گے، ای المسئولون وھم کل واحد منھم فی الحقیقة یعنی وہ جو پوچھے جائیں گے اور درحقیقت ان میں سے ہر ایک شخص پوچھا جائیگا، مطلب یہ ہے ہر کوئی ایک دوسرے سے پوچھے گا اور وہ کہیں گے۔

(انا کنا قبل) اس سے پہلے تھے ای قبل ھذا الحال یعنی اس حال سے پہلے جنت میں آنے سے پہلے دنیا میں۔

(فی اھلنا مشفقین) اپنے گھروں میں سہمے ہوئے ارقاء القلوب خائفین من عصیان اللہ عزوجل معتنین بطاعۃ سبحانہ او وجلین من العاقبۃ۔
یعنی ان کے دل ڈرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کے باعث اور نیکیوں کے عدم قبول کے اور خدشہ فکر آخرت کے سبب سے ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں باہم پوچھنے پر بتائیں گے کہ دنیا میں وہ سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے تھے وہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے خوف زدہ تھے اور نیکیوں کے بارے میں امید کے باوجود یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ شائد قبول نہ ہوں، آخرت میں گرفت کا ڈر بھی تھا اور نفس و شیطان سے ایمان میں خلل کا دھڑکا بھی تھا۔

فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم۔ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا۔

(فمن اللہ علینا) تو اللہ نے ہم پر احسان کیا ای بالرحمۃ والتوفیق یعنی اللہ نے اپنے لطف و مہربانی سے ہم پر کرم کیا اور ہماری بخشش فرمادی۔

(ووقنا عذاب السموم) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا۔ وقال الحسن: (السموم) اسم من اسماء جہنم اور حسن نے کہا کہ سموم جہنم کے ناموں میں سے ہے، یعنی ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیا، آلوسی کہتے

ہیں۔ ای عذاب النار النافذۃ فی المسام نفوذ السموم وھوالریح الحارۃ المعروفۃ یعنی ایسی آگ کے عذاب سے جو لو کی طرح جسم کے مسامات میں سرایت کرنے والی ہے اور عرف میں اسے گرم لو کہتے ہیں۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہم پر لطف کرم کیا اور ہمیں گرم لو کے عذاب دوزخ سے نجات دی اور ہماری سعی اپنے فضل سے قبول فرمائی اور ہمیں جنت عطا فرمائی۔

انا کنا من قبل ندعوہٗ بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی۔
انہٗ ھوالبر الرحیم ۝ بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے
(انا کنا من قبل ندعوہٗ) بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اُس کی عبادت کی تھی۔
ای انا کنا من قبل ذلک تعبدہٗ و تعالٰی ونسئلہ الوقایۃ یعنی اس سے پہلے ہم دنیا میں پروردگار جل وعلا کی بندگی کرتے تھے اور اس سے دعا مانگتے تھے کہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچالے۔
(انہٗ ھوالبر الرحیم) بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔
یعنی اس رحیم وکریم غایت درجہ مہربان پروردگار نے ہماری التجاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ہمیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، جنت عطا کی اور اپنے فضل سے سرخرو کیا۔ بلاشبہ وہی احسان کرنے والا اور ہمیشہ لطف کرم اور مہربانی کرنے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ طور پ ۲۷

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝	تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔
اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝	یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادثات زمانہ کا انتظار ہے۔
قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝	تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔
اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝	کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔
اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝	یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنالیا بلکہ وہ ایمان

نہیں رکھتے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝

یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝

یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے ہیں۔

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝

کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝

یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝

یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑنا ہے۔

أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝

اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے۔

فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝

تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان

يُنْصَرُونَ ۝ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝

کی مدد ہو۔ اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝

اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۂ طور پ ۲۷

فَذَكِّرْ۔ سو نصیحت کرو　فَمَا۔ تو نہیں　أَنْتَ۔ تو　بِنِعْمَتِ۔ نعمت

رَبِّكَ۔ اپنے رب کی سے　بِكَاهِنٍ۔ کاہن　وَ۔ اور　لَا۔ نہ

مَجْنُونٍ۔ دیوانہ　أَمْ۔ یا　يَقُولُونَ۔ کہتے ہیں　شَاعِرٌ۔ شاعر ہے

نَتَرَبَّصُ۔ ہم انتظار کرتے ہیں بِهٖ۔ اس کے متعلق　رَيْبَ۔ گردش　الْمَنُونِ۔ زمانے کا

قُلْ۔ کہو　تَرَبَّصُوا۔ انتظار کرو　فَإِنِّي۔ تو بیشک میں بھی　مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ

مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ۔ انتظار کرنے والوں سے ہوں　أَمْ۔ یا　تَأْمُرُهُمْ۔ حکم دیتی ہیں

هُمْ۔ ان کو　أَحْلَامُهُمْ۔ انکی عقلیں　بِهٰذَا۔ اس کا　أَمْ۔ یا

هُمْ۔ وہ　قَوْمٌ۔ لوگ ہیں　طَاغُونَ۔ سرکش　أَمْ۔ یا

يَقُولُونَ۔ کہتے ہیں　تَقَوَّلَهُ۔ بنا لیا ہے خود اس نے اسکو　بَلْ۔ بلکہ

لَا۔ نہیں　يُؤْمِنُونَ۔ ایمان لاتے　فَلْيَأْتُوا۔ تو چاہیے لائیں　بِحَدِيثٍ۔ ایک بات

مِثْلِهٖ۔ اس جیسی　إِنْ۔ اگر　كَانُوا۔ ہیں وہ　صٰدِقِينَ۔ سچے

أَمْ۔ یا　خُلِقُوا۔ پیدا کیے گئے ہیں　مِنْ غَيْرِ۔ بغیر کسی　شَيْءٍ۔ چیز کے

أَمْ۔ یا　هُمْ۔ وہ ہیں　الْخَالِقُونَ۔ پیدا کرنے والے　أَمْ۔ یا

خَلَقُوا - پیدا کیا انہوں نے　اَلسَّمٰوٰتِ - آسمانوں　وَ - اور　الْاَرْضَ - زمین کو
بَلْ - بلکہ　لَا - نہیں　یُوْقِنُوْنَ - یقین کرتے　اَمْ - یا
عِنْدَ - پاس　هُمْ - ان کے　خَزَآئِنُ - خزانے ہیں　رَبِّكَ - تیرے رب کے
اَمْ - یا　هُمُ - وہ ہیں　الْمُصَیْطِرُوْنَ - ذمہ دار　اَمْ - یا
لَهُمْ - انکے پاس　سُلَّمٌ - سیڑھی ہے کہ　یَسْتَمِعُوْنَ - سن لیتے ہیں　فِیْهِ - اس میں
فَلْیَاْتِ - تو لے آئے　مُسْتَمِعُهُمْ - انکا سننے والا　بِسُلْطٰنٍ - کوئی دلیل　مُّبِیْنٍ - روشن
اَمْ - یا　لَهُ - اسکے لیے　الْبَنٰتُ - بیٹیاں ہیں　وَ - اور
لَكُمُ - تمہارے لیے　الْبَنُوْنَ - بیٹے　اَمْ - یا　تَسْئَلُهُمْ - مانگتا ہے تو ان سے
اَجْرًا - مزدوری　فَهُمْ - تو وہ　مِّنْ مَّغْرَمٍ - تاوان سے　مُّثْقَلُوْنَ - بوجھل ہیں
اَمْ - یا　عِنْدَ - پاس　هُمُ - انکے　الْغَیْبُ - غیب ہے
فَهُمْ - سو وہ　یَكْتُبُوْنَ - لکھتے ہیں　اَمْ - یا　یُرِیْدُوْنَ - چاہتے ہیں
كَیْدًا - مکر کرنا　فَالَّذِیْنَ - تو وہ جو　كَفَرُوْا - کافر ہوئے　هُمُ - وہی
الْمَكِیْدُوْنَ - مکر میں آئیں گے　اَمْ - یا　لَهُمْ - ان کے لیے　اِلٰهٌ - معبود ہے
غَیْرُ - سوا　اللّٰهِ - اللہ کے　سُبْحٰنَ - پاک ہے　اللّٰهِ - اللہ
عَمَّا - اس سے جو　یُشْرِكُوْنَ - شرک کرتے ہیں　وَ - اور　اِنْ - اگر
یَّرَوْا - دیکھیں　كِسْفًا - ٹکڑا　مِّنَ السَّمَآءِ - آسمان سے　سَاقِطًا - گرتا ہوا
یَّقُوْلُوْا - کہیں　سَحَابٌ - بادل ہے　مَّرْكُوْمٌ - تہ بہ تہ　فَذَرْ - سو چھوڑ
هُمْ - ان کو　حَتّٰى - یہانتک کہ　یُلٰقُوْا - ملیں　یَوْمَهُمُ - اپنے دن کو
الَّذِیْ - وہ　فِیْهِ - جس میں　یُصْعَقُوْنَ - بیہوش ہو جائیں گے
یَوْمَ - جس دن　لَا - نہ　یُغْنِیْ - کام آئے گا　عَنْهُمْ - انکے
كَیْدُ - مکر ان کا　هُمْ - انکا　شَیْئًا - کچھ بھی　وَ - اور
لَا - نہ　هُمْ - وہ　یُنْصَرُوْنَ - مدد دیے جائیں گے　وَ - اور
اِنَّ - بیشک　لِلَّذِیْنَ - انکے لیے جو　ظَلَمُوْا - ظالم ہیں　عَذَابًا - عذاب ہے
دُوْنَ - سوا　ذٰلِكَ - اس کے بھی　وَ - اور　لٰكِنَّ - لیکن
اَكْثَرَ - اکثر　هُمْ - ان کے　لَا - نہیں　یَعْلَمُوْنَ - جانتے

وَ ۔ اور اِصْبِرْ ۔ صبر کر لِحُکْمِ ۔ واسطے حکم رَبِّكَ ۔ اپنے رب کے
فَاِنَّكَ ۔ پس بیشک تو بِاَعْیُنِنَا ۔ ہماری نگاہ میں ہے وَ ۔ اور سَبِّحْ ۔ تسبیح بیان کر
بِحَمْدِ ۔ ساتھ حمد رَبِّكَ ۔ اپنے رب کے حِیْنَ ۔ جب تو تَقُوْمُ ۔ کھڑا ہو
وَ ۔ اور مِنَ الَّیْلِ ۔ رات کے کچھ حصہ میں فَسَبِّحْهُ ۔ اسکی تسبیح کر
وَ ۔ اور اِدْبَارَ ۔ پیٹھ دیتے النُّجُوْمِ ۔ تاروں کے وقت

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ طور پ ۲۷

فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ — تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ — یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ۝ — تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

(فذکر) تو اے محبوب نصیحت فرماؤ، آلوسی کہتے ہیں، فاثبت علی ما انت علیہ من التذکیر بما انزل علیک من الآیات والذکر الحکیم ولا تکترث بما یقولون مما لا خیر فیہ من الاباطیل۔

پس آپ نصیحت سے جو آپ پر قرآن حکیم کی آیات اتاری گئی ہے جمے رہیے اور کفار جو کچھ کہتے ہیں ان سے پریشان نہ ہوں کیونکہ اس میں نہ تو بھلائی ہے اور وہ بے سروپا باتیں ہیں بعض نے کہا فذکر میں سببیہ ہے۔ اور وعظ و نصیحت کے کام کا باعث ہے اور آپ اس امر پر مامور ہیں یعنی آپ کفار کی بے بنیاد اور شر انگیز باتوں سے دل برداشتہ یا رنجیدہ نہ ہوں اور آپ اپنا کام دعوت ارشاد و وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔

(فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ) کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو۔

(فما انت) تو نہیں ہیں آپ یعنی آپ نہ ہی کاہن اور مجنون ہیں بلکہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں کفار کی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں، آپ لوگوں کو نصیحت کریں فما میں ف بطور تعلیل کے وارد ہے جو متضمن

ہے کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں

(بِنِعْمَتِ رَبِّكَ) اپنے پروردگار کے فضل سے، یہاں نعمت سے مراد نبوت اور عقل سلیم ہے تربیٹ میں بطور خاص فضل اپنے کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے کہ آپ کے پروردگار نے انکو شرف درسالت سے سرفراز فرمایا اور عقل سلیم بکمال عطا فرمائی ہے

(بِكَاهِنٍ) نہ ہی کاہن، اس میں ب تاکید کے لیے یعنی آپ کاہن نہیں، کاہن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو اٹکل سے غیب کی خبریں دے اور امام راغب نے کہا کاہن وہ شخص ہے جو اسی طرح گذری ہوئی پوشیدہ باتیں بتائے یا پھر یونہی مستقبل کی خبریں دے۔ والمشهور في الكهانة الاستمداد من الجن في الاخبار عن الغيب اور کہانت کے بارے میں کہ جنوں سے غیب کی خبروں میں مدد لے، کفار آپ کو کاہن کہتے حالانکہ جانتے تھے کہ آپ نہ ہی کاہن ہیں اور نہ ہی آپ میں کوئی کاہنوں جیسی بات ہے آپ نبی و رسول ہیں اور نبوت اور کہانت میں کیا تعلق ہے سوائے اس کے کہ محض الزام تراشی ہو جو فی نفسہ باطل اور گھٹیا حرکت ہے کفار کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنون اور اس تضاد سے ان کی بے ہودگی واضح ہے کہ کاہن نہ مجنون ہو سکتا ہے اور نہ ہی مجنون کاہن اور آپ دونوں باتوں سے پاک و منزہ اس لیے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور آپ کو جو صداقت و سچائی، عقل کی وجاہت حاصل ہے وہ کسی کو عطا نہیں ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ "ب" قسمیہ ہے جو عظمت نعمت اور شرافت و کرامت پر دلالت کرتی ہے اور ایک قول ہے کہ سببیہ ہے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے اور مطلب ہے کہ کفار کا یہ مقولہ انتہائی لچر و لغو ہے اور فی نفسہ انکی خود مذمت کرتا ہے، کفار میں جس شخص نے آپ کو کاہن کہا شیبہ بن ربیعہ تھا۔

(وَلَا مَجْنُونٍ) اور نہ ہی مجنون، مجنون وہ شخص ہوتا ہے جس کی عقل میں خرابی ہو اور وہ غور و فکر کی استعداد نہ رکھتا ہو، کفار میں سے عقبہ ابن ابی معیط نے یہ بکواس کی حالانکہ تمام کفار کو آپ کی عظمت کلام، وفور عقل اور اعلیٰ بصیرت کا اعتراف تھا ان کا مقصد صرف آپ کو رنج پہنچانا تھا، تو اس آیت میں ان کے لغو و افترا اقوال کی تردید کی اور اپنے فضل و نعمت کا بتاکید ذکر کرتے ہوئے آپ کی تشفی فرمائی اور اس رنج سے آپ کو دور کیا جو آپ کی شان محبوبیت پر دلالت کرتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ محبوب ان لوگوں کی بے ہودہ باتوں کو خاطر اقدس میں جگہ نہ دیجئے اور اپنا وعظ و نصیحت (تذکیر) جاری رکھیے اور اس پر جمے اور ڈٹے رہیے۔

(ام يقولون شاعر) یا وہ شاعر کہتے ہیں ای بل یقولون۔ یعنی وہ یہ بھی بکتے ہیں (شاعر) ای هو شاعر یعنی کہ وہ (آپ) شاعر ہیں، حالانکہ وہ بخوبی جانتے کہ جو کچھ آپ انہیں پیش کرتے ہیں وہ کلام الٰہی ہے نہ کہ شاعری ہے اور نہ ہی شاعری سے اس کا کوئی رشتہ و تعلق ہے، شاعر کہہ کر اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں

(فَتَرَبَّصَ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ) ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے۔

(نتربص) ای ننتظر یعنی ہم منتظر ہیں۔ (بہ ریب المنون) ای الدھر وھو فعول من المن بمعنی القطع لانہ یقطع الاعمار وغیرھا ومنہ حبل متین ای مقطوع والریب مصدر رابہ اذا اقلقہ ارید بہ حوادث الدھر وصروفہ لانھا تقلق النفوس۔

یعنی زمانہ اور منون مَنّ سے اسم مفعول ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں کیونکہ زمانہ یا موت زندگی اور اس کے علاوہ کو کاٹ دیتا ہے اور اسی سے حبل منین کٹی ہوئی رسی مراد ہے اور ریب رَابَ کا مصدر ہے جس کا مطلب ہے مضطرب اور پریشان کرنا یا رنج میں ڈال دینا اس سے مراد زمانہ کے حوادث اور حالات کی تبدیلی ہے جو انسان کو رنجیدہ کرتی رہتی ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ منون سے مراد دھر (زمانہ) ہے اور ابن عباس کے نزدیک اس سے مراد موت ہے یعنی آپ بھی ایک شاعر ہیں جس طرح دوسرے شاعر مر گئے اور ان کی موت نے ان کے ساتھیوں کو پراگندہ کر دیا یہ بھی اسی طرح ہو جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ کفار کہتے تھے کہ حضرت کے والد نے عین شباب میں انتقال کیا ان کے ساتھ بھی ایسا ہوگا اور ہم اسی وقت (آپ کی موت) کے منتظر ہیں۔

(قل تربصوا) تو فرماؤ انتظار کیے جاؤ تحکم بہم و تھدید لہم یعنی آپ بطور تہدید ان سے کہہ دیں اگر یونہی ہے تو انتظار کئے جاؤ یہاں تک حکم الٰہی ظاہر ہو جاتے

(وانی معکم من المتربصین) اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

اتربص ھلاککم کما تتربصون ھلاکی وفیہ عدۃ کریمۃ باھلاکھم۔

میں بھی تمہاری ہلاکت کے انتظار میں جس طرح تم مجھ پر حوادث زمانہ کے انتظار میں ہو اور اس میں کفار کی ہلاکت کی واضح وعید ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اسی خیال میں ہو کہ مجھ پر حوادث زمانہ واقع ہوں تو بڑی اچھی بات ہے تم انتظار کرو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ اس وقت کا منتظر ہوں جب ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سچائی پر تھا اور کون گمراہی پر میں بھی تمہارے لیے حکم الٰہی کا منتظر ہوں بالآخر بدر کے روز یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یوم الفرقان (روز بدر) حق و باطل کا امتیاز ہو گیا۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنا لیا بلکہ وہ ایمان

نہیں رکھتے

فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صٰدِقِین ○ تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

(ام تامرھم احلامھم بھذا) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی بتاتی ہیں۔

ای عقلوھم وکانت قریش یدعون اھل الاحلام والنھی۔

یعنی ان کی عقلیں اور قریش کے لوگ اہل عقل و دانش جانے جاتے تھے۔ (بھذا) التناقص فی المقال الکاھن والشاعر یکونان ذا عقل تام وفطنۃ وقادۃ والمجنون مغطی عقلہ مختل فکرہ ان کے اقوال میں تناقص ہے کہ کاہن اور شاعر تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو بڑے عقلمند اور ذہین اور وسیع النظر ہوتے ہیں اور مجنون وہ ہوتا ہے جو بے عقل اور ہوش سے عاری ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قریش مکہ جو عقلمند مشہور ہیں اور لوگ انہیں سمجھدار جانتے ہیں کیا انہیں عقلمند اور مجنون میں فرق دکھائی نہیں دیتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن، کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے ہیں تو کیا ان باتوں میں کوئی ربط ہے اور کیا یہ تضاد اقوال اہل دانش کا طریقہ ہے ظاہر ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ایسا صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ حسد و عناد میں بہت دور جا چکے ہیں اور اپنی حاسدانہ روش میں انہیں حق و باطل کا فرق یہ نہیں کہ نظر نہیں آتا بلکہ وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ ورنہ ان متضاد باتوں کی گنجائش کہاں ہے۔

(ام ھم قوم طاغون) یا وہ سرکش لوگ ہیں۔

مجاوزون الحدود فی المکابرۃ والعناد، یعنی کفار مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور عناد میں حد کو پھلانگ چکے تھے اور وہ واضح اور روشن دلائل کے باوصف غلط سلط اور بے سروپا باتوں کے بنانے میں مصروف تھے جو فی نفسہ ان کی بے عقلی پر دلالت کر رہی ہے اور دوسری طرف پیغام رسول کی حقانیت کو روشن سے روشن تر کر رہی ہے۔

(ام یقولون تقولہ) یا یہ کہتے ہیں انہوں نے قرآن بنا لیا۔

ای اختلقہ من تلقاء نفسہ یعنی وہ کہتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے قرآن کو گھڑ لیا ہے اللہ کی طرف سے یہ نازل نہیں ہوا، کفار کا یہ مقولہ عناد و دشمنی کی وجہ سے ہے اور یہ بھی پہلی باتوں کی طرح ہے کہ آپ معاذ اللہ ساحر، شاعر یا مجنون ہیں۔

(بل لا یومنون) بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے

فلکفرھم وعنادھم یرمون بھذہ الاباطیل کیف وما رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم الا واحد من العرب فکیف آتی بما عجز عنہ کافۃ الامم من العرب والعجم
تو کفار کا ایسا کہنا کہ حضور نے خود قرآن بنالیا، ان کے غایت درجہ کفر و عناد کی وجہ سے ہے کہ اس طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں جنکی کوئی اصل نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں یکتا ہوئے اور کوئی ایسا نہ ہوا جو ان کی طرح لایا جس کے سامنے عرب و عجم کے لوگ عاجز ہو گئے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ اور قریش کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو اپنے دل سے بنالیا ہے اور یہ پروردگار کے ہاں سے نازل نہیں ہوا بلکہ انہی باتوں کی طرح ایک تہمت تراشی ہے جسطرح کہ وہ لوگ آپ کو بغیر سوچے سمجھے شاعر و ساحر کاہن یا مجنون کہہ دیتے ہیں ان کا یوں کہنا صرف اور صرف حسد و عناد کی وجہ سے ہے جس میں وہ حدود کو پھلانگ چکے ہیں اور حق و باطل میں فرق نہیں کرنا چاہتے حالانکہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ حق ہے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قرآن کو دل سے بنالیا ہوتا تو عرب کے فصحاء بلغاء و شعراء کو کیا ہوا کہ وہ اس کی مثل نہ لاسکے صرف وہ ہی نہیں بلکہ انہیں اس کا چیلنج دیا گیا ہے مگر نہ تو وہ انفرادی طور پر اور نہ ہی اجتماعی طور پر مثل قرآن لاسکے اور نہ ہی کلام ابلاغت، اخبار غیوب پیش کرسکے جو قرآن کا خاصہ ہے۔ اگلی آیت میں اسی امر کا اعادہ ہے۔
(فلیأتوا بحدیث مثلہٖ) تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔
مماثل القرآن فی النعوت التی استقل بہا من حیث النظم ومن حیث المعنی۔
یعنی حسن و خوبی، فصاحت و بلاغت، نظم و معنی میں قرآن کی مثل لائیں، یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ کفار میں کاہن بھی تھے اور شاعر بھی اگر قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے تو تم ایسا کیوں نہیں بنالاتے رہی مجنون کی بات تو وہ خود کفار کے قول کی نفی کرتی ہے ساحر و شاعر و کاہن عقلمند ہوئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کاہن بھی شاعر بھی ہو اور مجنون بھی، آخری الزام یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن بنالیا تو اب کھلی دعوت ہے کہ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو تم قرآن کی مثل لاؤ جو فصاحت و بلاغت، نظم و معنی، ایجاز و اختصار اور اخبار میں اس کی مثل ہو۔
(ان کانوا صٰدقین) اگر سچے ہیں۔
اگر کفار اپنے دعوی میں کوئی صداقت رکھتے ہیں تو پھر انفرادی یا اجتماعی طور پر قرآن کی مثل کیوں نہیں لے آتے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور عرب کے رہنے والے ہیں اور شعر و سحر، کہانت، فصاحت و بلاغت نظم و نثر کے خوب سمجھنے جاننے والے ہیں جب وہ اس کا جواب لانے سے قاصر ہیں اور نہ ہی لاسکتے ہیں تو ان کا جھوٹا ہونا اور بے سروپا تہمیں گھڑنا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور کفار اپنے ہی اقوال باطلہ کی

روشنی جھوٹے ثابت ہو گئے لیکن مانتے اس لیے نہیں کہ عناد و تعصب دشمنی عداوت نے اندھا کر رکھا ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ	کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔
اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ؕ	یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔
اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ ھُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ؕ	یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (خود مختار) ہیں۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۔ کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

(اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ) کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے۔

ای ام احدثوا وقدروا ھذا التقدیر البدیع من غیر مقدر و خالق یعنی کیا یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے از خود پیدا ہو گئے ہیں، اور طبری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی غیر زندہ شے سے پیدا کیے گئے ہیں کہ انہیں جمادات کیطرح نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جا سکے اور ایک قول ہے کہ کیا وہ ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے جماد بے عقل ہیں کہ ان پر کوئی حجت قائم نہ کی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں یا مطلب یہ ہے کیا رب نے انہیں نطفہ سے پیدا نہیں کیا ہے۔ معدوم سے موجود ہونا بغیر موجودہ خالق کے کیونکر ممکن ہے۔ اور ایک قول ہے کہ بلا وجہ پیدا نہیں کیے گئے بلکہ شرعی احکام کے مکلف پیدا کیے گئے ہیں۔

(اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ) یا وہی بنانے والے ہیں۔ اَیِ الَّذِیْنَ خَلَقُوْا اَنْفُسَھُمْ فَلِذٰلِکَ لَا یَعْبُدُوْنَ اللہَ عَزَّوَجَلَّ وَلَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی کیا ان لوگوں نے اپنے کو خود پیدا کیا ہے پس اس لیے عزوجل کی عبادت نہیں کرتے اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے بغیر ان کا پیدا ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جب یہ محال ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ اللہ نے پیدا کیا پھر اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کی کیا وجہ ہے۔ یعنی ان کی بت پرستی کا کیا سبب ہے۔

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ۔	یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔

(اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ) یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے

وقال ابن عطیہ: المراد ھم الذین خلقوا الاشیاء فھم لذلك یتکبرون ثم خص من تلك الاشیاء السموات والارض لعظمھما وشرفھما فی المخلوقات وفیہ ما سمتہ۔

ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا انہوں نے وہ تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ تکبر کر رہے ہیں اور مغرور ہو رہے ہیں پھر ان اشیاء یعنی آسمانوں اور زمین کی عظمت و بزرگی کو بطور خاص ذکر کیا ہے جو انہیں مخلوقات میں ہے۔ اور اس میں جو ذکر ہوا اس میں واضح دلیل ہے کہ جس طرح آسمان و زمین کو انہوں نے نہیں بنایا بلکہ رب العزت نے پیدا کیا یونہی وہ از خود پیدا نہیں ہوئے بلکہ انہیں بھی رب العزت ہی نے خلق کیا تو ان پر لازم تھا کہ قدرت رب پر یقین رکھتے اور اللہ کی بندگی کرتے۔

(بل لا یوقنون) بلکہ انہیں یقین نہیں۔ ای اذا سئلوا من خلقکم وخلق السموات و الارض؟ قالوا: اللہ وھم غیر موقنین بما اذ لو کانوا موقنین لما اعرضوا عن عبادتہ تعالیٰ فان من عرف خالقہ وایقن بہ امتثل امرہ و انقاد لہ۔

یعنی جب پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا اور آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے لیکن وہ پختہ یقین نہیں رکھتے اس لئے کہ اگر وہ پکا یقین رکھنے والے ہوتے تو اللہ کریم کی بندگی سے ہرگز منہ نہ موڑتے پس جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور اس پر یقین کیا وہ اس کی بندگی اور اس کی اطاعت سے کیونکر رک جاتا ہے۔

ام عندھم خزائن ربک ام ھم المصیطرون ۝ یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ خود مختار ہیں۔

(ام عندھم خزائن ربك) یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں۔

ای خزائن رزقہ تعالیٰ ورحمۃ حتی یرزقوا النبوۃ من شاءوا ویمسکوھا عمن شاءوا۔ وقال الرمانی: خزائنہ تعالیٰ مقدورہ انہ سبحانہ وقال ابن عطیہ المعنی ام عندھم الاستغناء عن اللہ تعالیٰ فی جمیع الامور لان المال و الصحۃ والعزۃ وغیر ذالك من الاشیاء من خزائن اللہ تعالیٰ، وقال الزھری یرید بالخزائن العلم واستعنہ ابوحیان۔

یعنی کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رزق اس کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں نبوت عطا کردیں

اور جس سے چاہیں نبوت کو روک دیں اور رمانی نے کہا کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے اختیارات کے خزانے ہیں
یعنی قضاء و قدر کے اختیار ہیں اور ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کیا ان کے پاس تمام امور میں حکم
مال، صحت اور عزت اور اس کے علاوہ خزائن رب کی اشیاء میں سے دیغرہ کی دولت و قدرت ہے کہ جو چاہیں
کریں اور زہری نے کہا خزائن سے مراد رب کے علم کے خزانے ہیں اور ابو حیان نے اس کی تحسین کی ہے
مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے پاس علم و حکمت الٰہی کے خزانے ہیں جس سے وہ جان لیں کہ استحقاق نبوت کس
کے لیے ہے اور کس لیے نہیں۔

(ام هم المصیطرون) یا وہ کڑوڑے (خود مختار ہیں)

یعنی کیا وہ لوگ خود مختار ہیں اور یہاں تک کہ احکام ربانی اور امور الیہ پر قبضہ و تسلط رکھتے ہیں۔ اور تمام
چیزوں کا اپنی خواہش اور ارادہ کے مطابق حکم دیتے ہیں، مسیطر کے معنی غالب و تسلط رکھنے والے کے ہیں۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ خود مختار ہیں جو چاہیں کرتے پھریں انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو جب ایسا نہیں ہے
تو پھر خدا اور رسول پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ — یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ — کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ — یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

(ام لهم سلم) یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس پر چڑھ کر سن لیتے ہیں فهو ما يتوصل به الى الامكنة العالية
یعنی کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو انہیں اونچے اور بلند مکانوں تک پہنچانے یا ملانے والی ہے یا وہ
اس سیڑھی کے ذریعہ آسمانوں تک چڑھ کر فرشتوں کا کلام سن لیتے ہیں اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے
کونسا امر حق ہے۔

(یستمعون فیه) ای صاعدین فیه یعنی اس سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر آسمان کی خبریں سن لیتے ہیں۔
(فلیات مستمعهم بسلطن مبین) تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

(ای بحجة واضحة تصدق استماعه) یعنی واضح اور روشن دلیل کے ساتھ اس دعوے پر کوئی سند لائے
واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار کے پاس آسمان تک پہنچانے والی کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی
باتیں سن سکیں اور اخبار غیوب ان تک پہنچیں اور انہیں اس امر کا علم ہو گیا کچھ واقع ہونے والا ہے اور کونسی

بات حق ہے اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانیں اگر ایسی بات کا دعویٰ کافروں کو ہے تو ان میں سے جو اس کلام کے سننے کا مدعی ہے وہ واضح اور روشن دلیل پیش کرے اور جب ان کے پاس کوئی بھی ایسی بات نہیں اور نہ ہو سکتی ہے تو پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیوں نہیں کرتے اور اپنی بے بسی کے باوصف حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے۔

(ام لہ البنٰت ولکم البنون) کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

تسفیہ لھم وترکیک لعقولھم وفیہ ایذان بان من ھذا بہ لا یکاد یعد من العقلاء فضلاً عن الترقی الی عالم الملکوت وسماع کلام ذی العزۃ والجبروت والالتفات الی الخطاب تشدید وا لتوبیخ۔

آلوسی کہتے ہیں ان کفار کی عقلیں کس قدر لیست اور یہ لوگ کتنے سرپھرے ہیں اور ان لوگوں کو عقلمند تو کجا باہوش بھی نہیں کہا جا سکتا حالانکہ یہ لوگ حق تعالیٰ سبحانہ کے کلام کے سننے مدعی اور عالم ملکوت تک رسائی کے دعویدار بننے کی کوشش کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں جب کہ خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور خدا کی طرف ناپسندیدہ بات معیوب کرتے ہیں اور اپنے لیئے بیٹے پسند کرتے ہیں ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو غائیت درجہ بے وقوف اور معیار عقل سے کہیں گرا ہوا ہے اور اس پر مزید یہ کہ دعوی عالم ملکوت تک اور روحانی پہنچ کا رکھتے ہیں۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

(اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا) یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو آلوسی کہتے ہیں ای علی تبلیغ الرسالہ وھو رجوع الی خطابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعراض عنھم۔

یعنی کیا آپ تبلیغ رسالت کا کوئی معاوضہ ان سے طلب کر رہے ہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کیا گیا ہے و کفار سے اعراض کیا گیا ہے۔

(فَهُمْ) پس وہ لاجل ذلك یعنی اس وجہ سے کفار

(من مغرم) چٹی کے بوجھ میں۔ مصدر میمی عن الغرم والغرامۃ وھو کما قال الراغب ما ینوب الانسان فی مالہ من ضرر بغیر جنایۃ منہ فالکلام بتقدیر مضاف من التزام مغرم

مغرم غرم اور غرامۃ سے مصدر میمی ہے اور اس سے مراد جیسا کہ امام راغب نے کہا یہ ہے کہ انسان اپنے

مال سے جو تکلیف محسوس کر کے ادا کرے اور ایسا ایسا کرنا بلا ضرورت یا خواہ مخواہ ہو اور یہ کلام تقدیر مضاف سے ہے یعنی مغرم (چٹی) کے التزام سے ہے۔

(مُثقَلُونَ) دبے ہیں۔ ای محملون الثقل فلذلک لا یتبعونک۔

یعنی بوجھ تلے دبے ہیں اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے ہو اضح مفہوم یہ ہے کہ اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا ان سے رسالت کی تبلیغ کا کوئی معاوضہ یا کوئی مطالبہ ان کفار سے کر رہے ہیں جس کی چٹی انہیں پڑ رہی ہے اور یہ اس چٹی کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کا اتباع نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کو اتباع کرنی چاہیے۔ کیونکہ نہ تو ان پر کوئی چٹی ہے اور نہ ہی کوئی بوجھ جو اتباع میں حارج ہو سکے تو پھر ان کے پاس کونسا عذر ہے۔

ام عندھم الغیب فھم یکتبون ٥ یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

(ام عندھم الغیب) یا ان کے پاس غیب ہیں ای اللوح المحفوظ المثبت فیہ الغیوب۔ یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں تمام غیوب کا اندراج ہے۔

(فھم یکتبون) جس سے وہ حکم لگاتے ہیں منہ ویخبرون بہ الناس۔

یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں غیبوں کا اندراج ہے اور جس سے یہ لوگوں کو خبریں دے رہے ہیں وفسر بعضھم (یکتبون) یحکمون اور بعض نے یکتبون کی تفسیر یحکمون سے کی ہے یعنی حکم لگاتے ہیں ابن عطیہ نے کہا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس سے شرعاً وہ حکم لگاتے ہیں جو وہ لوگوں کے لیے خیال کرتے ہیں جیسے بتوں کی بندگی ہے اور استھانوں کی قربانی ہے اور اسی قبیل کی باتیں ہیں اور قتادہ نے کہا کیا ان کے پاس اس بات کا علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب وصال فرمائیں گے جس کا کہ انہیں انتظار ہے اور ایک قول یہ ہے کیا ان کے پاس علم غیب ہے سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد نہ اٹھیں گے اور اگر اُٹھے بھی تو ان پر عذاب نہیں ہوگا۔

اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ؕ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہُمُ الۡمَکِیۡدُوۡنَ ٥ یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑتا ہے۔

(ام یریدون کیدا) یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں۔ بک وبشرعک وھو ما کان منھم فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار الندوۃ مما ھو معلوم من السیر وھذا من الاخبار بالغیب فان قصۃ دار الندوۃ وقعت فی وقت الھجرۃ وکان نزول السورۃ قبلھا کما تدل علیہ الآثار۔

یعنی کیا یہ کافر لوگ آپ کے ساتھ اور آپ کی شریعت کے ساتھ کوئی سازش کرنا چاہتے ہیں اور اس سازش سے اشارہ کفار کی طرف سے دار الندوۃ میں مشورہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا مشورہ تھا جیسا کہ سیرت کی کتب سے ظاہر و معلوم ہے اور یہ امر اخبار غیوب سے ہے کیونکہ دار الندوۃ کا معاملہ ہجرت کے وقت واقع ہوا اور اس سورت مبارکہ یعنی سورۃ طور کا نزول اس سے بہت پہلے ہوا جیسا کہ آثار سے دلالت کرتا ہے۔

(فالذین کفروا) تو کافر ہی پر (ھم المکیدون) المذکورون المریدون کیدہ علیہ الصلاۃ والسلام یعنی سازش کرنے والے کافر جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکر کرنا چاہتے ہیں۔

(ھم المکیدون) انہی پر داؤں پڑتا ہے۔ ای الذین یحیق بھم کیدھم ویعود علیھم وبالہ لا من ارادوا ان یکیدوہ وکان وبالہ فی حق اولئک قتلھم یوم بدر فی السنۃ الخامسۃ عشر من النبوۃ۔

یعنی مکر کرنے والے لوگوں پر ہی ان کا مکر لوٹے گا اور وہ اس وبال میں مبتلا ہوں گے اور ان کے حق میں اس سازش کا وبال ان کا بدر کے دن مقتول ہونا تھا جو نبوت کے پندرھویں برس تک واقع ہوا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سازش و مکر کرنے والوں پر خود ہی ان کے مکر و فریب کا وبال پڑے اور اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں کہ یہ لوگ یوم بدر کو جائیں گے اور اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا مکہ میں بھی اور جب آپ نے ہجرت فرمائی اور یوم بدر کو بھی غلبہ عطا کیا گیا اور کافروں کو رسوائی ہوئی۔

ام لھم الہ غیر اللہ سبحٰن اللہ عما یشرکون ○ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

(ام لھم الہ غیر اللہ) یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے یعینھم ویحرسھم من عذابہ عزوجل یعنی کیا اللہ کے سوا ان کافر لوگوں کا کوئی اور اللہ ہے جو انکی مدد کرے اور انہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچا سکے۔

(سبحٰن اللہ عما یشرکون) اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ ای عن اشراکھم أن ما مصدریۃ او عن شرکۃ الذی یشرکونہ علی انھا موصولۃ یعنی ان کی شرک کی باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان جملہ امور سے پاک ہے اور یہ مفہوم اس تقدیر پر ہوگا جب کہ ما مصدریہ سمجھا جائے اور اگر ما موصولہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جن کو یہ کفار خدا کا شریک مانتے یا ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

وان یروا کسفا من السماء ساقطا اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے

يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ٥ — تہ بہ تہ بادل ہے۔

وان یروا کسفا من السماء ساقطا اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں ای وان یروا کسفا عظیما
یعنی اگر کفار آسمان سے کسی بڑے ٹکڑے کو گرتا دیکھیں، یہ دراصل کفار و مشرکین کے اس قول کا جواب ہے
جو وہ کہتے تھے کہ اگر آپ سچے اور برحق ہیں فاسقط کسفا من السماء تو آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دو
اگر یہ کفار و مشرکین آسمان سے ٹکڑا گرتا دیکھیں تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے ہم سیراب ہوں
گے جیسا کہ قوم عاد نے بھی کہا

(یَقُولُوا) وہ کہیں گے من فرط طغیانہم وعنادہم یعنی مشرکین اپنی حد درجہ سرکشی حق سے اور بغض
وعناد کی وجہ سے کہیں گے۔

(سحاب مرکوم) تہہ بہ تہ بادل متراکم ملقی بعضہ علی بعض ای ہم فی الطغیان
مشرکین کفار کہیں گے کہ یہ تو تہہ در تہہ بادل ہے یعنی جس کا بعض حصہ سے ملا ہوا اور پیوستہ ہے جسطرح کہ یہ خود
بغاوت و سرکشی میں تہ بہ تہ ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم ان کے عذاب کے لیے آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا بھی دیں تو یہ اپنے کمال
بغض وعناد کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے نفع ہوگا پھر بھی اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے بالآخر
ہلاکت ہی ان کا مقدر ہے۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ٥ — تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں سب بے ہوش ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ٥ — جس دن ان کا داؤں کچھ نہ کام دے گا۔ اور نہ ان کی مدد ہو۔

(فَذَرْهُمْ) تو تم انہیں چھوڑ دو، یعنی ان کفار کو موت تک چھوڑ دیجیے اور ان پر عذاب نہ ملنگیے۔

(حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ٥) یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔

(حتّٰی یُلٰقوا یومہم یعنی وہ دیکھ لیں یا اس دن کو پہنچ جائیں یوم کے ساتھ ھم کی ضمیر واضح کر رہی
ہے، کفار جب تک موت کے دن کو دیکھ نہ لیں نہ یہ کہ نفخہ اولی تک ان کو مہلت ملے۔ اور آلوسی کہتے ہیں۔
والمراد بذلك اليوم يوم بدر یہاں یوم سے مراد بدر کا دن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے
مراد نفخہ اولی ہے جس میں بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے رسول ان کفار کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا یہ کہ ادر بے ہوشی سے مراد سکرات موت کی بے ہوشی ہے۔ واللہ اعلم۔

یوم بدر کو ہلاک ہوں اور ان کے لیے فوری عذاب نہ مانگیئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کو چھوڑنا اس وقت کے لیئے ہے جب تک کہ جہاد و قتال فرض نہ ہوا تھا کیونکہ سورۂ طور مکی ہے اور مکہ میں قتال کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور نہ ہی اہل ایمان ابھی اس حال کو پہنچے تھے یعنی مغلوبیت تھی اور کفر کا زور غلبہ تھا۔

(یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیأً) جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا۔

یوم لا یغنی بدل ہے یومھم سے یعنی جس دن کفار کو موت آئے گی اور ان پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوگی یا یہ کہ بدر کے دن جب ہلاکت و موت ان کو گھیرے گی تو اس دن ان کا کوئی داؤں کوئی حیلہ کوئی حربہ انہیں مطلقاً فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی وہ عذاب سے بچ سکیں گے یہاں کید کی مناسبت سے بدر کا دن ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کہ اس روز کفار اپنی تمام تدابیر کے باوصف ہلاکت سے نہ بچ سکے یوم سے مراد نفخۂ اولیٰ لینا درست نہیں ہے۔ رہا ان کا بے ہوش ہونا تو اس کا اختصاص زندوں کے ساتھ ہے اور مردے بھی بے ہوش ہوں گے اور وہ آیت کے عموم میں داخل ہیں اور کہا گیا ہے اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

(ولا ھم ینصرون) اور نہ ان کی مدد کی جائے گی من جھۃ الغیر فی دفع العذاب عنھم یعنی کوئی بھی ان سے عذاب کو دور نہ کر سکے گا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی مدد حاصل ہو سکے گی۔

وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

(وان للذین ظلموا) اور بے شک ظالموں کے لیے ایک عذاب ہے یا تو عام کفار ہیں یا ان میں سے کے خاص لوگ بعض کے نزدیک خاص کفار ہی مراد ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ اور اس تقدیر پر دونوں قول درست ہیں۔

(عذابا دون ذالک) اس سے پہلے ایک عذاب ہے دون ما لاقوہ من القتل ای قبلہ اس کے سوا جو انہیں نہیں پہنچا قتل سے پہلے (مرنے سے پہلے) وقال مجاھد القحط الذی اصابھم سبع سنین۔ اور مجاہد نے کہا کہ عذاب سے مراد قحط ہے جو ان کو (کفار کو) سات برس تک پہنچا۔

وعن ابن عباس ھو ما کان علیھم یوم بدر والفتح۔ اور ابن عباس کے نزدیک ان کے لیے وہ ہے جو انہیں بدر کے دن پیش آیا اور یونہی فتح مکہ کے وقت

وقيل (دون ذلك) يقبل يوم القيامة بناءً على كون يومهم الذى فيه تصعقون ذالك وعنه ايضًا وعن البراء بن عازب انه عذاب القبر وهو مبنى على نحو ذلك التفسير وذهب اليه بعضهم بناءً على ان دون ذلك - بمعنى وَرَاءِ ذَالِكَ

اور دُوْنَ ذٰلِكَ کی تفسیر میں کہا کہ قیامت کے دن سے پہلے اور یہ اس تقدیر پر کہ یَوْمَهُمُ الَّذِیْ سے مراد قیامت کا دن ہے اور ابن عباس اور براء بن عازب سے مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب القبر ہے اور وہ بھی اسی تفسیر پر مبنی ہے جب کہ یومهم سے مراد قیامت کا دن یا نفخہ اولیٰ کا دن ہو اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد اس کے علاوہ ہے یعنی مرنے کے علاوہ عذاب ہے۔ بہر صورت عذاب قبر جب ہی درست ہو سکتا ہے جب یومهم سے مراد نفخہ اولیٰ کا دن تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ قبر کا عذاب مرنے سے پہلے کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

اور ہاں ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔ چونکہ یہ ظالم کفار اپنے کفر و طغیانی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے انہیں ان کے کفر کے باعث عذاب ہوگا اور انہیں تعصب کی وجہ سے اس کا احساس نہیں کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ٥

اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔

(واصبر لحكم ربك) اور اے محبوب اپنے پروردگار کے حکم پر ٹھہرے رہو یا مهالهم الى يوم الموعود یعنی ان ظالم کفار کو جو ان کے وعدہ کے دن تک مہلت دی گئی ہے تو آپ اس وقت تک ٹھہرے رہیں اور ان کی بے ہودگیوں پر کبیدہ خاطر نہ ہوں جب مقررہ وقت آجائے گا تو تمہارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو گا لہٰذا آپ جب تک برداشت فرمائیں۔

(فانك باعيننا) بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو ای فی حفظنا وحراستنا یعنی آپ ہماری حراست و نگہداشت میں ہیں یہ کہ کفار آپ کو کچھ ضرر و تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے فالعین مجاز عن الحفظ اور عین سے مراد حفاظت ہے یعنی آپ مکمل طور پر ہماری حفاظت و نگہداشت میں ہیں اور ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں

وسبح بحمد ربك حين تقوم اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو ای قل سبحان الله ملتقاً بحمده تعالیٰ على نعمائه یعنی آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام

نعمتوں پر اس کی تعریف بیان کریں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء کا پڑھنا ہے
یا یہ معنی ہے کہ جب آپ سوکر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کریں عطاء نے کہا کہ حین تقوم سے مراد مجلس
سے اٹھنے کا وقت مراد ہے اور حین تقوم (جب بھی آپ کھڑے ہوں) میں یہ بات واضح ہے کہ خواہ
نماز کے لیے کھڑے ہوں یا سوکر اٹھ کھڑے ہوں یا کسی مجلس سے کھڑے ہو خواہ کئی مرتبہ ہو تو آپ اپنے رب
کی پاکی اور تعریف بیان کریں کیونکہ یہ تسبیح و تحمید مجلس کی بری باتوں کا کفارہ ہو جائیگی بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں شور وغیرہ
ہو تو پھر وہ شخص اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہے سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا
انت استغفرك واتوب اليك تو جو اس مجلس میں جو کچھ ہوگا یہ کلمات دعا اس کا کفارہ ہوں گے۔

ومن الیل فسبحه وادبار السجوم اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دینے

ومن الیل فسبحه) اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو وقیل التسبیح من الیل صلوٰۃ المغرب والعشاء۔

اور کہا گیا ہے رات میں تسبیح سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں رات کے خصوصی ذکر سے بعض
نے تہجد کی نماز مراد لی ہے کہ رات کی عبادت میں ریا کو دخل نہیں ہوتا اور نفس پر بھی دشوار ہوتی ہے۔

وادبار النجوم اور تاروں کے غائب ہونے پر ای وقت ادبارها من اخر اللیل ای غیبتها
بضوء الصباح اور رات کے آخری حصہ میں تاروں کو پیٹھ دینے کے وقت سے مراد ان کا صبح کی روشنی
سے چھپ جانا ہے یعنی فجر کا وقت، ضحاک کے نزدیک اس سے نماز فجر مراد ہے اور بعض کے نزدیک
رکعتا الفجر نماز فجر سے پہلے کی دو سنتیں جیسا کہ صحیحین میں ہے
کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ اور حضرت عمر، علی، ابی ہریرہ اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
کہ رات کے وقت تسبیح سے مراد نوافل اور ادبار السجوم سے مراد فجر کی دو رکعتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ نجم پ۲۷

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝
اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝
تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝
اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝
وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝
انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ۝
پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔

وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝
اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝
پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝
تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ۝
اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝
دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝
تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝
اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔

عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ۝
سدرۃ المنتہی کے پاس۔

عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ۝
اس کے پاس جنت الماوی ہے۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝
جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۝
بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۝
تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝
اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝
تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝
اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ
سُلْطٰنٍ ۝ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى
الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ
الْهُدٰى ۝
اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝
فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝

اور اس تیسری منات کو۔
کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔
جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے۔
وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ
دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں
اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے
پیچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے رب
کی طرف سے ہدایت آئی۔
کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے۔
تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ نجم پ ۲۷

وَ۔ قسم ہے	النجم۔ ستارے کی	اِذَا۔ جب	ھَوٰی۔ جھکے
مَا۔ نہ	ضَلَّ۔ بہکے	صَاحِبُكُمْ۔ تمہارے ساتھی	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	غَوٰی۔ بے راہ ہوئے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
يَنْطِقُ۔ بولتا وہ	عَنِ الْهَوٰى۔ اپنی خواہش سے		اِنْ۔ نہیں
ھُوَ۔ وہ	اِلَّا۔ مگر	وَحْیٌ۔ وحی ہے جو	یُّوْحٰی۔ وحی کی گئی
عَلَّمَهٗ۔ سکھایا اسکو	شَدِیْدُ۔ سخت	الْقُوٰى۔ قوت والے نے	ذُوْ۔ صاحب
مِرَّةٍ۔ طاقت نے	فَاسْتَوٰى۔ پھر قصد کیا	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ
بِالْاُفُقِ۔ کنارے	الْاَعْلٰى۔ بلند پر تھا	ثُمَّ۔ پھر	دَنَا۔ قریب ہوا
فَتَدَلّٰى۔ پھر لپکا	فَكَانَ۔ پھر ہو گیا	قَابَ۔ اندازہ	قَوْسَیْنِ۔ دو کمان کا
اَوْ۔ یا	اَدْنٰى۔ اس سے بھی قریب	فَاَوْحٰى۔ تو وحی کی	اِلٰى۔ طرف
عَبْدِهٖ۔ اپنے بندے کی	مَا۔ جو	اَوْحٰى۔ وحی کی	مَا۔ نہیں
كَذَبَ۔ جھٹلایا	الْفُؤَادُ۔ دل نے	مَا۔ جو	رَاٰى۔ اس نے دیکھا

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ۔ کیا تم اس سے جھگڑتے ہو — عَلٰی۔ اس پر — مَا۔ جو

یَرٰی۔ دیکھا — وَ۔ اور — لَقَدْ۔ بیشک — رَاٰهُ۔ دیکھا اس نے اسکو

نَزْلَةً۔ ایک مرتبہ — اُخْرٰی۔ اور — عِنْدَ۔ نزدیک — سِدْرَةِ۔ سدرۃ

الْمُنْتَهٰی۔ المنتہی کے — عِنْدَ۔ پاس — هَا۔ اس کے ہے — جَنَّةُ۔ جنت

الْمَاْوٰی۔ الماوی — اِذْ۔ جب — یَغْشٰی۔ چھا رہا تھا — السِّدْرَةَ۔ سدرہ پر

مَا۔ جو — یَغْشٰی۔ چھا رہا تھا — مَا۔ نہ — زَاغَ۔ پھری

الْبَصَرُ۔ آنکھ — وَ۔ اور — مَا۔ نہ — طَغٰی۔ حد سے بڑھی

لَقَدْ۔ بیشک — رَاٰی۔ دیکھیں اس نے — مِنْ اٰیٰتِ۔ نشانیاں — رَبِّهِ۔ اپنے رب کی

الْکُبْرٰی۔ بڑی بڑی — اَفَرَءَیْتُمُ۔ کیا تم نے دیکھا — اللّٰتَ۔ لات — وَ۔ اور

الْعُزّٰی۔ عزی کو — وَ۔ اور — مَنٰوةَ۔ منات — الثَّالِثَةَ۔ تیسرا

الْاُخْرٰی۔ اور — اَ۔ کیا — لَکُمُ۔ تمہارے لیے — الذَّکَرُ۔ بیٹے ہیں

وَ۔ اور — لَهُ۔ اس کے لیے — الْاُنْثٰی۔ بیٹیاں — تِلْکَ۔ یہ

اِذًا۔ اس وقت — قِسْمَةٌ۔ تقسیم ہے — ضِیْزٰی۔ ٹیڑھی — اِنْ۔ نہیں

هِیَ۔ وہ — اِلَّا۔ مگر — اَسْمَآءٌ۔ نام ہیں جو — سَمَّیْتُمُوْ۔ تم نے رکھے ہیں

هَا۔ ان کے — اَنْتُمْ۔ تم نے — وَ۔ اور — اٰبَآؤُ۔ باپ دادا

کُمْ۔ تمہارے نے — مَا۔ نہیں — اَنْزَلَ۔ اتاری — اللّٰهُ۔ اللہ نے

بِهَا۔ اس کی — مِنْ سُلْطٰنٍ۔ کوئی دلیل — اِنْ۔ نہیں — یَتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے وہ

اِلَّا۔ مگر — الظَّنَّ۔ ظن کی — وَ۔ اور — مَا۔ اسکی جو

تَهْوَی۔ چاہیں — الْاَنْفُسُ۔ نفس — وَ۔ اور — لَقَدْ۔ بیشک

جَآءَ۔ آئی — هُمْ۔ ان کے پاس — مِنْ رَّبِّهِمُ۔ انکے رب سے — الْهُدٰی۔ ہدایت

اَمْ۔ کیا — لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کیلئے ہے — مَا۔ جو — تَمَنّٰی۔ چاہے

فَلِلّٰهِ۔ تو اللہ ہی کے لیے ہے — الْاٰخِرَةُ۔ آخرت — وَ۔ اور — الْاُوْلٰی۔ دنیا

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ نجم پارہ ۲۷

اس سورت نام النجم بھی ہے بغیر واؤ کے اور والنجم بھی اور یہ سورہ مبارکہ علی الاطلاق مکی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں کہ سوائے آیہ مبارکہ الذین یجتنبون ... اتقی کے باقی سورہ مبارکہ کو مکی اقرار دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ افرأیت الذی تولی سے ۹ آیات مکی نہیں ہیں اور طبرسی نے حسن سے عجیب قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے لیکن یہ بے اصل ہے، اس سورۂ مبارکہ کی باسٹھ آیات ہیں۔ قرار کوفی کے نزدیک اور ان کے علاوہ کے نزدیک اکسٹھ ہیں تین سو ساٹھ کلمے اور چار سو پانچ حروف اور تین رکوع ہیں۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ یہ وہ پہلی صورت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلاوت کے ساتھ اعلان فرمایا اور حرم کعبہ میں پڑھا اس حال میں کہ مشرکین سن رہے تھے اور بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائیؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی سورت جو نازل ہوئی اور اس (آیت) میں سجدہ ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے جس کو میں نے دیکھا کہ اس نے مشت بھر خاک اٹھائی اور اس پر سجدہ کیا بعد میں میں نے اسے دیکھا کہ وہ بحالت کفر مارا گیا اور وہ امیہ بن خلف تھا اور سجر بیک ہے کہ بلاشبہ سرور دو عالم نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مومنوں مشرکوں اور جنوں انسانوں نے سجدہ کیا سوائے ابی لہب کے تو اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے تو ان روائتوں سے احتمال ہے کہ ابولہب اور امیہ بن خلف دونوں نے ہی ایسا کیا ہوا اور اس سورۂ مبارکہ کی اس سے جو پہلے گذری (والطور) سے شدید مناسبت ہے کیونکہ والطور اللہ کے قول ادبار النجوم پر ختم ہوئی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول والنجم سے اس کا افتتاح ہوا اور اس میں افتتاح سورہ میں کفار کا ان کے اقوال کا رد ہے جس کی نسبت وہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے یعنی کاہن، شاعر اور مجنون اور ابو حیان نے کہا کہ اس سورہ مبارکہ کے نزول کا سبب مشرکین کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم گھڑ لیا ہے۔

(وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى) اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔
(والنجم اذا ھویٰ اور قسم (مطلق) ستارے کی جب یہ معراج سے اترے۔

النجم میں الف لام جنسی ہے نجم کے معنی ہے ظاہر ہونا یا باہر نکل آنا اور ہر نکلنے والی شے کو نجم کہتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں النجم الشق وانت نکل آیا اور حسن اور ابو ہمزہ نے کہا اقسم سبحانہ بالنجوم اذا انتثرت فی القیامۃ
اُنت میں وہ ستارے مراد ہیں جو قیامت کے روز بکھر جائیں گے اور ابن عباس سے ایک روایت میں ہے۔ اذا
نقضت فی اثر الشیاطین مراد وہ تارے ہیں جو شیاطین پر گرتے ہیں جب کہ وہ اہل سماء کی باتیں سننے اوپر جاتے ہیں
وقیل: المراد بالنجم معین اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد معین تارا ہے فقال مجاھد وسفیان ھو الثریا لم
علما بالغلبۃ (مجاہد اور سفیان نے کہا وہ ثریا ہے اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت
کے موافق ہے۔ فراء کا قول ہے المقدار النازل من القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مراد ہے
قرآن حکیم کی وہ مقدار ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوئی جو ہدایت کا کوکب تابندہ ہے۔ وقال جعفر الصادق
رضی اللہ عنہ: ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھویہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے کہا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ھوی سے مراد ان کا آسمانوں سے شب معراج اترنا ہے
تفسیر خازن میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے نجم سے مراد حضرات صحابہ کرام ہیں یا علماء
امت اور ھوی سے مراد تحقیق کی بلندیوں تک ان کا جانا افکار کے سمندروں کی انتہائی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر اسرار کے
موتی برآمد کرنا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار نے ذات گرامی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی جب
کہ وہ معراج سے اُترے اور اگر دوسرے تمام مذکور معانی مراد لیے جائیں تو سب وجود الٰہی اور عظمت ربانی
اور صنعت باری پر واضح دلیل ہیں اور اگر معین ذات یعنی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد لی جائے تو معراج
کے بعد آپ کا نیچے تشریف لانا اور مخلوق کو ہدایت کرنا اللہ کریم کا بے مثل احسان و انعام ہے۔

(ما ضل صاحبکم وما غوی) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے

ما ضل صاحبکم تمہارے صاحب نہ بہکے، ای ما عدل عن طریق الحق الذی ھو مسلک والآخرۃ
فھو استعارۃ وتمثیل لکونہ علیہ الصلوۃ والسلام علی الصواب فی اقوالہ وافعالہ۔

"صاحبکم" سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی آپ نے کبھی بھی حق و ہدایت کے راستہ کو ترک نہ کیا
جو آخرت کی کامرانی کا ذریعہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال و افعال میں ہمیشہ راہ صواب
پر گامزن اور طریق حق پر فائز و متمکن ہیں اور آپ کے دامن عصمت پر کسی بھی امر مکروہ اعتقاد فاسد کی گرد نہ پہونچی
اور ہمیشہ اور ہر وقت اپنے رب کریم کی توحید و عبادت میں رہے۔

(وما غوی) اور نہ بے راہ چلے ای وما اعتقد باطلاً قط یعنی آپ صلی اللہ
علیہ وسلم پر کبھی بھی اعتقاد فاسدہ کی گرد نہ پہنچی۔

اس میں گروہ قریش سے خطاب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ تمہارے سامنے گزرا ہے اور تمہیں ان کے اقوال، افعال اور احوال کی تفصیلاً خبر بھی ہے پھر تم اس باطل خیال میں الجھے ہوئے ہو کہ آپ کو بہکا ہوا یا بے راہ سمجھتے ہو حالانکہ آپ ہمیشہ سے راہ صواب پر گامزن ہیں راہ حق پر متمکن ہیں آپ ہر امر مکروہ سے محفوظ رہے ہیں اور اعتقاد فاسد سے معصوم ہیں تو کیا تمہیں انکے ہادی و مہدی ہونے میں کوئی شک ہے جو پہلے ہی طریق حق پر قائم ہیں اب وہ کیسے راہ حق سے بہک سکتے ہیں اے گروہ قریش یہ تمہاری کج فہمی، کجروی اور باعتراف حقیقت سے فرار ہے جو تم ایسا خیال کرتے ہو۔

(وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

(وما ینطق) ای النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ لتقدم ذکرہ فی قولہ سبحانہ (وما صاحبکم) و النطق مضمن معنی الصدور وقلنا اعدی بمن فی قولہ تعالیٰ: (عن الھوٰی) وقیل ھی بمعنی الباء ولیس بذاک ای ما یصدر نطقہ فیما اتاکم بہ من جھۃ عزوجل کالقرآن، او من القرآن عن الھوٰی تفسیر و رایہ اصلاً

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیساکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کا ذکر فرمایا یعنی صاحبکم (تمہارے صاحب کہہ کر) اور نطق (بولنا) متضمن ہے قول الہٰی میں کچھ کہنا (میلان نفس کے تحت) اور عن الھوٰی (خواہش سے) اسی بارے میں کہا گیا کہ اس کے معنی ہیں اپنی رائے سے کچھ کہنا اور آپ سے ایسا ہرگز نہیں یعنی آپ پروردگار کی طرف سے قرآن میں جو کچھ تمہارے پاس لائے ہیں اس میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے یا قرآن میں اپنی مرضی یا میلان نفس کے تحت کوئی بات نہیں بتاتے اور نہ رائے کے تحت کچھ بولتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں خواہ وہ قرآن ہو یا آپ کے فرمودات (حدیث) وہ سب منجانب اللہ ہیں یہاں تک کہ امور اجتہادیہ میں بھی امر الہٰی کے تحت ناطق ہوتے ہیں یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں اور یہ امر آپ کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے مراتب نفس میں اعلیٰ ترین یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہش ترک کر دے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ فنا فی اللہ کے اس درجہ پر ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا اور آپ کی بات حق تعالیٰ کی بات ہو گئی ہے جیساکہ کلام ربانی میں دیگر نظائر سے ظاہر ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ کفار کا یہ طعن کہ آپ نے قرآن حکیم گھڑ لیا ہے، فضول و لغو ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

(ان ھو) وہ تو نہیں ای ما الذی ینطق بہ من ذالک او القرآن وکل ذالک مفہوم من سیاق یعنی جو کچھ بھی آپ گفتگو فرماتے ہیں یا قرآن سے بیان کرتے ہیں وہ سیاق سے اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا فرمانا مخالف

وحی الٰہی ہے جو انہیں بھیجی جاتی ہے اور وہ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے
(الّا وحیٌ) مگر وحی الٰہی من اللہ عزوجل یعنی اللہ کی طرف سے
(یوحٰی) جو انہیں کی جاتی ہے یوحیہ سبحانہ وتعالٰی یعنی اللہ تعالٰی انہیں وحی فرماتا ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وحی الٰہی کے تحت فرماتے ہیں اپنی منشاء و مرضی کے تحت نہیں اور نہ ہی اپنی رائے سے کچھ کہتے ہیں ان کا ارشاد وحی خالص ہے خواہ وحی جلی ہو یا خفی یا امور فکری و اجتہادی الا ان ھو الا وحیٌ یوحٰی کے جملے وماینطق عن الھوٰی کی تائید ظاہر ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ (انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے
ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ طاقت ور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا

(عَلَّمَهٗ) انہیں سکھایا۔ الضمیر للرسول صلی اللہ علیہ وسلم والمفعول الثانی محذوف ای القرآن او الوحی وجوز ابوحیان کون الضمیر للقراٰن وان المفعول الاول محذوف ای علمہ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یعنی وہ مفعول اوّل ہیں مطلب یہ ہے کہ انہیں سکھایا اور مفعول ثانی محذوف ہے یعنی قرآن یا وحی (انہیں قرآن سکھایا یا وحی تعلیم کی) اور ابوحیان نے کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہوئے اور مفعول اول محذوف ہے یعنی قرآن سکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

(شدید القوٰی) سخت قوتوں والے۔ ھو جبرئیل علیہ السلام کما قال ابن عباس و قتادہ والربیع فانہ الوسطۃ فی ابداء الخوارق وناھیک دلیلاً علی شدۃ قوتہ انہ قلع قرٰی قوم لوط من الماء الاسود الذی تحت الثرٰی وحملھا علی جناحہ ورفعھا الی السماء ثم قلبھا، وصاح بثمود صیحۃ فاصبحوا جاثمین وکان ھبوطہ علی الانبیاء علیھم السلام وصعودہ فی اسرع من رجعۃ الطرف فھو لعمری اسرع من حرکۃ ضیاء الشمس علی ما قرر وہ فی الحکمۃ الجدیدۃ۔

اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابن عباس، قتادہ اور ربیع نے کہا کیونکہ وہ خوارق کے ظہور میں واسطہ ہیں اور ان کا امر الٰہی میں گرفت فرمانا ان کی شدتِ قوّل پر دلیل ہے۔ بیشک انھوں نے قوم لوط کی پانچوں بستیوں کو بحرِ اسود کے پانی سے جو کہ نچلے طبقۂ زمین سے تھا۔ اپنے ایک پَر کو اٹھایا اور آسمانوں تک لے گئے۔ اور پھر الٹ دیا اور قومِ ثمود کو ایک ہی چیخ میں ہلاک کر دیا۔ گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اور وہ انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوتے تھے اور ان کا اوپر چڑھنا (بلند ہونا) پلک جھپکنے سے زیادہ سریع ہوتا۔ پس وہ رفتار میں سورج کی شعاعوں کی حرکت، جیسا کہ حکمتِ جدیدہ کے ماہروں نے قرار دیا ہے، سے بھی زیادہ سریع تھے۔

ذو مرّۃ طاقتور نے ذو حصافۃ واستحکام فی العقل کما قال بعضھم یعنی زور آور اور عقل میں مضبوط

جیساکہ بعض نے کہا، قتادہ نے کہا ذو مرۃ سے مراد طویل قد والا حسین ہے۔ مجاہد نے کہا حسن اخلاق والا صاحب وقار۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔ (جیساکہ سیاق کلام سے ظاہر ہے یعنی شدید القویٰ) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ذات الٰہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے واسطہ تعلیم فرمائی (روح البیان)

(فاستویٰ) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا ای فاستقام علیٰ صورتہ الحقیقۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا وذٰلک عند حرا فی مبادی النبوۃ وکان لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی حقیقی صورت پر قائم ہوئے جس پر کہ اللہ نے انہیں پیدا فرمایا اور ایسا غار حرا کے قریب ہوا نبوت کے آغاز میں اور ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، لیکن ظاہر تفسیر سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اور منازل رفیعہ میں استویٰ فرمانا ہے اور یہ سب کے فاعل کی تقدیر پر ہے۔

وھو بالافق الاعلیٰ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا

(وَھُوَ) اور وہ، اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض نے کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

(بالافق الاعلیٰ) آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ ای الجھۃ العلیا من السماء المقابلہ للناظر یعنی آسمان کی انتہائی بلندیوں پر جو دیکھنے والے کے مقابل تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غایت درجہ رفیع پر متمکن اور آپکی استعداد نقطہ کمال پر تھی۔

امام رازی کے نزدیک یہ حال سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ آپ آسمانوں کی انتہائی بلندی پر تھے اور تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی عام مفسرین نے کہا ہے یہ حال جبرائیل علیہ السلام کا تھا لیکن صاحب تفسیر روح البیان نے کہا کہ وہ تو سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں سر مو آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی مجھے جلا ڈالیں گی جبکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوق السمٰوٰت ہی نہیں بلکہ مستوائے عرش سے بھی آگے گئے لہٰذا مفسرین کا یہ قول کہاں تک صواب ہے میں کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جیساکہ فراء نے کہا ان ھو عطف علی الضمیر المستتر فی استوٰی وَھُوَ عاید الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ان ذٰلک عائد لجبریل علیہ السلام استویٰ میں ضمیر مستور پر عطف ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اسی طرح راجع ہے جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف، تو بالافق الاعلیٰ کے تناظر میں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہی ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ثُمَّ دَنَا فتدلیٰ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا۔

(ثُمَّ دَنَا) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔

آلوسی کہتے ہیں ای ثم قرب جبریل علیہ السلام من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پھر جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (قریب) نزدیک ہوئے، ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ، وتعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے اور بعض نے کہا اللہ کریم نے اپنے حبیب مکرم کو اپنے قرب کی نعمت عطا کی اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ کریم نے آپکو قرب کی نعمت بخشی جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی اوحی کا فاعل اللہ ہے اور عبدہ کی ضمیر مجرور الیٰ واضح کر رہی ہے کہ اس سے مراد بھی اللہ ہی کی ذات ہے اور اگر اوحی کی فاعلی ضمیر سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہوں تو ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے جو نظم قرآن کے موافق نہیں اور ضحاک کا قول بھی یہی ہے کہ دنیٰ فتدلیٰ کی ضمیریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔

(فَتَدَلّٰى) پھر خوب اتر آیا

یعنی جبرائیل علیہ السلام، اور بعض نے کہا اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد باری تعالیٰ ہے جو لطف وکرم کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس میں کرم بالائے کرم فرمایا اور قرب میں مبالغہ فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس کی تائید بخاری ومسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور خازن کہتے ہیں کہ فتدلیٰ سے مراد حضور کا قرب الہی سے فیضیاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ہے

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم

(فکان) تو رہا اى جبريل عليه السلام من النبى صلى الله عليه وسلم یعنی جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور بعض نے کہا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کے قریب ہوئے یا مقام قرب پر فائز ہوئے اور سجدہ طاعت بجالائے بخاری ومسلم میں ہے کہ پروردگار دو عالم قریب ہوا، بغوی نے شریک بن عبداللہ سے روایت کی کہ رب العزت قریب ہوا پھر اُترآیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہوا جیسے دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی قریب یہ حدیث غریب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں جبرائیل علیہ السلام مراد لینا کیونکر صواب ہے جب کہ جبرائیل علیہ السلام مفضول ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل وبرتر اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بھی ہیں تو بادشاہ کے

لیے وزیر کا قرب و نزول کیونکر باعث شرف ہے، لامحالہ یہاں مراد ذات باری ہے جس نے اپنے حبیب اکرم کو قرب خاص سے مشرف فرمایا رہا قرب و نزول کا معاملہ تو ہمیں کیفیت کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اور اسے متشابہات میں سے سمجھنا چاہیے۔ اور معراج کا مقصد ہی لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ہے اور قرب الٰہی سے بڑھ کر کونسی آیت کا مشاہدہ ہو سکتا ہے رہا جبریل علیہ السلام کا حقیقی صورت میں دیکھنا جیسا کہ عام مفسرین نے مراد لیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کو اس صورت پر زمین میں دیکھ چکے تھے اور حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے (غار حرا) میں تو مکرر آسمانوں میں دیکھنے میں کوئی خصوصی فضیلت کہاں ظاہر ہوتی ہے اگر عروج کے اس نقطہ پر جبرائیل علیہ السلام ہی کو دیکھنا تھا تو یہ آیت پہلے بھی آپ کو حاصل تھی تو یہاں تکرار کی وجہ ظاہر ہونا چاہیے لیکن اگلی آیت نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے فاوحی الی عبدہ الخ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد ذات رب العزت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاب قوسین دو کمانوں کے برابر۔

قاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوس سے مراد کمان ہے جس سے تیر پھینکتے ہیں سعید بن جبیر کہتے ہیں ھنا ذراع قوس ایک ذراع ہوتی ہے جس سے ہر چیز ناپی جاتی ہے اور ابن عباس کا قول ہے قوس سے مراد چلے سے کمان تک کا فاصلہ ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے قاب قوسین سے مراد دو ہاتھ کی مقدار ہے، صوفیہ کا قول ہے دو کمانوں سے مراد قوس امکان اور قوس وجوب ہے عربوں میں معاہدہ دوستی کے سلسلہ میں یہ عادت تھی کہ اظہار محبت اور کمال دوستی کے اظہار کے لیے ایک دوسرے کی کمانیں باہم ملا کر رکھتے جس سے واضح ہو جاتا کہ وہ باہم شیر و شکر ہیں۔

(او ادنیٰ) یا اس سے کم ای او اقرب من ذلک و (او) لشک من جھۃ العباد علی معنی اذا رآہ الرائی یقول، ھو قاب قوسین او ادنیٰ، والمراد افادۃ شدۃ القرب۔

یعنی اس سے بھی زیادہ قریب اور (او) شک کے لیے ہے بندوں کی جہت سے اس معنی پر کہ جب کوئی اسکے دیکھنے والا دیکھے تو کہے وہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم اور اس سے مراد انتہائی قرب کا افادہ و اظہار ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے اس میں قرب کی طرف تاکید ہے جو اپنے کمال کو پہنچا اور دوستوں میں جو انتہائی نزدیکی خیال کی جا سکتی ہے وہ اپنے انتہائی نقطہ کمال اور درجہ غایت کو پہنچی۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ اب وحی فرمائی اپنے بندہ خاص کو جو وحی فرمائی۔

(فاوحی) اب وحی فرمائی آلوسی کہتے ہیں ای جبریل علیہ السلام یعنی جبریل علیہ السلام روح البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وحی فرمانا بے واسطہ تھا لہٰذا آلوسی کا قول صواب نہیں اوحیٰ کی فاعلی ضمیر اور عبدہٗ کی ضمیر مجرور سے ذات باری مراد ہے

(الیٰ عبدہٖ) اپنے بندۂ خاص کو ای عبد اللّٰہ وھو النبی صلی اللّٰہ علیہ السلام یعنی اللہ کے بندے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ما اوحیٰ) جو وحی فرمائی روح البیان میں ہے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں اور یہی حق ہے، بعض علماء نے کہا کہ آپ کو جو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے ایک علم شریعت جس کی تبلیغ سبھی کے لیے ہے دوسرے علم معرفت الٰہیہ جو خواص کے لیے ہے تیسرے علم الحقائق اور اسرار ذوقیہ جو اخواص کے لیے ہے۔ غرضیکہ ان علوم کا کما حقہٗ ادراک واحاطہ نہیں ہو سکتا خدا اور رسول ہی ان اسرار کو جانیں اور یہ سب باتیں قیاسی، ذوقی وجدانی ہیں "ما" تخصیص کو ظاہر کر رہا ہے اور ساتھ ہی اختصار بھی ظاہر ہے لہٰذا وحی خصوصی میں درک علماء، فہم عرفاء کو کیا دخل اور یہی وہ مقام ہے جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ محبوبیت اور شان تقرب الی اللہ عیاں ہے اور میں کہتا ہوں یہاں فاوحیٰ سے مراد جبرائیل السلام مراد لینا کیونکر درست ہو سکتا ہے جب کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز ہی نہ ہوئے

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(ما کذب الفواد) دل نے جھوٹ نہ کہا ای فواد محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر (ما راٰی) جو دیکھا ما راٰہ ببصرہ عن سورۃ جبریل علیہ السلام یعنی انہوں نے اپنی آنکھ سے جو شکل جبرائیل علیہ السلام سے دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک نے جو دیکھا قلب اطہر نے اس کی تصدیق کی اور اسے جھوٹ نہ کہا۔ یعنی جو دیکھا قلب نے اسے کہا۔ اور جھوٹ کا خطرہ تک نہ گذرا۔ مَا رَاٰی جو دیکھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دیکھا تو اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں دیکھا، حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے حضرت انس حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ سے پروردگار کو دیکھا، بصری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیت

سے خاص کیا اس سلسلہ میں مذہب محقق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی نصیب ہوا۔ تاہم علماء کا اختلاف رویت قلبی اور رویت چشم میں ہے ایک طبقہ کا قول ہے کہ چشم دل سے دیکھا۔ جب کہ دوسرے کا چشم سر سے مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنے قلب اطہر سے دوبار دیکھا ترمذی نے کعب احبار سے بھی یونہی مروی ہے۔ البتہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رویت باری کا انکار کیا اور آیت مبارکہ لاتدرکہ الابصار تلاوت فرمائی۔ اب جبکہ صحابہ سے نفی و اثبات کے اقوال موجود ہیں تو اس صورت میں اثبات کا قول ہی قابل ترجیح ہے۔

چونکہ نفی عدم سمع کو مستلزم ہے اور مثبت کو تقدم حاصل ہے کہ اس میں یقینی سماعت ہے۔ اور راجح ہے۔ اور لاتدرکہ الابصار میں نفی ادراک ہے اور رویت کی نفی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پچھلی آیت فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ میں فاعلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا روایت بھی اس کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے تو اعتراض کہاں رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نفی روایت تو مخلوق کی طرف ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتی مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ اللہ چاہے تو نہیں دکھا سکتا۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرض کرنا ہے ربّ ارنی اور جواب ہے لن ترانی یعنی تو نہیں دیکھ سکتا۔ تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہم کسی کو نہیں دکھا سکتے یا کوئی بھی دیکھ نہیں سکتا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھنا خاص ہے۔ جیسا کہ حدیث کعب میں گذرا اور یہ خصوصیت انعام الٰہی سے ہے اور آپؐ سے مروی ہے رایت ربی بعینی وبقلبی میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ (مسلم) اور اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ آنکھ سے دیکھا۔ دل سے پہچانا۔ اور محقق مان لیا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ تو کیا تم اُن سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو

(افتمارونہٗ تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو۔ (أ) استفہام انکاری ہے اور توبیخ کے لیے ہے سے مشتق ہے جس کے معنی مجادلہ (جھگڑنے) کے ہیں، آلوسی کہتے ہیں۔

یعنی تم مشرکین ان کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) جھٹلاتے ہو اور ان سے اس امر پہ جھگڑا کرتے ہو۔ جو انہوں نے مشاہدہ فرمایا، یعنی شب معراج کے واقعات کا انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ اور انہوں نے وہ جلوہ دوبار دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

(ولقد راٰہ) اور انہوں نے اسے دیکھا۔ ای رای النبی جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس

یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے آنکھ سے دیکھا

نَزْلَةً اُخْرٰى دوبارہ جلوہ ای مرۃ اخری من النزول یعنی دوسری مرتبہ نزول کے وقت، مطلب یہ ہے اس دفعہ رویت نزول اور قرب کی حالت میں واقع ہوئی، نیز اُخریٰ سے مراد رویت کو صرف دو مرتبہ میں سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس سے مراد تعدد ہے جس کا ادنیٰ درجہ دو کا عدد ہے۔ اور یہ رویت لیلۃ الاسریٰ میں ہوئی۔

(عند سدرۃ المنتھی) سدرۃ المنتھی کے قریب، آلوسی کہتے ہیں شجرۃ نبق عن یمین العرش فی السماء السابعۃ علی المشہور یہ عناب کا درخت ہے۔ ساتویں آسمان میں عرش کے دائیں جانب جیسا کہ مشہور ہے۔ اور امام احمد، مسلم اور ترمذی کی روایت میں کہ یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ اس کے بیر ہجر کے مٹکے کی مانند ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں جن کے سائے میں چلنے والا سوار ستر برس چلتا رہے تو منقطع نہ ہو اور اسماء رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو برس تک چلتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو دو بار دیکھا۔ اور یہ دیکھنا قلب اطہر سے تھا یا چشم سر سے اور یہ رویت سدرۃ المنتھی کے قریب ہوئی۔ اسے منتہی اس لیے کہتے ہیں کہ مخلوق کے اعمال پہنچنے کی یہ آخری حد ہے اور اس سے پرے جو ہے وہ غیب ہے، سدرہ سے آگے ملائکہ اور ارواح، شہداء و صلحاء نہیں بڑھ سکتے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝

اُس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔

(عِنْدَهَا) اس کے نزدیک الی عند سدرۃ یعنی سدرہ کے قریب (جَنَّةُ الْمَاْوٰى) التی یأوی الیھا المتقون یوم القیامۃ کما روی عن الحسن وہ جگہ جہاں قیامت کے روز پرہیزگاروں کو ٹھکانہ کے لیے لایا جائے گا جیسا کہ حسن سے مروی ہے۔ ماویٰ اسم مکان ہے اور جنت کی طرف اضافت بیانیہ ہے عطاء سے مروی ہے کہ وہ ایسی جنت ہے جو فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کے لوٹنے کی جگہ یا مکان ہے۔ قتادہ نے کہا وہ جنت ہے جس کی طرف شہداء کی روحیں جمع ہوتی ہیں یا رہتی ہیں وہ جنت نہیں جس کا کہ متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور حسن کی روایت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ بلاشبہ جنت آسمانوں میں ہے۔

اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ۝

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

آلوسی کہتے ہیں متعلق بِرَاٰہُ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ (مَا یَغْشٰى) یہ یَغْشٰى کا فاعل ہے۔ جو اذ کے بعد آیا (اذ یَغْشٰى) الغاشی امر لا یحیط بہ نطاق البیان د

یا تسعہ اردان النحالیعنی گھیرنے والا۔ امر وہ تھا جس کے احاطہ و بیان سے زبانیں قاصر اور اذہان کی پرواز عاجز ہے مطلب یہ ہے کہ سدرہ کو جو شئے گھیرے ہوئے تھی اُس کے حسن، ہمہ گیری اور اس کی کنہ تک رسائی نہ ہونیکی وجہ سے کوئی بھی اُس کو جیسا کہ وہ تھی، بیان نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اُس تک فکر و عمل کی پہنچ ہے جو شے گھیرے ہوئے تھی۔ اس کے بارے میں چند اقوال یہ ہیں جو آلوسی نے نقل کیے۔

۱:۔ حسنؓ نے کہا غشیہا نور رب العزۃ جل شانہٗ فاستنارت عزت و جلال والے پروردگار کا نور اُس پر چھا گیا جس سے وہ جگمگا رہا تھا۔

۲:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بغشاھا نور الخلاق سبحانہٗ اسے (سدرہ) پیدا کرنے والے پاک اللہ کے نور نے اسے گھیر لیا۔

۳:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ غشیہا رب العزۃ عزوجل وھو من المتشابہات (سدرہ) کو رب العزت عزوجل سبحانہٗ نے گھیر لیا۔ یا اپنی تجلیات سے جگمگا دیا۔ اور یہ متشابہات سے ہے۔

۴:۔ ابن مسعود، مجاہد، ابراہیم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یغشاھا جراد من ذھب سدرہ کو سونے کی ٹڈیاں (پتنگے) گھیرے ہوئے تھیں۔

۵:۔ اور مجاہد سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ان ذلک تبدل اغصانھا درًّا ویاقوتاً وزبرجداً ان میں سے یعنی گھیرنے والی اشیاء میں سے درختوں کی شاخیں تھیں جو کبھی موتیوں اور کبھی یاقوت اور کبھی زبرجد میں بدلتی نظر آئیں یا یہ کہ درختوں کی شاخیں ان چیزوں کی تھیں اور سدرہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

۶:۔ عبد بن حمید نے سلمہ سے تخریج کی ہے کہ پروردگار جل وعلا سے فرشتوں نے اجازت مانگی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں (نظارۂ جمال کرنا چاہتے ہیں) تو انہیں اجازت عطا ہوئی تو تمام فرشتوں نے سدرہ کو گھیر لیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال روشن کو دیکھیں۔

۷:۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے سدرہ کے پتوں میں سے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے دیکھا۔

۸:۔ اور کہا گیا یغشاھا رفرف من طیر خضر سدرہ کو سبز رنگ کے پرندوں سے منقش بچھونوں نے گھیر رکھا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی

(ما زاغ البصر) آنکھ نہ کسی طرف پھری ای ما مال بصر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ عما رآہ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نہ پھری اُس سے جو آپ نے دیکھا۔

(وَمَا طَغٰی) وما تجاوز بل اثبتہ اثباتا صحیحاً اور نہ ہی آپکی نظر حد سے بڑھی بلکہ آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اُس سے مشرف ہوئے۔

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور کمال قوت کا اظہار ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں عقلیں حیران وسرگرداں ہیں اور ادراک کی رسائی نہیں مگر آپ صرف ثابت قدم ہی نہ رہے بلکہ نور ذات سے مشرف ہوئے نہ کسی طرف توجہ ہوئی اور نہ ہی مقصود سے آنکھ پھیری اور نہ ہی حال سے باہر ہوئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر حال سے گذر گئے۔ بلکہ آپ اس مقام عظیم میں اس طرح ثابت رہے کہ

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسّمی

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ؕ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

ای واللہ لقد رأی الآیات الکبری من آیاته تعالیٰ وعجائبه الملکیة والملکوتیة لیلة المعراج یعنی سچا انہوں نے شب معراج اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں، عجائب، ملک وملکوت کا ملاحظہ فرمایا، آلوسی مزید کہتے ہیں۔ عجائب ملک وملکوت سے مراد انبیاء کرام۔ ملائکہ، آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر حاوی ہو گیا اور بعض روایات میں اس امر کا تعین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا بخاری، ابن جریر اور ایک جماعت نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیات کے بارے میں (نشانیوں کے بارے میں) جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائیں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز زخرف کو دیکھا جس نے افق کو مسدود کر رکھا تھا اور ابن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو جیسا کہ ان کی صورت ہے۔ اسی میں دیکھا۔ اس آیت میں آیات کے لفظ سے شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم اس پر حصر نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ نشانات عظمت میں سے صرف ایک تھے۔ اور یہاں بعض نشانات مراد ہیں تو تخصیص کیونکر ہوئی اور تعین پر حصر کیوں اور یہ امر تو واضح ہے کہ آیات کا دیکھنا ذات کی رویت کے منافی نہیں اور ما طغیٰ نے صورت حال کی صراحت کر دی ہے کہ آیات کو ملاحظہ کر کے جب مقصود تک رسائی ہوئی تو نہ نگاہ پھیری نہ حد سے بڑھی کسی اور شاعر نے خوب کہا ہے

مَا نَظَرَ الْعَیْنُ اِلٰی غَیْرِکُمْ
اُقْسِمُ بِاللّٰهِ وَاٰیَاتِهٖ

اللہ اور اُس کی آیات کی قسم میری آنکھ تمہارے غیر کی طرف نہ پھری یعنی فقط تمہیں کو دیکھا۔

اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی ۙ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰی ۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰی ۝ تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزٰی اور اُس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اُس کو بیٹی۔

(اَفَرَءَیۡتُمۡ) کیا تم نے دیکھا ۔استفہام انکاری تنبیہی ہے اور اُس کا عطف محذوف جملہ پر ہے۔ گویا یوں خطاب کیا کہ تم نے اپنے معبودوں لات اور عزٰی کو بنظر غائر دیکھا۔ اور اگر تم انصاف و تحقیق سے مشاہدہ کرو گے تو تم جان لو گے کہ بے بس اور بے قدرت ہیں تو قادر مطلق رب العزت کو چھوڑ کر ان بے حقیقت و بے بس جماد بتوں کو پوجنا کھلا ظلم اور خلاف عقل و بصیرت ہے۔ تو کیا تمہیں حقیقت حال کا بنظر انصاف علم نہیں ہوتا۔ اور تم حق کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟

(اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی) لات اور عزٰی بتوں کے نام ہیں مشرک ان کی پوجا کرتے تھے۔ آلوسی لکھتے ہیں۔ قتادہ رض نے کہا طائف میں بنو ثقیف لات کی پوجا کرتے تھے۔ ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا کہ وہ کعبہ میں تھا اور ابن زید نے کہا لات سوق عکاظ کے قریب نخلہ میں تھا اور قریش اُس کی پوجا کرتے تھے۔ اور کہا گیا کہ یہ بت ایک مرد کی صورت پر تھا جو حجاج کو ستو پلاتا تھا۔ اُس کے مرنے پر یہ لوگ اُس کو پوجنے لگے اور لوگوں کا خیال تھا کہ اُس کا نام ابن الظرب تھا عزٰی غطفان میں تھا اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ یعنی عزٰی نخلہ میں ایک کوٹھڑی تھی یا درخت تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ بنی غطفان کی آبادی میں ایک بت تھا۔ نسائی نے ابو الطفیل سے روایت کی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید کو نخلہ کی طرف جہاں کہ عزٰی تھا مامور فرمایا تو وہ وہاں پہنچے اور وہ تین جھاڑیاں تھیں جنھیں انہوں نے کاٹ ڈالا اور اُس مکان کو گرا دیا جو عزٰی کے لیے تھا۔ پھر آکر حضور علیہ السلام کو خبر کی تو آپ نے کہا واپس جاؤ کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پس وہ دوبارہ گئے جب مجاوروں نے انہیں دیکھا تو پھیل گئے۔ اور وہ کہنے لگے اے عزٰی، اے عزٰی۔ پس آپ اُس کی طرف بڑھے تو وہ ایک ننگی، بکھرے ہوئے بالوں والی عورت تھی جو اپنے سر پر خاک ڈال رہی تھی۔ حضرت خالد نے تلوار مار کر اُسے ختم کر دیا۔ پھر حاضر خدمتِ اقدس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عزٰی تھی اور وہ اب کبھی بھی پوجی نہ جائے گی۔ ابن زید نے کہا کہ عزٰی نامی بت طائف میں تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ کعبہ میں تھا اور انہوں نے ابو سفیان کے قول سے تائید پکڑی ہے جو اُس نے بعض مشاہدات میں مسلمانوں کے مقابل کہا۔ کہ ہمارے لیے عزٰی ہے۔ اور تمہارے لیے کوئی عزٰی نہیں۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰی ۝ اور اُس تیسری منات کو۔ آلوسی کہتے ہیں۔ قیل صخرة کانت لھذیل وخزاعة وعن ابن عباس لثقیف وعن قتادة للانصار بقدید وقال ابو عبیدة کانت بالکعبة ایضاً،

کہا گیا کہ بنو ہذیل اور بنو خزاعہ کا بت (برجی، قبہ) تھا اور ابن عباس نے کہا کہ یہ ثقیف کا بت تھا۔ اور قتادہ نے کہا یہ قدید میں انصار کا بت تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ بت بھی کعبہ میں تھا۔ ابو حیان نے اس سے اخذ

گیا کہ یہ تینوں بت کعبہ ہی میں تھے کیونکہ افراد میتم ہیں اللہ کے مخاطب قریش ہیں، کفار اس کے پاس اکٹھے ہوتے اور اس بت کو بابرکت جانتے تھے اور برکت چاہتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بارش مانگتے تھے۔ اور مشرکین اس بت کے قریب قربانیاں بھی کرتے تھے الاخریٰ منات کی صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد حرمت و مرتبہ بھی نچلے درجہ پر ہوتا ہے یعنی لات و منات سے اس کو کم تر مانتے تھے، مشرکین بتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔

ان تینوں بتوں کے حوالے سے قریش کو انتباہ ہے کہ تم نے ان بتوں کو تحقیق کی نظر سے بھی کبھی دیکھا ہے، اگر تم چشم بصیرت سے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو کوئی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی تصرف کی کوئی طاقت انہیں حاصل ہے۔ یہ جماد محض ہیں۔ ان کو پوجنا اور قادر مطلق برحق خداوند قدوس سے منہ موڑنا کہاں کا انصاف ہے اگر تم میں ذرہ برابر بھی عقل و خرد ہے تو تم اس حقیقت کا انکار کیونکر کرو گے۔ لہٰذا تمہیں رب قادر و قیوم کی طرف ہی متوجہ ہونا لازم ہے کہ وہی ذات بندگی کے لائق ہے۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس عظیم رسول سے انحراف کرتے ہو جس نے معبود برحق کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی حق کی راہ چھوڑ کر باطل پر جمے ہوئے ہو تو کیا اے قریش تم نے حقیقت کا کبھی ادراک کیا ہے تو گویا یہ استفہام انکاری تنبیہی ہے اور دعوت غور و فکر اور قبول حق کی طرف آتے۔

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۔ کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۔ جب تو یہ سخت بے جا تقسیم ہے۔

مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ کلبی نے نقل کیا ہے کہ مشرکین بتوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے، حالانکہ مشرکین عرب کا یہ حال تھا کہ بیٹی کی پیدائش کو انتہائی برا جانتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض اس قدر انتہا پسند، متعصب اور ظالم تھے کہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل یا زندہ درگور کر دیتے تھے۔ سورۃ تکویر میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہے۔ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس خطا پر ماری گئی اور سورۂ زخرف میں مشرکین کے اس وطیرہ کا یوں ذکر ہے اور جب ان میں سے کسی کو بشارت دی جائے لڑکی کی جسے رحمٰن کے لیے بیان کرتے ہیں تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھاتا رہے۔ مشرکین بیٹی کے معاملہ میں انتہائی ناگواری کا اظہار کرتے تو اس آیت میں ان سے خطاب ہے کہ جس شے کو تم اس قدر ناگوار جانتے ہو اس حق تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہو، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جو کچھ کہ یہ ظالم بیان کرتے ہیں تو یہ تقسیم کیسی ٹیڑھی، بے ڈھنگی اور بھونڈی ہے۔ آلوسی کہتے ہیں۔ وقیل المعنی: اخبرونی عن الهتكم هل لها شیء من القدرة والعظمة التی وصف بها رب العزة۔

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ مجھے بتاؤ اپنے اصنام کے بارے میں کہ کیا ان میں کوئی ویسی قدرت وعظمت ہے جس کے ساتھ کہ رب العزت کی توصیف ہے۔ ظاہر ہے کہ بت جماد محض ہیں اور قدرت وعظمت سے خالی تو رب العزت قادر و قیوم کے مقابل ان کو ماننا، اور حق تعالیٰ سے کفر کہاں کا انصاف ہے۔ اور پھر یہ تمہاری تقسیم کیونکر ہے۔ استفہام انکاری تنبیہی ہے ضِیزیٰ کو ضِئْزیٰ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی ظلم یا حق تلفی ہے۔ جب کہ مجاہد کے نزدیک اس کا معنی ٹیڑھی تقسیم ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝	وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انکی کوئی سند نہیں اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے لگے ہیں۔ حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آئی۔

(اِنْ هِيَ) وہ تو نہیں الضمیر الاصنام ای ما الاصنام باعتبار الالوهیة التی تدعونها
ھِیَ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی تمہارے بت کیا ہیں جماد محض بے قدرت ہیں اور جو تم ان کی الوھیت کے مدعی ہو تو کیا وہ الوھیت کے قابل ہیں۔

(اِلَّآ اَسْمَآءٌ) مگر کچھ نام محضة لیس فیها شئ ما اصلا معنی الالوهية یعنی برائے نام ہیں فرضی اور گھڑے ہوئے نام ہیں اور ان میں کوئی قدرت وطاقت نہیں۔ اور نہ الوہیت کی کوئی بات ہے

(سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ) تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے۔
کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اور نام رکھنے سے مراد بتوں کی صفات ہے یعنی تم نے اور تمہارے بڑوں نے جو ان کو اپنے شفیع، الٰہ اور خدا کی بیٹیاں وغیرہ کا جو نام دے رکھا ہے وہ بلا وجہ اور بغیر کسی دلیل کے ہے۔ اور یونہی جو بتوں کے نام عزیٰ، منات، لات مقرر کر رکھے ہیں باطل محض ہیں ورنہ حقیقت میں نہ تو ان میں کوئی بات الوھیت کی ہے اور نہ ہی معبود ہونے کی یہ صرف تمہاری مخترعات ہیں۔

(مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ) اللہ نے انکی کوئی سند نہیں اُتاری، یعنی اللہ نے ان سے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی اصنام کے بارے میں یہ سب کچھ تمہارا خود ساختہ ہے، بلا اصل و بے دلیل ہے

(اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ) وہ تو نرے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔
یعنی تم لوگ صرف فرضی قصے کہانیوں اور خیالات کے پیچھے لگے ہو اور باپ دادا کے طرز عمل کی پیروی میں اس گمان پہ قائم ہو گئے ورنہ حقیقت حال کے بارے میں تمہیں طلب ہی کب ہوئی۔

وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ اور جو تمہارے نفس ہیں۔

یعنی تم خواہشات نفس کے پیچھے لگے ہو اور بتوں کے بارے میں تمہارے خیالات اسی نفسانی خواہش کے تابع ہیں، یہ سب تمہارا واہمہ اور خواہشاتِ نفس کا تانا بانا ہے وگرنہ ان بتوں میں کونسی شے ہے، جو تم ان کی الوھیت ومعبودیت پر مائل وقائل کرتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۝ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدائیت آچکی۔

یعنی قرآن حکیم نازل ہو چکا اور رسول تشریف لا چکے جو راہِ ہدائیت کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے اور راہِ ہدائیت اختیار نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بھی طور پر وہ خوب سمجھتے ہیں، کہ ان کا یہ راہ ہدائیت سے دور ہے اور وہ گمراہی پر ہیں مگر رسول کی بات اس وجہ سے نہیں مانتے کہ انہیں باپ دادا کا طریقہ چھوڑنا منظور نہیں اور نہ ہی اوہام تشائیک اور فرضی کہانیوں کے گردابوں سے نکلنا پسند ہے۔ اور وہ فریب نفس میں مبتلا شیطان کے اسیر ہیں اور سمجھنے کے باوجود اٹکل پچو اور بے اصل امور کی طرف راغب وگامزن ہیں ظاہر ہے کہ یہ چلن باغیانہ ہے۔ اور غیر منصفانہ ہے۔ اور طلب حق سے بیگانہ ہو۔

أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۝ کیا انسان کو مل جائے گا جو کچھ وہ اُمید باندھے

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے

(أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ) کیا انسان کو مل جائیگا جو کچھ وہ آرزو کرے، آلوسی کہتے ہیں۔ (۱ھ)
منقطعة مقدرة والهمزة وهي الانكار والنفي اي بل ليس للانسان كل ما يتمناه وتشهيه نفسه

(۱ھ) منقطعہ مقدرہ ہے اور ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنی انسان کو وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جس کی کہ وہ تمنا کرتا ہے اور جس کے اُس کا نفس رغبت رکھتا ہے۔ الانسان سے مراد کافر ہی ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مشرک وکفار جو اصنام سے امیدیں باندھے ہوئے ہیں، کہ وہ ان کے کام آئیں یا ان کی سفارش کریں گے وہ صرف خیال باطل ہی نہیں ان کا وہم محض ہے، کفار ومشرکین اپنے بتوں کو شفیع جانتے تھے اور قرآن حکیم کے بارے میں یہ بھی کہتے تھے کہ یہ طائف اور مکہ کے بڑے سرداروں پر کیوں نہ نازل ہوا تو یہ سب خرافات وتوہمات ان کے خیالات، آرزوئیں اور امیدیں تھیں جن کا رد کیا گیا ہے کہ کفار جن امیدوں کے سہارے قائم کیئے ہوئے ہیں وہ باطل محض اور سراب ہیں۔

(فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ) تو آخرت اور دنیا اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ تعليل لانتفاء ذلك

فان اختصاص ملک امور الآخرۃ والاولیٰ جمیعًا بہ تعالیٰ مقتضی لانتفاء ان یکون للانسان امر من الامور بل ما شاء اللہ تعالیٰ لہٗ کان وما لم یشاء لم یکن ہ تعلیل سے انتفار (لفع) کی طرف اللہ کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آخرت اور دنیا سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت کو مقتضی ہے کہ جس انسان کو جو چاہے دے اور جو نہ چاہے تو نہ دے اُس کے دینے نہ دینے میں کسی خواہش کو کیا دخل ہے۔ جب تک وہ نہ چاہے کسی کا چاہنا نہ چاہنا کچھ بھی حقیقت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں جہاں اللہ کی ملکیت ہیں اور اُس کے چاہے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور کفار کی مفروضہ امیدیں بس اٹکل پچو ہیں اور وہ خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، ملک اللہ کا، بادشاہت اللہ کی، مرضی اللہ کی، جس طرح چاہے دے۔ وہ علی الاطلاق مالک ہے۔ آخرت کا دنیا سے پہلے ذکر کرنا کفار کے تصورات کے رد میں اہتمام ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ان کی آرزوؤں کی وضاحت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ نجم پ ۲۷

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝

بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝

اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝

یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

وَ ۔ اور | کَمْ مِّنْ ۔ کتنے ہی | مَّلَكٍ ۔ فرشتے ہیں | فِی ۔ بیچ

السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے | لَا ۔ نہیں | تُغْنِیْ ۔ کام آتی | شَفَاعَتُهُمْ ۔ انکی سفارش

شَیْئًا ۔ کچھ بھی | اِلَّا ۔ مگر | مِنْ بَعْدِ ۔ بعد | اَنْ ۔ اسکے کہ

یَّاْذَنَ ۔ اجازت دے | اللّٰهُ ۔ اللہ | لِمَنْ ۔ جس کو | یَّشَآءُ ۔ چاہے

وَ ۔ اور | یَرْضٰی ۔ پسند کرے | اِنَّ ۔ بیشک | الَّذِیْنَ ۔ وہ جو

لَا ۔ نہیں | یُؤْمِنُوْنَ ۔ ایمان لاتے | بِالْاٰخِرَةِ ۔ آخرت پر | لَیُسَمُّوْنَ ۔ وہ نام رکھتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةَ ۔ فرشتوں کے | تَسْمِیَةَ ۔ نام | الْاُنْثٰی ۔ عورتوں کے | وَ ۔ اور

مَا ۔ نہیں | لَهُمْ ۔ انکو | بِهٖ ۔ اس کا | مِنْ عِلْمٍ ۔ کوئی علم

اِنْ ۔ نہیں | یَّتَّبِعُوْنَ ۔ پیروی کرتے | اِلَّا ۔ مگر | الظَّنَّ ۔ ظن کی

وَ ۔ اور | اِنَّ ۔ بے شک | الظَّنَّ ۔ ظن | لَا ۔ نہیں

یُغْنِیْ ۔ کام آتا | مِنَ الْحَقِّ ۔ حق سے | شَیْئًا ۔ کچھ بھی | فَاَعْرِضْ ۔ سو منہ پھیر

عَنْ ۔ اس سے | مَّنْ ۔ جس نے | تَوَلّٰی ۔ منہ پھیرا | عَنْ ذِكْرِ ۔ یاد

نَا ۔ ہماری سے | وَ ۔ اور | لَمْ ۔ نہ | یُرِدْ ۔ چاہا

اِلَّا ۔ مگر | الْحَیٰوةَ ۔ زندگی | الدُّنْیَا ۔ دنیا کی | ذٰلِكَ ۔ یہ ہے

مَبْلَغُهُمْ ۔ انکی پہنچ | مِّنَ الْعِلْمِ ۔ علم سے | اِنَّ ۔ بیشک | رَبَّكَ ۔ تیرا رب

هُوَ ۔ وہ | اَعْلَمُ ۔ خوب جانتا ہے | بِمَنْ ۔ اسکو جو | ضَلَّ ۔ گمراہ ہوا

عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ اس کی راہ سے | وَ ۔ اور | هُوَ ۔ وہ

اَعْلَمُ ۔ خوب جانتا ہے | بِمَنِ ۔ اسکو جس نے | اهْتَدٰی ۔ راہ پائی | وَ ۔ اور

لِلّٰهِ ۔ اللہ ہی کا ہے | مَا ۔ جو | فِی ۔ بیچ | السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں

وَ ۔ اور | مَا ۔ جو | فِی ۔ بیچ | الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے

لِیَجْزِیَ ۔ تاکہ بدلہ دے | الَّذِیْنَ ۔ انکو جو | اَسَآءُوْا ۔ برے ہیں | بِمَا ۔ اسکا جو

عَمِلُوْا ۔ انہوں نے کیا | وَ ۔ اور | یَجْزِیَ ۔ بدلہ دے | الَّذِیْنَ ۔ ان کو

اَحۡسَنُوا۔ جو نیک ہیں	بِالۡحُسۡنٰی۔ اچھا بدلہ	اَلَّذِیۡنَ۔ وہ جو	یَجۡتَنِبُوۡنَ بچتے ہیں
کَبٰٓئِرَ۔ بڑے بڑے	الۡاِثۡمِ۔ گناہوں سے	وَ۔ اور	الۡفَوَاحِشَ۔ بےحیائی سے
اِلَّا۔ مگر	اللَّمَمَ۔ صغیرے گناہ	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّکَ۔ تیرا رب
وَاسِعُ۔ وسیع	الۡمَغۡفِرَۃِ۔ بخشش والا ہے	ھُوَ۔ وہ	اَعۡلَمُ۔ خوب جانتا ہے
بِکُمۡ۔ تم کو	اِذۡ۔ جبکہ	اَنۡشَاَ۔ پیدا کیا	کُمۡ۔ تم کو
مِّنَ الۡاَرۡضِ۔ زمین سے	وَ۔ اور	اِذۡ۔ جبکہ	اَنۡتُمۡ۔ تم
اَجِنَّۃٌ۔ بچے تھے	فِیۡ۔ بیچ	بُطُوۡنِ۔ پیٹوں	اُمَّهٰتِکُمۡ۔ اپنی ماؤں کے
فَلَا۔ تو نہ	تُزَکُّوۡا۔ پاک بتاؤ تم	اَنۡفُسَکُمۡ۔ اپنی جانوں کو	ھُوَ۔ وہ
اَعۡلَمُ۔ بڑا اچھا جانتا ہے	بِمَنِ۔ اسکو جو	اتَّقٰی۔ پرہیزگار ہے	

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

وَکَمۡ مِّنۡ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡضٰی ۝

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

(وکم من ملک فی السمٰوٰت لا تغنی شفاعتهم شیئًا) ای وکثیر من الملائکۃ یعنی فرشتوں میں سے اکثر لا تغنی شفاعتهم عند اللہ تعالٰی شیئًا من الاغناء فی وقت من الاوقات ضرورت کے اوقات میں سے کسی وقت ان کی سفارش وہ اللہ کے ہاں کام نہ آئے گی۔

(الا من بعد ان یاذن اللہ) لهم فی الشفاعۃ ان کے لیے سفارش یعنی اللہ ان کو سفارش کی اجازت دے۔

(لمن یشاء) ان یشفعوا لہ کہ وہ اس کے لیے سفارش کریں یعنی اللہ سے جس فرشتے کو جس شخص کیلئے سفارش کی اجازت دے۔

(ویرضٰی) ویراہ سبحانہ اهلا للشفاعۃ من اهل التوحید والایمان اور اللہ تعالٰی چاہے کہ وہ شخص شفاعت کے لیے اہل ہے۔ بشرطیکہ وہ اہل توحید وایمان سے ہو۔ کفار کے لیے شفاعت ہے ہی نہیں اور نہ وہ اس کے اہل ہی ہیں

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ امیدیں باندھے ہوئے ہیں کہ ہم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں اور اپنے بتوں کو بھی یونہی سمجھتے ہیں اور ہمارے بت اور فرشتے ہمارے لیئے خدا کے حضور ہماری سفارش کریں اور ان کی شفاعت مقبول ٹھہرے گی جب کہ حق یہ ہے آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ اللہ کے حضور ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اجازت شفاعت عطا نہ فرما دے اور یہ اجازت بھی فرشتوں کو صرف اہل ایمان یعنی مومنوں کو صرف ہی عطا فرمائی جائے گی۔ نہ کہ کفار و مشرکین کے لیے۔ مومنین میں سے اسی کی لیے اجازت مرحمت ہوگی جس کے لیے خداوند قدوس پسند کرے اور اس کے نزدیک وہ سفارش کے قابل ہو۔ ملائکہ جو بارگاہ رب العزت میں خوب قدر و منزلت رکھتے ہیں جب اس کے لیے سفارش کریں گے جس کیلئے مرضی الٰہی ہو اور اجازت عطا ہو تو بتوں سے شفاعت کی امید رکھنا غایت درجہ باطل و لایعنی ہے۔ جب کہ انہیں نہ تو قرب الٰہی حاصل ہے اور نہ ہی وہ سفارش کے اہل وہ تو جماد محض ہیں اور قدرت و تصرف سے کورے اور قرب حق سے خالی ہیں۔ اور یونہی یہ کافر جن فرشتوں کو پوجتے ہیں وہ بھی سفارش نہ کریں گے مگر اہل ایمان کی اور وہ بھی جب اذن و رضائے الٰہی حاصل ہو تو کفار کی امیدیں محض جھوٹ اور رسوائے نفس کا فریب ہیں۔ اس آیت سے کفار و مشرکین کے خیانت کی تفصیلی تردید ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ کفار کے لیے نہ تو شفاعت ہے۔ نہ وہ شفاعت کے اہل اور نہ ہی ان کے لیے شفاعت ممکن ہے۔ ان کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

ان الذین لا یومنون بالاٰخرۃ بے شک وہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ ملائکہ

یسمون الملائکۃ تسمیۃ الانثیٰ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔

ان الذین لا یومنون بالاٰخرۃ بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

وبما فیھا من العقاب علیٰ ما یتعاطونہ من الکفر والمعاصی اور اس میں ان لوگوں کے لیے جو کچھ کہ وہ کفر و معاصی کرتے تھے زجر و شدت ہے یعنی کافر لوگ یا مراد مشرکین عرب یا کفار مکہ جن پر آخرت پر یقین نہیں تھا۔ یا وہ مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہ تھے۔

لیسمون الملائکۃ فرشتوں کا نام رکھتے ہیں۔ یعنی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یا انہیں عورتوں کے نام سے یاد کرتے تھے۔

تسمیۃ الانثیٰ عورتوں سے نام فانھم کانوا یقولون الملائکۃ بنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون سو ان میں سے ہر شخص فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اور ایک قول ہے فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھے ہوئے تھے اور یہ نظم قرآن کے زیادہ موافق ہے۔ کفار بتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں بتاتے اور کہتے تھے اور بتوں کے نام بھی عورتوں کے سے تھے جیسے لات، منات اور عزیٰ کے اسماء سے ظاہر ہے۔

وَمَا لَھُم بِہٖ مِن عِلمٍ ط — اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں ۔
ان یتبعُونَ الا الظَّنَّ وانّ — وہ نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان
الظّنّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الحق شیئًا — یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

(وَمَا لَھُم بِہٖ مِن عِلمٍ) اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں ۔ ای یسمونھم اناثاً، والحال انھم لا علم لھم بما یقولون اصلاً، وقرأ اُبی بھا ای بالتسمیۃ او بالملائکۃ۔
یعنی کفار و مشرکین) انہیں (فرشتوں) کو بیٹیوں کا نام دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس بات کا اصلاً کوئی علم نہیں ہے اور ابی رضی اللہ عنہ نے بِھَا پڑھا یعنی انہیں نام رکھنے (ناموں) یا ملائکہ کے بارے میں کچھ بھی حقیقت معلوم نہیں ہے۔

(ان یتبعُونَ الا الظّن) وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں۔
(ان یتبعُونَ) ای ما یتبعون فی ذلک یعنی اس بات میں جس پر وہ لگے ہوئے ہیں یا پیروی کر رہے ہیں ۔
(الا الظن) ای التوھم الباطل یعنی باطل توہمات و خیالات
واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین صرف خیالات پر چل رہے ہیں اور ان توہمات اور بے اصل باتوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

(وَاِنَّ الظن لا یغنی من الحق شیئاً) اور بلاشبہ گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔
ظن یعنی گمان یقین (حق) کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی سودمند ہے۔ یہاں ظن سے مراد کفار کے بے اصل خیالات اور فاسد توہمات اور ان کے اباء کے تراشیدہ خرافات و مغنوات ہیں اور حق (یقین) سے مراد علم قطعی ہے۔ یعنی ایسا امر جو پکا اور شک و شبہ سے پاک اور واقع کے مطابق صحیح ہو اور امر واقعی کے مقابل گمان کی کیا حیثیت ہے۔ البتہ اہلِ ایمان کے لیے عملیات میں اتباع ظن شرعاً درست ہے بشرطیکہ وہ دلیلِ قطعی سے متعارض و متصادم نہ ہو ورنہ وہ ظن بھی باطل ہوگا اور مفید نہ ہوگا۔ علم بہرحال قوی اور گمان ضعیف ہے اور ضعیف قوی کے مقابل کیا کام دے سکتا ہے۔ دلیل ظنی اسی وقت مفید ہے جو دلیل قطعی حاصل نہ ہو اور یہاں کفار کا معاملہ تو سجز واہمہ و خیال سے بڑھ کر کچھ نہیں اور خدا کے رسول کی بات حق ہے۔ یقینی اور قطعی ہے اور اس کا علم و بیان قوی، شبہ سے پاک دلیل حق ہے۔ اور کافروں کی خرافات و بکواسات کو حق سے کیا علاقہ۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۵ عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۵ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ۵	توتم ان سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا۔ اور اُس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

(فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۵ عَنْ ذِکْرِنَا): توتم (اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا

آلوسی کہتے ہیں۔ ای فاعرض عمن تولی عن ذکرنا المفید للعلم الحق وھو القرآن العظیم

المنطوی علی بیان الاعتقادات الحقہ المشتمل علی علوم الاولین و الاخرین المذکر للآخرۃ مافیھا من الامور المرغوب فیھا والمرھوب عنھا والمراد بالاعراض عنہ ترک الاخذ بما فیہ وعدم الاعتناء بہ وقیل: المراد بالذکر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبالاعراض عنہ ترک الاخذ بما جاء بہ وقیل: المراد بہ الایمان وقیل: ھو علی ظاھرہ والاعراض عنہ کنایۃ عَنِ الْغَفْلَۃِ عَنْہُ عَزَّ وَجَلَّ۔

یعنی اُس سے منہ موڑ لیجئے جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے کیونکہ ہمارا ذکر قطعی وصحیح علم کے لیے مفید ہے اور وہ ذکر قرآن عظیم ہے جو اعتقادیات حقہ کا واضح اور روشن بیان ہے۔ اور سا اولین وآخرین کے علوم پر مشتمل ہے۔ آخرت اور جو کچھ ان میں مرغوب امور ہیں۔ اور خوف کی امور خوف وڈر سے متعلق ہیں کی یاد دلانے والا ہے۔ اور اس سے اعراض (روگردانی) سے مراد اُس پکڑنے والی چیز کو چھوڑنا ہے جو اُس (قرآن) میں ہے اور اس سے لاپرواہی برتنا ہے اور کہا گیا کہ ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سا اعراض سے مراد اس چیز کو چھوڑنا ہے۔ جس کے ساتھ وہ تشریف لائے اور کہا گیا ذکر سے مراد ایمان ہے۔ اور کہا گیا کہ وہ اس کے اظہار پر ہے۔ اور اُس سے اعراض حق تعالٰی عزوجل شانہٗ سے غفلت پر کنایہ ہے۔

(وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا) اور اُس نے چاہی مگر دنیوی زندگی

والمراد من الامر المذکور النہی عن المبالغۃ فی الحرص علی ھدا اھم اور اس سے مراد یہاں کفار کی ہدایت کی بجائے حد درجہ بڑھی ہوئی دنیا کی حرص ہے، جیسا کہ کفار میں نضر بن حارث اور ولید بن مغیرہ دنیا کی زندگی اور اس کی خواہشات کے سوا کسی چیز کے چاہنے والے نہ تھے، ان کا تمام انہماک دنیا کے لیے ہے ہدایت کی طرف کیونکر متوجہ ہوں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب کفار و مشرکین ہدایت ربانی سے لاپرواہ ہیں اور آباء کے غلط سلط، فاسد اور بے اصل توہمات و خیالات پر جمے ہوئے ہیں تو آپ بھی ان کی پرواہ نہ کریں اور ان کے عدم توجہ پر غمگین نہ ہوں کیونکہ ان کا تمام تر مقصود دنیوی زندگی اور اس کی خواہشات کا حصول اور یہ اسی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ذٰلِكَ یہ، یہاں تک، ای امر الحیاۃ الدنیا المفهوم من الکلام ولذا ذکر اسم الاشارۃ

یعنی جیسا کہ کلام الٰہی سے مفہوم ہے، اس سے مراد دنیا کی زندگی اور اسی لیے یہاں اسم اشارہ ذلک بیان ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے اشارہ سے مراد وہ گمان ہے جس کی وہ پیروی کرتے تھے۔ اور کہا گیا ہے اشارہ سے مراد ان (کفار) کا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتایا ہے۔

مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ان کے علم کی پہنچ ای منتھی علمھم لا علم لھم فوقہ اعتراض مقدر لمضمون ما قبلھا من قصر الارادۃ علی الحیوۃ الدنیا۔

یعنی یہ ان کے علم کی انتہا ہے اور اس سے بڑھ کر انہیں کچھ علم نہیں یعنی اوپر جو مضمون گذرا، کفار پر اس کی تکرار ہے یعنی ان کا مبلغ علم صرف دنیا ہے اور دنیوی زندگی کی خواہشات ہی ان کا مقصود و مطلوب ہے

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدٰی — تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون راہ ہدایت پر ہے۔

یعنی اللہ کو گمراہوں کا خوب علم ہے اور اس میں کفار پر گذشتہ مضمون کے تحت زجر ہے یعنی انہیں عفو سے رسائی نہیں اور یونہی حق کے قبول کرنیوالوں اور راہ ہدایت کے طالبوں کا بھی خوب علم ہے۔ اور اس میں اشارہ انعام و مغفرت کا ہے یعنی جو حقیقت کو مانے اور سیدھی راہ چلے اس کے لیے نوازش ہے۔ اور رہا کفار کا بزعم خویش صحیح ہونا تو وہ محض گمان ہے اور دانستہ بے عقلی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہائیت اچھی جزا دے

(وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض) اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو زمینوں میں ہے۔

ای لہ ذلک علی الوجہ الاتم ای خلقا وملکا لا لغیرہ عزوجل اصلاً لا استقلالاً ولا اشتراکاً، ویشعر بفعل یتعلق بہ قولہ تعالیٰ۔

یعنی اللہ ہی کے لیئے ہے مکمل طور پر اگرچہ مخلوق ہو یا ملک اور حق عزوجل کے غیر کے لیے استقلالی یا اشتراکی طور پر کچھ بھی نہیں اور جاننا چاہیے کہ یہ حق تعالیٰ کے فعل و اختیار کیساتھ متعلق ہے جیساکہ آگے ہے

(لیجزی الذین اساءوا بما عملوا) تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیئے کا بدلہ دے

ای خلق ما فیھما لیجزی الضالین بعقاب ما عملوا من الضلال الذی عبر عنہ بالاساءۃ بیاناً لحالہ، او بمثل ما عملوا او لسبب ما عملوا علی ان الباء صلۃ الجزاء بتقدیر مضاف او للسببیۃ بلا تقدیر۔

یعنی ان دونوں میں (آسمانوں) اور زمین میں) جو پیدا کیا ہے تاکہ گمراہوں کو سزا سے بدلہ دے انکی گمراہی کے کاموں کا جس کی تعبیر گناہوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ اُس حال کے بیان کے لیئے باالخ کے اعمال کیطرح بدلہ یا ان کے اعمال کے سبب سے کیونکہ بھا میں ب جزا کا صلہ مضاف کی تقدیر پر یا بلا تقدیر سبب کے طور پر ہے

(ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ) اور نیکی کرنے والوں کو خوب اچھی سزا دے۔

ویجزی الذین احسنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدائیت قبول کی یعنی سیدھی راہ پر چلے اور اچھے عمل کیے۔

(بالحسنیٰ) ای بالمثوبۃ الحسنی التی ھی الجنۃ یعنی اُن کو اچھے ثواب سے نوازے اور وہ جنت ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ سرکشوں کی کفر وطغیانی اور گناہوں کے باعث سزا دے اور ایمانداروں کو اچھا ثواب یعنی جنت دے ان کے اعمال صالحہ کے سبب سے اور یہ جزا ہو ان کے اخلاص وعمل کی اور اللہ تعالیٰ ہی کو سب اختیار ہے مخلوق اُس کی، بادشاہت اُس کی، اُس کے غیر کے لیے کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں وہ ہی علی الاطلاق مالک ومختار ہے اور باقی سب بندے، عاجز ہیں

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَٰٓئِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰٓ ۝

وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے بیشک آپ کے رب کی بخشش وسیع ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے۔ تو تم اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ وہ خوب جانتا ہے۔ جو پرہیزگار ہیں۔

(اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ) وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔

گذشتہ آیت میں نیکی کرنے والوں کی جزا کا ذکر ہوا۔ یہاں یا تو ان کا ہی ذکر ہے یا ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو گناہوں سے اور بے شرمی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اِثْم کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور کہا گیا (الاثم) الفعل المبطئ عن الثواب وھو الذنب وہ کام جو ثواب سے دور یا اسے مٹا دینے والا ہو وہ گناہ ہے۔ وکبائرہ مایکبر عقابہ اور گناہوں میں بڑے وہ ہیں۔ جس کی سزا بھی بڑی ہو کسائی کا قول ہے بکبیر الاثم سے مراد زنا یا شرک ہے۔ فواحش فحش کی جمع ہے۔ اور اس کا مطلب ہے حد سے بڑھی ہوئی برائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فواحش اور کبائر دونوں مترادف ہیں۔ یعنی ایک جیسے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہی فواحش ہیں، کبیرہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر وعدۂ عذاب دیا گیا۔ جیسے چوری، زنا اور قتل،

(الا اللمم) مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے ماصغر من الذنوب جو گناہوں میں سے چھوٹے (معمولی) ہیں واصلہ ماقل قدرہ اور اس کی اصل یہ ہے کہ جو ٹھہرنے میں معمولی ہو یعنی معمول نہ ہو کبھی کبھار صادر ہو جائے اور کہا گیا معناہ الدنو من الشیٔ دون ارتکاب لہٗ اس کا معنی ہے کہ کسی کام کے قریب ہونا۔ لیکن اس کا ارتکاب نہ کرنا اس سلسلہ میں اقوال کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱:۔ کسی کو بری نظر سے دیکھنا یعنی کسی نامحرم عورت کو منظر شہوت دیکھنا لمم ہے۔

۲:۔ غمزہ یعنی آنکھ سے اظہار رغبت، لمم ہے۔

۳:۔ نامحرم پر دوبارہ نظر ڈالنا لمم ہے۔

۴:۔ گناہ کا ارادہ کرنا مگر ارتکاب نہ کرنا اور یونہی حدیث نفس بدوں ارتکاب یا وقوع لمم ہے۔

۵:۔ ابن المسیبؒ نے کہا لمم سے مراد زمانہ جاہلیت میں کیے ہوئے شرک و معاصی کے کام ہیں۔ اسلام قبول

کرنے سے پہلے یعنی بعد میں مسلمان ہوگیا تو پہلے گناہ جو حالت کفر میں ہوئے وہ مراد ہیں۔

۶:۔ مطلق گناہ مراد ہے۔

۷:۔ ابن المسیبؓ نے کہا لمم سے مراد وہ خطرہ ہے جو قلب پر گذرے۔

۸:۔ کلبی نے کہا کبیرہ گناہ میں پڑجانے والا جب توبہ کرلیتا ہے تو وہ بھی لمم میں شامل ہے۔

(ان ربک واسع المغفرۃ) بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت وسیع ہے۔

یعنی تمہارے پروردگار کی بخشش ہے وسیع جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے لیکن کرم کی انتہا یہ ہے کہ اُس نے خود فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے سبقت رحمتی علیٰ غضبی میری رحمت میری ناراضگی پر سبقت لے گئی یعنی رحمت کی بارش لا متناہی ہے۔ گذری ہوئی آیت میں کفار کے لیے وعید اور مومنوں کے لیے نوید تھی۔ اب سب کو صراحت کے ساتھ لطف وکرم کی خوشخبری دی، گناہ بے شک صغیرہ ہو یا کبیرہ بری بات، بچنا ضروری ہے۔ لیکن یہ خیال کر کے رحمت الٰہی سے مایوس ہوجانا کہ بڑا گناہ مستوجب سزا ہے۔ نادرست اور قرین حق نہیں، معتزل کبیرہ گناہوں کے مرتکب کا فرہا اُس کے لیے عذاب کو واجب جانتے تھے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے۔

۱:۔ گناہوں سے توبہ گناہوں کو مٹا ڈالتی ہے۔

۲:۔ صغیرہ گناہ اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے اور استغفار سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اللہ پر کوئی شے واجب نہیں یعنی کہ ضرور بخشش دے یا ضرور عذاب کردے۔

۳:۔ اللہ کبیرہ وصغیرہ گناہوں کو معاف کردے گا بشرطیکہ توبہ کرلے۔ لیکن وہ توبہ کے بغیر بھی بخشش دے گا۔ اور یہی مومن کے ایمان کی برکت ہے۔

۴:۔ رحمت باری سے مایوسی ہی وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں اور یہی حقیقی گمراہی ہے۔

۵:۔ نیکیوں پر مغرور ہونا بھی بُری بات ہے ہوسکتا ہے کہ وہ نیکیوں پر بھروسہ کرنے والوں کو بھی پکڑلے اور جو پکڑا گیا اُس کے لیے خیر کہاں ہے۔

۶:۔ ایمان خوف ورجا کے درمیان ہے۔

۷:۔ گناہوں سے جزوی توبہ بھی درست ہے اور توبہ کے بعد پھر گناہ میں مبتلا ہوا تو پچھلی توبہ درست ہے رحمت الٰہی وسیع ہے اور وسیع کا مفہوم ہمارے شعور وادراک سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور گناہ گاروں کا آسرا یہی ہے۔

(ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض) وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

(هو اعلم بکم) وہ تمہیں خوب جانتا ہے ای یا حوالکم من کل احد یعنی وہ تم میں سے ہر ایک کے احوال کو جانتا ہے۔

اذ انشاء کم من الارض جب تمہیں مٹی سے پیدا کیا (اذا نشاء کم فی ضمن انشاء ابیکم آدم علیہ السلام یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یعنی تمہارے حالات سے جب سے آگاہ ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، لہذا من الارض سے اسی طرف اشارہ ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کا زمین سے پیدا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جو غذائیں زمین میں پیدا ہوتی ہیں انہی سے منی پیدا ہوتی ہے جو آدمی کا مادہ خلقت ہے، اور مکی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیش آنے والے جملہ حالات سے واقف تھا۔ یعنی جب تم زندگی سے بھی نوازے نہ گئے تھے۔ اور تمہیں پیدائش سے قبل اپنے بارے میں کیونکر واقفیت ہو سکتی تھی وہ جب سے تمہیں جانتا ہے۔ یعنی اس کا علم تمہاری سب کی ابتداء و انتہا کو محیط ہے

(وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ) اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں حمل تھے۔

یعنی اس وقت سے جب تم ماؤں کے پیٹ میں جنین کی صورت تھے اور اس میں اشارہ ہے کہ ان عادات و اطوار کی طرف جو ہم نے اس کی طرف ودیعت کئے۔ اور علم کی اس میں شان نمایاں ہے کہ ماں کا پیٹ بدرجہ غائیت تاریکی (ظلمت ہے) بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ خلقت شکم مادر میں جوڑا جاتا ہے۔ بصورت نطفہ چالیس روز تک پھر جما ہوا خون ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک پھر لوتھڑا ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک پھر اللہ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے۔ جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔

فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی اجل (مدت قیام) عمل، رزق اور شقاوت و سعادت لکھ دیتا ہے۔ قسم پروردگار کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص جنتی لوگوں سے کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ (ذراع) یا گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ فیسبق علیہ الکتب تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں جیسے کام کرتا ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یونہی کوئی دوزخی لوگوں سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ تو لکھا (تقدیر) غالب آ جاتا ہے اور وہ جنتی لوگوں جیسے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار جل وعلا تمہارے اعمال سے تمہارے اخلاق و اطوار سے تمہاری سعادت و شقاوت سے جب سے واقف ہے، کہ تم بطن مادر میں ابھی صورت جنین تھے اور تمہیں ظلمت رحم میں سے تنویر زندگی بھی نہ ملی تھی اور بے جان میں روح بھی نہ پڑی تھی۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ؀ — تو تم خود کو پاکیزہ نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

فلا تزکوا انفسکم اپنے نفس کو ستھرا بتانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ لمم (گناہوں) کے بارے میں تذکرہ نے (عدم مواخذہ) کا ذکر ہوا یعنی تمہارے نفوس گناہوں سے پاک ہونے پر تعریف نہ کریں کہ تمہیں انجام کار معلوم نہیں، کلبی نے کہا لوگ اچھے اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر تفاخر کرتے تو ستائش سے منع کی گئی، اور صلب آدم سے استخراج سے قبل اللہ جانتا تھا کہ کس کا انجام نیک ہے اور کس کا خراب۔ لہٰذا بندہ کو لازم ہے کہ وہ اعمال پر نازاں نہ ہو اور ہر وقت مہربانی کی التجا کرتا رہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ؀ — تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ؀ — اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ؀ — کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ؀ — کیا اسے خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ؀ — اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؀ — کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ؀ — اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ؀ — اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ؀ — پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائیگا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ؀ — اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ؀ — اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ۝
وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝
مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی ۝
وَاَنَّ عَلَیْہِ النَّشْاَۃَ الْاُخْرٰی ۝
وَاَنَّہٗ ھُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ۝
وَاَنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ۝
وَاَنَّہٗٓ اَھْلَکَ عَادَا نِ الْاُوْلٰی ۝
وَثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰی ۝
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّھُمْ کَانُوْا ھُمْ
اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ۝
وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی ۝
فَغَشّٰھَا مَا غَشّٰی ۝
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی ۝

ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ۝

اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ ۝
لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَاشِفَۃٌ ۝
اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝
وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ ۝
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝
فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ۝

اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔
اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ
نطفہ سے جب ڈالا جائے۔
اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اٹھانا۔
اور یہ کہ اس نے غنی دی اور قناعت دی۔
اور یہ کہ وہی ستارہ شعریٰ کا رب ہے۔
اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔
اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا۔
اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان
سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔
اور اس نے الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔
تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔
تو اے سننے والے اپنے رب کی نعمتوں میں سے
کس میں شک کریگا۔
یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں
کی طرح۔
پاس آئی پاس آنے والی۔
اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔
تو کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو
اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔
اور تم کھیل میں پڑے ہو۔
تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو۔

حل لغات تیسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

اَ۔ کیا	فَرَاَیْتَ۔ تونے دیکھا ہے	اَلَّذِیْ۔ وہ جو	تَوَلّٰی۔ پھر گیا
وَ۔ اور	اَعْطٰی۔ دیا	قَلِیْلاً۔ تھوڑا سا	وَ۔ اور
اَکْدٰی۔ روک لیا	اَ۔ کیا	عِنْدَ۔ پاس	ہٗ۔ اسکے ہے
عِلْمُ۔ علم	اَلْغَیْبِ۔ غیب	فَھُوَ۔ تو وہ	یَرٰی۔ دیکھتا ہے
اَمْ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یُنَبَّأْ۔ خبر دیا گیا	بِمَا۔ اسکی جو
فِیْ۔ بیچ	صُحُفِ۔ صحیفوں	مُوْسٰی۔ موسیٰ کے ہے	وَ۔ اور
اِبْرَاھِیْمَ۔ ابراہیم کے	اَلَّذِیْ۔ جس نے	وَفّٰی۔ پورا کیا	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
تَزِرُ۔ اٹھائے گی	وَازِرَۃٌ۔ کوئی اٹھانے والی	وِّزْرَ۔ بوجھ	اُخْرٰی۔ دوسرے کا
وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ	لَیْسَ۔ نہیں ہے	لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کیلئے
اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	سَعٰی۔ کوشش کی	وَ۔ اور
اَنَّ۔ بیشک	سَعْیَہٗ۔ اسکی کوشش	سَوْفَ۔ جلدی	یُرٰی۔ دیکھی جائیگی
ثُمَّ۔ پھر	یُجْزٰہُ۔ بدلہ دیا جائیگا اسکو	اَلْجَزَآءَ۔ بدلہ	اَلْاَوْفٰی۔ پورا پورا
وَ۔ اور	اَنَّ۔ بیشک	اِلٰی۔ طرف	رَبِّکَ۔ تیرے رب کی ہے
اَلْمُنْتَھٰی۔ منتہی	وَ۔ اور	اَنَّہٗ۔ بیشک وہ	ھُوَ۔ وہی ہے جس نے
اَضْحَکَ۔ ہنسایا	وَ۔ اور	اَبْکٰی۔ رلایا	وَ۔ اور
اَنَّہٗ۔ وہی ہے	ھُوَ۔ جس نے	اَمَاتَ۔ مارا	وَ۔ اور
اَحْیٰی۔ جلایا	وَ۔ اور	اَنَّہٗ۔ اسی نے	خَلَقَ۔ پیدا کیے
اَلزَّوْجَیْنِ۔ جوڑے	اَلذَّکَرَ۔ نر	وَ۔ اور	اَلْاُنْثٰی۔ مادہ
مِنْ نُّطْفَۃٍ۔ نطفہ سے	اِذَا۔ جب	تُمْنٰی۔ ڈالا جائے	وَ۔ اور
اَنَّ۔ بیشک	عَلَیْہِ۔ اسی پر ہے	اَلنَّشْاَۃَ۔ پیدائش	اَلْاُخْرٰی۔ دوسری
وَ۔ اور	اَنَّہٗ۔ بیشک	ھُوَ۔ اسی نے	اَغْنٰی۔ غنی کیا
وَ۔ اور	اَقْنٰی۔ فقیر کیا	وَ۔ اور	اَنَّہٗ۔ بیشک وہی
ھُوَ۔ وہی ہے	رَبُّ۔ رب	اَلشِّعْرٰی۔ شعریٰ کا	وَ۔ اور

اَنَّہٗ۔ اسی نے	اَھْلَکَ۔ ہلاک کیا	عَادَنِ۔ عاد	الْاُوْلٰی۔ پہلے کو
وَ۔ اور	ثَمُوْدُ۔ ثمود کو	فَمَآ۔ پھر نہ	اَبْقٰی۔ باقی چھوڑا
وَ۔ اور	قَوْمَ۔ قوم	نُوْحٍ۔ نوح کو	مِّنْ قَبْلُ۔ ان سے پہلے
اِنَّھُمْ۔ بیشک وہ	کَانُوْا تھے	ھُمْ۔ وہ	اَظْلَمَ۔ بڑے ظالم
وَ۔ اور	اَطْغٰی۔ بڑے سرکش	وَ۔ اور	الْمُؤْتَفِکَۃَ۔ الٹی ہوئی بستی کو
اَھْوٰی۔ گرایا	فَغَشّٰھَا۔ پھر چھا گیا اسپر	مَا۔ جو	غَشّٰی۔ چھایا
فَبِاَیِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّکَ۔ اپنے رب کا	تَتَمَارٰی۔ تو شک کریگا
ھٰذَا۔ یہ	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہے	مِّنَ النُّذُرِ۔ ڈرانیوالوں	الْاُوْلٰی۔ پہلوں سے
اَزِفَتِ۔ قریب آئی	الْاٰزِفَۃُ۔ قریب آنے والی	لَیْسَ۔ نہیں	لَھَا۔ اسکو
مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰہِ۔ اللہ کے	کَاشِفَۃٌ۔ کوئی کھولنے والا	اَفَمِنْ۔ تو کیا
ھٰذَا۔ اس	الْحَدِیْثِ۔ بات سے	تَعْجَبُوْنَ۔ تعجب کرتے ہو	وَ۔ اور
تَضْحَکُوْنَ۔ ہنستے ہو	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	تَبْکُوْنَ۔ روتے ہو
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	سٰمِدُوْنَ۔ کھیلتے ہو	فَاسْجُدُوْا۔ تو سجدہ کرو
لِلّٰہِ۔ اللہ کو	وَ۔ اور (اسی کی)	اعْبُدُوْا۔ عبادت کرو	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ نجم ع ۲۷

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ۝ تو کیا آپ نے دیکھا جو پھر گیا۔

وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ۝ اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

(اَفَرَءَیْتَ) تو کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الذی تولّٰی جو پھر گیا ای عن اتباع الحق والثبات علیہ یعنی جس شخص نے حق کی پیروی سے منہ پھیرا اور اُس پر جمنے سے روگردانی کی۔ مجاہد اور ابن زید نے کہا یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ولید ابتدا میں قبول حق پر آمادہ ہو گیا تھا مگر کفار کے شرم دلانے پر پھر گیا اور مشرک ہی مرا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(وَاَعْطٰی قَلِیْلًا) اور کچھ تھوڑا سا دیا۔

مجاہد نے کہا یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اترا، وہ مائل بہ اسلام ہوا۔ اور حضور علیہ السلام کو اُس کے اتباع کی توقع ہوئی تو مشرکوں نے اسے شرم دلائی کہ باپ دادا کا دین چھوڑ کر انہیں گمراہ کہتے ہو۔ ولید نے کہا مجھے خوف

عذاب ہے۔ تو ایک مشرک بولا اگر تم باپ دادا کے دین پر (مشرک پر) لوٹ جاؤ۔ تو تم اتنا مال دو اور رہا خوف عذاب تو میں تمہاری جگہ اس کے لیے تیار ہوں چنانچہ ولید پھر گیا اور اس نے حسب وعدہ مال سے کچھ دیا، اور باقی روک لیا، محمد ابن کعب کے نزدیک اس شخص سے مراد ابوجہل لعین، سدی کے نزدیک عاص بن وائل سہمی اور ضحاک کے نزدیک نضر بن حارث ہے جو مرتد ہو گیا تھا (واکدیٰ) اور روک رکھا، حائل ہونے والی سخت شے کو کدیت کہتے ہیں مطلب یہ ہے۔ ولید نے اقرار کے باوصف کچھ دیا اور باقی روک رکھا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی قدر حق کا اقرار کرنے کے باوجود ایمان نہ لایا۔ قدرے حق کو مانا اور پھر قبول حق سے رک گیا۔ یا کٹ گیا۔

(اَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ فَهُوَ یَرٰی) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے

(اَعندهٗ) کیا اس کے پاس، (اَ) استفہام انکاری ہے اور (ہٗ) کی ضمیر الذی تولٰی کی طرف راجع ہے۔ کیا اس کے پاس یعنی ولید بن مغیرہ کے پاس (علم الغیب) علم بالامور الغیبیۃ یعنی کسی صحیح ذریعہ سے پوشیدہ امور کا علم یعنی علم غیب ہے۔

(فھو یریٰ) فا سببی ہے۔ مطلب ہے کہ ولید کے پاس کسی صحیح ذریعہ سے علم غیب ہے جس کی بناء پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اگر میں اس شخص کو جس نے اس کے عذاب کا بوجھ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا۔ بشرطیکہ وہ اسے اس قدر مال دے تو کیا کچھ مال دینے سے وہ شخص اس کے کفر و شرک کا بار اٹھا لے گا،

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ۝ یا اس کو اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے۔

وَ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ۝ موسٰی کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔

(اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ) یا اسے اس کی خبر نہ آئی اَی بَلۡ اَلَمۡ یُخۡبَرۡ یعنی کیا اسے خبر نہ ہوئی۔

بِمَا صُحُفِ مُوۡسٰی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے وَھِیَ التوراۃ اور اس سے مراد تورات ہے۔

(وَ اِبۡرٰهِیۡمَ) اور ابراہیم کے وَبِمَا فی صحف ابراھیم التی نزلت علیہ اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے جو آپ پر اتارا گیا۔

(الذی وفیٰ) جو احکام پورے بجالایا، ای وفر واتم ما امر بہ، او بالغ فی الوفاء بما عاھد علیہ اللہ تعالیٰ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے پوری پوری بجا آوری کی جس چیز کا بھی وہ حکم دیے گئے۔ یا اللہ نے ان سے جس چیز کا بھی وعدہ لیا انہوں نے اس کی مکمل تعمیل کی صحف موسیٰ علیہ السلام یعنی تورات کا صحف ابراہیم علیہ السلام پر تقدم شہرت کی کثرت کی بنا پر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیل احکام میں منتہائے کمال پر تھے۔ بیٹے کی قربانی، آتش نمرود میں استقامت وغیرہ اس کی نظیریں ہیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ — کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

(اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى) والمعنى انه لا يؤاخذ احد بذنب غيره ليتخلص الثاني عن عقابه ولا يصرح فى ذلك قوله صلى الله عليه وسلم من سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها الى يوم القيامة۔

اور مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا تاکہ دوسرے کو اس کی سزا سے خلاصی ہو۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مخالف نہیں ہے کہ جس شخص نے کوئی برا طریقہ قائم کیا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور قیامت تک ان لوگوں کا بھی بوجھ اسی پر ہوگا جنھوں نے اس برے طریقہ پر عمل کیا اس ارشاد کا مخالف نہ ہونا اس لیے کہ موجد بدعت سیئہ پر تو گناہ کا بوجھ ہے ہی جو شخص اس بدعت سیئہ پر عمل کرے گا اس کا بوجھ گناہ پر عمل کے باعث موجد پر بھی ہوگا اور عامل پر بھی۔ اور عامل اس عذر پر خلاصی نہیں پائے گا کہ اسے بدعت سیئہ کے بارے میں علم نہ تھا کیونکہ برائی واضح اور روشن ہے۔ اور جس عمل کو صالحین برا جانتے ہوں وہ برا ہی ہے۔ اگرچہ عامل اسے ایسا نہ سمجھے۔ بہر حال گناہ، گناہ ہی ہے۔ اور عامل اس سے بری کیونکر ہو سکتا ہے اور یونہی شرع کے عالموں اور پرہیزگاروں کا لوگوں سے برائی کو نہ روکنا بھی گناہ ہے۔ جو ان پر عذاب کے لیے کافی بات ہے۔ یعنی مجرم دیکھو کار سبھی برائی اور برائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے ماخوذ ہوں گے۔ اس آیت میں اس مشرک کے قول کا ابطال ہے جس نے ولید بن مغیرہ سے حمل عذاب کا وعدہ لیا تھا۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ خاصا اختلافی ہے۔ اور اس آیت کے منافی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ میں میت پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب کی نفی ہے اور عذاب کی کافر کے ساتھ تخصیص ہے۔ تاہم حق یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے اور اس میں تخصیص نہیں۔ اور ابن جریر نے کہا ہے کہ اہل خانہ کے پکار سے میت کو دکھ یا تکلیف ہوتی ہے نہ کہ عذاب اور اکثر علماء نے اسی بات کی تحسین کی ہے۔ اور بعض نے کہا اس میت پر عذاب ہوگا جس نے اہل خانہ کو پکار سے منع نہ کیا ہوگا۔ یا رونے کو کہا ہوگا تو یہ عذاب اس کے کہنے یا نہ روکنے کی وجہ سے ہوگا لیکن ہمارے نزدیک ابن جریر کی تاویل پسندیدہ ہے

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ — اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش

بيان لعدم اثابة الانسان بعمل غيره اثر بيان عدم مؤاخذته بذنب غيره وفعله اس میں بیان ہے کہ کسی شخص کو بھی دوسرے کے عمل کا ثواب نہیں ملے گا اور یونہی کسی دوسرے

کے گناہ یا فعل کا اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ للانسان میں لام علی کے معنی یہ ہے جس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ انسان کو صرف اس کی برائی ہی تکلیف دے گی۔ اور یہ مفہوم گذشتہ آیت کے موافق اور نظم کلام کے مطابق ہے۔

البتہ اشکال یہ ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب بھی بندے کو مل سکتا ہے یا مرنے کے بعد پہنچ سکتا ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے۔ جب کہ امام شافعی کے نزدیک نہیں پہنچتا اور ان کی دلیل یہی آیت ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے رجوع کر لیا تھا کہ پہنچتا ہے جیسا کہ اکثر شوافع قائل ہیں۔ اور علامہ سیوطی تو اس کے بڑے مؤید ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے۔ اور یہ حکم صحف موسیٰ و ابراھیم میں تھا۔ مگر امت سرور دوعالم کے لیے منسوخ ہو گیا اور کثرت سے احادیث صحیحہ اس امر کی مؤید ہیں کہ دوسروں کے اعمال صالحہ کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے جیسے نفع بخش علم، صدقہ جاریہ، اولادِ صالحہ کی دعائیں یا اہل ایمان کی مغفرت کی دعائیں، یونہی حج بدل، تلاوتِ قرآن، نماز، خیرات وغیرہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اور یہ سب صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور ایمان اُس شخص کا اپنا فعل اور اعمال صالحہ اس کے تابع ہیں۔ لہٰذا دوسروں کی نیکی اس شخص کے ایمان کے تتبع میں ہے تو کیونکر نفع نہ پہنچے، امام عزالدین عبدالسلام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ قائل نہ تھے مرنے کے بعد لوگوں سے کہا (خواب میں بیان کیا) کہ ہم قائل نہ تھے لیکن یہاں برزخ میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے۔ ورنہ درود شریف کا پڑھنا اور نماز جنازہ کا پڑھنا جائز نہ ہوتا۔ حالانکہ درود شریف واجب اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور بعض نے دونوں کو فرض کہا۔ اگرچہ ایک دفعہ درود کا پڑھنا یا چند لوگوں کا نماز جنازہ پڑھنا ہی کفایت کرتا ہے۔ لیکن درود کی کثرت واجب ہے۔ تاہم درود کا ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ اور یہ کہ اُس کی کوشش جلدی ہی جلد دیکھی جائے گی۔

ای یعرض علیہ ویکشف لہ یوم القیامہ فی صحیفتہ ومیزانہ من أریتہ الشیٔ و فی البحر یراہ حاضروا القیامۃ ویطلعون علیہ تشریفاً للمحسن وتوبیخاً للمسیٔ۔

آلوسی کہتے ہیں کہ اُس کی کمائی اُس پر پیش کی جائے گی۔ اور قیامت کے دن اس پر کھولی جائے گی اس کے دفتر میں اور اُس کے ترازو جو کچھ بھی دیکھتا ہو۔ اور بحر میں ہے کہ وہ اپنی کوشش کو قیامت کے دن موجود دیکھ لے گا۔ اور محسن کے لیے بطور اعزاز کے اُس کی اطلاع ہوگی۔ اور گناہگار کے لیے بطور سزا کے دیکھنا ہوگا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ مومن آخرت میں اپنی کمائی کو سامنے دیکھنے کا رہا کافر تو اس کی نیکیوں کا بدلہ

دنیا میں ہو چکا آخرت میں اُس کے لیے بجز ہلاکت کے کچھ نہیں اور وہ کیا دیکھے گا سوائے عذاب کے اور یہ سب کچھ اُس کے شرک و کفر کا نتیجہ ہوگا۔ اور اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ہر شخص کو خواہ کافر ہو یا مومن اُس کی کمائی دکھادی جائے گی، یعنی جو کچھ کیا ہے۔ وہی کچھ پائے گا تو بھی منافی نہیں۔ اور کافر کو دکھانا حسرت اور شدت عذاب کے لیے ہوگا۔ واللہ اعلم یُریٰ فعل مجہول ہے اور فاعل محذوف ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ جلد ہی ہر شخص کا کیا دھرا سامنے لائے گا تاکہ محسن مومن کو بہتر بدلہ و انعام دے اور کافر فاجر کو زجر و توبیخ کرے اور سزا دے، اور یہ آخرت میں ہوگا اور حقیقت حال روشن ہو جائے گی۔

ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰى ۝ پھر اُس کا بھرپور بدلا دیا جائے گا۔

(ثُمَّ یُجۡزٰىهُ) ای یجزی الانسان سعیه یعنی انسان کو اُس کے کیے ہوئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

(الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰى) پورا پورا بدلہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اُس کے اعمال و کوشش کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰى ۝ اور یہ کہ تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

اَیۡ اَنَّ اِنۡتِهَاءَ الۡخَلۡقِ وَرُجُوۡعَهُمۡ الیه تعالٰی لَا اِلٰى غَیۡرِهٖ سبحانهٗ استقلالًا وَلَا اِشۡتِرَاكًا یعنی مخلوق کی انتہا اور اُس کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ نہ کہ اُس کی ذات پاک کے غیر کی طرف۔ نہ استقلالی طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ اَنَّهٗ عَزَّوَجَلَّ منتهى الافکار بے شک ذات پاک تک تمام افکار کی انتہا ہے یعنی سب افکار اُس تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور ان کی رفتار وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں (ذات و صفات الٰہیہ) غور کر رہے تھے، تو فرمایا مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اُس کی قدرت نہیں رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی مخلوق (پیدائش) میں غور و فکر کرو اور اللہ (ذات و صفات الٰہیہ) میں غور و خوض نہ کرو کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔ انسان کی سوچ، غور و فکر محدود و متناہی ہے وہ لامحدود عظمتوں والے رب کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے۔ اس لیے کہا گیا کہ وہ ذات کہ برتر از وہم، گمان، قیاس و عقل، شان ذوالجلال ماوراء الوریٰ ثم ماوراء الوریٰ ہے اور اس کی عظمتوں قدرتوں کی انتہا نہیں۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَكَ وَاَبۡكٰى ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا

وقال الطیبی: المراد خلق السرور والحزن او ما یسرّ و یحزن من الاعمال الصالحة والطالحة۔

اور طیبی نے کہا کہ اس سے مراد خوشی اور غم کی تخلیق ہے یا نیک اعمال سے جو خوشی ہوتی ہے یا

بُرے اعمال سے جو عمل ہوتا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ ہی ہے جو جنت میں جنتی لوگوں کو مسرور کرے گا اور کفار کو جہنم میں لائے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا بھی خالق ہے اور خوشی غمی بھی اُس کی ہی پیدا کی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ لا یرضیٰ لعبادہ الکفر کہ اللہ بندے کے کفر سے راضی نہیں یعنی بندے کے اعمال صالحہ تو اللہ کے فضل و توفیق سے ہیں اور حصولِ رضا کا ذریعہ ہیں اور رہے۔ بُرے اعمال تو وہ بندے کے اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور بندے کا قصور، اللہ نہ بُرائی کا حکم دیتا ہے اور نہ بندے کی بُرائی سے راضی لہٰذا بندے کی بُرائی اُس کا اپنا کسب اور خدا کی ناراضگی کا باعث ہے اور اسی لیے اس پر عقوبت و شدت و غضب ہے

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَاهُ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔

یعنی دنیا میں موت دی اور آخرت میں زندگی عطا فرمائی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ آباو اجداد کو وفات دی اور ان کی اولاد کو حیات بخشی اور ایک قول ہے کہ کفار کو موت سے ہلاک کیا اور اہل ایمان کو ایمان کے ساتھ زندگی عطا کی اور موت و حیات پر خدا کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں وہی مارتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد بھی یہی نقل ہوا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔

اور ہنسنے اور رونے میں ایک تعلق بھی ہے بلاشبہ موت کے بعد رونا تعاقب کرتا ہے۔ اور غالب آتا ہے اور پیدائش کے وقت لوگوں کو خوشی ہوتی ہے۔ یعنی جب انسان کو موت آتی ہے تو لوگ روتے ہیں۔ اور جو کسی کی ولادت ہوتی ہے تو وہ روتا ہے۔ اور لوگ خوش ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

ولدتك امك یا ابن ادم باکیا
والناس حولك یضحکون سروراً

فاجهد لنفسك ان تكون اذا بكوا
فی یوم موتك ضاحكا مسروراً

اے ابن آدم تجھے تیری ماں نے جنا تو تو روتا تھا اور لوگ تیرے ارد گرد خوشی سے ہنستے تھے۔ تو اپنے نفس کے ساتھ خوب بھلائی کہ جب تیری موت کا دن ہو تو لوگ روتے ہوں اور تو خوشی سے ہنستا ہو سعدیؔ نے اسی کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔

وقت زادن تو ہمہ خنداں بودند تو گریاں
وقت مردن تو ہمہ گریاں تو خنداں

اقبال کہتے ہیں۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ نطفے سے جب ڈالا جائے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہی نوعِ انسان سے اور حیوانات وغیرہ سے نر اور مادہ پیدا فرماتا ہے۔ یعنی جب رحم میں قطرۂ منی ڈالا جاتا ہے تو اللہ ہی اُس سے مذکر و مونث پیدا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، علیہ میں علیٰ وجوب پر دال ہے۔ لیکن اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں لہٰذا یہاں علیٰ سے مراد دوبارہ پیدائش پر زور دینا اور موکد کرنا ہے یعنی نر ہوں یا مادہ قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اور یہ امر وعدہ الٰہی ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے غنا دی اور قناعت دی

(اغنٰی) قاموس میں ہے تغنّٰی یعنی اپنے اخراجات پورے کرلے، اور جو بچا وہ اکٹھا کرلیا اقنٰی اغنٰی ہی کے معنوں میں ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی دولت مند بناتا ہے۔ اور وسعت و کشادگی عطا فرماتا ہے۔ بعض نے اقنٰی کا ترجمہ محتاج کیا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ ہی مالدار بناتا ہے۔ اور وہی کم دیتا ہے یا محتاج کرتا ہے۔ قتادہ نے کہا اقنٰی سے مراد مذمت گار عطا کرتا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ — اور یہ کہ وہی رب ہے شعریٰ کا

شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے جیَ (الشعریٰ) العبور بفتح العین یہ شعریٰ عبور ہے عین کی زبر کے ساتھ، شعریٰ دو ستاروں کا مجموعہ ہے ان میں ایک کو عبور کہتے ہیں، جب کہ دوسرے کو غمیص اور یہاں شعریٰ سے مراد عبور ستارہ ہے جو آسمان کے برج جوزا کے پیچھے طلوع ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرک و کفار اس کی بندگی کرتے تھے۔ آیت میں رب الشعریٰ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ ستاروں کا رب ہے کیونکہ ستارے رب کی پیدائش ہیں اور مخلوق شئے عبادت کے لائق کیونکر ہو سکتی ہے۔ بعض نے کہا صحف ابراہیم میں اس کے تذکرہ کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ لوگ اسے پوجتے تھے۔ جب شعریٰ کا رب بھی اللہ ہی ہے تو اسی ہی کی عبادت لازمی ہے نہ کہ شعریٰ کی۔

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے پہلی عاد کو ہلاک کیا۔

عاد اولیٰ سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ لوگ عاد بن ارم بن عوف بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور یہ قوم نوح کے بعد سب سے پہلی قوم ہے جو ہلاک ہوئی۔ طبری نے کہا ہے، کہ یہ لوگ اولیٰ کے ساتھ موصوف مذکور ہوئے ہیں اور یہ قبائل عرب میں سے ایک دوسرا قبیلہ عاد نامی تھا اور

یہ قبیلہ مکہ میں عمالیقیوں کے ساتھ رہتا تھا اور یہ لوگ بنو تیم بن ھزال تھے مبرد نے کہا ہے۔ عاد الاخریٰ سے مراد ثمود ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ لوگ جباروں تھے (سمت تتندعو اکثر تھے) اور ایک قول ہے۔ عاد الاخریٰ عاد الاولیٰ کی اولاد ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ اس سے مراد قوم ہود ہے اور اخریٰ سے مراد ارم، یہ لوگ باد صرصر سے ہلاک کیئے گئے۔

وَثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰی ٥ اور ثمود کو تو باقی نہ چھوڑا

ثمود عاد الاخریٰ تھے۔ اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جو ہولناک آواز (چیخ) سے ہلاک کئے گئے۔

مَآ اَبْقٰی مِنْهُمْ اَحَدًا تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا یعنی سب کے سب ہلاک کیئے گئے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ٥ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے۔ ان کی قوم پہلی قوم ہے۔ جو سرکشی اور ظلم و بغاوت میں حد سے بڑھی ہوئی تھی وہ غرق کئے گئے۔ اس آیت میں ان کی سرکشی و شرارت کی شدت کا بطور خاص تذکرہ ہے۔ کہ وہ ظلم و کفر طغیان میں قوم عاد و ثمود سے بھی بڑھے ہوئے تھے ان پہ طوفان آیا اور چالیس روز مسلسل بارش برسی کہ اونچی نیچی جگہیں برابر ہو گئیں۔ اس طوفان میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ اور بعض نے کہا کہ انھم میں ضمیر عاد، ثمود اور قوم نوح تینوں کی طرف عود کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبھی اقوام ظلم و سرکشی میں قریش سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ جب وہ ہلاک و برباد ہوئے تو یہ اسی راہ پر چل کر کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت خاطر مقصود ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ٥ اور الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔

فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰی ٥ تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔

(والموتفکۃ) ھی قری قوم لوط سمیت بذلک لانھا ائتفکت باھلھا ای انقلبت بھم

یہ قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وہ اسی نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ وہ باشندوں کے ساتھ بلندی سے الٹا گرائے گئے یا ان کے ساتھ الٹ پلٹ کئے گئے۔ (اھوٰی) جبرائیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو پر پر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور الٹ دیا۔

(فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰی) ما کا ابہام شدت ہلاکت اور ہیبت عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ اور تکثیر و

مبالغہ کے لیئے ہے۔ غَشّٰی یعنی نشان زدہ پتھر برسائے ہر پتھر پر ہلاک ہونے والا کا نام لکھا تھا۔ یہ لوگ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی میں مبتلا تھے۔ اور نہائیت بے حیا، بے باک، سرکش تھے۔ شہوتوں میں غایت درجہ بدمست تھے۔ ان کی پانچ بستیاں تھیں، عورتوں کی طرف رغبت نہیں کرتے تھے اور اغلام بازی میں اندھے ہو چکے تھے ان پر عذاب آیا اور جبرائیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی انہیں اٹھا کر اوندھا ڈال دیا۔ اور زیر و زبر کر دیا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ — تو اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

فَلِمَتَمَارٰی کا معنی ہے تو شک کرے گا۔ یہ خطاب عام ہے مطلب ہے کہ کسی کو پروردگار کی واضح نعمتوں میں شک و شبہ کرنا زیب نہیں دیتا اور بعض نے کہا اس سے مراد خاص کفار یا ولید بن مغیرہ ہے یہ لوگ آیات الٰہی کو جھٹلاتے تھے تو واضح مفہوم یہ ہی ہے کہ اے سننے والے (جو کوئی بھی ہو) تو اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلائے گا اور اس کی قدرت میں شک کرے گا۔

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ۝ — یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح

آلوسی کہتے ہیں۔ الاشارة الی القرآن وقال ابو مالک الی الاخبار عن الامم او الاشارة الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس میں قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابومالک نے کہا کہ گذشتہ امتوں کی خبریں مراد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

اور هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنْ سے مراد نذر الاولی کی جنس ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن پاک پچھلی کتابوں کی طرح تنبیہہ و حجت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رسولوں کی جنس میں سے ہیں، یعنی ان کی طرح یہ بھی ایک رسول اور ڈر سنانے والے ہیں، نذیر یہاں بطور مصدر اور وصف کے آیا ہے۔ لہذا قرآن یا رسول کی تنبیہہ اسی نہج پر ہے جیسا کہ رسولوں کا طریقہ رہا یا سابقہ کتب و صحائف میں جس طرح سے حجت بیان ہوئی

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ — قریب آئی پاس آنے والی اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔

(اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ) ای قربت الساعة الموصوفة بالقرب یعنی وہ جلد آنے والی گھڑی پاس آگئی۔ یعنی قیامت کی گھڑی نزدیک ہوگئی۔ اور یہاں قرب بطور وصف مذکور ہوا ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بہت قریب ہوگئی۔

(لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اى غير الله تعالىٰ اولا الله عزّوجلّ
یعنی اللہ کے سوا کوئی نہیں ظاہر کر سکتا۔
(كاشفة) نفس قادرة على كشفها اذ وقعت لكنه سبحانه لا يكشفها،
ذات الٰہی ہی اُس کے کھولنے پر قادر ہے۔ جب وہ واقعہ ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُسے نہیں
ہٹائے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے۔ اور اللہ اُس کے مقررہ وقت پر اسے ظاہر فرمائے گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مطلب ہے کہ اہل ایمان پر قیامت کی شدتیں اللہ کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اس میں کفار کو زجر و تنبیہ ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝	تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو۔
وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝	اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝	اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

(اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ) اى القرآن یعنی قرآن حکیم
(تَعْجَبُوْنَ) انكارًا یعنی انکار کرتے ہو۔

(افمن) میں استفہام انکاری ہے۔ اور تنبیہ کے لیے ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم لوگ اس کتاب کریم کا انکار کرتے ہو اور سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

(وَتَضْحَكُوْنَ) اِستهزاءً مع كونه ابعد شئ من ذلك یعنی قرآن حکیم کے وعدہ و وعید کو سن کر اس کے بعد بھی ہنسی اُڑاتے ہو۔ اور ہدائیت سے دور ہوتے ہو۔

(وَلَا تَبْكُوْنَ) حَزَنًا على ما فرطتم فى شانه وخوفًا من ان يحيق بكم ماحاق بالامم المذكورة۔

اور تم اس پر غم نہیں کرتے جو تم سے اُس کے بارے میں (قرآن حکیم) تقصیر ہوئی اور خوف نہیں کھاتے اس سے کہیں تمہیں پر بھی وہی نہ الٹ پڑے جو گذشتہ امتوں کیساتھ پیش آیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے گروہ کفار کیا تم قرآن حکیم کی اخبار غیوب، مواعید کو سن کر بھی ہوش کے ناخن نہیں لیتے اور ہنسی اُڑانے میں مشغول ہو کیا تم کو اس امر کا کوئی خوف نہیں کہ کہیں تمہیں بھی اسی طرح کا عذاب نہ گھیر لے جس طرح کہ گذری ہوئی اُمتوں پر مسلط ہوا۔ وہ بھی تمہاری طرح ہدائیت سے روگردانی کرتے سرکشی

دکھاتے پھبتیاں کستے اور رسولوں کو جھٹلاتے۔ چاہیے تو یہ کہ تمہیں اپنی روش پر افسوس ہوتا اور تم ڈر جاتے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے اور درد دل کے ساتھ روتے۔ اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوتے مگر تم اس کے برعکس غفلت میں پڑے اکڑ رہے ہو۔

(وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ) ای لاھون یعنی کھیل میں پڑے ہو۔

امام راغب نے کہا ہے۔ السامد اللاھی الرافع راسہٗ سامد سے مراد کھیل میں پڑنے والا اور سر اٹھا کر چلنے والا ہے۔ ھزیلہ بنت بکر کا شعر ہے۔ جو اس نے قوم عاد کے مرثیہ میں کہا اور جسے ابن عباسؓ نے نافع بن الازرق کے جواب میں روایت کیا ہے

لیت (عادا) قبلوا الحق ولم یبدوا جحودا
قیل قم فانظر الیہم ثم دع عنک (السمودا)

کاش عاد حق کو قبول کر لیتے اور وہ ہرگز رو گردانی (صکرا، سرکشی) نہ کرتے۔
کہا گیا، ٹھہر ذرا ان کو دیکھ۔ پھر ان کو چھوڑ سر اٹھا کر چلنے والے (متکبر)

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے گروہ کفار تم غفلت میں پڑے ہو اور مواعید قرآن کے سلسلہ میں تمہارا طرز عمل کھلنڈروں کا سا ہے یا تم متکبر بنے ہوئے اور تم حقیقت حال سے بے خبر ہو یا تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ کیا پیش آنے والا ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ۝ تو اللہ کے لیے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اسی کے حضور سجدہ ریز ہو جس نے قرآن حکیم اتارا اور رسول معظم کو مبعوث فرمایا، اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے نہ لائق نہ مستحق ہے، یہ آیت سجدہ ہے۔ جس سے واضح ہے کہ اللہ کے وعدۂ ثواب اور وعید عذاب پر اعتماد کرتے ہوئے خالص اسی کے حضور جھک جاؤ۔ اور اطاعت بجا لاؤ۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس آیت پر سجدہ کیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ سب سے پہلے اول سورت جس میں سجدہ ہے نازل ہوئی وہ سورۃ النجم ہے۔ اور آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں (مومن و کافر سبھی نے) سجدہ کیا۔ سوائے ایک شخص کے اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ حدیث زید بن ثابت میں ہے کہ آپؐ کے سامنے والنجم پڑھی گئی۔ اور آپ نے سجدہ نہ کیا۔ اس سے بعض سجدۂ تلاوت کو سنت قرار دیتے ہیں جب کہ جمہور کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

سورۃ القمر مکیۃ

اس سورہ میں تین رکوع پچپن آیات اور تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تیس حرف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ القمر پ ۲۷

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاۤءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

وَلَقَدْ جَاۤءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَاۤءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ

اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ

انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ

تو تم ان سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا۔

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ

نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹڈی ہیں پھیلی ہوئی۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ

بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ۝

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝

تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝

تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے۔

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

اور زمین چشمے کرکے بہا دی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝

اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی کشتی پر۔

تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝

کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝

تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝

عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِیْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝

بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝

لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔ اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ القمر پ ۲۷

اِقْتَرَبَتِ۔ قریب آئی
اَلسَّاعَةُ۔ قیامت
وَ۔ اور
اِنْشَقَّ۔ پھٹ گیا

اَلْقَمَرُ۔ چاند
وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر
يَرَوْا۔ دیکھیں

اٰيَةً۔ کوئی نشانی
يُعْرِضُوا۔ تو منہ پھیریں
وَ۔ اور
يَقُوْلُوْا۔ کہیں

سِحْرٌ۔ جادو ہے
مُّسْتَمِرٌّ۔ چلا آتا
وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک

جَآءَ۔ آئیں
هُمْ۔ ان کے پاس
مِنَ الْاَنْۢبَآءِ۔ خبریں
مَا۔ جو

فِيْهِ۔ ان میں
مُزْدَجَرٌ۔ تنبیہ تھی
حِكْمَةٌ۔ حکمت تھی
بَالِغَةٌ۔ انتہا درجہ کی

فَمَا۔ پھر نہیں
تُغْنِ۔ کام
النُّذُرُ۔ ڈرانے والے
فَتَوَلَّ۔ تو منہ پھیر

عَنْهُمْ۔ ان سے
يَوْمَ يَدْعُ۔ جس دن
يَدْعُ۔ پکاریگا
الدَّاعِ۔ پکارنے والا

اِلٰی۔ طرف
شَيْءٍ۔ چیز
نُّكُرٍ۔ ناپہچان کی
خُشَّعًا۔ جھکی ہوگی

اَبْصَارُ۔ آنکھیں
هُمْ۔ ان کی
يَخْرُجُوْنَ۔ نکلیں گے
مِنَ الْاَجْدَاثِ۔ قبروں سے

كَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ
جَرَادٌ۔ ٹڈی ہیں
مُّنْتَشِرٌ۔ پھیلی ہوئی
مُّهْطِعِيْنَ۔ دوڑتے ہونگے

اِلَی۔ طرف
الدَّاعِ۔ پکارنے والے کی
يَقُوْلُ۔ کہیں گے
الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر

هٰذَا۔ یہ
يَوْمٌ۔ دن
عَسِرٌ۔ مشکل ہے
كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا

قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے
قَوْمُ۔ قوم
نُوْحٍ۔ نوح نے
فَكَذَّبُوْا۔ تو جھٹلایا انہوں نے

عَبْدَنَا۔ بندے
نَا۔ ہمارے کو
وَ۔ اور
قَالُوْا۔ کہا

مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ ہے
وَ۔ اور
ازْدُجِرَ۔ جھڑک دیا گیا
فَدَعَا۔ تو پکارا اس نے

رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو
اَنِّيْ۔ بیشک ہیں
مَغْلُوْبٌ۔ مغلوب ہوں
فَانْتَصِرْ۔ سو تو بدلہ لے

فَفَتَحْنَا۔ تو ہم نے کھول دیے
اَبْوَابَ۔ دروازے
السَّمَآءِ۔ آسمان کے
بِمَآءٍ۔ ساتھ پانی

مُّنْهَمِرٍ۔ گرنے والے کے
وَ۔ اور
فَجَّرْنَا۔ پھاڑا ہم نے
الْاَرْضَ۔ زمین کو

عُیُوْنًا۔ چشموں ہیں	فَالْتَقَی۔ تو مل گیا	الْمَآءُ۔ پانی	عَلیٰ۔ اوپر
اَمْرٍ۔ مقدار کے	قَدْ۔ کہ جو	قُدِرَ۔ مقدر تھی	وَ۔ اور
حَمَلْنٰهُ۔ اٹھایا ہم نے اسکو	عَلیٰ۔ اوپر	ذَاتِ اَلْوَاحٍ۔ تختوں والی (کشتی)	
وَ۔ اور	دُسُرٍ۔ میخوں والی کے	تَجْرِیْ۔ چلتی تھی	بِاَعْیُنِنَا۔ ہماری نگرانی میں
جَزَآءً۔ بدلہ تھا	لِّمَنْ۔ اس کا	كَانَ۔ کہ جس کا	كُفِرَ۔ انکار کیا گیا
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	تَّرَكْنٰهَا۔ چھوڑا ہم نے اسکو	اٰیَةً۔ نشانی
فَهَلْ۔ تو کیا	مِنْ۔ ہے کوئی	مُّدَّكِرٍ۔ نصیحت لینے والا	فَكَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
كَانَ۔ ہوا	عَذَابِیْ۔ میرا عذاب	وَ۔ اور	نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	یَسَّرْ۔ آسان کیا	نَا۔ ہم نے
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن	لِلذِّكْرِ۔ نصیحت کے لیے	فَهَلْ۔ تو کیا	مِنْ۔ ہے کوئی
مُّدَّكِرٍ۔ نصیحت لینے والا	كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا	عَادٌ۔ عاد نے	فَكَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
كَانَ۔ ہوا	عَذَابِیْ۔ میرا عذاب	وَ۔ اور	نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
اِنَّا۔ بیشک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجی ہم نے	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	رِیْحًا۔ ہوا
صَرْصَرًا۔ تیز آندھی	فِیْ۔ بیچ	یَوْمِ۔ دن	نَحْسٍ۔ منحوس
مُّسْتَمِرٍّ۔ ہمیشہ کے لیے	تَنْزِعُ۔ اکھاڑتی تھی	النَّاسَ۔ لوگوں کو	كَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ
اَعْجَازُ۔ تنے ہیں	نَخْلٍ۔ کھجوروں	مُّنْقَعِرٍ۔ اکھڑی ہوئی کے	فَكَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
كَانَ۔ ہوا	عَذَابِیْ۔ میرا عذاب	وَ۔ اور	نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	یَسَّرْ۔ آسان کیا	نَا۔ ہم نے
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو	لِلذِّكْرِ۔ یاد کرنے کے لیے	فَهَلْ۔ تو کیا ہے	مِنْ۔ کوئی
مُّدَّكِرٍ۔ یاد کرنے والا۔			

مختصر تفسیر سورۃ قمر پ۲۷

سورۃ القمر مکی ہے، اور اس سورہ مبارکہ کا نام اقتربت بھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں یہ سورہ مبارکہ "اَلْمُبْیَضَّۃ" کے نام سے پکاری جاتی تھی یہ اپنے پڑھنے والے کے چہرے کو روشن کر دے گی جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔ لیکن کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ اور کہا گیا اس میں سے ہے جو یوم بدر نازل ہوا۔ اور مقاتل نے کہا مکی ہے سوائے تین آیات اَمْ یَقُوْلُوْنَ سے دائمٌ تک اور بعض سوائے آیت سیھزم الجمع کے اقتصار کیا ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تردید کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت سیھزم الجمع کو بدر سے بہت پہلے مکہ میں اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی جماعت شکست سے دوچار ہوگی پس جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت ہوگئی تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریش کے مقتولوں کے درمیان تلوار اٹھائے دیکھا۔ اور آپ فرماتے تھے۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر، درمنثور میں بخاری سے بحوالہ عائشہ رضی اللہ عنہا درج ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں نازل ہوئی جب کہ میں کھیلنے والی گڑیا تھی، اس سورۃ مبارکہ میں تین رکوع اور پچپن آیات ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کی گذشتہ سورۂ مبارکہ النجم سے مناسبت اس طرح ہے کہ النجم کے آخر میں کہا گیا۔ ثم ازفت الازفۃ اور اس سورۃ کی ابتدا اقتربت الساعتہ سے ہوئی۔ اور نجم وقمر کے ناموں میں بھی ایک حسن تناسق وتناسب ہے، سورۂ نجم میں عاد وثمود اور قوم نوح کی ہلاکت کا اجمالی تذکرہ ہوا اس سورۂ مبارکہ میں تفصیل ہے۔ بغوی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ اہل مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ کہ کوہ حرا ان ٹکڑوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر کفار نے کہا چاند پر جادو کر دیا گیا۔ اس پر آیت اقتربت الساعۃ کا نزول ہوا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القمر پ۲۷

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ	پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند
وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا	اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے،
سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝	اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

(اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ) پاس آئی قیامت، ای قربت جدًّا یعنی بہت ہی نزدیک آگئی۔
(وَانْشَقَّ الْقَمَرُ) اور پھٹ گیا چاند انفصل بعضہ عن بعض وصار فرقتین و
ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الھجرۃ۔
یعنی چاند کا بعض حصّہ اس کے بعض سے الگ ہو گیا۔ اور دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور ایسا ہجرت سے
پہلے زمانہ رسالت میں واقعہ ہوا۔ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ کی درخواست کی تو آپ نے چاند شق کر کے دکھایا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے
کوہ حرا کو ان ٹکڑوں کے درمیان دیکھا صحیحین اور اُس کے علاوہ کتب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
حضور علیہ السلام کے زمانے میں چاند پھٹ گیا اور دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا اُس کے پرے
ہوا تو آپ نے فرمایا گواہ رہو، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ عہد نبوی میں چاند پھٹ گیا تو قریش
نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ انتظار کرو جب تک کہ مسافر یا آنے والے قافلے نہ
آجائیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر جادو کی طاقت نہیں رکھتے (نظر بندی کی طاقت نہیں رکھتے) پس
جب قافلے پہنچے تو انہوں نے اُس کی خبر دی کہ ہم نے اسے دیکھا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ شق القمر کا واقعہ
لیلۃ القدر یا چودھویں رات کو پیش آیا۔ یہ معجزہ احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور اس درجہ شہرت کو
پہنچا ہوا ہے کہ اس کا انکار بے دینی اور بے عقلی ہے۔

(وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَۃً يُّعْرِضُوْا) اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے۔
فانہ یقتضی ان الانشقاق ایۃ راؤھا واعرضوا عنھا
تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ چاند کا پھٹ جانا نشانی ہے۔ جسے کفار نے دیکھا اور اُس سے منہ پھیر لیا۔
یعنی کفار کا وطیرہ یہ ہے کہ اگر نشانی یا کوئی معجزہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صدق و نبوت پر دلالت کرنے
والا ہے۔ تو یہ اُس میں غور کرتے اور ماننے سے پھر جاتے ہیں، اور تصدیق کرنے سے کتراتے ہیں۔ اور
حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے۔

(وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ) اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔
ای ھذا ادھوای ما نراہ سحر یعنی یہ اور وہ جو ہم نے دیکھا ہے جادو ہے۔
یعنی بے حقیقت جادو ہے جو جاتا رہے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں جو صداقت، نبوت اور عظمت نبوت پر دلالت
کرتی ہے۔ تو تصدیق کرنے کی بجائے روگردانی کرتے ہیں۔ اور اعتراف حق سے کنی کتراتے ہیں، بلکہ اُس کے

برعکس کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو وقت کے ساتھ جاتا رہے گا۔ حالانکہ وہ حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں کہ یہ احقاق حق ہے۔ جادو یا نظر بندی نہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ قافلے والوں سے شق القمر کی رویت و تصدیق نہ مانگتے۔ ان کا یہ میلان ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کہ حضور کی تصدیق سے ان کی سرداری لوگوں میں مسلم ہو جائے گی اور ہماری قدر و منزلت جاتی رہے گی۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ — اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

(وَكَذَّبُوا) اور انہوں نے جھٹلایا۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم وبما أظهره الله تعالیٰ علی یدہ من الآیات۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا اور جو نشانیاں آپ کے ہاتھ سے اللہ نے ظاہر کیں۔ اس کا انکار کیا

واتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے۔ ألتي زينها الشيطان لهم یعنی جو کچھ شیطان نے ان کے لیے سہانا دکھایا۔ اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کفار نے جو یہ کہا کہ چاند پر جادو کر دیا گیا۔ یا ہماری نظر بندی کر دی گئی یہ ہی وہ بات تھی جس کے پیچھے وہ ہو لیے۔

(وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ) اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

استقرار سے مراد انتہا پر پہنچ کر ٹھہرنا ہے مطلب یہ ہے کہ جس امر کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ بالضرور ہو کر رہے گا۔ ایک قول ہے کہ دنیا میں کامرانی یا نامرادی اور آخرت میں نیک بختی یا بدبختی اپنی انتہا پر ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ اور اس کے غلبہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور وہ مقررہ وقت پر ہو کر رہے گا۔ کفار جو چاہیں کہتے رہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار نے ان معجزات کو جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست سے ظاہر ہوئے۔ محض عناد و بغض کی وجہ سے نہ مانا۔ شق القمر کے معجزہ قاہرہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوصف اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے لگے رہے اور حق کو قبول نہ کیا۔ بلکہ الٹا یہ کہتے رہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے ان کا تصدیق نہ کرنا محض اس خدشہ کی وجہ سے تھا کہ اگر انہوں نے تصدیق آیات کی تو حضور کا دین غالب آجائے گا۔ اور ان (کفار) کی قدر و منزلت دعویٰ وقار مٹ جائے گا۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ اللہ کے نزدیک ہر امر طے پا چکا ہے۔ اور دین حق کا غلبہ اپنے وقت پر ہو کر رہے گا کفار جو چاہیں کہتے رہیں جسطرح چاہیں مذامت کرتے رہیں۔ اسلام کا غلبہ طے شدہ امر ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّنَ الْأَنبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ — اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں۔ جن میں کافی عبرت تھی۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور بے شک ان کے پاس آئیں فی القرآن یعنی قرآن کے پاس قرآن حکیم میں گذری ہوئی قوموں کی باتیں اور ان کے تذکرے آ چکے۔

(مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ) خبروں میں سے ای اخبار القرون الخالیۃ او اخبار الآخرۃ۔
یعنی گذری ہوئی قوموں کی خبریں۔ یا آخرت کی اطلاعات

(مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ) جن میں کافی عبرت تھی۔ لقد جاءھم کائنا من الانباء ما فیہ ازدجار لھم۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس ہونے والے یا ہو چکنے والے واقعات کی خبریں آ چکیں جو انہیں مخالفت حق سے روکنے کے لیے کافی ہیں۔ انباء سے مراد عذاب، و وعید کی اطلاعات ہیں۔ مزدجر مصدر ہے۔ اور اس کے معنی منع کرنے روکنے یا انتباہ کرنے کے ہیں۔

(حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ) انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت
یعنی غایت درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت کی باتیں جن میں کوئی خلل (خرابی) نہیں۔

(فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ) پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

ما سوالیہ انکاریہ ہے، نُذُر نذیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی ڈرانے والے یا ڈرانے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے آنے یا ان کے ڈرانے کا کیا فائدہ ہوا۔ یعنی انہوں نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کے پاس گذشتہ قوموں کے قصے آ چکے اور ان کی خبریں قرآن میں بیان ہو چکیں اگر کفار ان واقعات سے نصیحت پکڑنا چاہتے تو عذاب و وعید کی یہ خبریں انہیں مخالفت حق سے روکنے کے لیے کافی تھیں، یہ انتہائی دانائی کی بات تھی۔ جس میں کسی طرح کا خلل نہ تھا۔ مگر رسولوں کے ڈرانے کا ان لوگوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی رسولوں کو غنیمت سمجھا۔ اور اپنی روش کا فرانہ پر بگٹٹ دوڑتے رہے اور مخالفت حق پر جمے رہے۔ حالانکہ اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت و عبرت تھی۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ تو تم ان سے منہ پھیر لو۔ جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ تو آپ اُن سے منہ پھیر لیں، فا سببیہ ہے اور التولی مسبّب ہے یا اس کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اور سبب عدم الاغتنام ہے یعنی کفار کا فائدہ حاصل نہ کرنا وجہ ہے۔ اور تولی سے مراد قتال سے ابھی رکنا ہے۔ اور یہ حکم قتال کے حکم سے پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ آیت قتال سے اس آیت (فتول عنهم) کا حکم منسوخ ہے۔

(يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ جس دن بلانے والا بلائے گا یوم سے مراد روز قیامت ہے، پکارنے والا سے مراد عظیم فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر بلائیں گے۔

(إِلَى شَيْءٍ نُّكُرٍ ایک سخت ناگوار چیز کی طرف ای فظیع تنکرہ النفوس لعدم العهد بمثله وهو هو الا القيامة۔

اتنی ناگوار شے کہ لوگوں کو اس کی نظیر معلوم نہ ہو اور وہ قیامت کی مصیبت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے رسولِ معظمؐ ان کفار سے رُخِ انور پھیر لیجیے۔ کیونکہ یہ لوگ نصیحت سے یا ڈرانے سے فائدہ اُٹھانے والے نہیں۔ اور انہیں ان کی سرکشی و طغیانی پر جمے رہنے دیجیئے اور ان سے قتال نہ کیجیے کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا، آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کا غلبہ اس حال کو نہیں پہنچا تھا کہ کفار سے قتال کی اجازت ملتی تاہم بعد میں آیت قتال سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ روز قیامت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر پکاریں گے تو ان کفار کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ اور جب ان کو حشر کے لیے بلایا جائے گا تو یہ انتہائی ناگوار اور عدیم النظیر امر ہو گا۔ اور یہ ہول قیامت کی تاب نہ لا سکیں گے جس کے یہ منکر تھے۔ اس دن اللہ کے رسولوں کی نصیحت اور ڈرانے کی قدر معلوم ہو جائیگی۔ مگر اب اس کا کیا فائدہ کہ وقت جا تا رہا۔

خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ	نیچی آنکھیں کیئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے۔ گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔ بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے۔ کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

(خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ نیچی آنکھیں کیئے ہوئے، یہ کفار کا حال ہو گا کہ خوف و ذلت کی وجہ سے ان کی نظریں نیچے ہوں گی جس طرح کہ مجرموں کی نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔

(يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ) قبروں سے نکلیں گے، یہ نفخۂ ثانیہ ہے جو مردوں کے اُٹھانے کے لیئے ہو گا۔ اور اس کے ساتھ ہی زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے۔

(كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ) گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔ یہ بھی کیفیت ہے اور ٹڈیوں کے ساتھ تشبیہ سے مراد کثرت ہے اور لہروں کی طرح باہم الجھے ہوئے ہوں گے اوسان کی قطاروں میں انتشار ہوگا ہر طرف خوف کی وجہ سے حیران ہوں گے کہ کدھر جائیں اور نہیں معلوم کہاں جائیں۔ یہی حال ٹڈیوں اور پتنگوں کا ہوتا ہے جب وہ منتشر ہوں۔

مھطعین الی الداع بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے۔ مسرعین الیہ یعنی پکارنے والے کی طرف جلدی سے دوڑتے ہوئے۔ پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ عکرمہ نے کہا آواز پر کان جمائے ہوئے لپکیں گے۔ ابن عباس نے کہا بلانے والے کی طرف دیکھتے ہوں گے اور ان کی نظریں اس سے نہ ہٹ سکیں گے۔

(یقول الکفرون ھٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ) کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے، وہ سخت مصیبت اور خوف اور دشواریوں کا جب مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے یہ دن بہت سخت ہے۔ شدائد قیامت کفار کے لیے طویل اور اشد ترین ہوں گے جب کہ اہل ایمان کے لیے ایسا نہ ہوگا۔ اور مومن کے لیے یہ دن آسان ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مارے خوف و رسوائی کے نظریں نیچی کیے قبروں سے نکلیں گے۔ اوسان کی کیفیت یہ ہوگی کہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح مارے مارے پھریں گے۔ حیرانی، خوف، ذلت و رسوائی کے مارے بھٹکتے پھریں گے۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ کدھر جائیں اور کیا کریں۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز پر کان لگائے یا ان کی طرف نظریں جمائے بسرعت تمام ان کی طرف چلیں گے اور جب قیامت و حساب کی ہولناکیاں شدائد دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے یہ دن بہت دشوار ہے، ان کی دشواری بڑھتی رہے گی اور ہر آنے والی گھڑی شدید سے شدید تر ہوتی جائے گی۔ جب کہ مومنوں کے لیے یہ دن انتہائی آسان ہوگا۔ یہ دن کفار کے لیے پچاس ہزار برس کا ہوگا اور مومن کے لیے ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ○	ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔ تو ہمارے بندہ کو جھوٹا بتایا۔ اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا۔

(كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ) ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا ای فعلت التکذیب قبل تکذیب قومک قوم نوح یعنی آپ کی قوم کے جھٹلانے سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کو جھٹلایا۔ قَبْلَهُمْ میں ضمیر قریش کی طرف راجع ہے۔ یعنی قریش سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کی تکذیب کی۔

(فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا) تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا۔ عَبْدَنَا سے مراد نوح علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے آپ کو عَبْدًا شَكُورًا بھی فرمایا ہے ان کی قوم نے نسلاً در نسل آپ کو جھوٹا بتایا۔ اور تکذیب کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہلاک کیئے گئے

(وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ) اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے دھمکایا۔

مجاہد نے کہا کہ ان سب مکذبین کا متفقہ قول یہی تھا کہ آپ (نوح علیہ السلام) مجنون ہیں اور جنون نے اس کے حواس کو بگاڑ دیا ہے، اگر قالوا پر عطف مانا جائے تو معنی یہ ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو مجنون کہا اور دھمکیاں دیں جیسا کہ دوسری جگہ قرآن حکیم میں ہے۔ لئن لم تنته لتكونن من المرجومين کہ اگر آپ امر تبلیغ وہدائیت سے باز نہ آئے تو سنگساروں میں سے ہوں گے یعنی ہم قتل کر دیں گے یا پتھر اڈ کر کے مار ڈالیں گے۔

فَدَعَا رَبَّهُ اِنِّي مَغْلُوبٌ — تو اس نے اپنے رب سے دعا کی میں

فَانْتَصِرْ ○ — مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

(فَدَعَا رَبَّهُ) تو اس نے اپنے رب سے دعا کی، جب آپ پر روشن ہوگیا کہ آئندہ اس قوم سے کوئی ایمان نہ لائے گا۔ اور ان کی نسلوں سے بھی کفار فجار پیدا ہوں گے تو اپنے پروردگار سے گذارش کی کہ سطح ارضی سے ان کفار کو مٹا دے۔

اِنِّي مَغْلُوبٌ میں مغلوب ہوں من جهة قومي مالى قدرة على الانتقام منهم،

یعنی میری قوم مجھ پر غالب آگئی ہے۔ اور مجھ میں ان سے انتقام لینے کی قدرت نہیں ہے۔

فَانْتَصِرْ تو میرا بدلہ لے فَانْتَقِمْ لِيْ مِنْهُمْ تو ان سے میرا انتقام لے، وَقِيلَ فانتصر لِرَسُوْلِكَ اِذْ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ اور کہا گیا اے اللہ تو خود ان سے بدلہ لے۔ جب کہ انہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ دعا ان کے ایمان نہ لانے سے مایوس ہو کر رہ گئی۔

فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ — تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے

مُّنْهَمِرٍ ○ — زور کے بہتے پانی سے۔

ابن حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس روز سے پہلے کبھی آسمان سے مینہ نہ برسا اور نہ ہی اس دن کے بعد سوائے بادل کے، اور آسمان کے دروازوں سے پانی کا کھولنا اس دن بادل کے علاوہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بارش ہوئی جو چالیس روز تک جاری رہی۔ منہمر زور سے برسنے والا، یعنی بڑے زور کی بارش ہوئی جو کسی وقت بھی نہ رکی۔

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا — اور زمین چشمے کر کے بہادی۔
فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ — تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اور زمین چشمے کر کے بہادی، وجعلنا الارض کلھا کانھا عیون متفجرۃ۔

اور ہم نے ساری زمین کو بنا دیا گویا کہ وہ بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ زمین کے سارے چشمے بہا دیئے۔ روایت ہے کہ چالیس روز تک ایسا ہوتا رہا۔

فَالْتَقَى الْمَآءُ تو دونوں پانی مل گئے ای ماء السماء وماء الارض یعنی آسمان اور زمین کا پانی باہم مل گیا۔

اور دونوں پانیوں میں سے ہر ایک کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ ان کا ملنا بطریق مجاورت نہ تھا بلکہ بطریق اختلاط و اتحاد تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ زمین کا پانی اس قدر قوت و زور سے نکلا اور بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ آسمان کے پانی سے مل گیا اور ایسا بطور مبالغہ کے بیان کیا گیا ہے۔

(عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ) اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ ای کائنا علی حال قد قدرھا اللہ تعالیٰ فی الازل

یعنی اللہ نے ازل سے جو مقدر فرمایا تھا۔ اس کے مطابق ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا اَنَّ مَا نَزَلَ عَلٰی قَدْرِ مَا خَرَجَ۔

جتنا برسا اسی قدر زمین سے نکلا یعنی آسمان اور زمین کے پانی کی مقدار یکساں ہو گئی، واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار (قوم نوح) کی ہلاکت کے لیے جس مقدار کی ضرورت تھی۔ اس قدر پانی مل گیا۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ — اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر۔
تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ — کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ
تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ — میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

(وَحَمَلْنٰهُ) اور ہم نے اسے سوار کیا ای نوحا علیہ السلام یعنی نوح علیہ السلام کو

(عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ) تختوں والی پر اخشاب عریضہ چوڑے پھٹے، یعنی ایسی کشتی پر جو چوڑے پھٹوں سے بنائی گئی تھی۔

(وَدُسُرٍ) اور کیلوں والی پر ای مسامیر یعنی وہ کشتی کیلوں سے ٹھونکی گئی یا جوڑی گئی تھی۔

ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، کہ دُسُر۔ دِسار کی جمع ہے۔ جس طرح کتاب کی جمع کتب ہے۔ اور کہا گیا سقف کی جمع سُقُف ہے۔

واصل الدسر الدفع الشدید بقھر اور دُسُر کا مطلب ہے، سختی کو شدت سے ہٹانا۔ اور کہا گیا ہے۔ حبال من لیف تشد بھا السفن بٹے ہوئے رسّے۔ جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ اور لیث نے کہا خیوط تشد بھا الواحھا لوہے کی کیلیں جس سے کشتی کے پھٹے (تختے) مضبوط جوڑے گئے۔ مجاہد نے کہا کہ دُسُر سے مراد کشتی کے عوارض تھے۔ یعنی وہ پھٹے جو کشتی کے درمیانی حصے میں موجوں کو روکنے کے لیے جوڑے گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کشتی کے اضلاع تھے۔ حسن نے کہا کہ وہ کشتی مقادیم تھے۔ یعنی اُس کے اگلے حصے اور سینے کو موجوں سے بچاؤ کے لیے لگائے گئے تھے۔

(تجری باعیننا) ہماری نگاہ کے روبرو بہتی ای تجری فی ذلک الماء بحفظنا وکلائتنا یعنی وہ کشتی اس پانی میں ہماری حفاظت و نگاہ میں چلتی تھی۔ اور ایک قول ہے کہ ہمارے اولیاء کو لیے چلتی تھی۔ اور اولیاء (دوستوں) سے مراد نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی تھے، جیسا کہ اہل عرب بولتے ہیں سمات عین من عیون الله تعالیٰ اللہ کے دوستوں میں سے ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ کشتی فرشتوں کی نگرانی میں چلتی تھی۔ جنھیں اللہ نے اپنا دوست فرمایا اور اپنی طرف ان کی خدمت و نسبت کی۔

(جزآء لمن کان کفر) اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

ای فعلنا ذلک جزاء لنوح علیہ السلام فانہ کان نعمۃ انعمھا الله تعالیٰ علی قومہ فکفروھا وکذا کل نبی نعمۃ من الله تعالیٰ علی امتہ۔

یعنی ہم نے ایسا نوح علیہ السلام کے بدلے میں کیا بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تھے۔ جو اللہ نے ان کی قوم پر انعام فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے انہیں جھٹلایا اور یونہی ہر نبی اپنی امت پر اللہ کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ عذاب درحقیقت اس سلوک کا بدلہ تھا۔ جو قوم نوح نے اپنے پیغمبر سے کیا اور نوح علیہ السلام جو ان کی عظیم نعمت تھے۔ اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری، ناشکری اور کفر و بغاوت کی سزا تھی۔ جو ان کو دی گئی۔

(ولقد ترکنھا آیۃ فھل من مدکر) اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

فکیف کان عذابی ونذر تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں

(ولقد ترکنھا آیۃ) اور ہم نے اسے چھوڑا نشانی اور ابقیناھا اسیہ ... [illegible]

کو باقی رکھا۔

(آیۃ) بناءً علی ماروی عن قتادۃ والنقاش انہ بقی خشبھا علی الجودی حتی رآہ بعض اوائل ھذہ الامۃ او ابقینا خبرھا

نشانی جیسا کہ قتادہ و نقاش سے مروی ہے کہ بلاشبہ اس کشتی کے تختے جودی پہاڑ پر باقی ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت کے شروع میں بعض لوگوں نے اسے دیکھا، یا اُس کی اطلاع باقی رہی۔

تَرَکْنَا سے مراد جَعَلْنَا ہے (ہم نے بنایا) اور جائز ہے کہ ضمیر فعل کے لیے بھی ہوں اور وہ نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا طوفان سے نجات پانا ہے۔ اور کافروں کا غرق و ہلاک ہونا ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ تو ہے کوئی توجہ کرنے والا، قتادہ نے مُدَّكِرْ کو مُذَّكِرْ تذکیر سے کاف کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے کہ، ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا، یا دھیان کرنے والا۔ اور استفہام ترغیب کے لیے ہے۔

(فکیف کان عذابی ونذر) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں استفہام تعظیم وتعجیب ای کانا علی کیفیۃ ھائلۃ لا یحیط بھا الوصف،

استفہام عظمت عذاب اور اُس کی غرابت کے بیان کے لیے ہے۔ یعنی ایسی صورت عذاب واقع ہُوا جس کے بیان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ، اور بلاشبہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا
فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ٥ تو ہے کوئی یاد کرنے والا

(وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ) اور بے شک ہم نے قرآن کو آسان فرمادیا۔ ای وباللہ ولقد سھلنا القرآن لقومك بان انزلناہ علی لغتھم وشحناہ بانواع المواعظ والعبر وصرفنا فیہ من الوعید والوعد۔

یعنی سچا ہم نے قرآن حکیم کو آپ کی قوم کے لیے سھل (دشوار کی ضد) بنادیا اس لیے کہ ہم نے اُسے انکی لغت پر نازل کیا۔ اور اسے قسم قسم کے مواعظ اور عبرت کے واقعات سے بھر دیا اور اس میں وعدے اور دھمکیاں بیان کیں۔

(لِلذِّكْرِ) یاد کرنے کے لیے ای للتذکر والاتعاظ یعنی تعلیم وتعلم، حفظ اور وعظ و نصیحت کے لیے۔

(فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ) تو ہے کوئی یاد کرنے والا، مجاہد کا قول ہے يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ ھونا قراءتہ

ہم نے قرآن کو تلاوت کیلئے آسان بنا دیا ہے، اس میں استفہام ترغیبی ہے اور مستفاد یہ ہے۔ قرآن حفظ کرنے والے کی اللہ مدد فرماتا ہے۔ اور قرآن کے سوا کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو سہولت سے یاد ہو جائے، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے تخریج کی ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو انسان کی زبان پہ آسان نہ بنا دیتا تو مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ کے کلام کے ساتھ بولنے کی قدرت و طاقت نہ ہوتی۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ٥ — عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

(كَذَّبَتْ عَادٌ) عاد نے جھٹلایا، حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث کئے گئے۔ عاد نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور انہیں جھٹلایا۔

(فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ٥) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانا: عاد کا تذکرہ نصیحت کے لیے ہے۔ اور سننے والوں کے دلوں کو متوجہ کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں سنا یا یہ کہ سن لو کہ میرا ڈرانا اور عذاب ان کے لیئے کیسا تھا۔ یا ان کی ہلاکت بعد میں آنیوالوں کو کیسی معلوم ہوئی۔ فراء نے کہا نذر اور انذار ہم معنی مصدر ہیں اور یہاں مراد ڈرانے والی باتیں ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ٥ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ٥ — بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔ لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں۔

(إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا) بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سخت سرد ہوا تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کی آواز شدید تھی (فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ) ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی شُؤْمٌ عَلَيْهِمْ یعنی ان کے لیے منحوس،

(مُسْتَمِرٍّ) ہمیشہ کے لیے رہی، ان کے لیے اس کی نحوست یوں ہمیشہ کے لیے رہی کہ ہلاکت کے بعد برزخ میں عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز جہنم میں داخل ہوں گے۔ اور یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے۔ اور مشہور ہے کہ وہ بدھ کا دن اور مہینے کی آخری تاریخ تھی، مستمر کا معنی شدید المرارة سخت کڑوا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے "مستمر" دن کی صفت ہے۔ یعنی ایسا دن جو قائم رہا۔ یہاں تک انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان میں سے چھوٹے بڑے کسی کو نہ چھوڑا، خطیب بغدادی نے ابن عباس

سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مہینے کا آخری بدھ دائمی منحوس ہے۔ اور اسی کو اکثر لوگوں نے لے لیا۔ اور لے منحوس سمجھنے لگے اور اپنی مصلحتوں کے پیش نظر بدھ چھوڑ دی، ابو حاتم نے کہا اس حدیث میں راوی مسلم بن صلت متروک ہے اور ابن جوزی نے اس روایت کو وضعی قرار دیا ہے بیہقی نے شعب میں نقل کیا ہے کہ بدھ کے روز زوال کے بعد دعا قبول کی جاتی ہے۔ برھان الاسلام نے تعلیم المتعلم میں صاحب ہدایہ سے بیان کیا ہے کہ کسی کام کی ابتدا جب بدھ کے روز کی گئی تو وہ پورا ہوا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے نور کو پیدا فرمایا۔
یہی وجہ ہے کہ مشائخ درس و تدریس کی ابتدا کے لیے اسی روز کی نشست پر متفق و مستعد ہیں فردوس عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے اگر میری امت کے لیے ناگوار نہ ہوتا تو میں حکم فرماتا کہ وہ بدھ کے روز سفر نہ کریں، ابن ماجہ نے ابن عمر سے مرفوعاً اور حاکم نے تخریج کی ہے۔ کہ کوڑھ یا برص کی ابتدا نہیں ہوتی۔ مگر بدھ کے دن اور بعض آثار میں بدھ کو ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس سے برص کے مرض کا خطرہ ہے۔ اور بعض نے بدھ کے روز مریض کی عیادت کو ناپسند فرمایا ہے۔

بدھ کے بارے میں اقوال دونوں طرف ہیں۔ لیکن واضح مفہوم یہی ہے کہ یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے اور مستمر اس کی صفت ہے۔ اور اس کا مطلب بس یہی ہے کہ اس دن کا قیام اس وقت تک رہا جب وہ لوگ ہلاک نہ ہو گئے یا یہ اس دن کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی کہ ظہور عذاب سے لے کر دخول جہنم تک معذب رہیں گے اور دخولِ جہنم کے بعد تو دائمی عذاب ہے نہ اس میں کوئی مہلت نہ تخفیف بلکہ شدت بالائے شدت، اعاذنا اللہ منہا۔

(تَنْزِعُ النَّاسَ) لوگوں کو یوں دے مارتی تھی۔

یہ آندھی کی صفت ہے اور نَزْعٌ کے معنی قَلْعٌ کے ہیں۔ یعنی اکھاڑنے، پچھاڑنے اور ٹپکنے کے آلوسی کہتے ہیں۔ روی انهم دخلوا الشعاب والحفر وتمسك بعضهم ببعض فقلعتهم الريح منها موتی کہ قوم عاد کے لوگ گھاٹیوں اور غاروں میں گھس گئے۔ اور ان میں سے بعض بعض کے ساتھ لپٹ گئے تو آندھی نے انہیں اکھاڑ دیا۔ اور پچھاڑ کر ہلاک کر ڈالا۔

(كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ) گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجور کے ڈنڈ ہیں۔

نخل کے معنی کھجور کے درخت کے ہیں۔ اور ان سے تشبیہ دی گئی ہے اعجاز کے معنی ہیں کٹے ہوئے تنے منقعر کے معنی ہیں اکھڑے ہوئے آندھی اس قدر شدید اور ہولناک تھی کہ کفار کے جسم بے دھڑ کے لاشوں کی طرح بکھرے پڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کھجور کے درخت جن کی شاخیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں۔ اور ان کے تنے (ڈنڈ) جڑوں سے اکھڑے بکھرے منتشر پڑے ہیں۔ قوم عاد جس طرح کی سرکش تھی عذاب بھی اسی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قمر پ۲۷

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝

تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝

کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝

بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترانے والا۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝

ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝

اور انہیں خبر دیدے کہ پانی ان میں حصوں میں ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝

تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لیکر اس کی کونچیں کاٹ دیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝

پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝

بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ۝

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝

بیشک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے ان کو رات کے پچھلے پہر بچا لیا۔

نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ — اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ — اور بے شک اس نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ — اور بیشک انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ — اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا

فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ — تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ قمر پ۲۷

كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا
ثَمُوْدُ۔ ثمود نے
بِالنُّذُرِ رسولوں کو
فَقَالُوْا۔ تو بولے
اَ۔ کیا
بَشَرًا۔ ایک آدمی کی
مِّنَّا جو ہم میں سے ہے
وَاحِدًا۔ ایک
نَتَّبِعُهٗ۔ ہم اسکی پیروی کریں
اِنَّاۤ۔ بیشک ہم
اِذًا۔ اسوقت
لَّفِیْ۔ یقیناً بیچ
ضَلٰلٍ۔ گمراہ
وَّ۔ اور
سُعُرٍ۔ دیوانے
ءَ۔ کیا
اُلْقِیَ۔ ڈالا گیا
الذِّكْرُ۔ ذکر
عَلَیْهِ۔ اس پر
مِنْۢ بَیْنِنَا۔ ہم میں سے
بَلْ۔ بلکہ
هُوَ۔ وہ
كَذَّابٌ جھوٹا ہے
اَشِرٌ۔ اترانے والا
سَیَعْلَمُوْنَ جلدی جانیں گے
غَدًا۔ کل
مَنِ۔ کون تھا
الْكَذَّابُ جھوٹا
الْاَشِرُ۔ اترانے والا
اِنَّا۔ ہم
مُرْسِلُوا بھیجنے والے ہیں
النَّاقَةِ۔ اونٹنی
فِتْنَةً۔ آزمائش
لَّهُمْ ان کے لیے
فَارْتَقِبْهُمْ۔ سو انتظار کر ان کا
وَ۔ اور
اصْطَبِرْ۔ صبر کر
وَ۔ اور
نَبِّئْهُمْ۔ خبر دے انکو
اَنَّ۔ بیشک
الْمَآءَ۔ پانی
قِسْمَةٌۢ۔ تقسیم کیا گیا ہے
بَیْنَهُمْ۔ انکے درمیان

کُلُّ - ہر　شِرْبٌ حصہ پر　مُّحْتَضَرٌ - باری والا حاضر ہو　فَنَادَوْا - تو انہوں نے آواز دی

صَاحِبَهُمْ - اپنے ساتھی کو　فَتَعَاطٰی - تو اس نے پکڑا　فَعَقَرَ - اور کونچیں کاٹ دیں　فَكَيْفَ - تو کیسا

كَانَ - ہوا　عَذَابِیْ - میرا عذاب　وَ - اور　نُذُرِ - میرا ڈرانا

إِنَّا - بیشک　أَرْسَلْنَا - ہم نے بھیجی　عَلَيْهِمْ - ان پر　صَيْحَةً - چنگھاڑ

وَّاحِدَةً - ایک　فَكَانُوْا - تو ہو گئے　كَهَشِيْمِ - جیسے چورا چورا گھاس

الْمُحْتَظِرِ - سوکھی ہوئی　وَ - اور　لَقَدْ - بیشک　يَسَّرْنَا - آسان کیا ہم نے

الْقُرْآنَ - قرآن کو　لِلذِّكْرِ - یاد کرنے کے لیے　فَهَلْ - تو کیا ہے　مِنْ مُّدَّكِرٍ - کوئی یاد کرنے

والا اس کو　كَذَّبَتْ - جھٹلایا　قَوْمُ - قوم　لُوْطٍ - لوط نے

بِالنُّذُرِ - رسولوں کو　إِنَّا - بیشک　أَرْسَلْنَا - ہم نے بھیجا　عَلَيْهِمْ - ان پر

حَاصِبًا - کنکروں کی بارش　إِلَّا - مگر　آلَ - گھر والے　لُوْطٍ - لوط کے

نَجَّيْنٰهُمْ - ہم نے نجات دی انکو　بِسَحَرٍ - سحری کے وقت　نِعْمَةً - نعمت تھی　مِنْ عِنْدِنَا - ہماری

طرف سے　كَذٰلِكَ - اسی طرح　نَجْزِیْ - بدلہ دیتے ہیں ہم　مَنْ - اسکو جو

شَكَرَ - شکر کرے　وَ - اور　لَقَدْ - بیشک　أَنْذَرَ - ڈرایا اس نے

هُمْ - ان کو　بَطْشَتَنَا - ہماری پکڑ سے　فَتَمَارَوْا - تو شک کیا　بِالنُّذُرِ - ڈر کے فرمان میں

وَ - اور　لَقَدْ - بیشک　رَاوَدُوْ - پھسلایا انہوں نے　هُ - اسکو

عَنْ ضَيْفِهٖ - اس کے مہمانوں سے　فَطَمَسْنَا - تو ہم نے مٹا دیں　أَعْيُنَهُمْ - انکی آنکھیں

فَذُوْقُوْا - تو چکھو　عَذَابِیْ - میرا عذاب　وَ - اور　نُذُرِ - ڈر کے فرمان

وَ - اور　لَقَدْ - بیشک　صَبَّحَهُمْ - صبح　بُكْرَةً - تڑکے انپر

عَذَابٌ - عذاب آیا　مُّسْتَقِرٌّ - ٹھہرنے والا　فَذُوْقُوْا - تو چکھو　عَذَابِیْ - میرا عذاب

وَ - اور　نُذُرِ - میرا ڈرانا　وَ - اور　لَقَدْ - بیشک

يَسَّرْ - آسان کیا　نَا - ہم نے　الْقُرْآنَ - قرآن　لِلذِّكْرِ - یاد کرنے کیلئے

فَهَلْ - تو کیا　مِنْ - ہے کوئی　مُّدَّكِرٍ - یاد کرنے والا

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ القمر پ ۲۷

اعتبار سے شدید و ہولناک اور گردن توڑ تھا۔ آندھی نے انہیں ہلاک و پراگندہ کر دیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

عذاب کی شدت و ہولناکی کے بیان کے لیے دوبارہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ ہے کہ یہ تو دنیا میں ہلاکت کی صورت تھی۔ اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ شدید ہوگا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔ تو

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی ہم نے قرآن حکیم کو تعلیم و تعلم، حفظ و قراءت، وعظ و نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

بالرسل علیہم الصلاۃ والسلام فإن تکذیب احدہم وھو صالح علیہ السلام ھنا تکذیب للکل لاتفاقہم علی اصول الشرائع۔

نُذُر یا تو مصدر ہے یا نذیر کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے المنذر یعنی ڈرانے والا یا ڈرسنانے والا۔ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور اگر ان میں سے ایک کو جھٹلایا تو مراد صالح علیہ السلام ہیں۔ جو ان کی طرف نبی مبعوث ہوئے۔ یہاں جھٹلانے سے مراد تمام انبیاء کی تکذیب ہے کیونکہ تمام رسل اصول شریعت میں یکساں ہیں۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری

إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ کریں، جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ، تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں

ای کائنا من جنسنا علی یعنی ایسے شخص کی جو ہماری جنس سے ہے۔ یہاں جار اور مجرور بشر (انسان) کی صفت میں آئے ہیں اور فعل کے ساتھ انتساب اس کی توضیح کرتا ہے۔ یعنی نتبعہ کہ ہم اس کی پیروی کریں۔ اتباع فعل منتصب ہے تو مفہوم یہ ہوگا أنتبع بشرا کیا ہم ایک آدمی کی پیروی کریں (واحدا) ای منفردا لاتبع لہ یعنی جو تنہا ہے اور کوئی اس کا تابع نہیں او واحدا من آحادھم لا من اشرافھم یا ان کے تنہا افراد میں سے ایک ہے اور ان کے امراء میں سے نہیں ہے۔ یعنی رئیس تونگر شخص نہیں نتبعہ ہم اس کی تابعداری کریں، یہ بمستقبلہا الکافی ہے سے جو دلالت کرتا ہے کہ وہ (صالح علیہ السلام) کو معمولی آدمی سمجھ کر تابعداری سے گریز کر رہے تھے۔ ہاں کوئی بڑا رئیس ہوتا تو مان لیتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول کسی امیر کبیر رئیس و سردار کو ہونا چاہیے تھا۔ اور یہی کفار مکہ بھی کہتے تھے۔

(إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ) جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں

قوم ثمود کے کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کے کلام کو جوابا لوٹایا کیونکہ آپ نے انہیں کہا تھا۔ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ و بے عقل ہو، کفار نے کہا اگر ہم نے ان کی تابعداری کی جب تو ہم ضرور بڑی گمراہی۔ اور پاگل پن کا مظاہرہ کریں گے، سُعُر کے معنی جنون کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ انصاف کی راہ سے ہٹنے یا دور ہونے کے ہیں۔

ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا — کیا ہم سب میں سے اُس پر ذکر اُتارا گیا۔ بلکہ یہ
بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ — سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔

(ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا) کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا۔ ای انزل علیہ الوحی من بیننا وفینا من ھو احق منہ بذالک۔

یعنی کیا ہم میں سے اسی پر ذکر اتارا گیا حالانکہ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی اور کوئی ہم میں اس قابل ہی نہ تھا۔

(بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ) بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے ای شدید البطر یعنی بہت زیادہ اترانے والا۔

یعنی صالح علیہ السلام کا ذکر نبوت ہم سے تعظیم کی طالب کے لیے ہے۔ اور یہ ہم میں بڑا بننا چاہتے ہیں۔
قوم ثمود نے حد درجہ سرکشی بے باکی، اور بے ہودگی کا مظاہرہ کیا۔ اور آنجناب کو کذاب یعنی بڑا جھوٹا اور اشر یعنی بہت اترانے والا جو صریحاً بہتان اور ظلم تھا، انبیاء کے ساتھ بے ہودہ گفتگو اور الزام تراشی کفار کا وطیرہ رہا ہے۔

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ — بہت جلد کل جان جائیں گے۔ کون تھا بڑا
الْاَشِرُ ۝ — جھوٹا اترانے والا۔

(سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا) بہت جلد کل جان جائیں گے۔

سَيَعْلَمُوْنَ البتہ عن قریب یعنی بہت جلد زمانہ قریب میں غَدًا کل والمراد بالغد وقت نزول اور کل سے مراد دنیا ہی میں عذاب کے نزول کا وقت ہے، یعنی جب عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غَدًا سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن عامر، حمزہ، طلحہ، ابن وثاب اور اعمش نے سَيَعْلَمُوْنَ کو سَتَعْلَمُوْنَ پڑھا ہے۔ اور تا خطاب کے لیے یعنی قوم ثمود کو صالح علیہ السلام نے جوابا کہا کہ جلد ہی کل تم جان جاؤ گے اور کشاف میں ہے کہ یہ کلام ستعلمون برسبیل التفات ہے۔

مَنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ کون تھا بڑا جھوٹا، اترانے والا والمراد سیعلمون انھم ھم الکذابون الاشرون

اور مطلب ہے کہ انہیں جلد معلوم ہو جائیگا کہ وہ خود ہی بڑے جھوٹے اور شیخی بگھارنے والے ہیں، یعنی تمہارے الزام کی حقیقت کھل جائے گی۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ہ	ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح! تو راہ دیکھ اور صبر کر۔

(اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا اور کہا کہ پتھر سے ایک ناقہ نکال دیجیئے۔ آپ نے ان کے ایمان کے لیے اسے مشروط ٹھہرایا، اللہ نے ناقہ کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ صالح علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

(فِتْنَةً لَّهُمْ) ان کی جانچ کو امتحاناً یعنی ہم اس نشانی سے امتحان لیں گے کہ آیا وہ احقاق حق کے بعد ایمان لاتے ہیں یا سرکشی دکھاتے ہیں۔

فَارْتَقِبْهُمْ (تو اے صالح) تو راہ دیکھ فانتظرھم وتبصر ما ھم فاعلون
تو آپ (صالح علیہ السلام) ان کا انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر علی اذاھم ولا تعجل حتی یاتی امر اللہ تعالیٰ۔
یعنی آپ (صالح علیہ السلام) کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں اور عجلت نہ چاہیں یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ہ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ہ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ہ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ہ	ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو، تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لیکر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ای انا لمخرجوا الناقة التی سالوھا من خیمة
یعنی ہم ناقہ کو پتھر سے نکال دیں گے جس کے بارے میں کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں، قوم صالح نے صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ پتھر سے ایک اونٹنی نکال دیں جو سرخ رنگ کی ہو اور گابھن ہو اور آپ لے ان کے ایمان

کی شرط کرکے یہ بات منظور کرلی جس پر یہ وعدہ فرمایا گیا کہ اے صالح علیہ السلام ہم مطلوبہ ناقہ کو پتھر سے برآمد کردیں گے
فِتْنَةً لَّهُمْ ان کی جانچ کو امتحانًا یعنی قوم صالح کی آزمائش کے لیے۔
(فارتقبهم) تو اے صالح تو راہ دیکھ ای فانتظرهم و تبصر ماهم فاعلون
یعنی اے صالح علیہ السلام آپ ان لوگوں کے بارے میں انتظار فرمائیے اور ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔
(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر علی اذاهم ولا تعجل حتی یاتی امر اللہ تعالیٰ۔
ان کی سختیوں اور ایذاؤں پر صبر فرمائیں اور عجلت نہ کریں۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔
(وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ) اور انہیں خبر دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے۔
وَاخبرهم بان ماء البئر التی لَهُمْ مَقْسُوْمٌ لَهَا یَوْمٌ وَلَهُمْ یَوْمٌ۔
اور اے صالح علیہ السلام انہیں آگاہ کردیجیے کہ ان کے کنویں کا پانی ان کے لیے باری باری ہے۔ ایک دن ناقہ کے لیے اور ایک دن قوم کے لوگوں کے لیے۔
(کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ) ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے (کل شرب) نصیب وحصة منہ یعنی جس کی باری ہے وہ اپنی باری کے روز اپنے حصہ کے لیے کنویں پر حاضر ہو (محتضر) یحضرہ صاحبہ فی نوبتہ فتحضر الناقة تارة ویحضرونہ اُخریٰ۔
یعنی جس کی باری ہے وہ باری پر حاضر ہو ایک روز اونٹنی حاضر ہوگی اور دوسرے روز وہ لوگ حاضر ہوں گے۔
(فَنَادَوْا) تو انہوں نے پکارا ای فارسلنا الناقة وکانوا علی هذہ الوتیرة من القسمة فملوا ذالك وعزموا علی عقر الناقة (فنادوا) لعقرها۔
یعنی ہم نے ناقہ برآمد کی اور وہ لوگ پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں اسی حال پر تھے کہ انہوں نے گھبرا کر اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اور انہوں نے ناقہ کے قتل کے لیے پکارا۔
(صاحبهم) اپنے ساتھی کو هو قدار بن سلف وہ قدار ابن سالف تھا۔ جسے پکارا گیا
(فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ) تو اس نے لے کر اس کی کونچیں کاٹ دیں فتعاطی السیف فقتلها
تو اس نے تیز تلوار لے کر ناقہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔
فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ) پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
آیت مکرر ہے مراد عذاب کی شدت اور ہولناکی بتانا ہے یعنی قوم ثمود کو ہولناک عذاب نے گھیر لیا۔ آگے عذاب

کی تفصیل ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً	بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔
فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ○	جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ	اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے
فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ○	کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً) بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔ ھی صیحۃ جبریل علیہ السلام صاح صباح یوم الاحد۔

یہ جبرائیل علیہ السلام کی ہولناک چیخ تھی جو انہوں نے اتوار کو صبح کے وقت بلند کی۔

(فَكَانُوا جبھی وہ ہو گئے أی فصاروا یعنی وہ ہو گئے (قوم ثمود کے لوگ)

كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ) جیسے گھیرا بنانیوالے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

ای کالشجر الیابس الذی یجمعہ صاحب الحظیرۃ لما شیتہ فی الشتاء

یعنی سوکھی ہوئی (بھس) کی طرح جسے چرواہے سردیوں میں مویشیوں کے لیے جمع کر کے رکھتے ہیں یا اُس روندی ہوئی گھاس کی طرح جسے چوپائے پاؤں سے ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ یعنی قوم ثمود کے لوگ عذاب کے بعد روندی ہوئی بکھری ہوئی توڑی یا گھاس کی طرح ہو گئے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ	اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن
مِنْ مُدَّكِرٍ۔	یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی نصیحت پکڑنے والوں کے لیے ہم نے اس کتاب کریم کو آسان بنا دیا ہے۔ جو امم سابقہ کے احوال کو بیان کر رہی ہے، قوم ثمود کے تذکرہ کے بعد کفار مکہ کو ترغیب دلائی گئی ہے۔

(كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ)	لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔
إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ	بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا۔
لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ○	سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں پچھلے
نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ	پہر بچالیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی
نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ○	صلہ دیتے ہیں۔ جو شکر کرے۔

(كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ) لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یعنی لوط علیہ السلام کی قوم نے

نے بھی رسولوں کی تکذیب کی اور لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ان کی دعوت کا انکار کیا۔
(اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ حَاصِبًا) بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا، ملک علی ماقیل۔
یعنی جیسا کہ کہا گیا کہ فرشتہ بھیجا۔ جس نے ان پر پتھراؤ کیا، یہ معنی اس تقدیر پر ہوں گے، جب حاصب
بمعنی فاعل لیا جائے، یعنی سنگباری کرنے والا، آلوسی کہتے ہیں۔
وہ ان پر پتھر برساتا تھا، یا اس سے مراد آندھی کا نام ہے۔ جس سے سنگریزے برستے تھے۔
(اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ) سوائے لوط کے گھر والوں کے خاصۃ المومنین بہ اس سے مراد ان پر ایمان
لانے والے ہیں اور کہا گیا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحبزادیاں مراد ہیں۔
(نَجَّیْنٰھُمْ بِسَحَرٍ) ہم نے انہیں پچھلے پہر بچا لیا۔
ای فی السحر وھو اٰخر اللیل یعنی سحر کے وقت جو رات کا پچھلا حصہ تھی۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں پو پھٹنے سے پہلے عذاب سے محفوظ کر لیا۔
نِعْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا) اپنے پاس کی نعمت فرما کر ای انعامًا منّا وھو علیہ لنجینا۔
یعنی ہماری طرف سے انعام کے طور پر اور یہی سبب ہے۔ نَجّینا کا، یعنی ان کو نجات دینا ہماری
طرف سے بطور انعام تھا۔
(کَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ شَکَرَ ہم یونہی صلہ دیتے ہیں جو شکر کرے۔
یعنی جو ایمان و اطاعت کا اظہار کرتا ہے اور فرمانبردار رہتا ہے تو ہم اُسے صلہ دیتے ہیں جس
طرح آل لوط کو عطا فرمایا اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھا۔

وَلَقَدْ اَنْذَرَھُمْ بَطْشَتَنَا	اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت
فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ○	سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔

(وَلَقَدْ اَنْذَرَھُمْ) اور بلا شبہ اس نے انہیں ڈرایا۔ یعنی لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو انتباہ کر دیا۔
(بَطْشَتَنَا) ہماری گرفت اخذتنا الشدید ۃ بالعذاب
ہماری عذاب کے ساتھ سخت پکڑ سے اور یہ بھی درست ہے کہ یہاں صرف عذاب ہی مراد ہو۔
(فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ) انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔
(فتماروا) فکذبوا یعنی انہوں نے جھٹلایا یا انکار کیا یا حضرت لوط علیہ السلام کو سچا نہ جانا
اور عذاب کے بارے میں شک کرنے لگے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ — انہوں نے اسے اُس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا
فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا — تو ہم نے انکی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ — میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

(وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ) انہوں نے اُسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا۔
صَرَفُوْهُ عن رايه فيهم وطلبوا الفجور بهم۔

قوم لوط کے لوگوں نے ان مہمانوں کے بارے میں لوط علیہ السلام کی باتوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور خبیث ارادہ کے ساتھ مہمانوں کا مطالبہ کیا۔

یہ مہمان فرشتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی ان میں شامل تھے۔ یہ ملائکہ خوش رو اور خوش جمال لڑکوں کی صورت میں آئے تھے، قوم کے لوگوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور آپ ہمارے اور ان مہمانوں کے درمیان حائل و دخیل نہ ہوں۔ انہوں نے ایسا بدکاری کے ارادہ سے کہا حضرت نے بہت سمجھایا۔ مگر اہل قوم نہ مانے اور آپ کے گھر میں دروازہ توڑ کر گھسنے لگے۔ جس پر آپ بہت پریشان اور فکر مند ہوئے تو ان مہمانوں (فرشتوں) نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ انہیں اندر آنے دیں۔ چنانچہ اہل قوم بہ نیت فاسد اندر گھس آئے۔

(فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ) تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں ای ازلنا اثرها ذالك بمسحها وتسويتها كسائر الوجه۔

یعنی ہم نے انکی نظروں کا دیکھنا زائل کر دیا۔ اور ان کی آنکھیں سارے چہرے کی طرح ہموار و برابر کر دیں۔ یعنی آنکھوں کا نشان بھی نہ رہا۔ اور مروی ہے کہ جس رات قوم لوط کے لوگ آئے اور لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازہ کو توڑ کر اندر گھس آئے۔ تو پروردگار جل وعلا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ان پر سے ایک جھپٹ ماریں۔ چنانچہ انکی جھپٹ پر وہ لوگ اندھے ہو گئے اور حیرت زدہ سرگرداں پھرتے تھے۔ لیکن گھر کا دروازہ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ بالآخر لوط علیہ السلام نے انہیں اسی حالت پر باہر نکال دیا۔

(فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ) فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان
ای فقلنا لهم ذالك على السنة الملائكة عليهم السلام

یعنی ہم نے فرشتوں کی زبانی ان لوگوں سے کہا کہ جس امر سے تمہیں لوط علیہ السلام ڈراتے رہے تھے اب اُس کا اور میرے عذاب کا مزہ چکھو۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ — اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔

مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ — تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

(وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً) اور بے شک صبح تڑکے آیا ان پر۔ اول النهار وهي أخص من الصباح یعنی صبح سویرے یا صبح سویرے پہلے یا دن ہوتے ہی یا پو پھٹتے ہی جو صبح کا اول وقت ہے۔

(عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ) ٹھہرنے والا عذاب يستقر بهم ويدوم حتى يسلمهم الى النار او لا يدفع عنهم او يبلغ غايته۔

یعنی ایسا عذاب جو ان پر قائم رہے گا۔ اور ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں۔ یا مراد ہے ان پر سے نہ ہٹنے والا عذاب مراد ہمیشہ طاری رہنے والا عذاب یا مراد ہے کہ ایسا عذاب جو انہیں اس کی غایت درجہ و انتہا تک پہنچا دے۔ یعنی مرنے کے بعد بھی جہنم میں بحالت عذاب ہی داخل ہوں اور ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں پتھروں سے ہلاکت و بربادی، پھر عذاب برزخ و قبر اور پھر ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کا عذاب،

(فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ) تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

قوم لوط کے تذکرہ کے بعد بطور انتباہ کے ہے تاکہ کفار کو ترغیب ہو۔ اور وہ عبرت حاصل کریں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن پڑھنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنیوالا۔

یعنی قرآن حکیم ذکر و نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے۔ تو کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔ یعنی رغبت حق رکھنے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ قمر پ۲۷

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝

اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝

کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝

یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝

اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝

بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی ہے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝

بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝

جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝

بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی ہے۔

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝

اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن

اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر

مُّدَّکِرٍ ○	دیکھے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔
وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ ○	اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے
وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○	اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ ○	بیشک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں
فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ○	سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ قمر پ ۲۷

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک	جَآءَ۔ آئے	اٰلَ۔ قوم
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کے پاس	النُّذُرُ۔ ڈرانے والے	کَذَّبُوْا۔ جھٹلایا انہوں نے	بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری ساری
کُلِّھَا۔ آیات کو	فَاَخَذْنٰھُمْ۔ تو ہم نے ان کو پکڑا۔		اَخْذَ۔ پکڑنا
عَزِیْزٍ۔ غالب	مُّقْتَدِرٍ۔ قدرت والے کا	اَ۔ کیا	کُفَّارُ۔ کافر
کُمْ۔ تمہارے	خَیْرٌ۔ بہتر ہیں	مِّنْ۔ ان	اُولٰٓئِکُمْ۔ لوگوں سے
اَمْ۔ یا	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	بَرَآءَۃٌ۔ براءت ہے	فِی۔ بیچ
الزُّبُرِ۔ کتابوں کے	اَمْ۔ کیا	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	نَحْنُ۔ ہم
جَمِیْعٌ۔ سب مل کر	مُّنْتَصِرٌ۔ بدلہ لینگے	سَیُھْزَمُ۔ جلدی شکست دی جائیگی	الْجَمْعُ۔ جماعت
وَ۔ اور	یُوَلُّوْنَ۔ پھیریں گے	الدُّبُرَ۔ پیٹھ	بَلِ۔ بلکہ
السَّاعَۃُ۔ قیامت	مَوْعِدُ۔ وعدہ ہے	ھُمْ۔ ان کا	وَ۔ اور
السَّاعَۃُ۔ قیامت	اَدْھٰی۔ بڑی کڑی ہے	وَ۔ اور	اَمَرُّ۔ بڑی کڑوی
اِنَّ۔ بیشک	الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرم	فِیْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی
وَ۔ اور	سُعُرٍ۔ دیوانگی کے ہیں	یَوْمَ۔ جس دن	یُسْحَبُوْنَ۔ گھسیٹے جائیں گے
فِیْ۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	عَلٰی۔ اوپر	وُجُوْھِھِمْ۔ اپنے مونہوں کے

ذُوْقُوْا۔ چکھو — مَسَّ۔ آنچ — سَقَرَ۔ دوزخ کی — اِنَّا۔ بیشک ہم نے
كُلَّ۔ ہر — شَيْءٍ۔ چیز کو — خَلَقْنٰهُ۔ پیدا کیا ہے ایک
بِقَدَرٍ۔ اندازے سے — وَ۔ اور — مَآ۔ نہیں — اَمْرُنَآ۔ حکم
نَا۔ ہمارا — اِلَّا۔ مگر — وَاحِدَةٌ۔ ایک — كَلَمْحٍ۔ جھپکنے
بِالْبَصَرِ۔ آنکھ جیسا — وَ۔ اور — لَقَدْ۔ بے شک — اَهْلَكْنَآ۔ ہم نے ہلاک کیے
اَشْيَاعَكُمْ۔ تمہارے جیسے — فَهَلْ۔ تو کیا — مِنْ۔ کوئی ہے — مُّدَّكِرٍ۔ دھیان کرنے والا
وَ۔ اور — كُلُّ۔ ہر وہ — شَيْءٍ۔ چیز جو — فَعَلُوْهُ۔ کی انہوں نے
هُوَ۔ وہ ہے — فِي۔ بیچ — الزُّبُرِ۔ کتابوں کے — وَ۔ اور
كُلُّ۔ ہر — صَغِيْرٍ۔ چھوٹی — وَ۔ اور — كَبِيْرٍ۔ بڑی
مُّسْتَطَرٌ۔ لکھی ہوئی ہے — اِنَّ۔ بیشک — الْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگار — فِيْ۔ بیچ
جَنّٰتٍ۔ جنت — وَ۔ اور — نَهَرٍ۔ نہروں کے ہونگے — فِيْ۔ بیچ
مَقْعَدِ۔ مقام — صِدْقٍ۔ صدق کے — عِنْدَ۔ پاس — مَلِيْكٍ۔ بادشاہ
مُّقْتَدِرٍ۔ قدرت والے کے

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ قمر پ ۲۷

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں۔ تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

(۱) وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (۱) اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے

وَ قسمیہ ہے اور لَقَدْ تاکید کے طور پر مزید ہے۔ یعنی فرعون والوں کے قصہ میں توکید قسمی صادر ہوئی ہے۔ جو ان کے کفر و ضلال اور طغیانی و سرکشی کے اظہار پر صادر کرتی ہے۔ کہ باوجود ڈر سنانے یا رسولوں

کی تشریف آوری کے راہ ہدایت پر گامزن نہ ہوئے اور ایمان نہ لائے، آل فرعون سے مراد فرعون والے ہیں اور فرعون ان میں شامل ہے۔ اس لیے اس کو الگ ذکر نہیں کیا گیا۔ فرعون کی اولاد نرینہ نہ تھی اور آل سے مراد اس کے متبعین ہیں۔ اور متبوع (فرعون) کو الگ ذکر کرنا ضروری نہ تھا۔

النذر اگر نذیر کی جمع ہے تو اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے اور اگر النذر مصدر ہے تو مراد نصیحت کی باتیں، عذاب کی خبریں وعیدیں ہیں۔ جو رسولوں نے انہیں ارشاد فرمائیں۔ تاکہ قبولِ حق پر آمادہ ہوں، مگر وہ انہیں جھٹلاتے رہے۔

(كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا) انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں۔

(وهي آيات الانبياء كلهم عليهم السلام فان تكذيب البعض تكذيب للكل او هي الآيات التسع)

اور یہاں آیات سے مراد تمام انبیاء کے فرمودات و معجزات ہیں کیونکہ حضرات انبیاء میں سے بعض کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تکذیب سب انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ یا اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارے گئے نو۔ احکام ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ) تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

(فَاَخذنٰهُمْ تو ہم نے ان پر پکڑ کی۔ ای آل فرعون وزعم بعضی ان ضمیر (کذبوا) و ضمیر اخذناهم عائد ان علی جمیع من تقدم ذکرہ من الامم وتم الکلام عند قولہ تعالیٰ: (النذر) ولیس بشیٔ والفاء للتفریع ای فاخذنٰھم وقھرناھم لاجل تکذیبھم۔

یعنی ہم نے فرعون والوں کو پکڑ لیا اور بعض نے کذبوا کی ضمیر اور اخذناھم کی ضمیر سے گمان کیا یہ دونوں ان سب قوموں پر عائد ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر پیچھے گذرا۔ اور حق تعالیٰ نے کلام کا خاتمہ لفظ نذر پر فرمایا ہے اور وہ کسی شئے کے ساتھ خاص نہیں اور فاء تفریع کے لیے ہے۔ یعنی ہم نے ان کی پکڑ کی اور ان کے جھٹلانے اور نہ ماننے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا اور غضب فرمایا۔

(اخذ عزیز) پکڑ غالب کی یا عزت والے کی لا یغالب یعنی ایسی پکڑ کی جس پر کوئی غلبہ نہ پا سکے

(مقتدر) عظیم قدرت والے کی لا یعجزہ شیٔ یعنی ایسے عظیم قادر کی گرفت جس کو کوئی عاجز و مغلوب نہ کر سکے یا روک نہ سکے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار جل وعلا نے جو عزت و غلبے والا ہے۔ اور عظیم قدرت والا ہے فرعون والوں کو پکڑ لیا جس طرح کہ اس کا شان مقتضی تھا اور فرعون جو کہ مدعی الوہیت تھا اور غلبہ و شوکت میں عدیم النظیر تھا۔ باوجود اپنی قوت و شوکت کے گرفت الٰہی کو نہ روک سکا نہ خود بچ سکا۔ اور نہ ہی کسی کو بچا سکا۔ اور اس پر اپنے دعویٰ کی حقیقت نہ صرف کھل گئی بلکہ بے بسی کے عالم میں اپنے متبعین سمیت غرق و ہلاک ہو گیا۔ اور داخل جہنم ہوا۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔

(أَكُفَّارُكُمْ) کی ضمیر یا تو اہل ایمان کی طرف راجع ہے یا اہل عرب کی طرف یعنی اے اہل عرب تمہارے کفار یا اے مومنو کیا کفار مکہ یا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے کہ اے رسول معظم آپ کے جھٹلانے والے لوگ۔

خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ ان سے بہتر والمراد الخيرية باعتبار الدنيا وزينتها ككثرة القوة والشدة ووفور العدد والعدة۔

اور یہاں بہتر سے مراد دنیا اور اس کی زینت کے اعتبار سے برتری ہے جس طرح کہ قوت و شدت کی بہتات اور نفری اور تعدادی قوت کی کثرت۔

استفہام انکاری ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ کفار مکہ اقوام گذشتہ مثل قوم نوح، عاد، ثمود اور آل فرعون سے ظاہری کروفر، شان و شوکت، قوت و تعداد، ضلال و طغیان میں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان میں سے بعض کا قول نقل فرمایا " مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً " (پ ۲۴) کہ وہ اپنے بڑھ کر کسی کو قوی نہ جانتے تھے تو کفار مکہ کیونکر عذاب سے بچ سکتے ہیں جب کہ ان سے اشد اقوام نہ بچ سکیں۔

(**أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ**) یا تمہارے لیے کتابوں میں چھٹی لکھی ہے

یعنی کیا تمہارے لیے آسمانی نوشتوں میں (تقدیر) عذاب سے رخصت مکتوب ہے کہ تم رسولوں کو جھٹلاؤ، کفر کرو، سرکشی و بغاوت کرو اور تمہیں پکڑا نہ جائے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی جو قوم بھی رسولوں کی نافرمانی کرے، کفر و سرکشی دکھائے۔ اور آیات الٰہی کا انکار و تمسخر اڑائے اس کا انجام ہلاکت و عذاب ہے۔ اور کفار مکہ اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں ان میں انتباہ اور موعظت ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے

(أَمْ يَقُولُونَ) یا وہ کہتے ہیں۔ یعنی کفار مکہ ابو حیوٰۃ اور موسیٰ الاسواری نے تَقُولُونَ پڑھا

یعنی تائے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نحن جمیع) ہم سب، نحن جماعۃ امرنا مجتمع لا یرام ولا یضام
ہم سب ہیں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ اکٹھا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھیریں گے
(مُنْتَصِرٌ) محفوظ، من الاعداء لا یغلب او متناصر ینصر بعضنا بعضنا۔

دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کرنیوالے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب نہیں آسکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑ ہانکی تھی۔ اور بڑے کرو فر سے یہ کہا تھا نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ تو آیت سیھزم الجمع و یولون الدبر نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور ہمارا امر اجتماعی اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزعم خویش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت

یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورۃ قمر کی یہی آیت مدنی ہے جو یوم بدر نازل ہوئی اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا۔ سَ تاکید اور جلدی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد جتھا یعنی کفار مکہ کا جتھا ابھی تتر بتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زرہ پہنے ہوئے تیزی سے عریش سے برآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ ہزیمت اٹھا کر پشت پھیر کر بھاگے۔

(وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہوگئی اور سخت ہزیمت اٹھائی، اور سبھی پشت دکھا کے جلگے اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد مکی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

یعنی تا نے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نحن جمیع) ہم سب، نحن جماعۃ امرنا مجتمع لا یرام ولا یضام
ہم سب ہیں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ اکٹھا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھریں گے
(منتصر) محفوظ، من الاعداء لا یغلب او متناصر ینصر بعضنا بعضا۔
دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب نہیں آ سکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑ ہانکی تھی۔ اور بڑے کر و فر سے یہ کہا تھا نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ تو آیت سیھزم الجمع و یولون الدبر نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور ہمارا امر اجتماعی اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزعم خویش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۔ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت

یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورۂ قمر کی یہی آیت مدنی ہے جو یوم بدر نازل ہوئی اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا: سَ تاکید اور جلدی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد جتھا یعنی کفار مکہ کا جتھا ابھی تتر بتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زرہ پہنے ہوئے تیزی سے عریش سے برآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ ہزیمت اٹھا کر پشت پھیر کر بھاگے۔

(ویولون الدبر) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔
بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہو گئی اور سخت ہزیمت اٹھائی، اور سبھی پشت دکھا کے بھاگے اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد مکی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

ارشاد ہوا کہ کفار جلد بھاگیں گے اور پشت پھیر دیں گے اور اس آیت کا مکی ہونا دلائل نبوۃ سے ہے۔ اگر اسے مکی تسلیم کیا جائے تو اندریں صورت یہ پیشین گوئی بالغیب ہوگی کیونکہ اس وقت تک جہاد و قتال شروع نہ ہوا تھا۔ ابوحیوۃ اور موسیٰ الاسواری نے گذشتہ آیت یقولون کو تقولون اور سیھزم کو ستھزم پڑھا ہے۔ اس قراءت پر صورت خطابی ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو تو تم جلد ہی ہزیمت سے دوچار ہوگے اور تمہاری جماعت منتشر ہو جائے گی اور تم سب پیٹھ پھیر کر بھاگوگے۔ واللہ اعلم۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ — بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے۔

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ — اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی

(بل الساعۃ موعدھم) بلکہ ان کا وعدہ قیامت کا ہے۔ ای لیس ھذا تمام عقوبتھم بل الساعۃ موعد عذابھم و ھذا من طلائعہ

یعنی یہی سب کچھ نہیں کہ ان کی سزا پوری ہو گئی بلکہ ان سب کے عذاب کا مقررہ وعدہ تو روز قیامت ہے اور دنیا میں جو انہیں (کفار مکہ) پیش آیا۔ آخرت کے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور اس عذاب دنیوی کے بعد روز قیامت عذاب کا پختہ وعدہ ہے۔

(وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى) اور قیامت نہایت کڑی۔

ای اعظم داھیۃ وھی الامر المنکر الفظیع الذی لا یھتدی الی الخلاص عنہ یعنی قیامت بہت بڑی اور کڑی مصیبت ہے۔ اور ایسا امر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں اور نہ ہی اس سے رہائی اور خلاصی کا کوئی راستہ ہے۔

(وَاَمَرُّ) اور کڑوی واشد مرارۃ فی الذوق۔

اور وہ چکھنے میں سخت تلخ اور ناگوار ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیوی عذاب حتمی امر نہیں بلکہ عذاب کا وعدہ روز قیامت ہے۔ اور یہ عذاب جو دنیا میں پہنچا ہے۔ یہ عذاب آخرت کی تمہید ہے اور دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے سامنے گویا عذاب ہی نہیں اور قیامت کا عذاب بڑی کڑی مصیبت اور انتہائی تلخ و ناگوار ہے جس سے رہائی و خلاصی کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ — بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ — جس دن آگ میں اپنے موہنوں پر گھسیٹے جائیں گے۔ اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ

سَقَرَ ہ کی آنچ۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ بے شک مجرم من الاولین والآخرین یعنی پہلوں سے اور پچھلوں سے یعنی تمام کافر لوگ خواہ پہلے ہوں یا پچھلے۔

فِی ضَلٰلٍ گمراہ فی ھلاك بربادی میں ہے او فی ضلال من الحق یا پھر حق سے پھرے ہوئے ہیں۔ سیدھا راستہ کھوئے ہوئے ہیں

(وَ سُعُرٍ) اور دیوانے ہیں قال ابن عباس فی خسران وجنون گھاٹے میں ہیں اور دیوانے ہیں حسن نے کہا بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال لے جائیں گے۔ اور سعر سے مراد عذاب بھی ہے۔

(یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ) جس دن گھسیٹے جائیں گے ای یجرون یعنی دھکیلے جائیں گے۔ روز قیامت کفار دوزخ کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔

(فِی النَّارِ) آگ میں یعنی دوزخ میں۔

(عَلٰی وُجُوْھِھِمْ) مونہوں پر منہ کے بل یا نتھنوں کے بل یعنی اُلٹے کر کے منہ کے بل دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ) چکھو دوزخ کی آنچ

روز قیامت کفار سے کہا جائیگا ذُوْقُوْا یعنی چکھو مَسَّ سَقَرَ آگ کی گرمی یا عذاب جہنم کا مزہ چکھو

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ہ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

(اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ) بے شک ہم نے ہر چیز من الاشیاء یعنی ہر ایک شے سے (خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ) ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ ای مقدرا مکتوبا فی اللوح قبل وقوعه فالقدر بالمعنی المشھور الذی یقابل القضاء۔

یعنی وہ خاص اندازہ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اس کے وقوع سے پہلے اور قدر کے مشہور معنی یہاں وہی ہیں جو قضاء کے مقابل ہیں یعنی حسب اقتضائے حکمت، حسن کا قول ہے قدر کا مطلب ہے ہر شئے کا تخلیق سے پہلے وہ خاص اندازہ جو مقتضائے حکمت الٰہی ہے۔ اور اس شئے کو ویسا ہی ہونا چاہیے یہ آیۂ مبارکہ مسئلہ تقدیر پر نص ہے، اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے خواہ ذوات ہوں یا افعال، اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر بھلائی بُرائی اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے۔ یعنی جیسا ہونے والا تھا

اور جو جیسا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا تو ایسا ہرگز نہیں کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہم کو ویسا کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا اللہ کے علم یا نوشتہ تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ قضا و قدر میں زیادہ غور و فکر موجب ہلاکت ہے۔ شیخین کریمین جیسے بزرگ اس میں بحث سے منع کیے گئے عام لوگوں کی کیا حیثیت ہے، آدمی کو ایک نوع کا اختیار ہے کہ چاہے ایک کام کرے یا نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل نفع و نقصان کی پہچان بھی عطا کی گئی ہے۔ سامان و اسباب مہیا ہیں۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کسب پر مواخذہ ہے۔ آدمی کا خود کو بالکل مجبور یا مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں صدر اوّل میں دو فرقے گذرے ایک جبریہ دوسرے قدریہ دونوں ہی گمراہ تھے۔ اور حق کا راستہ وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا یہ آیہ قدریہ کے رد میں اُتری۔ یہ قدریہ مذکورہ فرقہ نہ تھے۔ بلکہ قریش کے بعض لوگ یا مشرکین تھے جو مسئلہ تقدیر میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے آئے تھے۔ اس مخاصمہ کی تفصیل امام احمد نے اپنی مسند مسلم نے اپنی صحیح اور ترمذی و ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے قدریہ قدرت الٰہی کے منکر ہیں۔ اور حوادث کو کواکب وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری امت کے دو گروہ ہیں اور ان دونوں کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔ وہ مرجیہ اور قدریہ ہیں متعدد احادیث میں انہیں اس امت کا مجوسی کہا گیا اور ان سے مجالست، موانست، نشست و برخاست، عیادت و تعزیت سختی سے منع فرمائی گئی اور انہوں اصحاب و رجال اور بدترین خلق فرمایا گیا۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ہر ایک شے کو اپنی اقتضائے حکمت کے موافق پیدا کیا ہے۔

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ — اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔

(وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ) اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے۔ ای ماشأننا الا فعلة واحدة على نهج لا يختلف ووتيرة لا تتعدد وهى الايجاد بلا معالجة ومشقة او ما امرنا الا كلمة واحدة وهى قوله تعالى (كن)، فالامر مقابل النهى وواحد الامور فاذا اراد عزوجل سبحانه شيأ قال له كن فيكون،

یعنی ہمارا کوئی کام نہیں مگر ایک فعل ایسے طریق پر جو نہ مختلف اور نہ ہی بار بار کہنے کی ضرورت اور وہ کسی شے کا موجود ہونا ہے بغیر معالجہ و مشقت کے یا ہمارا امر صرف ایک بات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کن (ہو جا) اور امر نہی کے مقابل ہے اور ایک ہی بات، پس جب پروردگار جل و علا کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے جس شے کے پیدا کرنے کا ارادہ ہو وہ حکم کے

کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔

(کلمح بالبصر) جیسے پلک مارنا ای فی السیر و السرعۃ، وقیل: ھذا فی قیام الساعۃ فھو کقولہ تعالیٰ: (وما امر الساعۃ الا کلمح البصر)

یعنی تیزی اور جلدی سے بسرعت تمام جس طرح کہ پلک کا جھپکنا، اور کہا گیا ہے۔ یہ قیام قیامت کے لیے ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے۔ اور قیامت کا حکم پلک جھپکنے سے بھی بڑھ کر تیز ہوگا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ہ کر دیے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

وَلَقَدْ اهلكنا اشیاعکم اور بلا شبہ ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر دیے۔

ای اشیاعکم فی الکفر من الامم السالفۃ۔

یعنی کفر میں تم سے ملتے جلتے لوگ جو گذشتہ امتوں میں ہوئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(فَهَلْ من مدکر) تو ہے کوئی دھیان کرنے والا متعظ بذلک

یعنی ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے کفار مکہ تم سے پہلے تمہاری وضع کے لوگ جو تمہاری طرح کفر و سرکشی کرنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ تو تمہیں ان لوگوں کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ تو کیا تم نصیحت پکڑتے ہو یہاں استفہام نصیحت و رغبت ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے

(وکل شی فعلوہ) اور انہوں نے جو کچھ کیا۔ من الکفر المعاصی والضمیر المرفوع للاشیاع کما روی عن ابن عباس۔

یعنی کفر و معاصی سے اور ضمیر اشیاع کی طرف راجع ہے یعنی پہلی امتوں کے کفار نے جو کچھ کفر و سرکشی دکھائی اور معاصی کے مرتکب ہوئے۔

(فی الزبر) سب کتابوں میں ہے۔ ای کل شیئ فعلوہ فی الدنیا مکتوب فی کتب الحفظ غیر مغفول عنہ

یعنی جو کچھ ان کفار نے کیا وہ حافظ اعمال فرشتوں کے نوشتوں میں لکھا ہوا ہے۔ بغیر کسی لاپرواہی کے اور زبر سے مراد لوح محفوظ بھی لیا گیا ہے یعنی ان کے اعمال و افعال لوح محفوظ میں بھی مکتوب ہیں۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ہ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ) اور ہر چھوٹی بڑی شے۔
من الاعمال کما روی عن ابن عباس وقیل ومن کل ما ھو کائن الی یوم القیامۃ
جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اعمال و افعال سے ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ میں اور کہا گیا ہے اور ہر وہ شے جو قیامت تک ہونے والی ہے خواہ اس میں بڑی ہے یا چھوٹی لوح محفوظ میں درج ہے۔

(مُّسْتَطَرٌ) لکھی ہوئی۔ مسطور مکتتب فی اللوح بتفاصیلہ
لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اپنی تفاصیل کے ساتھ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ کافروں نے جو افعال و اعمال کیے وہ سب کے سب کراماً کاتبین کے نوشتوں میں بغیر کسی شے سے غفلت کئے ہوئے بالتفصیل اور بالکلیہ لکھے ہوگئے ہیں۔ یا لوح محفوظ میں درج و مرقوم ہیں، میں کہتا ہوں کہ اقوام ماضی کی تاریخ بھی ان کے واقعات و قصص کی امین ہے اور ان کے کرتوتوں پر شاہد ہے اور یونہی گذشتہ کتب سماویہ میں بھی ان کی تفصیل عبرت دلانے کے لیے کم نہیں۔ اور ان کے اماکن سکونت بھی نصیحت پکڑنے والوں کو تا قیامت دعوتِ فکر دے رہے ہیں اور لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی شے درج ہے گویا کفار مکہ کو انتباہ ہے کہ تمہاری وضع وچلن کے گذشتہ کافر جب ہلاک و برباد ہو گئے اور ان کی ہر بات مرقوم ہے جو روز قیامت ان پر عیاں اور پیش ہوگی۔ تو تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے حالانکہ تمہارے سامنے ظاہری شواہد بھی موجود ہیں، لہٰذا تم یہ بھی جان لو کہ تمہارے افعال و اعمال لوح محفوظ میں بھی مرقوم ہیں اور فرشتوں کے نوشتوں میں درج ہو رہے ہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ	بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہیں
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ	سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ
مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ع	کے حضور۔

(ان المتقین) بے شک پرہیزگار ای من الکفر والمعاصی، وقیل من الکفر۔
یعنی کفر اور گناہوں سے بچنے والے لوگ اور کہا گیا کفر سے بچنے والے یعنی یہ پرہیزگار مومن یا جنتی لوگ۔

(فِيْ جَنّٰتٍ) باغوں میں عظیم الشان ایسے باغ جو عالی شان ہوں گے۔
(وَّنَهَرٍ) اور نہر، ای انہار کذلک یعنی جنت کی نہریں، سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں چار نہروں کا ذکر ہے۔ دودھ، شراب، شہد اور میٹھے پانی کی نہریں۔

واخرج الحکیم والترمذی فی نوادر الاصول عن محمد بن کعب قال:
(ونَہَر) ای فی نور وضیاء

اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں محمد بن کعب سے تخریج کی ہے انہوں نے کہا اس سے مراد روشنی اور چمک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا لا ظلمۃ ولا لیل عندھم نہ ہی ان پر تاریکی ہوگی اور نہ رات ہوگی۔

(فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ) سچ کی مجلس میں عثمان البتی نے پڑھا فی مَقَاعِدِ یعنی جمع پڑھا (مقعد۔ مقاعد) مقاعد کے معنی ہیں مقام اور صدق مقام کی صفت ہے جس کی خداوند قدوس نے اپنے دوستوں کو بشارت دی ہے۔ اس مقام پر اللہ کریم ان پر تجلی فرمائیگا۔ اور وہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے

عِنْدَ مَلِیْكٍ بادشاہ کے حضور ای ملک عظیم

یعنی ایسے بادشاہ کے حضور جس کی حکومت عظیم ہے، پروردگار جلّ وعلا

(مُقْتَدِرٍ) عظیم قدرت والے

عظیم قدرت والے قادر اللہ کے حضور

واضح مفہوم یہ ہے کہ جنتی لوگ باغات اور نہروں میں ہوں گے یا ہمیشہ روشنی میں ہوں گے۔ اللہ کریم کے حضور سچے مکان میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغو بات نہ ہوگی۔ اور عظیم شہنشاہ اور بڑی قدرتوں کے مالک کے حضور سچی مجلسوں سے سرفراز ہوں گے۔ یعنی بارگاہ رب العزت کے مقرب ہوں گے۔ اور قرب الٰہی میں رہیں گے جو فکر وعلم کی پہنچ سے باہر ہے۔ کفار کے مسلسل تذکرہ اور معذب اقوام کے ذکر کے بعد اہل جنت کا ذکر ہے تاکہ ایمانداروں کو راحت اور دوسروں کو رغبت ہو۔ واللہ اعلم۔

بعونہٖ تعالیٰ سورہ قمر کی تکمیل ہوگئی اللہ تعالیٰ قبول اور آخرت کا سرمایہ بنائے

الحمد للہ رب العلمین بحرمۃ نبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فقیر قادری ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی ،

سورۃ الرحمن مکیہ

اس میں تین رکوع اور چھہتر یا اٹھتر آیتیں اور تین سو اکیاون کلمات اور ایک ہزار چھ سو چھتیس حرف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ الرحمن پ ۲۷

اَلرَّحْمٰنُ ۝ — رحمٰن نے (اپنے محبوب کو)

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ — سکھایا قرآن۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ — انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ — ماکان ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ — سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ — اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ — اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ — کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ — اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ — اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ — اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ — اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ — تو اے جن و انس تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ	اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ	اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ	تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ	دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ	تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ	اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ	اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ	ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ	اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہیں جیسے پہاڑ۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

اَلرَّحْمٰنُ ۔ رحمن نے	عَلَّمَ ۔ سکھایا	اَلْقُرْاٰنَ ۔ قرآن	خَلَقَ ۔ پیدا کیا
اَلْاِنْسَانَ ۔ انسان کو	عَلَّمَهُ ۔ سکھایا اسکو	اَلْبَيَانَ ۔ بیان کرنا	اَلشَّمْسُ ۔ سورج
وَ ۔ اور	اَلْقَمَرُ ۔ چاند	بِحُسْبَانٍ ۔ حساب سے ہیں	وَ ۔ اور
اَلنَّجْمُ ۔ سبزے	وَ ۔ اور	اَلشَّجَرُ ۔ درخت	يَسْجُدٰنِ ۔ سجدہ کرتے ہیں
وَ ۔ اور	اَلسَّمَآءَ ۔ آسمان	رَفَعَهَا ۔ بلند کیا اسکو	وَ ۔ اور
وَضَعَ ۔ رکھی	الْمِيْزَانَ ۔ ترازو	اَلَّا ۔ یہ کہ یہ	تَطْغَوْا ۔ زیادتی کرو
فِي ۔ بیچ	الْمِيْزَانِ ۔ ترازو کے	وَ ۔ اور	اَقِيْمُوا ۔ قائم کرو

اَلْوَزْنَ - وزن　　بِالْقِسْطِ - انصاف سے　　وَ - اور　　لَا - نہ

تُخْسِرُوا - گھٹاؤ　　الْمِيْزَانَ - وزن　　وَ - اور　　الْاَرْضَ - زمین

وَضَعَهَا - رکھا اسکو　　لِلْاَنَامِ - مخلوق کے لیے　　فِيْهَا - اس میں　　فَاكِهَةٌ - میوے ہیں

وَ - اور　　النَّخْلُ - کھجوریں　　ذَاتُ الْاَكْمَامِ - غلافوں والی

وَ - اور　　الْحَبُّ - اناج　　ذُو الْعَصْفِ - بھس کے ساتھ

وَ - اور　　الرَّيْحَانُ - خوشبودار پھول　　فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت

رَبِّكُمَا - اپنے رب　　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　　خَلَقَ - پیدا کیا　　الْاِنْسَانَ - انسان کو

مِنْ صَلْصَالٍ - بجنی مٹی سے　　كَالْفَخَّارِ - ٹھیکری کی طرح　　وَ - اور

خَلَقَ - پیدا کیا　　الْجَانَّ - جنوں کو　　مِنْ مَّارِجٍ - شعلے　　مِّنْ نَّارٍ - آگ سے

فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت　　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے تم

رَبُّ - وہ رب ہے　　الْمَشْرِقَيْنِ - دو مشرقوں کا　　وَ - اور　　رَبُّ - رب ہے

الْمَغْرِبَيْنِ - دو مغربوں کا　　فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت　　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ - تم جھٹلاؤ گے　　مَرَجَ - چلائے　　الْبَحْرَيْنِ - دو سمندر　　يَلْتَقِيٰنِ - ملتے ہوئے

بَيْنَهُمَا - انکے درمیان　　بَرْزَخٌ - پردہ ہے　　لَّا - نہیں　　يَبْغِيٰنِ - بڑھتے ایکدوسرے پر

فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت　　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے تم

يَخْرُجُ - نکلتے ہیں　　مِنْهُمَا - ان سے　　اللُّؤْلُؤُ - موتی　　وَ - اور

الْمَرْجَانُ - مونگے　　فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت　　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے تم　　وَ - اور　　لَهُ - اسی کے ہیں　　الْجَوَارِ - چلنے والیاں

الْمُنْشَئٰتُ - اٹھی ہوئی　　فِي - بیچ　　الْبَحْرِ - سمندر کے　　كَالْاَعْلَامِ - جیسے پہاڑ

فَبِاَيِّ - تو کونسی　　اٰلَاءِ - نعمت　　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے تم

مختصر تفسیر رکوع اول سورۃ رحمٰن پ۲۷

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے۔ اس میں ۷۸ آیات اور تین رکوع ہیں۔ موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء الکرام الاطہار سے نقل کیا ہے۔ کہ سورہ مکی ہے اور جمہور کا قول یہی ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ مقاتل کا قول بھی یہی ہے۔ ابن عباس کا دوسرا قول ہے کہ سوائے آیت یسئلہ من السمٰوت کے باقی سورت مدنی ہے۔ تاہم جمہور کے نزدیک سورۂ مبارکہ مکی ہے۔ بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا نام عروس القرآن ہے۔ الرحمٰن اسمائے صفات میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان۔ رحمٰن صیغۂ مبالغہ ہے۔ کفار مکہ نے کہا تھا کہ رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے۔ اس پر اللہ کریم نے یہ سورۂ مبارکہ الرحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ کفار مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر لکھاتا ہے تو سورۂ مبارکہ کی آیات کا نزول ہوا اور اللہ نے فرمایا کہ رحمٰن نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ اور رحمٰن وہی اللہ ہے جس نے ابتدا سے انتہا تک تمام دنیوی اور اخروی نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی مناسبت سے اس سورہ مبارکہ میں نعمتوں کا بالتکرار ذکر ہے اور یہ تکرار حسن کلام ہے اور کلام عرب میں اس طرح تکرار کی بکثرت مثالیں ہیں تکرار آیات سے عظمت و قدرت الٰہی کا اظہار اور بندوں کو ترغیب ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝	رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا
خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝	انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔

مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا بیان انہیں سکھایا۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ رحمٰن، رحمۃ سے مشتق ہے اور صیغۂ مبالغہ ہے۔ لفظ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لفظ رحمٰن میں لفظ رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان، یہ اسم صفت ہے اور اسمائے الٰہیہ میں سے ایک ہے۔ واضح مفہوم یہاں یہ ہے کہ وہ ذات یعنی اللہ کریم تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اسی مفہوم کے پیش نظر اللہ کو رحمٰن الدنیا والآخرۃ بھی کہتے ہیں۔ کفار نے کہا تھا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار نے کہا کہ کوئی بشر حضور علیہ السلام کو قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ تو ان کے قول کے رد میں یہ آیتیں اتریں۔

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝	اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

لانه اعظم النعم

کیونکہ قرآن ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کفار نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ تو ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ خداوند قدوس نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا اور قرآن حکیم اسی ذات برحق کا کلام ہے کسی انسان و بشر میں یہ قدرت کہاں کہ ایسا کلام پیش کر سکے، اسی رحمٰن (اللہ) نے جو غایت درجہ مہربان ہے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر بلکہ نعمتوں کی اصل ہے اور اسی نعمت کے ذریعہ دونوں جہانوں کی کامیابی ہے، اور تعلیم قرآن سے فقط اس کے الفاظ سے افادۂ علم مقصود نہیں بلکہ اس کے معانی و مطالب کا افادہ ہے کیونکہ قرآن حکیم اوّلین و آخرین کے علوم کا جامع ہے۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی محیط نہیں پھر اللہ نے اپنے محبوب کو سکھایا اور مخلوق میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں اور سبھی کا علم آپ ہی کے واسطے فیضان سے ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۵ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

خَلَقَ کا فاعل الرحمٰن ہے، یعنی اللہ کریم نے پیدا کیا الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہے اور قتادہ کا یہی قول ہے، حسن نے کہا انسان سے جنس مراد ہے۔ یعنی آدمی کو پیدا کیا، خازن میں ہے کہ الانسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی تخلیق جملہ مخلوقات سے اوّل ہے اور حدیث جابر میں ہے کہ اللہ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے حضور کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ یہاں تک کہ آدم علیہ السلام اور افلاک کو بھی پیدا نہ فرماتا، اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ الکل خلائق من نوری وانا من نور اللہ کہ تمام مخلوقات میرے نور سے پیدا ہوئی اور میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا۔ تو واضح ہوا کہ انسانیت کی تخلیق بھی آپ کے ظہور و تخلیق کا فیضان ہے۔ لہٰذا الانسان سے مراد روح انسانیت سرور دو عالم کی پیدائش ہے۔ اور ابن کیسان نے بھی الانسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی لیا ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۵ ماکان ومایکون (جو ہو چکا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے) کا بیان انہیں سکھایا۔

(عَلَّمَهُ) اسے سکھایا، مراد آدم علیہ السلام یا جنس انسان یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ضمیر الانسان

کی طرف راجع ہے۔ اور ابن کیسان کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔

(البیان) ما کان وما یکون

ضحاک کے بیان سے مراد بھلائیوں اور برائیوں کا علم ہے۔

ابن جریج نے کہا اس سے مراد ہدایت کا راستہ اور گمراہی کا راستہ ہے۔

یمان نے کہا اس سے مراد کتابت (لکھنا پڑھنا) اور وہ ہر شے جو تم دیکھتے ہو اس کا علم ہے

یہ بھی کہا گیا کہ بیان سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ پروردگار جل وعلا نے فرمایا

قتادہ نے کہا دنیا اور آخرت کا علم مراد ہے۔

اور کہا گیا بیان سے مراد تمام اشیاء کے ناموں کا علم ہے،

ایک قول یہ بھی ہے بے شمار بولیوں سے بولنا یعنی لغات کثیرہ سے تکلم۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیان سے مراد اسم الاعظم ہے جس سے تمام اشیاء کا علم سکھایا

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وحی قرآن کا اترنا اور اس کے معانی و مطالب کا بیان وضاحت تفسیر و توضیح ہے۔

چونکہ قرآن ہر شے کا تفصیلی بیان اور جملہ علوم الاولین والآخرین کا جامع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی روشن دلیل ہے۔ اسی لیے یہی مفہوم قرین انصاف ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے۔ اس کا بیان سکھایا۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

والجار والمجرور فیہ خبر بتقدیر مضاف ای جری (الشمس والقمر) کائن او مستقر (بحسبان) او الخبر محذوف والجار متعلق بہ ای یجریان بحسبان وھو مصدر کالغفران بمعنی الحساب کما قال قتادۃ،

اور اس میں جار مجرور بتقدیر مضاف خبر ہے یعنی چاند اور سورج چل رہے ہیں یا ٹھہرے ہوئے ہیں حساب کے ساتھ یا پھر خبر محذوف ہے اور جار اس سے متعلق ہے یعنی وہ دونوں چل رہے ہیں حساب کے ساتھ اور حسبان مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں حساب جیسا کہ قتادہ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کا کہ "ای

تھما یجریان (بحسبان) مقدر فی بروجھما ومنازلھا بحیث ینتظم بذلک الامور الکائنات

السلفیۃ و تختلف الفصول والاوقات ویعلم السنون والحساب»

یعنی وہ دونوں (چاند اور سورج) تقدیر معین کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں چلتے ہیں جس کے مطابق عالم سفلی کا بندوبست اور فصول و اوقات کی تبدیلی اور سالوں میں اور حساب کا شمار ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ کے فلاسفہ کا خیال ہے۔ کہ سورج اصلاً چلتا ہی نہیں اور چاند زمین پر گھومتا ہے۔ اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور ہم نے سنا ہے کہ بعض نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔ شاید ان کا خیال ہے کہ سورج کی کوکب آخر پر حرکت ہے اور یہی بات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے تاہم یہ امر متحقق ہے کہ سورج اور چاند سیر کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہ کرنا چاہیے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں کی رفتار حساب معین سے ہے۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

(النجم) سبزے، النبات الذی ینجم ای یظهر و یطلع من الارض ولا ساق لہ وہ پودا جو پھیلتا ہے اور زمین سے ظاہر ہو کر بلند ہوتا ہے (چڑھتا جاتا ہے) اور اس کے لیے تنا نہیں ہوتا مراد سبزے۔ بیلیں، جھاڑیاں، خودرو پودے۔

(اَلشَّجَرُ) پیڑ النبات الذی لہ ساق وہ پودے جن کے تنا ہوتا ہے
(يَسْجُدٰنِ) سجدہ کرتے ہیں انقیادهما لہ تعالیٰ فیما یرید بهما طبعاً۔
دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور مطیع ہیں جس طرح کہ ان سے طبعاً مطلوب ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ سبزے اور درخت اللہ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار ہیں۔ اور طبعاً مطیع ہیں۔ اطاعت امر کے ذکر میں پہلے عالم علوی کا ذکر ہوا۔ پھر عالم سفلی کی اشیاء کا ذکر فرمایا گیا کہ سبھی خدا کے فرماں بردار ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی

(وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا) اور آسمان کو بلند کیا۔ ای خلقها مرفوعة ابتداءً لا انها کانت مخفوضة ورفعها والظاهر ان المراد برفعها الرفع الصوری الحسی۔
یعنی آسمان کو شروع ہی سے بلند فرمایا۔ اس طرح نہیں کہ وہ پست تھا تو اسے بلند کر دیا اور ظاہر ہے کہ آسمان کے بلند کرنے سے مراد صوری و حسی طور پر اونچا کرنا ہے۔

(وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ) اور ترازو رکھی ای شرع العدل وامر به بان وفر علی کل ذی حق حقہ حتی انتظم امر العالم واستقام کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: بالعدل قامت

السموٰت والارض ۔

یعنی انصاف کا ضابطہ بنایا اور اسی کے مطابق حکم دیا تاکہ کوئی ہوشیار شخص اس پر جو اس کا حق ہے زیادتی نہ کرے اور حقدار کو اس کو پورا پورا حق ملے یہاں تک عالم کا معاملہ و انتظام درست ہو اور مستحکم قائم ہو جائے جیسا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسمان اور زمین عدل کے ساتھ قائم ہیں، ابن عباس اور حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد آلہ وزن و پیمائش ہے تاکہ اشیاء کے اوزان یا مقدار معلوم ہوں اور لین دین میں عدل قائم رہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو

ای لئلا تطغوا فیہ ای حقہ وشانہ بان تعتدوا وتتجاوزوا۔

یعنی تم اس میں سرکشی نہ کرو یعنی میزان میں کسی کی حق تلفی نہ کرو کہ تم زیادتی کرنے والے ٹھہرو یا حد سے بڑھ جاؤ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم میزان کو حق کے ساتھ قائم رکھو اور حد اعتدال سے نہ ہٹ جاؤ۔

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ اور انصاف کے ساتھ عدل قائم کرو

ولا تخسروا المیزان ۝ اور وزن نہ گھٹاؤ۔

(وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔

یعنی عدل کے ساتھ وزن ٹھیک رکھو، امام راغب نے کہا یہ اشارہ ہے عدل و انصاف کی رعایت ملحوظ خاطر رکھنے کے لیے انسانوں کو ان کے تمام افعال اور اقوال میں جو وہ کہتے یا کرتے ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جب تم کسی شئے کا معاہدہ کرنے کا ارادہ کرو یا لین دین کرو تو اپنی زبان کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو سفیان بن عیینہ کا قول ہے اقامت ہاتھ سے انصاف کرنا ہے اور قسط دل سے انصاف کرنا ہے۔ یہ ٹکڑا امر یعنی حکم الٰہی ہے۔ اور اگلے ٹکڑے میں نہی ہے۔

(وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ) اور وزن نہ گھٹاؤ۔ ای لا تنقصوہ فان من حقہ ان یسوی لانہ المقصود من وضعہ۔

یعنی ماپ تول میں کمی نہ کرو (نہ گھٹاؤ) اور لفظ نقص ہر طرح کی کمی کو محیط ہے) کیونکہ میزان کا حق یہ ہے کہ برابر برابر ہو نہ کمی نہ زیادتی اور جھکتا ہوا تول پسند ہے۔ کیونکہ قیام میزان کا مقصود یہی ہے نہی کمی کی ہے برابر یا پورا، پورا تولنا انصاف ہے اور مائل بہ زیادتی جھکتا ہوا تولنا مقصود ہے۔

(وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

فِیْهَا فَاکِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا) اور زمین رکھی۔ خلقها موضوعة مخفوضة عن السماء حسب ما یشاهد۔
زمین کو بچھایا اور آسمان سے (بلندی) پست بنایا جس طرح کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں

امام راغب نے کہا وضع سے یہاں مراد پیدا کرنا اور ایجاد کرنا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اسے پانی پر پست بچھایا گیا یا پھیلایا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے پہلے پانی کو خلق کیا پھر اس پر زمین کو پھیلایا۔

(لِلْاَنَامِ) مخلوق کے لیے۔

ابن عباس، قتادہ، ابن زید اور مجاہد سے منقول ہے کہ تمام حیوانوں کے لیے اور حسن نے کہا انسانوں اور جنوں کے لیے قاموس میں ہے انام سے مراد انسان اور جن یا وہ سب مخلوقات مراد ہیں۔ جو زمین پر ہیں۔

(فِيهَا فَاكِهَةٌ) اُس میں میوے۔ ای فیها ضروب کثیرة مما یتفکه به
یعنی اس میں (زمین میں) بکثرت نعمتیں ہیں جن سے (انسانوں کو) فائدہ و نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد لذت اور پھل ہیں۔

(وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ) اور غلاف والی کھجوریں، نخل سے مراد کھجوریں ہیں اور ذات الاکمام سے مراد غلاف والی اکمام، کمّ کی جمع ہے اور کم کے معنی الثمر (پھل) ہیں اور کم کے معنی غلاف قمیص کے بھی ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کے لیے میووں پھلوں کی کثرت و بہتات ہے جو ان کے لیے نفع و برکت ہیں اور یونہی ایسے پھل ہیں جو غلاف پوش ہیں اور اس میں کھجور کی تخصیص نہیں یعنی ہر وہ پھل جس پر غلاف ہے مراد ہے۔

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول

(وَالْحَبُّ) اور اناج هو ما یتغذی به کالحنطة و الشعیر
مراد وہ غلّہ ہے جو بطور غذا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے گندم یا مکئی اور جو

(ذُوالْعَصْفِ) بھس کے ساتھ۔ قیل هو ورق المزرع کہا گیا ہے کہ وہ اناج کا چھلکا ہے۔
وقیل بعضهم بالیابس اور بعض نے اسے خشک بھوسے ہی مراد لیا ہے، ابن عباس سے مروی ہے انه التبن یہ الجبر ہے، اور ضحاک نے کہا انه القشر الذی یکون علی الحب اس سے مراد چھلکا ہے۔ جو کہ دانے (یا پھل) پر ہوتا ہے۔

(وَالرَّيْحَانُ) اور خوشبو کے پھول۔

ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ریحان سے مراد اگے والے اشیاء و نباتات سے آنے والی پسندیدہ مہک یا خوشبو ہے۔ جس سے مروی ہے ہو ریحانکم ھذا ای الریحان المعروف وہ تمہارے یہی پھول یعنی جو پھول معلوم و مشہور ہیں۔ مجاہد کا قول ہے ریحان سے مراد رزق ہے اور بعض نے کہا ریحان سے مراد لب ہے یعنی گودا یا مغز، کسائی، حمزہ اور الاصمعی نے بروایت ابی عمرو والریحان کو العصف پر عطفاً جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس تقدیر پر مفہوم یوں ہوگا۔ والحب ذو العصف الذی ھو رزق دوابکم اور بھس کے ساتھ جو اناج ہے۔ وہ تمہارے چوپایوں کا رزق ہے، اور "ذو اللب الذی ھو رزق لکم" جو مغز کے ساتھ ہے وہ تمہارے لئے رزق ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

آلاء سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں فَبِاَیِّ میں ف سببی اور استفہام تاکید کے لیے ہے ربکما میں کما اور تکذبٰن میں صیغہ تثنیہ ہے اس سے جن و انس مراد ہیں اور ان دونوں کو شکر و اطاعت کی بجا آوری اور ان کے نفوس کو تنبیہہ کے لیے خطاب، اگلی دونوں آیتوں میں انس و جن کے پیدائش و تخلیق کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں دونوں گروہوں یعنی جن و انس ہی کو خطاب ہے، سورہ مبارکہ میں یہ آیت اکتیس مرتبہ مکرر ہے جو کلام عرب کے موافق ہدایت و ارشاد کا بہترین اور موثر ترین اسلوب و انداز ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مبارکہ اپنے اصحاب کے سامنے پڑھی تو وہ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا میں نے جنوں سے بڑھ کر اچھا جواب نہیں سنا۔ جب بھی میں پروردگار کے اس قول پر پہنچتا فبای الاء...... تکذبٰن تو وہ (جن) جواباً کہتے لا بشیٔ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد اے ہمارے پالنے ہمیں تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں تو سب تعریف تیرے ہی لیئے ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ٥ اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ٥ اور جن کو پیدا فرمایا خالص آگ سے۔

(خَلَقَ الْاِنْسَانَ) اس نے آدمی کو بنایا والمراد بالانسان آدم عند الجمھور

اور جمہور کے نزدیک انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حسن کا قول ہے کہ انسان سے مراد جنس انسان ہے۔

(مِنْ صَلْصَالٍ) بجتی مٹی سے والصلصال الطین الیابس الذی لہ صلصلۃ

اور صلصال سے مراد خشک مٹی ہے جو بجانے سے کھن کھن بجے۔

(کَالْفَخَّارِ) جیسے ٹھیکری وھو الخزف اعنی ما احرق من الطین حتی تحجر

وہ مٹی جو آگ میں جلا کر پکائی جائے یہاں تک کہ پتھر ہو جائے اور وہ ٹھیکرا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی ٹھیکرے کی مانند مٹی سے پیدا کیا، یہ تخلیق کے مراحل و صور کا ذکر ہے۔ اور دیگر آیات سے مختلف نہیں جن میں تخلیق انسانی کا ذکر ہے۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ اور جن کو پیدا کیا۔ ھو ابو الجن وھو ابلیس قالہ الحسن وقال مجاھد وھو ابو الجن ولیس ابلیس وقیل ھو اسم جنس شامل للجن

وہ جنوں کا باپ ہے اور وہ ابلیس ہے حسن کا یہی قول ہے اور مجاہد نے کہا وہ جنوں کا باپ ہے اور ابلیس مراد نہیں ہے۔ اور کہا گیا وہ اسم جنس ہے جو تمام جنوں کو شامل ہے۔

(مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ) خالص آگ سے۔

من لھب خالص لا دخان فیہ۔

خالص دھوئیں والے شعلے سے

یعنی جنوں کو خالص شعلے سے پیدا کیا جس میں دھواں نہ تھا۔ مرج کے معنی بہانے، ملانے، چلانے یا لہرانے یا لہریں مار کر چلنے کے ہیں مارج اس سے مشتق ہے۔ اس کا مطلب ہے جنوں کو ایسی آگ سے پیدا کیا جو لہروں کی طرح چلتی تھی یعنی شعلہ مارتی آگ سے، آگ کے شعلے بھی لہراتے اور باہم خلط ملط ہوتے ہیں جب آگ جولانی پر چلتی ہے۔ اور اس وقت شعلوں کی لپیٹ میں دھواں نہیں ہوتا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی دونوں کی پیدائش اللہ کی شان قدرت کا عظیم شاہکار ہے اور کیا دونوں مخلوقیں اس حقیقت کا انکار کر سکتی ہیں ظاہر ہے ہرگز نہیں

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ٥ دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب

مہاب شرقی الشمس صیفا و شتاء ومغربیھا۔

آفتاب کے سردی اور گرمی میں طلوع و غروب ہونے کے مقام ہیں (ان کا رب)

اور کہا گیا ہے سورج اور چاند کے دونوں مقامات طلوع و غروب مراد ہیں۔

اور ابن عباس سے مروی ہے مشرقین سے مراد فجر کا مشرق اور شفق کا مشرق ہے۔
اور مغربین سے مراد سورج کے غروب ہونے کا مقام اور شفق کے غروب ہونے کا مقام ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی اختلاف طلوع و غروب اور اس کے اثرات و ثمرات اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے
تو کیا تمہیں اس سے انکار ہے، تنبیہ و ترغیب واضح ہے اور تکرار نے حسن دعوت کو بڑھا دیا ہے

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ٥ — اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے

بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ٥ — اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

(مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ) اس نے دو سمندر بہائے اَرْسَلَ البحر الملح والبحر العذب
میٹھے اور نمکین پانی کے سمندر چھوڑے۔
یَلْتَقِیٰنِ ٥ باہم ملے ہوئے ای یتجاوران وتتماس سطوحھما لا فصل بینھما
فی مرأی العین۔

یعنی دونوں ملے ہوئے اور دونوں کی سطحیں ایک دوسرے سے متصل وملحق اور ان کے درمیان
ظاہر دیکھنے میں کوئی فصل نہیں۔
(بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ) اور ہے ان میں روک ای حاجز من قدرۃ اللہ تعالٰی
یعنی ان کے درمیان برزخ (روک، اوٹ، پردہ) اللہ کی قدرت ہے۔
(لَا یَبْغِیٰنِ) ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتے۔
ہر ایک اپنی حد پر رہتا ہے اور کسی کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، مجاہد کے نزدیک دونوں سمندروں سے
مراد آسمانی اور زمینی سمندر ہیں جو ہر سال باہم ملتے ہیں اور آدمیوں پر نہیں چڑھ آتے کہ ان کو غرق کر دیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

یعنی سمندروں کی موجودہ تخلیق قدرت الٰہی کی مظہر ہے جو بے شمار حکمتوں اور فوائد کو شامل ہے۔ تو کیا
اے انسانوں اور جنوں کی جماعت تمہیں اس نعمت کا انکار ہے؟

یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ٥ — ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

(يَخْرُجُ مِنْهُمَا) ان دونوں سے نکلتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نکالتا ہے، دونوں سمندروں سے یعنی شیریں اور شور سمندروں سے بعض کا خیال ہے کہ موتی صرف نمکین سمندروں سے نکلتے ہیں، لیکن اللہ نے یہاں دونوں کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تثنیہ سے ظاہر ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ عربی زبان میں دو چیزوں کا اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے جب کہ حالت بطور خاص ایک کی بیان ہوتی ہے۔ اگرچہ ضمیر تثنیہ ہو قرآن حکیم میں اس کی نظیر ہے۔ نزّل نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم مجاہد کا قول ہے کہ اگر سمندروں سے مراد آسمان اور زمین کے سمندر مراد ہوں تو باہم ملنے کی شکل یہی ہے کہ جب آسمان سے مینہ برستا ہے تو زمینی سمندر کی سیپیاں البرنسیاں کے قطرہ کو نگل لیتی ہیں جو قدرت الٰہی سے موتی بن جاتا ہے، مونگا (مرجان) جواہر اور سنگریزوں سے ملتا جلتا ہے اور لولو (مروارید) بڑے یا چھوٹے موتی ہیں، واللہ اعلم،

امامیہ نے بحرین سے مراد مولا علی وجہہ اللہ الکریم اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزھرا ر رضی اللہ عنہا مراد لیے ہیں اور برزخ سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور منھما اللولو والمرجان سے مراد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں (مجمع البیان) اگرچہ یہ تفسیر صوفیاء کے انداز پر عزیب ہے، تاہم ہمارے نزدیک حضرات مذکور علم و فضل میں بحر محیط سے افضل و اعظم ہیں بلکہ یہ سمندر توان کے فیضان کے دو قطرے ہیں چہ جائیکہ ان سے تشبیہ ہو اور یونہی شہزادگان کریمین کو مروارید و مرجان سے تشبیہ ان کی عظمت و شان کے سامنے انتہائی معمولی ہے۔ اور ان کے فضائل و کمالات حصر و شمار سے باہر ہیں اور اعلیٰ و اعظم ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

مروارید کے تذکرے کے ساتھ تکرار نعمت رغبت کے لیے ہے اور مروارید کی مسلمہ افادیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے اور نعمت کا ذکر ترغیب و تفکر کے لیئے کیا خوب ہے ؛ سبحان اللہ، والحمد للہ

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ

السفن جمع جاریۃ وخصھا سبحانہ بانھا لہ

الجوار جاریہ کی جمع ہے یعنی کشتیاں (یا چلنے والیاں) (ولہ) اور اللہ تعالیٰ نے انکی نسبت اپنے ساتھ خصوصیت کے ساتھ کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جن اشیاء سے یہ کشتیاں مصنوع ہوئی اور جنھوں نے بنائیں اور دریاؤں میں ان کا چلنا سب قدرت و پیدائش و عطائے الٰہی سے ہے۔

المنشئٰت (اٹھی ہوئی) کشتیوں کی صفت ہے اور کہا گیا اس سے مراد ان کا سمندر ہونا ہے۔ پانی پر ان کشتیوں کا اٹھا ہونا اور موجوں یا پانی کا ان کو نہ ڈبونا قدرت الٰہی کا مظہر ہے۔ اعلام علم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اونچے لمبے پہاڑ اور یہ تشبیہ کا ہے جس سے ان کشتیوں کی لمبائی اونچائی (بڑا ہونے) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بڑے بڑے جہاز۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سمندروں میں چلنے والے بڑے بڑے جہاز اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں دی ہوئی عقل و بصیرت، اور اس کی شان قدرت کا مظہر ہیں

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

تذکرہ و تکرار نعمت ترغیب و دعوت فکر کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ۲۷

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝
وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اسے ہر دن ایک کام ہے۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
جلد سب کام نمٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝	پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری۔
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۝	تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ۝	مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝	یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں۔
یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝	پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

حل لغات رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

کُلُّ۔ سب	مَنْ۔ جو	عَلَیْهَا۔ اس پر ہیں	فَانٍ۔ فنا ہونے والے ہیں
وَ۔ اور	یَبْقٰی۔ باقی رہے گی	وَجْهُ۔ ذات	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی
ذُو الْجَلٰلِ۔ جو عظمت	وَ۔ اور	الْاِكْرَامِ۔ بزرگی والا ہے	فَبِاَیِّ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	یَسْـَٔلُهٗ۔ مانگتا ہے اس سے
مَنْ۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	كُلَّ۔ ہر	یَوْمٍ۔ دن	هُوَ۔ وہ
فِیْ۔ بیچ	شَاْنٍ۔ کسی کام کے ہے	فَبِاَیِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت
رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	سَنَفْرُغُ۔ جلد فارغ ہونگے ہم	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
اَیُّهَ۔ اے	الثَّقَلٰنِ۔ دو بھاری جماعتو	فَبِاَیِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت

رَبِّكُمَا۔ اپنے رب | تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | يٰا۔ اے | مَعْشَرَ جماعت

الْجِنِّ جنوں | وَ۔ اور | الْاِنْسِ انسانوں کی | اِنِ۔ اگر

اسْتَطَعْتُمْ تم طاقت رکھتے ہو | اَنْ۔ یہ کہ | تَنْفُذُوْا۔ نکل جاؤ

مِنْ اَقْطَارِ۔ کنارے | السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں | وَ۔ اور | الْاَرْضِ۔ زمین سے

فَانْفُذُوْا۔ تو نکل جاؤ | لَا۔ نہ | تَنْفُذُوْنَ نکلو گے تم | اِلَّا۔ مگر

بِسُلْطٰنٍ۔ غلبہ سے | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی | اٰلَاۤءِ۔ نعمت | رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | يُرْسَلُ بھیجا جائیگا | عَلَيْكُمَا۔ تم پر | شُوَاظٌ۔ شعلہ

مِّنْ نَّارٍ۔ آگ کا | وَّ۔ اور | نُحَاسٌ۔ دھواں | فَلَا۔ تو نہ

تَنْتَصِرٰنِ۔ بدلہ لے سکو گے | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی | اٰلَاۤءِ نعمت | رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | فَاِذَا۔ تو جب | انْشَقَّتِ پھٹ جائیگا | السَّمَآءُ۔ آسمان

فَكَانَتْ۔ تو ہو جائیگا | وَرْدَةً۔ سرخ | كَالدِّهَانِ تلچھٹ کی طرح | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی

اٰلَاۤءِ نعمت | رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی | تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | فَيَوْمَئِذٍ۔ تو اس دن

لَّا۔ نہ | يُسْئَلُ۔ پوچھا جائیگا | عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ۔ اپنے گناہ سے | اِنْسٌ۔ کوئی انسان

وَّ۔ اور | لَا۔ نہ | جَآنٌّ جن | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی

اٰلَاۤءِ نعمت | رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی | تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | يُعْرَفُ۔ پہچانے جائینگے

الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم | بِسِيْمٰهُمْ۔ اپنی پیشانی سے | فَيُؤْخَذُ۔ تو پکڑے جائینگے | بِالنَّوَاصِيْ۔ پیشانی سے

وَ۔ اور | الْاَقْدَامِ۔ قدموں سے | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی | اٰلَاۤءِ۔ نعمت

رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی | تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے | هٰذِهٖ۔ یہ | جَهَنَّمُ۔ جہنم

الَّتِيْ۔ وہ ہے | يُكَذِّبُ۔ کہ جھٹلاتے تھے | بِهَا۔ اسکو | الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم

يَطُوْفُوْنَ۔ پھریں گے | بَيْنَهَا۔ اسکے درمیان | وَ۔ اور | بَيْنَ۔ درمیان

حَمِيْمٍ۔ گرم | اٰنٍ۔ کھولتے پانی کے | فَبِاَيِّ۔ تو کونسی | اٰلَاۤءِ نعمت

رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی | تُكَذِّبٰنِ جھٹلاؤ گے۔

مختصر تفسیر اردو دو رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ۲۷

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔
وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ خُدًا اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت
لْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ اور بزرگی والا
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا) زمین پر جتنے ہیں سب کو ای على الارض التی وضعت للانام من الحيوانات والمركبات۔

یعنی زمین پر جو کہ حیوانات اور مرکبات سے مخلوق کے لیے بچھائی گئی ہے، انام سے مراد تمام جاندار ہیں۔ مَنْ تغلیب کے لیے ہے یعنی جنوں اور انسانوں کے لیے یعنی ان سب کو فنا ہے یا پھر ہر چیز جو زمین پر ہے وہ مراد ہے یعنی سب کچھ فنا ہو جائیگا۔

(فَانٍ) فنا ہے، هَالِكٌ

یعنی مٹ جانیوالا ہے، ایسا قیامت کے روز ہوگا۔ یا جب پروردگار ایسا چاہے۔

(وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ) اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات

ای ذاته عز وجل، والمراد هو سبحانه وتعالىٰ۔

یعنی اللہ عزّ وجل کی ذات باقی ہے اور اس سے مراد اللہ پاک کی ذات بزرگ و برتر ہے چہرہ کا ذکر بطور کنایہ کے ہے اور اس کی تفسیر ذات الٰہی ہے اور اللہ چہرہ سے پاک ہے کہ چہرہ صورت و جسم کو متلزم ہے اور اللہ کریم جسم و جسمانیت اور صورت شکل سے پاک ہے۔ بعض نے اسے متشابہات سے قرار دیا ہے رَبِّكَ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور

(تیرے رب کا) اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ بزرگی اور عظمت وشان ہے اور وجہ قصد کے معنی بھی لیا گیا ہے۔ اور اُس سے مراد مقصود ہے۔ یعنی وہ شے باقی رہے گی جس کا تمہارا پروردگار اعمال سے (اعمال صالحہ) چاہے گا یا قصداً فرمائے گا۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اللہ فانی نہیں ہے اور فنا مخلوق کے لیے ہے۔

(ذوالجلال والاکرام) عظمت اور بزرگی والا۔

اللہ تعالیٰ غلبہ و بزرگی والا ہے اور اپنے غیر سے مستغنی ہے (بے پرواہ ہے) یا تو صفت الٰہی ہے۔ یا یہ اسماء صفات ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ مخلوق کو فنا کے بعد زندہ کرے گا اور ہمیشہ کی زندگی دے گا اور اپنے مومن بندوں پر خوب نوازش فرمائے گا۔ ذوالجلال والاکرام اسم اعظم ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں وارد ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دعاؤں میں ہمیشہ التزام کے ساتھ ورد کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اسم اعظم کے توسل سے مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی اور مستجاب ہے

(فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

جیسا کہ اوپر گذرا سب اشیاء کا فنا ہونا بقا کا دروازہ ہے اور فنا کے بعد حیات ابدی اور عنایات اللہ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہیں تو کیا جنوں اور انسانوں کو اس سے انکار ہے۔

یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝	اُسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اُسے ہر دن ایک کام ہے
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
(یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الارض)	اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

قاطبۃ مایحتاجون الیہ فی ذواتھم حدوثاً وبقاءً او فی سائر احوالھم سؤالاً مستمراً بلسان المقال اوبلسان الحال

سب کے سب اپنے حدوث و بقاء ذات میں اُسی کے محتاج ہیں اور تمام کیفیتوں اور حالوں میں ہمیشہ زبان حال و قال سے اسی کے حضور سوالی ہیں یعنی فرشتے ہوں یا جنات انسان ہو یا کوئی اور مخلوق سبھی اللہ کے فضل و کرم کے محتاج ہیں اور کوئی بھی کسی بھی حال میں اس سے بے نیاز نہیں اور جملہ امور میں اسی کے منگتا ہیں۔

ابن المنذر نے ابی صالح سے نقل کیا ہے کہ یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ سے مراد رحمت اور مَنْ

فی الارض سے مراد بخشش و رزق ہے اور ابن المنذر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے۔ یسئلہ سے مراد ہے کہ فرشتے کہ ان پر اللہ کا سلام ہو اہل زمین کے لیے رزق اور بخشش مانگتے ہیں اور اہل زمین سارے کے سارے دونوں (رزق و مغفرت) مانگتے ہیں۔

(کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ) ۵ اسے ہر دن ایک کام ہے۔

مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے رد میں اتری جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز کوئی کام نہیں فرماتا (کل یوم) کل وقت من الاوقات ولحظة من اللحظا یعنی دنیا کے اوقات و لحظات میں ہر لمحہ اور ہر وقت (ھو فی شان) ابن ماجہ نے ابی الدرداء سے ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا من شانه ان یغفر ذنبا و یفرج کربا و یرفع قوما و یضع اخرین اللہ کی شان ہے کہ وہ گناہوں کو بخشتا ہے اور پریشانیوں (دکھوں) کو دور کرتا ہے۔ اور کسی قوم سربلند اور کسی کو ذلت سے دوچار کرتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے پروردگار جل و علا ہر لحظہ، ہر وقت اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے عزت، ذلت، موت، حیات، غنی و محتاج، بخشش و ترقی رزق اور دکھوں کا مٹانا یہ سب اسی کے نشانات قدرت ہیں جو ہمہ وقت ظاہر ہو رہے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۵ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جب ہر لحظہ اس کے نشانات قدرت و نعمت ظاہر ہو رہے ہیں اور مخلوق میں ہر کوئی اسی ہی کی ذات کا محتاج اور ہر حال میں اُسی کا سائل ہے تو ان سب باتوں کے سمجھنے کے باوصف کیا تمہیں اُس کی نعمتوں سے انکار ہے ظاہر ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہے اور سب تعریف اُسی کو سزاوار ہے۔ جو جملہ نعمتوں کا منعم و معطی ہے اور بربادی ہے منکروں کافروں کے لیے جو جاننے کے باوجود نعمتوں کا اقرار نہیں کرتے اور اُس کی ذات پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہیں۔

سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ۵	اے دونوں بھاری گروہ ہم جلد سب کام نمٹا تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۵	تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ) قاصدین الیکم ہم تمہارے حساب کے ارادہ فرماتے ہیں یا توجہ کرتے

س مستقبل قریب کے لیے وارد ہے یعنی جلد ہی قصد فرماتے ہیں۔

(اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ) اے دونوں بھاری گروہ ہما الانس والجن

وہ دونوں انسان اور جن ہیں۔

آیت مذکورہ میں تہدید ہے۔ انسانوں اور جنوں کو ہی احکام شرع کی تکلیف ہے اور ان میں سے منکروں کافروں اور جھٹلانے والوں کو دھمکی ہے کہ عنقریب تمہاری موعودہ مہلت ختم ہوجائیگی یعنی قیامت قائم ہوجائیگی تو ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے یہ ہرگز مراد نہیں کہ ہم سب کاموں سے فارغ ہوکر تمہارا قصد فرمائیں گے کیونکہ اللہ ﷻ ایسی مشغولیت سے پاک ہے کہ دوسرے کام کی طرف توجہ نہ فرما سکے اور اللہ علم والا، غلبے والا قدرت والا ہے۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قیام قیامت کے ساتھ سب معاملات منٹ جائیں گے جن کا تعلق افعال و تخلیق سے ہے اور وہ دن حساب کے لیے خاص ہے اور تمہیں موت تک مہلت ہے تو جونہی ایسا ہوتا ہے ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے، اور تہدید میں ترغیب اور عذاب سے ڈرانا ہے تاکہ منعم کے انعامات کا اقرار کریں اور ایمان لے آئیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

تہدید کے بعد ترغیب اور عذاب سے ڈرانا اور قبولِ حق پر آمادہ کرنا ہے تاکہ حساب وگرفت کے خوف سے ڈر جائیں اور ایمان لے آئیں۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝	اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ) اے جن وانسان کے گروہ،

بطور زیادتی تقریر کے دونوں بڑے گروہوں کو ان کے اسم جنس سے خطاب ہے کیونکہ جن قدرت وطاقت اور سخت و دشوار کاموں کے کرنے میں مشہور ہیں اور بیان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر ارادہ بھی کریں تو بھی حق تعالیٰ کی جزا و سزا سے خلاصی پر قدرت نہیں رکھتے۔

(اِنِ اسْتَطَعْتُمْ) اگر تم سے ہو سکے اِنْ قَدَرْتُمْ یعنی اگر تم میں قدرت وطاقت ہے۔

(اِنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ
اَنْ تَخْرُجُوْا مِنْ جَوَانِبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ هَارِبِيْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَارِّيْنَ مِنْ
قَضَائِهٖ سُبْحَانَهٗ۔
یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی قضا سے فرار ہو کر آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل کر بھاگ
سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔

(فَانْفُذُوْا) تو نکل جاؤ، فاخرجوا منها وخلصوا انفسكم من عقابه عز وجل
والامر للتعجيز۔
تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو اور حق تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب (سزا)
سے اپنے نفوس کو بچا لو اور یہ حکم تعجیز ہے یعنی تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور تم میں یہ قدرت نہیں۔
(لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے
(لَا تَنْفُذُوْنَ) لا تقدرون على النفوذ یعنی تم میں بھاگ نکلنے کی قدرت نہیں اور
نہ ہی ہو گی۔

(اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) اى بقوة وقهر وانتم عن ذلك بمعزل۔
یعنی قوت اور غلبہ کے ذریعے سے اور تم دونوں گروہ اس سے عاجز ہو یعنی تمہیں اس کی
قدرت نہ ہو گی ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب بروز قیامت ہو گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے
مراد یہ ہے کہ اگر تم موت سے بھاگ نکلنے کی قوت ہے تو بھاگ نکلو۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں گروہوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم میں قدرت وطاقت ہے یا
تم سے ہو سکتا ہے تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو لیکن تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور
اگر تم بھاگ کر نکل جانے کی کوشش بھی کرو گے تو جہاں جاؤ گے اللہ ہی کی سلطنت ہے لہذا نہ تو تم میں
فرار کی قوت وہمت اور نہ عذاب الٰہی سے بچنے کی قدرت ہے جب تم عاجز ہو اور تمہیں بجز عجز کے چارہ
نہیں تو پھر تم اللہ کی نعمتوں کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
بطور تنبیہ اور خوف دلانے کے ہے۔ کہ جب تم عذاب الٰہی سے بچنے کی ہمت وقدرت
نہیں رکھتے تو پھر قبول حق کے لیے آمادہ کیوں نہیں ہوتے! تو کیا تمہیں اس روشن حقیقت سے
انکار ہے کیا؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ — تم پر چھوڑی جائیگی بے دھویں کی آگ کی لپیٹ۔ اور بے لپیٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا) تم پر چھوڑی جائیگی۔ اَیْ يُصَبُّ عَلَيْكُمَا یعنی تم پر قوت کے ساتھ ڈالی جائے گی. قیامت کے روز یا جب قبروں سے اٹھاکر محشر کی طرف لیجائے جائیں گے۔

(شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ) بے دھویں کی آگ کی لپیٹ۔

(شواظ) ابن عباسؓ سے مروی ہے هو اللهب الخالص وہ لپیٹ جو خالص آگ ہے۔ ضحاک کا قول ہے الدخان الذی یخرج من اللهب وہ دھواں جو شعلہ یا آگ سے نکلے اور کہا گیا ہے هو النار والدخان جمیعًا وہ آگ اور دھواں باہم اکٹھے ہوں۔

مجاہد کا قول ہے اللهب الاحمر المنقطع سرخ شعلہ جو آگ سے الگ ہو۔

(مِنْ نَارٍ) یہ شواظ کی صفت ہے۔

(وَنُحَاسٌ) اور بے لپیٹ کا کالا دھواں
هُوَ الدخان الذی لا لهب فیه

ابن عباس سے مروی ہے نحاس سے مراد وہ دھواں ہے جس میں آگ کی لپیٹ (شعلہ) نہ ہو اور انہوں نے نافع بن الازرق کے لیے نابغہ الجعدی کا شعر بطور حوالہ کے پڑھا۔

تضئُ کضوء السراج السلیط — لم یجعل الله فیه نحاسًا

تیری چمک (رنگت) سلیط کے چراغ کی روشنی کی طرح ہے جس میں اللہ نے سیاہی نہ بنائی امام اِعنب نے اس کی تفسیر ایسی لپیٹ (شعلہ) والی آگ سے کی ہے جس میں دھواں نہ ہو اور کہا کہ آگ کی رنگت کی تشبیہ نحاس سے کی گئی ہے۔ واضح مفہوم ہے بغیر شعلہ کے سیاہ دھواں

(فَلَا تَنْتَصِرَانِ) تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔ فَلَا تَمْتَنِعَانِ وَهٰذَا عند الضحاك فی الدنیا ایضًا۔

تو دونوں گروہ (جن وانس) اسے روک نہ سکیں گے یعنی اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اور ضحاک کے نزدیک دنیا میں بھی یوں ہی ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ روز قیامت بے دھوئیں کی آگ کی لپیٹ اور بغیر شعلے کا سیاہ دھواں

ان پر مسلط ہوگا جو انہیں حشر کی طرف لے جائے گا اور وہ (جن و انس) اس سے نہ بچ سکیں گے اور نہ ان
اسے روک سکیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے دنیا میں انکار و بغاوت کرنے والے
اور اہل ایمان سے بدلہ کی دھمکیاں دینے والے یا مومنوں پر ظلم کرنے والے اس روز بدلے کی حسرت
لیے ہوئے انتہائی عجز و ذلت کے حال میں گرفتار ہوں گے اور کوئی پرسان حال ہوگا نہ مددگار و غمخوار
خسر الدنیا والآخرۃ وھنا لک المبطون ۰

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ — تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

عذاب آخرت کی دنیا ہی میں خبر دینا اللہ کریم کی خاص مہربانی اور عنایت ہے تاکہ منکر و کافر و
مکذبین اس کے عذاب سے ڈر جائیں اور بغاوت و نافرمانی سے رک جائیں اور اپنی نجات کے لیے
راہ حق کی طرف رغبت کریں اور انجام کی خبر معلوم ہونے کے باوصف انکار اور کفر و سرکشی پر ڈٹے رہنا
نہایت درجہ شقاوت و محرومی و بدنصیبی ہے۔ ومن یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل اللہ فلن
تجد لہ ولیا مرشدا ۰

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً — پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے
کَالدِّهَانِ ۰ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا — پھول سا ہو جائیگا جیسے سرخ نری۔
تُکَذِّبٰنِ ۰ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔
ای انصدعت یوم القیامۃ یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیگا
(فَکَانَتْ وَرْدَۃً) تو گلاب سا ہو جائے گا۔
ای کالورد فی الحمرۃ یعنی سرخی میں گلاب کے پھول کی طرح۔ بعض نے کہا جگہ جگہ سے پھٹ
جائے گا۔ اور اس کی رنگت سرخ ہوگی۔
(کَالدِّهَانِ) جیسے سرخ نری (چمڑا)
ک تشبیہ کے لیے ہے دھان سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ دھان کے معنی سرخ چمڑے یا مرہم
یا روغن کے ہیں۔ یعنی آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح ہو جائیگا یا اس روغن و تیل کی طرح جو آنچ پر
رنگ بدلتا ہے اور بالآخر سرخی مائل ہو جاتا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ
جائے گا اور اس کا رنگ سرخ گلاب کا سا ہو جائیگا۔ اور اس کی رنگت سرخ چمڑے جیسی ہو جائے گی
وہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
دنیاوی زندگی میں آسمان کے پھٹنے کی خبر کے بعد منکرین کے لیے انتباہ اور رغبت و خوف دلانے کے لیے بطور نعمت مکرر فرمایا گیا۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۝ تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے نعمت کی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

(فَیَوْمَئِذٍ) تو اس دن
یعنی اس دن جب آسمان پھٹ جائیگا۔ (یوم قیامت)
(لَا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ) گناہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

لِاَنَّهُمْ یُعْرَفُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ وَهٰذَا فِیْ مَوْقِفٍ
کیونکہ وہ اپنی پیشانیوں ہی سے پہچانے جائیں گے اور ایسا موقف میں ہوگا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور سوال کا نہ کرنا مواقف روز قیامت میں سے ایک موقف میں ہوگا یعنی جب قبروں سے حشر کی طرف لیجائے جائیں گے۔ اور سوال نہ کرنا ان آیات سے متعارض نہیں جن میں پوچھنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ قیامت کے روز مختلف موقف ہیں اور انہی مواقف میں سے ایک یہ ہے جہاں ان سے ابھی بازپرس نہ ہوگی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
قیامت کے حوالے سے بطور رغبت و خوف دلانے کے تکرار ارشاد ہے۔

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ۝ مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ) مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔
گذشتہ آیت میں سوال نہ کرنے کا ذکر ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ مجرموں کو کیونکہ جان لیں گے۔ تو اس آیت میں وضاحت ہے کہ فرشتے مجرموں کو چہروں سے شناخت کرلیں گے، یہی انکی

ظاہری وضع سے جان جائیں گے (ھم) ضمیر کا اشارہ بعض انسانوں اور جنوں کی طرف ہے۔ اور وہی مجرم لوگ ہوں گے حسن سے مروی ہے کہ ان کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے

نواصی جمع ناصیۃ وھی مقدم الراس۔ نواصی ناصیہ کی جمع ہے۔ اور ناصیہ سر کے اگلے حصے پیشانی کو کہتے ہیں۔ اقدام جمع قدم وھی قدم الرجل المعروف منۃ اقدام قدم کی جمع ہے اور وہ آدمی کا معروف قدم (پاؤں) ہے۔ ضحاک سے مروی ہے کہ فرشتے ان میں سے (مجرموں) ہر ایک کو پیشانی اور قدموں سے پکڑ (اکٹھا کرکے باندھ کے) ان کی پیٹھ کی طرف سے ایک زنجیر میں باندھ کر آگ میں پھینک دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے بعض مجرموں کو پیشانی سے اور بعض کو قدموں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے یا ایک مرتبہ پیشانی سے اور دوسری مرتبہ پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مجرموں کی کیفیت عذاب کا ذکر فرما کر منکروں کو انتباہ تخویف ورغبت دلائی گئی ہے۔ اور مکرر ارشاد ہے۔

هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ٥ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ٥

یہ ہے جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں پھیرے کریں گے اُس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ) یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے تھے

یہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بطور معطوف مقدر ہے جو پچھلی آیت میں کہا گیا

یعنی کفار ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ان کفار ومشرکین سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جہنم جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اور جس کا انکار کرتے تھے۔

(يَطُوفُونَ بَيْنَهَا) پھیرے کریں گے اُس میں

یعنی جہنم کی آگ میں چکر کاٹیں گے یا خود بخود گھومیں گے جسطرح کوئی شے جلتے تیل کے کڑھاؤ میں ڈالی جائے تو وہ اُس میں پیدا ہونے والی گھومنے یا چکر کاٹنے لگتی ہے اُبلتی لہروں کے ساتھ جہنم میں ڈالتے وقت کفار کی ایسی کیفیت ہوگی۔

(وَبَيْنَ حَمِيْمٍ آنٍ) اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں

ماءِ حار (انتہائی گرم پانی) حسن نے کہا النحاس انتہی حرہ ہے لپیٹ کا کالا دھواں جو انتہا درجہ کا گرم ہو۔ اور ایک قول ہے کہ آگ میں جلیں گے اور ان کے سروں پر انتہائی جلتا کھولتا پانی ڈالا جائے گا جیسا کہ حم الدخان میں مذکور ہے۔ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ اور ایک قول ہے کہ جب نار جہنم میں جل بھن کر فریاد کریں گے۔ تو انہیں جلتا کھولتا پانی پلایا جائے گا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ توتم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

کفار کو نافرمانیوں کے نتیجہ کے طور پر پیش آنے والے عذاب سے آگاہ کرنا عظیم نعمت ہے، اور منکروں کے لیے دعوتِ فکر و رغبت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝
اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝
بہت سی ڈالوں والیاں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝
ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝
ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۝
اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قناویز کا اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝
ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝
گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝
نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝
اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝
نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝
ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝
ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝
ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝
حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝
ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگا یا کسی آدمی اور نہ کسی جن نے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝
تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝
بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

وَ ۔ اور
لِمَنْ ۔ اسکے لیے جو
خَافَ ۔ ڈرا
مَقَامَ ۔ کھڑے ہونے
رَبِّہٖ ۔ اپنے رب کے سامنے
جَنَّتٰنِ ۔ دو جنت ہیں
فَبِاَيِّ ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ ۔ نعمت
رَبِّكُمَا ۔ اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ۔ جھٹلاؤ گے
ذَوَاتَآ ۔ دونوں باغ ہونگے
اَفْنَانٍ ۔ لمبے ڈالوں والے

فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا - ان میں　عَيْنٰنِ - دو چشمے　تَجْرِيٰنِ - جاری ہیں　فَبِاَيِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　فِيْهِمَا - ان میں

مِنْ كُلِّ - ہر طرح کے　فَاكِهَةٍ - پھل ہونگے　زَوْجٰنِ - دو دو قسم کے　فَبِاَيِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　مُتَّكِئِيْنَ - تکیہ لگائے ہونگے

عَلٰى - اوپر　فُرُشٍ - بچھونوں کے　بَطَآئِنُهَا - جن کا استر　مِنْ اِسْتَبْرَقٍ - قناویز کا ہوگا

وَ - اور　جَنَا - پھل　الْجَنَّتَيْنِ - دونوں باغوں کا　دَانٍ - قریب ہوگا۔

فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے

فِيْهِنَّ - ان میں　قٰصِرٰتُ - نیچی　الطَّرْفِ - نگاہ والی ہونگی　لَمْ - نہیں

يَطْمِثْهُنَّ - چھوا ان کو　اِنْسٌ - کسی انسان نے　قَبْلَهُمْ - ان سے پہلے　وَ - اور

لَا - نہ　جَآنٌّ - جن نے　فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت

رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　كَاَنَّهُنَّ - گویا کہ وہ　الْيَاقُوْتُ - لعل

وَ - اور　الْمَرْجَانُ - مونگے ہیں　فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت

رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　هَلْ - کیا ہے　جَزَآءُ - بدلہ

الْاِحْسَانِ - نیکی کا　اِلَّا - مگر　الْاِحْسَانُ - نیکی　فَبِاَيِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　وَ - اور

مِنْ دُوْنِهِمَا - ان کے علاوہ بھی　جَنَّتٰنِ - دو باغ ہیں　فَبِاَيِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　مُدْهَآمَّتٰنِ - نہایت

ہی سرسبز ہونگے　فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　فِيْهِمَا - ان میں　عَيْنٰنِ - دو چشمے ہونگے　نَضَّاخَتٰنِ - چھلکتے

فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا - ان میں　فَاكِهَةٌ - پھل ہوں گے　وَ - اور　نَخْلٌ - کھجوریں

وَ - اور　رُمَّانٌ - انار　فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت

رَبِّكُمَا - اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے　فِيْهِنَّ - ان میں　خَيْرٰتٌ - اچھی عورتیں ہونگی

حِسَانٌ - خوبصورت　فَبِاَيِّ - تو کونسی　اٰلَآءِ - نعمت　رَبِّكُمَا - اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ۔ جھٹلاؤ گے   حُوْرٌ ۔ حوریں ہیں   مَّقْصُوْرٰتٌ ۔ پردہ نشین   فِی ۔ بیچ

الْخِيَامِ ۔ خیموں کے   فَبِاَيِّ ۔ تو کونسی   اٰلَآءِ ۔ نعمت   رَبِّكُمَا ۔ اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ۔ جھٹلاؤ گے   لَمْ ۔ نہیں   يَطْمِثْهُنَّ ۔ چھوا ان کو   اِنْسٌ ۔ کسی انسان نے

قَبْلَهُمْ ۔ ان سے پہلے   وَ ۔ اور   لَا ۔ نہ   جَآنٌّ ۔ کسی جن نے

فَبِاَيِّ ۔ تو کونسی   اٰلَآءِ ۔ نعمت   رَبِّكُمَا ۔ اپنے رب کی   تُكَذِّبٰنِ ۔ جھٹلاؤ گے

مُتَّكِـِٕيْنَ ۔ تکیہ لگائے ہونگے   عَلٰی ۔ اوپر   رَفْرَفٍ ۔ بچھونے   خُضْرٍ ۔ سبز کے

وَ ۔ اور   عَبْقَرِيٍّ ۔ منقش   حِسَانٍ ۔ خوبصورت چاندنیوں پر   فَبِاَيِّ ۔ تو کونسی

اٰلَآءِ ۔ نعمت   رَبِّكُمَا ۔ اپنے رب کی   تُكَذِّبٰنِ ۔ جھٹلاؤ گے   تَبٰرَكَ ۔ برکت والا ہے

اسْمُ ۔ نام   رَبِّكَ ۔ تیرے رب   ذِی ۔ صاحب   الْجَلٰلِ ۔ عظمت

وَ ۔ اور   الْاِكْرَامِ ۔ بزرگی والے کا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع سوئم سورہ الرحمٰن پ ۲۷

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ	اور جب اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے
جَنَّتٰنِ ﴿۰﴾	سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۰﴾	تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لیے۔

مقام اسم مکان ہے۔ اور اس سے مراد قیامت کے روز وہ جگہہ ہے جہاں حساب کے لیے مخلوق کھڑی ہوگی۔ یا مقام مصدر میمی ہے قیام کے معنوں میں اور فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور محاسبہ سے ڈر گیا قتادہ کا قول ہے کہ مومن اس مقام سے خائف اور ہیبت کے ساتھ اطاعت الٰہی میں ساعی رہتے ہیں۔

(جَنَّتٰنِ) دو جنتیں ہیں۔

مجاہد کا کہنا ہے کہ ان دونوں جنتوں میں سے ایک تو اُس کی منزل اور دوستوں سے زیارت و ملاقات کا محل ہے اور دوسری وہ منزل ہے جہاں اُس کے لیے بیویاں اور خدام ہوں گے۔

اور ایک قول ہے ایک جنت رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری شہوات کے ترک کرنیکی جزا مقاتل کا قول ہے کہ ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو موقف حساب سے ڈر گیا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اچھے کاموں میں مشغول ہوگیا اور اطاعتِ الٰہی میں سرگرم رہا اور گناہ چھوڑ دیئے تو اُس کو دو باغ عطا کیئے جائیں گے۔ یعنی جنت میں اُس کو دو باغ عطا کیئے جائیں گے ایک اُس کے محل کا اندر ہوگا اور دوسرا اُسکے باہر ہوگا۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۰﴾	بہت سی ڈالوں والیاں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۰﴾	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۰﴾	ان میں دو چشمے بہتے ہیں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۰﴾	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

(ذَوَاتَا اَفْنَانٍ) بہت سی ڈالووالیاں

صفۃ لجنتان وما بینھا یہ دونوں جنتوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی توصیف افنان فن کی جمع ہے جس کے معنی نوع یا قسم کے ہیں اور عرفاً علم کے معنی لیے جاتے ہیں اس تقدیر پر یہ مفہوم ہوگا ای ذواتا انواع من الاشجار والثمار یعنی وہ دونوں جنتیں مختلف یا قسم قسم کی درختوں اور پھلوں والی ہیں کلبی کا قول ہے کہ افنان فنن کی جمع ہے اور اسکی معنی نرم ونازک ٹہنیوں کے ہیں جس سے درختوں کا سایہ بڑھتا ہے، ضحاک کا قول ہے کہ ہر ٹہنی میں قسم قسم کے پھل یا میوے ہوں گے۔

(فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝) تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے جس پروردگار کی پیدائش وتخلیق اس قدر جلیل وعظیم ہے اسکی تہذیب کرنا کیونکر قرین انصاف ہے لہذا بطور دعوت وزینت ارشاد مکرر ہے۔

(فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ) ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

صفۃ اخری لجنتان یہ دونوں جنتوں کی ایک اور صفت ہے ای فی کل منھا عین تجری بالماء الزلال تسمی احدی العینین بالتسنیم والاُخری بالسلسبیل وروی عن الحسن

یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک جنت میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ بہتا ہوگا ان دونوں چشموں میں سے ایک نام تسنیم اور دوسرے کا سلسبیل ہوگا اور حسن سے مروی ہے عطیہ عوفی کا قول ہے کہ اس سے مراد دو قسم کے چشمے ہیں جو ہر جنت میں رواں ہوں گے۔ ان میں سے ایک میٹھے پاک وصاف پانی کا اور دوسرا ایسی پاکیزہ شرابِ ناب کا جس میں پینے والوں کے لیے لذت کا سامان ہوگا یہ شراب ایسی ہوگی کہ نہ دردِ سر کا باعث ہوگا اور نہ ہی ہواس وعقل میں فتور ڈالے جیسا کہ شراب دنیا میں ہوتا ہے ایک قول ہے کہ دونوں چشمے آب زلال کے جاری ہوں گے اور اہل جنت جہاں چاہیں گے خواہ جنت کے بلند یا نشیب وہموار مقامات پر ہوں وہیں پانی جاری وساری موجود پائیں گے۔ اور یہ چشمے مشک کے پہاڑے سے بہتے ہوں گے۔

(فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝) تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے یعنی پروردگار ہر دو عالم کی ان عظیم الشان نعمتوں کے باوجود بھی تکذیب کرتے ہو

دعوت فکر وقبول حق کے لیے ارشاد مکرر ہے۔

فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝) ان میں ہر پھل دو دو قسم کے

صنفان معروف غریب لم یعرفوہ فی الدنیا او رطب

ویابس ولا یقصر یابسہ عن رطبہ فی الفضل والطیب

یعنی دو قسم کے میوے ہوں گے جو عیب و غریب ہوں گے اور اہل جنت ان کو پہچانتے نہ ہوں گے یا دو قسمیں ہوں گی ایک تر و تازہ اور دوسرے خشک اور سوکھے اور خشک کو تر اور تر کو خشک پر لذت و خوشبو (کھانے) میں ایک دوسرے پر کوئی برتری نہ ہو گی۔

(فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ)

نعمتوں کے ذکر کے ساتھ ارشاد مکرر ترغیب وقبول حق کیلئے ہے

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے

مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ جن کا استر قنا دیز کا اور دونوں کے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ میوے اتنے جھکے ہوتے کہ نیچے سے چن لو تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(مُتَّكِئِينَ) تکیہ لگائے

یہ اللہ تعالیٰ کے قول ولمن خاف الخ سے حال ہے یعنی ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کریم کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے رہے اور جمع بطور رعایت معنی کے اور ایک قول ہے عامل محذوف ہونے کی تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا۔ ای يَتَنَعَّمُونَ متکئین یعنی اسی حال میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے کہ تکیہ لگائے ہوں گے۔

(علیٰ فرش بطائنہا من استبرق) ایسے بچھونوں پر جن کے استر قنا دیز کے ہوں گے۔

بطائن بطن کی جمع ہے جسکی معنی ہیں پیٹ یا اندرونی حصہ ابن مسعود کا قول ہے استبرق سے مراد ہے من دیباج غلیظ یعنی موٹا دبیز نرم ریشمی کپڑا ابن عباس کا قول ہے جسے ابن جریر نے نقل کیا فما ذا انظا ہرجب استر کا یہ حال ہے تو ابرہ کیسا ہوگا سبحان اللہ

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔

جَنَا اسم ہے یا صفت مشبہ بمعنی المجنی، مراد درختوں کے میوے اور پھل جنہیں چنا یا توڑا جاتا ہے۔

دَانٍ قریب نیا لہ القائم والقاعد والمصطجع کھڑے، بیٹھے اور لیٹے کے قریب ہو جائیں گے۔ یا انہیں کسی بھی حال میں توڑنا، چننا دشوار نہ ہوگا اہل جنت جسطرح چاہیں گے وہ قریب ہو جائیں گے یا بغیر تکلیف کے توڑ لیں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ترغیب وتشکر کیلئے ہے

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ان بچھونوں پر عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِنَّ ان بچھونوں پر

فراء کا قول ہے کہ ضمیر دونوں جنتوں کی طرف راجع ہے۔ اور ایک قول ہے جیسا کہ دونوں جنتوں سے یا مراد لیے ظاہر ہے ضمیر ان کے گھروں اور محلات کیطرف راجع ہے جیساکہ جنتوں کے احوال میں مذکور ہوا ایک قول ہے یو دعلی الفرش ضمیر بچھونوں کیطرف راجع ہے اور ابو حیان کا قول ہے کہ یہی درست اور با قریب ہے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ وہ عورتیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔

أی نساء يقصرن أبصارهن على أزواجهن لا ينظرن یعنی ایسی عورتیں جو صرف اپنے شوہر کو دیکھیں گی اور ان کے علاوہ کسی کو آنکھ اٹھا

اِلٰی غَیْرِ ھِمْ کربھی نہ دیکھیں گی۔

ابن مردویہ جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے ضمن میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا ینظرن الا الی ازواجھن" وہ عورتیں اپنے شوہروں کے سوا کسی کو نہ دیکھیں گی۔ اور روایات میں ہے کہ جنتی عورتیں اپنے شوہروں سے کہیں گیں مجھے عظمت واجلال والے پروردگار کی قسم جنت میں کوئی شے بھی مجھے آپ سے بڑھ کر اچھی نہیں دکھائی دیتی تو اس پروردگار کے لئے ستائش ہے جس نے تمہیں میرا شوہر بنایا اور مجھے تمہاری زوجہ بنایا

لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ نہ ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی وَلَا جَآنٌّ اور نہ جن نے

قال ابن عباس لم یفتضھن قبل ازواجھن انس ولا جان

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان سے ان کے شوہروں سے پہلے کسی انسان اور نہ ہی جن نے ان سے مباشرت کی ہوگی اور اس میں اشارہ ہے کہ ھُنَّ کی ضمیر ان کے شوہروں کے لئے ہے اور اس پر "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ" بھی ہے دال ہے۔

وقیل ان التعبیر بہ لاشارۃ الی انھن یوجدن ابکارا کلما جومعن

اور کہا گیا اس کی تعبیر یہ ہے جو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھی جنتی شوہران ہی بی بیوں سے مجامعت کریں گے انہیں باکرہ پائیں گے اور طمث (خروج وقت جماع باکرہ عورت کا پردہ بکارت زائل ہونے پر خون کا نکلنا) کی نفی انسانوں اور جنوں سے ظاہر ہے اور حمزہ بن حبیب کا قول ہے کہ جنوں کے لئے جنت میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ان کی اپنی جنس سے جن عورتیں ہونگی اور انسانوں کے لئے ان کی تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ انسانی عورتوں ھُنَّ کسی انسان نے اور جنی اور عورتوں سے کسی جن نے ان کے شوہروں سے پہلے انہیں

نہ چھوا ہو گا اور طبرسی نے نقل کیا ہے کہ آیا وہ عورتیں حور ہوں گی یا انسانی عورتیں اور یہ امر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں انسانوں کیلئے ان کے ہمشکل حوریں پیدا فرمائے اور بعض نے کہا انسانی عورتیں جنت میں ایک نوع ہونگی اور حوریں دوسری نوع اور جو ہی جنی عورتیں ایک نوع اور حوریں دوسری نوع اور ہر نوع اسکے ہم شکل وہم جنس کو عطا کی جائے گی یعنی انسانوں کو انسانی عورتیں اور حوریں اور جنوں کو جنی عورتیں اور حوریں اور ان دونوں مشترک نوعوں کو ان کے جنتی شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو گا عینی نے شرح بخاری میں امام ابو یوسف امام محمد ابن ابی لیلیٰ اور امام اوزاعی رضی اللہ عنہم اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ جنات اطاعت پر ثواب دیئے جائیں گے اور معصیت پر عقوبت پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ بھی قیامت کے دن انسانوں کی طرح ہوں گے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تین روایتیں ہیں۔

اول یہ کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے مگر یہ کہ آگ سے نجات پا جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جاؤ

دوم بے شک وہ اہل جنت سے ہیں اور ان کے لیے ثواب اس سے زائد نہ ہو گا کہ صرف وہ جنت میں داخل ہوں۔

سوئم توقف ہے۔

کروری نے کہا ہے کہ اکثر روایات اور ابی اسحٰق بن الصغار کے فتاویٰ میں ہے کہ امام (ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا وہ (جنات) نہ جنت میں ہوں گے اور نہ ہی دوزخ کی آگ میں اعمال اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ اور علماء کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ جنات جنت کے (بعض بعض حصوں یا درمیانی حصوں یا فیصل یا گرد و نواح یا بڑے درختوں) میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ جنات ہی اصحاب الاعراف ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ جنات کو خاص ذکر و تسبیح الہام ہو گی تو وہ اس سے لذت پائیں گے اسی طرح جسطرح بنی آدم جنت میں جنت کی نعمتوں سے مزہ پائیں گے اور جنات کے دخول جنت کے مسئلہ پر ایک قول ہے کہ ہم جنت میں انہیں دیکھیں گے لیکن جنات ہمیں (انسانوں) کو نہیں دیکھیں گے اور دنیا کے احوال کا عکس ہو گا یعنی دنیا میں ہم انہیں

نہیں دیکھتے تھے جبکہ وہ ہمیں دیکھتے اور جنت میں وہ ہمیں نہیں دیکھیں گے اور ہم نہیں دیکھیں گے واللہ اعلم ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ — تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

دنیا میں بھی عورتوں کی تخلیق تسکین وراحت کے لئے ہے جیساکہ ارشاد ہے لتسکنوا الیھا اور نیک، باحیا، وفاشعار عفت مآب بیوی دنیا میں جنت ہے اور عظیم نعمت ہے اور جنتی عورت تو جنتی عورت ہے وہ اپنے شوہروں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ایسا باعث تسکین وراحت ہوں گی کہ چشم تصور میں ممکن نہیں ایسی عورتوں کا ذکر کر کے قبول حق اطاعت وفرماں برداری کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور ارشاد مکرر ہے کہ کیا تمہیں اس امر کی نعمت عظمٰی ہونے سے انکار ہے؟

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ — گویا وہ لعل اور مونگا ہیں ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ — تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ — گویا وہ لعل اور مونگا ہیں ۔

یا تو یہ "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ" کی صفت ہے یا ان کی جیساکہ پہلے گزرا انکی حالت وکیفیت ہے یعنی یاقوت ومرجان کے ساتھ تشبیہ ومشابہت ہے قتادہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اس آیت میں عورتوں کو یاقوت کی صفائی اور موتیوں کی سفیدی سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایک قول ہے کہ چہرے کی سرخی میں یاقوت سے اور چہرے کی سفیدی میں چھوٹے چھوٹے چمکدار موتیوں سے (مرجان سے ملتی جلتی ہوں گی اور قتادہ سے مروی ہے کہ خوش رنگی وصفائی میں یاقوت کی مثل اور سرخی میں مرجان کی مانند ہوں گی حاکم وبیہقی نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ سرور

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری کَاَنَّهُنَّ ... کے ضمن میں فرمایا،
جب جنتی مرد حور جنت (جنتی عورت) کے چہرے میں اس کے رخسار کو دیکھے گا تو وہ
شیشے سے زیادہ شفاف وصاف ہوگا اور اگر وہ عورت ادنی موتی پہنے ہوگی تو اس سے
مشرق ومغرب کے درمیان سبھی روشن وچمک اٹھیگا اور اگر اس کے بدن پر ستر جوڑے
ہوں تو نگاہ ان میں سے گزر کر اس حور کے پنڈلی کے گودے تک کو دیکھ لے گی، اور ایک
روائت میں ہے کہ پنڈلی کا مغز اسطرح نظر آتا ہے جسطرح آبگینہ کی صراحی میں سرخ شراب
نظر آتی ہے۔ یعنی صفائے بدنی کی یہ کیفیت ہوگی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اس شان کی عورتیں اہل جنت پر عظیم انعام ہے اور منکروں کے لیے محرومی
وحسرت، عذاب وعتاب کہ ہر لحظہ خرابی پر خرابی ان کو دعوت فکر ورغبت مکرر ہے

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی

جو مضمون پہلے گزرا اسی کو دہرایا گیا ہے یعنی عمل میں احسان کا صلہ یہی ہے
کہ اسے ثواب میں احسان عطا ہو۔

وقیل المراد ما جزاء التوحید الا الجنۃ اور کہا گیا کہ اس سے
مراد یہ ہے توحید پر ایمان لانے کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہے،
یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی اسکی جزا آخرت میں اللہ کا احسان ہے جو حصول جنت
ونعما جنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہے
اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل کرتے والا ہو اس کے لئے

جزا جنت ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اہل ایمان کے ساتھ وعدۂ احسان کا ذکر عظیم نعمت ہے جس سے مومنوں کے دلوں کو خوشی اور راحت ملی اور کفار پر واضح کیا ہے کہ جس طرح ایمان و طاعت کا ثمرہ بصورت احسان جنت ہے یونہی کفار و منکرین کے کفر و طغیان کا بدلہ خسران و ہلاکت اور دوزخ ہے تو کیا اور اس دنیا میں اُس کی اطلاع نعمت بالائے نعمت ہے تو کیا کفار کو پھر بھی انکار ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۔ اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ تو اپنے پروردگا کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۔ اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں

مبتدا اور خبر ہے یعنی ان دو جنتوں کے علاوہ (ولمن خاف مقام ربہ جنتان) قدر و منزلت کے لحاظ سے دو اور جنتیں بھی ہیں ابن زید اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ پہلی دو جنتیں (جن کا ذکر پہلے گذرا) سابقین (اسلام میں سبقت کرنے والوں) یا نیکیوں میں سبقت کرنے والوں) کے لئے ہیں اور یہ دونوں جنتیں دائیں ہاتھ والوں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے۔

سعادتمند مومن کے لئے ہیں" ابن جریر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت ابو موسیٰ اس آئت کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں جو مقربین کے لئے ہیں (مہاجرین و انصار یا سبقت فی الاسلام والے) اور دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ جو دائیں جانب والوں کے لئے ہیں حسن کا قول ہے پہلی دونوں سابقین کے لئے اور دوسری دونوں تابعین کے لئے ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی دونوں اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے اور یہ دونوں انکے اہل و اولاد کے لئے ہوں گی جو ان کے ساتھ آملیں گے اور ایک قول ہے کہ پہلی دونوں

جنتیں سونے چاندی کی اور یہ دونوں یاقوت و زبرجد کی ہوں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حسب سابق ارشاد مکرر ہے

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔

یہ دونوں جنتوں کی صفت ہے۔ طبرانی میں ہے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مُدْهَآمَّتٰنِ سے کیا مراد ہے۔ تو ارشاد فرمایا: خضراوان نہایت سرسبز شاداب مجاہد و عکرمہ اور عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔

مدھامتن الدھمۃ سے ہے اور الدھمۃ اصل میں کہتے ہیں جیسا کہ راغب کا قول ہے رات کی سیاہی کو اور جس کے مانند گھوڑے کی سیاہی کو تعبیر کرتے ہیں اور الدھمۃ سے اس سرسبزی کو تعبیر کرتے ہیں جس کی رنگت کامل ہو جاتی ہے۔ یا جسطرح ان سبزیوں سے مراد لیتے ہیں۔ جو ابھی رنگت میں کامل و تمام نہ ہوں مدھام بر وزن مفعال ہے اور مدھام کہتے ہیں۔ اذا اسود واشتدت خضرتہ جب کوئی سبزی یا سبزی نہایت کو پہنچ کر سیاہی مائل ہو واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں جنتیں خوب سرسبز و شاداب ہوں گی۔ اور سبزی وغیرہ کی کثرت و بہتات ہوگی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جیسا کہ پیچھے گزرا، ارشاد مکرر ہے۔

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے

فوارتان بالماء علی ما هو الظاهر وفی البحر النضخ فوران الماء

پانی کے دو چشمے جیسا کہ ظاہر ہے اور بحر میں ہے النضح سے مراد پانی کے دو چشمے ان جنتوں میں پانی کے دو چشمے جاری ہونگے اور چشموں کا پانی جب تیزی سے اچھلتا ہے اور بلند ہو کر گرتا ہے تو اس کے قطرے موتی کے دانوں کی طرح برستے نظر آتے ہیں جس سے چشموں کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور یہ امر چشموں کے بارے میں معروف اور مشاہدہ ہے ابن ابی حاتم نے انس سے روایت کی ہے کہ جن میں ان دونوں چشموں سے مشک و عنبر کی بارش ہوگی جسطرح دنیا میں مینہ برستا تھا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ ان میں میوے کھجور اور انار ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ ان میں میوے کھجور انار ہیں

فاکہ پھر آخری دونوں عطف ان کی فضیلت کے بیان کیلئے ہے جسطرح جبریل و میکائیل علیہما السلام کا عطف فرشتوں پر فضیلت کے اظہار کیلئے ہے حرف عطف مغایرت پر دال ہے جسکا مطلب ہے کہ کھجور اور انار فواکہ (میوے) سے بالکل الگ شئے ہیں اور وہ فاکہ میں داخل ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ پھل (فاکھہ) نہیں کھائیگا تو وہ انار اور کھجور کھالے وہ ہرگز قسم توڑنے والا نہ ہوگا۔ اور صاحبین نے اُسے حانث ہی قرار دیا کیونکہ جنت کی کھجور اور اس کے انار اس کے علاوہ کوئی اور پھل ہیں جسے ہم نہیں جانتے یا پہچانتے ابن ابی حاتم اور ابن عساکر ابو سعید سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نظرت الی الجنة فاذا الرمانة من رمانها کمثل البعیر المقتب " میں نے جنت تو دیکھا

تو اس کے اناروں میں سے ایک انار کو اونٹ کے پالان کی طرح دیکھا ابن عباس سے مروی ہے جنت میں شجر خرما کا تنا سبز زمرد کا اور پتے طلاء سرخ کے ہوں گے اور اس کے چھلکے سے اہل جنت کی پوشاک تیار ہوگی اور پھل مٹکے کیطرح ہوں گے رنگت میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے بڑھ کر شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم اور بغیر گٹھلی کے ہوں گے ابو سعید خدری کی روائت میں ہے کہ جڑیں اور تنے چاندی ہوں گے ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں جنتوں میں پھلوں بہتات وکثرت ہوگی اور ہر قسم کے میوے اہل جنت کیلئے مہیا ہوں گے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ تو تم اپنے پرور دگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

نعماء جنت کا ذکر فرما کر بطور ترغیب ارشاد مکرر ہے ۔

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ تو تم اپنے پرودگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

فِیْهِنَّ ان میں یعنی ان دونوں جنتوں میں ابن عمرو سے مروی ہے کہ خیرات

خَیْرٰتٌ یا فتح کے ساتھ گویا کہ وہ جمع ہے خائرۃ کی جسطرح فعلۃ کے وزن پر جمع کرتی ہے ابن مقسم نے خیرات کو یا کی تشدید سے پڑھا ہے خَیِّرٰتٌ اور شائد اسکی اصل یہ اسم تفضیل ہے کہ وہ جمع نہیں آتا خصوصاً جب نکرہ ہو ابو حیان کا قول ہے کہ خیرۃ کی جمع ہے ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ خیرات سے مراد الاخلاق ہیں یعنی اچھی اور نیک عادتیں

حِسَانٌ قتادہ سے مروی ہے حِسَانٌ کا مطلب ہے الوجوہ کا چہرے یعنی اچھی صورتیں ۔

ایک اور قول ہے ای حسان الخَلق والخُلق یعنی عادت کی نیک صورت وشکل اچھی ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان جنتوں میں اہل جنت کے لئے ایسی عورتیں ہوں گی جو ایک طرف حسن صورت کی حامل ہوں گی دوسری طرف خصلت وعادات کے لحاظ سے نیک اطوار ہوں گی ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ — تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشادِ مکرر ہے

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ — حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ — تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حُوْرٌ (خیرات) سے بدل ہے اور اس کی جمع حوراء اور یونہی اسکی جمع احور ہے والمراد بیض اور اس سے مراد سفیدی یا گوری رنگت ہے ابن المنذر نے ابن عباس سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یونہی روایت کی ہے ابن الاثیر کا قول ہے الحوراء ھی الشدیدۃ بیاض العین الشدیدۃ سوادھا حورا وہ عورت ہے جسکی آنکھوں کی سفیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو۔

مَقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ خیموں میں پردہ نشین ای مخدرات یعنی پردے میں چھپی رہنے والیاں یقال امراۃ قصیدۃ و مقصورۃ ای مخدرۃ ملازمۃ لبیتہا لا تطوف فی الطرق ، جیسا کہ کہا جاتا ہے پردہ نشین اور خانہ نشین عورتیں یعنی ایسی عورتیں جو اپنے گھروں ہی میں ٹھہریں اور راہوں پر نہ گھومیں ابن جریر سے منقول ہے کہ مقصورات کا معنی ہے قلوبھن وابصارھن ونفوسھن علی ازواجھن ۔ ان عورتوں کے دل اور انکی آنکھیں اور ان کے نفوس فقط ان کے شوہروں پر منحصر ہیں خیام خیمہ کی جمع ہے اور مقصورات سے متعلق ہے اور بحر میں ہے بیت من خشب وثمام وسائر الحشیش واذا کان من شعر فھو بیت ولا یقال لہ خیمہ ایسا گھر جو لکڑی اور سوکھی گھاس اور انگور کی بیل سے سارا ڈھکا ہو اور جب بالوں سے پتوں سے بیلوں سے بنا ہو) تو وہ بیت (گھر) کہلاتا ہے اور اسے خیمہ نہیں کہا جاتا اور ایک قول ہے والخیام ھنا بیوت

مِنْ لُؤْلُؤٍ اور خیام سے یہاں مراد موتی کے بنے ہوئے گھر ہیں بیہقی نے روایت کیا ہے خیمہ ایک اندر سے خالی موتی کا ہوگا جس کا بطن جو ایک فرسنغ مربع ہوگا اور اس کے کواڑ سونے کے ہوں گے جن کی تعداد چار ہزار ہوگی ایک قول ہے کہ خیمہ ایک ہی موتی کا ہوگا جس میں موتیوں کے ساختہ ستر دروازے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلتیں یہ ان کی شرافت وکرامت کا اظہار ہے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ

ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے۔

طمث کے معنی خون یا حیض کے ہیں اس پر تفصیلی بحث فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔

واضح تفسیر یہ ہے کہ جنتی مردوں سے پہلے ان عورتوں کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ یعنی جن وانس میں سے کسی نے ان پر تصرف نہ کیا ہوگا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر، چاندنیوں پر

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تو اپنے پروردگار کی کون سی

تُكَذِّبٰنِ ۔ نعمت جھٹلاؤ گے ۔

مُتَّكِئِيْنَ تکیہ لگائے ہوئے دونوں جنتوں کے ذکر کے ساتھ ضمیر اہل جنت کی طرف دلالت کر رہی اور مطلب یہ ہے کہ ان جنتوں والے اس حالت میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے یا انہیں نعمتیں عطا ہوں گی جبکہ وہ تکیہ لگائے آرام کر رہے ہوں گے ۔

رَفْرَفٍ یا تو اسم جنس ہے یا اسم جمع ہے جس کا واحد رفرفۃ ہے خضر وصف ہے رفرف کا، خضر کے معنی سبز رنگ کے ہیں اور راغب کا قول ہے ضرب من الثیاب مشبهة بالریاض

ایک خاص قسم کے کپڑے کا بیان ہے جو باغ سے مشابہ ہوتا ہے ۔

سعید ابن جبیر کا قول ہے الرفرف ریاض الجنة

رفرف جنت کی کیاری ہے (باغ ہے) حسن کا قول ہے "رفرف خضر" سے مراد سبز بچھونے یا مسندیں ہیں ۔

(وعبقری) هو منسوب الی عبقر تزعم العرب اسم بلد الجن فینسبون الیه کل عجیب و غریب من الفرش وغیرها فمعناه الشئ عجیب النادر

وہ (عبقری) عبقر کی طرف منسوب ہے اہل عرب گمان کرتے تھے کہ یہ جنوں کے شہر کا نام ہے تو وہ ہر عجیب وغریب شئے کو خواہ وہ بچھونے سے متعلق ہوتی یا اس کے علاوہ اسی کی طرف منسوب کرنے لگے تو عبقری کے معنی ہیں ایسی شے جو عجیب اور نادر ہو حسان عبقری کی صفت ہے بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ عبقری حسان سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں اور رفتیبی کا قول ہے منقش یا نقاشی والے دبیز ریشمی کپڑے کو عبقری کہتے ہیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت تکیوں پر آرام کرتے ہوں گے اور عیش کریں گے انہیں ایسے بچھونے میسر ہوں گے جو خوبصورت، منقش اور سبز رنگ کے نفیس ہوں گے۔ ان بچھونوں پر آرام کرتے ہوئے انہیں ہر قسم کا عیش و تنعم حاصل ہوگا ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

ارشاد مکرر ہے

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت بزرگی والا

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام ۔

وقیل: الاسم بمعنی الصفۃ لانھا علامۃ علی موصوفھا اور کہا گیا ہے کہ اسم صفت کے معنی میں ہے کیونکہ وہ موصوف کی عظمت پر علامت ہے ۔ اور ایک قول ہے

"ھُوَ بمعنی المسمی" وہ مسمی کے معنی پر ہے یعنی پروردگار کا نام جو اس کی عظمت ذات پر دلالت کرتا ہے ۔ بڑا برکت والا ہے جب عظمت اسم رب یہ ہے تو ذات پاک کی عظمتوں کی کیا شان ہوگی ظاہر ہے مخلوق کے حیطۂ علم و ادراک سے ماوراء ہے اور ہم یہی کہہ سکتے ہیں ۔ سبحان ربی العظیم وسبحان الاعلی لا الٰہ الا اللہ حدیث شریف میں وارد ہے "تعالیٰ اسمہٗ" پروردگار کا نام بزرگی والا ہے ۔

اور یہاں ایک معنی یہ بھی ہے کہ چونکہ سورۃ مبارکہ کے اسم الرحمٰن سے شروع ہوئی اسلئے اس کا نام ہی جلیل و بزرگ ہے ۔ جس نے تمام امور کی خبریں دی جو آخرت میں جن و انس کو پیش آنے والی ہیں ۔ اور اہل ایمان کی ذکر نعماء جنت سے تسکین و ترغیب فرمائی اور منکروں کو عذاب و عتاب کی ہولناکیوں کے بیان سے قبول کی طرف دعوت دی اور یہ اس کی نعمت ہے جس کا انکار کیسے ممکن ہے ۔

ذی الجلل — عظمت اور بزرگی

والاکرام — والا

یہ پروردگار جلّ وعلا کی صفت ہے اور ترمذی نے حضرت انس سے
روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
یاذاالجلال والاکرام کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو یہ اسم اعظم بھی کہا گیا
ہے اور قبولیت دعا کے لیے حتمی اثر رکھتا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ آج سورہ الرحمٰن
کی تفسیر تمام ہوئی۔

۳۰ ر اگست ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۵ ر محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

سورۃ واقعہ

یہ سورہ مبارکہ مکیہ ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی نے الدلائل وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور بعض نے "ثلۃ من الاولین ... ... آخرین" ان آیات کا استثناء کیا ہے۔ اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع۔ قراء حجاز و شام کے نزدیک آیات کی تعداد ۹۹ ہے۔ جب کہ قراء بصرہ کے نزدیک تعداد ۹۷ ہے۔ لیکن قراء کوفہ کے نزدیک سورۂ مبارکہ کی آیات ۹۶ ہے، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن دونوں جڑواں یا متحد (برادرانہ) سورتیں ہیں۔ اس لیے ان دونوں کے مضامین میں خوب مماثلت و مشابہت ہے۔ جیسے قیامت اور جنت و دوزخ کے حالات و تذکار اور بعض نے کہا کہ دونوں سورتوں کے مضامین کی ترتیب بھی کے برعکس ہے۔ یعنی سورۂ رحمٰن میں اوّل ذکر قرآن، پھر شمس و قمر، نباتات پھر تخلیق جن و انس پھر قیامت اور دوزخ کا بیان، پھر جنّت کی توصیف ہے۔ جب کہ سورۂ واقعہ میں ابتداء ذکر قیامت سے ہے، پھر جنّت و دوزخ کی توصیف ہے۔ پھر تخلیق انسانی، نباتات پانی، آگ اور ستاروں کا ذکر ہے۔ البتہ سورۂ رحمٰن کے برعکس یہاں شمس و قمر کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جس نے ہر شب سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی بھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ ابن

عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت مرفوعاً نقل کی ہے۔ اور ابن مردویہ نے بواسطہ انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سورۂ واقعہ تونگری (خوشحالی) کی سورت ہے تو تم اسے تلاوت کیا کرو اور اسے اپنی اولاد کو سکھاؤ اور دیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ غنی کرنے والی ہے۔

سورۃ الواقعہ مکیۃ

اس سورت میں تین رکوع اور چھیانوے آیات اور تین سو اٹھتر کلمے اور ایک ہزار سات سو تین حروف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الواقعہ پ ۲۷

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝	جب ہولے گی وہ ہونے والی۔
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝	اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔
خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝	کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝	جب زمین کانپنے کی تھر تھرا کر۔
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝	اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے چورا ہو کر۔
فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝	تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے۔
وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝	اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔
فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝	تو داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے۔
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝	اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝	اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے

أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝
وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝
چین کے باغوں میں

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝
اگلوں میں سے ایک گروہ

وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝
اور پچھلوں میں سے تھوڑے

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝
جڑاؤ تختوں پر ہوں گے

مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۝
ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝
ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝
کوزے اور آفتابے اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب۔

لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ۝
کہ اس سے نہ انہیں دردسر ہو نہ ہوش میں کوئی فرق آئے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ۝
اور میوے جو پسند کریں

وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝
اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۝
اور بڑی آنکھ والیاں حوریں۔

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝
جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝
صلہ ان کے اعمال کا۔

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ۝
اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری

اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝
ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۝
اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝
بے کانٹوں کی بیریوں میں۔

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝
اور کیلے کے گچھوں میں۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝
اور ہمیشہ کے سائے میں۔

وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝
اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

وَّفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ۝
اور بہت سے میووں میں۔

لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝
جو نہ ختم ہوں نہ روکے جائیں

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ؕ	اور بلند بچھونوں میں۔
اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ	بیشک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا۔
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ	تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں
عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ	انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ	داہنی طرف والوں کے لیے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الواقعہ پ ۲۷

اِذَا ۔ جب	وَقَعَتِ ۔ ہوے گی	الْوَاقِعَةُ ۔ ہونے والی	لَيْسَ ۔ نہیں کوئی
لِوَقْعَتِهَا ۔ اس کے ہونے کو	كَاذِبَةٌ ۔ جھٹلانے والا	خَافِضَةٌ ۔ نیچا کرنے والی	رَّافِعَةٌ ۔ بلند کرنے والی
اِذَا ۔ جب	رُجَّتِ ۔ کانپے گی	الْاَرْضُ ۔ زمین	رَجًّا ۔ تھرتھرا کر
وَ ۔ اور	بُسَّتِ ۔ ریزہ ریزہ ہوجائیں	الْجِبَالُ ۔ پہاڑ	بَسًّا ۔ چورا ہو کر
فَكَانَتْ ۔ تو ہوجائینگے	هَبَآءً ۔ غبار	مُّنْۢبَثًّا ۔ پھیلا ہوا	وَ ۔ اور
كُنْتُمْ ۔ ہوجاؤگے تم	اَزْوَاجًا ۔ گروہ	ثَلٰثَةً ۔ تین	فَاَصْحٰبُ ۔ تو دائیں
الْمَيْمَنَةِ ۔ جانب والے	مَآ ۔ کیا ہیں	اَصْحٰبُ ۔ دائیں	الْمَيْمَنَةِ ۔ جانب والے
وَ ۔ اور	اَصْحٰبُ ۔ بائیں	الْمَشْئَمَةِ ۔ جانب والے	مَآ ۔ کیا ہیں
اَصْحٰبُ ۔ بائیں	الْمَشْئَمَةِ ۔ جانب والے	وَ ۔ اور	السّٰبِقُوْنَ ۔ آگے آنیوالے ہی
السّٰبِقُوْنَ ۔ آگے آنیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ ۔ یہی لوگ	الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ مقرب ہے	فِيْ ۔ بیچ
جَنّٰتِ ۔ جنت	النَّعِيْمِ ۔ نعمت والی کے	ثُلَّةٌ ۔ ایک گروہ	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ پہلوں سے
وَ ۔ اور	قَلِيْلٌ ۔ تھوڑے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ پچھلوں سے	عَلٰى ۔ اوپر
سُرُرٍ ۔ تختوں	مَّوْضُوْنَةٍ ۔ جڑاؤ کے	مُّتَّكِئِيْنَ ۔ تکیہ لگائے ہونگے	عَلَيْهَا ۔ اس پر
مُتَقٰبِلِيْنَ ۔ آمنے سامنے	يَطُوْفُ ۔ پھریں گے	عَلَيْهِمْ ۔ ان پر	وِلْدَانٌ ۔ لڑکے
مُّخَلَّدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہنے والے	بِاَكْوَابٍ ۔ کوزے	وَ ۔ اور	اَبَارِيْقَ ۔ آفتابے
وَ ۔ اور	كَاْسٍ ۔ جام	مِّنْ مَّعِيْنٍ ۔ خالص شراب کے	لَا ۔ نہ
يُصَدَّعُوْنَ ۔ سر درد کیے جائیں	عَنْهَا ۔ اس سے	وَ ۔ اور	

لَا۔ نہ	يُنْزِفُوْنَ۔ ہوش میں فرق آئے		وَ۔ اور
فَاكِهَةٍ۔ میوے	مِمَّا۔ جو وہ	يَتَخَيَّرُوْنَ۔ پسند کریں	وَ۔ اور
لَحْمِ۔ گوشت	طَيْرٍ۔ پرندوں کا	مِمَّا۔ جس سے	يَشْتَهُوْنَ۔ وہ چاہیں
وَ۔ اور	حُوْرٌ۔ حوریں	عِيْنٌ۔ بڑی آنکھ والی	كَاَمْثَالِ۔ جیسے
اللُّؤْلُؤِ۔ موتی	الْمَكْنُوْنِ۔ چھپائے گئے	جَزَآءً۔ بدلہ	بِمَا۔ اسکا جو
كَانُوْا۔ تھے وہ	يَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	لَا۔ نہ	يَسْمَعُوْنَ۔ سنیں گے
فِيْهَا۔ اس میں	لَغْوًا۔ بیہودہ بات	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَاْثِيْمًا۔ گناہ کی بات	اِلَّا۔ مگر	قِيْلًا۔ کہنا	سَلٰمًا۔ سلام
سَلٰمًا۔ سلام	وَ۔ اور	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ۔ دائیں جانب والے	
مَا۔ کیا ہیں	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ۔ دائیں جانب والے		فِيْ۔ بیچ
سِدْرٍ۔ بیریوں	مَّخْضُوْدٍ۔ بے کانٹے کے	وَّ۔ اور	طَلْحٍ۔ کیلے
مَّنْضُوْدٍ۔ تہ بہ تہ	وَّ۔ اور	ظِلٍّ۔ سائے	مَّمْدُوْدٍ۔ لمبے
وَّ۔ اور	مَآءٍ۔ پانی	مَّسْكُوْبٍ۔ گرتا ہوا	وَّ۔ اور
فَاكِهَةٍ۔ پھل	كَثِيْرَةٍ۔ بہت	لَا۔ جو نہ	مَقْطُوْعَةٍ۔ ختم ہوں
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	مَمْنُوْعَةٍ۔ روکے جائیں	وَّ۔ اور
فُرُشٍ۔ بچھونے	مَّرْفُوْعَةٍ۔ بلند	اِنَّا۔ بیشک ہم نے	اَنْشَاْنٰهُنَّ۔ ان کو اچھی
اٹھان اٹھایا	اِنْشَآءً۔ اچھا بنایا	فَجَعَلْنٰهُنَّ۔ پھر بنایا ہم نے ان کو	
اَبْكَارًا۔ کنواریاں	عُرُبًا۔ پیار کرنے والی	اَتْرَابًا۔ ہم عمر	لِّاَصْحٰبِ۔ واسطے دائیں

الْيَمِيْنِ۔ جانب والوں کے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ واقعہ پ ۲۷

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ — جب ہووے گی وہ ہونے والی۔

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ — اس وقت اس کے ہونے میں کسی تو زندگی گنجائش نہ ہوگی۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ جب واقعہ ہوگی وہ واقع ہونے والی۔

ای اذا حدثت القیامۃ علیٰ ان (وقعت) بمعنی حدثت و (الواقعہ) علم بالغلبہ ومنقول للقیامۃ وصرح ابن عباس بانہا من اسماءہا۔

یعنی جب قیامت واقع ہوگی کیونکہ وَقَعَتْ ہونے والی کے معنوں میں ہے (حدثت۔ ضرور ہونے والی، واقع ہونے والی) اور یہ امر یقینی ہے اور پکا ہے۔ اس لیے واقعہ فرمایا واقعہ قیامت کے لیے منقول ہے یعنی واقعہ سے مراد قیامت ہے اور ابن عباس سے صراحت ہے کہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام واقعہ (ہونے والی) بھی ہے اور ضحاک کا قول ہے الواقعہ سے مراد چیخ ہے اور وہ صور کا پھونکنا ہے۔

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ جس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار نہیں

(لِوَقْعَتِهَا) میں لام (ل) یا توقیت کے لیے ہے یا سببیہ ہے تقدیر اول پر یہ معنی ہوں گے، کہ جب قیامت کا وقوع ہوگا تو اس وقت کوئی انکار کرنے والا یا جھٹلانے والا نہ ہوگا اور تقدیر دوم پر مطلب یہ ہوگا کہ وقوع قیامت کی وجہ سے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا یا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ وقوع قیامت حق ہے۔ اور اس میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں (کَاذِبَةٌ) اسم فاعل ہے اور موصوف محذوف کی صفت آیا ہے۔ تو معنی ہوں گے ای نَفْسٌ یعنی کوئی شخص بھی۔ واضح مفہوم یہ ہے جیسا کہ ایک قول میں ہے۔

لیس فی وقت وقوعھا نفس کاذبہ فی شیء من الاشیاء

یعنی قیامت کے وقوع کے وقت کسی بھی شخص کو چیزوں میں سے کسی بھی چیز کو جھٹلانے کی گنجائش نہ ہوگی۔

(خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ) کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی

خبر مبتدا محذوف ای ھی خافضۃ الاقوام رافعۃ الآخرین

یہ خبر اور مبتدا محذوف ہے یعنی یہ بعض قوموں کو ذلیل کرنے والی ہوگی اور بعض کو بلندی دینے والی واضح مفہوم یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اشقیاء و منکر و کفار ذلیل و رسوا، پست و خوار ہوں گے۔ اور سعادتمند، ایماندار اور اللہ کے متواضع بندے اعلیٰ درجات پائیں گے اور اس روز بلند و بالا، سرخرو کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ کفار جہنم میں گر کر ذلیل و پست ہوں گے اور مومنین دخول جنت کے ساتھ اعلیٰ و بالا ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ اہل معصیت پست ہوں گے اور اہل اطاعت بلند ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں اونچے تھے قیامت انہیں پست کر دے گی اور جو دنیا میں پستی

میں تھے۔ انہیں بلند کر دے گی۔ یعنی دنیا میں مغرور و متکبر، جابر و ظالم اور اونچا بننے والے قیامت کے روز پست و ذلیل ہوں گے۔ اور خاکسار متواضع اور عاجزی کرنے والے اعظم و بلند ہوں گے۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۙ — جب زمین کانپے گی تھر تھرا کر
وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ — اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۙ — تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے۔

(إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا) جب زمین کانپے گی تھر تھرا کر ای زلزلت وحرکت تحریکا شدیدًا بحیث ینهدم ما فوقها من بناء وجبل

یعنی زمین کو زلزلہ ہو گا اور انتہائی شدید حرکت کرے گی اور یہ حال ہو گا کہ جو کچھ زمین پر بنیاد ہو گا، منہدم ہو جائے گا۔ اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔

(وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا) اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر
ای فتت کما قال ابن عباس ومجاهد حتی صارت کالسویق الملتوت من بس السویق اذا لتہ وقیل: سیقت وسیرت من اماکنها من بس الغنم اذا ساقها

یعنی ٹوٹ پھوٹ کر چورا ہو جائیں گے جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کر یوں ہو جائیں گے۔ جس طرح گھولے ہوئے ستو کے دانے جب ستو شربت یا دودھ میں گھولے جائیں تو گھومتے یا چلتے ہیں اور ایک قول ہے کہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اپنے اپنے مکانات (جگہوں) سے غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے یا اس طرح چلتے معلوم ہوں گے جس طرح بکریاں ہنکانے پر چلتی ہیں۔

(فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا) تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے

(فَكَانَتْ) فصارت بسبب ذلك (هَبَاءً) غبارًا (منبثًا) متفرقًا والمراد مطلق الغبار عند الاکثرین، وقال ابن عباس، هو ما ینور مع شعاع الشمس اذا دخلت من کوۃ۔

یعنی اس وجہ سے پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے، یعنی غبار ہو جائیں گے اور بکھرے ہوئے اور اکثر کے نزدیک اس سے (هَبَاءً) مراد مطلق ہے غبار، اور ابن عباس نے کہا پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح روشندان سے سورج کی شعاعیں میں مٹی کے ذرات بکھرے اور متحرک نظر آتے ہیں۔

وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۙ — اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۙ ۔ تو داہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے
مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۔ اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے
وَکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً ۔ اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔
خطاب للامۃ الحاضرۃ والامم السالفۃ تغلیبا کما ذھب الیہ الکثیر و قال بعضھم ۔ خطاب للامۃ الحاضرۃ فقط۔

غالباً امت حاضرہ اور گذشتہ امتوں کو خطاب ہے، جیسا کہ اس کی طرف اکثر علماء گئے ہیں اور بعض نے کہا صرف امت حاضرہ کو خطاب ہے۔ (ازواجًا) ای اصنافًا یعنی صنف صنف یا قسم یا گروہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ امت حاضرہ اور گذشتہ امتیں تین قسم کے ہو جائیں گے یعنی تین الگ الگ گروہ ہو جائیں گے۔

(فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ) تو داہنی طرف والے

تفصیل للازواج الثلاثۃ مع الاشارۃ الاجمالیہ الی احوالھم قبل تفصیلھا

تینوں اقسام کی اشارۃً اجمالیہ کے ساتھ ان کے اچھے احوال کی طرف تفصیل ہے بایں اشارہ اس کے کہ تفصیل کا بیان ہو۔ اصحاب المیمنہ کے بارے میں اقوال ہیں

(ا) اصحاب المیمنۃ اصحاب المنزلۃ السنیۃ ۔ دائیں طرف والے قدر و منزلت والے لوگ ہیں
(ب) الذین یوتون صحائفھم بایمانھم ۔ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔
(ج) اصحاب الیمین
(ح) اصحاب الیمن ۔ اہل برکت و رحمت
(د) السعداء ۔ نیک بخت
(ز) وھٰؤلاء للجنۃ ۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں

(مَا اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ) کیسے دہنی طرف والے
یہ انکی تعظیم شان کی طرف اشارہ ہے کہ کیا اچھے لوگ، نیک بخت اور جنت میں داخل ہونے والے ہیں

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۔ اور بائیں جانب والے
مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۔ کیسے بائیں طرف والے

(وَاَصحابُ المشئمة) اور بائیں طرف والے ، اہل عرب بائیں ہاتھ کو شومی کہتے ہیں ۔ والذین یوتونھا بشمائلھم یعنی وہ لوگ جن کو ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ، ایک قول ہے کہ مراد دوزخ میں جانے والے ہیں ۔ اور ایک قول کہ شقی و بدبخت مراد ہیں ایک قول ہے کہ عہد ذریت کے خروج کے وقت یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں جانب تھے ۔

(مَا اصحٰب المشئمة) کیسے بائیں طرف والے

ما استفہامیہ ہے ۔ اور سننے والوں کے لیے ان لوگوں کی کیفیت وحالت و بدبختی پر تعجب ہے اور ان کے نہایت برے حال پر ان کی تحقیر کے لیے فرمایا ہے ، یہ لوگ کس قدر اور کیسے شقی ، بدبخت بے برکت اور منحوس ہیں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ وہی مقرب بارگاہ ہیں ۔

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ چین کے باغوں میں ۔

(وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ) اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے ۔

ھو الصنف الثالث من الازواج الثلاثة وَلَعَلّ تأخیر ذکرھم مع کونھم أسبق الاصناف واقدمھم فی الفضل لیبرون ذکرھم بیان محاسن اَحْوَالِھِمْ ۔

مذکورہ تین اقسام میں سے تیسری قسم (صنف) ہے اور شاید ان کے ذکر میں تاخیر ان کی اعلیٰ کیفیت و شان کے ساتھ اس لیے کی گئی ہے کہ وہ تمام صنفوں میں سبقت رکھتے ہیں اور بزرگی اور فضیلت میں پیش پیش قدم ہیں ، تاکہ ان کے تذکرہ کے ساتھ ہی ان کے حسن حال اور رفعت شان کا بیان ردیف (ہمراہ ۔ ساتھ ہی) ہو جائے ۔ سابقون کے تعین میں مختلف اقوال ہیں ۔

عکرمہ کا قول یہ ہے :۔ ھم الذین سبقوا الی الایمان والطاعه عند ظهور الحق یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظہور حق کے بعد ایمان اور اطاعت میں پیش قدمی کی ۔

ابن عباس کا قول ہے :۔ یہ آیت مبارکہ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار جس کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے ۔ اور علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور گذشتہ امتوں کے تمام سبقت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ۔ اور علی المرتضیٰ ان میں افضل ہیں ۔

ایک قول یہ ہے :۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد علوم یقینیہ سے اعلیٰ درجات و کمالات اور مراتب تقویٰ پر فائز ہوئے

پارسائی حاصل کی۔

اور ایک قول ہے :۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے کیونکہ وہ اہل دین کے پیش رو اور امام ہیں۔

ابن سیرین کا قول ہے :۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے :۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی طرف پہل کی۔

علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول ہے :۔ وہ لوگ مراد ہیں جو پانچوں وقت نماز کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہیں

ابو نعیم رضی اللہ عنہ اور محدث الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے مسجد کی طرف جائیں اور سب سے آخر نکلیں۔ ابن المنذر نے عبادۃ ابن اسود مولیٰ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ سابقون سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو مسجدوں کی طرف پہل کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے جہاد میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ ابن جبیر کا قول ہے جو توبہ اور اعمالِ خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں کعب نے کہا وہ لوگ اہل قرآن (علماء و حفاظ) ہیں اور بحر میں حدیث وارد ہے کہ سابقین کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو قبول کر لیتے ہیں جب حق مانگا جائے گا اور جب اس کا سوال کیا جائے تو بخوشی مال و جان لٹا دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے وہی حکم کرتے ہیں جس کا کہ اپنی جان کے لیے حکم چاہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ لوگ تین قسم ہیں۔ اوّل وہ لوگ جو ساری زندگی نیکی پر قائم و دائم رہے۔ یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی تو یہ سابقین ہیں اور دوم وہ لوگ جن کی زندگی گناہوں اور لمبی غفلت میں گذری پھر انہوں نے توبہ کر لی اور راہِ حق پر قائم ہو گئے۔ تو یہ اصحاب الیمین (دائیں جانب والے) ہیں اور قسم سوم وہ لوگ ہیں جن کی پوری زندگی شر (خرابیوں، لغاوتوں) میں گذری اور وہ اسی حالت کفر و ضلال پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ لوگ، اصحاب الشمال (بائیں جانب والے) ہیں، تاہم علماء کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ سابقون سے یہاں مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو ہر امرِ خیر میں فضیلت سبقت رکھتے ہیں اور اس قرن میں سے گذرے ہیں جو خَیْرُ الْقُرُوْن (بہترین زمانہ) اور قرآن حکیم میں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ (التوبہ) سے مراد بھی صحابہ کرام ہیں اور بعض نے کہا وہ جو جنہوں نے بدر و بیعت رضوان میں شرکت کی اور بعض نے کہا بعد میں قیامت تک آنے والے لوگ جو صحابہ کی راہ پر چلیں وہ بھی شامل ہیں، دوسری جگہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى الخ یہاں بھی مراد صحابہ کرام ہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، ابو عبیدہ، سعید اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی انہی لوگوں

سے ہیں جن سے آیت میں وعدۂ کرم ہے " سَبَقَتْ " کے الفاظ سے سَابِقُوْنَ کی تشریح ہوگی واللہ اعلم

(أُولَـٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ) وہی مقرب بارگاہ ہیں

(أُولَـٰٓئِكَ) یعنی سابقین (المقربون) من القربة بمعنى الحظوة اى أُولَـٰٓئِكَ الموصوفون بذلك النعت الجليل الذين أُنيلوا حظوة ومكانة عند الله تعالى وقال غير واحد، المراد الذين قربت الى العرش العظيم درجاتهم۔

قربت سے یہاں مراد بہرہ مند ہونا یا پانے کے ہیں یا حاصل کر لے کے لیے ہیں۔ یعنی وہی لوگ اس عالیشان اور غایت درجہ تعریف کے ساتھ موصوف ہونے والے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت پائیں گے اور بعض کا قول ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو عرش عظیم کے پاس درجات و منزلت پائیں گے یعنی سابقون کیلئے ان کے پروردگار کے ہاں اعلیٰ عظیم درجات و مراتب ہوں گے۔

(فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ) چین کے باغوں میں

اى كائنين في جنات النعيم

یعنی نعمت و آرام والے باغوں میں رہیں گے یہ سابقین کیطرف اشارہ ہے اوّل فرمایا مقرب ہوں گے یعنی اللہ کے نزدیک اعلیٰ درجات و مراتب پائیں گے پھر فرمایا چین و سکون کے باغوں میں رہیں گے۔ یعنی انہیں لذّت روحانی بھی حاصل ہوں گی اور لذّات جسمانیہ بھی حاصل ہوں گی اور کرم بالائے کرم ہوگا

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اگلوں میں سے ایک گروہ

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ اور پچھلوں میں سے تھوڑے

(ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ۝ اگلوں میں سے ایک گروہ

(ثُلَّةٌ) خبر ہے اور مبتدا مقدر ہے یعنی (سابقون) تو معنی یہ ہوں گے اِی هُمْ ثُلَّةٌ یعنی وہ لوگ ایک جماعت ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مبتدا ہو اور خبر محذوف ہو تو معنی ہوں گے یعنی ان میں سے (پہلے لوگوں میں سے) یا پہلے بھی خبر ہے۔ اور دوبارہ بھی تو مفہوم ہوگا۔ اِن اُولٰئِكَ یعنی انہی لوگوں کے لیے اور "ثُلّة" کے معنی کثیر یا بڑی جماعت کے ہیں یا جوش مارنے والا سمندر، مطلب بدرجہ غایت کثرت و اژدحام ہے۔ علامہ زمخشری کا قول ہے الامة من الناس الكثيرة اليسى جماعت جس میں لوگوں کی کثرت ہو اور اپنے قول کی تشریح کے لیے ایک شعر کہا۔

وجاءت اليهم ثلّة خندفية بجيش كتيار من السيل مزبد

بہت بڑی جماعت انگوٹھوں کے بل ان کے پاس آئی ایک ایسے لشکر کے ساتھ جو اس طرح
روانی ندی یا سیلاب لہریں مار رہا تھا۔ جیسے تیز ندی یا سیلاب کا جھاگ،
واضح مفہوم یہ ہے کہ اگلوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ اگلوں
میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے
لے کر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک کی امتوں کے لوگ جنہوں نے ایمان وطاعت میں سبقت
کی لیکن یہ قول قوی نہیں کیونکہ امت محمدیہ میں فضل وکمالات میں گذشتہ امم سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لہذا
اوّلین سے مراد جمیع مفسرین کے نزدیک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے پہلے لوگ یعنی
حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اوّلین
وآخرین میری ہی امت کے لوگ ہیں۔ اور اولین سے بالاتفاق صدر اوّل خیر القرون کے لوگ ہیں
اور آیۂ مبارکہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اس پر شاہد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
(وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ) اور پچھلوں میں سے تھوڑے
یعنی سابقین پچھلوں میں سے تھوڑے ہیں "حدیث شریف میں ہے،
لما نزلت هٰذِهِ الاية شق ذلك على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
فنزلت ثلة من الاولين وثلة من الاخرين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انى لارجوان تكونوا ثلث اهل الجنة بل انتم نصف اهل الجنة،
جب یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی تو یہ اصحاب نبوی کو بہت شاق گذری تو دوسری آیت مبارکہ
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ، نازل ہوئی تھی تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا میں امید کرتا تھا۔ کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو جاؤ گے۔ لیکن تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔
یعنی جنت کی آدھی آبادی امت محمدیہ میں سے ہوگی۔ ابن مردویہ کے نزدیک وقليل من الاخرين
دوسری آیت کے ٹکڑے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ سے منسوخ ہے۔ لیکن زمخشری کے نزدیک منسوخ
نہیں ہے اور انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ روایت (متعلق بمنسوخ) درست نہیں کیونکہ نسخ احکام
میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا اور یہ واضح طور پر غیر غیبیہ استقبالیہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اخبار
متغیر میں نسخ صحیح ہے اگر مستقبل سے متعلق ہوں اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مقدر کو چاہے
مٹا دے اور اخبار اُس کے تتبع میں ہوں گے اور بیضاوی کا بھی یہی خیال ہے۔ عجب کہ امام رازی
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخبار ماضی کے لیے بھی نسخ صحیح ہے۔ لیکن مذہب یہی ہے یا قول مختار یہ ہے

کہ قلیل سابقون کے ساتھ خاص ہے جو آخرین میں سے ہوں گے اور ثُلَّةٌ ان آخرین سے متعلق ہے جو اصحاب الیمین سے ہوں گے اور سیاق کلام کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ اور اس تقدیر پر نسخ کا قول بھی لاگو نہیں ہوتا۔ اور یہی تاویل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ جڑاؤ تختوں پر ہوں گے

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ان کے

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ گرد لیئے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۝ کوزے اور آفتابے۔

(عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ) جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔

یہ مقربین (سابقون) کے حال کی طرف اشارہ ہے یا فی جنّٰت النعیم کی کیفیت ہے۔ اور عکرمہ کا قول ہے مشبکة بالدر والیاقوت۔ یعنی ایسی مسہریاں یا پلنگ ہوں گے جن میں لعل و یاقوت یا موتی جڑے ہوں گے۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے تاروں سے منقش ہوں گے۔

(مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ) ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

یہ بھی مقربین کے داخل جنت میں ان کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ مسہریوں پر ایکدوسرے کے بالمقابل تکیہ لگائے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کریں گے۔ جو محبت و ادب پر صحبت میں بہترین اخلاق و حسن معاشرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان کی باطنی صفائی کا واضح اظہار ہے۔

(يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ) ان کے گرد لیئے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔

(يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ) ان کے گرد لیئے پھریں گے حال اخری او استئناف ای یدور حولهم

یہ دوسری حالت ہوگی یا الگ صورت ہوگی۔ یعنی وہ ان کے گرد خدمت کے لیے آتے جاتے رہیں گے

(وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے

ای مبقون ابداً علی شکل الولدان وحد الوصافة لا يتحولون عن ذلك

یعنی ہمیشہ لڑکوں کی شکل پر قائم رہیں گے اور ایک ہی وصف (صورت) پر رہیں گے اور اس پر سے کبھی نہ پھریں گے ایک قول ہے۔ کہ نہ مریں اور نہ ہی بوڑھے ہوں اور نہ ہی انہیں کوئی تبدیلی ظاہر

ہوگی۔ حسن بصری نے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ اہل دنیا کی اولاد ہوں گے جن کے لیئے نیکیاں نہ ہوں گی کہ ثواب دیئے جائیں اور نہ ہی گناہ ہوں گے کہ عقوبت پائیں اور مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار کی اولاد اہل جنت کی خدمت گار ہوگی اور طیبی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ درست ہے جو اس کا خلاف کہے اور بخاری میں ہے کہ ایک بچہ فوت ہوگیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کے لیے خوشخبری ہو، یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ بلاشبہ اللہ نے جنت کو اور دوزخ کو پیدا کیا۔ اور جنت کے لیے بھی اور دوزخ کے لیے بھی اس کے اہل پیدا کیئے اور ایک روایت میں ہے انہیں (لوگوں) پیدا کیا ان دونوں کے لیے یعنی جنت یا دوزخ کے لیے حالانکہ وہ ابھی اپنے آباء کی صلبوں پشتوں میں تھے۔ اور ابوداؤد میں ام المومنین سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد (وہ بچے جو کم عمری گود یا حالتِ طفلی میں مر گئے اور تکلیف عمل یا گناہ یا ثواب تک نہ پہنچے) کا کیا ہوگا فرمایا کہ اپنے آباء کے حال پر ہوں گے میں نے عرض کی کہ بغیر عمل کے بھی فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ کیا عمل کرنے والے ہوتے اور ایک قول ہے کہ روز قیامت ان کی جانچ ہوگی تو ان کے لیے آگ ظاہر ہوگی۔ اور انہیں اس میں دخول کا حکم ہوگا جو کوئی اس میں داخل ہوگا اسے ٹھنڈی اور سلامتی والی پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو کوئی انکار کرے گا وہ تمام کفار کے ہمراہ جہنم میں داخل ہوگا اور ایک غریب قول ہے کہ وہ دوبارہ اُٹھنے پر مٹی بنا دیئے جائیں گے جس طرح کہ چوپایوں کے ساتھ ہوگا۔ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اور احادیث اس باب میں متعارض ہیں اور اکثر اصحاب ان کے دخول جنت کی طرف گئے ہیں۔ میں ذاتِ باری کے فضل ورحمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اور حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی شخص کے لیے ہزار خادم ہوں گے۔

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۝	کوزے اور آفتابے
وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝	اور جام آنکھوں کے سامنے بہتی شراب
لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝	کہ اس سے نہ انہیں سر درد ہو، نہ ہوش میں فرق آئے۔

(بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ) کوزے اور آفتابے

(بِاَكْوَابٍ) اکواب کوب کی جمع ہے عکرمہ کا قول ہے انها الاقداح بے شک وہ پیالے ہیں۔ اور ایک قول ہے۔ بآنیة لا عرا لها ولا خرا طیم ایسے برتنوں کے ساتھ جن

کے قبضے اور ٹونٹیاں نہ ہوں۔

(اَبَارِیْقَ) آفتابے

ابریق کی جمع ہے (وھو اناءلہ خرطوم) اور وہ برتن ہیں جن کی ٹونٹیاں ہوں۔ اور ایک قول ہے اور وہ لوٹے ہیں دستے والے۔ بحر میں ہے کہ اباریق شراب کے برتنوں میں سے ہیں۔ عدی بن زید کا شعر ہے۔

وَدُعُوْا بالصبوح یومًا فجاءت　　فی قینۃ بیمینہا ابریق

اور وہ ایک روز صبح کی شراب پر بلائے گئے تو وہ گانے والی لونڈیوں کے ساتھ آئی جس کے دائیں ہاتھ میں آفتابہ تھا۔ ایک قول ہے ابریق "آب ریزاری" سے افعیل کے وزن پر معرب ہے تاہم ابریق سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ڈالی جاتی ہو۔

(وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ) اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب

ای خمرٍ جاریۃ من العیون کما قال ابن عباس یعنی ان کی (جنتی لوگوں) کی آنکھوں کے سامنے بہتی شراب سے بھرے ہوئے جام، کاس اس برتن کو کہتے ہیں جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا ! جنت کے چشموں سے جاری رہنے والی شراب جسے چشموں یا نہروں میں ملاحظہ کریں گے۔ اس سے مملو جام۔

(لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا) کہ اُس سے انہیں سر درد نہ ہو۔

ای بسببہا وحقیقتہ لا یصدرعنہا صداعہم عنہا والمراد لا یلحق رؤسہم صداع لاجل خمار یحصل منہا کما فی خمور الدنیا۔

یعنی شراب پینے کے باعث یا اُس کی تاثیر کے سبب انہیں اس سے بوجھ ہوگی اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا کی شراب سے درد سر ہوتا ہے جنت میں ان کے سروں کو یہ صورت لاحق نہ ہوگی اور ایک قول ہے ای لا یتفرقون یعنی وہ متفرق نہیں ہوں گے ایک دوسرے کی مجلس میں مخل اور مداخلت نہ کریں گے۔ کیونکہ ایسا سوءِ ادب ہے۔ اور حسن معاشرت کے خلاف ہے۔ اور جنت میں یہ امر یعنی ادب و حسن معاشرت لازم ہے۔

وَلَا یُنْزِفُوْنَ اور نہ ہوش میں فرق آئے لا تذھب عقولہم بسکرھا یعنی اس کے نشہ سے ان کی عقلیں پراگندہ نہ ہوں گی، حواس مختل نہ ہوں گے، ابن ابی اسحاق نے یَنْزِفُوْنَ پڑھا ہے اس قرات پر معنی ہوں گے، لا یفنی خمرھم یعنی ان کی شراب ختم نہ ہوگی " مَعِیْنٍ " کے لفظ پر غور

کریں تو وہ اس مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جنت کی ہر نعمت دائمی لا فانی ہے۔ تاہم جمہور کی قراءت کے مطابق مفہوم یہی ہے۔ کہ دنیا کی شراب کے برعکس فتور عقل نہ ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ اور میوے جو پسند کریں۔

ای یاخذون خیرہ وافضلہ والمراد مما یرضونہ

یعنی وہ اس میں سے بہتر پائیں گے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جو کچھ وہ پسند کریں گے یا جس پر راضی ہوں گے پھلوں میں سے پائیں گے۔ اہل جنت کی پسند کا لحاظ انکی عظمت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کی پسند کس قدر اہم ہے جو یوں نوازے جائیں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں

مما تمیل نفوسھم الیہ وترغب فیہ

اور وہ اس میں سے وہی لیں گے (کھائیں گے) جس کی طرف ان کے نفوس کا میلان ہوگا۔ اور انکی اس میں رغبت وخواہش ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر جنتی کو پرندوں کے گوشت کی خواہش ہوگی تو حسب پسند وہ پرندہ اڑتا ہوا سامنے آکر رکابی میں پیش ہوگا اور اس میں سے وہ جس قدر چاہے گا کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ اس میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ یعنی ویسا ہی وہ ہو جائے گا۔ جیسا کھانے سے پہلے اڑ کر آیا تھا۔

وَحُورٌ عِينٌ ۝ اور وہ بڑی آنکھ والی حوریں۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

(وَحُورٌ عِينٌ) اور بڑی آنکھ والی حوریں، جمع حوراء وکذا جمع احور والمراد بیض

حور کی جمع ہے اور یونہی احور کی جمع ہے۔ مطلب ہے سفید اور گوری رنگت والی ابن اثیر کا قول ہے حورا سے مراد آنکھوں کی خوب سفیدی اور سیاہی ہے۔ عینٌ سے مراد لمبی پلکوں والی آنکھیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ گوری سفید رنگت کے دراز پلکیں عورتیں۔

(كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ) جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی

ای فی الصفاء وقید بالمکنون ای المستور بما یحفظہ لانہ اصفی وابعد من التغیر وفی الحدیث صفاء ھن کصفاء الدر الذی لا تمسہ الایدی

یعنی صفائی میں۔ اور مکنون کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب ہے چھپے ہوئے۔ جو اسے محفوظ رکھے تاکہ اس کی صفائی نہایت رہے اور ہر قسم کے تغیر سے متاثر نہ ہو اور حدیث شریف میں ہے ان کی (حوروں کی) صفائی

اور چمک ان موتیوں کی چمک اور صفائی کیطرح ہوگی جنہیں کسی ہاتھ نے نہ چھوا ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح موتی سیپی میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی ہاتھ نے مس کیا اور نہ ہی دھوپ یا ہوا نے متاثر کیا بالکل اسی طرح حوریں شفاف ہوں گی، حوروں کے مسکرانے سے جنت میں تنویر و چمک ہوگی اور ان کے زیورات تسبیح و تحمید کریں گے جو سنی جائیں گی اور ان کے یاقوتی ہار۔ ان کے حسن و خوبی پر جھلسیں گے۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ صلہ ان کے اعمال کا ای یجزون جزاء

یعنی اپنی فرمانبرداری کا صلہ دیئے جائیں گے جس پر کہ وہ دنیا میں ہمیشہ قائم رہے۔

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًاۙ اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری

اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

(لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا) اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات

(لغوا) وقد یسمی کل کلام قبیح لغوا

یعنی ہر وہ بات جو بری ہے۔ بیکار ہے نہ سنیں گے۔

(وَّ لَا تَاْثِیْمًا) اور نہ گناہ گاری ای ولا نسبۃ الی الاثم ای لا یقال لھم اثمتم

یعنی کوئی بات گناہ کے ساتھ منسوب نہ ہوگی یا نسبت نہ رکھے گی (گفتگو گناہ سے مبرا ہوگی) یا ان سے (باہمی طور پر) یہ نہ کہا جائیگا کہ تم نے گناہ کا کام کیا، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس کی تفسیر جھوٹ سے کی ہے یعنی انہیں نہ کہا جائیگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، یا وہ جھوٹ سنیں گے۔

(اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا) ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

ای قولاً فھو مصدر ۔ یعنی بمعنی قول ہو کہ مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سے بعض بعض کو سلام کہیں گے۔ یا کچھ کہیں گے تو وہ سلام ہوگا یعنی ہم سلام کہتے ہیں اور سلاماً کے لفظ کی تکرار سلام کے پھیلانے اور اہل جنت میں اس کے کثرت کرنے پر دلالت کرتی ہے، ملائکہ ان کو سلام کہیں گے۔ اور ہر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور پروردگار کی طرف سے بھی سلام آئے گا

وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ؕ اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے

(وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ) اور داہنی طرف والے، مراد سعادتمند، متقی، پرہیزگار، یا وہ لوگ جن کو اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، المقربین کے بعد گروہ ثانی کا ذکر ہے۔

(مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ) کیسے داہنی طرف والے ای ای شیء ھم فی حالھم یعنی وہ اپنے حال و مقام میں کیا عجیب شان رکھتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انکی کیا علو شان ہے اور وہ اپنے پروردگار

ے حضور کس قدر معزز و مکرم ہیں۔

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝	بے کانٹوں کی بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝	اور ہمیشہ کے سایوں میں اور ہمیشہ جاری پانی میں
وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ	اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝	اور بلند بچھونوں میں۔

(فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ) بے کانٹوں کی بیریوں میں۔

والسدر شجر النبق والمخضود الذی خضد ای قطع شوکه

اور سدر بیری یا جنگلی سیب کے درخت کو کہتے ہو اور مخضود سے مراد وہ ہے جس کے کانٹے یا ٹہنیاں کاٹ دی گئی ہوں۔

ضحاک کا قول ہے مخضود سے مراد پھلوں سے لدی ہوئی یا جھکی ہوئی شاخیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایسے بیری یا عناب یا جنگلی سیب کے لدے پھدے پھلوں کے بوجھ سے جھکے درخت ہوں گے۔ جو خاردار نہ ہوں گے۔ یعنی ان سے کسی قسم کی تکلیف (جیسے چبھن وغیرہ) نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا میں اس کے برعکس ہے بلکہ ہر کانٹے کی جگہ اللہ ایک پھل پیدا کر دے گا۔

(وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ) اور کیلے کے گچھوں میں

(طَلْحٌ) کیکر کے درختوں کے جھنڈ، کیلے کا درخت، شگوفہ کو کہتے ہیں سدی کا قول ہے کہ طلح سے مراد دنیا میں کیلے کے درخت سے مشابہ درخت ہے لیکن اس کا پھل شہد سے زیادہ شیریں ہے ایک قول ہے کہ وہ امّ غیلان میٹھے بیروں والا درخت ہے۔ جس کی گھنی ٹہنیاں ہوں اور نفیس خوشبو ہو قتادہ اور حسن کا قول ہے کہ وہ کیلے کا درخت نہیں بلکہ ایسا درخت ہے جس کا سایہ سرد و مرطوب ہے۔ بعض لوگوں نے کہا مراد کیلے کا درخت ہے۔ ایک قول ہے کہ غیر معمولی بڑا ببول کا درخت، واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت ایسے درختوں میں ہوں گے جو کیلے کے پھلوں سے خوب لدے، جھکے، بوجھل ہوں گے۔

(وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ) اور ہمیشہ کے سایوں میں، ظل کے معنی سایہ کے ہیں اور ممدود سے مراد نہ ختم ہونے والا یا ہمیشہ رہنے والا۔

الفاظ سے ظاہری مفہوم کا مقتضا یہ ہے کہ درختوں کے سائے، یہ سائے نہ تو غالب ہوں گے اور نہ ہی ان میں کمی بیشی ہوگی جس طرح طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان دنیا میں ہوتی ہے۔ بخاری و

مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا مگر اس سایہ کو نہ طے کر پائے گا۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ابن جریر اور ابن المنذر عمرو بن میمون سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا "الظل الممدود مسيرة سبعين الف سنة" کہ ظل ممدود سے مراد ستر ہزار برس کی مسافت ہے

(وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ) اور ہمیشہ جاری پانی

سفیان اور ان کے علاوہ اصحاب کا قول ہے کہ پانی بغیر کھائیوں (گڑھوں) کے جاری ہوگا یعنی ہموار سطح پر بہے گا اور اس کا بہنا ہمیشہ ہوگا۔

(وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ) اور بہت سے میووں میں ای بحسب الانواع والاجناس علی ما یقتضیہ المقام یعنی انواع واجناس کے مطابق پھل بکثرت ہوں گے جیسا کہ مقام و محل کا تقاضا ہوگا۔

(لَّا مَقْطُوْعَةٍ) جو نہ ختم ہوں

یعنی دنیا کے پھلوں کی طرح فصل وقت کے ساتھ ختم نہ ہوں گے، جو پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا پیدا ہو جائے گا۔ اور وقت کی تبدیلی انہیں متاثر نہ کرے گی۔ ایک قول ہے کہ ایک کی جگہ دو پھل پیدا ہوں گے

(وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ) اور نہ روکے جائیں

یعنی اہل جنت کو کوئی پھل منع نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس امر کا خدشہ ہوگا کہ قیمت نہیں ہے تو شاید نہ مل سکے، بدون قیمت، بغیر موسم کی قید، بدون شرط فصل، بغیر رکاوٹ حاصل ہوں گے۔ جب چاہیں، جتنا چاہیں، جو چاہیں پائیں گے نہ کوئی روک ٹوک اور نہ کوئی قیمت اور نہ ہی کوئی امر مانع ہوگا۔

(وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ) اور اونچے بچھونوں میں

فراش کی جمع ہے جس طرح سراج سرج کی۔ اور ابو حیوہ نے "فرش" کو سکون راء سے پڑھا ہے۔ مَّرْفُوْعَةٍ سے مراد مرتفعۃ ہے یعنی اونچے، بلند بچھونے، ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے مراد عورتیں ہیں کیونکہ عورتیں فروش سے اسی طرح کنایہ ہیں جس طرح لباس سے کنایہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"هن لباس لكم وانتم لباس لهن" اور ان کا مرفوع ہونا قدر و منزلت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی وہ عورتیں فضل و جمال، حسن و خصال میں بلند درجہ والی ہوں گی، ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں بستروں کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوگا، ایک قول ہے کہ اس سے چارپائیوں کی بلندی: انچائی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ اس سے مرادِ مسہریوں پر بچھائے ہوئے بستر ہیں، تاہم سیاقِ کلام سے ابوعبیدہ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۝ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِّأَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ۝	بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں، داہنی طرف والوں کے لیے۔

(اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اُٹھان اُٹھایا۔

کی ضمیر غالباً فُرُش کی طرف راجح ہے اور سیاقِ کلام سے یہ امر راجح ہے۔ لہٰذا مراد عورتیں ہی ہیں اِنْشَآءً سے مطلب دوبارہ نئی زندگی ہے یعنی اللہ بوڑھی عورتوں کو نئے سرے سے جوان بنا دے گا۔ یعنی دنیا کی عورتیں ہی جو بوڑھی ہو گئی تھیں انہیں نئے سرے سے شباب عطا ہوگا۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ایک جماعت نے سلمہ بن مرثد الجعفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے ارشاد انا انشأناهن انشاءً کے بارے میں سنا " شادی شدہ اور کنواری عورتیں جو کہ دنیا میں تھیں"۔ ابوحیان کا قول ہے کہ اس سے مراد بطورِ خاص حوریں ہی ہیں۔

(فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا) تو انہیں بنایا کنواریاں

یعنی انہیں باکرہ پیدا فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے بے شک اہلِ جنت جب اپنی عورتوں کے پاس جائیں گے تو انہیں ہمیشہ باکرہ ہی پائیں گے۔

(عُرُبًا اَتْرَابًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں۔ ایک عمر والیاں

(عُرُبًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں

متحببات الى ازواجهن جمع عروب كصبور وصبر

اپنے شوہروں کے نزدیک محبوب یا ان سے محبت کرنے والیاں، عروب کی جمع ہے جیسے صبر کی جمع صبور عُرُبًا کے متعلق بعض مفسرینِ عظام نے فرمایا۔

۱:۔ بغنجات ناز نخرے والی یا خوب آرائش و زیبائش والی۔ بناؤ سنگار کرنے والیاں کہ شوہروں کو محبوب لگیں۔ اور مخفی نہ رہے کہ بناؤ سنگار محبت و پیار کے لطیف ترین اسباب میں سے ہے۔

۲:۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ العروب الحسنة الكلام کہ عربًا کا مطلب ہے شیریں گفتار،

شائستہ گفتگو اور رسیلی باتیں کرنے والیاں

۳:۔ ابن عباس اور حسن اور ابن جبیر اور مجاہد سے مروی ہے ھُنَّ العاشق لازواجھن وہ اپنے شوہروں کی عاشق و پرستار اور ان پر والہانہ شیفتہ ہیں۔

۴:۔ مجاہد سے مروی ہے اٰتّھُنَّ الغلمات الّتی یشتھین ازواجھن بے شک وہ عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کو رغبت و محبت دلانے والیاں ہیں۔

۵:۔ اسحٰق بن عبداللہ بن الحرث النوفلی کا قول ہے العروب الخفرۃ المتبذلۃ لزوجھا عروب سے مراد شرم حضور، شرمیلی انتہائی حیادار اپنے شوہروں کے لیے تابعدار اور انکساری کرنے والیاں۔ ایک شعر ہے۔

یعرین عند بعولھن اذا خلوا ۔۔۔ وَاذا ھم خرجوا فھن خفار

جب خلوت میں ہوں تو اپنے شوہروں پر بے حجاب اور جب وہ (شوہر) چلے جائیں تو وہ انتہائی شرمیلی و پاکباز و حیادار ابن ابی حاتم نے بروایت جعفر بن محمد نقل کیا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ نے ارشاد باری عُرُباً کے متعلق فرمایا کلا مھن عربی کہ ان کا کلام عربی ہوگا یا ان کی گفتگو پاکیزہ ہوگی۔

اَتْرَاباً ہم عمر مستویات فی سن واحد وہ ہم عمر عورتیں ہوں گی یعنی ان کی عمر شوہروں کے برابر ہوگی، ایک قول ہے کہ اٹھتے جوبن والیاں، ترمذی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت ننگے بدن، بغیر ابرو داڑھی، سرگیں آنکھوں والے، ۳۳ سال (تینتیس سال) عمر کے داخل ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے ان کی بولی عربی ہوگی اور سب کے قد ساٹھ گز ہوں گے۔ اور جوڑوں کے لیے جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی۔

(لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ) داہنی طرف والوں کے لیے
یعنی یہ سب داہنی طرف والوں کے لیے ہمیشہ ہوگا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿﴾	اگلوں میں سے ایک گروہ۔
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿﴾	اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿﴾	اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے

فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ۝
جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔

وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۝
اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں،

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ۝
جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝
بیشک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ۝
اور اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ لا أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝
اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی ہوجائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے۔

أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝
اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝
تم فرماؤ بیشک سب اگلے اور پچھلے۔

لَمَجْمُوعُونَ ۵ إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝
ضرور اکٹھے کیے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۝
پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو۔

لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ ۝
ضرور تھوہڑ کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔

فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝
پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝
پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔

فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝
پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝
یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝
ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے۔

أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تُمْنُونَ ۝
تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔

ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝
کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ
ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں۔

عَلٰى أَنْ نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا
لَا تَعْلَمُونَ ۝
کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کردیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولٰى فَلَوْلَا
اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں

تَذَكَّرُوْنَ ۝ | نہیں سوچتے۔
أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ | تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔
ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ | کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں
لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ | اگر چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔
إِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ | کہ ہم پر چٹی پڑی۔
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ | بلکہ ہم بے نصیب رہے۔
أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ | تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو
ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ | کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔
لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ | ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں تو پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔
أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ | تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔
ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝ | کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے
نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ | ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ | تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

ثُلَّةٌ۔ ایک گروہ — مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ۔ پہلوں میں سے — وَ۔ اور
ثُلَّةٌ۔ ایک گروہ — مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ پچھلوں میں سے — وَ۔ اور
أَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ بائیں جانب والے — مَا۔ کیا ہیں — أَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ بائیں
جانب والے — فِيْ۔ بیچ — سَمُوْمٍ۔ گرم لو — وَ۔ اور
حَمِيْمٍ۔ گرم پانی میں — وَ۔ اور — ظِلٍّ۔ سایہ — مِّنْ يَحْمُوْمٍ۔ جلتے ہوئے

دھوئیں کا
لا۔ نہ
قبل۔ پہلے
کانوا۔ تھے
العظیم۔ بڑے کے
اَئِنّا۔ کیا جب
تُرابا۔ مٹی
اِنّا۔ ہم
نا۔ ہمارے
الاوّلین۔ پہلے
لیے جائینگے
معلوم۔ مقرر کے
الضّالّون۔ گمراہو
مِن زَقّوم۔ تھوہر سے
فَشاربون۔ پھر پینے والے ہو
شُرب۔ پینا
یوم۔ دن
فلولا۔ پھر کیوں نہیں
ا۔ کیا
نحن۔ ہم ہیں
بینکم۔ تم میں
نحن۔ ہم
نُبدّل۔ بدل دیں ہم
فی۔ بیچ
وَ۔ اور

لا۔ نہ
کریم۔ عزت والا
ذٰلک۔ اس سے
یُصِرّون۔ ہٹ کرتے
وَ۔ اور
مِتنا۔ ہم مرجائینگے
وَ۔ اور
لمبعوثون۔ اٹھائے جائینگے اَوَ۔ یا
الاوّلون۔ پہلے بھی
وَ۔ اور
اِلیٰ۔ طرف
ثُمّ۔ پھر
المکذّبون جھٹلانے والو لَاٰکلون۔ کھانے والے ہو
فمالِئون۔ تو بھرنے والے ہو مِنہا۔ اس سے
علیہ۔ اس پر
الھیم۔ پیاسے اونٹ کا
الدّین۔ قیامت کے
تصدّقون۔ سچ مانتے ہو
اَنتم۔ تم
الخالقون۔ پیدا کرنیوالے
الموت۔ موت کو
بمسبوقین۔ ہارے ہوئے
امثالکم۔ تمہارے جیسے
ما۔ اس صورت کے کہ
لقد۔ بیشک

بارد۔ ٹھنڈا
اِنّہم۔ بیشک وہ
مترفین۔ دولتمند
علی۔ اوپر
کانوا۔ تھے
وَ۔ اور
عظاما۔ ہڈیاں
الآخرین۔ پچھلے
میقات۔ وقت
اِنّکم۔ تم
من الحمیم۔ گرم پانی
ھٰذا۔ یہ
نحن۔ ہم نے
افرءیتم ما۔ کیا دیکھا تم نے جو
تخلقونہ۔ پیدا کرتے ہو اسکو اَم۔ یا
نحن۔ ہم نے
وَ۔ اور
علیٰ۔ اوپر
وَ۔ اور
لا۔ نہیں
علمتم۔ تم نے جانا

وَ۔ اور
کانوا۔ تھے
وَ۔ اور
الحنث۔ گناہ
یقولون۔ کہتے
کُنّا۔ ہو جائیں گے
اَ۔ کیا
اٰباؤ۔ باپ دادا
اِنّ۔ بیشک
لمجموعون۔ اکٹھے
یوم۔ دن
ایّھا۔ اے
من شجر۔ درخت
البطون۔ پیٹ
فشاربون۔ پھر پینے والے ہو
نُزلہم۔ مہمانی ہے انکی
خلقنٰکم۔ پیدا کیا تم کو
تمنون۔ منی گراتے ہو
قدّرنا۔ مقرر کیا ہم نے
ما۔ نہیں
اَن۔ اس کے کہ
ننشئکم۔ بنائیں تم کو
تعلمون۔ جانتے تم
النشاۃ۔ پیدائش

الاولیٰ۔ پہلی کو | فلولا۔ پھر کیوں نہیں | تذکرون۔ نصیحت پکڑتے | افرایتم۔ کیا دیکھا تم نے
ما۔ جو | تحرثون۔ کھیتی کرتے ہو | ء۔ کیا | انتم۔ تم
تزرعونہ۔ اسکو اگلاتے ہو | ام۔ یا | نحن۔ ہم ہیں | الزارعون۔ اگلانے والے
لو۔ اگر | نشاء۔ ہم چاہیں | لجعلنٰہ۔ تو کریں اسکو | حطاما۔ چورا چورا
فظلتم۔ تو ہو جاؤ تم | تفکہون۔ باتیں بناتے | انا۔ بیشک ہم | لمغرمون۔ تاوان بھرنے والے ہیں
بل۔ بلکہ | نحن۔ ہم | محرومون۔ محروم ہیں | افرایتم۔ کیا تم نے دیکھا
الماء۔ پانی | الذی۔ جو | تشربون۔ تم پیتے ہو | ء۔ کیا
انتم۔ تم نے | انزلتموہ۔ اتارا | ہ۔ اسکو | من المزن۔ بادل سے
ام۔ یا | نحن۔ ہم ہیں | المنزلون۔ اتارنے والے | لو۔ اگر
نشاء۔ ہم چاہیں | جعلنٰہ۔ تو بنائیں اسکو | اجاجا۔ کڑوا | فلولا۔ تو کیوں نہیں
تشکرون۔ شکر کرتے تم | افرایتم۔ کیا دیکھا تم نے | النار۔ آگ کو | التی۔ جو
تورون۔ جلاتے ہو تم | ء۔ کیا | انتم۔ تم نے | انشاتم۔ پیدا کیا
شجرتہا۔ اس کا درخت | ام۔ یا | نحن۔ ہم ہیں | المنشئون۔ پیدا کرنے والے
نحن۔ ہم نے | جعلنٰہا۔ بنایا اسکو | تذکرۃ۔ نصیحت | و۔ اور
متاعا۔ سامان | للمقوین۔ مسافروں کیلئے | فسبح۔ تو تسبیح بیان کر | باسم۔ ساتھ نام
ربک۔ اپنے رب | العظیم۔ بڑے کے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم پ ۲۷ سورہ واقعہ

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ — اگلوں میں سے ایک گروہ
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ — اور پچھلوں میں سے ایک گروہ

المتقدمون والمتاخرون اما من الامم وهذه الامة، او من هذه الامة فقط

یعنی اگلوں اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ گزری ہوئی امتوں میں سے اور اس امت میں سے یا صرف اسی امت سے۔

یہ اصحاب یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے، یہ گروہ یا تو پچھلی امتوں میں سے لوگوں اور اس امت

(امت محمدیہ) سے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ لیکن مفسرین کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ گروہ اسی امت کے پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلے لوگوں سے مراد اصحاب رسول اور تابعین ہیں اور پچھلوں میں سبھی شامل ہیں جو بعد کو ہوئے یا ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ امت اصحب الیمین سے کبھی خالی نہ رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اصحب الیمین کے ذکر کے بعد جزاءً بما کانوا یعملون نہیں فرمایا گیا جب کہ سابقون کے تذکرہ کے بعد ایسا فرمایا گیا تو سابقین کی بزرگی اور فضیلت پر رمزواشارہ ہے۔ اور اصحب الیمین کے مفضول ہونے پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے۔ جن سے قصور واقع ہوئے اور وہ توبہ کر کے یا بغیر توبہ مرگئے۔ خواہ وہ اللہ کے فضل سے معاف کیئے جائیں یا عقوبت کے بعد جنت میں داخل ہوں اور احادیث مبارکہ اس پر متعدد ہیں۔

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ	اور بائیں طرف والے، کیسے بائیں طرف والے
فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۙ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۙ	جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔ اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔
لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ؕ	جو نہ ٹھنڈی اور نہ کسی طور نافع

اب تیسرے گروہ کا ذکر ہوتا ہے۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ) اور بائیں طرف والے،

یعنی کفار و مشرکین، یا وہ لوگ جنھیں ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، واضح معلوم ہے کہ کفار و فجار، باغی و سرکش منکرین۔ اہل شقاوت۔

(مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ) کیسے بائیں طرف والے۔

یہ ان کے حال و پراگندگی اور کیفیت عذاب کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ ذلیل ورسوا ہوں گے۔

(فی سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ) جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں

والسموم قال الراغب: الریح الحارة التی تؤثر تاثیر السم وفی الکشاف حرّنار ینفذ فی المسام والتنوین للتعظیم۔

اور سموم کے بارے میں امام راغب کا قول ہے ایسی گرم ہوا جو کہ جھلسا دینے کی تاثیر رکھتی ہے۔ اور کشاف میں ہے ایسی جلانے والی لو جو جسم کے مسامات کے اندر تک گھستی ہو۔ اور تنوین اس ہوا کی شدت کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی انتہائی گرم جھلسا دینے والی اور مسامات بدن میں سرایت کر جانے والی لو یا ہوا۔ (حَمِیْمٍ) وھو الماء الشدید الحرارة حمیم سے مراد انتہائی سخت گرم پانی، یا خوب سخت کھولتا پانی۔

(وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ) اور جلتے دھویں کی چھاؤں میں

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد ہے خوب کالا دھواں اور ابن عباس ہی سے منقول ہے انہ سرادق النار المحیط باھلھا یرتفع من کل ناحیۃ حتی یظلھم بے شک وہ آگ کا خیمہ ہوگا جو اپنے اہل کو گھیرے ہوگا اور ہر گوشے سے بلند ہوگا۔ یہاں تک انہیں سایہ دے گا۔ ابن کیسان نے کہا ھو من اسماء جھنم یحموم دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ابن بریدہ کا قول ہے کہ وہ سیاہ آگ میں ایک پہاڑ ہے کہ اہل دوزخ اس کی طرف خوفزدہ ہو کر پناہ ڈھونڈیں گے تو اسے انتہائی سخت عذاب والی شے پائیں گے۔

(لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ) جو نہ ٹھنڈی اور نہ کسی طور فائدہ مند

یہ ظلٌ کی دو صفتیں ہیں، اول یہ کہ لا بارد کسائر الظلال یعنی جس طرح سائے ٹھنڈے ہوتے ہیں یہ ٹھنڈا نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ ولا نافع لمن یاوی الیہ من اذی الحر یعنی جو کوئی گرمی کی تکلیف سے اس کی طرف متوجہ ہوگا یا اس کے نیچے ہونا چاہے گا۔ اس کے لئے کسی طور نہ خوشگوار ہوگا۔ اور نہ کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل دوزخ (اصحب الشمال) انتہائی گرم جھلسا دینے والی، مسامات بدن میں سرایت کرنے والی لو، سخت خوب کھولتے پانی اور جلتے سیاہ دھویں کے سایوں میں جو نہ ہی ٹھنڈے ہوں اور نہ ہی خوشگوار و فرحت بخش بلکہ تکلیف دہ ماحول میں ہوں گے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۚ	بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے
وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۚ	اور وہ اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔
(اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝)	بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔

وَقِيْلَ ھو العاتی المستکبر عن قبول الحق والاذعان لہ والمعنی انھم عذبوا لانھم کانوا فی الدنیا مستکبرین عن قبول ما جاءتھم بہ رسلھم من الایمان باللہ عز و جل وما جاء منہ سبحانہ

اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں قبول حق اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرکشی دکھاتے تھے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ اسی وجہ سے عذاب میں ہوں گے کہ دنیا میں منکر و سرکش تھے اور جو کچھ ان کے رسول لائے جیسے ذات باری پر ایمان اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا۔ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، ایک قول ہے کہ وہ اس لیے عذاب دیے جائیں گے کہ دنیا میں عیش و آرام میں سرگرم

تھے اور اطاعتِ حق سے باغی و انکاری تھے اور خواہشاتِ نفس میں قبول حق پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور مخالفت و سرکشی دکھاتے تھے۔

(وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ) اور وہ اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔

(وکانو یصرون) اور ہٹ رکھتے تھے یتشددون و یمتنعون من الاقلاع ویداومون شدت و سرکشی کرتے تھے اور قبولِ حق سے رکتے تھے اور اپنے عقیدہ پر یعنی کفر و شرک پر قائم و دائم تھے۔

(عَلَى الحنث العظيم) بڑے گناہ پر

(الحنث) ای الذنب یعنی گناہ، قتادہ، ضحاک اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد شرک ہے لفظ عظیم بطور مبالغہ کے الحنث کی صفت ہے۔ مراد بڑا گناہ یعنی شرک۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ باری ہے ان الشرك لَظُلْمٌ عَظِيمٌ تو واضح ہو گیا الحنث العظیم بھی شرک ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد کبیرہ گناہ ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے طبقات میں منقول ہے کہ ان کی والدہ نے پوچھا ما الحنث العظیم؟ بڑے گناہ سے کیا مراد ہے تو فرمایا ھو القسم علی انکار البعث، وہ مرنے کے بعد زندگی کے انکار کی قسم ہے۔ اور اللہ کے ارشاد کی طرف اشارہ کیا اقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت" اور یہ تفسیر حسن ہے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ ۵ أَئِذَا مِتْنَا اور کہتے تھے کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں مٹی
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۵ ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے۔
أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۵ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

(وَكَانُوا يَقُولُونَ) اور وہ کہتے تھے یعنی اصحٰب الشمال (کفار و مشرکین) اور یہ ان کے اقوال کا تکرار ہے۔

(أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا) کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں استفہام انکاری ہے یعنی جب ہمارے اجسام کے اجزا یعنی گوشت، پوست وغیرہ مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں بکھر جائیں گی۔ تو کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے؟ پچھلی آیت کے تناظر میں الحنث العظیم کی توضیح ہے۔ یعنی بعث بعد الموت کے انکار کی جھوٹی قسم کھا کر عمداً یوں کہتے تھے۔

(ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ) تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔

یعنی حیات بعد الموت کا یقین نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن سمجھتے تھے۔ اور ان کو اس سے

بشارت انکار تھا اور یہی انکار ان کے عذاب کا ایک سبب ہوگا۔
(اَوَ اٰبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی و المعنی ایبعث ایضًا آباؤنا
یہ بھی ان کے قول کا تکرار ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا بھی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے حالانکہ ان کو دنیا سے انتقال کئے ہوئے لمبا عرصہ گذر گیا تو وہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ انہیں اس کا شدید انکار تھا نہ وہ اپنی حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور نہ ہی اپنے اگلے باپ داداؤں کی بشارت سے انکاری تھے۔ اور بطور استہزاء و انکار کے شد و مد کے ساتھ یوں کہتے تھے، اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ ضد وہٹ کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حالانکہ موت کے بعد حیات کا نظارہ روزمرہ کی زندگی میں کرتے تھے جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا آنا، درختوں پر خزاں کے بعد بہار اور بہار کے بعد خزاں، مگر نہ ماننا ان کا وطیرہ تھا۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝	محبوب! فرماؤ بے شک سب اگلے اور پچھلے
لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ	ضرور اکٹھے کیے جائیں گے ایک جانے ہوئے
یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝	دن کی میعاد پر

(قُلْ) حبیب فرماؤ۔ رداً لانکارھم وتحقیقاً للحق
یعنی اے رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے انکار کا رد فرمائیں اور حق کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو بتا دیں۔
(اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ) بے شک سب اگلے پچھلے
من الامم الذین من جملتھم انتم واباؤکم وتقدیم الاولین للمبالغۃ فی الرد حیث کان انکارھم لبعث ابائھم اشد من انکارھم بعثھم مع مراعاۃ الترتیب الوجودی۔

یعنی ان میں سے جملہ اور ان کے باپ داداؤں پر مشتمل سب امتوں کو (اگلی امتوں کے کفار و اشقیاء اور ان کو مع ان کے آباؤاجداد کو) ضرور زندہ اٹھایا جائے گا۔ اولین کی تقدیم کفار کے اقوال کے رد میں بطور مبالغہ کے کیے ہے اس لیے کہ ان کا اپنے آباؤ اجداد کا مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار اپنے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے انکار کی نسبت زیادہ شدید تھا۔ اور اس کے ساتھ ذکر ترتیب وجودی کی رعایت سے کیا گیا ہے۔
(لَمَجْمُوْعُوْنَ) ضرور اکٹھے کیے جائیں گے۔

یعنی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے اور مجموعون بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی بالضرور جمع کیے جائیں گے۔

(الی میقات یوم معلوم) ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر۔ وھو یوم القیامۃ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جو معلوم ہے اور اس کا آنا قطعی و حتمی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ پھر بے شک تم اے گمراہو، جھٹلانے والو
لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ ضرور تھوہر کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ پھر اس سے پیٹ بھرو گے
فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔
فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ
هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن
(ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ) پھر بے شک اے گمراہو، جھٹلانے والو

یہ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ پر عطف ہے جو سلسلۂ کلام میں داخل ہیں اور ثُمَّ تراخی زمان یا تدریج کے لیے ہے یہ خطاب کفار مکہ اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ہے یا جیسا سیاقِ کلام میں گذرا ان لوگوں سے خطاب ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے منکروں، کافروں، مشرکوں اور سرکشوں کو خطاب ہے۔

(لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ) ضرور تھوہر کے درخت میں سے کھاؤ گے۔

(لَاٰكِلُوْنَ) ضرور کھاؤ گے بَعْدَ البعث والجمع و دخول جهنم۔
یعنی مرنے کے بعد زندہ اور اکٹھے ہونے اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد تم (کفار و منکرین) ضرور کھاؤ گے۔

(مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ) تھوہڑ کے درخت میں سے

پہلا مِنْ ابتدائیہ جب دوسرا مِنْ بیانیہ ہے ای مبتدءون للاكل من شجر هو زقوم
یعنی ان کے کھانے کی ابتدا جس درخت سے ہو گی وہ تھوہڑ کا پیڑ ہوگا، تھوہڑ کا درخت کڑوا، انتہائی بدبودار اور سخت ناگوار ہوگا۔ الصّٰفّٰت میں ارشاد باری ہے کہ وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے اس کا شگوفہ ایسا جیسے شیطانوں کے سر، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اگر زقوم کے درخت کا ایک بوند پانی دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا کی معیشت فنا ہو جائے۔

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ) پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔

ای بطونکم من شدۃ الجوع فانہ الذی ضطرھم و

قسرھم علی اکل مثلھا مما لا یؤکل

یعنی بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹوں میں بھرو گے۔ پس وہ بھوک انہیں مضطرب و مجبور کردے گی کہ وہ اس ہی میں سے کھائیں جو کہ نہیں کھایا جا سکتا۔

فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ) پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔

جب غلبہ جوع (شدت کی بھوک) جو انہیں مسلط کی جائے گی سے مجبور ہو کر تھوہر کے درخت میں سے کھا کر اپنا پیٹ بھریں گے تو اس کے بعد بغیر کسی مہلت و توقف کے ان پر پیاس کا غلبہ ہوگا۔ (الحمیم) ای الماء الحار یعنی کھولتا گرم پانی، تشنگی بجھانے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی پینے پر مجبور ہوں گے۔ اور لاچار وہی رہنا پڑے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ

ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک کا قول ھیم کی جمع اھیم ہے۔ اور وہ ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جیسے ھیام لاحق ہو وہ ھیام استسقاء کی طرح کی ایک بیماری ہے جب کسی اونٹ کو لگ جاتی ہے تو وہ پانی سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ مجاہد نے شرب کو شین کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ یعنی شِرب جس کے معنی مشروب کے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہوگا جس طرح پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح گمراہ و مکذبین جہنم کے کھولتے پانی کو پئیں گے جس سے نہ تو پیاس بجھے گی یا آرام ہوگا بلکہ برعکس پیتے جائیں گے اور غلبہ عطش (پیاس) بڑھتی جائے گی اور انتڑیاں کٹ کٹ کر بہتی جائیں گی اور مرتے رہیں گے چونکہ موت نہ ہوگی لہذا مسلسل اسی عذاب و بربادی سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ ہذا)

ھٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

(ھذا) الذی ذکر من الوان العذاب جیسا کہ عذاب کی صورتوں کا بیان ہوا، اس حال میں

نُزُلُهُمْ مہمانی، نُزُل مہمانداری کو کہتے ہیں اور یہاں "نُزُل" کا لفظ استہزائیہ ہے، کیونکہ یہ حقیقتاً مہمانی نہیں بلکہ عذاب ہے۔

(یوم الدین) انصاف کے دن، یوم الجزاء

یعنی بدلے کے دن، جو قیامت کے دن سے مشہور و معلوم ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے

(نَحْنُ خَلَقْنٰکُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ٥) ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے

ای فھلا تصدقون بالخلق

یعنی تو کیا اب بھی تم تخلیق کی تصدیق نہیں کرتے جس ذاتِ حق نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا۔ اور تمہیں اس امر کا اقرار بھی ہے ۔جیسا کہ قول باری ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ" تو تمہیں دوبارہ زندگی کا کیونکر انکار ہے، اور تم اس حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ جو ذات پہلی دفعہ خلق پر قادر ہے۔ تو دوسری مرتبہ کیونکر قادر نہ ہوگی۔ لہٰذا مرنے کے بعد زندہ کیا جانا حق ہے۔ خواہ کفار تصدیق نہ کریں۔

اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ٥ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ٥ کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

(ا

(اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ٥ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔

(افرائیتم) تو کیا تمہیں علم ہے ای ما تقذفونہ والارحام من النطف، یعنی وہ نطفہ جو تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو۔

(ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ) کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو؟

ای تقدرونہ وتصورونہ بشرًا سویا تام الخلقۃ

یعنی کیا تم اس نطفہ کو صورت انسانی بناتے ہو اور اسے ایک تندرست و توانا اور مکمل آدمی کی صورت دیتے ہو۔

(اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ) یا ہم بنانے والے ہیں اَنَحْنُ الْخَالِقُوْنَ

یعنی کیا تم اس آدمی کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں، جب تمہیں علم ہے اور اقرار بھی کہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں تو پھر بتاتے کیوں نہیں کہ خالق ہم ہی ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں اور زندگی عطا فرماتے ہیں تو مردوں کو زندہ اٹھانا کیا ہماری قدرت و تصرف سے باہر ہے۔ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ اور اللّٰہ ہر شئے پر قادر ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ٥ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔ اور ہم اس میں کوئی غالب نہیں۔

عَلٰۤی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر

فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ — دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔
النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝ — اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

(نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ) ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا

قسمنا ہ علیکم ووقتنا موت کل احد بوقت معین حسب ما تقتضیہ مشیئتنا المبنیۃ علی الحکم البالغۃ

ہم نے موت کی تم میں بانٹ کی اور ہر شخص کے لیے وقت وفات متعین کیا جس قدر ہماری حکمت بالغہ پر مبنی مشیئت کا اقتضاء ہوا۔

(وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ) اور ہم اس سے عاجز نہیں

ای لا یغلبنا احد

یعنی اس میں ہم پر کوئی غالب نہیں، واضح مفہوم یہ ہے کہ کوئی نہ تو ہمیں عاجز کر سکتا ہے اور نہ ہی ہم پر غالب آسکتا ہے کہ موت کے وقت کو ٹال سکے یا اس سے بچ جائے یا بھاگ سکے۔ جو ہم نے مقدر فرما دیا بس وہی ہوتا ہے اور ہوگا۔ اور یہ سارا ہمارا ہی کام ہے۔

(عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ) کہ تم جیسے اور بدل دیں۔ یہ متعلق بہ قدّرنا ہے۔ ای علی ان نذھبکم ونأتی مکانکم اشباھکم من الخلق علیٰ بمعنی لام کے ہے اور علیٰ ان قدّرنا کی علت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تم میں مرنا اس لیے ٹھہرایا ہے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اوروں کو لے آئیں۔ یا پھر یہ مفہوم ہے کہ ہم اس امر پر بالکلیہ قدرت رکھتے کہ تم سب کو ایک ہی دفعہ میں موت دے دیں اور تم جیسے اور پیدا کر ڈالیں۔

(وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) اور تمہاری صورت وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

من الخلق والاطوار التی لا تعھدونھا وقال الحسن: من کونکم قردۃ وخنازیر

یعنی ایسی خلقت اور ایسے اطوار پر کر دیں جس سے تم واقف نہیں ہو اور حسن کا قول ہے کہ تمہیں مسخ کر کے بندر اور سوٗر بنا دیں یا ان کی صورت کر دیں یہ سب ہماری قدرت میں ہے۔ اور ایک قول ہے۔ وننشئکم فی البعث علیٰ غیر صورکم فی الدنیا اور ہم تمہیں دوبارہ اٹھانے پر صورت کی بجائے کسی اور صورت پر کر دیں۔

(وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى) اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان

من خلقکم من نطفة، ثم من علقه ثم من مضغه وقال قتادہ: ھی فطرة آدم علیه السلام من التراب ولا ینکرها احد من ولدہ۔

یعنی تمہاری پیدائش نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے اور قتادہ کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام کی فطرت وطینت مٹی سے ہے اور آدم میں سے اس کا کسی کو انکار کبھی نہیں ہوا نہ ہے۔ یہ تخلیق اوّل کی توضیح ہے جو سب کو معلوم اور سب پر واضح ہے

(فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ) پھر کیوں نہیں سوچتے

فهلا تتذکرون ان من قدر علیها فهو علی النشأة الاخری اقدر

تو تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے یا سمجھتے کیوں نہیں جو ذات حق تخلیق اول پر قادر ہے۔ وہ دوبارہ تخلیق پر کیوں قادر نہیں جو عدم سے وجود لانے پر قادر ہے وہ یقیناً مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور دوبارہ تخلیق، بہ نسبت پہلی کے سہل ہے۔ اور کفار کا انکار محض لغو اور ہٹ دھرمی ہے اور حقیقت سے کھلم کھلا انحراف ہے۔

اگر وہ عقل سلیم سے سوچیں تو حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ کیا تم اسکی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ ہم چاہیں تو اُسے روندن کریں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ کہ ہم پر چٹی پڑی بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

(اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ) تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

ما تبذرون حبه وتعلمون فی ارضه جو دانے تم زمین میں بوتے وقت بکھیرتے ہو

(ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ) کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو۔

تنبتونه وتردونه نباتا یرف وینمی الی ان یبلغ الغایه

کیا اُسے تم اگاتے ہو اور اُسے کھیتی بناتے ہو کہ لہلہاتی ہے اور فصل اپنی غایت تک پہنچتی ہے۔

(أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ) یا ہم بنانے والے ہیں۔

ای المنبتون لا انتم یعنی کیا تم کھیتی بناتے ہو ظاہر ہے کہ تم بلکہ ہم بناتے ہیں بلاشبہ بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا یہ کام نہیں یہ اللہ ہی کی شان ہے قدرت ابونعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے زراعت کی (اگایا) اور ہاں چاہیے کہ کہے کہ میں نے بویا یا کھیتی بوئی پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا

افرایتم ما تحرثون .... الزارعون۔ اس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زراعت کی نفی کا اشارہ ہے اور حرثت کہنے کا جواز ہے، ابونعیم اور امام بیہقی نے اس روایت کی تضعیف بھی کی ہے۔ واللہ اعلم،

(لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا) ہم چاہیں تو اُسے چورا چورا کردیں۔

هشيما منكرا متفتتا لشدة يبسه بعد ما انتباه وصار فى حياة غلالة ہم اسے اگانے کے بعد سخت سوکھا کر کے تنکا تنکا بکھیر دیں اور وہ خشک چورا چورا بے فائدہ گھاس پھوس ہو جائے

(فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ) پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ

ليسبب ذلك اس وجہ سے، تتعجبون من سوء حاله تو تم اس کے حال کی خرابی پر تعجب کرتے رہ جاؤ

یعنی اگر ہم اسے اگانے کے بعد بے فائدہ گھاس پھوس بنادیں تو تم اس خرابی و بربادی پر ہاتھ ملتے رہ جاؤ حیران و پریشان غمگین و افسردہ ہو جاؤ۔

(اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ) کہ ہم پر چٹی پڑی ای معذبون محملکون من الغرام وهو الهلاك

غرام مال کے بے فائدہ ضائع جانے کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ غرام کا معنی عذاب و بربادی ہے۔ یعنی ہم عذاب میں ہلاکت میں ڈالے گئے محنت و مال اکارت گیا اور بربادی پلے پڑی۔

(بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ) بلکہ ہم بے نصیب ہیں محدودون لا مجدودون او محرومون الرزق

یعنی تم یہ کہنے لگ جاؤ کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں اور کچھ حاصل کرنے والے نہیں بلکہ رزق

سے بھی محروم ہوگئے ہیں اور یہ محرومی ہلاکت ہی ہلاکت ہے کیونکہ سامان رزق کی بربادی بھوک سے مرنے کا پیش خیمہ ہے۔

اَفَرَاَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ	تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو،
ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ	کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم
اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝	ہیں اتارنے والے،
لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰہُ اُجَاجًا فَلَوْلَا	ہم چاہیں تو اُسے کھاری کردیں
تَشْکُرُوْنَ ۝	پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

(اَفَرَاَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ) تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔

عذبا فراتا، وتخصیص ھذا الوصف بالذکر مع کثرۃ منافعہ لان الشرب اھم المقاصد المنوطۃ بہ۔

میٹھا پانی اور اس وصف کے ساتھ اس کا خصوصی تذکرہ اُسکے (پانی کے) کثیر منافع کو شامل ہے کیونکہ پینے کے پانی پر کئی اہم مقاصد کا انحصار ہے۔

(ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ) کیا تم نے اسے بادل سے اتارا

ای السحاب واحدتہ مزنۃ قال الشاعر:

فلا (مزنۃ ودقت ودقھا)
ولا ارض ابقل ابقالھا

یعنی ایسا بادل جو یکجا ہوکر بارش برسنے والا ہو شاعر کہتا ہے ؎

تو بارش نہ برسی اور گرمی شدید سے شدید ہوگئی اور نہ ہی زمین سبزے سے سبزہ دار ہوئی۔

وقیل ھو السحاب الابیض وماؤہ اعذب اور ایک قول ہے کہ مزن سے مراد سفید بادل ہے اور اس کا پانی شیریں ہوتا ہے۔

(اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ) یا ہم ہیں اتارنے والے۔

لہ بقدرتنا

یا ہم نے اپنی قدرت سے اسے اتارا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ ٹھنڈا شیریں پانی جو

سفید بادلوں سے برستا ہے یہ تم نے برسایا ہے یا یہ ہماری قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے برسایا ہے۔ اور بارش اسی کے فضل وکرم سے برستی ہے۔
(لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا) ہم چاہیں تو اُسے کھاری کر دیں۔
ملحًا ذعاقا لا یمکن شربه من الاجیج وھو تلھب النار
نمکین کڑوا پانی جو کڑواہٹ کی وجہ سے نہ پیا جا سکے اور وہ جس کی حدت و شدت سے پیاس بھڑکے۔
(فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ) تو تم پھر شکر کیوں نہیں کرتے۔
تو تم اللہ کے احسان وکرم اور اسکی نعمت کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اسکی تعریف کیوں نہیں کرتے اگر وہ ذاتِ حق پانی کو کھارا، کڑوا، سخت بدمزہ بنا دے تو کون ہے جو اسے پی کر زندہ رہ سکے یا اسباب زندگی حاصل کر سکے تو اپنی عظیم نعمت پر تم شکریہ ادا کیوں نہیں کرتے
ابن ابی حاتم نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پانی نوش فرماتے تو کہتے۔ الحمدُ للّٰہ الذی سقانا عذبًا فراتا برحمته ولم یجعله ملحًا اُجَاجًا بذنوبنا

اس پروردگار جل وعلا کے لئے ستائش ہے جس نے اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں شیریں پانی سے سیراب کیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اسے کڑوا اور نمکین نہ بنایا۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ۝	تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔
ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝	کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے
نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝	ہم نے اُسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ تو
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝	اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی

(اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ) تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔

ای تقدحونها و تستخرجونها من النار یعنی تم آگ رجلاتے ہو، اور تم اسے زَنْد سے نکالتے ہو، زناد دو تر یا ہری لکڑیوں کو کہتے ہیں جن کے باہم رگڑنے سے آگ نکلتی ہے ان لکڑیوں کو زَنْد و زَنْدہ کہتے ہیں۔

(ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا) کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا۔

التی منها الزناد وهی المرخ و العفار جس سے زناد لئے جاتے ہیں اور وہ درخت مرخ اور عفار کہلاتے ہیں۔

(اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ) یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

لها بقدرتنا

یعنی انہیں ہم ہی نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور یہ ہماری قدرت کا ایک نادر نمونہ ہے کہ ہری لکڑیوں سے جن کے اندر پانی کی تراوٹ بھی ہوتی ہے رگڑ سے آگ بھی پیدا کرتے ہیں بیہقی نے روایت کی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک رات جب یہ آیات استفامیہ پڑھیں تو تین مرتبہ کہا بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّ اے پروردگار تو نے ہی یہ پیدا فرمایا۔

(نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً) ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا۔

ای جعلناها تذکیراً لِنَارِ جهنم حیث علقنا بها اسباب المعاش لینظروا الیها و یذکروا بها ما اوعدوا به

یعنی ہم نے اس آگ کو دوزخ کیلئے یاد دہانی بنایا ہے کیونکہ ہم نے آگ کو معاشی اسباب سے بطور ضرورتِ عامہ کے وابستہ کیا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر آتش دوزخ کی یاد کر کے اس سے ڈریں کیونکہ منکروں کے ہاتھ اس کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ بالضرور جلتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اس میں بعثت بعد الموت کی طرف بھی واضح اشارہ ہے پانی اور آگ ضدیں ہیں اور اللہ سبز لکڑیوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو فرسودہ بدنوں کو بھی دوبارہ تر و تازہ بنا سکتا ہے۔ واللہ علی کل شئ قدیر

(وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ) اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ

و منفعة اور فائدہ کی چیزیں (للمقوین) للذین نینلون
ان لوگوں کے لئے جو کسی جگہ قیام کی غرض سے اتر پڑیں
ای المسافرین یعنی مسافروں کے لئے کہ دوران سفران سے
فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔
(فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ) تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے
پروردگار کی فسبح میں ف سببیہ ہے اور باسم میں اسم زائد ہے اور اس
سے مراد ذات باری ہے اور ب استعانت یا ملابست کے لئے ہے ۔
یعنی اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ اسکی پاکی بولو اور جن نعمتوں کا ذکر گزرا
ان پر شکریہ ادا کیجیئے اور تحدیث نعمت فرمایئے اور منکرین اور ناشکروں کے اقوال
وافعال کو خاطر میں نہ لاکر پروردگار جل وعلیٰ کی بڑائی بیان کیجیئے جس نے اس قدر انعامات
واحسانات فرمائے اور افسوس و تعجب ہے کہ پھر بھی جاہل کفار و مشرکین اس کا اقرار نہیں
کرتے کیا یہ کھلی بغاوت اور کفران نعمت نہیں ؟
اور کشاف میں ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت فرمانا
یا اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا ہے جو اثباتِ بعثت اور جزاء پر متضمن ہے ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝	تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں
وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝	اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ	بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝	محفوظ نوشتہ میں۔
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝	اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ۝
تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝
اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝
پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہنچے۔

وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۝
اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ۝
اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں ہے۔

فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝
تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں۔

تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝
کہ اسے لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو۔

فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝
پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ۝
تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو

فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
تو اے محبوب تم پر سلام ہے داہنی طرف والوں سے

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝
اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۝
تو اس کی مہمانی کھولتا پانی۔

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝
اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝
یہ بے شک اعلی کی یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝
تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

فَلَا۔ تو مجھے
وَ۔ اور
اُقْسِمُ۔ قسم ہے
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ
بِمَوَاقِعِ گرنے کی جگہ
لَقَسَمٌ۔ یقینا قسم ہے
النُّجُوْمِ۔ ستاروں کی
لَوْ۔ اگر

تَعْلَمُوْنَ تم جانو — عَظِيْمٌ بہت بڑی — اِنَّهٗ بیشک وہ — لَقُرْاٰنٌ قرآن ہے

كَرِيْمٌ عزت والا — فِيْ بیچ — كِتٰبٍ کتاب — مَّكْنُوْنٍ محفوظ کے

لَا نہ — يَمَسُّهٗٓ چھوئیں اسکو — اِلَّا مگر — الْمُطَهَّرُوْنَ پاک لوگ

تَنْزِيْلٌ اتارا گیا ہے — مِّنْ رَّبِّ رب — الْعٰلَمِيْنَ جہانوں کی طرف سے — اَفَبِهٰذَا کیا اس

الْحَدِيْثِ بات سے — اَنْتُمْ تم — مُّدْهِنُوْنَ سستی کرتے ہو — وَ اور

تَجْعَلُوْنَ بناتے ہو — رِزْقَكُمْ اپنا حصہ — اَنَّكُمْ کہ تم — تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہو

فَلَوْلَآ پھر کیوں نہیں — اِذَا جب — بَلَغَتِ پہنچے جان — الْحُلْقُوْمَ ہنسلی کو

وَ اور — اَنْتُمْ تم — حِيْنَئِذٍ اس وقت — تَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہو

وَ اور — نَحْنُ ہم — اَقْرَبُ بہت قریب ہیں — اِلَيْهِ اس کی طرف

مِنْكُمْ تم سے — وَلٰكِنْ لیکن — لَّا نہیں — تُبْصِرُوْنَ دیکھتے تم

فَلَوْلَآ پھر کیوں نہیں — اِنْ اگر — كُنْتُمْ ہو تم — غَيْرَ نہ

مَدِيْنِيْنَ بدلہ پانے والے — تَرْجِعُوْنَهَآ تو لوٹا لیتے اس کو — اِنْ اگر

كُنْتُمْ ہو تم — صٰدِقِيْنَ سچے — فَاَمَّآ پھر — اِنْ اگر

كَانَ ہوا — مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وہ مقربین میں سے — فَرَوْحٌ تو راحت ہے

وَ اور — رَيْحَانٌ پھول — وَ اور — جَنَّتُ جنت

نَعِيْمٍ نعمت والے — وَ اور — اَمَّآ اگر — اِنْ وہ

كَانَ ہے — مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں جانب والوں سے — فَسَلٰمٌ تو سلام ہے

لَّكَ تیرے لیے — مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ داہنی طرف والوں سے — وَ اور

اَمَّآ اگر — اِنْ ہے وہ — كَانَ ہے — مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے

والوں — الضَّآلِّيْنَ گمراہوں سے — فَنُزُلٌ تو مہمانی ہے — مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی کی

وَ اور — تَصْلِيَةُ داخل ہونا ہے — جَحِيْمٍ جہنم میں — اِنَّ بیشک

هٰذَا یہ ہے — لَهُوَ وہی — حَقُّ یقینی بات سے — الْيَقِيْنِ بات ہے

فَسَبِّحْ تو پاکی بول — بِاسْمِ نام — رَبِّكَ اپنے رب — الْعَظِيْمِ عظمت والے کی

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورۃ الواقعہ

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۙ وَ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ۙ

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو بڑی قسم ہے۔

(فَلَآ اُقۡسِمُ) تو مجھے قسم ہے

لا زائد ہے اور کلام کو مؤکد کرنے کے لئے ہے اور زور دے کر اشارہ ہے حق تعالیٰ کا کسی امر پر قسم یاد فرمانا اظہار عظمت کے لئے ہے۔

(بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ) ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

أي بمساقط كواكب السماء ومغاربها كما جاء في رواية عن قتادة والحسن على أن الوقوع بمعنى السقوط والغروب وتخصيصها بالقسم لما في غروبها من زوال اثرها والدلالة على وجود مؤثر دائم لا يتغير ولذا استدل الخليل عليه السلام بالأفول على وجود الصانع جل وعلى او لان ذالك وقت قيام المتهجدين والمبتهلين اليه تعالىٰ وأوان نزول الرحمته والرضوان عليهم،

یعنی آسمان کے ستاروں کے گرنے اور چھپنے کی جگہیں جیسا کہ قتادہ حسن سے مروی ہے کہ وقوع سے مراد معنی گرنے اور ڈوبنے کی جگہیں ہیں اور قسم کے ذکر کے ساتھ ان کی تخصیص ان کے زوال پذیر ہونے پر ظاہر اور مؤثر حقیقی (اللہ کریم) کے وجود پر دلالت کرتی ہے جو تغیر و حدوث سے پاک ہے اور اسی ڈوبنے اور زوال پذیر ہونے کے پیش نظر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنانے والے کے وجود کریم (ذات باری) پر استدلال فرمایا تھا جو کہ زوال و حدوث سے مبرہ و منزہ ہے، یا پھر اس سے مراد نماز تہجد پڑھنے والوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا و مناجات کرنے اور

بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روائت کی ہے کہ پروردگار جل و علا ہر رات آسمان دنیا پر جبکہ رات کی آخری تہائی ہوتی ہے تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی التجا قبول کروں کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں کوئی ہے جو بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں، ابن عباس اور ایک جماعت علماء کا ارشاد ہے کہ مواقع سے مراد نزول قرآن کے اوقات اور نجوم سے مراد قرآن حکیم کا جستہ جستہ اترنا ہے۔ اور ابن جریر نسائی اور حاکم نے ابن عباس سے تصحیح روائت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا قرآن حکیم شب قدر میں آسمان علیا (لوح محفوظ) سے سارے کا سارا آسمان دنیا میں اترا پھر سالوں میں بٹ گیا یعنی ہر سال ضرورت و حکمت کے موافق نازل ہوا اور ایک روائت میں یہ الفاظ ہیں پھر آسمان دنیا سے زمین کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا پھر یہ آیت فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ، تلاوت کی اور حق تعالیٰ کے بعض کے ارشاد انہ القرآن سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے واللہ اعلم

(وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ) اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔

بطور تعریض کے ارشاد ہے کہ اے کاش تم جانتے یا حقیقت کا ادراک کرتے یہ قسم بہت بڑی بات ہے جو عظمت و قدرت الٰہیہ پر دلالت کر رہی ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ	بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔
فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ	محفوظ نوشتہ میں
لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ	اسے نہ چھوئیں مگر باوضو
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا

(اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ) بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

ان پر رحمت رضوان کے نزول کا وقت ہے ۔

قرآن حکیم کلام الٰہی اور وحی زبانی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا کریم صفت کلام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو کلمہ بھلائیوں اور نامتناہی خیر و برکات کا سرچشمہ ہے کریم کے معنی معزز کے بھی ہیں یعنی عزت والے پروردگار کا معزز کلام ہے اور جو اس سے تعلق قائم کرے یعنی اتباع کرے تو یہ کتاب اسے بھی معزز بنا دیتی ہے صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو معزز و بلند فرماتا ہے اور بہتوں کو پست کرتا ہے یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں ان کے لئے عزت و بلندی ہے اور منکروں کے لئے ذلت و پستی ہے ۔ کریم کے معنی حَسَن کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ یہ کتاب اچھائیوں اور بھلائیوں کا لا متناہی خزانہ ہے اور اس کا نفع بہر نوع ہے ۔

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ؁ محفوظ نوشتہ میں

ای کائن فی کتاب مصون عن غیر المقربین من الملائکۃ علیہم السلام لا یطلع علیہ من سواھم فالمراد بہ اللوح المحفوظ کما روی عن الربیع بن انس وغیرہ وقیل : ای فی کتاب مصون عن التبدیل والتغییر وھو المصحف الذی بایدی المسلمین

یعنی محفوظ کتاب میں درج ہے جو ملائکۃ المقربین علیہم السلام کے سوا سے پردہ میں ہے کہ ان کے سوا اس پر کوئی مطلع نہیں پس اس سے مراد لوح محفوظ ہے جیسا کہ ربیع بن انس اور ان کے علاوہ سے روائت کیا گیا ہے اور ایک قول ہے نوشتے میں مراد ہے یعنی ایک ایسی کتاب میں درج ہے جو تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے اور وہ مصحف ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے ، عکرمہ کا قول ہے نوشتے میں مراد تورات و انجیل ہے مراد و مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے کرم و شرف کا تذکرہ

پچھلی کتابوں میں ہے اور ایک قول ہے کتاب المکنون یعنی محفوظ نوشتے سے مراد مردِ مومن کا دل ہے ۔

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ۔ اسے نہ چھوئیں مگر پاک

(لَا یَمَسُّہٗۤ) اسے نہ چھوئیں (الا المطھرون) بجز پاک

یَمَسُّہٗ" کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور نفی بغیر طہارت کے چھونے پر نہیں ہے اور مطہرون کے استثنا سے واضح ہے کہ قرآن حکیم کو بدون طہارت کے چھونا جائز نہیں طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ۔

لا یمس القران الا طاھر" قرآن حکیم کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے ۔

اور مطہرون سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا ہے یعنی باوضو چھوئے اور بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کے نزدیک اگر مصحف غلاف پوش ہے تو چھونا یا اٹھانا جائز ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ پڑھ سکتی ہے نہ چھو سکتی ہے اور یونہی جنبی مرد کا حکم ہے تاہم بے وضو زبانی قرآن حکیم پڑھ سکتا ہے کفار اور دشمنوں کے ملک میں مصحف شریف لیجانا منع ہے مبادا بے حرمتی ہو قرآن حکیم پر غلاف چڑھانا ادب ہے اور صدر اول سے اہل ایمان کے نزدیک معمول و مستحسن ہے قرآن کی طرف پشت کرنا، پاؤں پھیلانا منع اور یونہی قرآن حکیم کو پشت رکھنا کہ خود اونچا ہو خلاف ادب ہے اور مصحف کی توہین کرنے والا کافر ہے ۔ بشرطیکہ قصداً ایسا کرے ۔ قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے، بوسیدہ ہونیکی صورت میں احتیاط سے محفوظ جگہ میں لحد بنا کر یوں دفن کرے کہ اسی پر مٹی نہ پڑے جلانا منع ہے خوشخط اور خوبصورت لکھنا مستحسن ہے کہ عظمت کا اظہار ہے ۔

بعض کے نزدیک مطہرون سے مراد مومنین موحدین ہیں ۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ اہل کتاب کو تلاوت مصحف کی اجازت نہیں دیتے تھے ،

تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے ۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا
اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۔	تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو ۔
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ	اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ
اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۔	جھٹلاتے ہو ۔

(تَنْزِيْلٌ مِنْ رب العلمين اتارا ہوا ہے سارے جہانوں کے رب کا ۔ صفة اُخریٰ للقرآن ای مُنَزَّلٌ

یہ قرآن حکیم کے لئے ایک اور توصیف ہے (صفت ہے) کہ وہ اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے ۔

(افبهٰذا الحديث) تو کیا اس بات میں

ای تعرضون فبهذا الحديث الذی ذکرت نعوته الجليلة الموجبة لاعظامه واجلاله والايمان بما تضمنه وارشد اليه وهو القرآن الكريم

یعنی تم اس بات سے روگردانی (منہ پھیرتے ہو) جس کی جلالت و توصیف و تعریف بیان ہوئی جو اس کی عظمت اور بزرگی و شرف پر دلالت کرنیوالی اور ایمان کی طرف متضمن اور ہدایت عطا کرنے والی ہے اور وہ قرآن حکیم ہے یعنی تم قرآن حکیم کو ماننے میں سستی کرتے ہو ۔

(اَنْتُمْ مُدْهِنُوْنَ) تم سستی کرتے ہو ۔

انتم سے مراد کفار مکہ اور صنادید قریش ہیں یا مخاطبین قرآن یعنی منکرین ، ابن عباس کے نزدیک مدھنون سے مراد مکذبین یعنی جھٹلانے والے یا منکرین ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم اس قرآن حکیم کو نہیں مانتے یا اس پر ایمان نہیں لاتے اور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کا بدستور انکار کرتے چلے جا رہے ہو اور فضول باتیں بنا بنا کر اپنے ساتھیوں کو قبول حق سے روکتے ہو ۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقت حال جان لیں تو تم راہ حق سے روکتے ہو اور اپنے کفر و تعصب پر ابھی بھی ڈٹے ہوئے ہو ۔

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو۔
جمہور کے نزدیک رزق کے معنی شکر کے بیان ہوئے ہیں اور مراد ہے مَا شَکَرَ اس نے ناقدری کی "شکرکم" یعنی تم ناقدری کرتے ہو یعنی نعمت قرآن کو جھٹلاتے ہو۔
(اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ) کہ جھٹلاتے ہو۔
قتادہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مَا اخذ القوم لا نفسھم لم یرزقوا من کتاب اللہ تعالٰی الا التکذیب
جس قوم کے حصے میں صرف یہی ہوا کہ انہوں نے اللہ کی تکذیب کی (جھٹلایا) تو اس کے لیے سخت ہلاکت و بربادی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝	پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہونچے
وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝	اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْکُمْ	اور ہم ان کے زیادہ پاس ہیں تم سے
وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝	مگر تمہیں نگاہ نہیں تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں
فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ	بدلہ ملنا نہیں کہ
مَدِیْنِیْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَا	اُسے لوٹا لاتے
اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝	اگر تم سچے ہو۔

(فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ) پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہونچے۔
فلولا تحضیض کے لئے یا اظہار عجز کے لیے اذا ظرفیہ ہے بَلَغَتِ الحلقوم گلے تک پہنچے اس سے مراد روح کا گلے تک پہنچنا ہے مرنے کے وقت، فلولا اذا حان انقطاع تعلق الروح بالبدن۔ یعنی جب روح کا تعلق بدن سے ٹوٹتا ہے تو اس وقت تم اس کی روح کو واپس بدن میں کیوں نہیں لے آتے جب تمہاری کمزوری اس حال کو ہے تو پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے اور کس برتے پر جھٹلاتے ہو۔
(وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ) اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
(وانتم ایھا الحاضرون حول صاحبھا
یعنی اے اپنے مرنے والے دوست کے پاس موجود ہونے والو!
(حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔

ای حین اذا بلغت الحلقوم وحلت الیہ اوحان انقطاع تعلقھا یعنی جب اس مرنے والے کی روح گلے تک پہنچتی ہے اور اس سے واصل ہو جاتی ہے یا اس سے (بدن) سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور تم اس کے اس حال کو دیکھتے ہو یعنی جانکنی کی سختیاں دیکھتے ہو موت کی بے ہوشی اور زندگی کا ڈوبنا دیکھتے ہو لیکن اس کے باوجود اسے نہ تو بچا سکتے ہو اور نہ خود ہی کچھ کرنے کی ہمت پاتے ہو اس کمزوری، عجز و بے بسی کے باوجود ایمان کیوں نہیں لاتے حاکم نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے

(وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ) اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے۔

ای المحتضر یعنی پاس موجود ہوتے ہیں والمراد بالقرب العلم اور قرب سے مراد علم ہے فان القرب اقوی سبب للاطلاع والعلم کیونکہ قرب ہی علم و خبر کا قوی ترین واسطہ ہے اور بعض نے کہا المراد القرب علماً وقدرۃ قرب سے مراد علم و قدرت (اختیار) ہے یعنی ہم اس مرنے والے کی کیفیت ظاہر و باطنی کو جاننے اس پر قدرت رکھنے اور اسکو دیکھنے میں تم سے بڑھ کر ہیں یہاں واضح ہے کہ حق تعالیٰ قرب زمانی و مکانی سے پاک ہے اور یہاں اقرب فرمانا قرب بے کیف ہے۔ واللہ اعلم

(وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ) مگر تمہیں نگاہ نہیں

لا تدرکون کوننا اقرب الیہ منکم یعنی ہمارے قرب کو جو اس مرنے والے کیساتھ ہوتا ہے تم اسکی کنہ ادراک نہیں رکھتے جاننا چاہیے کہ یہ خطاب کفار سے ہے۔ یعنی تم بصیرت نہیں رکھتے یا تم نہیں جانتے۔ یا مراد ہے کہ ہمارے فرشتوں کو جو اسکی روح قبض کرتے ہیں اور اسکے نکالنے کا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ تم سے زیادہ اسکے قریب ہوتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے۔

(فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ) تو کیوں نہیں ہوا اگر تمہیں ملنا نہیں

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہ اسے لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو۔

ای فلولا ان کنتم غیر مجزیین وجعل ناظراً لانکارھم البعث ولیس بشئ یعنی اے کفار پھر تم سے کیوں نہ ہو سکا یا ہو سکتا ہے۔ جب تمہارے نزدیک مرنے کے بعد اٹھنا اور اعمال کی جزا و سزا اور ذات خالق سبحانہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے مرنے والوں کی روح کو روک کیوں نہیں لیتے اور جب تمہاری بے بسی ظاہر ہے تو پھر حقیقت کو کیوں نہیں تسلیم کرتے اور ایمان کیوں نہیں لے آتے آخر [illegible] کیوں اختیار نہیں کرتے اور ان کے (کفار) کے اقوال سچے ہوتے تو وہ روح کو بدن میں لوٹا لیتے جب تمہارے اختیار میں کچھ نہیں اور تم عاجز و بے بس ہو تو جان لو کہ یہ اللہ کریم ہی کی قوت و قدرت ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور رسولوں کی فرمانبرداری کرو۔

فَاَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ۙ — پھر وہ مرنے والا مقربوں سے ہے

فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ ۬ۙ — تو راحت ہے اور پھول

وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ۝ — اور چین کے باغ

(فَاَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ) پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔

مقربین سے مراد تین گروہوں میں سے وہ طبقہ اولیٰ ہے جن کا ذکر سورۂ مبارکہ کے آغاز میں ہوا اب مخلوق کے طبقات اور موت کے وقت ان کے حالات و کیفیات اور ان کے درجات و انجام کا بالترتیب ذکر ہے، مقربین سے مراد بے یقین ہیں یعنی اگر وفات پانے والا سب یقین یا مقربین سے ہے۔

(فَرَوۡحٌ) تو راحت ہے ای استراحۃ یعنی آرام و سکون راحت،
ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ علیہ والہ وسلم نے فَرُوۡحٌ کی قرائت را کے ضمہ کے ساتھ بھی سنی ہے یعنی فَرُوۡحٌ اور حسن کا قول ہے کہ الرُّوۡحُ سے مراد رحمت ہے کیونکہ وہ مرنے والے کیلئے بمنزلہ حیات کے ہوگی یا دائمی حیات کا سبب ہوگی اور اس کا اطلاق یہاں بطور استعارہ یا مجاز مرسل کے ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد بقا ہے۔

(وَرَیۡحَانٌ) اور پھول ای ورزق یعنی

رزق ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد عیش و آرام ہے حسن کا قول ہے کہ خوشبو یا پھول ہی مراد ہیں جیساکہ ریحان کے بارے میں معروف ہے ابن جریر نے حسن سے روائت کی ہے کہ مومن کی روح اُسکے جسم سے جنت کے پھولوں کی خوشبو میں نکلتی ہے۔
ابن حاتم اور ابن جریر نے ابوالعالیہ سے روائت کی ہے کہ جب مقربین میں سے کوئی دنیا سے وفات پاتا ہے تو اس کے پاس گلہائے بہشت کی ڈالی لائی جاتی ہے تو وہ اسے سونگھتا ہے تو اُس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔

(وَجَنَّتُ نَعِيمٍ) اور چین کے باغ ای ذات تنعم
یعنی نعمتوں والے باغ اس میں اشارہ ہے کہ مقربین کی آرام گاہیں ایسی ہوں گی اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو نعمتوں سے نوازے جائیں گے ایک قول یہ ہے فروح وریحان کا معاملہ مقربین کے لیۓ بوقت موت ہوگا اور جنت ونعیم سے مراد مقربین کو ان کی قبروں میں قیامت تک جنت میں انکے مقام ومکان کا نظارہ کرانا ہے اور بعض نے کہا یہ سب آخرت میں ہوگا واللہ اعلم۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ — اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو۔
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ — تو اے محبوب آپ پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے

(وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝) اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو۔
اگر مرنے والا طبقہ ثانی اصحٰب الیمین (دائیں طرف والوں) سے ہوگا۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جنہیں ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیۓ جائیں گے۔
(فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ) تو اے محبوب آپ پر سلام ہے داہنی طرف والوں سے۔

قيل هو على تقدير القول اى فيقال لذلك المتوفى منهم سلام لك يا صاحب اليمين من اخوانك اصحٰب اليمين اى يسلمون عليك۔

کہا گیا ہے کہ یہ بر تقدیر کلام ہے یعنی اصحب الیمین میں سے مرنے والے کو کہا جائیگا کہ اے داہنی جانب والے بھائیوں کیطرف سے سلام ہو یعنی دائیں جانب والے تجھے سلام کہتے ہیں جیسا کہ پروردگار جل و علا کا ارشاد ہے۔

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

کہ وہ جنت میں بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام،

طبری کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ تجھ پر سلام ہو کہ تو دائیں جانب والوں میں سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے میرے محبوب رسول آپ پر سلام ہو یعنی خاطر جمع رکھئے مطمئن ہو جائیے۔ انھم غیر محتاجین الی شفاعة وغیرھا۔ کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں شفاعت وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور آپ انہیں عذاب سے محفوظ پسندیدہ حال میں دیکھیں گے۔

واضح یہ ہے کہ تمام اصحب الیمین کو شفاعت کی احتیاج نہ ہوگی یعنی اللہ ان کی نیکیاں قبول فرمائے گا۔ اور لغزشوں سے معاف فرمائے گا البتہ یہ امر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ شفاعت سرور دو عالم کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی۔

اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اہل کبائر اصحاب الشمال سے ہوں لہٰذا گنہگار مسلمان بھی، اصحب الیمین میں سے ہوں گے اور یہ ان کی قسم ثانی ہوگی جو شفاعت کی محتاج ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں شفاعت کو صرف اہل کبائر تک ہی محدود کرنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ سرور دو عالم صلی علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رب فرمائے گا سل تعطی اشفع تشفع مانگئے دیا جائے گا۔ محبوب شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو اس میں کسی کی قید نہیں اگرچہ احتیاج رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور جو احتیاج نہ رکھتے ہوں۔

وہ بھی سرکار مدینہ کے محتاج ہیں کہ آپ کی برکت و شفاعت سے انعامات و درجات میں ترقی پائیں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا کہ روز حشر خلیل (حضرت ابراہیم) علیہ السلام کو بھی میری محتاجی ہوگی۔ حالانکہ وہ اولوالعزم پیغمبر خلیل کریم والا شان ہیں ؑ۔ تو اصحب الیمین کیلئے بارگاہِ عالیہ کی محتاجی کیوں نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

وصلی اللہ علی النبی الرفیع الشان وحبیب الرحمن وشفیع المخلوق المنان

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ — اور اگر جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۙ — تو اسکی مہانی کھولتا پانی

وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ — اور بھڑکتی آگ

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۚ — یہ بے شک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۠ — تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو ۔

(وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ

وَهُمْ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۷

طبقہ ثالثہ کے ذکر میں فرمایا گیا تھا۔" ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ " ۔ اب اسی گروہ یعنی اصحاب الشمال کا انہی صفات ذمیمہ کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اگر مرنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا ۔ جو رسولوں کو جو جھٹلاتے تھے اور کفر و شرک پر اصرار کرنے والے تھے اور راہ حق سے بھٹکنے والے تھے تو یہ گروہ اس حال میں ہوگا ۔ کہ جہنم میں ڈالے جائیں گے ۔

(فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ) تو اس کی مہانی کھولتا پانی ۔

فجزاؤہ تو اس کا بدلہ یہ ہوگا یشرب بعد اکل الزقوم ، تھوہر کے درخت سے کھانے کے بعد جہنم کا کھولتا پانی پییں گیں جو آنتیں کاٹ ڈالے گا ۔ اور ان پر ایسی پیاس مسلط کیجائیگی کہ پیاسے اونٹوں کیطرح پیئں گے ۔ اور سیراب نہ ہوں گے انتڑیاں کٹ کر نکلیں گی اور یہ صورت دائمی رہے گی نہ مہلت میسر ہوگی نہ ہی عذاب و شدت میں کمی موت کی آرزو کریں گے مگر موت

کہاں ہاں ہر لحظہ موت ہو گی اور یہ عذاب مستقل ہو گا ۔
(وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ) اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا
ای ادخل فی النار وقیل
اقامۃ فیھا
یعنی دوزخ کی آگ میں داخلہ ہو گا اور یہ بھی کہا گیا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہو گا
ایک قول ہے کہ ایسا قیامت کو ہو گا ۔
ایک قول ہے چونکہ متوفی کا ذکر ہے اس لئے قبر میں کافر آگ کی گرمی اور اس کا
دھواں پائیگا اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے
کہ لا یخرج الکافر حتیٰ یشرب
کاسًا من حمیم
کہ کافر کی روح قبض نہ کی جائیگی یا قبر سے نہ نکلے گا یہاں تک کہ جہنم کے کھولتے پانی کا
ایک پیالہ نہ پی لے ۔ واللہ اعلم ۔

(اِنَّ هٰذَا لَهُوَ — یہ بے شک اعلیٰ درجہ کی
حَقُّ الْيَقِيْنِ) — یقینی بات ہے ۔
(اِنَّ هٰذَا) یہ بے شک ای الذی
ذکر فی السورۃ الکریمۃ
یعنی جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ میں بیان ہوا ہے ۔
(لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ) اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے ۔
بمعنی انہ نہایۃ فی ذلک
فیھا ۔ یعنی یہ سمجھنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی بات ہے ۔
ای لھو الخبر الیقین یعنی ایسی خبر ہے جو یقینی، حتمی
اور قطعی ہے اور جس طرح یقین الیقین اور صواب الصواب کہا جاتا ہے
اور اظہار حق کے لئے مبالغہ ہے ۔

(فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ) تو اے محبوب آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولیئے ۔

لترتیب التسبیح اوالامربہ

یعنی اللہ کی پاکی بولیۓ یا اس کے ساتھ تسبیح کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کیجیے اور اس کا حکم کے مطابق نماز پڑھیۓ یا یہ مفہوم ہے کہ کفار جو بکتے ہیں اس سے پروردگار سبحان رفیع الشان عظیم البرہان ہے ۔
امام احمد ابوداؤد، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر جہنی سے بروائت صحیح نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔
اجعلوا فی رکوعکم ۔ اسے اپنے رکوع میں اپنا لو یعنی کہو سبحان ربی العظیم اور جب سورۂ اعلی نازل ہو تو فرمایا ۔
اجعلوھا فی سجودکم ۔ اسے اپنے سجدوں میں پڑھو یعنی کہو، سبحان ربی الاعلی ، اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ نماز میں تسبیحات قرآن حکیم سے ماخوذ ہیں ۔

بفضلہ تعالی سورۃ الواقعہ مکمل ہوئی
الحمد علی احسانہ
۲۴ فروری ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

(سورۃ الحدید)

یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت نے تخریج کی ہے کہ
یہ سورۂ مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مفسرین کے اجماع کے مطابق یہ مدنی ہے لیکن ایک
گروہ کا قول ہے کہ مکی ہے ابن الفرس کے نزدیک جمہور کا قول یعنی مدنی ہونا ہی صواب ہے
ابن عطیہ کا قول ہے اس میں اختلاف نہیں کہ اس میں مدنی آیات ہیں لیکن شبہ ہوتا ہے کہ اس
کا صدور مکہ میں ہوا ہو اور اس پر وہ روایت شاہد ہے جو البزار نے اپنی مسند میں نقل کی ہے طبرانی
بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ وہ قبول
اسلام سے پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس میں جو صحیفہ تھا اُس میں اول سورۃ
الحدید تھی پس میں نے اسے پڑھا یہاں تک کہ آیت کریمہ اٰمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَانفقو
مما جعلکم تک پہنچا تو میں نے اسلام قبول کیا اور مکی ہونے پر دوسری آیت جو دلالت کرتی ہے
وہ مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اسلام
قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہم پر آیت الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر
اللہ میں عتاب فرمانے میں چار برس کا عرصہ تھا یہ سورہ مبارکہ بروز منگل نازل ہوئی دیلمی نے
جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم
منگل کے روز پچھنے نہ لگواؤ (سینگی لگوانا) کیونکہ سورۃ الحدید مجھ پر منگل کے روز اتری اسکی انتیس
آیات ہیں اور چار رکوع ہیں اور سورہ واقعہ کے ساتھ اسکا اتصال اس وجہ سے ہے کہ یہ تسبیح
کے ذکر کے ساتھ شروع ہوئی ہے جبکہ سورہ واقعہ تسبیح کے حکم پر ختم ہوئی یہ سورہ مبارکہ مسبحات
میں سے ایک ہے احمد ابو داؤد ترمذی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سونے سے پہلے مسبحات باقاعدگی سے پڑھتے تھے
اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں ایک آیت ہے جو
ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کی فضیلت رکھتی ہے ابن کثیر نے اس آیت سے مراد ھو الاول
والاخر (الخ) بیان کیا ہے ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں
نے فرمایا اگر تو اپنے دل میں کچھ وسوسہ پائے تو یہ کہو ھو الاول والاخر (الخ) حدید

کے معنی لوہے کے ہیں جو برکات سماویہ میں سے ایک ہے چونکہ بطور خاص اس سورہ میں حدید کا ذکر ہوا لہذا سورۂ مبارکہ اسی نام سے موسوم ہوئی ۔

سورۃ الحدید مدنیۃ

اس میں چار رکوع انتیس آیتیں، پانچ سو چوالیس کلمات اور دو ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحدید پ۲۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ۚ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ۚ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا رجوع۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ

رات کو دن کے حصہ میں لاتا ہے اور دن کو رات

وَهُوَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

کے حصہ میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحدید پ ۲۷

سَبَّحَ - پاکی بولتا ہے   لِلّٰهِ - اللہ کی   مَا - جو   فِيْ - بیچ

اَلسَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	اَلْاَرْضِ۔زمین کے ہے	وَ۔اور
هُوَ۔وہ	اَلْعَزِيْزُ۔غالب	اَلْحَكِيْمُ۔حکمت والا ہے	لَهٗ۔اسی کی
مُلْكُ۔بادشاہی ہے	اَلسَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	اَلْاَرْضِ۔زمین میں
يُحْيٖ۔زندہ کرتا ہے	وَ۔اور	يُمِيْتُ۔مارتا ہے	وَ۔اور
هُوَ۔وہ	عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر	شَيْءٍ۔چیز کے
قَدِيْرٌ۔قادر ہے	هُوَ۔وہ ہی	اَلْاَوَّلُ۔اول	وَ۔اور
اَلْاٰخِرُ۔وہی آخر	وَ۔اور	اَلظَّاهِرُ۔وہی ظاہر	وَ۔اور
اَلْبَاطِنُ۔وہی باطن ہے	وَ۔اور	هُوَ۔وہی	بِكُلِّ۔ہر
شَيْءٍ۔چیز کو	عَلِيْمٌ۔جاننے والا ہے	هُوَ۔وہ اللہ	اَلَّذِيْ۔وہی ہے جس نے
خَلَقَ۔پیدا کیے	اَلسَّمٰوٰتِ۔آسمان	وَ۔اور	اَلْاَرْضَ۔زمین
فِيْ۔بیچ	سِتَّةِ۔چھ	اَيَّامٍ۔دن کے	ثُمَّ۔پھر
اِسْتَوٰى۔برابر ہوا	عَلَى۔اوپر	اَلْعَرْشِ۔عرش کے	يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو	يَلِجُ۔داخل ہوتا ہے	فِيْ۔بیچ	اَلْاَرْضِ۔زمین کے
وَ۔اور	مَا۔جو	يَخْرُجُ۔نکلتا ہے	مِنْهَا۔اس سے
وَ۔اور	مَا۔جو	يَنْزِلُ۔اترتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے
وَ۔اور	مَا۔جو	يَعْرُجُ۔چڑھتا ہے	فِيْهَا۔اس میں
وَ۔اور	هُوَ۔وہ	مَعَكُمْ۔تمہارے ساتھ ہے	اَيْنَمَا۔جہاں بھی
كُنْتُمْ۔ہو تم	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	بِمَا۔اس سے
تَعْمَلُوْنَ۔جو تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ۔دیکھنے والا ہے	لَهٗ۔اسی کا ہے	مُلْكُ۔ملک
فِيْ۔بیچ	اَلسَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	اَلْاَرْضِ۔زمین کے ہے
وَ۔اور	اِلَى۔طرف	اللّٰهِ۔اللہ کی	تُرْجَعُ۔لوٹائے جاتے ہیں۔
اَلْاُمُوْرُ۔سب کام	يُوْلِجُ۔داخل کرتا ہے	اَلَّيْلَ۔رات کو	فِيْ۔بیچ
اَلنَّهَارِ۔دن کے	وَ۔اور	يُوْلِجُ۔داخل کرتا ہے	اَلنَّهَارَ۔دن کو
فِيْ۔بیچ	اَلَّيْلِ۔رات کے	وَ۔اور	هُوَ۔وہ

عَلِيْمٌ - جاننے والا ہے | بِذَاتِ الصُّدُوْرِ - سینے کی باتیں | اٰمِنُوْا - ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ - اللہ پر | وَ - اور | رَسُوْلِهٖ - اسکے رسول پر | وَ - اور
اَنْفِقُوْا - خرچ کیا کرو | مِمَّا - اس سے کہ | جَعَلَكُمْ - بنایا تم کو | مُسْتَخْلَفِيْنَ - جانشین
فِيْهِ - اس میں | فَالَّذِيْنَ - تو وہ جو | اٰمَنُوْا - ایمان لائے | مِنْكُمْ - تم میں سے
وَ - اور | اَنْفَقُوْا - خرچ کیا | لَهُمْ - انکے لیے | اَجْرٌ - اجر ہے
كَبِيْرٌ - بہت بڑا | وَ - اور | مَا - کیا ہے | لَكُمْ - تم کو
لَا - نہیں | تُؤْمِنُوْنَ - ایمان لاتے تم | بِاللّٰهِ - اللہ پر | وَ - اور
الرَّسُوْلُ - رسول | يَدْعُوْ - بلاتا ہے | كُمْ - تم کو | لِتُؤْمِنُوْا - تاکہ تم ایمان لاؤ
بِرَبِّكُمْ - اپنے رب پر | وَ - اور | قَدْ - بیشک | اَخَذَ - لیا اس نے
مِيْثَاقَكُمْ - تم سے عہد | اِنْ - اگر | كُنْتُمْ - ہو تم | مُؤْمِنِيْنَ - ایمان والے
هُوَ - وہ اللہ | الَّذِيْ - وہ ہے جس نے | يُنَزِّلُ - اتاریں | عَلٰى - اوپر
عَبْدِ - بندے | هٖ - اپنے کے | اٰيٰتٍ - آیتیں | بَيِّنٰتٍ - روشن
لِيُخْرِجَكُمْ - تاکہ نکالے تم کو | مِّنَ الظُّلُمٰتِ - اندھیریوں سے | اِلَى - طرف
النُّوْرِ - روشنی کی | وَ - اور | اِنَّ - بیشک | اللّٰهَ - اللہ
بِكُمْ - تم پر | لَرَءُوْفٌ - مہربان | رَّحِيْمٌ - رحم والا ہے | وَ - اور
مَا - کیا ہے | لَكُمْ - تم کو | اَلَّا - کہ نہ | تُنْفِقُوْا - خرچ کرو
فِيْ - بیچ | سَبِيْلِ - راہ | اللّٰهِ - اللہ کے | وَ - اور
لِلّٰهِ - اللہ ہی | مِيْرَاثُ - وارث ہے | السَّمٰوٰتِ - آسمانوں | وَ - اور
الْاَرْضِ - زمین کا | لَا - نہیں | يَسْتَوِيْ - برابر ہے | مِنْكُمْ - تم سے
مَنْ - جس نے | اَنْفَقَ - خرچ کیا | مِنْ قَبْلِ - پہلے | الْفَتْحِ - فتح سے
وَ - اور | قٰتَلَ - لڑائی کی | اُولٰٓئِكَ - یہ لوگ | اَعْظَمُ - بہت بڑے ہیں
دَرَجَةً - درجے میں | مِّنَ الَّذِيْنَ - ان سے | اَنْفَقُوْا - جنھوں نے خرچ کیا | مِنْ بَعْدُ - بعد
وَ - اور | قٰتَلُوْا - لڑائی کی | وَ - اور | كُلًّا - سب سے
وَعَدَ - وعدہ کیا | اللّٰهُ - اللہ نے | الْحُسْنٰى - جنت کا | وَ - اور
اللّٰهُ - اللہ | بِمَا - اس سے جو | تَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے ہو | خَبِيْرٌ - خبردار ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ الحدید پ۲۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ — اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

(سَبَّحَ لِلّٰہِ) پاکی بولتا ہے اللہ کے لئے

سَبَّحَ سُبۡحَان مصدر سے فعل ماضی ہے تسبیح کے معنی پاگیزگی بیان کرنے کے ہیں۔ التسبیح علی المشھود تسبیح سے مراد مشہور تسبیح ہے یعنی سبحان اللہ کہنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی بولنا اور اس پر عظمت وپاکیزگی کا اقرار وبیان کرنا کہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے فعل ماضی میں اشارہ ہے کہ جب سے مکنونات عدم سے وجود میں آئیں ابد تک خوشی وناخوشی خالص اللہ کے لئے پاکی بولتی ہیں یعنی مخلوق ہمہ وقت اللہ کی تسبیح کرتی ہے ماضی حال واستقبال کو بھی شامل ہے اور زمانے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اس کی تسبیح اللہ ہی کے لیے خاص ہے جیسا کہ مفعول کے لام سے مستفاد ہے۔

(ما فی السمٰوٰت والارض) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے طبری کے نزدیک ما فقط عام کیلئے ہے اور بعض کے نزدیک موصولہ ہے اور بعض کے نزدیک نکرہ موصوفہ تاہم مطلب یہ ہے کہ خواہ ذوی العقول ہیں یا غیر ذوی العقول سبھی پاکی بولتے ہیں سورۂ نور میں گزرا کُلٌّ قد عَلِم صلاتہ وتَسۡبِیۡحَہٗ سب نے جان رکھا ہے اپنی نماز اور تسبیح یعنی مخلوق میں جو جس حال پر ہے وہیں تسبیح میں مشغول ہے خواہ قولی ہو یا حالی خواہ ہم اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں،

(وھو العزیز الحکیم) اور وہ عزت وحکمت والا ہے۔

(وَهُوَ) اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ

(العزیز) القادر الغالب الذی لا ینازعه ولا یمانعه شیٔ (الحکیم) الذی لا یفعل الا ما تقتضیه الحکمة والمصلحة قدرت والا اور ایسے غلبے والا ہے کہ کوئی اس سے نہ چھین سکے اور نہ اس سے کوئی امر روک سکے اور ایسی ذات جو نہ کرے مگر وہی جو حکمت و مصلحت کا تقاضا ہو،

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝	اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے

(لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

ای التصرف الکلی فیها وفیما فیهما من الموجودات من حیث الایجاد والاعدام وسائر التصرفات

یعنی دونوں (آسمانوں اور زمین میں)، کلی اختیار و تصرف اور اس میں بھی جو ان دونوں میں موجودات (مخلوق) ہے جہاں تک ان کے وجود و عدم (ہونے نہ ہونے) کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ مکمل تصرف و اختیار رکھتا ہے مطلب یہ ہے بالکلیہ مالک و مختار قابض و متصرف غالب و مقتدر ہے۔

(يُحْيٖ وَيُمِيْتُ) جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ ای یفعل الاحیاء والاماتة یعنی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ عدم (نہ ہونے، مردہ) سے وجود (زندگی ہونے) میں لاتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہے اور یونہی مارنے کے بعد زندہ کریگا۔ موت و حیات کا مالک ہے۔

(وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

یعنی اللہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے موت ہو یا زندگی سب پر مکمل قابض و متصرف اور قادر ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے

(هُوَ الْاَوَّلُ) وہی اول

هُوَ سے مراد ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ، اول کا مطلب ہے السابق علی جمیع الموجودات فهو سبحانہٗ موجود قبل کل شی حتی الزمان لانہ جل وعلا الموجد والمحدث للموجودات، تمام موجودات سے پہلے یعنی قدیم ہر شے سے پہلے اس شان کے ساتھ کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا کان اللّٰہ ولم یکن معہ شی اور اس کا اول ہونا لاانتہاہی اور وہ حق سبحانہٗ، وتعلیٰ ہر شے یہاں تک کہ زمان سے پہلے موجود تھا کیونکہ وہی تمام موجودات کا ایجاد اور آغاز کرنے والا ہے، جملہ معدومات کو اسی نے موجود و ممکن کیا اور زمانہ میں نہیں کیونکہ اس کا وجود کسی زمانہ پر موقوف نہیں زمانہ ہو نہ ہو وہ موجود تھا موجود ہے موجود رہے گا لہٰذا زمانہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتا

(والاخر) وہی آخر

الباقی بعد فنا ئہا یعنی موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی ذات کریم باقی رہنے والی ہے، سب کچھ فنا ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کیلئے انتہا نہیں۔ ہر شے عدم سے وجود میں آئی اور موجود کو معدوم ہونا ہے لہذا ہر شے فانی ہے اور ذات حق سبحانہٗ، وتعلیٰ عدم سابق و عدم لاحق دونوں سے پاک مبرا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(وَالظَّاهِرُ) وہی ظاہر ای بوجودہ لان کل الموجودۃ بظهورہ تعالی ظاهر،

یعنی اسی کے وجود کریم کی وجہ سے تمام موجودات کا ظہور ہوا یعنی ظہور حق ہی اصل و کامل ہے اور جملہ موجودات کا وجود اسی ذات پاک کے وجود کا فیض اور پرتو ہے اور تمام موجودات کا ظہور و سلسلہ اسی موجود پاک تک منتہی ہوتا ہے والی اللّٰہ

ترجع الامور لاموجود الا اللہ ایک قول ہے کہ اس پروردگار کی ذات کریم دلائل و براہین سے ظاہر ہے یا ہر شے کا ظہور وجود صانع پر دلیل ظاہر ہے ایک قول ہے کہ والظاھر فوق کل شی اور ظاہر کا معنیٰ ہے ہر ایک چیز سے بلند و بالا یا ہر ایک چیز پر غالب ،

(وَالْبَاطِنُ) وہی باطن

بکنہ سبحانہ وتعالیٰ فلا تحوم حولہٗ العقول یعنی حقیقت ذات پاک کا عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں ۔ حواس اس کی کنہہ کے ادراک سے عاجز ہیں اے کہ برتر از وہم ، گمان خیال و قیاس و عقل ۔

ایک قول ہے کہ باطن کا مطلب ہے ہر شے کا جاننے والا ، ایک قول ہے کہ باطن کا معنی ہے کہ ظہور حق اصل و کامل ہے اور وہ اپنے کمال ظہور کے باعث مخفی ہے ، کیونکہ حقیقت ذات کا ادراک نہ حسی طور پر ہو سکتا ہے نہ عقلی طور پر ۔

(وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٥) اور وہی سب کچھ جانتا ہے ۔

یعنی جزو و کل تمام عالم کے ذرات میں ہر ذرہ اس کے علم میں ہے اور وہ ہر چیز جاننے والا ہے ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تمہیں وسوسہ پکڑ لے کہ اول کون تھا تو پڑھو ھوالاول والاخر ۔۔۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ لوگ ہر شے کے بارے میں سوال کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ ہر شے سے پہلے موجود تھا تو اللہ سے پہلے کون تھا پس اگر وہ تم سے یوں کہیں تو تم کہو ھو الاول والاخر ۔۔۔ علیم ٥

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استویٰ فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) جانتا ہے جو زمین کے

اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو
آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ

بما تعملون بصیر ٥ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
(ھُوَ الذی) وہی ہے، یعنی ذات باری سبحانہ، وتعالیٰ
(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ) جس نے آسمان اور زمین چھ دن
میں پیدا کیے۔
یہاں دن سے مراد دنیا کے دن ہیں ایام دنیا میں اول اتوار ہے اور پچھلا جمعہ ہے
چھ روز میں پیدا کرنا حکمت باری تعالیٰ کا تقاضا ہے اور اگر وہ چاہتا تو پلک جھپکنے سے
پہلے پیدا فرما دیتا لیکن حکیم مطلق کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہی اپنی حکمتوں
مقتضیات کو بہتر جانتا ہے اور ان آیات میں زیادہ بحث وکرید مناسب نہیں کیونکہ
یہ متشابہات سے ہے۔
(ثُمَّ استویٰ علی العرش) پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔
استویٰ علی العرش صفت الٰہی ہے اس نے استویٰ فرمایا جیسا کہ اس کی عظمت
وشان کے لائق ہے۔
(یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ) جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے۔
تفصیل سورۂ سبا میں گزر چکی ہے، مراد ہے جو چیزیں زمین کے اندر داخل ہوتی
ہیں جیسے بارش کا پانی دفینے اور مختلف اقسام کے بیج اور ایک قول ہے کہ مُردے بھی اس
میں داخل ہیں۔
(وَمَا یَخْرُجُ منھا) اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔
یعنی جو اشیاء زمین سے نکلتی ہیں جیسے پانی کے چشمے، درخت، پودے
اور سبزہ معدنیات اور کانیں اور ایک قول ہے کہ حشر کے وقت مردے بھی زمین

سے نکلیں گے ۔

(وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ) اور جو آسمان سے اترتا ہے ۔

یعنی جو چیزیں آسمان سے نازل ہوتیں ہیں جیسے ملائکہ، رحمت و برکات، احکام الٰہیہ اور مہینہ، برف اولے وغیرہ ۔

(وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا) اور جو اس میں چڑھتا ہے ۔

جیسے فرشتے، انسانوں کے اعمال اور روحیں ایک قول ہے دعائیں ۔

(وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو ۔

ابن عباس سے مروی ہے "عالم بکم اینما کنتم" تم کہیں ہو تمہیں جانتا ہے سفیان ثوری کا قول ہے علمہ معکم اللہ کا علم تمہارے ساتھ ہے، ایک قول ہے کہ یہاں معیت علم سے بطور مجاز مرسل کے ہے معیت الٰہی بدون کیف کے ہے اور اس کا بیان ہو ہی نہیں سکتا وہ ہمارے ساتھ ہے خواہ ہم کہیں ہوں اپنی علم و قدرت کے ساتھ بھی اور فضل و رحمت کے ساتھ بھی اور ستائش اس کی ذات کریم کیلئے ہے ۔

(واللہ بما تعملون بصیر) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ اس کے علم کی شان ہے کہ اس کا علم ہر جزو و کل ہر ذرۂ عالم کو محیط ہے تو وہ تمہیں تمہارے کاموں کے موافق جزا و بدلہ دے گا ۔

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ہ اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع

تکریر للتاکید و تمھید لقولہ سبحانہ المشعر بالاعادۃ

آیت کریمہ کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور تخلیق کے آغاز و انجام دونوں کی تمہید ہے تمام امور خواہ وہ عرض ہوں یا جوہر یعنی قائم بالغیر ہوں یا محتاج بالغیر صرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ رات کو دن کے حصے میں لاتا ہے اور دن کو رات

النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ   کے حصے میں لاتا ہے۔

وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝   اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

وَلَجَ ماضی ہے یولج کے معنی ہیں گھٹانا بڑھانا یعنی والی و فی گھر میں داخل ہونا یا گھس آنا مطلب یہ ہے کہ رات کو دن کے حصے میں اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے یعنی گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے کبھی رات لمبی اور دن چھوٹے اور کبھی دن بڑے اور رات چھوٹی ہوتی رہتی ہے

(وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ)   اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے

یعنی دلوں کے اندر جو عقیدے یا جو اسرار و بھید ہیں یا وساوس خطرات و خیالات سب جانتا ہے یہ اُس کے علم کی شان ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ   اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ   اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں

مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ   اوروں کا جانشین کیا، تو جو تم میں ایمان لائے

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ   اور اس کی راہ میں خرچ کرے

وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ   ان کے لیے بڑا ثواب

كَبِيْرٌ ۝   ہے

(اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔

ای جعلکم سبحانہ خلفاء عنہ فی التصرف فیہ من غیر ان تملکوہ حقیقۃ،

یعنی تمہیں پروردگار سبحانہ، و تعالیٰ نے اس میں تصرف کیلئے خلیفہ بنایا نہ یہ کہ تمہیں حقیقتاً مالک کیا۔ بصیغہ امر دعوت ایمان ہے اس لئے کہ رسول کے بغیر ایمان درست نہیں اور وہی ایمان صحیح ہے جو رسول کے واسطے سے ہے پھر صیغہ امر کی تکرار کے ساتھ خرچ کرنے کی تلقین ہے اور اس کے مال کے حوالے سے خرچ کرنے کو کہا ہے۔ جو گذشتہ لوگوں سے تمہیں بطور جانشین پہنچا یعنی وہ لوگ پہلے مالک و متصرف تھے اور اب تم انکی جگہ ہو حقیقی ملکیت نہیں بلکہ عارضی ملکیت ہے۔ اور تمہیں بطور نائب و وکیل اس مال کے راہ خدا میں خرچ کرنے

میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے۔

ہم سے پہلے پچھلوں کے وارث ہوئے اور ہم اپنے پہلوں کے اور زمانہ بزمانہ سلسلہ یونہی ہے تو اس وراثت سے فائدہ اٹھاؤ کسی دیہاتی سے کسی نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے تو اس نے کہا یہ اللہ کا ہے لیکن میرے پاس عارضی ہے۔

ع این امانت چند روزہ نزد ماست
درحقیقت مالک ہر شے خداست

توجو تصرف اختیار حاصل ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اگر موقعہ جاتا رہا تو یہ متاع وارثوں کے لئے ہے اور تم نے اپنے لئے کچھ حاصل نہ کیا۔

(فالذین امنوا منکم وانفقوا) توجو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا۔

جسما امروا بہ

یعنی جس طرح اللہ نے حکم دیا، امر الٰہی کے مطابق ایمان لاتے اور رضاء الٰہی کے موافق خرچ کیا۔

(لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ) ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

(لھم) بسبب ذلك یعنی ان لوگوں کے لئے جو حسب الحکم ایمان لائے اور راہ خدا میں خرچ کیا تو اس کی وجہ سے یا اس کے باعث (اَجْرٌ كَبِيْرٌ) وعد فیہ من المبالغات بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے یعنی جو ایسا کرنے گا تو اس کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو

(وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ
مسوق لتوبیخھم علی ترك الایمان جسما امروا بہ با نکاران یکون

لهم فی ذلك عذر

یہ جملہ استئنافی ہے اور توضیح کے طور پر بیان ہے کہ وہ لوگ جیسا کہ حکم دیا گیا کہ ایمان لاؤ کیوں ایمان نہیں لاتے اور انکار کرتے ہیں انہیں قبول ایمان میں کیا عذر ہے یا جملہ میں لکم کی ضمیر ان کے حال سے متعلق ہے اور ما عامل ہے جو استقرار کے معنی واضح کر رہا ہے یعنی تمہیں کونسی شے حاصل ہو گئی ہے جو انکار کا باعث ہے اور تم متوجہ نہیں ہوتے ۔

و مالی لا اعبد الذی فطرنی اور مالکم لا ترجون للہ وقارا

ہیں

(وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّکُمْ) حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ۔

یعنی رسول تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور واضح دلائل اور حجتیں پیش کرتے ہیں آیات الٰہی سناتے ہیں تو اب قبول حق میں تمہارے پاس کیا عذر ہے ۔

(وَ قَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ) اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے یعنی روز الست تمہیں پشت آدم علیہ السلام سے نکال کر فرمایا تھا کہ الست بربکم کر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔

(قالوا بلٰی) تو تم نے اقرار کیا تھا اور کہا تھا یقیناً تو ہی پروردگار ہے ۔ اور بعض کے نزدیک میثاق سے مراد دلائل عقلی ہیں ۔

(اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ) اگر تمہیں یقین ہو ۔

اللہ پر ایمان کے مدعی تو کفار بھی تھے گو وہ توحید سے کورے تھے تو جہاں ارشاد ہے کہ اگر تم واقعی یقین و ایمان رکھتے ہو ۔

تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور دلائل باہرہ اور حجت قاہرہ پیش فرما رہے ہیں آیات الٰہی تلاوت فرماتے ہیں اور سچی راہ کی طرف قیادت فرما رہے ہیں ۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝	وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے۔ تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

(هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ) وہی ہے کہ اپنے بندہ پر اتارتا ہے۔

هو الذی سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے اور عبدہٗ سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی اللہ کریم اپنے بندۂ خاص جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارتا ہے یعنی وہ مصالح جو تمہارے لئے مفید و معاون اور اسکی حکمت بالغہ کا اقتضاء ہیں۔

(اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ) روشن آیتیں واضحات، و الظاھر ان المراد بھا اٰیٰت القراٰن و قیل المعجزات

یعنی واضح و روشن، ظاہری مطلب ہے کہ قرآن حکیم کی آیتیں اور ایک قول ہے اس سے مراد معجزات ہیں۔

(لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ) تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

(لِیُخْرِجَکُمْ) ای اللہ تعالٰی اذ ھو سبحانہ المخبر عنہ اوالعبد لقرب الذکر والمراد لیخرجکم بھا

یعنی اللہ تعالٰی کیونکہ وہی ذات پاک اس کی بابت خبر دے رہی ہے یا بندہ (رسول) مراد ہے۔

جوکہ ”ذکر“ سے قریب ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔

(مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ) من ظلمات الکفر الی نور الایمان

یعنی کفر و شرک کی تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لے جاتا ہے۔

(وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ) اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

مبالغ فی الرافۃ والرحمۃ حیث ازال عنکم موانع سعادۃ الدارین وھدٰکم الیھا علی اتم وجہ

رافت و رحمت میں مبالغہ کے طور پر ارشاد ہے یعنی اس ذات رحیم و کریم نے ان امور سے جو دونوں جہانوں کی سعادتمندی میں مانع و حائل تھے تم سے انہیں دور ہٹا دیا اور مکمل طور پر تمہاری اس کے حصول کے لیے راہنمائی کی ایک قول ہے کہ تمہیں دلائل عقلی و نظری پر نہ چھوڑا بلکہ وحی کیساتھ تمہاری ہدایت فرمائی۔

وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ؏

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو ۔

توبیخ علی ترک الانفاق راہ خدا میں خرچ نہ کرنے پر توبیخ ہے مالکم استفہام انکاری ہے یعنی تمہیں راہ خدا میں خرچ کرنے سے کیا عذر ہے یا کونسا امر مانع ہے فی سبیل اللہ کے الفاظ سے توبیخ میں مزید شدت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے اگر تم خرچ تقرب الی اللہ کے لئے خرچ نہیں کرتے ۔

(وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے ۔

و ما لکم فی ترک انفاقها فی سبیل اللہ تعالٰی والحال انہ لا یبقی لکم و لا لغیرکم منها شئ بل یبقی کلها للہ عزوجل

یعنی تمہیں مال کے راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے کوئی نفع نہیں جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہ مال تمہارے لئے باقی نہ رہے گا اور نہ ہی تمہارے اوروں کے پاس اُس میں سے کچھ رہے گا بلکہ سارے کا سارا اللہ عزوجل کے لئے رہے گا ۔ تو تم خرچ کیوں نہیں کرتے جبکہ تم ہلاک ہونیوالے ہو اور خواہ مخواہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم رہو گے ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا !

آدمی کا مال وہی ہے جو اس نے راہ خدا میں خرچ کیا اور جو چھوڑا وہ وارثوں کا مال ہے ۔
مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔

(لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا ۔ وہ مرتبہ میں بڑے ہیں

بیان لتفاوت درجات المنفقین حسب تفاوت احوالهم فی الانفاق

ان کے خرچ کرنے کے احوال کے فرق کے مطابق راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کے درجات میں تفاوت (فرق) کا بیان ہے ۔ **منکم** سے مُراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قبل الفتح سے مراد فتح مکہ ہے جیساکہ قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد سے مروی ہے اور یہی قول مشہور ہے جبکہ شعبی کا قول ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور قتل سے مراد جہاد ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ جب مسلمان تعداد میں تھوڑے اور غالب نہیں تھے اس وقت جنہوں نے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد میں عملاً شرکت کی اور یہ لوگ ہی مہاجر و انصار میں سے سابقین الاولین ہیں یہ مراتب و درجات میں بڑے ہیں ۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ حدیبیہ کے سال مقام عسفان میں تھے قریب ہے کہ ایک قوم آئیگی جو اپنے اعمال کے ساتھ تمہارے اعمال کو ہلکا جانے گی ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے کیا وہ قریش ہوں گے فرمایا نہیں وہ اہل یمن ہوں گے وہ رقیق القلب اور نرم دل ہوں گے ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا !

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے ارشاد فرمایا اگر اُن میں سے کسی کے پاس پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے راہ خدا میں خرچ کرے تو بھی تمہارے ایک مد یا اس کے نصف مد کے برابر نہ ہو ۔

مد ایک پیمانہ ہے جس سے جَو وغیرہ ناپتے تھے لیکن یہاں مُد کی تخصیص نہیں ہے خواہ سونے کا ہو یا جَو کا اور ایک روایت میں غلہ یا چھوہارے کا ذکر ہے یعنی سابقین الاولین میں سے کسی کے آدھ مد چھوہارے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے ۔

اللہ اکبر اور یہ آیت اس پر فیصل ہے کلبی نے کہا کہ یہ آیت فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نص ہے کیونکہ مدار فضیلت انفاق و قتال ہے اور ان دونوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑھ کر ہیں لہٰذا آپ افضل الصحابہ ہیں، آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں، تبلیغ میں اول ہیں کہ معزز روسائے قریش مثل، طلحہ، زبیر، عثمان، سعد، ابو عبیدہ عبد الرحمٰن ابن عوف

آپ کے توسط سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، سب سے اول مسجد بنانے والے، غلاموں مثل بلال و عامر بن فہیرہ کو مال خرچ کر کے آزادی دلوانے والے ہیں سب سے اول راہ خدا میں ہجرت پر مجبور ہوئے اور شہر مکہ سے نکالے گئے اور ابن الدغنہ کی ضمانت پر لوٹائے گئے۔

مومن آل فرعون تو ایمان کو چھپاتا تھا مگر ابو بکر اس سے بڑھ کر تھے کہ مجمع کفار میں جب ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر دبایا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ہٹاتے اور فرماتے کیا تم اس ذات کے قتل کے درپے ہو جو فرماتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ واضح براہین و آیات کیساتھ آیا ہے۔ ان کی رفاقت ہجرت پر آیت قرآن و ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا اور ان کے انفاق پر آیت یوتی مالہ یتزکیٰ ناطق ہے۔

بخاری نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے جو آپ نے راہ خدا و رسول میں خرچ کئے، ترمذی میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مال نے پہنچایا۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے یہ سنا تو رو دئے اور عرض کیا اَنَا وَ مَالِی لَکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا اور مال و منال کیا سبھی آپ ہی کا صدقہ ہے۔

مسطح بن اثاثہ کی کفالت کا ارادہ ترک کیا تو قرآن نازل ہوا کہ تمہیں کیا محبوب نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

(سورہ نور)

تمام غزوات میں رسول کے بعد ہی دوسرے تھے اور غزوہ جیش العسرت میں تو سارا سب کچھ مال ہی لاکر حاضر کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا تو دست بستہ عرض کیا ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس — صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس

میں کہتا ہوں کہ اولاد بھی مال ہی میں شامل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیاہ دی غرضیکہ کونسی نیکی و فضیلت ہے جو کہ آپ کے دامن میں نہ ہو اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم افضل و بزرگ تھے۔ اور ہمارے احناف کی تو علامت ہی یہی ہے کہ فضیلت شیخین کا قائل ہو آپ کی خلافت اسلام کی سربلندی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع، غلبہ حق، مرتدین کا قلع قمع، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور مضبوط اسلامی سلطنت کی داغ بیل اور فتوحات عظیمہ کی نقیب تھی۔

(مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا) ان سے جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

یعنی جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح مکہ کے بعد راہِ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا وہ فضیلت میں سابقین الاولین سے پیچھے اور کم ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ دونوں طبقے فضیلت، مراتب و درجات میں برابر نہیں کیونکہ سابقین کا خرچ کرنا اور قتال اس وقت تھا جب مسلمانوں کی قلت تھی اور دشمنول و مخالفوں کی کثرت تھی اور ان کے نفوس قدسیہ میں غنائم اموال کی طلب و طمع متصور تک نہ تھی جب دین غالب ہوگیا دشمن مغلوب ہوگئے اور ان کی کثرت منتشر ہوگئی اور مسلمانوں کو فتوحات کثیرہ کیساتھ غنائم کا حصول بھی ہوا اور سورہٴ فتح میں حدیبیہ کے شاملین کو ایسا وعدہ بھی دیا گیا تو جو اس کے بعد اسلام لائے راہِ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا تو وہ پہلے طبقہ کے برابر کیسے ہوسکتے ہیں اور فضل و شرف میں ان سے کیونکر بڑھ سکتے ہیں۔

(وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

(وَكُلًّا) ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط

یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، خرچ کیا اور قتال کیا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان میں سے بھی ہر ایک سے جس نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں خرچ کیا اور قتال و جہاد کیا۔

(وعد الله الحسنیٰ) ای المثوبة الحسنیٰ وھی الجنة علی ما روی عن مجاھد وقتادة۔

یعنی اچھا ثواب بہترین جزا، اور وہ جنت ہے جیسا کہ مجاہد و قتادہ سے مروی ہے ایک قول ہے کہ اس کے علاوہ یعنی آخرت میں جنت کا وعدہ اور دنیا میں فتح و نصرت اور غنائم کا وعدہ بھی شامل ہے۔

جیسا کہ سورۂ فتح میں ارشاد ہے
وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا الیٰ آخر

یہ ٹکڑا قطعی نص ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موعود بالجنت اور مغفور ہیں ان میں سے عداوت، بغض ایمان کی بربادی ہے اور ان کے بعض مشاجرات و واقعات پر زبان درازی یا تحری ہلاکت کا کاروبار ہے ان کے باہمی مشاجرات و اختلافات کو حسن نیت اور خیر پر محمول کرنا ہی سلامتی کا راستہ ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی عمل خواہ صواب ہو یا خطا پر مبنی دونوں صورتوں میں وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں مغفور ہیں اور ان کی شان میں معمولی سی بات بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے عادل و ثقہ ہیں اور ہدایت کے ستارے ہیں اور دنیا و حشر میں ہمارے پیش رو امام، صف اول ہیں۔

اللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِمْ وَادْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

عالم بظاهره و باطنه ويجازيكم على حسبه

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہیں اس کے حال کے موافق جزا دے گا۔

پچھلے ٹکڑے "كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کی اس سے مزید وضاحت ہو گئی کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ حسنیٰ یعنی جنت و انعامات دینوی ان کے ظاہر و باطن اور اعمال مقدم موخر سب کو جان کر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال کو جو نزول آیت سے قبل یا بعد کو ہوں گے خوب جانتا ہے اور اس کا وعدہ حسنیٰ قطعی و محیط ہے۔

لہٰذا ان کے کسی مشاجرہ واقعہ پر تحری یا طعن علم الٰہی اور فضل الٰہی پر طعن ہے۔ جب ان کا پروردگار ان پر کرم و فضل، عطا فرمانے والا، انکی سلامتی کا وعدہ فرمانیوالا اور انہیں کامیابی سے ہمکنار فرما کر داخل جنت کرنے والا ہے۔ تو کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ارشاد باوجود تحری اور سب و شتم کرے اور پھر اپنے ایمان کا دعویٰ بھی کرے، مومن وہی ہے جو ارشاد

باری کے بعد ہر مزاج فکر اور ہر وسوسہ باطل اور ہر قسم کے شک و شبہ سے خود کو روکے اور بچائے اور بجز خیر و بھلائی کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ صحابہ کی تکریم و تعظیم ہی ایمان و سلامتی کا راستہ ہے اور ہر دوسرا راستہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحدید پ ۲۷

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝

کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ

منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور

الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی برا انجام۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

کیا ایمان والوں کو ابھی وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تمہیں سمجھ ہو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دونے ہیں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الحدید پ۲۷

من ۔ کون ہے ۔ ذا ۔ وہ ۔ الذی ۔ جو ۔ یقرض ۔ قرض دے
اللہ ۔ اللہ کو ۔ قرضا ۔ قرض ۔ حسنا ۔ اچھا ۔ فیضعفہ ۔ پھر دگنا کرے اسکو
لہ ۔ اسکے لیے ۔ و ۔ اور ۔ لہ ۔ اس کے لیے ۔ اجر ۔ اجر ہے
کریم ۔ بہت اچھا ۔ یوم ۔ جسدن ۔ تری ۔ تو دیکھے گا ۔ المؤمنین ۔ مومن مردوں کو
و ۔ اور ۔ المؤمنت ۔ مومن عورتوں کو ۔ یسعی ۔ دوڑتا ہوگا ۔ نور ۔ نور
ھم ۔ ان کا ۔ بین ایدیھم ۔ ان کے آگے ۔ و ۔ اور
بایمانھم ۔ ان کے دائیں ۔ بشرٰکم ۔ تمہیں خوشخبری ہو
الیوم ۔ آج کے دن ۔ جنت ۔ جنت کی ۔ تجری ۔ چلتی ہیں ۔ من تحتھا ۔ ان کے نیچے
الانھر ۔ نہریں ۔ خلدین ۔ ہمیشہ رہیں ۔ فیھا ۔ اس میں ۔ ذلک ۔ یہی
ھو ۔ وہ ہے ۔ الفوز ۔ کامیابی ۔ العظیم ۔ بڑی ۔ یوم ۔ جسدن
یقول ۔ کہیں گے ۔ المنفقون ۔ منافق مرد ۔ و ۔ اور ۔ المنفقت ۔ منافق عورتیں
للذین ۔ ان کو ۔ امنوا ۔ جو مومن ہیں ۔ انظرو ۔ دیکھو ۔ نا ۔ ہماری طرف
نقتبس ۔ فائدہ اٹھائیں ۔ من نور ۔ نور ۔ کم ۔ تمہارے سے ۔ قیل ۔ کہا جائے گا
ارجعوا ۔ لوٹو ۔ وراء ۔ پیچھے ۔ کم ۔ اپنے ۔ فالتمسوا ۔ تو ڈھونڈو
نورا ۔ نور ۔ فضرب ۔ تو کھڑی کی جائیگی ۔ بینھم ۔ ان کے درمیان ۔ بسور ۔ ایک دیوار
لہ ۔ اسکا ۔ باب ۔ دروازہ ہوگا ۔ باطنہ ۔ اندر ۔ فیہ ۔ اس کے
الرحمۃ ۔ رحمت ہوگی ۔ و ۔ اور ۔ ظاھر ۔ باہر ۔ ہ ۔ اس کے
من قبلہ ۔ اس طرف ۔ العذاب ۔ عذاب ہوگا ۔ ینادونھم ۔ وہ ان کو آوازیں دینگے
ا ۔ کیا ۔ لم ۔ نہیں ۔ نکن ۔ تھے ہم ۔ معکم ۔ تمہارے ساتھ
قالوا ۔ کہیں گے ۔ بلی ۔ ہاں ۔ و ۔ اور ۔ لکنکم ۔ لیکن تم نے
فتنتم ۔ فتنہ میں ڈالا ۔ انفسکم ۔ اپنی جانوں کو ۔ و ۔ اور ۔ تربصتم ۔ انتظار کیا
و ۔ اور ۔ ارتبتم ۔ شک کیا ۔ و ۔ اور ۔ غرتکم ۔ دھوکہ دیا تم کو
الامانی ۔ خواہشات نے ۔ حتی ۔ یہانتک کہ ۔ جاء ۔ آگیا ۔ امر ۔ حکم
اللہ ۔ اللہ کا ۔ و ۔ اور ۔ غر ۔ دھوکہ دیا ۔ کم ۔ تم کو

بِاللہ۔اللہ کے متعلق　الغرور۔دھوکے باز نے　فالیوم۔تو آج　لا۔نہ

یؤخذ۔لیا جائیگا　منکم۔تم سے　فدیۃ۔فدیہ　و۔اور

لا۔نہ　من الذین۔ان سے　کفروا۔جو کافر ہیں　مأوٰکم۔تمہاری جگہ

النار۔آگ ہے　ھی۔یہی　مولٰکم۔تمہاری رفیق ہے　و۔اور

بئس۔برا ہے　المصیر۔ٹھکانا　ا۔کیا　لم۔نہ

یان۔وقت آیا　للذین۔انکے لیے جو　اٰمنوا۔مومن ہیں　ان۔یہ کہ

تخشع۔جھک جائیں　قلوبھم۔ان کے دل　لذکر۔ذکر　اللہ۔الٰہی کے لیے

و۔اور　ما۔جو　نزل۔اترا　من الحق۔حق

و۔اور　لا۔نہ　یکونوا۔ہو جاؤ　کالذین۔انکی طرح جو

اوتوا۔دیے گئے　الکتٰب۔کتاب　من قبل۔پہلے　فطال۔تو لمبی ہوگئی

علیھم۔ان پر　الامد۔مدت　فقست۔تو سخت ہوگئے　قلوبھم۔ان کے دل

و۔اور　کثیر۔بہت سے　منھم۔ان میں سے　فسقون۔فاسق ہیں

اعلموا۔جان لو　ان۔بیشک　اللہ۔اللہ　یحی۔زندہ کرتا ہے۔

الارض۔زمین کو　بعد۔بعد　موتھا۔اسکی موت کے　قد۔بیشک

بینا۔بیان کیں ہم نے　لکم۔تمہارے لیے　الاٰیٰت۔آیتیں　لعلکم۔تاکہ تم

تعقلون۔سوچو　ان۔بیشک　المصدقین۔صدقہ کرنے والے مرد

و۔اور　المصدقٰت۔صدقہ کرنے والی عورتیں　و۔اور

اقرضوا۔جنہوں نے قرض دیا　اللہ۔اللہ کو　قرضا۔قرضہ　حسنا۔اچھا

یضعف۔دگنا کیا جائیگا　لھم۔ان کے لیے　و۔اور　لھم۔ان کے لیے

اجر۔اجر ہے　کریم۔اچھا　و۔اور　الذین۔وہ جو

اٰمنوا۔ایمان لائے　باللہ۔اللہ پر　و۔اور　رسلہ۔اس کے رسولوں پر

اولٰئک۔یہی　ھم۔لوگ ہیں　الصدیقون۔سچے　و۔اور

الشھداء۔گواہ　عند۔پاس　ربھم۔اپنے رب کے　لھم۔ان کے لیے

اجر۔اجر　ھو۔ان کا　و۔اور　نور۔نور

ھو۔ان کا　و۔اور　الذین۔وہ جو　کفروا۔کافر ہیں

و۔ اور کذبوا جھٹلایا انہوں نے بایٰتنا ۔ ہماری آیات کو اولٰئک ۔ یہی لوگ ہیں

اصحٰب الجحیم ۔ جہنم میں رہنے والے ۔

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحدید رکوع دوم پ۲۷

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ — کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرض

اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ — اچھا تو وہ اس کے لیے دونے

لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ۔ — کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے

(مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا) کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض

ندب بلیغ من اللہ تعالیٰ الی الانفاق فی سبیلہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راستے میں خرچ کرنے پر انتہائی رغبت دلائی گئی ہے قرضاً حسناً

سے مراد ہے الانفاق بالاخلاص خوشدلی کے ساتھ خرچ کرنا ہے اور بعض کا قول ہے کہ قرض حسنہ

وہ ہے جس میں یہ دس صفات ہوں ۔

اوّل : کہ وہ حلال و پاکیزہ آمدنی و مال سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتے مگر پاکیزہ

اور حلال مال ۔

دوم : آدمی کی ملکیت میں سے عمدہ و مکرم مال ہو ۔

سوئم : آدمی کو مرغوب ہو اور زندگانی کیلئے ضروری ہو اور اسے اس کے صحیح طریقے پر خرچ

کرنے پر فقر کا اندیشہ نہ ہو ۔

چہارم : آدمی اسے اپنی اولیں ضرورت کے لیے ضروری رکھے یا ایسا سمجھتا ہو ۔

پنجم : آدمی اُسے چھپا کر دے

ششم : خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتلائے اور ایذیت نہ پہنچائے ۔

ہفتم : محض رضائے الٰہی کے خرچ کرے ۔

ہشتم : جو کچھ خرچ کرے خواہ کثیر ہی کیوں نہ ہو اسے معمولی سمجھے ۔

نہم : آدمی کے نزدیک اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب ہو ۔

دہم : اسے فقیر و مستحق تک پہنچانے میں اسی شوق کے ساتھ مظاہرہ کرے جس طرح اُسے اپنے گھر پہنچانے کے لئے کرتا ۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب اس کی راہ میں اسکی رضا کے لئے خرچ کرنا ہے چونکہ قرض ہوتا ہی لوٹانے کے لئے ہے لہذا اس کے بہتر لوٹنے کی امید پر خرچ کرے بندے کا قرض دینا اپنے حال کے موافق ہے اور رب کریم کا لوٹانا اس کے فضل کے موافق ہے ۔

(فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ) تو وہ اس کے لئے دونے کرے ۔

يُضٰعِفُهٗ اَجْرَهٗ علی انفاقه مضاعفا اضعافا كثيرة من فضله

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے اس کے خرچ کرنے پر دوگنا بلکہ کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا ۔

(وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝) اور اس کو عزت کا ثواب ہے ۔

یعنی بدلہ پسندیدہ اور اعلیٰ ہوگا اور اس میں اشارہ جنت کا وعدہ ہے بشرطیکہ انفاق اخرچ کرنا خوشدلی، خلوص اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ہو ۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے ۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے ۔

(يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ) جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے ۔

يَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے ترٰی کا مفہوم ہے کہ دیکھنا رویت بصری سے ہوگا اور ترٰی میں خطاب یا تو ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس روز میں ہونگے ۔

یا سید المخاطبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے ۔

(یَسْعٰی نُوْرُهُمْ) ان کا نور دوڑتا ہے ۔

یہ تثنی کے مفعول کا حال ہے اور مراد نور حقیقی ہے یعنی نور ایمان وطاعت اور مطلب یہ ہے ۔ یسعی نورھم اذا سعوا جب وہ مومنین اور مومنات چلیں گے تو ان کا نور ساتھ چلے گا جہاں کہیں بھی وہ ہوں گے ایک قول ہے کہ پل صراط پر ایسا ہوگا ۔

(بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ) ان کے آگے اور ان کے داہنے ۔

الباء بمعنی عن ای وعن ایمانھم والمعنی فی جمیع جهاتهم با کا معنیٰ ہے ہر طرف سے اور دائیں طرف سے ۔

اور واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام جہتوں سے ، یعنی نور ایمان واطاعت ان کے ہر طرف و جہت میں ہوگا ۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے تصحیح ابن مردویہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا ؛

یوتون نورھم علی قدر اعمالھم یمرون علی الصراط منھم من نورہ مثل الجبل ومن نورہ مثل النخلة وادناھم نورا من نورہ علی ابھامہ یطفأ مرة ویقد اخری ،

وہ لوگ (مومنین ومومنات) اپنے اعمال کے موافق نور عطا کئے جائیں گے جب وہ پلصراط سے گزریں گے تو ان میں سے بعض کا نور پہاڑ کی مانند اور بعض کا کھجور کے درخت کی طرح ہوگا اور ان میں کمترین وہ ہوگا جس کا نور انگوٹھے میں ہوگا جو کبھی بجھے گا اور کبھی روشن ہوگا ۔ ایک قول ہے کہ آئت میں صرف دو جہتیں مذکور ہیں آگے اور دائیں اور اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اس حال پر اعمالنامے عطا ہوں گے ۔ ان دونوں جہتوں سے نور ان کی کامرانی وخوش بختی کی علامت ہوگی ایک قول ہے یہ نور جنت کی طرف لیجائے گا ہمارا اہتمام کرے گا ۔

(بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا)

ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے

نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو۔

ای و بسبب ایمانھم یقال لھم ذلک والقائل الملائکۃ الذین یتلقونھم
یعنی ان کے ایمان و اطاعت کیوجہ سے ان سے یوں کہا جائیگا اور کہنے والے فرشتے ہوں گے
جو ان سے ملاقات کریں گے۔ اور وہ بوقت ملاقات کہیں گے۔ تمہیں خوشخبری ہو جنتوں میں داخل
ہونے کی جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔
(ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) یہی بڑی کامیابی ہے۔

احتمال ہے کہ یہ جملہ فرشتوں کا کلام ہو جو اہل ایمان و طاعت سے ملیں گے تو بشارت نور کے
تذکرہ کے بعد یہ فرمائیں گے۔

یا حق تعالیٰ کا قول ہو اور الفوز (کامیابی) ھو کے بغیر بھی پڑھا گیا ہے اور یہ فرمانا سابق کلام
میں ہو۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ٥

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائیگا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور باہر کی طرف عذاب۔

(يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے
یَوْمَ سے مراد قیامت کا دن ہے اور اشارہ اس وقت سے ہے جب پلصراط سے گزرتا ہو
گا اس وقت منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے یہاں منافق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر

اسلام وایمان لائے لیکن بباطن کافر ومنکر تھے جیساکہ عہد نبوی میں منافق تھے مثل عبداللہ ابی سلول کے اور بعض نے کہا منافقین میں وہ باطل فرقے بھی شامل ہیں جنہیں اہل سنت وجماعت نے کافر ومضل قرار دیا ہے ان عقائد اور اعمال کیوجہ سے جو انہوں نے اپنائے اور اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ مرگئے (لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا) مسلمانوں سے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو۔

ای انتظرونا، یعنی ہمارا انتظار کرو یا ذرا توقف کرو۔

(نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ) کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔

بغوی کا قول ہے کہ اہل ایمان کو ان کے ایمان واطاعت کے موافق نور عطا ہوگا جس کی روشنی میں وہ پلصراط پر سے گزریں گے اور منافقوں کو بھی نور دیا جائیگا اور جب منافقین پلصراط پر اس نور کی روشنی میں چلیں گے۔ تو وہ نور بجھ جائے گا یہ ہے وہ استہزاء یا خدع جو اللہ کی طرف سے ان کے استہزاء خدع کے بدلہ میں ہوگا اور قرآن حکیم کی آیت هو خادعهم کی تفسیر یہی ہے بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ جب لوگ تاریکیوں میں ہوں گے تو اللہ تعالٰی ایک نور روشن فرمائیگا مومن اس نور کی طرف چلیں گے یہاں تک کہ جنت تک پہنچیں جب منافق ایسا دیکھیں گے تو وہ مسلمانوں کے اتباع میں چلنے کا ارادہ کریں گے۔ تو وہ نور ان کے لئے تاریکی میں بدل جائے گا اس وقت وہ اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رک جاؤ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ حاصل کریں اور یہ امر متحقق ہے کہ اس روز کسی منافق کافر کیلئے کوئی نور نہ ہوگا۔ اور وہ تاریکی ہی میں ہوں گے شاید اہل ایمان کا نور انہیں حسرت دلانے کے لئے دکھایا جائے اور وہ اس طرح کہیں واللہ اعلم۔

(قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ) کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو۔

(قِيْلَ) ابن عباس سے مروی ہے کہ کہنے والے مومن ہوں گے اور مقاتل کا قول ہے کہ فرشتے کہیں گے۔

(ارجعوا وراءکم) ابن عباس کا قول ہے مراد وہاں لوٹنا ہے جس تاریکی سے تم آئے تھے یا اس مکان کی طرف جہاں نور تقسیم ہوا تھا۔

ایک قول ہے کہ دنیا کی طرف لوٹو اور نور ایمان وطاعت ڈھونڈو۔

(فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا) وہاں نور ڈھونڈو۔

ضاک قال مقاتل : ھذا من الاستھزاء بھم کما استھزء وا بالمومنین فی الدنیا حین قالوا امنا ولیسوا بمومنین ۔

وہاں (یعنی اس مکان ومقام کی طرف جہاں نور بٹا تھا) مقاتل کا قول ہے کہ ایسا انسان ان کے ساتھ بطور استہزا کے ہوگا ۔ جسطرح کہ وہ (منافقین) مومنوں کے ساتھ دنیا میں ٹھٹھا کرتے تھے جب کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہ تھے ابوامامہ کا قول ہے کہ جب انہیں یوں کہا جائیگا تو وہ اس موقف یا مقام کی طرف لوٹیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا (ظاہر ہے کہ یہ مقام حشر ہی میں ہوگا) تو وہ وہاں کچھ بھی نہ پائیں گے پھر مومنوں کی طرف لوٹیں گے تو ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو جائیگی ۔

(فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ) جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا ۔

(فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ) ف تعقیب کا ہے کہ جونہی منافق لوٹیں گے (ضرب بینھم) ان کے درمیان ای بین الفریقین یعنی دونوں فریقوں کے درمیان ضرب مجہول ہے لیکن ضرب بھی پڑھا گیا ہے جو فائل پر مبنی ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کھڑی کر دے گا ۔

(بسور) ای بحاجز یعنی آڑ ، دیوار ، پردہ ابن زید کا قول ہے کہ وہ اعراف ہوگا ۔

(لَّهُ بَابٌ) ای الباب یعنی دروازہ جس سے جنتی جنت میں داخل ہوں گے ۔

(بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ) اس کے اندر کی طرف رحمت ہے ۔

یعنی اس دروازے کے اندر کا حصہ رحمت ہوگا یعنی وہ جنت ہوگی یا جنت سے متصل اور ثواب ونعمتیں نمایاں ہوں گی ۔

(وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ) اور اس کے باہر کی طرف عذاب

دروازے کے باہر کا حصہ دوزخ سے متصل ہوگا یا منافقوں کے مکان کی طرف ہوگا جو دوزخ سے متصل ہے ۔

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ہ

تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں ڈالیں اور مسلمان کی برائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

(يُنَادُوْنَهُمْ) وہ پکاریں گے۔

یعنی منافقین اور منافقات مومنین اور مومنات کو پکاریں گے اس وقت جب دونوں فریقوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی اور وہ اس دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے۔

(اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ) کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔

(الم نكن) في الدنيا یعنی دنیا میں یریدون به موافقتهم لهم في الظاهر

اس سے وہ ظاہر میں ان کے سے موافقت چاہیں گے، یعنی کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہاری طرح تھے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے تھے۔

(قَالُوْا بَلٰى) وہ کہیں گے کیوں نہیں۔

كنتم معنا كما تقولون مومن کہیں گے کہ تم ہمارے ساتھ تھے؟ جیسا کہ تم کہتے تھے۔

(وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ) مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں ڈالیں۔

محنتموها بالنفاق واهلكتموها

تم نے نفاق و کفر اختیار کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالا ابن عباس کا قول ہے کہ لذات و شہوات میں پڑ کر تم نے ہلاک و بربادی کا سودا کیا۔

(وَتَرَبَّصْتُمْ) اور مسلمانوں کی برائی تکتے۔

بالمومنين الدوائر

تم مومنوں پر برے وقت اور تباہی کے لئے منتظر رہتے اور تم نے توبہ نہ کی ۔

(وَارْتَبْتُمْ) اور شک رکھتے ۔

وشککتم فی امور الدین

اور تم دین کے معاملات میں شک رکھتے اور دولت صدق ویقین سے عاری تھے اللہ اور اس کے دین پر شک کرتے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرتے تھے اور تمہیں دنیا کی ہوس نے اندھا کر رکھا ہے

(وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ) اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا ۔

طول الامل یعنی لمبی چوڑی باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمان حوادث کے نتیجہ میں تباہ ہو جائیں گے یا دین حق مٹ جائے گا ۔

ابو سنان کا قول ہے کہ تم کہتے تھے کہ جلد ہی ہم بخشے جائیں گے ۔

(حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا

ای الموت یعنی تمہاری زندگی پوری ہوگئی اور موت آگئی ۔

(وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ) اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا ۔

الشیطان قال لکم ان اللہ عفو کریم لا یعذبکم ؟

یعنی شیطان نے تم سے کہا (یہ کہہ کر فریب دیا) بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وہ تمہیں عذاب نہیں دے گا یا آخرت کے انکار پر پکار کر کہا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حساب ہوگا ۔ اور نہ ہی عذاب ، قتادہ کا قول ہے کہ وہ شیطان کے دھوکے میں پڑے رہے اور بخدا اس کے مکر سے نہ نکلے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ میں ڈال دیا ۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ	تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ
فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ	کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے
كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ	وہ تمہاری رفیق ہے
هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ	اور کیا
الْمَصِيْرُ	ہی برا انجام

(فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ) تو آج نہ تم سے لیا جائے ۔

ایھا المنافقون

اے منافقو! آج تم سے کچھ بھی بطور بدلہ نہ لیا جائیگا اور نہ ہی قبول کیا جائیگا۔

(فِدْيَةٌ) فدیہ

فداء وھو ما یبذل لحفظ النفس عن النائبۃ

بدلہ یا عوض جس کو دے کر عذاب سے جان چھڑائی جا سکے۔ تاہم فدیہ سے مراد مال یا اسی طرح کی اشیاء نہیں اور بعض قول ہے۔ کہ مراد ایمان یا توبہ جو اس وقت قبول نہ ہوگی۔ کہ وقت گزر یعنی ایسا تو حیات دنیوی میں چاہیے۔ اور یہ تو یوم جزا ہے۔

(وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اور نہ کھلے کافروں سے

ای ظاھرا و باطنا فیغایس المخاطبین المنافقین

یعنی جنہوں نے مخاطبین جو کہ منافقین ہیں ان کے برعکس ظاہراً بھی کفر کیا اور باطناً بھی کافر تھے ان کھلے کافروں منکروں سے بھی کوئی معاوضہ نہ لیا جائیگا۔ ان سے بھی ایمان و توبہ قبول نہ ہوگی حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کافر سے فرمائیگا تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے پاس دنیا بھر سے بڑھ کر مال ہو تو کیا تم اُسے آگ کے عذاب سے رہائی کے لئے فدیہ کردوگے تو وہ کہے گا کیوں نہیں اے پروردگار تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں نے تجھ سے اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی اور تم اپنے باپ آدم کی پشت میں تھے کہ تم میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ تو نے انکار کیا سوائے شرک کے۔

(مَاْوٰىكُمُ النَّارُ) تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔

محل اویکم تمہارے رہنے کی جگہ دوزخ ہے

(ھِيَ مَوْلٰىكُمْ) وہ تمہاری رفیق ہے۔

ای ناصرکم

تمہاری مددگار، زمخشری کا قول مولیٰ خبر میں بمعنی مکان و محل ہوتا ہے یعنی آپ آگ ہی تمہارا مکان ہے اور یہی تمہارے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا ہے۔

(وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور کیا ہی برا انجام

ای النار

یعنی آگ ہی تمہارا انجام ہے جو کیا ہی بُرا انجام ہے۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝	کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جنکو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

(اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ) کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کیلئے۔

ہجرت مدینہ کے بعد راحت و آرام کیوجہ سے مسلمانوں میں بعض امور میں کسل و سستی ظاہر ہوئی تو اس پر بطور عتاب یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے دلوں میں کسل و سستی پر نزول قرآن کے تیرھویں برس کے آخر پر عتاب فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی، حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو صحابہ کی ایک جماعت کو مسجد میں ہنستے دیکھا تو اپنی چادر کھینچ لی اور روئے انور سرخ ہو گیا اور فرمایا کیا تم مذاق و کھیل کرتے ہو حالانکہ تمہارے پروردگار کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے تمہاری بخشش فرما دی اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت اَلَمْ يَأْنِ الخ نازل ہوئی ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کا کفارہ کیا ہو ارشاد ہوا جس قدر ہنسے ہو اسی قدر رونا۔ ایک قول ہے کہ اٰمَنُوْا سے یہاں وہ لوگ ہیں جو بظاہر ایمان لائے (منافق) ان سے خطاب ہے کہ کیا ابھی ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قبول حق کیلئے جھک جائیں میں کہتا ہوں کہ سیاق کلام کو دیکھ کر یہی تفسیر قرین صواب ہے واللہ اعلم۔

(وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۝) اور جو اترا حق سے

ای القرآن یعنی قرآن حکیم

یہ ذکر اللہ پر عطف ہے مراد اس سے بھی قرآن ہی ہے نہیں کہتا ہوں اس سے مراد اللہ کی نصیحت ہے اور مطلب یہ ہے۔ کہ منافقین اب نصیحت الٰہی کو قبول کر لیں اور جو کچھ حق سے نازل ہوا یعنی قرآن حکیم اس کی فرمانبرداری کریں اور جیسا پیچھے گزرا کہ بروز حشر ایمان لائیں گے یا توبہ کریں گے تو قبول نہ کیا جائیگا کہ وقت جارہا ہے لہذا ڈرنے اور سمجھنے والے کے لئے ابھی وقت ہے کہ نصیحت پکڑے اور اتباع حق کرے اور کلبی سے منقول ہے کہ یہاں اٰمنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہراً ایمان کے مقر ہوئے یعنی منافقین اور باطن میں کافر تھے واللہ اعلم۔

(وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ) اور ان جیسے نہ ہوں جنکو پہلے کتاب دی گئی۔

یعنی یہود و نصاریٰ کے طریقے اختیار نہ کریں۔

(فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

ای الاجل بطول اعمارھم و آمالھم او طال امد ما بینھم و بین انبیاءھم علیھم السلام و بعد العھد بھم

یعنی کفر و معاصی میں گزرا ہوا زمانہ یا وہ لمبا عرصہ جو ان لوگوں اور ان کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان اور ان کے عہد سے بعد میں گزرا

(فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) صلبت فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ

سخت ہو گئے گویا کہ پتھر ہیں یا اس سے زیادہ سخت اور ٹیڑھے اور وہ قبول حق یاد الٰہی کے لئے نرم نہ ہوئے اور جب دنیا غالب آگئی اور انھوں نے نصیحت نہ پکڑی اور سرکشی پر ڈٹے رہے

(وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

خارجون عن حدود دینھم رافضون لما فی کتابھم

بالکلیة

اپنے دین کی حدود سے نکلنے والے ہیں اور جو کچھ انکی کتاب میں ہے اس سے بالکلیہ برگشتہ ہیں یا اس کے چھوڑنے والے ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان فرمادیں کہ تمھیں سمجھ آجائے

(اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا) جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے۔

فهو تمثيل ذكرا استطرادًا لاحياء القلوب القاسية بالذكر والتلاوة باحياء الارض الميتة بالغيث للترغيب في الخشوع والتحذير عن القساوة ۔

یہ تمثیل ہے ذکر و تلاوت کے ساتھ دلوں کی کجی و سختی میں اثر کرنے کی جس طرح بارش سے مردہ زمین کو زندگی و تازگی ملتی ہے خشوع کی ترغیب اور قساوت سے بچنے کی تلقین ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح مینہ برسنے سے خشک زمین تر تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ علم و حکمت سے مردہ دلوں کو زندگی اور نرمی و تازگی عطا فرماتا ہے

(قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ) بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان فرمادیں۔

التي من جملتها هٰذِهِ الاٰيٰت

جیسا کہ ہم نے ان آیات میں علم و حکمت کی تصریح کر دی ہے اور روشن مثالوں سے حق واضح کر دیا ہے۔

(لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) کہ تمہیں سمجھ ہو۔

کی تعقلوا ما فیها و تعلموا بموجبها فتفوزوا بسعادة الدارين

اس لئے کہ تم ان آیات الٰہی میں غور و فکر کرے اور انہیں سمجھو اور اس کے مطابق اعمال بجالاؤ تاکہ تمہیں دونوں جہانوں کی سعادت کے ساتھ کامیابی حاصل ہو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ	بے شک صدقہ دینے والے
وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا	مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور
حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ	وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا
وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ	ان کے دونے ہیں اور ان کے لئے
	عزت کا ثواب ہے ۔

(اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ) بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں ۔

ابن کثیر، ابوبکر، مفضل، ابان اور ابوعمرو نے بروایت ہارون اس آیت کو تخفیف صاد (تصدیق سے) پڑھا ہے البتہ جمہور کی قرأت مصدر تصدُّق سے ہے ۔

اور ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے ۔

ای الذین صدقوا والا صدقن

یعنی وہ لوگ جنہوں نے صدقہ دیا اور وہ عورتیں جنہوں نے صدقہ دیا اور یہی قرأت اولیٰ و انسب ہے ۔ اور اسباق کلام میں پچھلے رکوع میں ذکر انفاق سے مربوط ہے اور اگلا ٹکڑا مزید واضح کرنے والا ہے ۔

(وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) اور جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ۔
یعنی خوشدلی اور نیت صالحہ کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کیا اور فقراء و مستحقین کو صدقہ دیا ۔

(يُضٰعَفُ لَهُمْ) ان کے دونے ہیں ۔

اَقْرَضُوا

لھم کی ضمیر یا تو متصدقین کی طرف راجع ہے یا قرض پر چونکہ مضاف محذوف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے ۔

ای یضاعف ثواب التصدق او ثواب القرض لہم

یعنی راہ خدا میں صدقہ کا ثواب یا قرض حسنہ کا ثواب ان کے لیے بڑھایا جائیگا اور اللہ اسے دوگنا فرمائیگا اور یُضَعَّفُ تشدید عین سے بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ ان کے لیے ثواب کو خوب بڑھائیگا۔

(وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ) اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے۔

راہ خدا میں صدقہ اور قرض حسنہ کا ثواب و بدلہ عمدہ و مکرم ہوگا اور وہ جنت ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور انکا نور ہے اور جنہوں نے کفر اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

(وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ) اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔

اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی نظیر و مثیل نہیں اس کے تمام اسماء و صفات پر ایمان لائے اور بالیقین مانے کہ وہ علیم و قدیر ہے اور اس کا علم و قدرت ہر شے کو محیط ہے اور رسولوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور مخلوق کی طرف اس کے نمائندہ ہیں اللہ کی وحی کے امین، گناہوں سے پاک و معصوم ہیں اور خدا کی ساری مخلوق میں برگزیدہ، منتخب اور افضل ہیں اور رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت و شرف ہے اور ان کی اتباع و محبت ہی کامیابی کا مدار و ضمانت ہے۔

اولئك هم الصديقون وہی ہیں کامل سچے اور اوروں

اولئٰک والشھداء عند ربھم ، پر گواہ اپنے رب کے یہاں

اولئک مبتدا ثانی ہے اور موصول کی طرف اشارہ ہے اور مبتدا اول والذین امنوا باللہ ورسولہ ہے ھم مبتدا ثالث ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد الصدیقون والشھداء خبر ثالث ہے اور یہ سارا جملہ خبر ثانی ہے اور پہلی خبر (ان المصدقین والمصدقت) کے ساتھ خبر ہے ھم ضمیر فاصل ہے اور جو اس کے بعد ہے خبر ثانی ہے اور ارشاد باری عند ربھم اس سے قبل سے متعلق ہے۔ بطور ثبوت کے جو کہ اس جملہ کا اقتضاء ہے۔

ای اولئک عند ربھم عزوجل وفی حکمہ وعلمہ سبحانہ ھم الصدیقون والشھداء

یعنی یہی لوگ اپنے رب ذوالجلال کے ہاں اس کی منشاء، حکمت میں اور علم میں کامل سچے اور شہداء ہیں اور مراد یہ ہے کہ حکمت و منشیت الٰہی کے بموجب یہی لوگ بلند مرتبہ اور عالی منزلت اور مشہور صدیقین اور شہداء کی مانند ہیں اور وہی لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق حق سبقت لی اور اس میں راسخ رہے اور اللہ کے راستے میں گواہی دی یا شہادت سے سرفراز ہوئے اور اس کے ساتھ موسوم ہوئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا شہید ہے کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے اس کے لئے جنت کی گواہی دی اور ایک قول ہے کہ شہید زندہ ہے اور وہ ہرگز نہ مرے گا اور وہ گواہ ہوگا یعنی موجود ہوگا اور ایک قول ہے کہ ملائکہ رحمت اسکی گواہی دیں گے۔

ایک قول ہے کہ روز حشر امتوں پر گواہ ہوں گے اور بعض نے اس آخری قول کے پیش نظر شہدا سے انبیاء مراد لیا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ گواہی دے گا بطور کرامت کے یا اعزاز کے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عطا فرمایا۔

اس آیت کی رو سے ہر مومن کو صدیق و شہید کہا جا سکتا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ اولئک اور ھم کے درمیان جو ضمیر فاصل ہے وہ حصر کی مقتضی ہے اور اس تقدیر پر صرف اصحاب نبی ہی صدیق ہیں تاہم صدیق کا مفہوم خصوصی اس سے الگ ہے واللہ اعلم

(لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ) ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے

یعنی ان کے خصوصی اجر اور پلصراط پر خصوصی نور ہو گا جو ان کے ساتھ ہو گا۔

(وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخی ہیں

یعنی سبھی ایسے لوگ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور آیات الٰہی کو جھٹلایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اصحب الجحیم کا مطلب ہے لا یفارقو نھا ابداً یعنی کفار و مشرکین منافقین سبھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور دوزخ سے جدا نہ ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الحدید پ ۲۷

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ تعالے کو

آسان ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰىكُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ

اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اسکی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الحدید پ ۲۷

اعلموا۔جان لو	انما۔اسکے سوا نہیں کہ	الحیوۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا کی
لعب۔کھیل	و۔اور	لھو۔تماشہ	و۔اور
زینۃ۔زینت	و۔اور	تفاخر۔فخر ہے	بینکم۔تمہارے درمیان
و۔اور	تکاثر۔زیادتی چاہنا	فی۔بیچ	الاموال۔مال
و۔اور	الاولاد۔اولاد کے	کمثل۔جیسے	غیث۔بارش
اعجب۔پسند آتی ہے	الکفار۔کسانوں کو	نباتہ۔اسکا سبزہ	ثم۔پھر
یہیج۔سوکھتی ہے	فتراہ۔پھر دیکھتا ہے تو	ہ۔اس کو	مصفرا۔زرد
ثم۔پھر	یکون۔ہو جاتی ہے	حطاما۔چورا چورا	و۔اور
فی۔بیچ	الاخرۃ۔آخرت کے	عذاب۔عذاب ہے	شدید۔سخت

و۔اور	مغفرۃ۔بخشش	من اللہ۔اللہ سے	و۔اور
رضوان۔رضامندی	و۔اور	ما۔نہیں ہے	الحیوۃ۔زندگی
الدنیا۔دنیا کی	الا۔مگر	متاع۔سامان	الغرور۔دھوکے کا
سابقوا۔دوڑو	الی۔طرف	مغفرۃ۔بخشش کی طرف	من ربکم۔اپنے رب سے
و۔اور	جنۃ۔جنت کی طرف	عرضہا۔کہ اسکی چوڑائی ہے	کعرض۔جیسے چوڑائی
السماء۔آسمان	و۔اور	الارض۔زمین کی	اعدت۔تیار کی گئی
للذین۔انکے لیے جو	امنوا۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ	و رسلہ۔اور اسکے رسول پر
ذلک۔یہ	فضل۔فضل ہے	اللہ۔اللہ کا	یؤتیہ۔دیتا ہے
من۔جسے	یشاء۔چاہے	و۔اور	اللہ۔اللہ
ذو۔ہے	الفضل۔فضل	العظیم۔عظیم والا	ما۔نہیں
اصاب۔پہنچتی	من مصیبۃ۔کوئی مصیبت		فی۔بیچ
الارض۔زمین کے	و۔اور	لا۔نہ	فی۔بیچ
انفسکم۔تمہاری جانوں کے	الا۔مگر	فی۔بیچ	کتب۔کتاب کے ہے
من قبل۔پہلے	ان۔اس سے کہ	نبرأ۔ہم پیدا کریں	ھا۔اس کو
ان۔بیشک	ذلک۔یہ	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے
یسیر۔آسان ہے	لکیلا۔تاکہ نہ	تاسوا۔غم کھاؤ	علی۔اوپر
ما۔اس کے جو	فاتکم۔فوت ہو جائے تم سے	و۔اور	لا۔نہ
تفرحوا۔اتراؤ	بما۔اس پر	اتکم۔جو دے تم کو	و۔اور
اللہ۔اللہ	لا۔نہیں	یحب۔پسند کرتا	کل۔ہر ایک
مختال۔اترانے والے	فخور۔فخر کرنے والے کو	الذین۔وہ جو	یبخلون۔بخل کرتے ہیں
و۔اور	یامرون۔حکم دیتے ہیں	الناس۔لوگوں کو	بالبخل۔بخل کا
و۔اور	من۔جو	یتول۔منہ پھیرے	فان۔تو بیشک
اللہ۔اللہ	ھو۔وہ ہے	الغنی۔غنی	الحمید۔تعریف کیا گیا
لقد۔بیشک	ارسلنا۔بھیجا ہم نے	رسلنا۔اپنے رسولوں کو	بالبینت۔کھلے دلائل دیکر
و۔اور	انزلنا۔اتاری ہم نے	معہم۔انکے ساتھ	الکتب۔کتاب

و۔ اور	المیزان۔ ترازو	لیقوم۔ تاکہ قائم ہوں	الناس۔ لوگ
بالقسط۔ انصاف پر	و۔ اور	انزلنا۔ اتارا ہم نے	الحدید۔ لوہا
فیہ۔ اس میں	باس۔ آنچ ہے	شدید۔ سخت	و۔ اور
منافع۔ فائدے ہیں	للناس۔ لوگوں کے لیے	و۔ اور	لیعلم۔ تاکہ دیکھے
اللہ۔ اللہ	من۔ کون	ینصرہ۔ مدد کرتا ہے	ہ۔ اس کی
و۔ اور	رسلہ۔ اسکے رسولوں کی	بالغیب۔ بن دیکھے	ان۔ بیشک اللہ
اللہ۔ اللہ	قوی۔ طاقتور ہے	عزیز۔ غالب	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحدید رکوع سوم پ ۲۷

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ	کھیل کود اور آرائش اور تمہارا
وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ	آپس میں بڑائی مارنا اور مال
وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ	اولاد میں ایک دوسرے پر
وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ	دوسرے پر زیادتی چاہنا۔
اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ	اس مینہ کی طرح جس نے اگایا
ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ	سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا
مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ	کہ تو اسے زرد دیکھے پھر چورا چورا
حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ	ہوگیا۔ اور آخرت
عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ	میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ط	طرف بخشش اور اس کی رضا
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا	اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دھوکے کا مال

(اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ) جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل۔ دونوں گروہوں (مومنین و منافقین و کفار) کے آخرت میں حال کو بیان کرنے کے

بعد دنیا کی زندگانی کی اصل کھولی گئی ہے۔ جس پر کہ فریق ثانی (منافقین وکفار) مطمئن ہیں اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حیات دنیوی معمولی اشیا سے ہے۔ اور اس ذلیل شئ کی طرف اہل عقل وبصیرت مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے ساتھ سکون قرار پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کھیل تماشا ہے اور اس میں سوائے تھکن و مشقت کے کوئی پھل نہیں۔

لاثمرة فیها الا التعب

اور لعب کے معنی کھیل کے یا عبث کام کے ہیں۔

(وَلَهْوٌ) اور کود

تشغل الانسان عما یعنیه ویهمه ۔ آدمی کا ایسے امور میں مشغول ہونا جس میں وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو یا محض دل کا بہلانا ہو۔

(وَزِيْنَةٌ) اور آرائش۔

لایحصل منها شرف ذاتی کالملابس الحسنة والمراکب الهبیة والمنازل الرفیعة۔

جس سے شرف ذاتی کا کچھ حصول نہ ہو جیسے عمدہ قیمتی خوبصورت پوشاکیں اور بیش قیمت سواریاں اور بلند وبالا عمارتیں۔

(وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ)

اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال، اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا۔

(تفاخر) بالانساب والعظام البالیة

(تکاثر) بالعدد والعدد

خاندان، اور قوت ودولت اور کثرت پر کثرت (زیادتی پر زیادتی) مال اور اولاد دونوں میں زیادتی کی خواہش وممبوک یعنی ان امور کی طلب اور ان پر فخر ومباہات السلمی نے وتفاخر بینکم کو اضافت سے پڑھا ہے یعنی تفاخر بینکم بے جا تفاخر ہے جس کی اصلیت کچھ نہیں اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اسکی کوئی حیثیت

ہے جبکہ اللہ کے نزدیک بڑائی کا مدار تقویٰ ہے ۔

(كَمَثَلِ غَيْثٍ) اس مینہ کی طرح

(مَطَرٍ، بارش یعنی بارش کی طرح ، ک تشبیہ و تمثیل کے لئے جو اشارہ ہے

کہ یہ جلد زوال پذیر ہونے والی ہے اور ختم جانے والی ہے ۔

(اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ، کسانوں کو بھایا جس کا اگایا ہوا سبزہ ۔

ای راقهم و المراد بالکفار اما الحارث یعنی بونے والے یا کاشت

کرنیوالے اور کفار سے مراد کسان بھی ہے ۔

ای النبات الحاصل به

یعنی جو نباتات حاصل ہو ۔

کفار کی وجہ تخصیص غالباً اس لئے ہے کہ وہ زینت دنیا میں مستغرق اور گم ہوتا ہے جبکہ مومن

دنیا کے خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے عجائب قدرت کو دیکھ اس کی عظمت و بڑائی

میں مشغول ہو جاتا ہے ۔

(ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا)

پھر سوکھا کر تو اسے زرد دیکھے پھر ریزہ ریزہ ہو گیا ۔

(ثم يهيج) ای يجف بعد خضرته و نضارته یعنی سبزہ و تر و تازہ

ہونے کے بعد خشک ہو گیا (فتراه مصفرا) بعد ما رايته ناخرا مونقا

اس کے سرسبز و شاداب دیکھنے کے بعد زرد ہونا (ثم يكون حطاما)

هشيما متكسرا من اليبس خشک ہو جانے کے بعد ریزہ ریزہ

ٹکڑے ٹکڑے) ہو جائے ۔ یہ مثال کا بیان ہے اور دنیا کی زندگی یہی کچھ ہے دنیا کا طلبگار

اس کے ظاہری حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اسی میں مستغرق ہو کر اسی سے

نہ صرف امیدیں وابستہ کر لیتا ہے بلکہ اسی پر انحصار کر لیتا ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا

یہاں تک کہ زندگی فنا ہو جاتی ہے ۔ جبکہ مومن فکر آخرت میں مشغول ہوتا ہے اور دنیا کی رغبت میں

آخرت سے بے پرواہ نہیں ہوتا ۔

(وفی الاخرۃ عذاب شدید) اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ یہ کفار کے لئے ہے کہ وہ آخرت کے منکر اور اس سے لاپرواہ تھے اور لہو لعب ہی میں مشغول و منہمک رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ لہذا وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(ومغفرۃ من اللہ ورضوان) اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا۔

عذاب شدید جو آخرت میں کافروں کے لئے ہو گا اس کے مقابلے میں مومنین پر رحمت عظیمہ اور کامل خیر و کامرانی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مومنوں کو جنہوں نے آخرت کو مقدم رکھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی اور اسباب دنیوی سے آخرت ہی کی بھلائی کے لیے کوشاں رہے۔ تو ان کے لئے بخشش ہے اور اس کی رضا ہے یعنی جنت ہے۔

(وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

لمن اطمان بها ولم يجعلها ذريعة الاخرة ومطية لنعيمها روى عن سعيد بن جبير الدنيا متاع الغرور ان الهتك عن طلب الاخرة فاما اذا دعتك الى طلب رضوان الله تعالى وطلب الآخرة فنعم المتاع ونعم الوسيلة۔

یہ اس کے لئے ہے جو دنیا کی زندگی پر ہی ریجھ جائے اور مطمئن ہو جائے اور آخرت اور اس کے انعامات کے حصول کے لئے اسے (دنیا) ذریعہ نہ بنائے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا فریب کا مال ہے اگر تجھے طلب آخرت سے لاپرواہ رکھے یا روک دے اور اگر تجھے رضاء الٰہی کے حصول اور آخرت کی طلب کے لئے دعوت دے (بلائے) تو بہترین مال اور کیا ہی خوب وسیلہ ذریعہ نجات ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش

مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۔

اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(سَابِقُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ) بڑھ کر چلو بخشش کی طرف اپنے رب کی ۔

ای سارعوا مسارعة السابقين لاقرانهم في المضمار الى اسباب مغفرة عظيمة كائنة

میدانوں میں باہم ملکر ساتھیوں کے ساتھ بڑھ کر چلنے والوں کی طرح تیزی کے ساتھ بڑی بخشش کی طرف بڑھو جو ہونیوالی ہے ایک قول ہے کہ اطاعت الٰہی کے ساتھ بخشش کی طرف بڑھو اطاعت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ دولت ایمان کے ساتھ رحمت بخشش کی مکمل امید ہو اور عذاب الٰہی کا خوف بھی طاری ہو اور نیک کاموں کی سعی بھی ہو اور رضا الٰہی مقصود ہو۔ یہ کلام بطور استعارہ یا مجاز مرسل ہے ۔ اور ایک قول ہے ۔

المراد سابقوا ملك الموت قبل ان يقطعكم بالموت عن الاعمال الموصلة لما ذكر وقيل : سابقوا ابليس قبل ان يصدكم بغروره وخداعه عن ذلك وهو كما ترى والمراد بتلك الاسباب الاعمال الصالحة عن اختلاف انواعها وعن على كرم الله تعالى وجهه انه قال في الآية : كن اول داخل المسجد واخر خارج وقال عبد الله: كونوا في اول صف القتال وقال انس : اشهدوا

تكبيرة الاحرام مع الامام وكل ذلك من باب التمثيل

مراد یہ ہے کہ بڑھ کر چلو پیشتر اس کے کہ فرشتہ موت موت کے ساتھ تمہیں ان اعمال صالحہ سے منقطع کر دے جو اسباب بخشش سے ہیں یا مغفرت سے ملانیوالے ہیں جیساکہ بیان ہوا اور کہا گیا ہے کہ تیزی سے بڑھو قبل اس کے شیطان تمہیں اپنے فریب اور دھوکے سے مغفرت ربانی سے روک دے یا اس میں حائل ہو جائے ۔ اور وہ ظاہر ہے جیساکہ دیکھا جاتا ہے ۔ اور ان اسباب سے مراد مختلف انواع کے اختلاف سے قطع نظر نیک اعمال ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے ہو جاؤ اور عبداللہ کا قول ہے کہ تم مجاہدین کی پہلی صف میں رہو اور انس نے کہا کہ تم امام کے ساتھ احرام کی تکبیرات کے ساتھ تکبیر کہو (شہادت دو) اور یہ سارا تمثیل ہی کے باب سے ہے

(وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ

وقيل المراد بالعرض البسطة

اور ایک قول ہے کہ عرض (چوڑائی) سے مراد وسعت و کشادگی ہے ظاہر ہے جب عرض اتنا ہے تو طول جو عرض کی نسبت بڑا اور زیادہ ہوتا ہے ۔ وہ کس قدر ہوگا ۔

(أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ) تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے ۔

أي هيئت لهم واستدل بذلك على ان الجنة موجودة الان لقوله تعالى

(اعدت) بصيغة الماضي والتاويل خلاف الظاهر

یعنی ان کے لئے بنائی گئی ہے اور اس سے استدلال ہوتا ہے کہ جنت موجود ہے اور پھر قول باری (اُعِدَّتْ) ماضی کے صیغہ کے ساتھ ہے اور تاویل ظاہر کے خلاف

ہے۔ (لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ) سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان باللہ
ایمان بالرسل کے بغیر کافی نہیں اور نہ ہی قابل قبول ہے۔
رسول کا انکار خواہ ایک ہی کا ہو یا متعدد کا بالکلیہ کفر ہے اور اس کفر کے ساتھ اگر اللہ
پر ایمان بھی ہو تو جب بھی کافر ہی ٹھہریگا واو رسولہ پر عطف ہے اور اس سے مستفاد ہے
کہ معطوف معطوف الیہ کے تابع ہوتا ہے۔ تو واضح ہوا کہ رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا
انکار ہے چونکہ اس آیت میں جنت کے لئے صرف ایمان کا ذکر ہوا ہے جیسا کہ للذین
امنوا سے ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف ایمان جنت کے لئے کافی ہے۔
(ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ) یہ اللہ کا فضل ہے جسے
چاہے دے۔
(ذٰلِکَ) یہ۔ ای الذی وعد من المغفرۃ والجنۃ
یعنی وہ جس کا وعدہ کیا گیا بخشش سے اور جنت کا
(فضل اللہ) اللہ کا فضل۔ عطاؤہ الغیر الواجب علیہ۔ اس کی عطا و
نوازش ہے۔ جو اس پر واجب نہ تھی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی
امر واجب نہیں اور بخشش وجنت کا اس نے وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے
کے خلاف نہیں فرماتے فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء تو جسے چاہے
عذاب فرمائے اس پر لازم نہیں کہ کسی کو ضرور بخشے اور یونہی کسی کو عذاب دے بلکہ
بخشش وجنت اس کی عطا و مہربانی فضل وکرم ہے اور جنت میں داخلہ اللہ کے فضل و
رحمت سے ہوگا۔
اور احادیث میں اس کی صراحت ہے۔
(وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
یہ پچھلے ٹکڑے کی توثیق ہے۔
فلا یبعد منہ عزوجل التفضل بذلک علی من یشاء

تو اللہ کریم کے فضل سے بعید نہیں جسے چاہے گا اسے فضل و رحمت کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اسے کچھ پرواہ نہیں اور وہ انتہائی فضل و رحمت والا ہے بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس اعمال صالحہ دوزخ سے نہ بچائیں گے عرض کیا گیا آپ کو بھی ارشاد فرمایا مجھے بھی نہیں بجز اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل و رحمت سے چھپا لے۔ سارا مدار اللہ کے فضل و رحمت پر ہے اور اسی کے فضل پر بھروسہ اور امید رحمت لازم ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ	نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں
فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ	اور نہ تمہاری جانوں میں
اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ	مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل
مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا	اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ	بے شک یہ اللہ کو آسان
یَسِیْرٌ ۔	ہے

(مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ) نہیں پہنچتی کوئی مصیبت۔

ای نائبة ای نائبة

یعنی کوئی حادثہ یا مصیبت خواہ کیسی ہو یا کوئی سی ہو۔

(فِی الْاَرْضِ) زمین میں

کجدب وعاهة فی الزرع والثمار وزلزلة وغيرها۔

جیسے امساک باراں (بارش کا نہ ہونا) یا قحط اور فصلوں کی تباہی اور پھلوں میں پیداوار کی کمی اور زلزلہ وغیرہ

(وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ) اور نہ تمہاری جانوں میں۔

کمرض وآفة کالجرح والکسر

جیسے بیماریاں اور آفات جیسے زخم اور اعضاء کی ٹوٹ پھوٹ یا شکست و عاجزی۔

(اِلَّا فِیۡ کِتَابٍ) مگر وہ ایک کتاب میں۔

ای الا مکتوبۃ مثبتۃ فی اللوح المحفوظ وقیل فی علم اللہ عزوجل

یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی موجود (درج) ہے اور ایک قول ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی سے ہے

(مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا) قبل اس کے کہ ہمیں پیدا کریں۔

ای نخلقها یعنی ہم اسے پیدا کریں یعنی پیدائش و ظہور سے پہلے ہی وہ مصیبت یا حوادث لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں

یا علم الٰہی میں پہلے ہی سے ہیں ابن عباس قتادہ اور حسن سے مروی ہے ھا کی ضمیر "النفس" کی طرف راجع ہے۔

اور بعض قول ہے کہ "ارض" کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نفوس یا زمین کی تخلیق سے پہلے ہی لوح محفوظ میں درج ہے۔ اور نفوس و زمین کا ذکر بر سبیل محل و مقام ہے۔

(اِنَّ ذٰلِکَ) بے شک یہ

ای اثباتها فی کتاب یعنی امور و حوادث کا لوحِ محفوظ میں ثبت ہونا

(عَلَی اللہِ) اللہ کو لا غیرہ سبحانہٗ

اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں فقط ذات سبحانہٗ و تعالیٰ کو

(یَسِیۡرٌ) آسان

یعنی لوح محفوظ میں لکھنا و ثبت فرمانا آسان ہے اور اللہ تعالیٰ ان امور و حوادث کی کثرت و وقت سے مستغنی ہے اس آیت میں فرقہ قدریہ کا رد ہے جو یہ باطل عقیدہ رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ کو (معاذ اللہ) حوادث کے وقوع سے قبل علم نہیں۔

تِکَیْلَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ
وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ ط
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ
فَخُوْرٍ ۝

اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ
سے جاتے اور خوش نہ ہو اس پر جو
تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی
اترانا یا بڑائی مارنے والا ۔

(لِکَیْلَا تَاسَوْا) اس لئے کہ غم نہ کھاؤ ۔

ای اخبرتاکم بذلک لئلا تحزنوا

یعنی ہم نے تمہیں اس امر کی اس لئے خبر دی ہے تاکہ تمہیں حزن و ملال نہ ہو ۔

(عَلٰی مَا فَاتَکُمْ) اس پر جو ہاتھ سے جائے ۔

من نعم الدنیا یعنی دنیا کی نعمتوں سے جو فوت ہو جائیں، ضائع ہو جائیں یا ہاتھ نہ لگیں یا جاتی رہیں ۔

(وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ) اور خوش ہو اس پر جو تم کو دیا ۔

ای اعطاکم اللہ تعالٰی

یعنی جو تمہیں اللہ نے عطا فرمائیں اس پر نہ اتراؤ، کیونکہ جب تمام امور مقدر ہیں اور اللہ نے اس کی خبر دیدی ہے تو کسی شے کے فوت و ضائع ہونے پر افسوس اور کسی نعمت کے حصول پر اترانا درست نہیں لہٰذا راضی بر رضا رہنا ہی اچھا ہے، زوال نعمت پر صبر اور حصول نعمت پر شکر لازم ہے ۔ البتہ فطری غم یا خوشی ہوتی ہی ہے ۔ اور غم سے مراد وہ حالت ہے کہ اللہ تعالٰی سے شاکی کر دے اور صبر سے روک دے اور بندہ جزع و فزع میں پڑ جائے اور حصول نعمت پر اترانے (فرح) سے مراد وہ خوشی ہے جو بدمست بنا دے اور غرور تکبر کا باعث ہو اور یہی واضح مفہوم ہے

(وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝) اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا

یہ پیچھے ٹکڑے کے ذیل میں ہے اور مطلب ہے

[illegible]

ان الفرح المذموم هو الموجب للبطر والاختیال والمختال المتکبر عن تخیل فضیلة تراٰئت له من نفسه والفخور المباهی فی الاشیاء الخارجة عن المرء کالمال والجاہ

بے شک وہ فرح (خوشی) مذموم ہے جو اترانے اکڑنے یا ناشکری اور دھوکے بازی کی موجب ہو اور مختال سے مراد تکبر کرنے والا ہے کہ وہ اپنے آپ میں بڑی فضیلت کا گمان رکھتا ہے اور فخور سے مراد کسی آدمی کا مال وعزت جیسی خارجی اشیاء میں شیخی بگھارنا یا اکڑ فوں دکھانا ہے چونکہ یہ دونوں امور مذموم اور ناپسندیدہ ہیں۔ لہٰذا اللہ کریم ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتے۔

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝

وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

(الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ) وہ جو آپ بخل کریں اور دوسروں سے بخل کو کہیں۔

یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی تقدیر یعرضون عن الانفاق ہے یعنی وہ لوگ جو راہ خدا اور امور خیر میں مال خرچ نہ کریں اور دوسروں کو بھی اسی چلن وروش اپنانے کو کہیں اکثر مفسرین کے نزدیک بخل کے معنی واجب کا ادا نہ کرنا یا زکوٰۃ کا نہ ادا کرنا ہے بخل بہت بری خصلت ہے ترمذی شریف میں ہے کہ بخل اور بد خلقی دو ایسی باتیں ہیں جو ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں۔

بعض کا قول ہے کہ یامرون بالبخل سے مراد یہود کا علامات نبوت اور حضور علیہ السلام کے اوصاف کا چھپانا ہے۔ پچھلی کتب میں مذکور ہیں یعنی قبول حق میں بخل کرنا ہے اور دوسروں کو روکنا ہے۔ واللہ اعلم

(وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ، اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ

ہی بے نیاز ہے سزاوار حمد۔

فان معناہ ومن یعرض عن الانفاق فان اللہ سبحانہ غنی وعن انفاقہ محمود فی ذاتہ لا یضرہ الاعراض عن شکرہ بالتقرب الیہ بشیٔ من نعمہ جل جلالہ

تو اس کا معنی ہے جو کوئی راہِ خدا میں خرچ کرنے سے روگردانی کرے یا منہ موڑے تو اس کے راہ خدا میں نہ خرچ کرنے سے اللہ بے نیاز ہے اور وہ بالذات محمود (قابل تعریف لائق حمد) ہے۔

اور کسی نعمت پر شکر جو تقرب الٰہیہ کا باعث ہے ادا نہ کرنا اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا کوئی اسکی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے بالذات لائق و قابلِ حمد ہے۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ	بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو
وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ	دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے
لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ	ساتھ کتاب اور عدل کی تراز واتاری
وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ	کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے
شَدِيۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ	لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے
لِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ وَ	فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس
رُسُلَهٗ بِالۡغَيۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولو
قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ۞	کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا
	غالب ہے۔

(لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا) بے شک ہم بھیجا اپنے رسولوں کو۔

ای من بنی آدم کما ھو ظاھر

یعنی اولاد آدم میں سے جیسا کہ ظاہر ہے ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجا اور رسولوں کو امتوں کی طرف مبعوث کیا۔

(بِالۡبَیِّنٰتِ) دلیلوں کے ساتھ

ای الحجج والمعجزات یعنی دلائل وبراہین اور معجزات کے ساتھ

(وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ) اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

ای جنس الکتاب الشامل للکل

یعنی جنس کتاب جو سبھی کو شامل ہے اور ایک قول ہے کہ نزول کتاب کو انبیاء رسل کے ساتھ باہم اکھٹے رکھا یعنی ہر رسول کے ساتھ اس کے دور میں نزول کتاب یا اس کے احکام وشرائع کو یکجا و ہمراہ رکھا اور کتاب کو اس لیے اتارا کہ احکام و شرائع کو بیان کرنے والی ہو۔

(وَالْمِيزَانَ) اور عدل کی ترازو۔

الآلہ المعروفۃ بین الناس

ابن زید وغیرہ کا قول ہے کہ میزان سے مراد لوگوں میں مشہور و معلوم ترازو ہے اور لوگوں کو اس سے وزن کرنے (تولنے) کا حکم دیا جبکہ کثیر علماء کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عدل ہے یا انصاف کا حکم ہے تاکہ لوگوں کے باہمی حقوق میں زیادتی و نا انصافی نہ ہو۔

(لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

علت لانزل الکتاب والمیزان والقیام بالقسط ای بالعدل

یہ نزول کتاب اور نزول میزان کی علت ہے۔ کہ اور قیام بالقسط سے مراد عدل ہے تاکہ معاشی اور امور معاد میں انصاف ہو ایک قول ہے معاشی امور میں میزان نے اور امور معاد میں کتاب سے انصاف کا حکم ہو لوگوں کے باہمی حقوق متاثر نہ ہوں برابری قائم رہے اور توازن مکدر نہ ہو۔

(وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ) اور ہم نے لوہا اتارا

قال الحسن : ای خلقناہ حسن نے کہا یعنی ہم نے اسے پیدا کیا انزلنا کا معنی خلقنا ہے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ لوہے، آگ، پانی اور نمک۔

(فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) اس میں سخت طاقت اور لوگوں کے فائدے

(فیہ باس) ای عذاب یعنی قوب۔ باس کے معنی بہادری خوف اور ہرج کے بھی ہے (شدید) لان آلات الحرب تتخذ منہ کیونکہ اس سے جنگی ہتھیار بنائے جاتے ہیں اس میں کتاب اور میزان کی احتیاج کے طور پر اشارہ بھی ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو تلوار سے احکام کتاب کا نفاذ غلبہ و بالادستی اور میزان العدل کا قیام ہو کیونکہ ظلم و تعدی نفوس کی عادت و طبیعت ہے یعنی انسانی نفوس کا مزاج اکثر ایسا ہی ہے۔

(وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) ای فی معایشھم ومصالحھم اذ مامن صنعۃ الاوالحدید یعنی لوگوں کے معاشی معاملات اور بھلائی کے امور اسی سے ہی وابستہ ہیں اور کوئی صنعت ایسی نہیں جس میں لوہے کا عمل دخل نہ ہو

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اور اس لئے کہ اللہ دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

من ینصرہ ورسلہ باستعمال آلات الحرب من الحدید فی مجاھدۃ اعدائہ غائبین منہ

یعنی کون ایمان بالغیب لاکر لوہے کے جنگی ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یعنی اللہ کے دین کی کون مدد کرتا ہے

(إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ) بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

اللہ کریم کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور مدد کا حکم اس لئے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اطاعت امر کا نفع ہو اور رضائے الٰہی کا حصول ہو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ الحدید پ ۲۷

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ٥

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ۣابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں تم چلو اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حل لغات رکوع چہارم سورۃ الحدید پ ۲۷

و۔ اور	لقد۔ بیشک	ارسلنا۔ بھیجا ہم نے	نوحا۔ نوح کو
و۔ اور	ابراھیم۔ ابراہیم کو	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے
فی۔ بیچ	ذریتھما۔ انکی اولاد کے	النبوۃ۔ نبوت	و۔ اور

الکتب۔ کتاب	فمنہم۔ تو کچھ ان میں سے	مھتد۔ ہدایت والے ہیں	و۔ اور
کثیر۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے	فسقون۔ فاسق ہیں	ثم۔ پھر
قفینا۔ پیچھے بھیجے ہم نے	علی۔ اوپر	اثار۔ نشانوں	ھم۔ ان کے کے
برسلنا۔ اپنے رسول	و۔ اور	قفینا۔ پیچھے بھیجا ہم نے	بعیسی۔ عیسی
بن۔ بیٹا	مریم۔ مریم کا	و۔ اور	اتینہ۔ دی ہم نے اس کو
الانجیل۔ انجیل	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے	فی۔ بیچ
قلوب۔ دلوں	الذین۔ ان لوگوں کے کہ	اتبعو۔ پیروی کی	ہ۔ اس کی *
رأفۃ۔ نرمی	و۔ اور	رحمۃ۔ رحمت	و۔ اور
رھبانیۃ۔ رہبانیت	ابتدعو۔ خود بنایا انہوں نے	ھا۔ اس کو	ما۔ نہ
کتبنھا۔ لکھا ہم نے اس کو	علیہم۔ ان پر	الا۔ مگر	ابتغاء۔ واسطے چاہنے
رضوان۔ رضامندی	اللہ۔ اللہ کی	فما۔ پھر نہ	رعو۔ رعایت کی
ھا۔ اس کی	حق۔ حق	رعایتھا۔ اسکی رعایت کا	فاتینا۔ تو دیا ہم نے
الذین۔ ان کو جو	امنوا۔ ایمان لائے	منہم۔ ان میں سے	اجر۔ اجر
ھم۔ ان کا	و۔ اور	کثیر۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے
فسقون۔ فاسق ہیں	یا۔ اے	ایھا۔ وہ	الذین۔ لوگو جو
امنو۔ ایمان لائے ہو	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور
امنوا۔ ایمان لاؤ	برسولہ۔ اسکے رسول پر	یوتکم۔ دیگا تم کو	کفلین۔ دو حصے
من رحمتہ۔ اپنی رحمت کے		و۔ اور	یجعل۔ بنائے گا
لکم۔ تمہارے لیے	نورا۔ نور	تمشون۔ چلوگے تم	بہ۔ اسکے ساتھ
و۔ اور	یغفر۔ بخشے گا	لکم۔ تم کو	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	لئلا۔ تاکہ
یعلم۔ جان لیں	اھل۔ اہل	الکتب۔ کتاب	الا۔ کہ وہ نہیں
یقدرون۔ اختیار رکھتے	علی۔ اوپر	شئ۔ کسی چیز کے	من فضل۔ فضل
اللہ۔ خداوندی سے	و۔ اور	ان۔ بیشک	الفضل۔ فضل
بید۔ ہاتھ میں	اللہ۔ اللہ کے ہے	یؤتیہ۔ دیتا ہے	من۔ جسے

یشاء۔چاہے و۔اور اللہ۔اللہ ذوالفضل فضل

العظیم۔بڑے والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع چہارم ۲۷

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝	اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں ۔

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ) اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا۔

پچھلی آیت میں اختصار سے ذکر ہوا تھا لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا اب تفصیلی ذکر ہے یعنی بلاشبہ ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا، نبی آدم میں ان دونوں پیغمبروں کو اہم ترین مقام حاصل ہے ، نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسولوں میں سے اول تھے جو مبعوث کیے گئے طوفان کے بعد ان ہی کی اولاد بکثرت بڑھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی اولاد سے تھے اور دوسرے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسول تھے ان دونوں رسولوں کو بہت زیادہ شرف و فضیلت حاصل ہے اور یہ دوسرے انبیاء ورسل کے پیش رو ہیں۔

(وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ) اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی ۔

یعنی ہم نے ان میں سے نبی بنائے اور ان کی طرف کتاب وحی کی یعنی تورات زبور انجیل اور قرآن، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آلِ ابراہیم سے ہیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ نبوت وکتاب کو ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں مختص کردیا۔
(فَمِنْهُمْ) تو ان میں
ای من الذریۃ یعنی اولاد میں سے یا نسل میں سے (دونوں پیغمبروں کی اولاد میں سے) کوئی
(مُّهْتَدٍ) راہ پر آیا
یعنی نوح و ابراہیم میں سے جن لوگوں کیطرف رسول بھیجے گئے ان میں سے کوئی سیدھی راہ کو قبول کرنیوالا ہوا یا انہوں نے ایمان لاکر صراط مستقیم کی پیروی کی
(وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ) اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔
خارجون عن الطریق المستقیم
یعنی ان میں سے اکثر سیدھی راہ کو چھوڑنے والے تھے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۵ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ط وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ج فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۵

پھر ان کے پیچھے ہم نے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کیلئے پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

(ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا) پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے۔

ای ارسلنا بعدھم رسولا بعد رسول

یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور ان رسولوں کے بعد جو ان دونوں کی قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔

واصل التقفیۃ جعل الشئ خلف القفاء اور تقفیہ کی اصل یہ ہے کہ کسی شئے کا کسی کے پیچھے پیچھے ہونا اور آثارھم میں ضمیر نوح وابراہیم علیہما السلام کی طرف راجع ہے یعنی ان دونوں بزرگوں اور ان دونوں کی قوموں کی طرف یا ان کے ہمراہ بھیجے گئے رسولوں کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم کے عہد کریم تک جو رسول بھیجے گئے وہ پے در پے تشریف لائے۔

(وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ) اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

جعلناہ بعدای ارسلنا رسولا بعد رسول حتیٰ انتھی الارسال الی عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام

یعنی رسولوں کے بعد رسول بھیجتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بن مریم کو رسول بنا کر بھیجا۔

(وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ) اور اسے انجیل عطا فرمائی۔

وزعم بعض ان لفظ الانجیل عربی من نجلت بمعنی استخراج الاحکام منتہ۔ اور بعض اہل علم کا گمان ہے کہ لفظ "انجیل" عربی زبان میں نجلت بمعنی استخرجت سے ہے یعنی باہر نکالنا یا استنباط کرنا کیونکہ انجیل سے احکام مستنبط ہوتے تھے۔ یان اوحیناہ الیہ یعنی ہم نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کیا تاہم وہ انجیل نہیں جو آج کل نصاریٰ کے پاس ہے جو من گھڑت قصوں پر مشتمل ہے یہ اصل منزل انجیل کا بیان ہے جو محفوظ نہ رہی اور نصاریٰ نے اس میں تحریف کر دی۔

(وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً)
اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی ۔
ای خلقنا اور صیرنا یعنی ہم نے پیدا کی یا بنا دی ۔
ای جعلنا ذلك في قلوبهم فهم يراف بعضهم
ببعض و يرحم بعضهم بعضاً
یعنی ہم نے ان کے دلوں میں یہ بات پیدا کی (ڈالی) کہ ان میں سے بعض بعض کیساتھ محبت (نرمی) اور شفقت کا رویہ رکھتے رافت کا مشہور معنی رحمت ہی ہے لیکن بعض افاضل علماء کا قول ہے کہ جب رافت و رحمت اکٹھے بولے جائیں تو اس سے مراد شر و فساد کو دور کرنا اور مٹانا ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے برائی نہ چاہتے اور باہمی مفاسد کا قلع قمع کرتے یہ جذبہ ان کے دلوں میں ودیعت فرمایا گیا ۔
(وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا) اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ۔

الرهبانية من أفعال العباد لانها المبالغة في العبادة بالرياضة والانقطاع عن الناس

رہبانیت بندوں کے افعال سے ہے ۔ جیسے انتہائی عبادت و ریاضت اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ۔
ایک قول ہے موٹے کپڑے پہننا روزوں کی کثرت اور تجرد کی زندگی اور مباح امور کو بھی چھوڑ دینا ، یہ طریقہ انہوں نے خود نکالا اور اللہ نے انہیں اس کا مکلف نہ کیا تھا ۔ عطف (و) سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ رہبانیت بھی رافت و رحمت کیطرح ان کے دل میں ڈالی گئی تو جاننا چاہیے کہ رہبانیت اعمال بدنی کے معنوں میں ہے اور وہ رافت و رحمت کی طرح کیونکر دل میں پیدا ہو سکتی ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے ان کا قلبی میلان ایسا کر دیا تاہم رہبانیت کے امور انہوں نے خود ایجاد کر لیے تو بعض کے نزدیک یہ قول مکروہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ رہبانیت کی روح رضائے الٰہی کا حصول تھی اور یہی وہ بات تھی جو ان پر لازم تھی

مگر انہوں نے بہت ہی مشقتیں بڑھالیں جیسے تجرد کی زندگی لوگوں سے نہ ملنا جلنا پیہم روزے رکھنا، مشقت عبادات، صوامع بنانا اور غاروں میں تنہا رہنا ادنی کھانا کھانا اور بہت ہی کم کھانا وغیرہ

(مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ) ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ طریقہ انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کیا۔

(ماکتبنا) جملہ مستانفہ ہے اور (الا) استثناء منقطع ہے۔

ای ما فرضناها نحن علیهم رأسا ولکن ابتدعوها والزموا انفسهم بها ابتغاء رضوان الله تعالى

یعنی دراصل اسے رہبانیت ہم نے ان پر لازم نہیں ٹھہرایا تھا ہاں انہوں نے خود اسے اختراع کر لیا اور اپنے نفوس کو اس کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کیلئے پابند بنالیا اگر استثناء (الا) کو متصل لیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ رضائے الٰہی کا حصول تو فرض تھا اور اس کے سوا ان پر کچھ ضروری نہ تھا مگر انہوں نے خود اختراع کر لیا اس میں بدعت حسنہ کا کا جواز ہے اور امور خیر کو بدعت کی آڑ میں منع کرنا قرآن کے منافی ہے حدیث شریف میں ہے

ماراٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔ اور بعض بدعات حسنہ واجب اور بعض مندوب ہیں۔ جیسے ملاحدہ کے رد میں متکلمین کے دلائل کا علم و تعلیم اور مدارس و دینی کتب کا تصنیف کرنا وغیرہ ۔

ای ما حافظوا علیها حق المحافظة

یعنی انہوں نے اس پر محافظت نہ کی جس طرح کہ حق تھا نفی عموم سلب کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے

فما رعاها کلھم بل بعضھم سب نے نہیں بلکہ ان میں سے بعض نے رعایت رکھی اور اس کے تقاضے جو انہوں نے مخترع کئے تھے اس پر اکثر قائم و پابند نہ رہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ ریاکار ہوگئے اور تثلیث کے قائل ہوں گے۔ اپنے راہبوں اور احبار کو اللہ و رب ٹھہرالیا اور یوں راہ صواب و حق سے ہٹ کر کفر و شرک میں پڑ گئے۔

(فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ) تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا۔

الذین امنوا ایمانا صحیحا وھو لمن ادرك وقت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الایمان بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ای فاتینا الذین امنوا منھم ایمانا صحیحا بعد رعایۃ رھبانیتھم

وہ لوگ جو صحیح ایمان لائے اور صحت ایمان یہ ہے کہ جنہوں نے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پایا اور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یعنی ان میں سے جو اپنی رہبانیت کی رعائت رکھتے ہوئے دین پر قائم رہے تو ہم انہیں ان کے ایمان وحسن عمل اور اخلاص کا ثواب عطا فرمائیں گے یہ مخلصین کے ساتھ وعدہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ لوگ دین عیسٰی علیہ السلام پر قائم رہے اور رہبانیت کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کرتے رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور فرماں برداری کی تو ہم ایسے لوگوں کو ان کا اجر و ثواب ضرور عطا فرمائیں گے ظاہر ہے ایسے لوگ بہت کم تھے۔

(وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) اور ان میں بہت سے فاسق ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق نہ کی۔

یعنی وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور آپ کی تصدیق نہ کی یا وہ لوگ جو دین مسیح علیہ السلام سے برگشتہ ہو گئے اور رہبانیت مخترعہ کے حقیقی تقاضوں کو چھوڑ کر تثلیث وغیرہ میں پڑ گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائیگا اور تمہارے لیے نور کر دے

تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

ر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ، اے ایمان والو ، اللہ سے ڈرو

ابو حیان کا قول ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایمان لائے اور اہل کتاب سے یہ خطاب نہیں ہے اور آثار سے اسی کی تائید ہوتی ہے طبرانی نے اوسط میں ابن عباس اور ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے تخریج کی ہے کہ دونوں نے کہا اصحاب نجاشی سے چالیس آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشاہدہ احد میں شرکت کی ان میں سے ہر ایک کو زخم لگے لیکن کوئی شہادت پر فائز نہ ہوا پھر جب انہوں نے اہل ایمان کی عسرت مالی دیکھی تو بارگاہ عالی جناب میں گزارش کی کہ ہم اصحاب ثروت ہیں ہمیں اجازت عطا ہو کہ ہم ان کی مالی مدد کریں تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ

الذين اتينهم الكتب من قبله هم به يومنون
واذا يتلى عليهم قالوا امنا به الحق من ربنا
انا كنا من قبله مسلمين ۔ اولئك يوتون اجرهم
مرتين بما صبروا الخ نازل فرمائیں تو انہوں نے اہل ایمان سے بطور تفاخر کہا کہ ہمارے لئے دوہرا اجر ہے اگر ہم تمہاری کتاب پر ایمان لائیں اور جو ایمان نہ لائے گا اسے اکہرا اجر تو ضرور ملے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے قول ومن لم يومن بكتابكم فله اجر کا جو رکم کی تردید تھی ۔ کشاف میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے يايها الذين اتصفوا بالايمان اے لوگو اپنے آپ کو ایمان سے متصف کرو بعض کا قول ہے کہ یہ نصاریٰ کو خطاب ہے جو عہد نبوی میں موجود تھے جیسا کہ سیاق کلام سے اشارہ ہوتا ہے قتادہ کا قول ہے ۔ کہ اس آیت کے نزول پر ان اہل کتاب کو رشک ہوا جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے اس لیے کہ اہل کتاب میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ان کے لیے دوگنے اجر کا وعدہ ہوا تاہم جمہور کا قول ہے کہ آیت میں خطاب اہل کتاب سے ہے اس کا مطلب یہ ہے اے وہ

لوگو جو موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہو اللہ سے ڈر دا ور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ۔

(اتقوا اللّٰہ) اثبتوا علی تقواہ عزوجل فیما نہاکم عنہ

یعنی جس چیز سے تمہیں پروردگار عزوجل منع فرمایا ہے اس سے بچنے میں ثابت قدم رہو۔

(وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ) اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

واثبتوا علی الایمان برسولہ الذی ارسلہ الیکم وھو محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور پختگی کے ساتھ ایمان لاؤ اس کے رسول پر جسے پروردگار نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ) وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔

(یؤتکم) تمہیں عطا کریگا بسبب ذلک یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے سبب تمہیں عطا کیا جائے گا۔

(کفلین من رحمتہٖ) اپنی رحمت دوگنا۔

قال ابو موسیٰ الاشعری : ضعفین بلسان الحبشۃ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کفلین حبشی بولی میں دو گنے کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے۔ "نصیبین" دو حصے، لغت میں کفل کے معنی حصے اور ضمانت کے بھی ہیں یعنی ان کے لیے دوہرے اجر کی ضمانت (وعدہ) ہے کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم پر بھی ایمان لائے اور راغب کا قول ہے۔

الکفل الحظ الذی فیہ الکفایۃ کانہ تکفل بامرہٖ کفل

سے مراد وہ حصہ یا نصیب ہے جس میں کفائت ہو (شایان شان ہو) جس طرح کہ اس نے اپنے ارشاد کے ساتھ ضمانت دی۔

والقلان هما المرغوب فيهما ۔ اور دو حصے ہوں گے جوان میں مرغوب ہوں

گے جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة

(وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ) اور تمہارے لئے نور کر دیگا جس میں چلو

یوم القیامة وھو النور المذکور فی قولہ تعالیٰ :

(یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم)

قیامت کے روز اور وہ نور ہوگا جس کا ذکر پچھلی آیت یسعیٰ نورھم بین

ایدیھم میں گزرا یعنی پلصراط پر ان کے لئے نور ہوگا ۔

(وَيَغْفِرْ لَكُمْ) اور تمہیں بخشش دے گا ۔

مَا سَلَفَ مِنْكُمْ یعنی تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے گا ۔

(وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

ای مبالغ فی المغفرة والرحمة فلا بدع اذا فعل سبحانه

ما فعل

یعنی انتہائی بخشش و رحمت فرمانیوالا ہے پس تبدیل نہیں ہوتا جو بھی سبحانہ و تعالیٰ نے فرمادیا

یا متعین فرمادیا

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ	یہ اس لئے کہ کتاب والے کافرجان
اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ	جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ
مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ	قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ
الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ	ہے دیتا ہے ۔
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ	جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝	والا ہے

(لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اِلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کو کچھ قابو نہیں ۔

یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی تصدیق نہ کی اور کہتے تھے کہ جو تمہاری کتاب (قرآن حکیم) پر ایمان نہ لائے تو اس کے لئے تمہارے اجر و ثواب کی طرح اکہرا اجر تو ہے، تو وہ جان لیں

انھم لا ینالون شیئاً من فضل اللہ من الاجرین و غیرھا و لا یتمکنون من نیلہ ما لم یؤمنوا بمحمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم و حاصلہ الاعلام بان ایمانھم نبیھم لا ینفعھم شیئاً ما لم یؤمن بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فقولھم من لم یؤمن بکتابکم فلہ اجر باطل

بے شک وہ اللہ کے فضل میں سے، دونوں ثوابوں اور ان دونوں کے علاوہ میں سے کچھ بھی نہ پائیں گے اور نہ ہی اس ثواب میں سے ان کے لئے کچھ ممکن ہو گا۔ جب تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ ان کا اپنے نبی پر ایمان لانا بھی انہیں کچھ نفع بخش (سودمند) نہ ہو گا جب تک سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان کا قول کہ جو تمہاری کتاب پر ایمان نہ لائے گا اس کے لئے اکہرا اجر کہیں نہیں گیا بالکلیہ باطل و مردود ہے، کیونکہ کسی ایک نبی و رسول کا انکار سبھی رسولوں کا انکار ہے اور کھلا کفر ہے لہٰذا سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانے سے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے سے پہلے انبیاء پر جو ایمان تھا وہ بھی زائل ہو گیا کہ تکذیبِ مؤخر نے تصدیق مقدم کو ساقط کر دیا تو اجر و ثواب اور نور کے لئے ایمان لازم ہے جب ایمان مفقود ہو گیا تو اجر و ثواب کیونکر ممکن و متصور ہو سکتا ہے اور یہ انتباہ ہے اہل کتاب کو تاکہ راہِ حق کی طرف رغبت دکھائیں۔ اور فضل کا جو وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے

وہ غیر مبدل ہے۔ لہٰذا اہلکتاب اس زعم میں نہ رہیں کہ وہ اللہ کے محبوب و پسندیدہ ہیں اور اجر و ثواب پر ان کو کوئی اجارہ داری حاصل ہے وہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے اور اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

(وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء) اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے۔

یعنی فضل و مہربانی کا مالک اللہ ہے اور وہ جس کو چاہے دے اور اہل کتاب کے دماغ کہ ہم چہیتے ہیں اور ہمارے لئے یہ کچھ ہے سب باطل ہیں اور رسول کا انکار نفس عذاب وغضب کا مستحق بنا دیتا ہے چہ جائیکہ کفر کے باوجود فضل کے متمنی ہوں۔ خسر الدنیا والاخرۃ ھنالک الکافرون ۰

(وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یعنی وہ اہل ایمان پر انتہائی مہربانی کرنے والا اور نوازنے والا ہے۔

الحمدللہ آج ستائیسواں پارہ ختم ہوا۔ وماتوفیقی الا باللہ العظیم ۲۷، ذیقعد ۱۴۰۹ھ ۲ جولائی ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھائیسواں پارہ

سورۃ المجادلہ

مجادلہ دال کے زبر اور زیر کیساتھ پڑھا گیا ہے لیکن دوسری قرأت یعنی زیر کیساتھ "مجادلہ" معروف ہے اور سورت کا نام قد سمع بھی ہے اور ابّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں اس سورت کا نام "ظِہار" بھی آیا ہے یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے جیساکہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کلبی اور ابن سائب کا قول ہے کہ سوائے آیت کریمہ مایکون من نجوی ثلاثۃ الاھوا بعھم کے باقی سورہ مبارکہ مدنی ہے عطاء سے مروی ہے کہ پہلی دس آیات مدنی ہیں اور باقی مکی ہیں۔

اس سورہ مبارکہ میں ۳ رکوع اور ۲۲ آیات ہیں پچھلی سورۂ مبارکہ سے اس کی مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل کے ذکر کے ساتھ ختم ہوئی اور اس کا افتتاح بھی فضل ہی کیساتھ یعنی اس واقعہ مجادلہ کے ساتھ ہوا جو فضل ہی کی ایک صورت ہے، بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ پچھلی سورت کے مطلع میں اللہ کریم کی صفات جلیلہ بالخصوص اَلظَّاھِرُ اور اَلْبَاطِنُ کا ذکر ہوا در حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ ..... وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تو اس

سورۂ مبارکہ کا افتتاح اس ذکر کے ساتھ فرمایا کہ بے شک اللہ جل و علا نے اس جھگڑنے والی کا قول جو اپنے رب سے شکایت کر رہی تھی سن لیا اور اسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جسے نسائی، ابن ماجہ اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا کہ جب یہ سورت نازل ہوئی۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کا سننا سب آوازوں کو وسیع و شامل ہے (محیط ہے) بلاشبہ جھگڑا کرنیوالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گفتگو کی اور میں گھر کے حصّے میں موجود تھی میں نے پورا نہ سنا جو وہ کہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری بات سن لی اور قد سمع اللہ نازل ہوگئی۔

پارہ ۲۸

سورۃ المجادلہ مدنیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس میں تین رکوع بائیس آیتیں۔ چار سو تہتر کلمات اور ایک ہزار سات سو بانوے حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ المجادلہ پ ۲۸

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

بے شک سن لی اللہ نے اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّـتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے ہیں تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝	بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝	جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کوتک جتا دے گا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مجادلہ پ ۲۸

قَدْ۔ بیشک	سَمِعَ۔ سنی	اللّٰهُ۔ اللہ نے	قَوْلَ۔ بات
الَّتِيْ۔ اس کی	تُجَادِلُكَ۔ جو جھگڑتی تھی آپ سے		فِيْ۔ بیچ
زَوْجِهَا۔ اپنے شوہر کے	وَ۔ اور	تَشْتَكِيْٓ۔ شکوہ کرتی تھی	اِلَى۔ طرف
اللّٰهِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يَسْمَعُ۔ سنتا تھا
تَحَاوُرَ۔ سوال جواب	كُمَا۔ تمہارے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
سَمِيْعٌ۔ سننے والا	بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا ہے	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُظٰهِرُوْنَ۔ اپنی بیبیوں کو
ماں کی جگہ کہہ لیں	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ۔ اپنی عورتوں سے	
مَا۔ نہیں	هُنَّ۔ وہ	اُمَّهٰتِهِمْ۔ انکی مائیں	اِنْ۔ نہیں ہیں
اُمَّهٰتُهُمْ۔ ان کی مائیں	اِلَّا۔ مگر	الّٰۗـِٔيْ۔ وہ جنہوں نے	وَلَدْنَهُمْ۔ ان کو جنا
وَ۔ اور	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	لَيَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	مُنْكَرًا۔ بری

مِّنَ الْقَوْلِ - بات　وَ - اور　زُوْرًا - جھوٹ　وَ - اور
اِنَّ - بیشک　اللّٰہَ - اللہ　لَعَفُوٌّ - معاف کرنے والا　غَفُوْرٌ - بخشنے والا ہے
وَ - اور　الَّذِیْنَ - وہ جو　یُظٰهِرُوْنَ - اپنی بیبیوں کو ماں کی جگہ کہہ لیں
مِنْ نِّسَآئِهِمْ - اپنی عورتوں سے　ثُمَّ - پھر　یَعُوْدُوْنَ - لوٹیں
لِمَا - اسکے لیے جو　قَالُوْا - کہا　فَتَحْرِیْرُ - تو آزاد کرنا ہے　رَقَبَةٍ - ایک غلام کو
مِّنْ قَبْلِ - پہلے　اَنْ - اس سے کہ　یَّتَمَآسَّا - ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں　ذٰلِکُمْ - یہ
تُوْعَظُوْنَ - نصیحت دیے جاتے ہو　بِهٖ - اس کی　وَ - اور　اللّٰہُ - اللہ
بِمَا - اس سے جو　تَعْمَلُوْنَ - تم عمل کرتے ہو　خَبِیْرٌ - خبردار ہے　فَمَنْ - تو جو
لَّمْ - نہ　یَجِدْ - پائے　فَصِیَامُ - تو روزے رکھے　شَهْرَیْنِ - دو مہینے کے
مُتَتَابِعَیْنِ - متواتر　مِنْ قَبْلِ - پہلے　اَنْ - اس سے کہ　یَّتَمَآسَّا - ہاتھ لگائیں ایکدوسرے کو
فَمَنْ - تو جو　لَّمْ - نہ　یَسْتَطِعْ - طاقت رکھے　فَاِطْعَامُ - تو کھانا کھلائیں
ستین - ساٹھ　مسکینا - مسکینوں کو　ذلک - یہ اسلیئے　لتومنوا - کہ تم ایمان رکھو
باللہ - اللہ　و - اور　رسولہ - اسکے رسول پر　و - اور
تلک - یہ　حدود - حدیں ہیں　اللہ - اللہ کی　و - اور
للکفرین - کافروں کے لیے　عذاب - عذاب ہے　الیم - دردناک　ان - بیشک
الذین - وہ جو　یحادون - مخالفت کرتے ہیں　اللہ - اللہ　و - اور
رسولہ - اسکے رسول کی　کبتوا - ذلیل کیے گئے　کما - جیسے کہ　کبت - ذلیل کیے گئے
الذین - وہ　من قبلھم - جو ان سے پہلے تھے　و - اور
قد - بیشک　انزلنا - اتاریں ہم نے　ایت - آیتیں　بینت - روشن
و - اور　للکفرین - کافروں کے لیے　عذاب - عذاب ہے　مھین - ذلیل کرنے والا
یوم - جس دن　یبعثھم - اٹھائیگا انکو　اللہ - اللہ　جمیعا - سب کو
فینبئھم - تو بتائیگا انکو　بما - جو　عملوا - کیا انہوں نے　احصہ - گن رکھا اسکو
اللہ - اللہ نے　و - اور　نسوہ - بھول گئے وہ　ہ - اس کو
و - اور　اللہ - اللہ　علی - اوپر　کل - ہر
شیء - شے کے　شھید - گواہ ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورۃ المجادلہ رکوع اول پ ۲۸

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ	بے شک اللہ نے سنی اس کی بات
تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا	جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں
وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ	بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت
یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ	کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو
اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۔	سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

(قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ) بے شک اللہ نے سنی ،

قد تحقیق یا توقع کے لئے ہے والسماع مجاز عن القبول والاجابۃ اور سنا قبول کرنے اور مدا وا کرنے سے کنایہ ہے یعنی بے شک جو توقع کی گئی تھی اللہ نے پوری کر دی، سمع صفات الٰہیہ میں سے ہے اللہ کریم کا سننا لامتناہی ہے اور وہ سب اصوات و اقوال کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر مخلوق کی تمام آوازوں کلاموں کو خواہ بے صورت ہوں یا باآواز، بلند ہوں یا پست متحد ہوں یا متفرق خفی ہوں یا جلی سب سنتا جانتا دیکھتا ہے عقل و قیاس اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور بندوں کا سننا اللہ کے سننے سے کسی طرح مشابہ نہیں اور اللہ کی صفتیں قدیم باقی غیر حادث ہیں اور اس کی ذات کریم کے ساتھ قائم ہیں۔

(قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا) اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے۔

(قَوْلَ الَّتِیْ) اس کی بات ، یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھی ، اور کہا گیا ہے کہ یہ خولہ بنت خویلد یا خولہ بنت حکیم یا خولہ بنت الصامت یا جمیلہ بنت الصامت تھی ایک قول ہے کہ خویلۃ بنت ثعلبہ تھی تاہم اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ خولہ بنت ثعلبہ بن مالک الخزرجیہ ھو ابیہ تھی یعنی خولہ کی بات

(تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا) تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے ای تسائلك یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار پوچھتی تھی ای تحاورك یا بار بار بات لوٹاتی تھی اور تجادلك میں مجادلہ کے معنی میں قرب کی شدت کا اظہار ہے چونکہ وہ بی بی ظہار کی وجہ سے شدید کرب ودکھ میں مبتلا ہوگئی تو اس کی گفتگو میں شدت کرب کا تکرار نمایاں ہوجاتا، زوجھا سے مراد اوس بن صامت ہیں جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے اور ایک قول ہے کہ وہ سلمہ بن صخر الانصاری تھے لیکن محقق یہی ہے کہ وہ اوس بن صامت تھے۔

(وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ) اور اللہ سے شکائت کرتی ہے۔

واشتکاؤھا الیہ تعالیٰ اظھار بثھا وما انطوت علیہ من الغم والھم وتضرعھا الیہ عزوجل وھو من الشکو۔

اور اللہ سے اس کی شکائت اپنے پراگندہ ہونے اور جو غم والم اس پر ٹوٹ پڑا تھا اس کا اظہار تھا اور بارگاہ رب العزت میں گڑگڑانا تھا اور یہی اس کی شکائت تھی۔

یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی اور اوس بن صامت کی بیوی تھی اوس بوڑھے آدمی تھے اور سخت مزاج تھے ایک روز کسی شے پر غضبناک ہوگئے اور خولہ سے کہا "انت علیّ کظھر امی" کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح پشت کی طرح ہے اور زمانہ جہالت میں ایسا کہنا طلاق تھا۔

اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ اوس یہ کلمہ کہنے کے بعد نادم ہوئے اور اسے بلایا تو خولہ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میرے قریب نہ آؤ جو ہونا تھا وہ ہوگیا یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے میں کوئی حکم دیں یا فیصلہ کریں تو خولہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں یارسول اللہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میں جوان مرغوب تھی پھر جب میری جوانی ختم ہوگئی اور کئی بچے ہوگئے، ماں باپ گزر گئے اور مال ختم ہوگیا۔

تو اوس نے مجھ سے ظہار کر لیا لیکن ظہار کے بعد نادم ہوگیا، بچے چھوٹے ہیں اپنے ساتھ

رکھتی ہوں تو بھوکے مریں گے باپ کے پاس چھوڑتی ہوں تو برباد ہو جائیں گے کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم پھر اکٹھے ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس معاملہ میں کوئی جدید حکم نہیں اور دستور قدیم کے مطابق تو اس کے لئے حرام ہو گئی خولہ نے عرض کیا حضور اوس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے بہت محبوب ہے وہ بار بار عرض کرتی اور جب لسے حسب خواہش جواب نہ ملا تو آسمان کیطرف منہ اٹھاکر کہنے لگی یا اللہ میں تجھ سے اپنی پریشانی، خستہ حالی کی شکائت کرتی ہوں۔ پانے نبی پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرماکہ میری پریشانی، غم و الم ختم ہو وہ ایسا بار بار کہتی حضرت عائشہ نے جو اس وقت خدمت نبوی میں مصروف تھیں خولہ سے کہا جھگڑا چھوڑ دو کیا تو حضور کے روئے انور کو نہیں دیکھ رہی یعنی دیکھ نہیں رہی کہ آپ پر حالت وحی طاری ہے جب حالت وحی ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے شوہر کو بلا، اوس حاضر ہوئے تو آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

(وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔

یسمع صیغہ مضارع ہے اور یہ استمرار سمع پر دلالت کرتا ہے تحاورکما سے مراد المراد ۃ فی الکلام ہے یعنی گفتگو کو بار بار لوٹانا چونکہ وہ بی بی (حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بار بار اپنی پریشانی کا ذکر کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسب خواہش جواب نہ پاتی یہاں تک کہ آپ نے واضح کر دیا کہ میرے پاس اس ضمن میں کوئی جدید حکم نہیں اور جسطرح دستور رہے اس کے مطابق تو وہ اپنے شوہر کے لئے حرام ہو گئی تو وہ مطمئن نہ ہونے کے باوجود بحث سے رک گئی اور اللہ سے اپنی اس حالت کی شکایت کی جس کو سن کر اللہ نے حکم جدید نازل فرمایا اور اس بی بی کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔

(اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ) بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

ای انہٗ تعالیٰ یسمع کل المسموعات ویبصر کل المبصرات علی اتم وجہ و اکملہ

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ بکمال و تمام سب مسموعات (ہر سنی جانے والی باتوں) کو سنتا اور تمام مبصرات (ہر دیکھی جانیوالی اشیاء) کو بکمال و تمام دیکھتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔

جو تم میں اپنی بی بیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں انکی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا۔

(اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ) وہ جو تم میں اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھے ہیں۔

اظہار (لغت میں ظاہر سے مصدر ہے اور وہ "ظاہر" انظہر سے مفاعلہ ہے ظہار کے معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزء شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہے ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اس کے کسی جزء عضو سے تشبیہ دینا جسکی طرف دیکھنا حرام ہے مثلاً کہا اَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ" تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف (آدھا بدن) میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

عہد جاہلیت کے دستور کے موافق ان کلمات سے مراد طلاق تھا یعنی ظہار سے اس عورت کے ساتھ مباشرت حرام سمجھی جاتی تھی اور وہ عورت اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی شریعت اسلامیہ نے ظہار کو دائمی حرمت کا موجب قرار نہیں دیا بلکہ ایک خاص وقت تک یعنی جب تک نادم نہ ہوا اور کفارہ نہ ادا کردے حرام رکھا اور ادائے کفارہ کے ساتھ ہی وہ دوبارہ اپنے شوہر کے لئے حسب سابق حلال ہو گئی۔

مذہب حنفی میں اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت

کی جائے گی اگر نیت طلاق ہے تو بائن طلاق پڑ جائے گی اور اگر ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہوگا اور اگر تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہو گا اور کچھ نیت نہیں تو کچھ نہ ہوگا۔

اور یونہی اگر بطور اعزاز ایسا کہا تو جب بھی کچھ نہ ہوگا۔ ظہار کے لئے اسلام وعقل وبلوغ شرط ہے۔ کافر، نابالغ، مجنون، مدہوش یا بے ہوش یا خوابیدہ نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوگا۔ ہنسی مذاق میں حرام نشہ میں مدہوش ظہار کرے تو ظہار ہوگا، ظہار کے چار ارکان ہیں ظہار کرنیوالا یعنی شوہر جس سے ظہار کیا جائے یعنی بیوی (زوجہ) اور مشبہہ جس سے تشبیہ دی جائے اور وہ الفاظ جس سے تشبیہ دی جائے۔

الفاظِ تشبیہ دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح تو صریح ہی ہیں اور کنایہ میں ظہار کا مفہوم نکلنا اور نیت شرط ہے خواہ کنایہ واضح ہو جائے یا غیر واضح، اور بعض کے نزدیک ایک تیسری قسم ظہار مشروط کی ہے اس صورت میں مشروط کی موجودگی میں یا متحقق ہوتے ہی ظہار کا حکم ہوگا۔

اگر عرف تشبیہ نہ پائے جائیں تو کلام لغو شمار ہوگا۔ زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں آزاد ہو یا باندی مدبرہ ہو یا مکاتبہ، ام ولد مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ مسلمہ ہو یا کتابیہ نا بالغہ ہو یا بالغہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا۔

البتہ اپنی باندی موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ اس سے ظہار نہ ہوگا۔

وقت ظہار عورت کا زوجہ ہونا لازمی ہے۔

کیونکہ لفظ نساء کا اطلاق گو لغت کے اعتبار سے باندیوں کو بھی شامل ہے۔ لیکن یہاں اطلاق لغوی نہیں ہے جس کی نظیر آیت حجاب ہے "قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ" اس میں "نساء المومنین" لونڈیوں کو شامل نہیں کیونکہ باندی کے لئے وجوب پردہ نہیں اور فقہاء کے نزدیک لونڈی کے لیے ظہار کا نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ظہار کو طلاق تسلیم نہیں کیا گیا اور ہماری شریعت میں صرف تحریم وقتی ہے۔

اور کفارہ تحرم کا ازالہ ہے جس عورت سے تشبیہ دی گئی اگر وہ ہمیشہ

کے لیے حرام نہیں یعنی اس کی حرمت عارضی ہے جیسے سالی یا مطلقہ ثلاثہ یا غیر کتابیہ تو ظہار نہ ہوگا۔

اگر کسی شوہر کے نکاح میں چند عورتیں تھیں ایک مجلس میں محارم کے ساتھ تشبیہ دی تو سب سے ظہار ہوگا، ظہار موقت ہے کی ایک صورت یہ ہے یعنی ایک مہینہ یا سال کے لیے ظہار کیا اگر اس مدت کے اندر رجوع چاہتا ہے تو کفارہ دے اور اگر مدت گزر گئی تو کفارہ ساقط اور ظہار باطل ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نزدیک ظہار سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ ظہار بشرطِ نکاح صحیح ہے۔

(مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ) وہ ان کی مائیں نہیں۔

ای ما نساؤھم امھاتھم علی الحقیقۃ۔

یعنی تمہاری عورتیں حقیقت میں تمہاری مائیں نہیں۔ ظہار سے مائیں نہیں ہو گئیں۔

(اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوتے ہیں۔

ای ما امھاتھم علی الحقیقۃ۔ یعنی جو حقیقت میں ان کی مائیں ہیں یا جن کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں وہی ان کی مائیں ہیں البتہ رضاعی مائیں بسبب رضاعت کے اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمال حرمت و شرف کے سبب ماؤں کے حکم میں ہیں اور امہات المومنین حقیقی ماؤں کی بھی مائیں ہیں اور کمال حرمت کے باعث حقیقی ماؤں سے اعلیٰ و بالا ہیں۔

(وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ)

اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں۔

ینکرہ الشرع والعقل والطبع ایضا کما یشعر بہ التنکیر۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

(وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ) اور جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا۔

ای والذین یقولون ذلك القول المنكر ثم یتدارکونه بنقضه وهو العزم علی الوطء قالوا جب علیهم اعتاق رقبة

یعنی وہ لوگ جو ایسی بری بات کہ بیٹھیں پھر اسے توڑ کر اس کا تدارک کرنا چاہیں اور وہ مباشرت کا ارادہ ہے تو ان پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے لفظ" نساءھم سے واضح ہو گیا کہ باندی سے ظہار نہیں اور یونہی محارم سے تشبیہ دے تو مظاہر نہ ہو گا۔

(تفصیل پچھلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے) تو بطور کفارہ کے ان پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے کیونکہ کفارہ حلت مباشرت کے لئے شرط ہے اور اس کے بغیر مباشرت و قربت حلال نہ ہوگی تاہم صرف ظہار کفارہ کی علت نہیں اللہ نے ظہار پھر رجوع کو کفارہ کے ساتھ جمع کیا ہے اور بعض نے کفارہ کو رجوع پر مرتب جانا ہے تو اس صورت میں ظہار کفارہ بطور شرط تسلیم ہو گا کفارہ ادا کرنے کے بغیر اگر شوہر بیوی سے قربت چاہے تو عورت پر لازم ہے کہ اسے روک دے اور ادائے کفارہ کے لئے مجبور کرے لفظ "رَقَبَةٍ" مطلق ہے اور المطلق یجری علی اطلاقہ تو معنی یہ ہوں گے کہ بردہ خواہ مومن ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، صغیر ہو یا کبیر کفارہ میں آزاد ہو سکے گا۔

ایسا کہنا شرع، عقل اور طبع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ تنکیر سے مفہوم ہوتا ہے تنکیر سے مراد وہ امر ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا،

(زُوْرًا) ای کذبا باطلا منحرفا عن الحق یعنی جھوٹ اور ایسی جھوٹی بات جو حق سے وصواب سے ہٹی ہوئی ہو:

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو زوجہ کو ماں کہتے ہیں اسکو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں پرکسی طرح بھی ٹھیک نہیں اور ایسا کہنا حقیقت کے خلاف ہے اور شرع وعقل طبیعت وفطرت سلیمہ کے بھی منافی ہے۔ اور کہنے والا یعنی مظاہر بخوبی جانتا ہے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور یہ بات حقیقت میں باطل ہی ہے۔

(وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ) اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

ای مبالغ فی العفو والمغفرۃ فیغفر ما سلف منہ ویعفو عمن ارتکبہ مطلقا او بالتوبہ

یعنی انتہائی بخشش ودرگزر فرمانے والا ہے پس وہ بخش دے گا جو لوگوں سے پیچھے ہوا جس نے اس کا ارتکاب کیا اسے مطلقاً خواہ توبہ سے بخش دے گا۔ اور آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار حرام ہے بلکہ علماء نے کہا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کے حکم حلال پر زیادتی ہے اور اس کے اذن کے بغیر اس کی تبدیلی ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ	اور جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں
مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ	کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں
یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا	جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے
فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ	تو ان پر لازم ہے ایک بردہ
قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا	آزاد کرنا قبل اس کے کہ
ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ	ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

البتہ کفارہ میں وہ یہ دیدہ کافی نہ ہوگا۔ جو اندھا ہو، لنگڑا شدید بہرا ہو یا اس کے ہاتھ کی تین انگلیاں یا ایک ہاتھ اور ٹانگ کٹی ہوئی ہو اور فقہاء کی اس سے مراد واضح طور پر یہ ہے کہ غلام ایسا نہ ہو کہ ناقص الاعضاء ہونے کی وجہ سے معذور ہو اور کام کا نہ ہو یونہی مدبر (وہ غلام یا لونڈی جسکی آزادی مالک نے اپنے مرنے کے ساتھ مشروط کی ہو) اور ام ولد (ایسی لونڈی جو مالک کے بچے کی ماں ہو) اور مکاتب جس نے مالک سے بدل کتابت طے کرکے کچھ ادا کیا ہو) کی آزادی سے کفارہ ادا نہ ہوگا کہ ان کی غلامی ناقص ہے۔

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک کافر غلام و لونڈی کا آزاد کرنا کافی نہیں کہ کفارۂ قتل میں مومن ہونیکی صراحت ہے۔

لہٰذا یہاں بھی حکم مقیّد ہوگا جبکہ احناف کا قول ہے کہ مقید کو مطلق پر کس وجہ سے قیاس کریں مقیّد اپنے مقام پر مقیّد ہی رہے گا۔ اور مطلق اپنی جگہ مطلق ہی رہے گا اور اس پر اطلاق ہوگا۔

(مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا) قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

كناية عن الجماع فيحرم قبل التكفير على ما دل عليه الآية وكذا دواعية من التقبيل ونحوه عندنا۔

ہمارے نزدیک حنفیوں، اس میں جماع سے کنایہ ہے جو کفارہ کے ادا کرنے سے قبل حرام ہے جیسا کہ آیت سے دلالت کر رہا ہے اور اسی طرح مباشرت سے قبل اس کے دواعی جیسے بوس و کنار وغیرہ بھی حرام ہیں اگر مظاہر نے کفارہ ادا کیے بغیر مباشرت کر لی تو گناہ گار ہوگا۔

اور اس پر توبہ لازم ہے تاہم مباشرت کیوجہ سے کفارہ دوبارہ نہ ہوگا یعنی پہلا ہی کفارہ ادا کرنا کافی ہوگا اور مباشرت خواہ بھول کر کی تو کفارہ کی ادائیگی

دائمی فرض ہو جائے گی خواہ اس کے بعد عورت کو طلاق دیدے یا عورت مرجائے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔

(ذٰلِكُمْ) یہ ہے تمہیں۔

الاشارۃ الی الحکم بالکفارۃ والخطاب بلمومنین الموجودین عند النزول او لھم و لغیرھم من الامۃ

ادائیگی کفارہ کے حکم کیطرف اشارہ ہے اور ان مومنین سے خطاب ہے۔ جو نزول آیات کے وقت موجود تھے یا امت محمدیہ میں ان سے اور ان کے علاوہ کو خطاب ہے۔

(توعظون بہ) جو نصیحت کی جاتی ہے۔

ای تزجرون بہ عن ارتکاب المنکر

یعنی تمہیں بری بات کے ارتکاب پر ڈانٹ دی گئی ہے یا منع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک ظہار بُری اور نِری جھوٹی بات ہے اور نرا ظہار تو گناہ ہے اور شرعًا ایسا امر منع ہے اور امر ممنوع عبادت کی غایت نہیں بن سکتا جبکہ کفارہ عبادت ہے اور یونہی عورت سے رجوع بھی از قسم عبادت ہے اور کفارہ کا وجوب عقوبت اور عبادت کے درمیان دائر ہے اور دونوں ہی کفارہ کا سبب ہیں ابن حجر کا قول ہے ان لکفارات زواجر کالتعازیر اوجوابر للخلل کہ کفارہ سزا ہیں جس طرح تعزیرات یا بگاڑ کو درست کردینا تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ تم نصیحت پکڑو اور ظہار جیسی بری بات سے پرہیز کرو۔

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ) اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

من الاعمال کالتکفیر وما یوجبہ من جنایۃ الظھار

اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں جیسے کفارہ اور ظہار کی جنایت (جرمانہ) کے طور پر

جو لازم ہوتا ہے۔ اس سے باخبر ہے اور جملہ امور کے ظاہر و باطن ان سے تمہاری مجاز و مراد کو جانتا ہے تو تم پر حدود شرع کی پاسداری لازم ہے اور تم اس میں کوئی بگاڑ پیدا نہ کرو۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ	پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	دو مہینے کے روزے قبل اس کے
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ	کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ	پھر جس سے روزے بھی نہ ہو
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ	سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ	بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ	کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ	اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے
اَلِيْمٌ ۝	لئے درد ناک عذاب ۔

(فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا) پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

ای فمن لم یجد رقبة فالواجب علیه صیام شهرین متتابعین من قبل التماس ۔

یعنی جو غلام نہ پائے تو اس پر واجب ہے کہ مباشرت سے پہلے دو مہینے روزے رکھے۔

والمراد ۔ بمن لم یجد ۔ من لم یملك رقبة ولا ثمنها فاضلا عن قدر کفایته لأن قدرها مستحق الصرف فصار کالعدم ۔ اور بمن لم یجد (جو نہ پائے) سے مراد یہ ہے کہ جو غلام کا مالک نہ ہو اور نہ ہی

قیمت رکھتا ہو جو غلام کی اس کا مالک ہو کہ وہ اپنے علاوہ بقدر خود کفایت کے فاضل قیمت کا مالک ہو تو اس صورت میں غلام کی آزادی کا حکم کالعدم ہو جائیگا اور روزوں کا حکم لاگو ہو گا۔

وہ صورتیں جن میں تحریر رقبہ کا حکم لاگو نہ ہو گا۔

اوّل: غلام کا مالک ہے لیکن مریض یا عمر رسیدہ ہونیکی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو اس پر غلام ہی کا آزاد کرنا واجب نہیں اور یہ بھی لازم نہیں کہ ادائیگی کفارہ کے لئے ضرورتوں کا سامان یا جانور فروخت کرے۔

دوم: قیمت موجود ہے لیکن غلام دستیاب نہیں ہو سکتا۔

سوئم: قیمت موجود ہے لیکن مظاہر اسی قدر مقروض بھی ہے۔

چہارم: قیمت کا مالک ہے مگر کنبہ کے اخراجات کا ضرورتمند ہے اگر انہیں چھوڑ کر غلام خرید کر آزاد کرے تو کنبہ کے اخراجات میں معذور ہو جائے گا۔

تحریر رقبہ کا حکم قدرت پر ہے خواہ جو پاس ہے وہ خدمت کا غلام ہے یا مدیون ہے یا قیمت موجود ہے اور غلام بھی مل جاتا ہے تو کفارہ صرف غلام کی آزادی سے واقع ہو گا۔ بصورت دیگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اس صورت میں شرط ہے کہ اس مدت میں نہ ماہِ رمضان ہو نہ عیدیں نہ ایام تشریق ہوں اگر ان ایام کے علاوہ کسی ماہ کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کیے تو دوسرے مہینہ کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ دو مہینے انتیس ۲۹ دن کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے روزے نہ رکھے تو ساٹھ پورے رکھنے ہوں گے اگر روزوں کے دوران غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو گئی تو روزوں سے کفارہ ادا نہ ہو گا۔ خواہ ساٹھواں روزہ ہی کیوں نہ ہو۔

اگر روزوں کے درمیان مباشرت کر لی خواہ بھول کر ہی تو نئے سرے سے روزے رکھے کیونکہ یہ مشروط ہے کہ دو مہینوں کے روزے رکھے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور یونہی روزوں کے دوران دواعی جماع یعنی بوس وکنار وغیرہ بھی حرام ہے۔ جب روزے پورے ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو گیا اور عورت حسب

سابق حلال ہوگئی ۔

(فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا) پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا ۔

اي صيام شهرين متتابعين وذلك بان لم يستطع اهل الصيام او بان لم يستطع تتابعه بسبب من الاسباب كبرا ومرض لا يرجى زواله كما قيده بذلك ابن الهمام

یعنی جو دو مہینے کے مسلسل روزے نہ رکھ سکے اور وہ یوں ہے کہ سرے سے روزہ ہی نہ رکھ سکتا ہو یا دو مہینے متواتر (پے درپے) بوجہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو جیسے بڑھاپا یا بیماری جس سے شفا کی امید نہ ہو وغیرہ اور علامہ ابن الہمام نے انہی شرائط کی قید ذکر کی ہے حنابلہ کے نزدیک مغلوب الشہوت اور حریص علی المباشرت کے لئے بھی کفارہ صیام کی حاجت نہیں اور یونہی روزوں کیوجہ سے شدید کمزوری لاحق ہونے یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو کر وہ حصول معاش کے ذرائع کے قابل نہ رہے تو بھی روزوں سے ادائیگی کفارہ لازم نہیں اور مالکیہ اور شوافع بھی ان باتوں سے متفق ہیں، ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور اس میں اختیار ہے کہ ایک دم ساٹھ مسکینوں کو یا متفرق طور پر کھلائے لیکن یہ ضروری ہے خواہ ایک دم کھلائے یا متفرق مگر مساکین وہی ہوں بصورت دگر کفارہ ادا نہ ہوگا ۔

اس کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ اس دوران روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اگر ایک وقت میں ساٹھ کو کھلایا اور دوسرے وقت میں ان کے سوا دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ اب ضروری ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے ۔

جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو اور اگر ہر مسکین کو کھانے کا مالک کر دیا تو کافی ہے ۔

یعنی کفارہ ادا ہو گیا ہر مسکین کے لئے کھانا یا اس کی قیمت بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا کھجوریں اور ایک وقت کھلایا اور دوسرے وقت کی قیمت کا مالک کر دیا یہ بھی درست ہے تاہم ساٹھ کی تعداد پوری رکھے۔
پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اور گیہوں اور جو کی روٹی ہو تو سالن بھی لازمی ہے قربت سے قبل ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا لازم ہے اگر پہلے یا دوران وطی کر لی تو حرام ہے تاہم جو کھلا چکا وہ باطل نہ ہوا اور نئے سرے سے کفارہ لازم نہ ہوگا البتہ توبہ ضروری ہے۔
نصف صاع کا وزن ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنے کے وزن کے موافق ہے یعنی ۱۷۵½ تولے تقریباً سوا دو سیر بنتا ہے

(ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ) یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔

(ذلک) اشارة الی ما مر من البیان والتعلیم
یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو گزرا بیان اور تعلیم کیلئے۔
او فعلنا ذلک یا ہم نے ایسا حکم ارشاد فرمایا۔
(لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ) وتعملوا لبشرائعه التی شرعها لکم وترفضوا ما کنتم علیه فی جاهلیتکم
اور تم احکام شرع کے مطابق عمل کرو جو تمہارے لئے شریعت نے متعین فرمائے اور تم جاہلیت کے جن طور طریقوں پر تھے انہیں ترک کرو یعنی خدا اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔

(وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔
التی لا یجوز تعدیها فالزموها وقفوا عندها
جن سے تجاوز کرنا جائز نہیں تو لازم ہے کہ ان کے قریب ٹھہریں (رک جائیں) حدود کو پھلانگنا اور ان کی رعایت نہ کرنا جائز نہیں (حرام ہے)

(وَلِلْکٰفِرِیْنَ) اور کافروں کے لئے ای الذین یتعدونہا ولا یعملون بہا یعنی وہ لوگ جو ان (حدود) کو پھلانگتے (توڑتے) ہیں اور ان کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

(عَذَابٌ اَلِیْمٌ) دردناک عذاب علی کفرھم یعنی ان کے کفر یا زیادتی کی وجہ سے اور حدود توڑنے والے پر کافر کا اطلاق انتہائی شدت و ناراضگی کے اور ڈانٹ کے طور پر ہے اور اس کی نظیر اللہ کریم کا قول "ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین" ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝

بے شک وہ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لئے خواری کا عذاب ہے

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) بے شک وہ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

ای یعادونہما و یشاقونہما یعنی اللہ اور اس کے رسول دونوں سے عداوت رکھتے ہیں اور برسر مخالفت رہے بیضاوی کا قول ہے۔

او یضعون او یختارون حدودا غیر حدود اللہ تعالیٰ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کو چھوڑ کر دوسری حدیں بنا لیتے ہیں یا اختیار کر لیتے ہیں شیخ الاسلام سعد اللہ حلبی کا قول ہے آیت کے اس ٹکڑے میں بادشاہوں اور بڑے حاکموں کے لئے بہت بڑی دھمکی ہے جو حدود

شرع سے متجاوز امور قائم کر لیتے ہیں اور اس کا نام اصول معاملات اور قانون رکھتے ہیں۔

(کُبِتُوا) ذلیل کیے گئے، راغب نے اس کی تفسیر میں کہا ہے بالرد بعنف وتذلیل سختی اور رسوائی کے ساتھ لوٹانا، سُدی کا قول ہے۔

(لُعِنُوا) پھٹکار ڈالے گئے۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ لفظ اصل میں کبدوا ہے۔ ای اصابھم داء فی اکبادھم یعنی ان کے جگروں میں انہیں بیماری پہنچی،

قرار کا قول ہے "اور دوا مخذولین" یا رسوا کرکے پلٹائے گئے

اخفش اور ابن زید کا قول ہے اواھلکوا یا ہلاک وبرباد کئے گئے۔

قتادہ کا قول ہے۔ اوعیظو یا نشانۂ غضب بنے رناراضگی سے ہلاک کیے گئے)

باہم واضح مفہوم یہ ہے۔

ای اخزوا، ذلیل ورسوا کیے گئے۔

(کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ) جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی۔

من کفار الامم الماضیة المحادین للہ عزوجل ورسوله علیهم الصلوة والسلام

یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے برسر مخالفت رہنے والے گزشتہ امتوں کے کفار کی طرح۔

(وَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ط) اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں۔ ایات تدل علی صدق الرسول وصحة ما جاء به،

یعنی آیتیں جو رسول کی سچائی اور جس کے ساتھ وہ آیا ہے اس کی حقانیت پر دلالت کرنیوالی ہیں یا واؤ سے حال ہے یعنی اللہ اور اس کے رسولوں سے برسر

رہنے والے رسوا ہوئے اور حال یہ ہے کہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں جن میں ان سے پہلے گزشتہ امتوں کے کفار بھی اسی طرح مخالفت کرتے رہے اور اس میں ہم نے ان کے ساتھ وہی کیا جو انہیں معلوم ہے۔

(وَلِلْكٰفِرِيْنَ) اور کافروں کے لئے

اى تيلك الآيات یعنی ان آیات کا انکار کرنیوالوں کے لیے

او بكل ما يجب الايمان به

یا ہر شے جو ایمان کے ساتھ واجب ہوتی ہے اس کا انکار کرنیوالوں کے لیے

(عَذَابٌ مُّهِيْنٌ) خواری کا عذاب

يذهب بعزهم و كبرهم ایسا عذاب جو انہیں بے عزت کر دے گا اور ان کے غرور و گھمنڈ کو مٹا دیگا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا جس دن اللہ سب کو اٹھائے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا گا پھر انہیں ان کے لئے ہوئے

اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ سب جتا دیگا اللہ نے انہیں گن

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے

شَهِيْدٌ اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا) جس دن اللہ سب کو اٹھائے گا۔

کفارہ کے جواب میں فرمایا کیونکہ وہ کہتے تھے۔

متى يكون عذاب هؤلاء یہ عذاب کب کیونکر اور کیسے ہوگا کہ ایسا روز قیامت ہوگا۔ معنی یہ ہے۔

يبعثهم الله تعالىٰ كلهم بحيث لا يبقى منهم أحد غير مبعوث الله تعالىٰ

سب کو اٹھائے گا یہاں تک کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا کہ وہ زندہ نہ اٹھایا جائے۔

(فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا) پھر انہیں ان کے کیے ہوئے سب جتا دے گا۔
على رؤس الاشهاد تخجيلا لهم وتشهيرا
بحالهم وزيادة فى خزيهم ونكالهم
لوگوں کے سامنے برسرِ عام ان کو شرمسار کرنے ان کے احوال سے باخبر کرنے ان کی ذلت ورسوائی میں زیادتی اور ان کو عذاب کرنے کے لیے انہیں ان کے اعمال کو جتا دے گا۔

(أَحْصَاهُ اللّٰهُ) اللہ نے انہیں گن رکھا ہے۔
احصاه الله تعالى عددا ولهم يفته
اللہ نے ان کے ہر عمل کو گن رکھا ہے اور کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو ان کے تمام کرتوت معلوم ہیں اور اس نے انہیں گن گن کر محفوظ رکھا ہوا ہے تاکہ اس ریکارڈ (نوشتہ) کا انکار نہ کر سکیں اور یہ نوشتہ ایسا ہے کہ کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں درج نہیں اور کفار جب اس نوشتہ کو دیکھیں گے تو وہ ان کی زندگیوں اور ان کے جملہ کرتوتوں کی ہو بہو تصویر ہوگی جس سے انکار ممکن نہ ہوگا۔

(وَنَسُوهُ) اور وہ بھول گئے، مراد وہ اعمال و کرتوت ہیں جو حیاتِ دنیوی میں کرتے رہے اور انہیں بھول گئے تھے۔
یعنی کفار جو سرکشی اور بے ہودگی کرتے رہے رسولوں کو جھٹلاتے رہے گناہوں اور بے باکیوں میں مشغول رہے وہ سب اعمال و کرتوت بھول گئے ہوں گے اور یہ بھولنا یا تو سرکشی کیوجہ سے تھا یا انہیں معمولی سمجھتے تھے اور انہیں یہ خیال گمراہ کرتا تھا کہ مرنے کے بعد تو زندگی نہیں لہذا کوئی پرسش نہ ہوگی لہذا دل کھول کر بے باکیاں کرو اب جب روزِ قیامت سب کچا چٹھا سامنے آجائے گا اور بھولی بسری باتیں سامنے الم نشرح ہوں گی تو یہ امر مزید رسوائی کا باعث ہوگا اور سارا گھمنڈ نکل جائے گا۔

(وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ) اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

لا یغیب عنه امر من الامور اصلاً
یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بات اور کچھ بھی پوشیدہ نہیں وہ تمام امور سے آگاہ اور ہر شے اس کے سامنے ہے اور اس کا علم ہر شے کو بالکلیہ محیط ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع کیا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ تعالٰے کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو۔ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مجادلہ پ۲۸

ا۔کیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تونے کہ	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	یعلم۔جانتا ہے	ما۔جو	فی۔بیچ
السموات۔آسمانوں کے ہے	و۔اور	ما۔جو	فی۔بیچ
الارض۔زمین کے ہے	ما۔نہیں	یکون۔ہوتی	من۔کوئی
نجوی۔سرگوشی	ثلثۃ۔تین کی	الا۔مگر	ھو۔وہ ہوتا ہے
رابعھم۔ان میں چوتھا	و۔اور	لا۔نہ	خمسۃ۔پانچ کی
الا۔مگر	ھو۔وہ ہوتا ہے	سادسھم۔ان میں چھٹا	و۔اور
لا۔نہ	ادنیٰ۔کم	من ذلک۔اس سے	و۔اور
لا۔نہ	اکثر۔زیادہ	الا۔مگر	ھو۔وہ ہے
معھم۔ان کے ساتھ	این۔جہاں بھی	ما۔وہ	کانوا۔ہوں
ثم۔پھر	ینبئھم۔خبر دے گا ان کو		بما۔جو
عملوا۔انہوں نے عمل کیے	یوم۔دن	القیمۃ۔قیامت کے	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	بکل۔ہر	شیء۔چیز کو	علیم۔جانتا ہے
ا۔کیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تونے	الی۔طرف
الذین۔ان کی جو	نھوا۔منع کیے گئے	عن النجوی۔سرگوشی سے	ثم۔پھر
یعودون۔وہی کرتے ہیں	لما۔جس سے	نھوا۔روکے گئے	عنہ۔تھے
و۔اور	یتنٰجون۔سرگوشی کرتے ہیں	بالاثم۔گناہ	و۔اور
العدوان۔زیادتی کی	و۔اور	معصیۃ۔نافرمانی	الرسول۔رسول کی
و۔اور	اذا۔جب	جاءو۔آتے ہیں	ک۔تیرے پاس
حیو۔سلام کہتے ہیں	ک۔آپ کو	بما۔جس طرح کہ	لم۔نہیں
یحیک۔سلام کہا	بہ۔آپ کو	اللہ۔اللہ نے	و۔اور

یقولون۔ کہتے ہیں　فی۔ بیچ　انفسہم۔ اپنے دلوں کے　لو۔ کیوں
لا۔ نہیں　یعذبنا۔ سزا دیتا ہم کو　اللہ۔ اللہ　بما۔ اسکی جو
نقول۔ کہتے ہیں ہم　حسبہم۔ کافی ہے ان کو　جھنم۔ جہنم　یصلونہا۔ داخل ہونگے اس میں
فبئس۔ تو کیسا برا ہے　المصیر۔ ٹھکانہ　یایہا۔ اے　الذین۔ وہ لوگو جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو　اذا۔ جب　تناجیتم۔ تم سرگوشی کرو　فلا۔ تو نہ
تتناجوا۔ سرگوشی کرو　بالاثم۔ گناہ　و۔ اور　العدوان۔ زیادتی
و۔ اور　معصیت۔ نافرمانی　الرسول۔ رسول کی　و۔ اور
تناجوا۔ مشورے کرو　بالبر۔ نیکی　و۔ اور　التقوی۔ پرہیزگاری کے
و۔ اور　اتقوا۔ ڈرو　اللہ۔ اللہ سے　الذی۔ وہ اللہ کہ
الیہ۔ اسکی طرف　تحشرون۔ اٹھائے جاؤگے　انما۔ اسکے سوا نہیں کہ　النجوی۔ سرگوشی
من الشیطان۔ شیطان سے ہے　لیحزن۔ تاکہ رنج دے　الذین۔ انکو
امنوا۔ جو مومن ہیں　و۔ اور　لیس۔ نہیں　بضار۔ تکلیف دینے والا
ھم۔ ان کو　شیئا۔ کچھ بھی　الا۔ مگر　باذن۔ حکم
اللہ۔ الٰہی سے　و۔ اور　علی۔ اوپر　اللہ۔ اللہ ہی کے
فلیتوکل۔ بھروسہ کریں　المؤمنون۔ ایمان والے　یایہا۔ اے　الذین۔ لوگو
امنوا۔ جو مومن ہو　اذا۔ جب　قیل۔ کہا جائے　لکم۔ تم سے
تفسحوا۔ فراخی کرو　فی۔ بیچ　المجلس۔ مجلسوں کے　فافسحوا۔ تو فراخی کرو
یفسح۔ فراخی کریگا　اللہ۔ اللہ　لکم۔ تمہارے لیے　و۔ اور
اذا۔ جب　قیل۔ کہا جائے　انشزوا۔ اٹھ جاؤ　فانشزوا۔ تو اٹھ جاؤ
یرفع۔ بلند کریگا　اللہ۔ اللہ　الذین۔ ان کو جو　امنوا۔ مومن ہیں
منکم۔ تم ہی سے　و۔ اور　الذین۔ ان کو جو　اوتوا۔ دیئے گئے
العلم۔ علم　درجت۔ درجوں ہیں　و۔ اور　اللہ۔ اللہ
بما۔ اس سے جو　تعملون۔ تم کرتے ہو　خبیر۔ خبردار ہے　یایہا۔ اے
الذین۔ وہ جو　امنوا۔ مومن ہو　اذا۔ جب　تناجیتم۔ سرگوشی کرو

الرسول - رسول سے	فقدموا - تو پہلے کرو	بین - اپنی	یدی سرگوشی
نجواکم سے پہلے	صدقۃ - کچھ صدقہ	ذلک - یہ	خیر - بہتر ہے
لکم - تمہارے لیے	و - اور	اطہر - بہت پاکیزہ	فان - پھر اگر
لم - نہ	تجدوا - پاؤ	فان - تو بیشک	اللہ - اللہ
غفور - بخشنے والا	رحیم - مہربان ہے	ء - کیا	اشفقتم - تم ڈر گئے
ان - یہ کہ	تقدموا - آگے بھیجو	بین - پہلے	یدی - اپنے
نجواکم - مشورے کے	صدقت - صدقے	فاذ - تو جب	لم - تم
تفعلوا - کیا تم نے	و - اور	تاب - رجوع فرمایا	اللہ - اللہ نے
علیکم - تم پر	فاقیموا - تو قائم رکھو	الصلوۃ - نماز	و - اور
اتوا - دو	الزکوۃ - زکوۃ	و - اور	اطیعوا - اطاعت کرو
اللہ - اللہ کی	و - اور	رسولہ - اسکے رسول کی	و - اور
اللہ - اللہ	خبیر - خبردار ہے	بما - اس سے	تعملون - جو کرتے ہو

مختصر تفسیر اردو سورۃ مجادلہ رکوع دوم پ ۲۸

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ	اے سننے والے کیا تونے دیکھا
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں
فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ	ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں
مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا	تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا
هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ	وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا
إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ	وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس
لَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ	سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان
وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ	کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

پھر انہیں قیامت کے دن بتا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ)

اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے اور جو کچھ زمین میں۔

اى الم تعلم انه عزوجل يعلم ما فى فيهما من الموجودات سواء كان ذلك بالاستقرار فيها او بالجزئية منها.

یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں بے شک اللہ عزوجل ان دونوں (آسمانوں اور زمین) میں جو کچھ موجود ہے یا اس کے علاوہ ہے کلی طور پر ہو یا جزوی طور بالاستقرار ہر شے سے واقف ہے۔

(مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے۔

نجویٰ مصدر ہے بمعنی التناجی وھو المسارۃ ماخوذۃ من النجوۃ اور وہ خفیہ بات ہے جو سرگوشی سے ہوتی ہے یا اس کے معنی خاص رازکے بھیدکے ہیں اگر تین شخص کسی جگہ باہم سرگوشی کریں تو چوتھا اللہ ہوتا ہے یعنی اللہ انکے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی معیت و قربت بے کیف ہوتی ہے اور اللہ ان کے بھید، خفیہ بات، راز، سرگوشی کا بالکلیہ جانتا ہے۔

(وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ) اور پانچ کی تو چھٹا وہ

یعنی یونہی اگر پانچ شخص سرگوشی کریں تو ان کے پاس چھٹا اللہ تعالیٰ ہے اور انہیں دیکھتا اور ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے تین اور پانچ عدد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر یا تو کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اس وجہ سے ہے کہ دونوں عدد طاق ہیں

اور اللہ طاق ہے اور طاق عدد ہی کو پسند کرتا ہے ایک قول ہے کہ منافق آپس میں اسی طرح سرگوشیاں کرتے تھے جس کا اس آیت میں اشارہ ہے یا اطلاع ہے۔ ایک قول ہے کہ مشورت کے لئے یہی عدد کم سے کم ہو سکتا ہے یا بصورت اختلاف اسی قدر ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں ہے امر خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مجلس مشاورت قائم فرمائی تھی وہ یہ چھ رکنی تھی۔

(وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ) اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔

یعنی تین سے کم اور پانچ سے زیادہ کی صورت ہو تو جب بھی اللہ کو خوب معلوم ہے۔ یعنی سرگوشی دو کی ہو یا تین پانچ سے زائد لوگوں کی اللہ کو ہر حال میں علم ہے۔

(إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا) مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ یَعْلَمُ مَا یجری بینهم جانتا ہے جو ان کے درمیان روئیداد ہوئی (بات ہوئی) خواہ کسی بھی جگہ ہو اگرچہ زمین کے اندر ہو تو بھی اللہ کو خبر ہے کیونکہ وہ علم و قدرت والا ہے اور اپنے علم و قدرت سے بالکلیہ جانتا ہے اور باخبر ہے اور حق تعالیٰ کی معیت و قرب بے کیف ہے اور بندوں کی عقول، فہم ادراک سے ماوریٰ ہے اور اس کا بیان ممکن نہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

(ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ) پھر انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔

تفضیحا لهم واظهارا لما یوجب عذابهم

انہیں قیامت کے روز رسوا کرنے کے لئے اور ظاہر کرنے کے لئے کہ کس وجہ سے عذاب دیئے جا رہے ہیں یعنی ان کے وہ سب کرتوت علی الاعلان جتلائے جائیں گے جو انہیں مستحق عذاب گردانیں گے۔

(إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

یعنی اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ خفی جلی سب امور کا جاننے والا ہے یہاں تک کہ سینوں کی دھڑکنوں دل میں پیدا ہونیوالے وساوس و خطرات کو بھی جانتا ہے اس

کا علم لامتناہی ہے اور مخلوقات کے جملہ امور کو بالکلیہ محیط ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عنه

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی۔

مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن سائب کا قول ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور ہمزہ (استفہام) منافقین کے حال پر بطور تعجب کے ہے اور مضارع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ منافقین کی حرکات کا تکرار تخالف یا غود کی صورت واضح ہو جائے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے " نزلت فی الیہود والمنافقین کانوا تیناجون دون المومنین وینظرون الیہم ویتغامزون باعینہم علیہم یوھمونہم عن اقاربھم انہم اصابہم شر فلا یزالون کذلک حتی تقدم اقاربھم

فلما کثر ذلك منهم شکا المومنون الی الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم فنهاهم ان یتناجوا دون المومنین فعادوا لمثل فعلهم،
یہ آیت یہود اور منافقین کے بارے میں اتری وہ مسلمانوں کے سامنے آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کیطرف دیکھتے اور اپنی آنکھوں سے ان پر اشارہ کرتے تاکہ انہیں ان کے عزیزوں کے بارے میں رنج و وہم گزرے (جو جہاد وغیرہ میں مصروف ہوتے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے پس وہ اسی چال پر چلتے رہتے جب تک کہ مومنین کے اعزا جہاد میں مصروف رہتے جب ان منافقین کی طرف سے ان حرکات کی کثرت ہوئی تو اہل ایمان نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (منافقین وغیرہ) کو اس سے منع فرمایا کہ وہ مومنوں کے سامنے ایسی سرگوشیوں سے باز رہیں لیکن وہ باز نہ آئے اور یہی حرکت کرتے رہے

(وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ)
اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

گناہ اور حد سے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی مشورت کرتے تھے جو فی نفسہ گناہ ہے یا مسلمانوں کو تکلیف و آزار پہنچانے کے لئے فریب کاری کرتے اور ایک دوسرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور حکم عدولی پر اکساتے تھے اور باوجود ممانعت کے اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی کا مشورہ دیتے۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ
اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے۔

احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جید اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی بوقت ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کرتے تھے "اَلسَّامُ عَلَیْکَ"، "تم پر موت ہو" اور اس سے ان کی مراد برائی چاہنا تھا اور بجائے سلام کے بددعا دیتے تھے، بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک گروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ "السام علیک یا ابا القاسم اے ابوالقاسم آپ پر موت ہو آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم اور تم پر بھی حضرت عائشہ نے (یہ سن کر) فرمایا تمہیں موت پڑے اور اللہ کا غضب اور لعنت تم پر ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تو زیادتی کرنے والی نہ ہو اللہ فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپؐ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا تو کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا یعنی وعلیکم اور تم پر بھی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی بیضاوی کا قول ہے کہ یہود زمانہ جاہلیت کا تحیہ انعم صباحًا کہتے تھے اور السلام علیکم نہیں کہتے تھے تاہم اس قول پر کوئی اثر مؤکد نہیں جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب یہود تمہیں سلام کریں۔ فقولوا وعلیکم تو تم اسی قدر کہو کہ تم پر بھی یعنی جواب میں سلام کا لفظ نہ کہو۔

تو بات واضح ہے کہ یہود زیادتی کرتے تھے اور آپ خود نہ تو زیادتی پسند فرماتے تھے اور نہ آپؐ نے اس کی اجازت دی بلکہ یہود کی بات انہیں پر لوٹا دی کیونکہ جب تک زیادتی کرنے والے کو برابر جواب نہ دیا جائے جس پر زیادتی ہو اس کی طرف سے اللہ کے فرشتے جواب دیتے ہیں۔

تو وعلیکم میں حکمت یہ تھی کہ ان پر ملائکہ کی طرف سے موت کی بددعا ہو چہ جائے کہ ہم ایسا کہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی بددعا مردود ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہا ٹلنے کا نہیں ہے۔

(وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ) اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں

ای فیما بینھم یعنی آپس میں ایسا کہتے تھے یا دلوں میں یوں کہتے
(لولا یعذبنا اللہ بما نقول) اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر
یہ یہود و منافقین کے دل کی بات ہے جو وہ کہتے تھے مراد اس سے یہ تھی
ای ھلا یعذبنا اللہ تعالیٰ بسبب ذلک لو کان محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبیاً کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے نبی ہوتے تو ہماری ان گستاخیوں کے باعث اللہ ہمیں عذاب میں کیوں نہیں مبتلا کرتا یعنی تحیہ کی جگہ جو بددعا کرتے ہیں اس پر گرفت کیوں نہیں ہوتی۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝	انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے

یہود و منافقین کے دلوں کے اندر جو روگ اور گھمنڈ تھا اس کے جواب میں ارشاد باری ہے کہ تمہارے لئے عذاب ہے یعنی بالضرور ہوگا اور تم بالیقین اس عذاب میں داخل ہونگے۔ اور جہنم کی گرمی تمہاری ہڈیوں سے گوشت اور اندر کا گودا نکال دے گی اور یہ سبب ہوگا اس بدکلامی و بے ہودگی کا جو تم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے ہو تو جہنم تمہارا ٹھکانہ اور عذاب نار تمہارا مقدر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝	اے ایمان والو، تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جسکی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ) اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت

فی انہ یتکرو فی خلوا تکم

اس وقت جب تم کسی ضرورت سے سرگوشی کرو اور اس وقت جب تم خلوت میں ہو

فالخطاب للخاص تعریفا بالمنافقین وجوز جعله لهم وسموا

مومنین باعتبار ظاهر احوالهم

ایمان والوں سے خطاب بطور خاص ہے اور منافقین پر تعریض ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ منافقین کے لیے ہی ہو اور ان کے ظاہری احوال کے پیش نظر انہیں مومنین سے موسوم کرکے خطاب فرمایا گیا ہو کیونکہ وہ ظاہراً تو ایمان کے مقر تھے اور اس کا دعویٰ کرتے تھے اگرچہ باطن میں کافر تھے۔

(فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) پس تم گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو

کما یفعله المنافقون

یعنی تمہاری جس طرح منافقین یا یہودی سرگوشیاں کرتے ہیں یا جس طرح ان کا چلن ہے اس طریق سے پرہیز کرو

(وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو

بما یتضمن خیر المومنین والاتقاء عن معصیة الرسول

صلی اللّٰہ علیه واله وسلّم

یعنی تمہاری مشورت ایسی ہو جو مومنوں کی بھلائی کی ضامن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے پر مبنی ہے

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ) اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے

فِیْمَا تَاْتُوْنَ وَمَا تَذَرُوْنَ

یعنی اس میں جو تم کرتے ہو اور جو تم چھوڑ دیتے ہو اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ ہر عمل عمل کے کرنے اور اس کے چھوڑنے پر ضرور بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے جملہ امور سے آگاہ ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے اور وہ تمہیں تمہارے عمل کے موافق جزا دے گا۔

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ	وہ مشورت تو شیطان ہی کی
لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ	طرف سے ہے اس لیے کہ
لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا	ایمان والوں کو رنج دے اور
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ	وہ ان سے کچھ نہیں بگاڑ سکتا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ	بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو
الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے

(اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ) وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔

المعهودة التی هی

التناجی بالاثم والعدوان والمعصية

النجویٰ سے مراد وہ مشورت یا سرگوشی ہے جو گناہ اور سرکشی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو۔

لا من غيرة باعتبار انه هو المزين لها والحامل عليها

وہ مشورت شیطان ہی کی طرف سے ہے اور اس کے غیر کی طرف سے نہیں اس لیے کہ شیطان ہی اس کو ان نظروں میں لبھانے والا ہے اور اس پر آمادہ کرنیوالا اور ابھارنے والا ہے رہی اہل ایمان کی مشورت تو وہ منع نہیں جبکہ خیر پہ مبنی ہو اور حدیث میں ہے تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو باہم مشورت و سرگوشی نہ کریں کہ تیسرے کو دکھ ہوگا اور اگر تیسرا اجازت دے تو درست ہے۔

لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ایمان والوں کو رنج دے

ای انما هی لیحزن المومنین تبوهمهم انها فی نکبة اصابتهم

یعنی شیطان کی مشورت تو بس یہی ہے کہ اہل ایمان کو حزن و ملال ہو اس گمان کے تحت کہ انہیں کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچنے والی ہے۔

(وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے۔

ای لیس الشیطان او التناجی بضار المومنین لیعنی

یعنی نہ ہی سرگوشیاں اہل ایمان کو کوئی ضرر پہنچا سکتی ہیں سوائے اس کے ارادہ الٰہی یوں ہو اور حق تعالیٰ یوں چاہے۔

اس ارشاد سے اہل ایمان کی تشفی اور ان کے حزن و ملال کا مداوا ہے۔

(وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے

ولا یبالوا بنجواهم

اور اہل ایمان کو منافقین و یہود کی مشورت و سرگوشیوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے اور اللہ ہی کی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے جس کی ذات پاک ہر شر سے محفوظ کرنیوالی ہے اور اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی شے، ضرر نہیں پہنچا سکتی اور جو اس پر کامل یقین و اعتماد کرتے ہیں ان کو کبھی بھی خسارہ نہیں ہوتا اسی کا پاک نام حفظ و ایمان کا ضامن ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو جب تم سے کہا

اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا جائے مجلسوں میں جگہ دے تو

فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دیگا اور

یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو

وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا تو اٹھ کھڑے

فَانْشُزُوْا
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

ہو
اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے

ریٰایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس
اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو

اس آیت مبارکہ کا نزول یہ ہے کہ جمعہ کے روز سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صُفّہ میں جلوہ گر تھے اور جگہ کشادہ نہ تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب بدر کی تکریم فرماتے تھے تو اہل ایمان سے چند لوگ جن میں ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بڑھ کر ارد گرد کھڑے ہو گئے اور بارگاہ عالیہ میں سلام عرض کیا آپ اور لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا تو وہ لوگ منتظر رہے کہ ان کے لئے مجلس میں جگہ کی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاق گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزدیک بیٹھنے والوں کو اٹھا کر ان کے لیے جگہ کی اٹھنے والوں کو گراں گزرا اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

یہ روایت ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے تخریج کی ہے اس کے لئے چند مزید اقوال بھی ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ جب اہل بدر کے لئے مجلس میں جگہ کی گئی اور بعض اصحاب کو اٹھنا پڑا جو انہیں ناگوار خاطر تھا تو منافقوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرما کر انصاف نہیں کیا تو یہ حکم نازل ہوا۔

۲۔ حسن اور زید بن ابی حبیب کا قول ہے کہ یہ حکم میدان قتال میں ان مجاہدین کے

کے لئے نازل ہوا جو شہادت کیلئے بڑے حریص تھے اور میدان کارزار میں نئے آنیوالوں کے لئے اپنی صفوں میں جگہ نہیں دیتے تھے۔

۴. صحابہ کرام مجلس نبوی کے مشتاق اور کلام نبوی کے سننے پر بہت حریص تھے اور دوسروں کے لئے جگہ دینے کے لئے اٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اہل ایمان کو مجالس میں جگہ دینے کے لئے کہا جائے تو تعمیل لازم ہے۔

(فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ) تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

ای فی رحمة او فی منازلکم فی الجنة او فی قبورکم او فی صدورکم او فی رزقکم

یعنی اپنی رحمت سے، یا جنت میں تمہاری منازل میں یا تمہاری قبروں میں یا تمہارے سینوں میں یا تمہارے رزق میں وسعت عطا فرمائے گا سیاق کلام سے مجلسی وسعت ہی مراد ہے کہ اگر تم گنجائش وکشائش پیدا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مجلس میں وسعت و کشادگی کردے گا، اور یہ کہ تم تنگی نہ کرو تاہم یَفْسَحِ کی تفسیر جو تفسیر اوپر گزری ہے وہ ہر وسعت کو شامل ہے جو اللہ سے مانگی جائے۔

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه ولکن تفسحوا وتوسعوا

کوئی شخص تم میں سے کسی کو اس کی نشستگاہ سے نہ اٹھائے اور ایک روایت میں مزید ہے تم یجلس فیہ پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ تم گنجائش پیدا کرو اور کھل جاؤ۔

کیونکہ ایسا کرنے سے اسے بھی جگہ مل جائے گی اور مجلس میں وسعت پیدا کرنا ارشاد الٰہی ہے بشرطیکہ تم بھی عملاً اس کا مظاہرہ کرو اور جو بصورت دیگر اگر کسی کو اٹھا کر بیٹھے گا تو ایک تو حکم الٰہی کا مخالف ہوگا دوسرے تنگ دلی کا مظاہرہ ہوگا تیسرے جو اٹھے

گا اس کے تاثرات اچھے نہ ہوں گے جو باعثِ فتنہ ہو سکتے ہیں اور چوہتے جو اٹھا کر بیٹھے گا اس کا یہ عمل دوسروں پر برتری کا گمان پیدا کریگا جو اس کے اپنے حق میں مفید نہیں۔

لہذا اطاعت حکم میں ہی آسانی اور رحمت ہے۔

(وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا)

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوں۔

ای انہضو للتوسعہ علی المقبلین

یعنی وسعت کے لئے پہلے سے آنیوالے سمٹ جائیں یا جگہ کھولدیں حسن قتادہ اور ضحاک کا قول ہے۔

المعنی اذا دعیتم الی قتال او صلاۃ او طاعۃ فاجیبوا

اس آیت کا معنی ہے جب تم قتال (جہاد) یا نماز اطاعت کے لئے بلائے جاؤ تو تعمیل حکم کرو ایک قول ہے۔

اذا دعیتم الی القیام عن مجلس النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقوموا

جب تم کو مجلس نبوی سے کھڑے ہو نیکیلئے فرمایا جائے تو کھڑے ہو جاؤ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب تم کسی امر خیر کے لئے بلائے جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو اس میں حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں صلاۃ وسلام کے لئے کھڑے ہونے کا جواز بھی ہے۔

لہذا جب مجلس صلوٰۃ وسلام قائم ہو جو بلا شبہ امر خیر ہے تعظیماً کھڑا ہونا جائز مستحسن ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط	اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا

(یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے درجے بلند فرمائے گا۔

ان تنشزوا یرفع عزوجل المومنین منکم فی الاخرۃ جزاء الامتثال۔

یہ جواب حکم میں ہے جو پیچھے گزرا کہ اگر تم تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ

• حسب طاعت آخرت میں تم میں سے اہل ایمان کے مراتب بلند فرمائے گا۔

وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ط

اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائیگا)

یہاں علم سے مراد علوم شرعیہ ہیں اور درجات کا مفہوم یہ ہے۔

ای کثیرۃ جلیلۃ کما یشعر بہ المقام کہ جس طرح قدر و منزلت کا مقتضا ہو گا۔

بہت زیادہ بزرگی وعظمت عطا ہوگی اور عطف (و۔ الذین اوتوا العلم) امنوا منکم پر عام عطف خاص ہے جو ان کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اس سے علماء کی فضیلت عوام مومنین پر واضح ہے ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے حضرت ابی الدرداء سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

" فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب "

عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے ماہ کامل کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔

دارمی نے عمر بن کثیر سے بروایت حسن نقل کیا ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

" من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ والنبیین درجۃ "

جس کسی کو اسی حال میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کرتا ہے تاکہ اس سے دین

اسلام کا زندہ کرے تو اس کے اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے اور انہی سے روائت ہے کہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"بین العالم والعابد مائۃ درجۃ بین کل درجتین حضر الجواد المضمر سبعین سنۃ"

عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان چھریرے بدن کے تیز رفتار گھوڑے کی ستر برس دوڑنے کی مسافت ہے۔

اور انہی سے مروی ہے کہ۔

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء پھر علماء پھر شہدا تو علماء کا مرتبہ نبوت و شہادت کے درمیان عظیم ہوگا۔ جس طرح کہ حضور علیہ السلام نے شہادت و تصدیق فرمائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خداوند قدوس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین چیزوں، علم، سلطنت اور دولت میں سے کسی ایک کے لیے مختار کیا تو آپ نے علم کو اختیار فرمایا پس حق تعالیٰ نے انہیں علم کے اختیار فرمانے پر سلطنت اور دولت بطور تبعیت عطا فرمائے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ان کی مسند میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء کو جمع فرمائے گا۔ ان سے فرمائے گا بلاشبہ میں نے تمہارے دلوں کو حکمت سے معمور فرمایا اور میرا ایسا فرمانا اس لیے ہی تو تھا کہ مجھے تمہاری بھلائی منظور تھی۔

"اذھبوا الی الجنۃ فقد غفرت لکم ما کان منکم"

تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ پس میں نے تم سے جو کچھ بھی واقع ہوا اسے بخش دیا۔

اس آیت سے علماء کی فضیلت واضح ہے ابن المنذر نے عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی قرآن میں کسی شئے کے بارے میں یوں تخصیص نہیں فرمائی جس قدر اس آیت میں تخصیص فرمائی ہے اور ابن مسعود ہی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اے مومنو اس آیت کے معنی کو سمجھو یہ تمہیں تحصیل علم پر رغبت و آمادہ کرنیوالی ہے کہ اللہ فرمارہا ہے کہ اہل علم مومن بے علم مومنوں سے درجات میں بہت بلند ہے اور یہ آیت مشیر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل بدر کی تکریم کے پیش نظر جو اصحاب کو ان کے لئے جگہ دینے کے لیے اٹھنے کا حکم فرمایا تھا وہ نہ صرف صواب و درست تھا بلکہ اہل بدر کی تکریم کے لائق تھا اور وہ اسی تکریم کے حقدار تھے۔

اور جنہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل کی ان کے لئے باعث ثواب ہوا اور جنہیں ناگوار خاطر ہوا ان کے ہدایت و نصیحت تھی اور علماء کو مجالس میں بلند جگہ پر بٹھانا اور اونچی جگہ دینا بھی اس سے واضح ہے کہ ان کی تعظیم کا مقتضا یہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:
"بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں اور یہ حدیث فضیلت علم و علماء پر روشن دلیل ہے۔

اور قرآن عظیم میں ہے کہ اہل علم اور بے علم کیونکر برابر ہوسکتے ہیں۔
هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

العلم ورثة الانبياء علم ہی انبیاء کا ورثہ ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں لہٰذا وراثت دولت و زر کو وراثت نبوت پر کیونکر فضیلت ہوسکتی ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد "قل رب زدنی علما" محبوب عرض کرو میرے پروردگار میرے علم میں ترقی فرما۔

اس سے واضح ہے جس قدر فضیلت علم زیادہ فرمایا اسی قدر درجات و عنایات کی کثرت برکت ہے۔

"وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ" اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تہدید لمن لم یمتثل بالامر واستکرہ

اس جملہ میں ان لوگوں کی تہدید ہے جنہوں نے تعمیل ارشاد نہ کی اور اسے مکروہ جانا اور اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ فرماں برداری کرو اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ اہل فضل و برکت کے مراتب سے اغماض کرنا اور ان کی فضیلت سے چشم پوشی نامناسب بات ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پیش نظر کوئی حکم فرما دیا ہے تو تعمیل ہی لازم ہے اور کراہیت کا اظہار آپ سے مروی ہے۔

کیونکہ ارشاد نبوی کے بعد پسند و ناپسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا تو مومنوں کا حال یہی ہے کہ وہ سر تسلیم خم کریں یہی راہِ صواب و ثواب و برکت ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ) اے ایمان والو جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔

ای اذا اردتم المناجاة معه علیه الصلوٰة والسلام لامر ما من الامور۔

یعنی جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی معاملے میں عرض معروض کرنے کا ارادہ

(فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً)

تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

ای فقدموا قبلھا۔ یعنی بارگاہِ عالیہ میں عرض معروض کرنے سے پہلے کچھ خیرات کرو آلوسی فرماتے ہیں۔

وفی ھذا الامر تعظیم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و نفع الفقراء وتمییز بین المخلص والمنافق و محب الاٰخرۃ و محب الدنیا و دفع للتکاثر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم من غیر حاجۃ مھمۃ

اس ارشاد باری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر، فقراء کے لئے منفعت، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور آخرت سے محبت کرنیوالے اور دنیا کی محبت رکھنے والے کے درمیان تفریق ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ماسوائے شدید و اہم حاجت کے تونگر لوگوں کی کثرت کا علاج ہو، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے بارگاہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنی گفتگو کی کثرت کر دی حالانکہ انہیں اس کی ضرورت ہوتی مگر یہ اس لیے کہ بارگاہِ اقدس میں ان کی قدر و منزلت یا رسائی کا اظہار ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درگزر فرماتے تھے اور کسی کو دور نہ فرماتے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل کا قول ہے کہ اغنیاء حاضر خدمت ہو کر لمبی گفتگو کرتے کہ غرباء کو موقع ہی نہ ملتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کا یہ طرز عمل بار خاطر ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ نزول حکم کے بعد امراء کنجوسی کیوجہ سے رک گئے۔ اور غرباء تنگدستی کیوجہ سے معذور ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ معذوری و محرومی شاق گزری تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی ترمذی شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نزول حکم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رائے دریافت فرمائی کہ صدقہ کی مقدار ایک دینار ہو تو کیسی ہے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی لوگوں میں اسکی طاقت نہیں ارشاد ہوا نصف دینار مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی لوگوں میں اسکی

طاقت بھی نہیں ارشاد فرمایا تو پھر کتنی ہو مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک درہم آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم بڑے زاہد ہو، عہد نبوی میں ایک دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔

اس حکم پر فقط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا آپ کا قول ہے کہ میرے سوا اس حکم پر کسی نے عمل نہ کیا آپ نے ایک دینار صدقہ کرکے دس مسئلے پوچھے تفسیر خازن اور مدارک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وفا کیا ہے ارشاد ہوا وحدانیت اور توحید کی شہادت، عرض کیا فساد کیا ہے ارشاد ہوا کفر و شرک عرض کیا حق کیا ہے فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جب تمہیں ملے عرض کیا تدبیر کیا ہے فرمایا ترک حیلہ، عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے فرمایا خدا و رسول کی اطاعت عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیسے مانگوں فرمایا صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا کیا طلب کروں فرمایا عاقبت عرض کیا اپنی نجات کے لیے کیا کروں فرمایا حلال (روزی) کھاؤ اور سچ کہو عرض کیا سرور کیا ہے۔ فرمایا جنت عرض کیا راحت کیا ہے۔ فرمایا دیدار الٰہی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں کو پوچھ چکے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کو موقعہ ہی میسر آیا کہ اس حکم پر عمل کر سکے۔

(ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ) یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔

(ذٰلِكَ) ای تقدیم الصدقات کا مقدم رکھنا (بارگاہِ عالیہ میں عرض و معروض کرنے سے پہلے صدقہ دینا) بہتر ہے۔

(خَيْرٌ لَّكُمْ) لما فیہ من الثواب کہ اس میں تمہارے لیے ثواب ہو۔

(وَأَطْهَرُ) وازکی لانفسکم اور تمہارے نفوس کو گناہوں کی آلودگی سے ستھرا اور پاکیزہ بنانے والا ہو اور بارگاہِ عالی سے زیادہ سے زیادہ حصول فیض و برکت پر رغبت دلانے والا ہو اور مال کی محبت چھوڑ کر صدقات کی طرف معین ہو اور محبت رسول کا تعلق مضبوط کرنے کا باعث ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا ہے۔

ای لمن لم یجد حیث رخص سبحانہ لہ فی المناجاۃ بلا تقدیم صدقہ

یعنی وہ شخص جو صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے بدون صدقہ کئے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مناجات کی رخصت دی ہے لم تجدوا سے واضح ہے کہ یہ حکم عام نہیں جو طاقت رکھتا ہے وہ خرچ کرے اور جس میں توفیق نہیں نادار و مفلس ہے تو اس کے لئے رخصت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی معذوری ونادری کے باعث انہیں اس حکم سے معافی دی ہے اور انہیں رخصت عطا کی ہے یہ حکم عام مخصوص البعض ہے

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو

ای اخفتم الفقر لاجل تقدیم الصدقات یعنی صدقات کی تقدیم کے حکم سے تمہیں کیا تنگی و غریبی کا خوف لاحق ہوا یا تم اس وجہ سے خیرات کرنے سے ڈر گئے کہ محتاج نہ ہو جائیں۔

(فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا) پھر جب تم نے یہ نہ کیا
ما امرتم بہ وشق علیکم ذٰلک
جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا تم نے اس طرح نہ کیا اور
یہ حکم تم پر دشوار گزرا

(وَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ) اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمائی۔
بان رخص لکم المباحاۃ من تقدیم صدقۃ یعنی اللہ نے تم پر انتہائی مہربانی فرمائی اور مناجات سے پہلے صدقہ کے حکم کو منسوخ کردیا اور اس حکم پر عمل نہ کرنے کا مؤاخذہ تم پر سے اٹھالیا اور تمہیں اجازت دی کہ اب خیرات فرض نہیں رہی۔

قتادہ کا قول ہے کہ حکم دن کی ایک ساعت رہا اور مقاتل کا قول ہے کہ عمل سے پہلے ہی یہ حکم منسوخ ہوگیا میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بخوشی صدقہ دے تو یہ امر اب بھی مستحسن ہے اور برکت کا باعث ہے۔

بزرگوں کی خدمت نذر اور صلحاء کے مزارات پر جو تبرک تصدق کے لیے لیجایا جاتا ہے اس کا جواز اسی آیت میں ہے البتہ جو نادار و مفلس ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ ط مَا ھُمْ مِّنْکُمْ وَلَا مِنْہُمْ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَی الْکَذِبِ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ہ

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ط اِنَّہُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَہُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ہ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے خواری کا عذاب

ہے۔

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا، ہی نہیں سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

ا - کیا　　لم - نہ　　تر - دیکھا تونے　　الی - طرف
الذین - انکی جنہوں نے　　تولوا - دوستی کی　　قوما - ان سے کہ　　غضب - غضب ہوا
الله - اللہ کا　　علیہم - ان پر　　ما - نہیں　　ھم - وہ
منکم - تم سے　　و - اور　　لا - نہ　　منہم - ان سے
و - اور　　یحلفون - قسمیں کھاتے ہیں　　علی - اوپر　　الکذب - جھوٹ کے
و - اور　　ھم - وہ　　یعلمون - جانتے ہیں　　اعد - تیار کیا
الله - اللہ نے　　لہم - انکے لیے　　عَذَابًا - عذاب　　شدیدا - سخت
انہم - بیشک　　ساء - برا ہے　　ما - جو　　کانوا - وہ
یعملون - کیا کرتے تھے　　اتخذوا - پکڑا انہوں نے　　ایمانہم - اپنی قسموں کو　　جنۃ - ڈھال
فصدوا - تو روکا انہوں نے　　عن سبیل الله - خدا کی راہ سے　　فلہم - تو ان کے لیے
عذاب - عذاب ہے　　مھین - رسوا کرنے والا　　لن - ہرگز نہ　　تغنی - کام آئیں گے
عنہم - ان کے　　اموالہم - انکے مال　　و - اور　　لا - نہ
اولاد - اولاد　　ھم - ان کی　　من الله - اللہ سے　　شیئا - کچھ بھی
اولئك - یہ لوگ　　اصحب النار - آگ والے ہیں　　ھم - وہ
فیہا - اس میں　　خلدون - ہمیشہ رہیں گے　　یوم - جس دن　　یبعثہم - اٹھائے گا انکو
الله - اللہ　　جمیعا - سب کو　　فیحلفون - تو قسمیں کھائینگے　　لہ - اسکے سامنے
کما - جیسے　　یحلفون - قسمیں کھاتے ہیں　　لکم - تمہارے سامنے　　و - اور
یحسبون - سمجھتے ہیں کہ　　انہم - وہ　　علی - اوپر　　شیء - کسی چیز کے ہیں
الا - خبردار　　انہم - بیشک وہ　　ھم - وہی　　الکذبون - جھوٹے ہیں
استحوذ - غالب آیا　　علیہم - ان پر　　الشیطن - شیطان　　فانسہم - تو بھلا دیا انکو
ذکر - ذکر　　الله - اللہ کا　　اولئك - یہ لوگ　　حزب - لشکر ہیں
الشیطن - شیطان کا　　الا - خبردار　　ان - بیشک　　حزب - لشکر
الشیطن - شیطان کا　　ھم - وہی ہیں　　الخسرون - گھاٹے والے　　ان - بیشک

الذین - وہ جو ۱ یحادون - مخالفت کرتے ہیں اللہ - اللہ کی و - اور
رسولہ - اسکے رسول کی اولئک - یہ لوگ ہیں فی - بیچ الاذلین - ذلیل لوگوں کے
کتب - لکھا اللہ - اللہ نے لاغلبن - ضرور غالب آؤنگا انا - میں
و - اور رسلی - میرے رسول ان - بیشک اللہ - اللہ
قوی - طاقتور ہے عزیز - غالب لا - نہ تجد - پائے گا تو
قوما - کسی قوم کو جو یؤمنون - ایمان رکھتے ہوں باللہ - اللہ پر و - اور
الیوم - دن الاخر - پچھلے پر یوادون - دوستی رکھیں من - اس سے جو
حاد - مخالفت کرے اللہ - اللہ کی و - اور رسولہ - اسکے رسول کی
و - اور لو - اگرچہ کانوا - ہوں وہ اباء - باپ
ھم - ان کے او - یا ابناء - بیٹے ھم - ان کے
او - یا اخوانھم - بھائی انکے او - یا عشیرتھم - قبیلہ انکا
اولئک - یہی لوگ ہیں کہ کتب - لکھا فی - بیچ قلوبھم - انکے دلوں کے
الایمان - ایمان و - اور ایدھم - مدد کی ھم - ان کی
بروح - ساتھ روح منہ - اپنی طرف کی سے و - اور یدخلھم - داخل کریگا انکو
جنت - باغوں میں کہ تجری - چلتی ہیں من تحتھا - اسکے نیچے الانھر - نہریں
خلدین - ہمیشہ رہیں فیھا - اس میں رضی - راضی ہوا اللہ - اللہ
عنھم - ان سے و - اور رضوا - وہ راضی ہوئے عنہ - اس سے
اولئک - یہ لوگ ہیں حزب - لشکر اللہ - اللہ کا الا - خبردار
ان - بیشک حزب - لشکر اللہ - اللہ کا ھم - وہی ہیں
المفلحون - کامیاب

مختصر تفسیر اردو سورۃ مجادلہ رکوع سوم پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔

کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے "انه کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم جالسًا فی ظل حجرة من حجرة وعنده نفر من المسلمین، فقال انکم سیأتیکم انسان ینظر الیکم بعینی شیطان فاذا جاءکم فلا تکلموه فلم یلبثوا ان طلع علیهم رجل ازرق فقال علیه الصلوٰة والسلام حین راٰه: علام تشتمنی وانت واصحابك فقال: ذرنی آتك بهم فانطلق فدعاهم فحلفوا فنزلت۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی حجرہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جلد ہی تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو تمہیں بالکل شیطان کیطرح دیکھے گا پس جب وہ آئے تو تم اس سے گفتگو نہ کرنا ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک نیلی آنکھوں والا شخص ان کے پاس نمودار ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تم اور تمہارے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو تو اس نے کہا ٹھہریئے میں ان کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہوں پھر وہ شخص گیا اور انہیں (اپنے ساتھیوں) کو بلا لایا تو انہوں نے قسمیں کھائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا) کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے

تعجیب من حال المنافقین الذین کانوا یتخذون الیهود اولیاء ویناصحونهم وینقلون الیهم اسرار المومنین۔

منافقین کے حال پر بطور تعجیب کے ارشاد ہے یہ وہ منافقین تھے جو یہودیوں کو دوست رکھتے تھے اور ان کی خیر خواہی کرتے تھے اور مومنین کے راز انہیں پہنچاتے

تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے ای الم تنظر یعنی کیا آپ نے نہ دیکھا۔

(قوماً غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ) لوگوں کو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

وھم الیھود اور یہ یہودی تھے۔

(مَا ھُمۡ مِّنۡکُمۡ) وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے۔

(ولا منھم)

ماھم سے مراد الی الذین تولوا وہ لوگ ہیں جو یہود کے دوست اور بھی خواہ تھے یعنی منافقین منکم سے مراد معشرالمومنین مومنوں کا گروہ ہے یعنی منافقین

اس پر حکم لاگو نہیں ہوتا اور اغنیاء کے لئے مستحب تصدیق ہی ہے اس حکم کی ایک حکمت تو یہ تھی کہ فقراء حضور کے صدقہ کھائیں اور اغنیاء کو رغبت صدقہ ہو اور رفع حکم میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا خرچ کرو گے سبھی تو محبوب مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہی کھاتے ہیں بلکہ ہر نعمت ان ہی کے در کی خیرات ہے اور اگر تم بالرغبت ھدیۃً ایسا کرو گے تو اس سے بڑھ کر لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ بارگاہ ایسی عظیم کہ وہاں "لا" ہے ہی نہیں۔

(فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

یعنی تم سے امر صدقہ کی پیروی نہ ہو سکی تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ ذکر صدقات کا بدل ہے اور نماز سے بڑھ کر ذکر نہیں اور زکوٰۃ فی نفسہٖ صدقہ ہے جس کا مقصد تزکیۂ نفوس ہے ان دونوں سے اس سستی کا ازالہ ہو جائے گا جو تم سے واقع ہوئی۔

(وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو

(ای فی سائر الاوامر یعنی تمام احکامات جو دئے جائیں ان کی پوری پوری فرمانبرداری کرو اور انہیں خلوص سے بجالاؤ۔

(وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ) اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

ظاھرا او باطنا یعنی تمہارے ظاہر یا چھپے ہوئے سب کاموں سے باخبر ہے اور تمہیں اس ہی کے موافق جزا ملے گی۔

مومنوں کے گروہ سے نہیں ہیں وَلَا مِنْهُمْ سے مراد دوای من اولٰئك القوم المغضوب علیهم یہود ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے۔ یعنی منافقین یہود کے گروہ سے بھی نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین گو دین کے ظاہر مقر ہیں لیکن دوستی یہود سے رکھتے ہیں اور یہود کے دین کے منکر اور دشمنی میں یہود کے ہمنوا وہی خواہ ہیں لہذا دونوں سے نہیں بلکہ دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہیں نہ مومن نہ کھلے کافر، دوغلے اور دورخے ہیں حدیث شریف میں ہے منافق کی مثال دو بکروں کے درمیان برہنہ بکری جیسی ہے دو کاٹنے والوں کے درمیان مذبذب نہ معلوم ان دونوں میں سے کس کا تبع کرے۔

(وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ یحلفون مضارع کا صیغہ ہے جو واضح کرتا ہے کہ قسم کھانے میں تکرار کرتے ہیں یعنی بار بار قسمیں کھاتے ہیں اور دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں یوں نہیں کہ وہ سچے ہیں بلکہ دوسروں کو بتانے کے لئے کہ ہم سچے ہیں حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہے ہیں اور اپنے دعویٰ و بیان دونوں میں جھوٹے ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥	اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برے کام کرتے ہیں۔

(اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ) اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے۔

بسبب ذلك اس سبب سے یعنی منافقوں کیلئے منافقت یہود دوستی اور اہل اسلام کی عداوت و مخالفت اور ان کی جاسوسی کرنیکی وجہ سے۔

(عَذَابًا شَدِيْدًا) سخت عذاب نوعا من العذاب متفاقما سخت بڑے اور دشوار عذاب کی ایک نوع جو انہیں نتھنوں کے بل لاحق ہوگا۔

(اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) بے شک وہ بہت برے کام کرتے تھے۔

ما اعتادوا عمله وتمرنوا علیه

جوان کے برے کام اور ریا دتیاں تھیں اور جس پر وہ ڈٹے رہے واضح مفہوم ہے کہ منافقوں کو ان کے کرتوتوں کے بدلہ میں سخت دشوار عذاب لاحق ہوگا

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً — انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ — بنا لیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا

فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۔ — تو ان کیلئے خواری کا عذاب ہے۔

(اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ) انہوں نے بنایا اپنی قسموں کو۔

الفاجرۃ التی یحلفو بھا عند الحاجۃ وہ بری اور گناہوں کی باتیں جن کے لئے قسمیں کھا کر ضرورت کے وقت سچے بننے کی کوشش کرتے یعنی قسموں کی آڑ میں اپنی کاروائیاں چھپا لیتے اور خود کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے حسن نے ایمان کو پڑھا اس تقدیر پر معنی یہ ہونگے اس ایمان کی وجہ سے جس کا اظہار وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اور خالص مومنوں سے کرتے اپنی کاروائیوں کو تحفظ دیتے کہ ہم تو مومن ہیں ہم ایسا کیونکر کر سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں اور اس پر جھوٹی قسم کھاتے تاکہ اعتبار قائم ہو۔

(جُنَّۃً) ڈھال وقایۃ وسترۃ عن المؤاخذۃ

بچنے کے لئے اور بطور آڑ کے یا سپر کے تاکہ مؤاخذہ نہ ہو سکے یعنی پکڑے نہ جائیں اور یہ کہ اپنا جان و مال محفوظ رہے۔

(فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) تو اللہ کی راہ سے روکا۔

(فَصَدُّوْا) ای الناس یعنی لوگوں کو

(عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) فی خلال امنھم بتشبیط من لقواعن الدخول فی الاسلام و تضعیف امر المسلمین عندھم"

اپنی حیلہ سازیوں سے ان کے امن و امان میں خلل ڈالا اور جوان سے ملا اسے سلام میں داخل ہونے سے روکا اور اپنے نزدیک مسلمانوں کے معاملے کو کمزور کیا ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قتل سے روکا کہ اللہ کا راستہ ان ہی کے ساتھ قتال

سبھی کفار و منافقین دوزخی ہیں اور انہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے یعنی ان پر ایسا عذاب ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا بلکہ عذاب پر مزید عذاب پاتے رہیں گے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا	جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے
فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ	گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی
لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ	قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے
عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ	کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ
الْكٰذِبُوْنَ ۝	انہوں نے کچھ نہیں کیا سنتے ہو بے شک
	وہی جھوٹے ہیں

(يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا) جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا۔
یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ اٹھائے گا۔

(فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ) تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں۔

(فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ) ای للّٰه تعالیٰ یومئذٍ قائلین : واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۝
یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اس دن یہ کہیں گے بخدا اے ہمارے پروردگار ہم شرک کرنیوالے نہ تھے۔

(كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ) فی الدنیا انہم مسلمون مثلکم
جس طرح دنیا میں اہل ایمان سے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے باور کراتے تھے کہ وہ انہی کی طرح مسلمان ہیں۔

اور ہم بروز حشر بھی یونہی اللہ تعالیٰ کے حضور اسی طرح کہیں گے کہ ہم دنیا میں مخلص مومن تھے
(وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ) اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا
(وَيَحْسَبُوْنَ) فی الاخرۃ یعنی آخرت میں سمجھیں گے۔
(اَنَّهُمْ) تبلك الایمان الفاجرۃ اس جھوٹے اور جعلی ایمان کیوجہ سے

منافقین کے ساتھ) ہیں ہی مضمر تھا۔ اور ایک قول ہے (صدوا) لازم ہے اور اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فی الحقیقت قبول اسلام سے روکا جیساکہ ظاہر ہے۔

(فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ہ) تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

وعید ثان یوصف آخر لعذابهم وقیل : الاولی عذاب القبر وهذا عذاب الآخرة۔

یہ دوسری وعید ہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے پر انہیں آخرت میں عذاب ہوگا اور ایک قول ہے پہلی وعید سے مراد عذاب قبر اور اس سے (دوسری سے) مراد آخرت کا عذاب ہے جو ذلیل و رسوا کرنیوالا ہوگا۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ	ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ
وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ	کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے
شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ	وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ	ہمیشہ رہنا ہے۔

(لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط)

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے۔

یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے اور یہاں منافقین کے احوال کا ذکر کر کے ان پر واضح کیا گیا ہے کہ مال و اولاد جس پر انہیں ناز ہے اور زعم رکھتے ہیں کوئی بھی کام نہ دے گا اور عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا، سورہ آل عمران میں یہ آیت تکرار سے بتغیر الفاظ آئی ہے اور مفسرین کا قول ہے کہ وہاں یہ بنو قریظہ وغیرہ یہودی قبائل یا ابوجہل وغیرہ کے حق میں اتری جنہوں نے اسلام دشمنی میں کثیر مال خرچ کیا تھا اور اپنی اولاد پر زعم رکھتے تھے چونکہ منافقین بھی یہود و کفار کے دوست بہی خواہ تھے لہذا بعید نہیں کہ وہ بھی در پردہ اسلام دشمنی میں یہی چلن رکھتے ہوں اسی لئے ہے انہیں بھی بطور تہدید وعید شدید ہے۔

(اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ)

وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

(عَلٰی شَیۡءٍ) من جلب منفعة او دفع مضرة کما کانوا علیه فی الدنیا حیث کانوا یدفعون بہا عن ارواحہم واموالہم ویستجرون بہا فوائد دنیویہ ۔

فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یا اپنے سے ضرر کو دور کرنے کیلئے جیسا کہ دنیا کی زندگی میں کرتے تھے اور جس کی وجہ سے (جھوٹی قسموں کی آڑ میں) اپنے مال وجان کو محفوظ بنالتے تھے اور انہی کے ساتھ دنیوی فائدہ حاصل کرتے تھے ۔

(اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ۝) سنتے ہو بے شک وہی جھوٹے ہیں ۔

البالغون فی الکذب الی غایة لیس وراھا غایة حیث تجاسروا علی الکذب بین یدی علام الغیوب وزعموا ان ایمانہم الفاجرة تروج الکذب لدیہ عزوجل کما تروجہ عند المومنین ۔

ایسے جھوٹے کہ اس سے بڑھ کر جھوٹے ہونے کی حد نہیں کہ خداوند قدوس جو پوشیدہ بھیدوں کا خوب جاننے والا ہے اس کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور گمان کریں گے کہ ان کے جھوٹے اور جعلی ایمان کا دروغ گوئی کے ذریعہ اللہ عزوجل کے حضور بھی اسی طرح بھرم (اعتبار) قائم رہے گا جس طرح مومنوں کے ساتھ کارآمد ہوجاتا تھا ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین اپنی جھوٹی قسموں اور دروغ بے فروغ کو کارآمد سمجھیں گے جبکہ ایسا خیال خام ہوگا اللہ تعالیٰ عالم الغیب، علیم بذات الصدور ہے لیکن ظالموں کی ڈھائی اور بے حد دروغگوئی کا یہ حال ہوگا کہ دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کے روبرو جھوٹ بولتے رہے اور روزِ حشر اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور سمجھیں گے کہ دنیا کی طرح داؤ چل جائیگا لیکن حقیقت میں خود کو دھوکہ دیں گے اور جہنم کے ابدی عذاب اور رسوائی کا شکار رہوں گے ۔

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ	ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں
فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ؕ	اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے
اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ ؕ	گروہ میں سنتا ہے بے شک شیطان

اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ہی کا گروہ ہار میں ہے۔
ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

(اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ) ان پر شیطان غالب آگیا۔

ای غلب علی عقولھم بوسوسة وتزیینه حتی اتبعوہ فکان مستولیاً علیھم۔

یعنی ان کی عقلوں پر وسوسوں اور ان کو دلوں بھی لبھانے اور سہانے کے ذریعہ ان کی عقلوں پر غالب آگیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی پیروی کی پس وہ ان پر چھاگیا یا مسلط ہوگیا، قاموس میں الحوذ کے معنی تقیید السوق بالسریع کے ہیں یعنی جمع کر کے یا اکٹھا کر کے تیزی کے ساتھ ہانکنا یا چلانا جس طرح ساربان اونٹوں کو ہنکاتا ہے۔

(فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط) تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔

فی معنی لم یمکنھم من ذکرہ عزوجل بما زین لھم من الشھوات فھم لا یذکرونه اصلاً لا بقلوبھم ولا بالسنتھم، مطلب ہے کہ شیطان نے شہوات و مرغوبات کو ان کے لیے اس قدر سہانا اور دلفریب بنایا ہے کہ ان کے لیے اللہ عزوجل شانہ، کا ذکر کرنا ممکن ہی نہیں رہا پس وہ سرے سے نہ اپنے دلوں کے ساتھ اور نہ ہی اپنی زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں یعنی انہیں اس قدر غافل کر دیا ہے کہ وہ عذاب وعقوبت سے نہیں ڈرتے، اور انہیں اس امر کا علم ہی نہیں کہ حق تعالیٰ ان کے اسرار کو بخوبی جانتا ہے۔

(اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط) وہ شیطان کے گروہ ہیں۔

ای جنودہ واتباعه یعنی شیطان کے لشکر اور اس کے پیروکار ہیں۔

(اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀) بے شک شیطان ہی گروہ ہار میں ہے۔

ای الموصوفون بالخسران الذی لا غایة وراءہ حیث فوتوا علی انفسھم النعیم المقیم واخذوا بدله العذاب الالیم ؀

یعنی یہ لوگ گھاٹا و خسارہ اٹھانے والے ہیں ایسا خسارہ جس کی انتہا نہیں جسکی وجہ سے جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہوگئے اور جہنم کے ابدی عذاب میں پکڑے گئے اور شیطانی گروہ کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے دائمی بربادی و ہلاکت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ۔	بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یعنی شیطان کے گروہ اور اس کی پیروی کرنے والے مراد کفار و مشرکین اور منافقین وغیرہ۔

(اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ) وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(اولئك) جن لوگوں کا پیچھے ذکر ہوا یعنی منافقین (فی الاذلین) اولین و آخرین سے جو اللہ نے پیدا کیا ذلیل ترین مخلوق میں شمار ہوں گے کہ ان سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں ان کی ذلت ان کے کرتوتوں اور ان کی دشمنی کے حساب و مقدار سے ہوگی اور اس کی حد نہ ہوگی ظاہر ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مومنین بندوں کے لئے ہے اور اللہ کریم کی عزت غیر متناہی اور بے انتہا ہے لہٰذا ان منافقوں کی ذلت اسی مناسبت سے ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی انتہا ہوگی

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○	اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

(كَتَبَ اللّٰهُ) اللہ لکھ چکا

ای اثبت فی اللوح المحفوظ او قضی و حکم

یعنی لوح محفوظ میں لکھ چکا یا فیصلہ فرما دیا یا حکم فرما چکا۔

(لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ) کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول

ای بالحجة والسیف یعنی حجت کے ساتھ اور تلوار کے ذریعہ واضح مفہوم یہ ہے کہ غلبہ کی ایک صورت یہ ہوگی کہ دلائل و براہین سے منکروں کافروں کو عاجز کر دیں گے اور ایک صورت یہ ہے کہ رسول اور ان کے متبعین مومنین کفار پر جہاد میں غالب رہیں گے ، اور یہ غلبہ واضح ہے جیسا کہ پیغمبروں کے تذکرہ میں گزرا کہ ان کے اعداء ہلاک ہوئے اور متبعین غالب رہے ۔

قوم نوح ، قوم لوط ، قوم صالح اور دیگر اقوام کے قصوں سے یہ بات ثابت ہے ۔ جہاد کی صورت میں بھی کفار مغلوب و مقہور رہے ہیں جیسا کہ عہد رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غزوہ بدر و دیگر مشاہدات میں ہوا ، یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جو حجت جہاد خالصتاً لوجہ اللہ ہوگا اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے اس لیے کہ حق کا غلبہ امر قطعی ہے اور بمقابلہ حق باطل کا غلبہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ ان الباطل کان زهوقا اور اگر غلبۂ کفار ظاہر ہو تو واضح رہنا چاہیے کہ ایسا جہاد میں کوتاہی اور اخلاص میں کمی کی وجہ ہوگا ۔

وانتم الاعلون ان کنتم تاہم یہ غلبہ عارضی ہوگا دائمی غلبہ حق ہی کے لئے ہے غزوہ احد میں جو صورت پیدا ہوئی اس کے بارے میں محققین کا ارشاد بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہزیمت و شکست کی نسبت کرنا کفر ہے اور یہ اسی آئت سے مستفاد ہے ۔

کیونکہ ان کا سارا معاملہ خدا و رسول کی فرماں برداری میں تھا ایسا نہ ہوتا تو وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وارد نہ ہوتا اور یہی کافی ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ) بے شک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے ۔

علی نصر رسلہ ولا یغلب علی مرادہ عزوجل

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی نصرت پر ایسی قوت رکھتا ہے کہ کوئی اس کے ارادہ

ومشیت میں نہ رکاوٹ ڈال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔ لاریب تمام قوت وعزت اسی ہی کے لیے ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ	تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ	رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر
یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ	کہ دوستی کریں ان سے جنہوں
وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا	نے اللہ اور اس کے رسول
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ	سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ	کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ	والے ہوں۔
الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ	یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ
بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَیُدْخِلُهُمْ	نے ایمان نقش فرما دیا اور
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ	اپنی طرف کی روح سے ان
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ	کی مدد کی اور انہیں باغوں
فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ	میں لے جائے گا جن کے نیچے
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط	نہریں بہیں ان میں
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ	ہمیشہ رہیں اللہ ان سے
اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ	راضی اور وہ اللہ سے راضی
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ	یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے
الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع	اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وَالہٖ وسلّم او لکل احد یصلح لہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یا ہر اس شخص سے جو اپنی خیر خواہی چاہتا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اسکو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرے یا رکھے کشاف میں ہے۔

انہٗ من فرض غیر الواقع واقعًا محسوسًا حیث نفی الوجدان علی الصفۃ۔

جو یہ فرض کرے کہ ایسا نہیں ہوا تو اس نے وجدان کی نفی کی کیونکہ اللہ نے تجدُّ فرما کر صفتِ قوم بیان کی ہے یعنی مومن سے یہ امر ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ دشمنانِ خدا ورسول سے دوستی رکھے یا اس میں ان کی دوستی پائی جائے۔

"مَن حاد اللہ ورسولہٗ" ۔ سے مراد کفار ہیں اور بعض آثار میں فاسقین بھی اسی میں شامل ہے اور فاسقین سے ترک سوالات مشرکین وکفار ہی کی طرح ہے اور اس پر متعدد احادیث وارد ہیں ترمذی میں واثلہ سے مرفوعًا روایت ہے

یقول اللہ تبارک وتعالیٰ: وعزتی لا ینال رحمتی من لم یوال اولیائی ویعاد اعدائی ،

اللہ کریم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم وہ میری رحمت ہرگز نہیں پائے گا جو میرے دوستوں سے محبت ودوستی نہ رکھے اور میرے دشمنوں سے بغض و عداوت نہ رکھے۔

امام احمد نے براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مرفوعًا روایت کی ہے

"اوثق الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ"

پختہ ترین ایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت ہوا ور اللہ ہی کے لئے عداوت ہو اس سے واضح ہوا کہ بے دینوں، بد مذہبوں اللہ اور اس کے رسولوں اور دوستوں کی جناب میں گستاخی، بے باکی اور جرأت اور بے ادبی کرنیوالوں

سے مؤدت و اختلاط جائز نہیں،

(وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ) اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی کنبے والے ہوں۔

(وَلَوْ كَانُوْٓا) ای من حاد اللہ ورسولہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی وہ جو اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوں اٰبَآءَهُمْ کی تقدیم اس لئے ہے کہ اولاد پر ان کی (باپوں) کی اطاعت لازم ہے اور یونہی دنیا میں ان کی مصاحبت و محبت معروف ہے اور ان کے بعد بیٹوں کو ثانیاً ذکر کرنا ان کے ساتھ انتہائی تعلق کیوجہ سے کہ وہ ان کے جگر پارے ہیں اور تیسرے نمبر پر بھائیوں کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ ان کے مددگار ہوتے ہیں اور اقارب (کنبہ والے) پر کلام کو ختم کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ برادری والے نہ صرف قابل اعتماد ہوتے ہیں بلکہ قوت و مدد کا باعث ہوتے ہیں ابو رجا نے عشائرھم یعنی جمع کے ساتھ بھی قرأت کی ہو لیکن اہل ایمان کو قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں ہوتا کہ اس وجہ سے خدا اور رسول کے مخالفوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھیں، اہل ایمان ان سب رشتوں کو قربان کر کے اللہ ورسول کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں بخاری میں ہے کہ بروزِ بدر حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے والد جراح کو قتل کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بیٹے عبد الرحمن کو بروزِ بدر دعوت مبارزت دی مگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی مشاورت کے لئے روک لیا اور اجازت نہ دی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، نے یوم احد اپنے بھائی عبد اللہ کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا جو قریبی رشتے دار تھے اور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت ان مومنین کے

حق میں نازل ہوئی۔

(اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ)

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا۔

ای اثبت اللہ تعالیٰ فیہا

یعنی اللہ نے ان لوگوں کے دلوں میں جما دیا ہے گویا ان کے قلوب میں ایمان اس طرح جمع ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ یا ان کے قلوب نور ایمان کے اثبات سے جگمگا رہے ہیں یا قنادیل نوری ہیں اور ان کے قلوب پر شک آ ہی نہیں سکتا۔

(وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ) اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی

(وَاَيَّدَهُمْ) ای قواھم یعنی انہیں قوت و مضبوطی عطا کی (بروح منہ)، والمراد بالروح نور القلب اور روح سے مراد قلب کا نور ہے جو اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اُس کے دل میں ڈالتا ہے جس سے طمانیت عروج اور تحقیق کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔

ایک قول ہے کہ مراد رحمت الٰہی ہے اور بعض نے کہا مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور یونہی ایک قول ہے بدر کے روز جبرائیل اور فرشتے اہل ایمان کی تائید و نصرت کے لیے نازل ہوئے۔

(وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا)

اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں

یعنی آخرت میں ان پر یہ انعامات ہوں گے اور وہ ہمیشہ ہمیش ایسے باغوں میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور دائمی نعمتوں سے نوازے جائیں گے یہ ان کے ایمان و اخلاص کا ثمرہ ہوگا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

(رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ)

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اللہ کریم کا ان سے راضی ہونا ان کے ایمان و اخلاص اور اطاعت کے سبب ہوگا۔

اور وہ اللہ کریم کی رحمت وکرم اور اُخروی انعامات کے حصول پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔

(اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ) یہ اللہ کی جماعت ہے۔

تشریفہم ببیان اختصاصھم بہٖ تعالیٰ یہ ان لوگوں کی بزرگی وعظمت شان کے اظہار کے لئے فرمایا اس وجہ سے کہ وہ خلوص وللہیت کے ساتھ اپنے پروردگار کے دین کے مؤید اور اس کے احکام کے پابند تھے اور اسی نسبت سے حزب اللہ قرار دیئے گئے کہ غلبۂ حق کے لئے طاغوتی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے یہاں تک کہ اس کے حضور پہنچے۔

(اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ع) سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

بیان لاختصاصھم لسعادۃ الدارین

یہ ان لوگوں کے لئے دونوں جہان کی خصوصی نوازشوں کے بطور خاص بیان کے لئے ارشاد ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ کی جماعت ہی دین و دنیا اور عقبیٰ و آخرت کی جملہ کامیابیوں و کامرانیوں کو پانے والی ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی مدح و تعریف ہے اور اللہ نے انہیں اپنا گروہ فرمایا ہے لہذا اس گروہ سے رائی برابر بھی بے رخی و بے ہودگی بربادئ ایمان و آخرت کا باعث ہے اور اللہ نے انہی کو کامیاب قرار دیا ہے جو انہیں ناکام جانے یا ان کے بارے میں سوءظنی رکھے وہ نامراد ہے اللہ نے اس آیت میں انہیں نہ صرف نعمتوں کی بشارت دی ہے وعدہ فرمایا ہے بلکہ اپنی رضا اور ان کی رضا کا ذکر کرکے ان کے محبوبان بارگاہ ہونے کو قطعی فرمادیا ہے اور محبوبان بارگاہِ اقدس کی عداوت اللہ سے اعلان جنگ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ اللّٰہِ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(الحمد للہ سورہ مجادلہ کی تفسیر تمام ہوئی)

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۱۹۹۰ء بروز ہفتہ

مختصر تفسیر سورۃ الحشر پارہ اٹھائیس

سورۃ الحشر مدنی ہے اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں البقاعی کا قول ہے کہ سورۃ کا نام سورۃ بنی النضیر ہے امام بخاری وغیرہ نے ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے کہا سورۃ الحشر تو انہوں نے کہا کہ سورۃ بنی النضیر کہو ابن حجر کا قول ہے گویا انہوں نے (عبداللہ بن عباس نے) اس سورۃ کو سورۃ الحشر کے نام سے موسوم کرنے کو مکروہ جانا شائد اس لیے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہاں تو صرف بنی النضیر کا جلا وطن کرنا ہی مراد ہے۔

اس سورہ مبارکہ کی پچھلی سورۂ مبارکہ المجادلہ سے مناسبت یہ ہے کہ دونوں کے مضامین مشترک ہیں مجادلہ میں منافقین اور یہود اور ان کی روگردانیوں اور سرکشیوں کا ذکر ہے اور اس میں فقط یہود کا ذکر ہے تاہم منافقین کی معاونت بھی مشیر ہے المجادلہ کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ لکھ چکا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔

سورہ بنی النضیر میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی اور سازشوں کے باوجود مغلوبیت روشن ہے کتاب المغازی میں ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ بنو نضیر کا سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ تو آپ سے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں سے آپ کی حمایت میں لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں کے ہمراہ آپ کے خلاف لڑیں گے۔ پس جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی تو بنو نضیر کہنے لگے یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت توریت میں ہے اور ان کا علم کبھی سرنگوں نہ ہو گا لیکن غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو زخم پہنچا تو وہ متذبذب ہو گئے اور شبہ میں پڑ گئے اور انہوں نے میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی کی اور اسے توڑ ڈالا۔

کعب بن الاشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے نزدیک حلف اٹھایا کہ بنی نضیر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قریش کی مدد کریں گے

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاہدہ کی خبر دی جس پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم صادر فرمایا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس مردود کو واصل جہنم کیا بنو نضیر نے پیہم غداریاں کیں اور معاہدے کی پاسداری نہ کی، بنو نضیر نے آپ کی دعوت ارشاد سننے کے بہلنے سے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازشش دو مرتبہ کی مگر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور آپکو ان کے فاسد ارادوں کی اطلاع ہوگئی اسی طرح غزوۂ بیر معونہ سے واپسی پر عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ دو مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں جب آپ بنی نضیر کے ہاں پہونچے تو انھوں نے بلندی سے پتھر لڑھکا کر آپ کے قتل کی سازش کی مگر حق تعالیٰ نے آپ کو اطلاع فرمائی اور محفوظ رکھا اور آپ ان کی مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور اس کے بعد محمد مسلمہ کو بلا کر انہیں بنی نضیر کے یہود کے پاس جاکر انہیں یہ حکم دینے کو کہا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیام دے کر بھیجا ہے کہ تم لوگ میرے شہر سے نکل جاؤ اور تمہیں صرف دس روز کی مہلت ہے۔

اس مدت کے بعد جو کوئی یہاں پایا گیا قتل کیا جائیگا یہ فرمان عالیشان سننے کے بعد یہود کو بہت فکر ہوئی اور وہ نکلنے کی تیاریوں میں مشغول ہوئے عبداللہ ابن ابی نے ان کی بڑی دلجوئی کی اور انہیں دو ہزار سواروں کے ساتھ حفاظت کا یقین دلایا اور بنو قریظہ اور بنو غطفان کی امداد کا بھروسا دلایا اور خوب کوشش کی مگر کعب بن اسد قرظی نے صاف انکار کر دیا اور کوشش کی کہ معاملہ طویل ہو، اللہ تعالیٰ نے سب کو ناکام کیا یہود مرعوب ہوکر جلاوطن ہوئے اور شام، اریحا اور خیبر کیطرف چلے گئے، اسی جلاوطنی کا ذکر اس سورۂ مبارکہ کا موضوع ہے۔

سورۃ الحشر مدنیہ

اس میں تین رکوع چوبیس آیتیں چار سو پینتالیس کلمے اور ایک ہزار نو سو تیرہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحشر پ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے

کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

مَآ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تم کو رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر میں ایمان لانے سے پہلے گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں

سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحشر پ ۲۸

سَبَّحَ ۔ پاکی بولتا ہے	لِلّٰهِ ۔ اللہ کی	مَا ۔ جو	فِیْ ۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے ہے	وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	فِیْ ۔ بیچ
الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	الْعَزِیْزُ ۔ غالب
الْحَکِیْمُ ۔ حکمت والا ہے	هُوَ ۔ وہ	الَّذِیْ ۔ وہ ہے جس نے	اَخْرَجَ ۔ نکالا
الَّذِیْنَ ۔ ان کو جو	کَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے	مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ ۔ اہل کتاب میں سے	
مِنْ دِیَارِهِمْ ۔ ان کے گھروں سے		لِاَوَّلِ ۔ واسطے پہلے	الْحَشْرِ ۔ حشر کے
مَا ۔ نہ	ظَنَنْتُمْ ۔ گمان تھا تم کو	اَنْ ۔ یہ کہ	یَّخْرُجُوْا ۔ نکل جائیں گے
وَ ۔ اور	ظَنُّوْا ۔ وہ بھی سمجھتے تھے	اَنَّهُمْ ۔ کہ انکو	مَّانِعَتُهُمْ ۔ بچا لیں گے
حُصُوْنُهُمْ ۔ ان کے قلعے	مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے	فَاَتٰهُمُ ۔ تو آیا انکے پاس	اللّٰهُ ۔ اللہ کا حکم
مِنْ حَیْثُ ۔ جہاں سے	لَمْ ۔ نہ	یَحْتَسِبُوْا ۔ گمان کرتے تھے	وَ ۔ اور
قَذَفَ ۔ ڈالا	فِیْ ۔ بیچ	قُلُوْبِهِمُ ۔ ان کے دلوں کے	الرُّعْبَ ۔ رعب
یُخْرِبُوْنَ ۔ خراب کرتے ہیں	بُیُوْتَهُمْ ۔ اپنے گھر	بِاَیْدِیْهِمْ ۔ اپنے ہاتھوں سے	وَ ۔ اور
اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کے ہاتھوں سے		فَاعْتَبِرُوْا ۔ تو عبرت پکڑو	یٰۤا ۔ اے
اُولِی الْاَبْصَارِ ۔ آنکھوں والو		وَ ۔ اور	لَوْلَآ ۔ اگر نہ ہوتا
اَنْ ۔ یہ کہ	کَتَبَ ۔ لکھا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	عَلَیْهِمُ ۔ ان پر
الْجَلَآءَ ۔ جلاوطن ہونا	لَعَذَّبَهُمْ ۔ تو عذاب کرتا انپر	فِی ۔ بیچ	الدُّنْیَا ۔ دنیا کے
وَ ۔ اور	لَهُمْ ۔ انکے لیے	فِی ۔ بیچ	الاٰخرۃ ۔ آخرت کے
عذاب ۔ عذاب ہے	النار ۔ آگ کا	ذلك ۔ یہ	بانهم ۔ اسلیے کہ انہوں نے
شاقوا ۔ مخالفت کی	الله ۔ اللہ	و ۔ اور	رسوله ۔ اسکے رسول کی

و۔ اور　　من۔ جو　　یشاق۔ مخالفت کرے　　اللہ۔ اللہ کی

فان۔ تو بیشک　　اللہ۔ اللہ　　شدید۔ سخت　　العقاب۔ عذاب والا ہے

ما۔ جو　　قطعتم۔ کاٹے تم نے　　من لینۃ۔ کھجور کے درخت　　او۔ یا

ترکتمو۔ چھوڑا تم نے　　ھا۔ ان کو　　قائمۃ۔ کھڑے　　علی۔ اوپر

اصولھا۔ اپنی جڑوں کے　　فباذن۔ تو وہ حکم　　اللہ۔ الٰہی سے ہے　　و۔ اور

لیخزی۔ تاکہ رسوا کرے　　الفاسقین۔ فاسقوں کو　　و۔ اور　　ما۔ جو

افاء۔ غنیمت دے　　اللہ۔ اللہ　　علی۔ اپنے　　رسولہ۔ رسول کو

منھم۔ ان سے　　فما۔ تو نہیں　　اوجفتم۔ دوڑائے تم نے　　علیہ۔ اس پر

من خیل۔ گھوڑے　　و۔ اور　　لا۔ نہ　　رکاب۔ اونٹ

و۔ اور　　لکن۔ لیکن　　اللہ۔ اللہ　　یسلط۔ غالب کرتا ہے

رسلہ۔ اپنے رسولوں کو　　علی۔ اوپر　　من۔ جس کے　　یشاء۔ چاہے

و۔ اور　　اللہ۔ اللہ　　علی۔ اوپر　　کل۔ ہر

شئ۔ چیز کے　　قدیر۔ قادر ہے　　ما۔ جو　　افاء۔ غنیمت دے

اللہ۔ اللہ　　علی۔ اپنے　　رسولہ۔ رسول کو　　من اھل القری۔ شہر

والوں سے　　فللہ۔ تو اللہ کے لیے　　و۔ اور　　للرسول۔ رسول کے لیے

و۔ اور　　لذی القربی۔ قرابت والوں کے لیے　　و۔ اور

الیتمی۔ یتیموں　　و۔ اور　　المسٰکین۔ مسکینوں کیلیے ہے　　و۔ اور

ابن السبیل۔ مسافروں کے لیے　　کی۔ تاکہ　　لا۔ نہ

یکون۔ ہو　　دولۃ۔ مال　　بین۔ تمہارے　　الاغنیاء۔ غنیوں کا

منکم۔ تم میں سے　　و۔ اور　　ما۔ جو　　اٰتٰکم۔ دے تم کو

الرسول۔ رسول　　فخذوہ۔ تو لو اس کو　　و۔ اور　　ما۔ جو

نھٰکم۔ روکے تم کو　　عنہ۔ اس سے　　فانتھوا۔ تو باز آجاؤ　　و۔ اور

اتَّقُوا۔ ڈرو　　اللّٰہَ۔ اللہ سے　　اِنَّ۔ بیشک　　اللّٰہَ۔ اللہ

شَدِیْدُ۔ سخت　　الْعِقَابِ۔ عذاب والا ہے　　لِلْفُقَرَاءِ۔ فقیر　　الْمُھٰجِرِیْنَ۔ مہاجروں کیلئے

الَّذِیْنَ۔ جو　　اُخْرِجُوْا۔ نکالے گئے　　مِنْ دِیَارِ۔ گھروں　　ھِمْ۔ اپنے سے

وَ۔ اور　　اَمْوَالِھِمْ۔ اپنے مالوں سے　　یَبْتَغُوْنَ۔ چاہتے ہیں　　فَضْلًا۔ فضل

مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ کا	وَ ۔ اور	رِضْوَانًا ۔ رضامندی	وَ ۔ اور
یَنْصُرُوْنَ ۔ مدد کرتے ہیں	اللّٰہَ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	رَسُوْلَہٗ ۔ اسکے رسول کی
اُولٰٓئِکَ ۔ یہ	ھُمُ ۔ وہی ہیں	الصّٰدِقُوْنَ ۔ سچے	وَ ۔ اور
الَّذِیْنَ ۔ وہ جنہوں نے	تَبَوَّؤُ ۔ جگہ بنائی	الدَّارَ ۔ اس شہر	وَ ۔ اور
الْاِیْمَانَ ۔ ایمان میں	مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ ان سے پہلے		یُحِبُّوْنَ ۔ پسند کرتے ہیں
مَنْ ۔ جو	ھَاجَرَ ۔ ہجرت کرتا ہے	اِلَیْھِمْ ۔ انکی طرف	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہیں	یَجِدُوْنَ ۔ پاتے	فِیْ ۔ بیچ	صُدُوْرِ ۔ سینوں
ھِمْ ۔ اپنے کے	حَاجَۃً ۔ تنگی	مِمَّا ۔ اس سے جو	اُوْتُوْا ۔ دیے گئے
وَ ۔ اور	یُؤْثِرُوْنَ ۔ ترجیح دیتے ہیں عَلٰی ۔ اوپر		اَنْفُسِھِمْ ۔ اپنی جانوں کے اوپر
وَ ۔ اگرچہ	لَوْ ۔ ہو	کَانَ ۔ انکو	بِھِمْ ۔ اس میں
خَصَاصَۃٌ ۔ تنگی	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	یُّوْقَ ۔ بچایا گیا
شُحَّ ۔ بخیلی	نَفْسِہٖ ۔ اپنے نفس کی سے	فَاُولٰٓئِکَ ۔ تو یہ	ھُمُ ۔ وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ ۔ کامیاب	وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	جَآءُوْا ۔ آئے
مِنْ بَعْدِ ۔ بعد	ھِمْ ۔ ان کے	یَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب
اغْفِرْ ۔ بخش دے	لَنَا ۔ ہم کو	وَ ۔ اور	لِاِخْوَانِنَا ۔ ہمارے بھائیوں کو
الَّذِیْنَ ۔ جو	سَبَقُوْ ۔ پہلے گزر گئے	نَا ۔ ہم سے	بِالْاِیْمَانِ ۔ ساتھ ایمان کے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَجْعَلْ ۔ رکھ	فِیْ ۔ بیچ
قُلُوْبِنَا ۔ ہمارے دلوں کے	غِلًّا ۔ کینہ	لِلَّذِیْنَ ۔ انکے لیے جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے
رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب	اِنَّکَ ۔ بیشک	رَءُوْفٌ ۔ مہربان ہے	رَّحِیْمٌ ۔ رحم کرنے والا

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الحشر پ ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں
یعنی جاندار اور بے جان ہر کوئی اللہ کی پاکی بولتا ہے آسمانوں میں جیسے ملائکہ اور اجرام فلکی وغیرہ اور زمین میں جاندار اور بے جان مخلوق سبھی اسی کا ذکر کرتے ہیں ۔

(وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔
یعنی عزت غلبہ اسی کے لئے اور اس کے تمام امور حکمتوں بھرے ہیں ۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ	وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ	کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے
الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ	پہلے حشر کے لئے تمہیں گمان نہ تھا
لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ	کہ وہ نکلیں گے ۔ اور وہ سمجھتے
مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا	تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ
وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ	سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم
حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ	ان کے پاس آیا جہاں سے ان
اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ	کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے
یَحْتَسِبُوْا وَ قَذَفَ فِیْ	ان کے دلوں میں رعب ڈالا
قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ	کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں
یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ	اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں
بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی	کے ہاتھوں
الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا	تو عبرت لو
یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝	اے نگاہ والو ۔

(هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ) وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو نکالا

(هُوَ الَّذِیْ) وہی ہے یعنی اللہ کریم یہ اللہ تعالیٰ کی عزت و شان اور اس کے حکیمانہ احکام کے بیان کے طور پر ارشاد ہے اور لاریب وہ علی الاطلاق عزت والا

قہار اور حکمت با ہر کا مالک ہے (اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ) کافر کتابیوں سے مراد یہود ہیں جو بنو نضیر سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے نواح میں قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور پشتوں سے وہاں آباد تھے یہ بنو نضیر یہود خیبر کا بنو قریظہ کی طرح بہت بڑا قبیلہ تھے انہیں ”الحیین“ کہا جاتا تھا یعنی الکاہنان کیونکہ یہ دونوں قبیلے کاہن بن ہارون کی اولاد سے تھے جیسا کہ ”بحر“ میں وارد ہے ایک قول ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کی اس جماعت کے ایک گروہ سے متعلق تھے جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کے انتظار میں مدینہ کے نواح میں ٹھہر گئے تھے (اَخْرَجَ) سے مراد بنو نضیر کا نواح مدینہ سے جلا وطن ہونا ہے ——

(مِنْ دِیَارِھِمْ) ان کے گھروں سے، یعنی نواح مدینہ سے جہاں وہ آباد اور سکونت رکھتے تھے

(لِاَوَّلِ الْحَشْرِ) ان کے پہلے حشر کے لئے

لام توقیت کے لئے ہے یعنی پہلے حشر کی وقت، حشر کے معنی اکٹھا کرنا یا کسی گروہ کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ جمع کرنا ہے۔ یعنی یہ جلا وطنی ان لوگوں کا پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر عہد فاروقی میں ہوا جب خیبر سے شام کی طرف نکالے گئے اور تیسرا حشر روز قیامت ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میدان حشر ملک شام میں ہوگا۔ کلبی کا قول ہے کہ اول حشر اس لیے فرمایا کہ یہود پہلی دفعہ جزیرۂ عرب سے جلا وطن کئے گئے۔ بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آگ سب لوگوں کو سرزمین شام کی طرف ہنکا کرلے جائیگی

(مَا ظَنَنْتُمْ) تمہیں گمان نہ تھا۔

اب مسلمانوں سے خطاب ہے ایھا المسلمون اے مسلمانوں تمہیں گمان بھی نہ تھا۔ (اَنْ یَّخْرُجُوْا) کہ وہ نکلیں گے

لِشِدَّۃِ بَاْسِھِمْ وَمَنَعَتِھِمْ وَوَثَاقَۃِ حُصُوْنِھِمْ وَکَثْرَۃِ عَدَدِھِمْ وَعُدَّتِھِمْ۔

یعنی وہ مدینہ سے کیسے نکلیں گے اور تمہیں ان کے اس طرح جلا وطن ہونے کا خیال بھی نہ تھا کیونکہ وہ بہت جنگجو لشکر اور طاقت ور تھے محفوظ قلعوں میں رہتے تھے اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی جاگیر دار مالدار تھے۔

(وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ)

اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔

ای ظنوا ان حصونہم مانعتہم او تمنعھم من باس اللّٰہ تعالیٰ۔

یعنی یہود بنو نضیر یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے مضبوط و مستحکم قلعے ان کو اللہ کی گرفت و عذاب سے بچالیں گے یا حائل ہو جائیں گے اور انہیں کوئی خطرہ ہی نہ تھا کہ اہل ایمان ان پر لشکر کشی کریں گے ان کے قلعے چار تھے جن کے نام براویت مشہورہ "الکتیبۃ" "الوطیع"، "السلالم"، "النطاۃ"، اور بعض نے پانچواں الوخدہ یا "شقا"، بھی کہا ہے۔

(فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا)

تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

(فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ) ای امرہ سبحانہ وقدرہ عزوجل المتاح لھم یعنی ان کی جلا وطنی اور اکھیڑنا اللہ کے حکم سے ان کے لیے مقدر کر دیا گیا۔

(مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا) جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

ولم یخطر ببالھم یعنی ایسا خطرہ بھی ان کے دلوں پر نہ گزرا تھا جیسا کہ سدی اور ابو صالح اور ابن جریج سے مروی ہے کہ ان کا سردار کبیر کعب بن اشرف قتل ہوا تو یہ انکی قوت کی کمزوری کا باعث ہوا اور ان کی شوکت گھٹ گئی اور ان کے دلوں سے سکون و طمانیت سلب ہو گئی اگر "اتاہم" کی ضمیر بنو نضیر کی بجائے مومنین کی طرف راجع سمجھی جائے تو معنی ہوں گے کہ مومنوں کو نصرت و تائید ایسی یوں پہنچی کہ وہ اس کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

(وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ) اور اس نے ان کے دلوں

میں رعب ڈالا قاموس میں ہے رُعُبٌ خوف یا گھبراہٹ یا بدحواسی ان پر ڈال دی گئی اوران کے دلوں پر چھا گئی ایک قول ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد وہ خوف میں مبتلا ہوگئے اوران کا سکون لٹ گیا

(یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ)
کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں

لیسد وابما نقضوا منها من الخشب والحجارة افواه الانقه ولئلا تبقى صالحة لسكنى المسلمين بعد جلائهم و لنيقلوا بعض الانها المرغوب فيها مما يقبل النقل كالخشب والعمد والابواب

تاکہ بیکار کردیں ان گھروں سے وہ چیزیں جو ڈھائے گئے جیسے لکڑی اور پتھر جنہیں انہوں نے بکھیر دیا تھا تاکہ کوئی شئے صحیح سالم باقی نہ رہے جو ان کی جلاوطنی کے بعد مسلمانوں کی سکونت وغیرہ کے کام نہ آسکیں اور اس لیے بھی کہ وہ چیزیں جو انہیں مرغوب ہوں اور قابل نقل وحمل ہوں ساتھ لاد کرلے جائیں جیسے لکڑی کے بالے شہتیر اور دروازے وغیرہ اور مسلمان اس لیے ڈھاتے تھے کہ میدان جنگ صاف ہوجائے یا وسعت پیدا ہوجائے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلحہ کے سوا تمام اشیاء کا اختیار دیا تھا کہ جولے جانا چاہیں لے جائیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ) تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

فاتعظوا بما جرى عليهم من الامور الهائلة على وجه لاتكاد تهتدى اليه الافكار واتقوا مباشرة ما اداهم اليه من الكفر والمعاصى، واعبروا من حالهم فى عذرهم واعتمادهم على غير الله تعالى ـ الصائرة سببًا لتخريب بيوتهم بايديهم وايدى اعدائهم ومفارقة اوطانهم

مکرھین الی حال انفسکم فما تعولوا علی تعاضد الاسباب وتعتمدوا علی غیرہ عزوجل بل توکلوا علیہ سبحانہٗ ۔

پس تم نصیحت حاصل کرو اس سے جن تباہ کن معاملات سے وہ دوچار ہوئے جن کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا اور جو کفر و معاصی کی وجہ سے ان پر مصیبت پڑی اس سے بچو اور ان کے باغیانہ طرز عمل اور غیر اللہ پر بے جا اعتماد و بھروسہ سے جو ان کی حالت ہوئی اس سے عبرت حاصل کرو، یہ سب امور وجہ ہوئے کہ ان کے گھر بار ان کے اپنے ہاتھوں اور ان کے دشمنوں کے ہاتھوں برباد و تباہ ہوئے اور اپنے نہ چاہنے کے باوجود مجبوراً اپنے وطن سے جدا ہوئے پس تم اسباب کی قوت اور غیر اللہ پر اعتماد و بھروسہ رکھ کر ظلم و زیادتی سے بچو بلکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر توکل و بھروسا رکھو تاکہ تم ان کی طرح ایسی صورت احوال سے دوچار نہ ہو اے بصیرت والو تمہارے لیے اس میں پند و موعظت ہے۔ "فاعتبروا" سے استدلال کیا گیا ہے کہ قیاس شرعی دلیل ہے اور فاعتبروا میں اعتبار کا حکم موجود ہے۔

وھو العبور والانتقال من شیٔ الی غیرہ ۔ اور وہ کسی شئے سے اس کے غیر کی طرف روایت کرکے یا لے جاکر تعبیر لینا یا سوچ و بچار کرنا یا جانچنا ہے اور قیاس میں یہی متحقق ہے کیونکہ اس میں اصل حکم سے فرع کی طرف انتقال ہوتا ہے جیسا کہ ابن عباس کا دانتوں کی دیت کے بارے میں قول ہے "اعتبر حکمھا بالاصابع فی اَنَّ دیتھا متساویہ" اس حکم کا اعتبار انگلیوں کی دیت کے بارے میں یہ ہے کہ دیت سب انگلیوں کے لئے یکساں ہو خفاجی کا قول ہے اعتبار کا حکم جو اس آیت میں وارد ہے وہ یہ ہے "وھو رد الشیٔ الی نظیرہ بان یحکم علیہ بحکمہ" یعنی وہ کسی شئے کا اس سے مشابہ یا ملتی جلتی شئے کی طرف اسے لوٹانا تاکہ اس کے حکم پر فیصلہ دیا جائے۔

اور یہ الفاظ (سوچ، باریک، بینی) اور قیاس عقلی و شرعی کو شامل ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان

کیلئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

(وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ) اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا۔

(كَتَبَ اللّٰهُ) اى الاخراج او الخروج عن اوطانهم على ذلك الوجه الفظيع۔ اللہ نے لوح محفوظ میں نہ لکھ دیا ہوتا یعنی نکالنا یا ان کے وطن سے نکلنا اس ذلت و رسوائی کے ساتھ، واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ نے لوح محفوظ میں ان کی اس ذلت و رسوائی کے ساتھ جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی۔

(لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا) تو ضرور دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا۔

بالقتل كأهل بدر وغيرهم او كما فعل سبحانه ببني قريظة في سنة خمس اذ الحكمة لو لم يكتب الجلاء عليهم

تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی عذاب فرماتا یعنی کفار بدر وغیرہ کی طرح قتل ہوتے یا جس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے ۵ ہجری میں بنو قریظہ کے ساتھ فرمایا جبکہ اللہ کی حکمت بالغہ ان کی وطن بدری نہ ہوتی (اللہ نے ان کے لئے یوں مقدر نہ فرمایا) بعض علماء نے اخراج اور جلاء میں فرق کیا ہے ماوردی کا قول ہے جلا وطنی نہیں ہوتی مگر جماعت کی البتہ اخراج منفرد اور جماعت دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

(وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝) اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

أى انهم ان نجوا من عذاب الدنيا وهو القتل لأمر اشق عليهم وهو الجلاء لم ينجوا من عذاب الآخرة

یہ لولا کے جواب کے ساتھ غیر متعلق استئناف ہے یعنی الگ جملہ ہے۔ اگر وہ دنیا کے عذاب سے جو کہ قتل ہے نجات پا گئے ہیں۔ (یعنی وقتی طور پر بچ گئے ہیں) اور وہ حکم ان پر بہت گراں ہے کہ وہ وطن بدر ہوئے تو اس سے وہ آخرت کے عذاب

سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(ذٰلِكَ) یہ ای ما نزل بھم وما سینزل

یعنی ذلت وسزا ان پر پڑی اور جو جلد ہی پڑنیوالی ہے۔

(بِاَنَّهُمْ) اس لیے کہ وہ بسبب انھم یعنی ان ہی کے باعث یا اس وجہ سے کہ وہ

(شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور اس کے رسول سے پھٹے رہے۔

وفعلوا ما فعلوا من القبائح اور انہوں نے جو کچھ خرابی برائی ومخالفت ہوسکتی تھی وہ انہوں نے ڈٹ کر کی یا یہ مفہوم ہے کہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ایذارسانی پر تلے رہے۔

(وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ) اور جو اللہ کی مخالفت کی

والاقتصار علی ذکر مشاقتہ عزوجل لتضمنھا مشاقتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہاں اللہ عزوجل شانہ کی مخالفت پر ذکر کا اقتصاد کا مطلب ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت بھی اسی ہی کے ضمن میں شامل ہے لہذا مفہوم واضح ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو یہی وہ امر ہے جو مخالفت کرنیوالوں کی عقوبت وسزا کا سبب ہے۔ جیسا کہ آگے فرمان عالیشان ہے۔

(فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)

تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

چونکہ ان کی مخالفت بھی شدید تھی لہذا عقوبت بھی شدید ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے جسے ابن اسحٰق یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بنونضیر پر لشکر کشی کی تو بنونضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو آپ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کے باغ کاٹ ڈالنے اور انہیں جلا دینے کا حکم دیا اس پر اللہ اور اُس کے رسول کے دشمن (بنونضیر) بہت گھبرائے اور رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے اس پر مسلمانوں کی دو رائیں ہوگئیں ایک گروہ کا خیال ہوا کہ درخت نہ کاٹے جائیں یہ درخت "عجوہ" اور "لون" کے تھے "عجوہ" کھجور کی بہت نادر اور قیمتی قسم تھی جب کہ "لون" معمولی قسم تھی، عبداللہ بن سلام جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ "عجوہ" چھوڑ دیتے اور لون کاٹ ڈالتے اور کہتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ یہ (عجوہ) ہمیں بطور غنیمت عطا ہوگی اور ابولیلیٰ مازنی بھی جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ عجوہ کے درخت کاٹتے اور انہوں نے کہا کہ یہ اس لیے کاٹتا ہوں کہ دشمنانِ اللہ ورسول رسوا ہوں اور وہ غیظ وغضب کی آگ میں جلیں تو اللہ نے یہ حکم اتارا اور دونوں کو درست قرار دیا اور فرمایا کاٹنا یا چھوڑ دینا اللہ ہی کے حکم سے ہے۔

(مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ) جو درخت تم نے کاٹے

(لِّيْنَةٍ) حسن مجاہد، ابن زید، عمرو بن میمون اور راغب کے نزدیک هی النخلة مطلقاً یہ کھجور کا عام درخت ہے اور اس کی جمع الوان ہے اور یہ دیمۃ کے وزن ہے اور ل مکسور ہے ابن عباس اور ایک جماعت کا قول ہے جو اہل لغت ہیں یہ عام کھجور کا درخت ہے جب کہ عجوہ نہ ہو۔

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا قول ہے کہ یہ عجوہ ہے۔ (ما قطعتم) جو تم نے کاٹے تھے اور عجوہ چھوڑ دیے تھے۔

(اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا) یا ان کو جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے۔

ای ابقیتموھا کما کانت ولم تتعرضوا لھا بشر ما

یعنی تم نے انہیں باقی رکھا اسی حال پر جس پر وہ تھے اور تم نے ان سے کچھ بھی تعرض نہ کیا (قطع و برید نہ کی) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجوہ کے درخت چھوڑ دیئے تھے اس گمان غالب کے تحت کہ یہ قیمتی درخت اللہ کے فضل سے ہماری غنیمت بنیں گے۔

(فَبِاِذْنِ اللّٰهِ) یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔

ای فذلك ای قطعھا او ترکھا بأمر اللہ تعالیٰ الواصل الیکم بواسطۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او بارادتہ سبحانہ وتعالیٰ ومشیئتہ عزوجل

یعنی یہ سب معاملہ یعنی درختوں کا کاٹنا یا چھوڑ دینا سب اللہ تعالیٰ کے حکم (اجازت ومرضی) سے ہوا جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے پہنچی یا اللہ پاک کے ارادہ ومشیت سے ہوا کہ یہودیوں کی رسوائی ہو۔

(وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ) اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے

ای لیعز المومنین ولیخزی الفسقین ای لیذلھم اذن عزوجل فی القطع والترك

یعنی ایمان والوں کو معزز کرے اور فاسقین (یہود بنو نضیر) کو رسوا (ذلیل کرے) یعنی اہل ایمان کو درختوں کے کاٹنے یا چھوڑنے کی اجازت سے ذلیل کرے۔ اس آیت کے تحت احناف کے نزدیک جائز ہے کہ کفار کے مکان ڈھائے جائیں یا ان کے کھیت درخت اجاڑے جائیں یا انہیں آگ لگا دی جائے اور یہ اجازت ضرورت کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کے بغیر کفار پر غلبہ و تسلط کا گمان نہ ہو۔ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر غلبہ یقینی ہو تو ایسا نہ کرنا مستحب ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے

وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دیدیتا ہے جسے چاہے وہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

(وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ) اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے۔

فِیْ ۔ کے معنی بہتر حالت کی طرف پلٹنا کے ہیں بحر میں ہے کہ اَفَاءَ مضارع کے معنی میں ہے یعنی لوٹایا سورۃ البقرۃ میں اس کی نظیر آیت ایلاء میں ہے فان فاء وافان اللہ غفور الرحیم پس اگر وہ لوٹالیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے بیضاوی کا قول ہے یہاں اَفَاءَ بمعنی صَیَّرَ یعنی ملکیت پھیر دی ۔ منھم سے مراد بنو نضیر ہیں والمراد بما افاء سبحانہ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منھم اموالھم التی بقیت بعد جلائھم والمراد باعادتھا علیہ علیہ الصلوۃ والسلام تحویلھا الیہ اور آفاء سے مراد حق سبحانہ وتعالےٰ کا عطا کرنا ہے ان کے (بنو نضیر) ان اموال سے جو ان کی وطن بدری کے بعد باقی رہے تھے اور آپ صلے اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹانے سے مراد انہیں آپ کی تحویل میں دینا ہے کہ جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے بنو نضیر کی ملکیت سلب کرکے سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کو ان کی ملکیت کا بطور خاص مالک و متصرف فرمایا۔

(فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ)

تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ ۔

(اوجفتم) ”جیف“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سرعۃ السیر تیز رفتار سبک خرام، ابن ہشام کا قول ہے ما اوجفتم سے مراد ہے حرکتم واتعبتم فی السیر تمہیں کوئی بھاگ دوڑ یا کوفت مشقت نہ کرنا پڑی (مِنْ خَیْلٍ) فرد اَمن افراد الخیل یعنی تم میں سے کسی کو بھی گھوڑ سواری کی نوبت نہ آئی صرف دو میل کا فاصلہ تھا سب لوگ پیدل ہی پہنچ گئے صرف سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سواری استعمال

کی، (وَلَا رِکَابٍ) ولا یرکب من الابل اور نہ ہی کوئی اونٹ پر سوار ہو کر پہنچا یعنی کسی سواری کی نوبت ہی نہ آئی رکاب ہر نوع کی سواری کو شامل ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب مومنین کو کوئی تکلیف ہی نہ اٹھانا پڑی تو وہ اس کے کیونکر حقدار ہوتے لہٰذا اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا اور مالک و مختار و متصرف فرمایا۔

(وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط) ہاں اللہ اپنے رسولوں کو قابو دے دیتا ہے جسے چاہے۔

"فَكَانَتْ لِرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَاصَّةً"

تو یہ غنیمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے خاص ہو گئی کیونکہ ان کیلئے مسلمانوں کو بنو نضیر سے نہ جنگ لڑنا پڑی اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی مشقت و کوفت اٹھانا پڑی، اللہ نے آپ کو اس غنیمت کا مالک و متصرف کر دیا کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سے بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

فکان ینفق علی اهله منها نفقة سنة ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع عدة فی سبیل اللہ تعالیٰ، کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غنیمت کے خالص و خاص مالک و متصرف تھے پس آپ اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ اسی طرح فرماتے تھے اور اس کے بعد جو باقی رہ جاتا اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری (اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری) وغیرہ میں لگا دیتے تھے۔

ضحاک کا قول ہے کہ یہ غنیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھی اور سنت الٰہی پیغمبروں میں یونہی جاری رہی کہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے تسلط عطا فرماتا ہے لہٰذا حضور ہی اس غنیمت کے مالک و متصرف تھے کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مال میں سے صرف مہاجرین کو عطا کیا اور انہیں میں بانٹ دیا اور انصار میں سے کسی کو کچھ عطا نہ فرمایا سوائے تین اشخاص کے جو فقیر اور حاجتمند تھے وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ، سہل بن حنیف اور حرث بن الصمہ تھے ابن ہشام نے حرث بن الصمہ کا ذکر نہیں کیا البتہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کو

ابن ابی الحقیق کی تلوار عطا کی۔

(واللّٰہُ علیٰ کُلِّ شَیءٍ قدیرٌ) اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

فیفعل مایشاء کما یشاء تارۃ علی الوجوہ المعہودۃ واخری علی غیرھا۔

پس وہ جو کچھ چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے خواہ ظاہری ذرائع کے ذریعے یا بغیر ظاہری ذرائع کے یعنی بلا واسطہ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ؕ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی)

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے

بیان لحکم ما افاءہ اللہ تعالیٰ علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من قری الکفار علی العموم بعد بیان حکم ما افاءہ من بنی نضیر کما رواہ القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج عن محمد بن اسحٰق عن الزہری عن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنو نضیر کے اموال غنیمت کے بیان کے بعد ان غنائم کے حکم کا عمومی بیان ہے جو اللہ نے اپنے رسول کو کفار کی بستیوں سے دلائے جیسا کہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں محمد بن اسحق سے بواسطہ امام زہری اور حضرت عمر خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

یہ جملہ پچھلے جملہ پر عطف نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں الگ الگ غنیمتیں نہیں ہاں اس جملہ میں اہل القریٰ سے مراد کفار کی بستیاں ہیں اور یہ بنو نضیر کو بھی شامل ہے لہٰذا مفسرین کے نزدیک یہ جملہ پہلے جملہ کا بیان ہے اور انصار کو اموال بنو نضیر سے محروم ہونے پر شبہ ڈالتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انصار نے ایثار سے کام لیا اور اپنا حق مہاجرین کے لئے چھوڑ دیا تاہم بعض مفسرین نے اس قول سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا کہ پچھلی آیت فقط اموال و غنائم بنو نضیر کے بارے میں اتری اور اللہ نے اپنے رسول کو اس پر مسلّط کیا اور ان کے لئے خاص فرما کر مالک و متصرف فرمایا اور یہ آیت ہر اس بستی کی غنیمتوں کے بارے میں ہے جسے مسلمان بزور شمشیر حاصل کریں ۔

اہل القریٰ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ، بنو نضیر فدک، عرینہ اور خیبر کی بستیاں مراد ہیں اس آیت میں مال فے کی تقسیم کا بیان بھی ہے تقسیم فے اور تقسیم غنائم میں بدیہی فرق ہے فے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال کے حاصل ہوا اور غنیمت وہ مال ہے اصلی کفار حربی سے قتال کے ساتھ حاصل ہو ۔

مال فے کی تقسیم اللہ کے رسول کی مرضی پر موقوف اور یونہی آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی صواب دید پر ہے اور یہی قول جمہور علماء شافعیہ و احناف وغیرہ کا ہے ۔

(فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ) تو اللہ اور رسول کے لئے ۔

ابن عباس اور حسن بن محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ اللہ کے ذکر سے افتتاح یمن و برکت کے لیے ہے کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کیلئے ہے اور رسول کے ذکر میں آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غائت درجہ تعظیم اور رفعت شان ہے اس لیے سہمہ سبحانہ وسہم رسولہ واحد کہ خدا اور رسول کا حصہ

ایک ہی ہے یعنی جو خدا کا حصہ ہے وہ اس کے رسول ہی کا حصہ ہے اور خدا و رسول کا حصہ متفرق نہیں بلکہ ایک ہے۔ ابوالعالیہ کا قول ہے سهم الله تعالیٰ ثابت یصرف الی بناء بیتہ وهو الکعبۃ المشرفۃ کہ اللہ کا حصہ ثابت ہے یعنی اپنی جگہ الگ ثابت ہے اور اس کا مصرف اس کے گھر یعنی کعبۂ معظمہ کی تعمیر وغیرہ ہے اور یونہی دوسری مساجد بھی اس کا مصرف ہوں گی۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ کا حصہ الگ ہے تو یہ چھ حصے ہوتے اور یہ سلف سے جو منقول ہے یعنی خمس کے خلاف ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پانچوں حصوں میں سے پانچواں حصہ رکھتے تھے اپنے ظاہری زمانۂ حیات میں بھی پانچواں حصہ ہی لیتے تھے اور اسے اپنی ذات مبارکہ عیال اور بعض بیویوں کے سالانہ ضرورتوں پر خرچ فرماتے اور جو بچتا اسے مسلمانوں کی فلاح کیلئے خرچ کر دیتے، ہمارے احناف کے نزدیک کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یہ ساقط ہو گیا اور خلفاء کرام کی صوابدید پر ہو گیا۔

لان الحکم معلق بوصف مشتق وهو الرسول کیونکہ حکم مشتق وصف کے ساتھ متعلق اور وہ رسول ہے جو رسالۃ سے مشتق ہے یعنی رسول کا مادۂ اشتقاق رسالۃ ہے اور آپ کے بعد یہ علت کسی میں موجود نہیں۔ لہٰذا خلفاء مجاز ہوئے کہ مذکورہ حصہ داروں میں سے جس کو چاہیں عطا کریں۔

(وَلِذِی الْقُرْبٰی) اور رشتہ داروں

والمراد بذی القربیٰ قرابتہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

والمراد بهم بنو هاشم و بنو المطلب

اور قرابت داروں سے مراد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں۔ کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں میں حصہ رکھا اور دونوں کے بھائیوں کی اولاد جیسے عثمان اور نوفل کو حصہ دار نہ کیا، آپ کا ارشاد گرامی ہے "نحن و بنو المطلب شیٔ واحد" ہم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں۔

شوافع کا قول ہے کہ اس حصہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے غنی و فقیر لوگ

سبھی یکساں ہوں گے یعنی مشترک ہوں گے جیسا کہ آیت کریمہ کا اطلاق ہے اور جس طرح کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کو عطا فرمایا حالانکہ وہ غنی تھے۔

امام احمد کا قول ہے کہ تقسیم کا معاملہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر چاہے ان کے درمیان بانٹے اور اگر چاہے بعض کے سوا بعض کو دیدے اور اگر چاہے تو ان کے غیر کو دیدے اگر اس کا معاملہ ان کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو۔ مزنی اور ثوری کا قول ہے مرد اور عورت حصہ میں برابر ہوں گے۔ ہمارے نزدیک (احناف) ذوی القربیٰ بنی ہاشم اور بنو المطلب کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے مگر یہ کہ ان کے لیے کوئی مستقل حصہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ مطلقاً دیئے جائیں گے اور صرف ان کے مسکین و یتامیٰ و مسافر دیئے جائیں گے کہ ان کا بھی یتامیٰ مساکین اور مسافروں میں اندارج ہے ہاں وہ ان اصناف میں سے اپنے سے علاوہ (اعتبار پر) فوقیت دے جائیں گے (مقدم ہوں گے) اور یہی وجہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم ان کے لیے کوئی مخصوص حصہ نہیں نکالتے تھے اور صرف خمس کو تین حصے فرماتے تھے یتامیٰ کا حصہ مساکین کا حصہ اور مسافروں کا حصہ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے دور خلافت میں اس کے بالکل خلاف نہ فرمایا باوجودیکہ وہ مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے اور احتمال یہی ہے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے رائے کے مطابق رجوع کر لیا ہو اگر ان کے نزدیک ایسا صحیح تھا، ہمارے بعض اصحاب نے مختار رکھا کہ آیت مذکورہ مصارف پانچ ہیں جس کا مطلب ہرگز نہیں اس کا مصرف سب کے لیے ہو سوائے ان کے جن کا استحقاق ہے یعنی واقع مستحق ہیں پس جائز ہوگا کہ صرف ایک ہی صنف پر اقتصاد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارا خمس اکیلے مسافروں ہی کو دیدیا جائے۔

(وَالْيَتٰمٰى) اور یتیموں

والمراد بالیتامی الفقراء منهم قال الشافعية: الیتیم هو صغیر لا أب له وان کان له جد ویشترط اسلامه و فقره او مسکنة علی المشهور۔

اور یتامیٰ سے مراد ان میں سے فقراء ہیں شوافع کا کہنا ہے یتیم وہ ہے جو کم سن ہو اور اس کا باپ نہ ہو اگرچہ اس کا دادا بھی ہو اور اس کا مسلمان اور فقیر ہونا مشروط ہے یا اس کی غربت کا پتہ ہو (مشہور ہو)۔

(وَالْمَسٰكِيْنِ) اور مسکینوں، جس کے پاس مال وغیرہ کچھ نہ ہو اور غریب و فقیر یا حاجت مند ہو

(وَابْنَ السَّبِيْلِ) اور مسافروں کے لئے،

جس کے پاس اگرچہ وطن میں مال ہو مگر سفر میں یہ صورت نہ ہو، یعنی بحالت سفر مال نہ رکھتا ہو یا ضرورت مند ہو

(كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ)

کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے۔

تعلیل للتقسیم، تقسیم کے لیے تعلیل ہے یعنی ایسا نہ ہو (کہ) بار اور فقراء نقصان میں رہیں، عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ غنیمت کے اموال سے ایک چوتھائی سردار لے لیتا اور باقی قوم کے لئے چھوڑ دیتا جس میں سے مالدار لوگ زیادہ لے جاتے اور غرباء کے لیے بہت تھوڑا رہ جاتا۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسی طرح بانٹنے کو کہا تو اللہ نے تقسیم کا مکمل اختیار اپنے رسول کو تفویض فرما دیا اور تقسیم کا طریقہ بیان فرما دیا اور اسے رسول کی مصلحت و مرضی پر موقوف فرمایا تاکہ یہ تقسیم صرف تونگروں میں نہ رہے بلکہ سب مستحقوں کو ملے اس ٹکڑے میں ارتکاز دولت اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے بارے واضح تردید ہے جو اسلام کے نظام اقتصادی واضح کرتی ہے جس میں تونگروں کی اجارہ داری کی مذمت ہے۔

(وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ) اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو

ای ما اعطاکم من الفیء — لانہ حقکم الذی احلہ اللہ تعالیٰ لکم

یعنی جو کچھ تمہیں اموال فے سے عطا کریں وہ لو اس لئے کہ اللہ نے لے سے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔

(وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

ای عن اخذہ منہ یعنی آپ سے اسے لینے سے باز رہو مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اموال فے سے نہ عطا فرمائیں تو تم اس کے لئے حرص نہ کرو (فانتھوا) عنہ یعنی جس امر سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے ڈرو

فی مخالفتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور آپ کے احکام کی بجا آوری میں سستی نہ کرو۔

(اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ) بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

فیعاقب من یخالفہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے گا اس پر عذاب ہوگا۔

اور یونہی جو مال غنیمت میں سے حقداروں کے سوا طمع کریگا تو یہ بھی گویا نافرمانی ہی ہے جو موجب عقوبت ہوگی۔

اس آیت کو اموال فے کے ساتھ خصوص پر محمول کیا گیا ہے اور حسن سے مروی ہے کہ قرینہ یہاں یہی ہے کہ یہ آیت اموال فے کے بارے میں خاص ہوا اور کشاف میں ہے۔ "الاجود ان تکون عامۃ فی کل ما امر" کہ عموم الفاظ کے پیش نظر ہر آیت ہر اس حکم کے لیے عام ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کیونکہ ہر امر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے خواہ اوامر سے ہو یا نہی سے۔

اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے پوچھو جو تم چاہو میں تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسول سے خبر دوں گا تو عبداللہ بن محمد بن ہارون

نے کہا "ماتقول فی المحرم یقتل الزنبور" آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو زنبور بھڑ کو مار ڈالے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور ہم سے سفیان بن عیینہ بروایت حذیفہ بن الیمان سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکر وعمر اور سفیان بن عیینہ نے معر بن کدام سے انہوں نے قیس بن مسلم سے انہوں نے طارق بن شہاب سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ حضرت عمر نے بھڑ (زنبور) کو مارنے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی اسد کی ایک بی بی کو گدوانے والی عورتوں پر لعنت کے بارے میں اسی آیت سے استدلال فرمایا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ	اُن فقیر ہجرت کرنیوالوں کیلیے جو
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ	اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے
اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا	گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ	چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد
يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	کرتے وہی سچے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ	ہیں۔

(لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے۔

زمخشری کا قول ہے: بدل من قولہ تعالیٰ: (لذی القربیٰ) یہ جملہ اللہ کے قول سے بدل ہے اور اس پر معطوف ہے اور جس نے کہا یہ جملہ "للہ وللرسول" سے بدل نہیں ہے اور جو اس کے بعد ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اللہ نے اپنے محبوب کو فقرا سے یہ کہہ کر نکال لیا ہے ینصرون اللہ ورسولہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لفظ فقیر سے موسوم کرنا شدید سوء ادبی ہے وگرنہ رسول کا اپنی مذکور کرنا لازم آئے گا جو درست نہیں لہذا للفقراء سے مراد وہی لوگ ہیں جن کی تفصیل پچھلی آیت میں گزری (الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ) جو اپنے گھروں اور مالوں

سے نکالے گئے۔

حیث اضطرھم کفار مکۃ واحوجوھم الی الخروج فخرجوا منھا وھذا وصف باعتبار الغالب وقیل ؛ کان ھؤلاء مائۃ رجل

کفارِ مکہ نے ان کو وہاں مضطرب کر دیا تھا اور انہیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا پس وہ گھروں سے جبراً نکلے اور یہ وصف غلبہ کے اعتبار سے ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کل سو شخص تھے اس آیت کے تحت امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافر کو مالک قرار دیا جائیگا اگر وہ مسلمان کے مال پر دارالکفر میں قبضہ کرلے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے لفظ فقیر بولا ہے اور فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت وغیرہ کچھ نہ ہو البتہ امام شافعی اس کے قائل نہیں اور احادیث اس باب میں متفرق و مختلف ہیں تاہم فتح مکہ کے روز جیساکہ بخاری و مسلم میں مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عقیل بن ابی طالب کے قبضہ کو تسلیم کرلیا تھا واللہ اعلم۔

(یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا) اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔

ای طالبین منہ تعالیٰ رزقا فی الدنیا ومرضاۃ فی الاخرۃ وصفوا اولا بما یدل علی استحقاقھم للفئ من الاخراج من الدیا والاموال وقید ذلک ثانیاً بما یوجب تفخیم شانھم ویؤکدہ مما یدل علی توکلھم التام ورضاھم بما قدرہ الملیک العلام

یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا میں رزق اور آخرت میں رضاؤں کے طلب کرنے والے ہیں اور پہلے ان کے دیار و اموال سے جبراً نکالے جانے کا ذکر فرما کر ان کی توصیف فرمائی جو ان کے اموال فے کے استحقاق پر دلالت کرتی ہے اور پھر دوبارہ اس وصف سے مقید کیا ہے جو ان کی عظمت اور جلالت شان کی مقتضی ہے اور اس سے مؤکد ہوتا ہے کہ وہ لوگ بکمال متوکل اور اللہ کریم نے جو ان کے لئے مقدر فرمایا اس پر غایت درجہ راضی ہیں اور ایک قول ہے کہ ثواب آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔

(وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) اور اللہ و رسول کی مدد کرتے۔

یہ یَبْتَغُوْنَ پر عطف ہے اور وہ ان لوگوں کی مقدرہ حالت ہے ای ناوین لنصرۃ اللہ ورسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی نصرت و تائید دل و جان و مال سے کرتے ہیں۔

(اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ) وہی سچے ہیں۔

(اُولٰٓئِکَ) الموصوفون بما ذکر من الصفات الجلیلہ یعنی جو صفات جلیلہ مذکور ہوئے ان کے موصوف (مہاجرین)

(ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ) ای الکاملون فی الصدق فی دعواھم الایمان یعنی وہ اپنے دعویٰ ایمان کامل سچے ہیں اور سچے مخلص و مومن ہیں قتادہ کا قول ہے کہ مہاجرین ہی تھے جنہوں نے اللہ و رسول کی محبت میں وطن، گھر بار، مال و دولت، کنبہ و قرابت کو چھوڑا اور اسلام کو قبول کیا اور ہر قسم کی سختیاں مصائب و شدائد جھیلے محض اس وجہ سے کہ وہ مومن تھے اور ان کی حالت یہ ہوئی کہ بھوک برداشت کرنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھتے اور موسم سرما غاروں میں سر چھپاتے اور کپڑا نہ ہونیکا تدارک کرتے یا گڑھے کھود کر ان میں پناہ لیتے، میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ امت میں افضل ترین مومن تھے اور اہل ایمان کا ہراول دستہ تھے جو ایمان و استقلال کا کوہ وقار تھے جن کے صبر و ثبات کی نظیر نہیں جن کی زندگی کا خلاصہ اللہ و رسول کی محبت و رضا تھی اور فقط اسی ہی کے مشتاق تھے اور ان کے قلوب انوار الٰہیہ سے ایسے روشن تھے کہ ماہتاب و آفتاب کی چمک ان کی کرن کو نہ پہنچ سکے، عشق رسول میں فنا اور مقام رضا میں مستغرق تھے۔ حدیث شریف میں کہ یہ اغنیاء سے چالیس برس قبل جنت میں داخل ہوں گے اور بعض اصحاب تفسیر اس آیت سے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال کیا ہے، جو کوئی مہاجرین مومنین کے ایمان میں شبہ رکھے یا ان کو معاذ اللہ سچا نہ جانے بلاشبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ	اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر
مِنْ قَبْلِہِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ	اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے
اِلَیْہِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ	ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر
صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ	کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت
اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ	نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور
وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ ط	اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں
وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ	اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے
ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵	نفس کے لالچ سے بچا یا گیا تو وہی
	کامیاب ہیں۔

(وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ) اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا۔

الاکثرون علی انہٗ معطوف علی المہاجرین والمراد بہم الانصار والتبوؤ النزول فی المکان، ومنہٗ المباءۃ للمنزل ونسبۃ الی الدار والمراد بہا المدینۃ ظاہر۔

یعنی ان میں سے اکثر لوگ کیونکہ وَالَّذِیْنَ میں واؤ مہاجرین پر عطف ہے اور اس سے مراد انصار مخو ہیں تبوّؤ سے مراد مکان مقیم ہونا ہے اور اس سے قرار گاہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی نسبت دار (شہر مکان) سے ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ ہے جو دار الہجرت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے وہ لوگ جو کہ دار الہجرت میں مقیم رہے اور ایمان پر قائم اور ڈٹے رہے اور ایمان سے مراد بھی مدینہ منورہ ہی ہے اور بعض نے کہا کہ انصار مدینہ چونکہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے لہٰذا ایمان کو ان کا قرار گاہ فرمایا اور ان کی اس طرح توصیف فرمائی۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنا لیا اور سلام لائے اور مدینہ منورہ کے اسمار جلیلہ میں سے ایک مبارک نام دار الایمان بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہٖ ترتبہا المومنۃ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے خاک مدینہ مومن ہے اور توریت میں اس شہر پاک کا نام مومنہ ہے یہی وہ شہر پاک ہے جہاں سے ایمان کے احکام نکلے ہیں اور شعائر اسلام کا مرکز بھی یہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سارے شہر تلوار سے فتح ہوتے ایک مدینہ ہی تو ہے جو قرآن سے فتح ہوا ہے لہٰذا دار الایمان بطور نام ہونا بھی واضح ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو فرشتہ دلوں پر ایمان کی مہر لگاتا ہے وہ بھی یہیں کا یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے زادہ اللہ عزو شرفا۔

(مِنْ قَبْلِہِمْ) ای قبل المہاجرین ۔ ان سے پہلے یعنی مہاجرین کی ہجرت مدینہ سے پہلے یعنی وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہاجرین کی تشریف آوری سے پہلے ہی سلام لا چکے اور ایمان پر جمے رہے اور مسجدیں قائم کیں۔

(یُحِبُّوْنَ من ہاجر الیہم) دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے

ای یحبون المھاجر الیھم من حیث مہاجرتہ الیہم لحبہم الایمان
یعنی وہ ہجرت کرنیوالے سے جہاں سے بھی وہ اُن کے پاس آتے اپنی محبت ایمانی کیوجہ سے
ان کو دوست رکھتے ہیں ان کو اپنے گھروں میں اتارتے ہیں اور اپنے مالوں میں آدھا شریک ٹھہرلتے ہیں
(وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِہِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا) اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت
نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے۔
(وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِہِمْ) ای ولا یعلمون فی انفسھم۔ یعنی وہ اپنے دلوں میں
مال کی طلب نہیں پاتے یا کوئی ضرورت نہیں پاتے (حاجۃ) ای طلب محتاج الیہ ضرورت یا طمع
یا طلب یا خواہش (مِمَّآ اُوْتُوْا) ای مما اعطی المھاجرون من الفیٔ وغیرہ یعنی جو کچھ اموال فے
وغیرہ میں سے مہاجرین کو عطا کیا گیا۔
روائت میں ہے بنو نضیر کا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قبضہ و تصرف میں آیا تو آپ نے
انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو جمع کرکے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ مال تمہیں اور مہاجروں کو
برابر بانٹ دوں اور اگر تم چاہو تو مہاجرین کو دیدوں تاکہ وہ تمہارے گھروں اور اموال وغیرہ کو چھوڑ دیں
تو سعدین رضی اللہ عنہما نے فیصلہ کیا کہ آپ یہ مال مہاجرین کو ہی تقسیم فرمائیں اور وہ جس طرح ہمارے ہاں مقیم ہیں
بدستور اسی طرح مقیم رہیں گے، یہ فیصلہ سنتے ہی انصار نے بیک آواز کہا یا رسول اللہ ہم کو یہ منظور رہے اور
ہم اس پر راضی ہیں اس پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے کیلئے رحمت کی دعا فرمائی اور سارا مال
مہاجرین پر تقسیم فرما دیا اور انصار میں سے تین محتاجوں سہل بن حنیف ابو دجانہ اور حارث بن حرشہ کے سوا کسی کو
کچھ نہیں دیا البتہ سعد بن معاذ کو ابن ابی الحقیق رئیس یہود کی تلوار بطور خاص عطا فرمائی اس تلوار کی بڑی دھوم تھی
اور سعد تیغ زنی میں مشہور تھے اور بنو اوس کے سردار تھے۔
(وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ ؕ)
اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔
ای یقدمون المھاجرین فی کل شیٔ من الطیبات حتی ان من کان عندہ امراتان
کان ینزل عن احدا ھما ویزوجہا واحدا منہم۔
یعنی مہاجرین کو پاکیزہ و ستھری اشیاء میں سے ہر ایک شیٔ میں فوقیت و ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان

میں سے کسی کے پاس دو بیبیاں ہیں تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے شرعاً دستبردار ہو جاتا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ اسے بیاہ دیتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خدمت نبوی میں ایک بھوکا شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت سے کھانے کے بارے میں معلوم کرایا مگر کسی کے ہاں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کی مہمانداری کرے گا اللہ کریم اس پر رحمت فرمائے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ آپ کی اجازت سے اسے اپنے گھر لے گئے، بیوی نے بتایا کہ صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے اور کچھ نہیں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے روبرو کھانا چن دیا جائے تو چراغ درست کرنے اٹھے اور بجھا دیا تاکہ وہ اچھی طرح کھالے تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو اور وہ شکم سیر ہو کر کھا سکے سو اس طرح مہمان کو کھلا دیا اور خود بھوکے ہی رات گزاری جب صبح ہوئی تو حاضر خدمت نبوی ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالی ان سے بہت راضی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ) اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا

الشح اللؤم وھو ان تکون النفس کزۃ حریصۃ علی المنع، شحّ سے مراد بخل یا کمینگی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اس قدر کمینہ یا حریص ولالچی ہو جائے کہ کسی کو کچھ نہ دے یعنی مال خرچ کرنے سے روکے۔ راغب کا قول ہے: الشحّ بخل مع حرص، شحّ سے مراد بخل کا حرص کے ساتھ جمع ہونا ہے یعنی خسیس ہو حسن کا قول ہے: البخل ان یبخل الانسان بما فی یدہ والشحّ ان یشح علی ما فی ایدی الناس

بخل یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے لالچ کی وجہ سے نہ دے اور شحّ یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس طمع و حرص سے دیکھے کہ مجھے حاصل ہو جائے یا ناجائز طور پر اسے کھائے۔ آدمی کے نفس کو مال کی رغبت و محبت ہوتی ہے اور خرچ کرنا اسے بھلا معلوم نہیں ہوتا وہ اسے روکتا ہے کہ کہیں فقیر نہ ہو جائے یا کمی نہ واقع ہو اور وہ تنگدلی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جو لوگ فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نفس کی اس رغبت سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس خرچ کرتے ہیں تو وہی لوگ بھلائی حاصل کرنیوالے ہیں۔ نسائی میں ہے کسی بندہ کے دل میں شحّ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ جس چیز کا لینا عند الشرع جائز نہیں اسے نہ لے اور نہ ہی اس کی طمع رکھے اور جس کے خرچ کرنے کا حکم ہے اسے لالچ و بخل کے تحت نہ روکے بلکہ خرچ کرے اور یہ کہ کسی پر ظلم نہ کرے کہ اس کی

وجہ سے دوسروں کا مال ہڑپ کر جائے یا کسی کی حق تلفی کرے۔

حاکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس کے درخت اپنے دستِ کرم سے لگائے پھر اس سے (جنت عدن) کہا بول تو اس نے کہا قد افلح المومنون بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے تو اللہ عزوجل شانہ نے فرمایا مجھے اپنے عزت واجلال کی قسم میں تجھ میں بخیل کو داخل نہ کروں گا پھر آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھا۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ ۝

(فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) تو وہی کامیاب ہیں۔

الفائزون بكل مطلوب الناجون من كل مكروه

یعنی یہی لوگ مطلوب پائیں گے اور ہر ناپسندیدہ شے سے محفوظ ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں لے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

(وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ) اور وہ جو ان کے بعد آئے۔

اکثر علماء تفسیر کے نزدیک "والذین" میں واؤ مہاجرین پر ہی عطف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے تقویت سلام کے بعد ہجرت کی۔ اور ایک قول ہے۔ هم المومنون بعد الفريقين الى يوم القيامة مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین وانصار کے بعد قیامت تک ہوں گے۔ تاہم اس پر سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ یہ آیت تمام مومنین کو شامل ہے جو بعد میں ہوں گے۔

(يَقُوْلُوْنَ) عرض کرتے ہیں۔

دعا کرتے ہیں یعنی ان کا حال یہ ہے کہ سلام کے اس ہراول دستے کے لیے بطور ممنونیت التجا

کرتے ہیں کیونکہ ان کا پچھلوں پر حق ہے کہ ان سے محبت رکھیں ان کی توقیر کریں ان کے درجات علیا کے لیے التجا ودعا کریں اور ان کی راہ جوراہ سعادت وکامرانی ہے مانگیں کہ وہ پچھلوں اور رسولوں کے درمیان واسطہ رشد وہدایت، ایمان وایقان ہیں۔

(رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ)

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

ای فی الدین الذی ھو اعز واشرف عندھم من النسب

یعنی دین میں جو کہ ان کے نزدیک نسب سے زیادہ اعزاز وفضیلت رکھتا ہے،

واضح مفہوم ہے کہ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور دینی رشتہ نسبی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں چونکہ وہ ہم سے پہلے ہوئے اور ایمان لائے لہذا ہم بعد میں آنیوالے ان کے لئے دعائے رحمت وبخشش کرتے ہیں اس آیت سے مستفاد ہے کہ مہاجر وانصار جو صحابہ اور تابعین کے لیے دعا نہیں کرتا اور بغض وعداوت یا کینہ رکھتا ہے یا ان کو برا بھلا کہے وہ اہل ایمان کی تین قسموں سے جیسا کہ اوپر گزرا خارج ہے۔ یعنی مومن نہیں ہے ان کے سبقت ایمانی کے ذکر میں ان کی توصیف اور اعتراف فضیلت ہے اور اس کا انکار کھلا مکابرہ ہے۔

(وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ

ای حقدا و قوی غمرا یعنی بغض، کینہ اور غمر ابھی پڑھا گیا جس کا مطلب ہے، سینے کا کسی کے خلاف کینہ سے بھر جانا، یعنی مہاجرین وانصار اور ان کے بعد آنیوالوں کے بارے میں ہمارے دل میں بغض نہ ہو اس دعائیہ ٹکڑے سے مزید واضح ہو گیا جو صحابہ کو سب وشتم کرے وہ اہل ایمان سے خارج ہے۔

(رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) اے رب ہمارے بے شک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ای مبالغ فی الرافۃ والرحمۃ۔ یعنی اے اللہ تو بہت زیادہ (انتہائی) مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔ اس آیت کی رو سے صحابہ (انصار ومہاجرین وتابعین) کے لیے دعا کا حکم ہے اور ان کے بارے میں دل کو کینہ سے پاک وصاف رکھنے کی تلقین ہے ابن المنذر سے بروایت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا امروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسبوھم ثم قرأت ھذہ الآیۃ (والذین جاءو) لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کریں تو وہ انہیں گالیاں دیتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی والذین جاءو من بعدھم الخ۔ ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بعض مہاجرین صحابہ کے بارے میں برا کہتے سنا تو اسے بلایا پھر یہ آیت (للفقراء المهاجرین الخ) پڑھی اور کہا جنکا ذکر ہوا یہ مہاجرین ہیں کیا تم ان میں سے ہو تو اس شخص نے کہا "نہیں" پھر آپ نے یہ آیت (والذین تبوءو الدار والایمان الخ) پڑھی اور کہا یہ جن کا ذکر ہوا یہ انصار ہیں کیا تم ان میں سے ہو تو اس شخص نے کہا "نہیں" پھر آپ نے یہ آیت (والذین جاءو من بعدھم) پڑھی اور کہا کیا تم ان میں سے ہو اس آدمی نے کہا میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں (امید رکھتا ہوں) تو فرمایا خدا کی قسم ہرگز وہ کبھی بھی ان لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا جو ان لوگوں کو برا بھلا کہے (سب وشتم کرے)۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ صحابہ وتابعین کو سب وشتم کرنیوالا یا ان سے کینہ رکھنے والا مال فیٔ کا کوئی حقدار نہیں۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اموال فیٔ کے مستحق مذکورہ تینوں اقسام کے لوگ ہیں بشرطیکہ فقیر ہوں اور بعض کے نزدیک فقیر ہونا شرط نہیں اور علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ اموال فیٔ ہر قسم کے مسلمانوں کا (بلا تخصیص غنی وفقیر) حق ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اموال فیٔ میں تمام مسلمانوں کو یکساں حصہ دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے فضیلت دینی اور خدمات دینی کے فرق کا لحاظ بھی رکھا اور اموال فیٔ میں بھی اسے ترجیح دی اور حصہ برابر نہ رکھا البتہ غنی وفقیر کا لحاظ انہوں نے بھی نہ رکھا۔

ہدایہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس مال سے جو حکومت اسلامیہ کو بغیر لڑائی کے حاصل ہو جائے جیسے خراج ارضی، جزیہ، عشر لاوارث ذمی کا ترکہ وغیرہ تو خمس نہیں نکالا جائیگا اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی رائے بھی یہی ہے اور یہ مال رفاہ عامہ پر خرچ کیا جائیگا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بھی یہی مروی ہے البتہ امام شافعی کے نزدیک خمس نکالا جائیگا اور وہ جائیداد جو غیر منقولہ ہو وقف کردی جائیگی اور اس کے محصولات کی تقسیم منقولہ اموال فیٔ کیطرح ہوگی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحشر پ ۲۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا دھسوں کے پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○ — الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ○ — تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۂ حشر پ۲۸

ا۔کیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تو نے	الی۔طرف
الذین۔انکی جو	نافقوا۔منافق ہیں	یقولون کہتے ہیں	لاخوانہم۔اپنے بھائیوں سے
الذین جو	کفروا۔کافر ہیں	من اھل الکتب۔اہل کتاب سے	
لئن۔اگر	اخرجتم۔تم نکالے گئے	لنخرجن۔تو ہم بھی ضرور نکلیں گے	معکم۔تمہارے ساتھ
و۔اور	لا۔نہ	نطیع۔کہا مانیں گے	فیکم۔تمہارے متعلق
احدا۔کسی کا	ابدا۔کبھی بھی	و۔اور	ان۔اگر
قوتلتم۔تم سے لڑائی ہوئی	لننصرنکم۔تو ہم ضرور تمہاری مدد کرینگے		و۔اور
اللہ۔اللہ	یشھد۔گواہی دیتا ہے	انہم۔کہ وہ	لکذبون۔یقیناً جھوٹے ہیں
لئن۔اگر	اخرجوا۔نکالے گئے تو	لا۔نہ	یخرجون نکلیں گے
معہم۔ساتھ انکے	و۔اور	لئن۔اگر	قوتلوا۔لڑائی کیے گئے تو
لا۔نہ	ینصرونہم۔مدد کرینگے انکی	و۔اور	لئن۔اگر
نصروہم۔مدد کرینگے	ھم۔ان کی	لیولن۔تو ضرور پھیرینگے	الادبار۔پیٹھیں
ثم۔پھر	لا۔نہ	ینصرون۔مدد دیے جائینگے	لأ۔بیشک
انتم۔تم	اشد۔زیادہ سخت ہو	رھبۃ۔ڈر کے لحاظ سے	فی۔بیچ
صدور۔سینوں	ھم۔ان کے کے	من اللہ۔اللہ سے	ذلک۔یہ
بانہم۔اسلیے کہ وہ	قوم۔قوم ہیں	لا۔جو نہیں	یفقہون سمجھتے
لا۔نہیں	یقاتلونکم۔لڑینگے تم سے	جمیعا۔اکٹھے ہو کر بھی	الا۔مگر

فی۔ بیچ	قری۔ بستیوں	محصنۃ۔ قلعہ بند کے	او۔ اور یا پھر
من وراء۔ پیچھے	جدر۔ دیواروں کے	باسہم۔ لڑائی انکی	بینہم۔ آپس میں
شدید۔ سخت ہے	تحسبہم۔ تم خیال کرتے ہو انکو جمیعا۔ اکٹھے		و۔ اور
قلوبہم۔ انکے دل	شتی۔ پھٹے ہوئے ہیں	ذلک۔ یہ	بانہم۔ اسلیے کہ وہ
قوم۔ لوگ ہیں جو	لا۔ نہیں	یعقلون۔ سمجھتے	کمثل۔ انکی مثال
الذین۔ وہ ہیں جو	من قبلہم۔ انسے پہلے ہوئے	قریبا۔ قریب زمانہ میں	ذاقوا۔ انہوں نے چکھا
وبال۔ وبال	امر۔ کام	ھم۔ اپنے کا	و۔ اور
لہم۔ انکے لیے	عذاب۔ عذاب ہے	الیم۔ دردناک	کمثل۔ جیسے
الشیطن۔ شیطان کی مثال	اذ۔ کہ جب	قال۔ کہتا ہے	للانسان۔ انسان کو
اکفر۔ کفر کر	فلما۔ تو جب	کفر۔ اس نے کفر کیا	قال۔ کہا
انی۔ میں	بریٓء۔ بیزار ہوں	منک۔ تجھ سے	انی۔ بیشک میں
اخاف۔ ڈرتا ہوں	اللہ۔ اللہ سے جو	رب۔ رب ہے	العلمین۔ جہانوں کا
فکان۔ تو ہوا	عاقبتہما۔ ان کا انجام	انہما۔ کہ وہ دونوں	فی۔ بیچ
النار۔ آگ کے ہیں	خالدین۔ ہمیشہ رہیں	فیہا۔ اس میں	و۔ اور
ذلک۔ یہ ہے	جزاء۔ بدلہ	الظلمین۔ ظالموں کا۔	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحشر رکوع دوم پ ۲۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں

لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ أَحَدًا

کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہر گز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم

اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا) کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا۔

ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بنی عوف کے ایک گروہ کے بارے میں اتری جن میں عبداللہ بن ابی سلول، ودلیعۃ بن مالک، سویداور داعس وغیرہ تھے، یہ لوگ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ تم مدینہ سے نہ نکلنا، ہمارے پاس دو ہزار شخص ہیں جو تمہارے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ سدی کا قول ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ سے کچھ لوگ سلام لائے تھے اور ان میں منافق بھی تھے وہ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں اپنی مدد کا ذکر کے مدینہ سے نکلنے کے بارے میں منع کیا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ نے عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھیوں کو ملاحظہ فرمایا۔ (يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ) کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں کو کہتے ہیں۔ یعنی بنو نضیر سے کہتے ہیں؛ والمراد باخوتهم الاخوة فى الدين واعتقاد الكفرة او الصداقة انہیں کافر کتابیوں کا بھائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ کفریہ اعتقادات اور انکے دینی نقطہ نظر سے ہے یا باہمی موالات اور مسلمانوں سے مخالفت وکینہ کے اشتراک کیوجہ سے ہے۔

(لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ) کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ (ولئن اخرجتم) گویا بطور شرط قسم یا علت قسم ہے اور اس کے جواب میں ان کا کہنا ہے۔ اى والله لئن اخرجتم من دياركم قسرًا لنخرجن من ديارنا معكم البتة ونذهبن فى صحبتكم اينما ذهبتم''

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنی بستیوں سے جبراً نکالے گئے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ اپنی بستیوں سے نکل کھڑے ہوں گے اور تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ وہیں جائیں گے۔

(وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا) اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے۔

فى شانكم۔ یعنی تمہارے خلاف کسی کی نہ مانیں گے۔ ایک قول ہے لا نطيع فى قتالكم او

خذلانکم یعنی تمہارے بارے میں جنگ، یا اگر تمہاری رسوائی ہوئی تو کسی کی بات نہ مانیں گے یا تمہاری نصرت سے دستکش ہونے کو قبول نہ کریں گے خواہ یہ مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ کیطرف سے ہو یا اہل ایمان یوں چاہیں ۔ (وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ) اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے ۔ ای لنعاوننکم علی عدوکم یعنی ہمارے تمہارے دشمن کے خلاف تم سے ضرور تعاون کریں گے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہل ایمان نے تمہارے ساتھ قتال کیا تو ہم تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے ۔

(وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۔

ای فی مواعیدھم، یعنی اللہ کریم تمہیں خبر دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ اپنے مواعید میں بالکل جھوٹے ہیں ۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ
وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ
وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَ
دْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ٥

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ اُن کی مدد نہ کریں گے اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے ۔

(لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ) اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے یعنی اگر یہود بنو نضیر نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے ۔ اجلّہ علماء تفسیر کا فرمانا ہے کہ یہ اخبارِ غیوب سے ہے یا پیشین گوئی ہے جو اعظم دلائل نبوت سے ہے اس لئے کہ عبداللہ بن ابی نے بنو نضیر سے خفیہ کہا تھا کہ نہ نکلو تو اللہ نے اپنے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی جاسوسی کی اطلاع فرما دی اور ہوا بھی اسی طرح کہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو عبداللہ بن ابی سلول نے ان کا ساتھ نہ دیا اور پیشین گوئی روشن ہو گئی جو آفتاب سے زیادہ روشن معجزہ نبوت ہے ۔

(وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ) اور اُن سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے ۔

وکان الامر کذلک اور معاملہ بالکل اسی طرح ہوا کہ یہود بنو نضیر جلاوطن کیے گئے تو منافقین میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ نکلا اور یونہی جب بنو قریظہ سے جنگ ہوئی اور وہ قتل کیے گئے تو

جس طرح منافقین اور یہود بنو نضیر نے یہود بنو نضیر کی کوئی مدد نہ کی تھی بالکل اسی طرح منافقین بنو قریظہ کی مدد نہ کی اور نہ ہی انہیں ایسی جرأت ہو سکی اور اللہ کا فرمایا سپیدۂ سحر کی طرح روشن ہو گیا اور اللہ کا قول حق اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کی خبر حق ہے۔

(وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَقف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝) اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔ علی سبیل الفرض والتقدیر اگر بالفرض منافقوں نے مدد کی بھی تو یہ منافق بھاگ نکلیں گے اور اس کے بعد اللہ انہیں ہلاک کر دے گا اور انہیں ان کے اظہار کفر کے بعد ان کی منافقت بچا نہ سکے گی، اگر لا ینصرون کی ضمیر یہود کی طرف راجع مانیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر یہود نے منافقین کی مدد کی یا ارادہ کیا تو ان کا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ	بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے
صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ط	زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا	ناسمجھ لوگ ہیں۔
يَفْقَهُوْنَ ۝	

(لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ) بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔ (لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً) ای اشد مرهوبية أن (رهبة) مصدر من المبنی للمفعول لان المخاطبين وهم المومنون مرهوب منهم لا راهبون یعنی منافقین تم سے شدید خائف ہیں رہبۃ مبنی للمفعول سے مصدر ہے کیونکہ جن لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے وہ ایمان والے ہیں لہذا منافقین ان سے ڈرتے ہیں اور مومن ان سے خوف نہیں رکھتے۔

(فی صدورهم من الله) ای رهبتهم منكم فی السر اشد مما يظهرونه بكم من رهبة الله عزوجل وكانوا يظهرون لهم رهبة شديدة من الله عزوجل ويجوز ان يراد انهم يخافونكم فی صدورهم اشد من خوفهم من الله تعالٰی ولشدة الباس والتشجع ماكانوا يظهرون ذلك

یعنی ان کا (منافقین) تم سے اندر سے ڈرنا اس سے زیادہ ہے جو تم سے اللہ سے ڈرنے کی بات ظاہر کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ عزوجل سبحانہ، کی نسبت تم سے زیادہ ڈرتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے

کہ اس مراد یہ ہو کہ منافقین اپنے دلوں میں اللہ سے زیادہ تم سے ڈرتے ہیں شدید جنگ اور دلیری کیوجہ جو اس طرح سے تم سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ ایک قول ہے کہ فی صدورھم فرمانا بطور مبالغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عینی مشاہدہ اسی طرح ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ بباطن کافر ہیں اور ڈر کر بظاہر ایمان کے مدعی ہیں اور اللہ کو ان کی اندرونی حالت کا علم ہے مگر اُن کا حال یہ ہے کہ تم سے ڈرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں ڈرتے جو سینوں کے بھید جانتا ہے اور جس کی گرفت شدید ہے۔

(ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝) یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ ہیں۔

اس سے مراد دونوں یہود اور منافقین ہیں کہ انہیں عظمت الٰہی کا ادراک نہیں اور وہ اس کی معرفت سے بیگانہ ہیں اگر سمجھدار ہوتے تو مومنوں کی بجائے اللہ سے ڈرتے جو نفع ونقصان کا مالک اور صرف بندوں ہی نہیں بلکہ ان کے اعمال کا بھی خالق ہے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ	یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے
قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ	مگر قلعہ بند شہروں میں یا دُھسوں کے
جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ	پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے
شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا	تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان
وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ	کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝	کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا) یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔

ای الیھود والمنافقون وقیل: الیھود یعنی لا یقتدرون علی قتالکم۔ ای مجتمعین متفقین فی موطن من المواطن۔ یعنی یہود اور منافقین اور کہا گیا ہے کہ صرف یہود یعنی وہ تم سے قتال پر قدرت نہ پائیں گے۔ (جمیعًا) یعنی اکٹھے متفق ہو کر تم سے کسی جگہ نہ لڑیں گے یا مقابلہ نہ کریں گے۔ (اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ) مگر قلعہ بند شہروں میں

بالدروب والخنادق ونحوھا۔ ایسی بستیوں میں رہ کر جو محفوظ فیصلوں والی ہوں اور خندقیں (کھائیاں) کھود کر اور اسی قسم کے حفاظتی انتظامات کے ذریعہ محفوظ ہو کر۔

(اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ) یا دھسوں کے پیچھے۔ یتسترون بھا دون ان یصحروا

لکم و بار زوکم تصذف اللہ تعالیٰ الرعب فی قلوبھم و مزید رھبتھم منکم۔
تمہارے آمنے سامنے ہو کر اور تمہیں مقابلے کی دعوت کر نہ لڑیں گے البتہ قلعوں کے پیچھے چھپ کر البیا چاہیں گے اس لیئے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے اور تمہارا خوف ان میں سخت بڑھا دیا ہے۔ قرار مکہ نے جدار جیم کے کسرہ سے بھی پڑھا ہے جس کے معنی دیوار یا فیصل کے ہیں۔ یعنی کسی آڑ میں تم سے لڑیں گے مگر بالمشافہ قتال نہ کریں گے کہ تم سے خوف زدہ ہیں۔

(بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ) آپس میں اُن کی آنچ سخت ہے۔
پیچھے جو ان کے تم سے خوف زدہ ہونے کا ذکر گزرا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کمزور یا بھگوڑے ہیں بلکہ جب ان کی لڑائی آپس میں ہوتی ہے تو وہ قوت و پامردی سے لڑتے ہیں مگر تمہارے مقابل نہ لڑنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں تمہاری ہیبت ڈالدی ہے اور وہ اس دہشت کیوجہ سے بالمشافہ مقابلہ سے کتراتے ہیں۔ (تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں۔ (تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا) ای مجتمعین ذوی الفۃ واتحاد یعنی تم انہیں باہم محبت والے اور اتفاق والے اور متحد و اکٹھے سمجھتے ہو یا خیال کرتے ہو حالانکہ حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ (قُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) جمع شتیت ای متفرقۃ لا ألفۃ بینھا یعنی ان بینھم احنا وعدوات فلا یتعاضدون حق التعاضد ولا یرمون عن قوس واحدۃ وھذا تجسیر للمؤمنین وتشجیع لقلوبھم علی قتالھم۔ الگ الگ جمع ہیں یعنی بٹے ہوئے ہیں پراگندہ ہیں اور ان کے درمیان کوئی پیار نہیں یعنی ان کے درمیان اختلافات کمانِ وحدت کی کمزوری ہے اور دشمنیاں ہیں پس وہ جس طرح مقابلہ کا حق ہے نہیں لڑتے اور ایک ہی کمان سے تیر نہیں پھینکتے (حقیقتاً متحد ہو کر مقابلہ نہیں کرتے اور امر یہ مومنوں کے لئے حوصلہ بڑھانے والا اور ان سے قتال پر دلوں کو نڈر دلیر، تیز بنانے والا ہے۔

(ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ) یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔
ای ما ذکر من تشتت قلوبھم بسبب انھم۔
یعنی جیسا کہ ان کے دلوں میں تفرقہ کا ذکر ہوا یہی ان کی حماقت کا سبب ہے اور یہ لوگ غور و فکر سے عاری ہیں اور حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے اور کفر و مخالفت نے ان کے قلوب کو گھیر رکھا

ہے اگر ذرا برابر بھی سمجھ رکھتے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں جمع نہ ہوتے جن کی حقانیت روشن وظاہر ہے اور یہ لوگ اسے دیکھتے بھی ہیں مگر دشمنی سے باز نہیں آتے اور یہی بات ان کی نادانی کی دلیل ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ	ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ
قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ج	میں ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک
	عذاب ہے ۔

(كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا) ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے جملہ خبریہ ہے اور مبتدا محذوف ہے اور اس کی تقدیر ان کی مثال ہے یعنی یہود بنو نضیر کی مثال ان جیسی ہی ہے جو ان سے پہلے تھے یا ان کی اور منافقوں کی مثال اہل بدر کی سی ہے اور مجاہد کا قول یہی ہے اور ابن عباس کا قول ہے کبنی قینقاع کہ بنو قینقاع کی مانند ہے ۔ اور بنو قینقاع ان یہودیوں کا ایک قبیلہ (شاخ) تھے جنہوں نے مدینہ کے گرد ونواح میں سکونت اختیار کر کے قلعے تعمیر کر رکھے تھے بنو قینقاع بھی معاہدۂ مدینہ کے پابند تھے غزوۂ بدر میں اس قبیلے نہ بدعہدی کی اور کھلی سرکشی دکھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا جو دو ہفتے تک رہا، یہودی مرعوب و مغلوب ہو کر اس شرط پر قلعوں سے اُتر آئے کہ ہمارے بال بچوں کو غلام نہ بنایا جائے مگر حضور علیہ السلام نے ان کو گرفتار کر کے مشکیں کسنے کا حکم دیا، عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سرغنہ تھا ان کا حلیف تھا اس نے جب بنو قینقاع کی مغلوبی و مقہوری دیکھی تو دوستی کا بھرم رکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن سلوک اور معافی کی اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ کو سخت ناگوار خاطر ہوا اور آپ نے یہود اور ان کے ساتھیوں پر لعنت فرمائی اور حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے اور تین دن کے اندر مدینہ سے نکل کر اذرعات چلے گئے اور یہ قبیلہ اپنی دولت و شجاعت کے باوصف ذلیل و رسوا اور برباد ہوا ، مجاہد کا قول ہے کہ ان کی مثال کفار بدر کی طرح ہے جو ہلاک و رسوا و اسیر و ذلیل ہوئے اور ایک قول ہے کہ ان کی مثال گزشتہ امتوں کے منافقین کی طرح ہے ۔ یہود بنو قینقاع کی جلاوطنی ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی ۔ (ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ) انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا ۔

اى ذاقوا سوء عاقبة كفرهم فى زمن قريب من عيصانهم اى لم تتأخر عقوبتهم وعوقبوا فى الدنيا اثر عيصانهم ۔

یعنی انہوں نے اپنی سرکشی کی سزا دبرائی کے قریب زمانے میں ہی چکھ لی اور ان کے بعض گناہوں کی سزا متاخر نہ کی گئی اور وہ اپنے ان گناہوں کی سزا دینا ہی میں بھی دیئے گئے ۔

(وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۔

فی الاخرة : یعنی دنیاوی عذاب تو ہو چکا آخرت میں بھی ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہو گا اور دنیوی عذاب گویا اس عذاب آخرت کی تمہید ہے ۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا تو بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے ۔

(كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ) شیطان کی کہاوت ۔

ای مثلهم کمثل الشیطن یعنی ان منافقین کی مثال شیطان کی مثال کی طرح ہے

(اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ) جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر ۔

ای اغراه علی الکفر ۔ یعنی اسے کفر و سرکشی کی ترغیب دی یا فریب سے آمادہ کیا ۔

(فَلَمَّا كَفَرَ) پھر جب اس نے کفر کر لیا ۔ یعنی جب شیطان نے فریب سے اسے کفر پر آمادہ کر لیا اور اس نے ارتکاب کر لیا ۔ (قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ) بولا میں تجھ سے الگ ہوں ۔ تبراه منه ، یعنی اس نے اس سے بریت کا اظہار کیا کہ میرا تیرے کام سے (کفر کے ارتکاب سے) کوئی تعلق نہیں اور تو اپنے کرتوت کا خود ذمہ دار ہے ۔ (اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○) میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے ۔

مخافة ان یشارکه فی العذاب ولم ینفعه ذلك ۔

یعنی شیطان کا بریت ظاہر کرنا اس خوف کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کفر کرنے والے شخص کے کفر کے عذاب میں وہ بھی شریک نہ ہو جائے یا اسے مشارکت کا عذاب نہ ملے لیکن شیطان کی یہ چال اور بیزاری اسے ہرگز نہ بچا سکے اور یہ عیاری نفع نہ دے گی ۔ جس طرح شیطان کا طریقہ واردات ہے بعینہ یہود و بنو نضیر کو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف ابھارا اور سرکشی پر یہ کہہ کر آمادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ نکل کھڑے

ہوں گے اور اگر لڑائی ہو ان کی مدد کریں گے اور یہ وہ ان کے ساتھ دو ہزار لڑنیوالوں کے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اور عبداللہ ابن ابی اور اس کے گماشتے ان باتوں کا یقین دلاتی رہے اور کہا کہ ہم تمہارے بارے میں کسی کا کہانہ مانیں گے مگر جب بنو نضیر بر سر جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھ گئے اور نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ہی ان کی مدد کر سکے تو منافقین یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس جرم بغاوت اور مخالفت رسول میں برابر کے شریک نہیں اور ان کی عیارانہ کاروائیاں انہیں عذاب و گرفت الٰہی سے بچنے میں کچھ فائدہ مند ہوں گی تو ان کیلئے بھی اسی طرح ہلاکت و بربادی ہے جو ان کے دوستوں پر مقدر ہو چکی اور جس میں وہ گرفتار ہو چکے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ؏

تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

(فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خٰلِدَيْنِ فِيْهَا) تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں۔ یعنی اس شیطان و انسان کا انجام یہ ہوا کہ وہ ابدالآباد تک جہنم میں رہیں گے۔ جمہور کے نزدیک شیطان والانسان سے مراد جنس ہے کہ قیامت کے روز مشارکت عذاب کے خوف سے ایسا کہے گا اور اس کا کہنا کہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں یہ محض بناوٹ ہے اس لیے کہ شیطان اور خوف خدا میں کیا تعلق ہے وہ تو سرشت کے اعتبار سے خبیث ہے اور روز حشر بھی لوگوں کے اس عذر کے ہمیں شیطان نے ورغلایا یہ ظالم کہے گا کہ میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کر لی تو تم مجھے ملامت کیوں کرتے ہو "لوموا انفسکم" تم اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور بعض اصحاب تفسیر کا ارشاد ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور انسان سے مراد ابو جہل ملعون سے کہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہ آئیگا اور یہ کہ میں تمہاری پناہ ہوں (ضامن مددگار ہوں) شیطان بدر کے روز سردار بنو کنانہ سراقہ بن مالک کی صورت میں مع ایک گروہ کے شریک ہوا تھا اور اس نے کفار مکہ کو ہمت دلائی اور اپنی ضمانت و پناہ و مدد کا یقین دلایا اور جب سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا تو بھاگ نکلا کفار مکہ کے سرداروں نے کہا کہ تم تو ذمہ دار اور مددگار تھے تو اس نے کہا کہ جو میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور یہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس موقعہ پر بھی ابلیس نے انی اخاف اللہ کہا تو گویا اس لعین کا طریقہ واردات

یہی ہے اور انجام دونوں آمر و مامور کا دائمی جہنم ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس تمثیل میں منافقین کے کردار کی گہری مماثلت و مشابہت ہے جس طرح شیطان انسان کو بغاوت و سرکشی پر برانگیختہ کرتا ہے اور جب انسان کفر کرتا ہے تو شیطان ساتھ چھوڑ جاتا ہے اور خود کو بری الذمہ قرار دیتا ہے یہی حال ہے منافقین کا تھا کہ انہوں نے پہلے بنونضیر کو آمادہ جنگ کیا سرکشی پر تحریک دلائی، ساتھ نبھانے کا پہلو بہ پہلو لڑنے کا یقین دلایا جب وہ برسرِ جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھے رہے اور انکے ساتھ اپنے سب وعدے، یقین دہانیاں بھول گئے اور ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہٰذا تمثیل سے کردار شیطانی اور منافقین کی حالت میں گہری مماثلت ہے اور ان کے جرم کا انجام ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا ہے۔

(وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ؏) اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں کا یہی انجام ہے کہ انہوں نے نہ ہی حق قبول کیا اور نہ ہی حق کا ساتھ دیا بلکہ سرکشی اختیار کی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر گئے دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہوگئی اور باطل پرستوں شیطان کی سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ حشر پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں یہی لوگ فاسق ہیں۔

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے

ہیں کہ وہ سوچیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہے بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا۔ امان بخشنے والا۔ حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○

وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ حشر پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوا۔ ایمان لائے ہو	اتَّقُوا۔ ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	لْتَنْظُرْ۔ چاہئے کہ دیکھے	نَفْسٌ۔ ہر آدمی
مَّا۔ جو	قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	لِغَدٍ۔ کل کے لیے	وَ۔ اور
اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
خَبِیْرٌ۔ خبردار ہے	بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَكُوْنُوْا۔ ہوجاؤ	كَالَّذِیْنَ۔ انکی طرح جو	نَسُوا۔ بھول گئے
اللّٰهَ۔ اللہ کو	فَاَنْسٰهُمْ۔ تو بھلادیا انکو	اَنْفُسَهُمْ۔ ان کی جانیں	اُولٰٓئِكَ۔ وہی
هُمُ۔ لوگ	الْفٰسِقُوْنَ۔ فاسق ہیں	لَا۔ نہیں	یَسْتَوِیْٓ۔ برابر ہیں
اَصْحٰبُ۔ رہنے والے	النَّارِ۔ آگ کے	وَ۔ اور	اَصْحٰبُ۔ رہنے والے
الْجَنَّةِ۔ جنت کے	اَصْحٰبُ۔ رہنے والے	الْجَنَّةِ۔ جنت کے	هُمُ۔ وہی ہیں
الْفَآئِزُوْنَ۔ کامیاب	لَوْ۔ اگر	اَنْزَلْنَا۔ اتارتے ہم	هٰذَا۔ اس
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو	عَلٰی۔ اوپر	جَبَلٍ۔ پہاڑ کے	لَّرَاَیْتَهٗ۔ تو دیکھتا تو اسے

خَاشِعًا۔ جھکتا	مُّتَصَدِّعًا۔ پھٹتا	مِّنْ خَشْیَۃِ۔ ڈر	اللّٰہِ۔ اللہ سے
وَ۔ اور	تِلْکَ۔ یہ	الْاَمْثَالُ۔ مثالیں	نَضْرِبُھَا۔ بیان کرتے ہیں ہم انکو
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے	لَعَلَّھُمْ۔ تاکہ وہ	یَتَفَکَّرُوْنَ۔ سوچیں	ھُوَ۔ وہ
اللّٰہُ۔ اللہ	الَّذِیْ۔ وہی ہے کہ	لَا۔ نہیں	اِلٰہَ۔ کوئی معبود
اِلَّا۔ مگر	ھُوَ۔ وہی	عٰلِمُ۔ جاننے والا ہے	الْغَیْبِ۔ غیب
وَ۔ اور	الشَّھَادَۃِ۔ حاضر کا	ھُوَ۔ وہ ہے	الرَّحْمٰنُ۔ مہربان
الرَّحِیْمُ۔ رحمت والا	ھُوَ۔ وہ	اللّٰہُ۔ اللہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے کہ
لَا۔ نہیں	اِلٰہَ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر	ھُوَ۔ وہی
الْمَلِکُ۔ بادشاہ	الْقُدُّوْسُ۔ نہایت پاک	السَّلٰمُ۔ سلامتی دینے والا	الْمُؤْمِنُ۔ امان بخشنے والا
الْمُھَیْمِنُ۔ حفاظت کرنے والا	الْعَزِیْزُ۔ غالب	الْجَبَّارُ۔ عظمت والا	الْمُتَکَبِّرُ۔ تکبر والا
سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	اللّٰہِ۔ اللہ	عَمَّا۔ اس سے جو	یُشْرِکُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں
ھُوَ۔ وہی	اللّٰہُ۔ اللہ ہے	الْخَالِقُ۔ پیدا کرنے والا	الْبَارِئُ۔ بنانے والا
الْمُصَوِّرُ۔ شکل دینے والا	لَہٗ۔ اسی کے ہیں	الْاَسْمَآءُ۔ نام	الْحُسْنٰی۔ اچھے
یُسَبِّحُ۔ پاکی بولتا ہے	لَہٗ۔ اس کی	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ ہے	الْعَزِیْزُ۔ غالب	الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحشر رکوع سوم پ ۲۸

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو فی کل ما تأتون وتذرون — تمام امور جو تم کرو، اللہ سے ڈرو، یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو، خلوت و جلوت میں اس کا ڈر رکھو۔

(وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے کیا آگے بھیجا ۔
ای ای شئ قدمت من الاعمال لیوم القیامیة عبر عنه
یعنی ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے اپنے اعمال میں سے روز حساب کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے لان الدنیا یوم والآخرۃ غد کیونکہ دنیا ایک دن کی مانند ہے اور آخرت کل یعنی، دوسرا دن ہے۔ اور غد کہنے سے یہی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر جان کو روز حساب سے غافل نہ ہونا چاہیے اور اسے اپنے کاموں پر نگاہ رکھنا چاہیے کہ اس نے اس دن کیلئے کیا تیاری کی ہے لہٰذا گناہوں سے استغفار لازم ہے اور نیکی کے لیے خوب کوشش چاہیے اور معصیت سے پرہیز کرے ۔
(وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے ڈرو ۔ تکریر للتاکید، جملہ کی تکرار تاکید کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچو اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں سرگرم عمل رہو ۔
ان اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؁ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ۔
ای من المعاصی یعنی جو کچھ تم نے گناہ کیے ہیں بلاشبہ اللہ کو ان کی خبر ہے ۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا	اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے
اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ	تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؁	جانیں یاد نہ رہیں، وہی فاسق ہیں ۔

(وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ) اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے ۔
ای نسوا حقوقه تعالیٰ شانه : وما قدروا اللّٰه حق قدره ولم یراعوا مواجب امره سبحانه، ونواهیه عز وجل حق رعایتها ۔ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو فراموش کر دیا یا اس کے احکام کو بھول گئے اور اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی اور حق سبحانہ، و تعالیٰ کے احکام کی جیسا کہ واجب تھا کوئی رعایت نہ رکھی اور نہ ہی اللہ عز وجل شانہ، کے ممنوعات کا کوئی لحاظ رکھا جیسا کہ چاہیے تھا ۔
(فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ) تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں ۔
(فَاَنْسٰهُمْ) اللّٰه تعالیٰ بسبب ذلك یعنی اللہ نے انہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا
(اَنْفُسَهُمْ) ای جعلهم سبحانه، ناسین لها حتی لم یسعوا بما ینفعها ولم یفعلوا ما یخلصها
یعنی اللہ نے انہیں خود انکی جانوں سے غافل و بے پرواہ بنا دیا اس حد تک کہ وہ اپنے لیے فائدہ دینے والے

عمل ہی نہ کر سکے اور نہ ہی وہ کام کر سکے جو انہیں (دوزخ) سے بچاتے ایک قول ہے کہ اللہ نے انہیں ہلاکت اور عذاب الیم کے منظر دکھائیگا۔ یا بروز حشر عذاب کی صورت ایسی ہوگی کہ ان کے نفوس بھلا دیں گی اور خود فراموشی حقیقتاً ہوگی۔ (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) وہی فاسق ہیں۔

الکاملون فی الفسوق۔ یعنی پکے گناہ گار اور نافرمان ہیں۔

لَا يَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ	دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں
الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝	جنت والے ہی مراد کو پہنچے

(لَا يَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ) دوزخی اور جنتی یکساں نہیں۔

(اصحب النار) الذین نسوا اللہ تعالیٰ فاستحقوا الخلود فی النار وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پس ترک اطاعت کیوجہ سے وہ عذاب دوزخ کے دائمی مستحق ہو گئے۔

(واصحب الجنۃ) الذین اتقوا اللہ فاستحقوا الخلود فی الجنۃ وہ لوگ جو اللہ کا ڈر رکھتے تھے اور اسکی معصیت سے بچتے تھے اور فرماں برداری کرتے تھے تو وہ اطاعت کیوجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کے مستحق ہوئے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ آخرت میں دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوں گے۔

(اَصْحٰبُ الجنۃ ھم الفائزون) جنتی ہی مراد کو پہنچے۔

ای ھم الفائزون فی الآخرۃ۔ یعنی جنتی لوگ ہی آخرت میں کامرانی حاصل کرنے والے ہیں اور ہر امر مکروہ سے نجات پائیں گے۔ آیت کا مرکزی مفہوم ترک غفلت اور فکر آخرت ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ	اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور
لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ	تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا
خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ	اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں

(لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے

(لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ) العظیم الشان المنطوی علی فنون القوارع۔ انتہائی اعلیٰ درجہ کے فنون جن کا تمام تر انحصار اس عظیم کتاب پر ہے یہ کتاب حکیم (علی جبل) من الجبال او جبل عظیم کسی پہاڑ یا بہت بڑے پہاڑ پر نازل کی جاتی۔ ایک قول ہے کہ اگر کسی بڑے پہاڑ کو انسانوں کی مانند تمیز عطا

کردیتے۔ (لرایتہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ) تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ ای متشققا منہ یعنی وہ اس سے پھٹ جاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر پہاڑ کو انسان کی سی قوت تمیز عطا کی جاتی تو پہاڑ باوجود اپنی شدت و سختی اور مضبوطی کے عظمت و شان قرآن کے سامنے جھک کر پاش پاش ہو جاتا اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار و منکرین کی قساوت قلبی کس درجے کی ہے کہ وہ اس کتاب حکیم سے اثر پذیر نہیں ہوتے اور عظمتِ قرآن کے سامنے نہ ہی جھکتے ہیں اور نہ ہی اس میں غور و فکر کرتے ہیں حالانکہ انہیں عظمت و حکمت کتاب کا ادراک بھی حاصل ہے۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ — اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

اس میں قول الی (لوانزلنا) کی طرف اشارہ ہے اور یہ تمثیل ہے اور غالباً عظمت قرآن کے اظہار کے لیے تمثیل متخیلہ ہے اور کلام سے واضح ہے کہ ایسا بر تقدیر وقوع ہے اور (تلك) سے مراد یہی ہے کہ اس طرح کی امثلہ کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ غور و فکر سے کام لیں اور اس کے ذریعہ حق تک رسائی حاصل کریں اور وہ ادراک و شعور جو خدا نے انسانوں کو عطا کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے اور عظمتِ قرآن کا خاصا یہی ہے کہ اس کے سامنے پہاڑ بھی جھک جائیں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں اور اگر انسان اثر پذیر نہ ہو تو پھر اس کی قساوت قلبی اور نصیحت سے انتہائی غفلت کا اندازہ خوب لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر سرکش اور لاپرواہ ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ — وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا وہی بڑا مہربان رحمت والا۔

(هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
وحدہٗ سبحانہٗ یعنی اللہ پاک وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود یعنی بندگی و عبادت
(عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ) ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا۔

(عٰلِمُ الْغَيْبِ) وھو مالم یتعلق بہ علم مخلوق واحساسہ اصلا وھو الغیب المطلق، علم غیب سے مراد وہ علم ہے جس علم و محسوسات مخلوق سے اصلاً کوئی تعلق نہیں اور وہ غیب مطلق ہے (والشھادۃ) وھو مایشاھدہ مخلوق اور وہ علم ہے جس کا مخلوق مشاہدہ کرتی ہے۔

یا کرے گی۔ راغب کا قول ہے الشہود والشہادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ وقد تعتبر الحضور مفرداً لکن الشہود بالحضور المجرد اولی والشہادۃ مع المشاھدہ اولی وحمل الغیب علی المطلق ھو المتبادر وال فیہ الاستغراق اذلا قرینۃ للعھد ومقام المدح یقتضیہ مع قولہ تعالیٰ (علام الغیوب) فیشمل کل غیب واجباً کان او ممکنا موجوداً او معدوماً او ممتنعا لم یتعلق بہ علم مخلوق او یطلق الغیب علی مالم یتعلق بہ علم مخلوق معین وھو الغیب المضاف ای الغیب بالنسبۃ الی ذلک المخلوق وھو علی ما قیل : مراد الفقہاء فی قولھم : مدعی علم للغیب کافر وھذا قد یکون من عالم الشہادۃ کما لا یخفیٰ وذکر الشہادۃ مع انہ اذا کان کل غیب معلوما لہ تعالیٰ کان کل شہادۃ معلوما اللہ سبحانہ بالطریق الاولیٰ من باب قولہ عزوجل: لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہ۔ شہود اور شہادت (حاضر اور علم ظاہر۔ یقینی خبر) مشاہدہ کے ساتھ حاضر (موجود) ہونا خواہ آنکھ کے ساتھ ہو یا بصیرت (دانائی) کے ساتھ ہو اور حضور کا تنہا ہونا معتبر ہے لیکن شہود کا مجرد حضور کیساتھ ہونا اولیٰ ہے اور شہادت نظارہ کے ساتھ اولیٰ ہے اور غیب کا محمول ہونا مطلق پر ہے اور وہ سبقت کرنیوالا ہے (متبادر ہے) اور ال تعریف یہاں استغراقی ہے کیونکہ الی عہدی ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اور مقام مدح کا اقتضاء یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علام الغیوب تو تمام اس غیب پر مشتمل ہے خواہ واجب ہو یا ممکن موجود ہو یا معدوم ہو یا ممتنع ہو اور مخلوق کے علم کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو اور غیب کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس سے معین طور پر علم مخلوق کا تعلق نہ ہو اور وہ غیب مضاف ہے یعنی ایسا غیب جو مخلوق کی طرف نسبت کے ساتھ ہو اور وہ ہے جو اوپر گزرا اور ایسے غیب کے متعلق (غیب مطلق) کے متعلق فقہاء کا کہنا ہے کہ علم غیب کا مدعی کافر ہے اور ایسا یوں ہوتا ہے کہ وہ عالم شہادت سے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور شہادت کا اس کے ساتھ ذکر اس لیے ہے کہ جسطرح تمام غیوب اللہ کو معلوم ہیں اسی طرح تمام شہادات (عیاں) بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم بدرجہ اولیٰ معلوم ہیں اور اللہ کا ارشاد یہی ہے کوئی چھوٹی یا بڑی شے ایسی نہیں مگر اُس (اللہ) نے اسے گھیر رکھا ہے (معلوم ہے) اور ایک قول یہ ہے : الغیب مالا یقع علیہ الحس من المعدوم او الموجود الذی لا یدرک والشہادۃ

مایقع علیہ الادراک بالحس غیب وہ ہے جس پر حس واقع نہ ہو خواہ معدومات سے ہو یا موجودات سے جس کا ادراک نہ ہو سکے اور شہادت وہ ہے جس پر حس کے ساتھ ادراک ہو سکے۔ امام ابو جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: الغیب مالم یکن والشہادۃ ما کان: غیب وہ ہے جو ہر گز نہ ہوا ہو اور شہادت وہ ہے جو ہو حسن کا قول ہے: الغیب السر والشہادۃ العلانیۃ غیب نہاں ہے اور شہادت عیاں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ شہادت سے مراد دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب سے مراد آخرت اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب کا شہادت پر مقدم فرمانا (پہلے ذکر کرنا) اس لیے ہے کہ اس کے ساتھ علم ہونا بالشہادت پر دلیل کی مانند ہے اور ایک قول ہے شہادت پر غیب کا مقدم ہونا اس لیے ہے کہ ہر شہادت (شہود و مشہود) پہلے غیب ہی تھا اور جو سامنے آیا یعنی جو کچھ ظاہر ہوا وہ سب غیب کے خزانوں سے ہی ہے

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کریم موجود کا بھی اور معدوم کا بھی دنیا کا بھی آخرت کا بھی جاننے والا ہے اور اس کا علم لامتناہی ہے اور ازلی سرمدی قدیم حقیقی ہے۔ اور اس کی ذات کے ساتھ واجب ہے اور فنا و تبدیلی سے پاک ہے اگر اس کے علوم میں سے ایک قطرہ کی بات کریں تو وہ قطرہ بھی لامتناہی در لامتناہی ہے جب کہ مخلوق کا علم متناہی ہے اور وہ علم الٰہی کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر اس کی ذات کریم نہ چاہا اور بندوں کا علم محدود و متناہی اور فانی ہے لہٰذا علم الٰہی سے مساوات کا تصور ہی سرے سے باطل ہے اور جو علم الٰہی کے برابر مانے بلاشبہ مشرک ہے خواہ وہ علم کا ایک قطرہ مانے اس لیے کہ کُل ہو یا جز واللہ کا علم لامتناہی در لامتناہی ہے۔ (ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

یہ دونوں اللہ کی صفتیں ہیں اس کے معنی ہیں نہایت رحمت والا اور مہربانی فرمانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غائت درجہ مہربان اور ترس فرمانے والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

(ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ) وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

دوبارہ ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق اور تکرار میں امر توحید کا بدرجۂ غائت اظہار ہے کہ سارے دین کی اصل یہی ہے۔

(اَلْمَلِکُ) بادشاہ المتصرف بالامر والنہی او المالک لجمیع الاشیاء الذی لہ التصرف فیہا او الذی یعز من یشاء ویذل من یشاء ویستحیل علیہ الاذلال او الذی یولی ویعزل ولایتصور علیہ تولیۃ ولا عزل، او المفرد بالعز والسلطان او ذو الملک والملک خلقۃ او القاؤ امر ونہی کے ساتھ تصرف (علی الاطلاق) فرمانے والا یا تمام اشیا رکا مالک اور ان میں مکمل تصرف فرمانیوالا یا وہ ذات کریم جس کو چاہے معزز کرے (عزت عطا فرمائے) اور جسے چاہے پست و ذلیل رکھے (رسوا کرے) اور وہ پستیوں (ذلتوں) سے پاک ہے یعنی ذلت اس کے لیے محال ہے وہ لا متناہی عزت والا ہے یا وہی ہے جو اقتدار عطا کرتا ہے اور معزول کرتا ہے اور اس کے لیے معزولی و تولیت تصور بھی نہیں کی جاسکتی یعنی اس کا معزول ہوتا اور کسی کی زیر نگیں ہونا محال ہے یا وہ عزتوں کے ساتھ فرد ہے یعنی سب عزت اسی ہی کے لیے ہے اور وہ معزز یکتا ہے اور وہی حاکم علی الاطلاق ہے یا دشاہی والا ہے اور بادشاہی اس کی تخلیق ہے یعنی حاکم رہی ہے اور حکومت اسی کی ہے یا قدرت والا ہے۔ اس کی حکومت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں۔

(اَلْقُدُّوْسُ) نہائت پاک۔ البلیغ فی النزاھۃ عما یوجب نقصانا۔ ہر عیب ونقص سے اور تمام برائیوں سے نہائت پاک او الذی لہ الکمال فی وصف اختص بہ۔ یا وہ ذات جس کے لئے جو اوصاف مخصوص ہیں ان میں نہائت کمال والا او الذی لا یحد ولا یتصور یا وہ ذات جس کی پاکیزگی کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کی پاکی تصور میں آسکتی ہے۔

(اَلسَّلٰمُ) سلامتی دینے والا۔ ذو السلامۃ من کل نقص وآفۃ ہر نقص وآفت سے قطعًا پاک، منزہ ہے سلام وصف کے طور مبالغۃ آیا ہے اگرچہ مصدر ہے اور جبائی کا قول ہے۔

ھو الذی ترجی منہ السلامۃ وہ ذات ہے جس سے سلامتی کی امید رکھی جائے یا وہ سلامتی عطا کرے اور ایک قول ہے ای الذی یسلم علی اولیاءہ فیسلمون من کل مخوف یعنی وہ ذات جو اپنے دوستوں کو سلامتی عطا کرے تو وہ ہر قسم کے خوف سے محفوظ ہو جائیں یا اپنی مخلوق کو سلامتی دینے والا۔ (اَلْمُؤْمِنُ) امان بخشنے والا۔ قیل: المصدق لنفسہ ولرسلہ علیہم السلام فیما

بلغوہ عنه سبحانهٗ اما بالقول او بخلق المعجزۃ او واهب عبادہ الأمن من الفزع الاکبر او مؤمنهم منه اما بخلق الطمانینة فی قلوبهم او باخبارهم ان لا خوف علیهم وقیل: وقال ثعلب: المصدق المؤمنین فی انهم امنوا، وقال النحاس: فی شهادتهم علی الناس یوم القیمة وقیل: ذوالامن من الزوال لاستحالته علیه سبحانهٗ وقیل بغیر ذلک ۔

ایک قول ہے کہ اپنے نفس کریم کی اور اپنے رسولوں علیہم السلام کی اس میں تصدیق فرمانیوالا جو انہوں نے اللہ پاک کی طرف سے تبلیغ فرمایا (پہنچایا) خواہ اپنے قول کے ساتھ یا اظہار معجزہ کے ذریعہ یا اپنے بندوں کو بڑی گھبراہٹ (نفخہ اخیرہ) سے امن دینے والا یا اس سے انہیں مامون رکھنے والا خواہ ان کے دلوں میں طمانیت پیدا کر کے یا انہیں خبروں کے ذریعہ کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور ایک قول ہے مخلوق کو اس کے ظالموں سے بچانے والا اور ثعلب کا قول ہے مومنوں کی اس میں جو وہ ایمان لائے تصدیق فرمانے والا اور نحاس کا قول ہے قیامت کے دن لوگوں پر ان کی شہادتوں میں امان بخشنے والا ۔ ایک قول ہے کہ زوال سے پاک ومنزہ اور حق سبحانہٗ وتعلیٰ کے لیے زوال محال ہے اور ایک قول ہے کہ لوگوں کو امان بخشنے والا، امد ایک قول ہے کہ اپنے اطاعت گزار بندوں کو اپنے عذاب سے امان بخشنے والا ۔

(اَلْمُهَيْمِنُ) حفاظت فرمانے والا ۔ الرقیب الحافظ لکل شیٔ ہر ایک شئے کی نگہبانی اور حفاظت فرمانے والا ضحاک کا قول ہے کہ مہیمن اسمار الٰہی سے ایک ہے اور پچھلی کتابوں میں بھی مذکور ہے اس کے حقیقی معنیٰ اللہ ہی کو معلوم ہیں قاموس میں اس کے معنیٰ الرقیب یا الحفیظ کے ہیں یعنی حفاظت فرمانے والا ۔

(اَلْعَزِيْزُ) عزت والا ۔ الغالب یعنی غلبے والا وقیل: الذی لا مثل لہ اور ایک قول ہے کہ وہ ذات جس کی مثل نہ ہو ۔ وقیل: الذی یعذب من اراد اور ایک قول ہے کہ وہ ذات کہ جس کو چاہے عذاب دے وقیل: الذی علیه ثواب العاملین اور کہا گیا وہ ذات جو عمل کرنیوالوں کو ثواب عطا فرمائے ۔ وقیل: الذی لا یحط من منزلته اور ایک قول ہے کہ وہ ذات جس کی عزت وعظمت کا احاطہ نہ کیا جاسکے یا جس کو ان کی منزلت (شان) سے گرایا (کم) نہ جاسکے ۔

(اَلْجَبَّارُ) عظمت والا ۔ و قال ابن عباس: هو العظیم اور ابن عباس کا قول ہے وہ بڑائی و بزرگی والا ہے ایک قول ہے الذی جبر خلقه علی ما اراد وقسرهم علیه وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو درست کر دیا اس پر جو اس نے چاہا اور انہیں اس پر مجبور کر دیا ۔

(اَلْمُتَكَبِّرُ) تکبروالا ۔ البلیغ الکبریاء والعظمۃ ۔ انتہائی بڑائی اور عظمت (بزرگی) والا اپنی ذات اور اپنی تمام صفات میں اور اپنی بڑائی یا تکبر کا اظہار اسی کو زیبا ہے اور وہی اس کے لائق ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا التکبر ردائی والعظمۃ ازاری تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے (ایسا مجازاً ارشاد ہے اور اللہ ان امور سے پاک ہے) جس نے مجھ سے ان دونوں کو چھینا چاہا (ان دونوں کو اپنے لیے چاہا) تو مجھے اپنی کبریائی کی قسم میں اسے ضرور آگ میں پھینکوں گا ۔ لہذا بندوں کو عاجزی ہی چاہیے اور انکساری لازم ہے ۔

(سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ) اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے ۔

تنزیہ للّٰہ تعالیٰ عما یشرکون ۔ اللہ شرک کرنیوالوں کے شرک منزہ ہے پاک ہے کیونکہ جن صفات کا ذکر گزرا ان تمام صفات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ نظیر و مثیل ہے وہ اپنی تمام صفات میں بے مثل یگانہ ہے ۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ) وہی ہے اللہ بنانے والا (پیدا کرنیوالا)

المقدر للاشیاء علی مقتضی الحکمۃ او مبدع الاشیاء من غیر اصل ولا احتذاء ۔ ویفسر الخلق بایجاد الشیٔ من الشیٔ اشیاء کو اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق پیدا کرنیوالا یا چیزوں کو بغیر کسی اصل و مثال کے بنانے والا یا ایجاد کرنے والا اور خلق کی تفسیر کسی شئے سے کسی شئے کو ایجاد کرنے (بنانے) سے کی گئی ہے یا کی جاتی ہے ۔ ایک قول ہے کہ نیست سے ہست کرنے والا ۔

(اَلْبَارِئُ) بنانے والا ۔ الموجد لہا بریئۃ من تفاوت ما تقتضیہ بحسب الحکمۃ والجبلۃ وقیل ، الممیز بعضہا عن بعض بالاشکال المختلفۃ مخلوق کا بغیر تفاوت کے ایجاد کرنے والا جس طرح کہ اس کی حکمت کے لائق اور جبلت کا مقتضی ہے اور ایک قول ہے بعض اشیاء کو بعض

اشیاء سے مختلف شکلوں کے ساتھ ممتاز کرنے والا یعنی ان میں باہم امتیاز ہو۔ ایک قول ہے عدم سے وجود میں لانے والا۔ (اَلْمُصَوِّرُ) ہر ایک کو صورت دینے والا۔

الموجد لصورھا وکیفیاتھا کما أراد۔ مخلوق کی صورتوں اور اس کی حالتوں (کیفیتوں) کا اس طرح بنانے والا جس طرح اس نے (اللہ نے) چاہا۔

(لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى) اسی کے ہیں سب اچھے نام

الدالۃ علی محاسن المعانی۔ وہ نام جو بہترین اوصاف اور اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں یعنی ان سے عظمت الٰہی کی معرفت ہوتی ہے یا اظہار ہوتا ہے حدیث مبارکہ میں ننانوے نام آئے ہیں لیکن عدد ۹۹ (ننانوے) پر حصر نہیں کیونکہ اسمار کریمہ ان گنت اور لاتعداد ہیں جو اللہ کی عظمت لامتناہی کے نعیب ہیں۔ (يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ من الموجودات بلسان الحال او بلسان المقال۔ موجودات میں سے ہر ایک شے زبان حال سے یا زبان مقال سے جس طرح بھی اُسے عطا کیا گیا ہے اللہ کی پاکی بولتی ہے۔ اس پر تفصیلی کلام پچھلے کئی مقامات پر ہو چکا ہے۔

(وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؏) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

الجامع للکمالات کافۃ یعنی جملہ کمالات کا جامع اللہ ہی ہے اور غلبہ والا ہے۔

سورۂ حشر کی ان آیات کی (آخری تین آیات) روایات میں بڑی فضیلت وشان آئی ہے اور یہ آیات فضل عظیم کا خزانہ ہیں امام احمد، دوامی، ترمذی نے روائت کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے (حسن کہا ہے) اور طبرانی، ابن الفریس اور بیہقی نے شعب میں معقل بن یسار سے روائت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت تین مرتبہ کہا۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم پھر (بدون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا اضافہ کیے) سورۂ حشر کی آخری تین آیات (ھو اللہ الذی ـــ الخ) تک پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ستر ہزار فرشتے متوکل کرے گا (مقرر فرمائیگا) جو شام تک اس پر رحمت بھیجیں گے اس کے لئے (بخشش مانگیں گے) اور اگر اس دن میں مرجائیگا تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھے گا تو جب بھی صبح تک بھی یہی منزلت پائے گا۔ دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ سورۂ حشر کی آخری سات آیات میں اسم اعظم ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ انہوں نے براءبن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا اے براءؓ جب تو اسم اعظم کے ساتھ اللہ سے دعا کا ارادہ کرے تو سورۃ الحدید کی پہلی دس آیات اور سورہ الحشر کی آخری آیات پڑھ لے۔ دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے قول لو انزلنا ھذا القرآن سے آخر سورت تک کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ صداع (ہر قسم کی رکاوٹ) کیلئے تعویز ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ میں متعدد رواۃ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب میں نے سورہ حشر کی آخری آیات سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پڑھیں تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لے کیونکہ جب جبرائیل علیہ السلام ان آیات کو لے کر مجھ پر نازل ہوئے تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیں کیونکہ ان آیات میں بجز موت کے ہر مرض کے لیے شفا ہے۔

الحمدللہ سورہ حشر کی تفسیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔

۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو تکمیل پائی۔

سورۃ الممتحنۃ

سورۃ الممتحنۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ ۱۳ آیات اور دو رکوع ہیں ابن حجر کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ اسی نام (الممتحنۃ) سے مشہور ہے اور لفظ "الممتحنۃ" میں حا فتحہ کے ساتھ ہے جبکہ یہ زیر (کسرہ) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے"، اگر فتحہ (زبر) کیساتھ پڑھ لیا جائے تو یہ اس عورت کی صفت ہوگی جس کے سبب یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور اگر کسرہ سے پڑھا جائے جیسا کہ قرأت مشہور و متواترہ ہے تو یہ سورۂ مبارکہ کی صفت ہوگی جس طرح کہ سورۂ براۃ کو الفاضحۃ کہا گیا ہے۔ اور جمال القرا میں اس سورۂ مبارکہ کو سورۃ الامتحان کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس کا نام سورۃ المودۃ بھی ہے عبداللہ ابن عباس اور عبد بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ سورت مطلقاً مدنی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے روز نازل ہوا اور باقی سورۂ مدنی ہے اور ایسا کہنا شائد باعتبار تغلیب ہے کہ یہ مدنی ہے کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ سورۂ حشر کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں کتابی کافروں کے ساتھ سوالات و معاہدات وغیرہ کا ذکر ہے اور اس میں مومنوں کو کفار سے موالات کی نہی کی گئی ہے اور دونوں میں اس سلسلہ میں لبسیط کلام ہے اور یہ سورۂ مبارکہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں نازل ہوئی اور سورۂ حشر میں اہل کتاب سے معاہدہ حدیبیہ کا ذکر ہے اور یہ سورۂ حشر اور الصف اور اس کے بعد کی سورتوں کے درمیان بطور فصل ہے کہ وہ سورتیں سبّح کے ساتھ شروع ہوئیں۔ اس سورۂ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنو ہاشم کی ایک باندی سارہ نامی جو معروف مغنّیہ اور خوبرو نوجوان (مراثین) تھی صلح حدیبیہ کے آخری دور میں مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دوران فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے آپ نے اس باندی سے پوچھا کہ تو مسلمان ہو کر آئی ہے تو اس نے کہا نہیں آپ نے پوچھا تو کیا ہجرت کرکے آئی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیوں آئی ہے تو اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر آپ سے امداد کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ نے بنی عبدالمطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا تو انہوں نے اسکی خوب مدد کی اور کپڑے کھانے پینے وغیرہ کا سامان بھی دیا۔ حاطب بن

عمرو ابی بلتعہ بدری جو بنو عبد العزیٰ کے موالی تھے اس باندی سے ملے اور اسکی مدد کی اور اسے ایک خط اہل مکہ کے نام دیا جس میں یہ تحریر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تم اپنی حفاظت کو جو تدبیر ہو سکے کر لو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان اور ایک جماعت نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تمہیں روضۃ خاخ پہنچ کر تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ابن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام وہ خط اس سے لیلو اور میرے پاس لے آؤ، اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن مار دو، یہ اصحاب جب وہاں پہنچے تو اس باندی کو وہیں پایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سارہ نے قسم کھائی اور کہا کہ خط اُس کے پاس نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب ساتھیوں کا واپسی کا ارادہ دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ حضور کی خبر کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور تلوار نکال کر سارہ کو کہا کہ یا تو خط دیدو یا قتل کے لیے تیار ہو جاؤ سارہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنے جوڑے سے خط نکال کر آپ کو دے دیا اصحاب نے خط ملنے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور خدمت نبوی میں خط لا پیش کیا، آپ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا میں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی کبھی آپ کی خیانت کی ہے اور جب سے مہاجر ہوا ہوں کبھی اہل مکہ سے محبت نہ رکھی لیکن بات بس اس قدر ہے کہ مہاجرین میں سے ہر کسی کا کوئی دوست یا رشتہ دار مکہ میں موجود ہے جو اس کے اہل بیت کا محافظ ہے اور میں مکہ میں اجنبی تھا اگرچہ قوم قریش کے ساتھ رہتا تھا اور میرے اہل خانہ وہاں ان کے پاس ہیں مجھے صرف ان کی فکر دامنگیر ہوئی اور میں نے اس خیال سے کہ ان پر کوئی احسان کر دوں تاکہ میرے گھر والے محفوظ رہیں اور مجھے اس امر کا قطعی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر ضرور عذاب نازل فرمانے والا ہے اور میرا خط انہیں نہ بچا سکے گا۔

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا اور ان کی تصدیق فرمائی حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر بن خطاب اللہ تعالیٰ خبیر ہے جب

ہی اس نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اشکبار ہو گئے اور سورۃ الممتحنہ کی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بدری تھے

سورۃ ممتحنہ مکیہ

اس میں دو رکوع۔ تیرہ آیتیں۔ تین سو اڑتالیس کلمے اور ایک ہزار پانچ سو دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

بیشک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

یاایہا - اے　　الذین - لوگو جو　　امنوا - ایمان لائے ہو　　لا - نہ

تتخذوا۔ بناؤ　عدوی۔ میرے دشمنوں کو و۔ اور　عدوکم۔ اپنے دشمنوں کو
اولیاء۔ دوست　تلقون۔ تم خبریں پہنچاتے ہو　الیھم۔ ان کو
بالمودۃ۔ دوستی سے　و۔ اور　قد۔ بیشک　کفروا۔ وہ منکر ہوئے
بما۔ اس کے جو　جاء۔ آیا　کم۔ تمہارے پاس　من الحق۔ حق
یخرجون۔ نکالتے ہیں　الرسول۔ رسول کو　و۔ اور　ایا۔ خاص
کم۔ تم کو بھی　ان۔ یہ کہ　تؤمنوا۔ تم ایمان لائے　باللہ۔ اللہ پر
ربکم۔ جو تمہارا رب ہے　ان۔ اگر　کنتم۔ ہو تم　خرجتم۔ نکلے
جھادا۔ جہاد کے لیے　فی۔ بیچ　سبیلی۔ راہ میری کے　و۔ اور واسطے
ابتغاء۔ چاہنے　مرضاتی۔ میری رضامندی کے　تسرون۔ چھپاتے ہو تم　الیھم۔ ان کی طرف
بالمودۃ۔ دوستی سے　و۔ اور　انا۔ میں　اعلم۔ خوب جانتا ہوں
بما۔ جو　اخفیتم۔ تم چھپاتے ہو　و۔ اور　ما۔ جو
اعلنتم۔ ظاہر کرتے ہو　و۔ اور　من۔ جو　یفعلہ۔ کریگا ایسا
منکم۔ تم میں سے　فقد۔ تو بیشک　ضل۔ گمراہ ہوا　سواء۔ سیدھی
السبیل۔ راہ سے　ان۔ اگر　یثقفو۔ پائیں　کم۔ تم کو
یکونوا۔ تو ہوں　لکم۔ تمہارے　اعداء۔ دشمن　و۔ اور
یبسطوا۔ پھیلائیں　الیکم۔ تمہاری طرف　ایدیھم۔ اپنے ہاتھ　و۔ اور
السنتھم۔ اپنی زبانیں　بالسوء۔ برائی کے ساتھ　و۔ اور　ودوا۔ پسند کرتے ہیں
لو۔ کاش کہ　تکفرون۔ تم کفر کرو　لن۔ ہرگز نہ　تنفعکم۔ نفع دینگے تم کو
ارحامکم۔ تمہارے رشتے　و۔ اور　لا۔ نہ　اولاد۔ اولاد
کم۔ تمہاری　یوم۔ دن　القیمۃ۔ قیامت کے　یفصل۔ فیصلے کریگا
بینکم۔ تمہارے درمیان　و۔ اور　اللہ۔ اللہ　بما۔ اس سے جو
تعملون۔ تم کرتے ہو　بصیر۔ دیکھنے والا ہے　قد۔ بیشک　کانت۔ تھی
لکم۔ تمہارے لیے　اسوۃ۔ پیروی　حسنۃ۔ اچھی　فی۔ بیچ
ابراھیم۔ ابراہیم کے　و۔ اور　الذین۔ انکے جو　معہ۔ اسکے ساتھ تھے

اذ ـ جبکہ　قالوا ـ بولے　لقومھم ـ اپنی قوم سے　انا ـ بیشک ہم

برؤا ـ بیزار ہیں　منکم ـ تم سے　و ـ اور　مما ـ اس سے جسکو

تعبدون ـ تم پوجتے ہو　من دون ـ سوا　اللہ ـ اللہ کے　کفرنا ـ کفر کیا ہم نے

بکم ـ تمہارا　و ـ اور　بدا ـ ظاہر ہوگئی　بیننا ـ ہمارے درمیان

و ـ اور　بینکم ـ تمہارے درمیان　العداوۃ ـ عداوت　و ـ اور

البغضاء ـ دشمنی　ابدا ـ ہمیشہ کے لیے　حتی ـ یہاں تک کہ　تؤمنوا ـ تم ایمان لاؤ

باللہ ـ اللہ　وحدہ ـ اکیلے پر　الا ـ مگر　قول ـ بات

ابراھیم ـ ابراہیم کی　لابیہ ـ اپنے باپ سے　لاستغفرن ضرور بخشش مانگوں گا　لک ـ تیرے لیے

و ـ اور　ما ـ نہیں　املک ـ اختیار رکھتا ہوں　لک ـ تیرے لیے

من اللہ ـ اللہ سے　من ـ کسی　شیٔ ـ چیز کا　ربنا ـ اے ہمارے رب

علیک ـ تجھ پر　توکلنا ـ ہم نے بھروسہ کیا　و ـ اور　الیک ـ تیری ہی طرف

انبنا ـ ہم نے رجوع کیا　و ـ اور　الیک ـ تیری ہی طرف ہے　المصیر ـ پھرنا

ربنا ـ اے ہمارے رب　لا ـ نہ　تجعلنا ـ بنا ہم کو　فتنۃ ـ آزمائش

للذین ـ ان کے لیے جو　کفروا ـ کافر ہیں　و ـ اور　اغفر ـ بخش ہم کو

لنا ـ ہم کو　ربنا ـ اے ہمارے رب　انک ـ بیشک تو　انت ـ تو ہی

العزیز ـ غالب　الحکیم ـ حکمت والا ہے　لقد ـ بیشک　کان ـ تھی

لکم ـ تمہارے لیے　فیھم ـ ان میں　اسوۃ ـ پیروی　حسنۃ ـ اچھی

لمن ـ ان کے لیے　کان ـ جو　یرجوا ـ امید رکھتا ہے　اللہ ـ اللہ کی

و ـ اور　الیوم ـ دن　الاخر ـ آخرت کی　و ـ اور

من ـ جو　یتول ـ منہ پھیرے　فان ـ تو بیشک　اللہ ـ اللہ

ھو ـ وہی ہے　الغنی ـ بے نیاز　الحمید ـ خوبیوں سراہا

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع اول پ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے۔ اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں سے جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ ای لا تتخذوا الکفار اولیاء یعنی کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ یہ میرے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

(تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ) تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے۔

المودۃ میں با مفعول کے ساتھ (میں زائد ہے اور القاء المودۃ (دوستی سے پہنچانا) اس کے اظہار کے لیے مجازاً ہے اور اس سے تفسیر یہ ہوگی ای توصلون الیھم المودۃ یعنی تم ان سے دوستی کا رابطہ رکھتے ہو اور ایک قول ہے با سببیہ ہے اور القاء ارسال سے مجاز ہے

ای تسرون الیھم اخبار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب المودۃ التی بینکم
یعنی تم انہیں (کافروں) اس کی دوستی کیوجہ سے جو تمہارے درمیان تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبریں پہنچاتے ہوا ور ایک قول ہے باتعدی کیلیے اس صورت میں معنی ہوں گے۔ تفضون الیھم بالمودۃ یعنی تم ان کی طرف دوستی سے مشکل کو حل کرتے ہو یا جمعیت کو متفرق کرتے ہو یا پلٹے ہو۔
(وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ج حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا یہ مفعول سے حال ہے۔ مراد ہے وہ سلام اور قرآن کے منکر ہیں جو تمہیں اللہ نے دیا اور منکروں اور مومنوں میں کیسی دوستی؟
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور انہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے۔
ای من مکۃ ـ یعنی مکۃ المکرمہ سے ـ ای لا یمانکم اور کراھۃ ایمانکم باللہ عزوجل یعنی تمہارے ایمان لانے کے سبب سے یا اللہ عزوجل شانہ، جو تمہارا پروردگار ہے اس پر ایمان لانے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے ربکم میں ضمیر مومنوں کی تغلیب کے لیے ہے وگرنہ رب تو سبھی کا ہے میں کہتا ہوں کہ "کم" کی ضمیر میں اہل ایمان کی عظمت ہے کہ وہ اللہ کے دوست ہیں کیونکہ سباق کلام میں اللہ کے دشمنوں اور مومنوں کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کا ارشاد ہے تو لطیف اشارہ ہے کہ دوست کا دشمن بھی تمہارا دشمن ہے اور اللہ مومنوں ہی کو دوست رکھتا ہے لہٰذا جب اللہ کافروں کو دشمن فرماتا ہے تو مومن جن کا دوست ولی اللہ ہے وہ کافروں کو کیوں دوست رکھیں تو اللہ کی دوستی مومنوں کو ہر شے پر مقدم ہے اور صحابہ کرام کی یہ خصوصیت ہے اور "ربکم" میں بڑی عظمت اور گہرائی ہے۔ آیت کے اس ٹکڑے ضمیر متکلم سے میں حسن التفات بھی ہے۔
واضح مفہوم ہے کہ کفار رسول کو اور تمہیں ایمان باللہ ہی کیوجہ سے مکہ سے نکال چکے ہیں۔
(إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي) اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو۔
یہ قول الٰہی (لا تتخذوا) سے متعلق ہے ای لا تتوا اعدائی ان کنتم اولیائی یعنی اگر تم میرے دوست ہو تو میرے دشمنوں سے موالات (دوستی) نہ رکھو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

یہ حال ہو تو اس صورت پر معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد کرنیوالے ہو اور میری رضاؤں کے طالب ہو اور غزوہ (جنگ) کے لیے نکلے ہو یا مہاجر ہو کر نکلے ہو (کیونکہ خطاب مہاجرین سے خاص ہے) تو میرے اور اپنے دشمنوں سے ہمدردی یا خیر خواہی نہ رکھو۔

(تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ) تو ان سے دوستی نہ رکھو۔

ایک قول ہے کہ یہ "تلقون" سے بدل ہے اگر ایقار سے خفیہ پیغام مراد ہے تو یہ بدل کل من کل ہے ایک قول ہے کہ استناف بیانی ہے کیونکہ جو پیچھے گزرا اس میں عتاب ہے۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف ہے یعنی تم دوستی رکھتے ہو اور کلام میں استناف ان پر انکار کے لیے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم کفار سے موالات نہ رکھو۔

(وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ) اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو۔ اَعْلَمُ تفضیل ہے اور تفضل علیہ محذوف ہے یعنی منکم (تم سے) ابن عطیہ کا قول ہے کہ اَعْلَمُ فعل مضارع ہو سکتا ہے اور العلم باء سے متعدی ہو جاتا ہے یا پھر زائد ہے اور ما یا تو موصولہ ہے یا مصدریہ ہے۔ اور ما اعلنتم کا ذکر اس سے استغنا رکیا تھ اشارہ کے لیے ہے کہ اللہ عزوجل شانہ کے دونوں علم یکساں ہیں خواہ نہاں ہو یا عیاں اور اس حال میں "ما اخفیتم" کا تقدم (پہلے فرمانا) اشارہ ہے کہ تمہاری کفار سے دوستی و خیر خواہی اللہ کو خوب معلوم ہے اور جو تم نے چھپایا یا ظاہر کیا اللہ نے اسکی اپنے رسول کو خبر دیدی۔

(وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ) اور تم میں جو ایسا کرے۔

ای الاسرار یعنی کفار سے رازداری یا دوستی یا خیر خواہی۔

(فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝) بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

ای الطریق المستوی والصراط الحق یعنی وہ سیدھے راستہ اور حق کی راہ سے بہک گیا اور اس راہ پر جا پڑا جو ایمان و ہدائت کا راستہ نہیں۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ	اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ	ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے
اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ	ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کیساتھ

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ درازکریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

(اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ) اگر تمہیں پائیں

ای ان یظفروا بکم یعنی اگر وہ (کفار) تم پر فتحمند ہوں یا قابو پائیں،

واصل الثقف الحذق فی ادراک الشیٔ وفعلہ اور ثقف کا اصل مفہوم یہ ہے کسی شئے کا پالینا عقل وسمجھ میں غالب آنا اور مقابلہ کرنا عربی محاورہ ہے رجل ثقف لقف ذہن یا ہوشیار اور مہذب شخص۔ البتہ یہاں مراد غلبہ پانا ہے۔

(يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً) تو تمہارے دشمن ہوں گے۔

ای عداوۃ یترتب علیہا ضرر بالفعل یعنی اگر تم پر کفار موقع پا جائیں یا غلبہ پالیں تو عملی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے ان سے اس پر عداوت ودشمنی ظاہر ہو گی۔ اور تمہیں ان کی خیر خواہی سے کوئی نفع نہ ہو گا۔ اور وہ اپنی دلی عداوت کا مظاہرہ کریں گے۔

(وَيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْءِ) اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے۔ ای بما یسوءکم من القتل والاسر والشتم یعنی وہ کریں گے جس سے تمہیں دکھ پہنچے جیسے قتل کریں گے قیدی بنائیں اور گالی گلوچ کریں گے۔

(وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝) اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

المراد ودادۃ یترتب علیہا القدرۃ علی الرد الی الکفر مراد یہ ہے کہ دوستی کا نتیجہ یہ مرتب ہو گا کہ وہ کفر کی طرف لوٹانے کی قدرت پائیں گے۔ تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا اور بھلائی کی توقع رکھنا عبث ہے اور اس میں غفلت بڑی خرابی کا پیش خیمہ ہے۔ تو تمہارا یہ طرز عمل ان کی آرزوؤں کو پورا کرنے والا ہے۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دیگا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(لَنۡ تَنۡفَعَكُمۡ اَرۡحَامُكُمۡ) ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے

ای ذوا ارحامکم یعنی تمہاری رشتہ داریاں اور رحم سے مراد عورت کا رحم (بچہ دانی ہے)
لیکن اشتہر فی القرابۃ حتی صار کالحقیقۃ فیہا لیکن لفظ رحم بطور قرابت کے مشہور ہو گیا یہاں
تک اب انہی معنوں میں حقیقت بن گیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جن قرابتداریوں کیوجہ سے تم کفار سے راز داری و دوستی رکھتے ہو وہ تمہیں
ہرگز نفع نہ دیں گے۔ یہ اُس عذر کی مذمت ہے کہ راز داری رشتہ داری کی حفاظت کے نقطۂ نظر
سے تھی یا ان کے اس خیال کا رد ہے کہ وہ لسے کفار سے موالات کیلئے مفید عذر سمجھتے تھے۔

(وَلَا اَوۡلَادُكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ) اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن

ای لن ینفعکم قراباتکم او اقاربکم ولا اولادکم الذین توالون المشرکین
لاجلہم وتتقربون الیہم محاماۃ علیہم۔ بدفع ضرر او جلب نفع ۔ یعنی تمہیں تمہاری
قرابتداریاں یا رشتہ داریاں اور نہ ہی تمہاری اولاد جن کے باعث تم مشرکوں سے راز داری و
دوستی رکھتے ہو اور اس لیے کہ ان سے تعلق کی گہرائی کیوجہ سے تم ان سے قریب و پاس ہو جاؤ
تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گی اور قیامت کے روز نہ ہی تم سے ضرر (عذاب) کو دور کر سکیں گی اور نہ
ہی کوئی نفع دیں گی ۔ اس آیت میں حاطب بن ابی بلتعہ پر عتاب ہے اور ان کے عذر پر جو کچھ
حقیقت تھا ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور حقیقت حال کی طرف واضح نشاندہی ہے کہ ایسا
ہرگز نہ چاہیے تھا۔ (يَفۡصِلُ بَيۡنَكُمۡ) تمہیں اُن سے الگ کر دیگا۔

یعنی قیامت کے روز اللہ تمہارے درمیان تفریق کر دے گا یا اہل ایمان اور اہل کفر و نفاق
الگ گروہ ہو جائیں گے یا تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور مومنوں کو جنت دیگا اور کفار کو
داخل جہنم کریگا تو تم دنیا میں ان سے کیوں الگ نہیں ہوتے اور اُن سے دوستی و راز داری کیوں نہیں
ترک کرتے۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۝) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

فیجازیکم بہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے خفی و جلی امور و اعمال کی خبر ہے اور اللہ تمہیں
تمہارے اعمال کے موافق بدلہ عطا فرمائے گا۔

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی

حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ج اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے،

(قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ)

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں -

اُسْوَہ ھمزہ کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں لغتیں ہیں اور تمام قراء نے سوائے عاصم کے زیر سے پڑھا ہے جس کے معنی اقتدا۔ (پیروی) کے ہیں اور اس کا اطلاق اس خصلت پر ہوتا ہے جس کے مطابق اس شخص کی پیروی کیجائے جو اس صفت سے موصوف (متصف ہو) یا مراد قول وعمل کی اقتدار ہے۔

حَسَنَةٌ کے معنی بھلی، عمدہ اچھی کے ہیں اور یہ اسم اسوہ کی صفت ہے اور فی ابراھیم یا تو اُسوہ کی صفت بعد صفت ہے۔ یا خبر ہے لَكُمْ تمہارے لیے مراد وہ لوگ ہیں جو مخاطب ہیں یعنی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ، اور دوسرے مومنین والذین معہ،

سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین (اتباع کرنیوالے مومنین) ہیں لیکن طبری اور ایک جماعت کا قول ہے "المراد بهم الانبياء الذين كانوا قريباً من عصره عليه وعليهم الصلاة والسلام" مراد وہ انبیا علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قریب ومتصل تھے کیونکہ آپ کی قوم سے بیزاری اور ہجرت کے وقت آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ اہل ایمان کا گروہ نہ تھا جو آپ کے ساتھ ان سے اظہار بیزاری کرتے اور انہیں چھوڑتے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے شہر ملک سے شام کی طرف ہجرت فرمائی تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ما على الارض من يعبد الله تعالى غيرى وغيرك : اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کرنے والا ہو۔ تو جاننا چاہیے کہ کفار سے کشمکش کے پہلے وقت اتباع کرنیوالے مومنین کا ہونا لازم نہیں البتہ ایسا بعد میں ہوا یا بعد میں ہوسکتا ہے تو من معہ' کے معنی اسی پر محمول ہوں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مخاطبین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے اسوہ (قول وعمل) کی پیروی لازم ہے جو عمدہ نمونہ ہے۔

(اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تحقیق ہم بیزار ہیں تم سے۔ ای وقت وجودهم یعنی اس وقت جب اہل قوم موجود ہوتے

واضح مفہوم یہ ہے اپنی قوم کے مشرکوں اور کفار سے کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارا تم سے نہ کوئی علاقہ ہے اور نہ ہی کوئی تعلق۔

(وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو۔

من الاصنام والكواكب وغيرها ۔ بتوں اور ستاروں وغیرہ سے، قوم ابراہیم بت پرست تھی اور نجوم اور کواکب کی پرستش بھی کرتی تھی یعنی ہم تم سے تمہارے کفر وشرک، بت پرستی اور کواکب پرستی کیوجہ سے بیزار ہیں۔

(كَفَرْنَا بِكُمْ) ہم تمہارے منکر ہوئے۔ یہاں لفظ کفر بطور کنایہ یا مجازاً آیا ہے اور حق تعالیٰ کے قول انا براء کی توضیح وبیان ہے اور اس کا مطلب ہے کفرنا بکم وبما تعبدون

من دون اللہ۔ یعنی ہم تم سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو بیزار ہیں اور تم اور تمہارے مذہب اور عقیدہ و عمل کے منکر ہیں یا یہ مفہوم ہے کہ ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور ہم تم سے الگ ہیں ہمارے نزدیک تم کسی شئے پر نہیں ہو تمہارا مذہب باطل اور لغو ہے۔
(وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا) اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی، ہمیشہ کے لیے۔ ای هذا دأبنا معکم لا نترکه یعنی ہمارا تمہارے ساتھ یہی طریقہ رہے گا اور ہم اسے کبھی نہ ترک کریں گے یعنی تم سے عداوت و بغض ہی رکھیں گے۔ (حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ) جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔
وتترکوا ما انتم علیه من الشرک فتنقلب العداوة ولایة والبغضاء محبة ہم تمہیں چھوڑے رکھیں گے۔ (تم سے الگ تھلگ رہیں گے) جبتک کہ تم کفر و شرک کی راہ پر ہو اور جب تم ایمان لے آؤ اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لو تو ہماری عداوت دوستی سے اور بغض محبت سے بدل جائیگا۔ عداوت صداقت کی ضد ہے اور صداقت کی تفسیر محبت سے کی گئی ہے اور یہاں عداوت و بغض کے معنی میں قریب قریب ہیں راغب کا قول ہے عداوت موافقت چاہت قلبی کے منافی بات ہے اور بغض نفس کا کسی شئے سے نفرت کرنا ہے جسکی رغبت نہ ہو یا اسے چھوڑ رکھا ہو اور بغض حب کی ضد ہے۔ اور اکثر کے نزدیک عداوت کے معنی الگ رہنے کے ہیں یا کانٹے (کٹے رہنے) کے ہیں۔
(اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ) مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت (بخشش) چاہوں گا۔
یہ اللہ کے قول اسوہ حسنہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ قتادہ اور ایک جماعت کا قول ہے اور یہ اسوہ کی تفسیر یا تجرید کی تقدیر ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ الا قول ابراهیم میں الا بمعنی غیر لیا جائیگا کیونکہ اسوہ نکرہ ہے اور مستثنیٰ کا اس میں دخول و عدم دخول یقینی نہیں ہے لہذا مستثنیٰ منہ، کا محذوف قرار دینا ہی اولی ہے اس تقدیر پر یہ عبارت یوں ہو گی۔ اتبعوا اقوال ابراهیم غیر قوله لابیه کہ ابراہیم کی سبھی باتوں کی پیروی کرو بجز اس بات کے جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی۔ یہ قول اتباع نہیں ہے اس لیے آپ کا ایسا کہنا ایک

كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔

(رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال ۔ الفتنة مصدر ہے اور المفتون کے معنی میں ہے یعنی رسواکن آزمائشوں سے جب وہ خوفزدہ کریں معذب کرنا عذاب دکھ دینا۔

ابن عباس کا قول ہے۔ ای لا تسلطهم علینا فیفتنونا و یعذبونا یعنی انہیں (کافروں کو) ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ ہمیں سب وشتم کریں یا دکھ (عذاب) پہنچائیں مجاہد کا قول ہے ؛

ای لا تعذبنا بایدیهم یعنی ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے او بعذاب من عندک اور نہ ہی اپنی طرف سے عذاب نازل فرما فیظنوا انهم محقون وانا مبطلون فیفتنوا لذلک کہیں وہ گمان نہ کریں کہ وہ سچے ہیں اور ہم جھوٹے ہیں جبھی تو مبتلا رعذاب ہوئے ۔

(وَاغْفِرْ لَنَا) اور ہمیں بخش دے ۔

ما فرط منا ۔ جو ہم سے لغزشیں یا کوتاہیاں واقع ہوئیں انہیں بخش دے ۔

(رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔) اے ہمارے رب بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے ۔ الغالب الذی لا یذل من التجأ الیه ولا یخیب رجاء من توکل علیه والذی لا یفعل الا ما فیه حکمته بالغة ایسا غلبے والا کہ جو اس کے حضور التجا کرے اسے کبھی ذلیل ورسوا نہ ہونے دے اور جو اس پر توکل واعتماد کرے اور اس سے امید کرم رکھے اسے کبھی نامراد نہ کرے اور وہ ذات جو بھی فرمائے اس میں بس حکمت بالغہ ہی ہو یعنی اس کا ہر کام لا متناہی حکمتوں سے معمور ہو۔ دعائے متصل یہاں مکمل ہوئی اور ربنا کے مکرر اضافہ سے دعا کی تقویت و استحکام کی طرف اشارہ ہے ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو

وعدے کی بنا پر تھا سورہ مریم میں اسکی تفصیل ہے کہ آپ نے فرمایا تھا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۔ بعض کے نزدیک یہاں استغفار کے معنیٰ اللہ سے اس امر کی التجا تھی کہ اللہ اسے توبہ کی توفیق دے اور ایمان کے ساتھ ہدایت دے اور ایسا جائز تھا عقلاً بھی اور شرعاً بھی کیونکہ اس وقت تک آپ پر اس امر کی اطلاع نہ ہوئی تھی کہ وہ اہل جہنم سے ہے اور کفر پر مستقل رہے گا تو جب ظاہر ہوگیا تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی، تو کافر و مشرک کے لیے خواہ وہ کتنا ہی عزیز د رشتہ دار کیوں نہ ہو دعا، مغفرت منع ہے جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہے ۔

"مَا كَانَ للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم"

اور طیبی کا قول ہے کہ حضرت کا سا ستغفر لك ربی فرمانا اپنے باپ کے قول "لارجمنك و اھجرنی ملیا" کے جواب میں بطور رحمت و رافت تھا اور آپ کو ابھی باپ کے کفر پر مستقل رہنے کی اطلاع نہ تھی جب اطلاع ہوتی تو آپ نے دعا ترک فرمائی اور اس سے بیزاری ظاہر کی آلوسی کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قول حیات دنیا میں تھا اس کے مرنے کے بعد نہ تھا اور یونہی وحی و اطلاع سے پہلے تھا جب کہ ممانعت دعا مرنے کے بعد ہے اور اطلاع دراصل آپ کو اس سلسلہ میں دعا کے عدم قبول کی تھی واللہ اعلم ۔ (وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ) اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں ۔ یہ مستثنیٰ کا تکملہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو کفر و شرک پر قائم رہے اور اسی حال پر مرجائے کہ نافرمان ہو تو میں اللہ کے سامنے تیرے لیے کسی شے کا مالک نہیں اور میرا وعدہ دعا، مغفرت کا تمہارا دعا کا قبول ہونا تو یہ مشیت الٰہی پر ہے اور معاف کرنا یا بخش دینا یہ اللہ ہی کی شان ہے ۔

(رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝) اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع لائے اور تیری طرف ہی پھرنا ہے ۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھ والے مومنین کی دعا ہے اور جو استثنار گزرا اس سے متصل ہے لہذا اس دعا میں آپ کی پیروی لازم ہے ۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۠ بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی ۔ ای فی ابراهیم علیه السلام ومن معه

لکم سے مراد امتِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ان سے ارشاد ہے کہ بلاشبہ تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں میں بہترین نمونہ ہے یعنی ان کی حیاتِ مقدسہ اور ان کے عقائد و اعمال میں تمہارے لیے اچھی پیروی ہے اور ان کی پیروی سے اعراض کرے وہ راہِ ثواب سے دور اور بد عقیدہ ہے ۔

(لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ) اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امید وار ہو ۔

ای ثوابه تعالیٰ او لقاءه سبحانه ونعیم الآخرة او ایام الله تعالیٰ والیوم الآخر خصوصًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب یا حق سبحانہ وتعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کی نعمتوں کا طلبگار ہو یا عذابِ الٰہی یا روزِ قیامت کا بطورِ خاص خوف رکھے ، اور رجاء کا احتمال امل (امید) پر ہے اور خوف صلہ ہے "حسنہ" کیلئے یا صفت ہے اور جائز ہے کہ "لکم" کا بدل ہو جیسا کہ اخفش وغیرہ کا قول ہے کہ ضمیرِ مخاطب سے بدل ظاہر ہے ۔ اس کا مفہوم یہ ہے مقتضائے ایمان یہی ہے کہ خلیل رب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی جائے ۔

(وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ) اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ۔

یعنی جو حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں کی پیروی سے منہ موڑے یا ایمان کی راہ سے ہٹ جائے اور کافروں کے ساتھ دوستی رکھے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے اور سب تعریف اسی کے لائق ہے ۔ ظاہر ہے کہ اقتدار کا نفع اسی کے لیے ہے جو ایسا اعتقاد رکھے اور اس کے مطابق عمل کرے بصورتِ دیگر وبال بھی اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب امور سے بے نیاز ہے ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اللہ تمہیں انہیں سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے حال کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال اور نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر ان کو دو اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا دو جو انکا خرچ ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تم کو ایمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے

حل لغات رکوع دوم سورۂ ممتحنہ پ ۲۸

عسیٰ۔قریب ہے	اللہ۔اللہ	ان۔یہ کہ	یجعل بنا دے
بینکم۔تمہارے درمیان	و۔اور	بین۔درمیان	الذین۔ان لوگوں کے کہ
عادیتم۔دشمنی رکھی تم نے	منہم۔ان سے	مودۃ۔دوستی	و۔اور
اللہ۔اللہ	قدیر۔قادر ہے	و۔اور	اللہ۔اللہ
غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے	لا۔نہیں	ینہٰکم۔منع کرتا تم کو
اللہ۔اللہ	عن الذین۔ان سے	لم۔کہ نہ	یقاتلو۔لڑے وہ
کم۔تم سے	فی۔بیچ	الدین۔دین کے	و۔اور
لم۔نہ	یخرجو۔نکالا	کم۔تم کو	من دیارکم۔تمہارے
گھروں سے	ان۔یہ کہ	تبرو۔نیکی کرو	ھم۔ان سے
و۔اور	تقسطوا۔انصاف کرو	الیہم۔ان سے	ان۔بیشک

الله ۔ اللہ   یحب ۔ پسند کرتا ہے   المقسطین ۔ انصاف والوں کو   انما ۔ اسکے سوا نہیں
ینھٰکم ۔ منع کرتا ہے تم کو   الله ۔ اللہ   عن الذین ۔ ان سے   قاتلو ۔ جو لڑے
کم ۔ تم سے   فی ۔ بیچ   الدین ۔ دین کے   و ۔ اور
اخرجو ۔ نکالا   کم ۔ تم کو   من دیارکم ۔ تمہارے گھروں سے
و ۔ اور   ظاھروا ۔ مدد کی   علی ۔ اوپر   اخراجکم ۔ نکالنے تمہارے کے
ان ۔ یہ کہ   تولو ۔ دوستی رکھو   ھم ۔ ان سے   و ۔ اور
من ۔ جو   یتولھم ۔ دوستی رکھے ان سے   فاولٰئک ۔ تو یہی   ھم ۔ ہیں وہ
الظلمون ۔ ظالم   یایھا ۔ اے   الذین ۔ وہ جو   اٰمنوا ۔ مومن ہو
اذا ۔ جب   جاء ۔ آئیں   کم ۔ تمہارے پاس   المؤمنٰت ۔ مومن عورتیں
مھٰجرٰت ۔ ہجرت کرکے   فامتحنو ۔ تو امتحان کرو   ھن ۔ ان کا   الله ۔ اللہ
اعلم ۔ خوب جانتا ہے   بایمانھن ۔ انکے ایمان کو   فان ۔ پھر اگر   علمتمو ۔ معلوم کرو
ھن ۔ ان کو   مؤمنٰت ۔ مومن   فلا ۔ تو نہ   ترجعو ۔ لوٹاؤ
ھن ۔ ان کو   الی ۔ طرف   الکفار ۔ کافروں کی   لا ۔ نہ
ھن ۔ وہ عورتیں   حل ۔ حلال ہیں   لھم ۔ اُن کے لیے   و ۔ اور
لا ۔ نہ   ھم ۔ وہ مرد   یحلون ۔ حلال ہیں   لھن ۔ ان عورتوں کے لیے
و ۔ اور   اٰتو ۔ دو   ھم ۔ ان کو   ما ۔ جو
انفقوا ۔ خرچ کیا انہوں نے   و ۔ اور   لا ۔ نہیں   جناح ۔ کوئی گناہ
علیکم ۔ تم پر   ان ۔ یہ کہ   تنکحو ۔ نکاح کرو   ھن ۔ ان سے
اذا ۔ جب   اٰتیتمو ۔ دو تم   ھن ۔ ان کو   اجور ۔ حق مہر
ھن ۔ ان کے   و ۔ اور   لا ۔ نہ   تمسکوا ۔ روکو
بعصم ۔ ناموس   الکوافر ۔ کافر عورتوں کو   و ۔ اور   اسئلوا ۔ مانگ لو
ما ۔ جو   انفقتم ۔ خرچ کیا تم نے   و ۔ اور   لیسئلوا ۔ چاہئے کہ وہ بھی مانگ لیں
ما ۔ جو   انفقوا ۔ خرچ کیا انہوں نے   ذٰلکم ۔ یہ ہے   حکم ۔ حکم
الله ۔ اللہ کا   یحکم ۔ حکم کرتا ہے   بینکم ۔ تمہارے درمیان   و ۔ اور
الله ۔ اللہ   علیم ۔ جاننے والا   حکیم ۔ حکمت والا ہے   و ۔ اور
ان ۔ اگر   فاتکم ۔ چلی جائے   شیء ۔ کوئی   من ازواجکم ۔ تمہاری بیویوں سے

الی ۔ طرف | الکفار ۔ کافروں کی | فعاقبتم ۔ تو سزا دو انکو | فاتوا ۔ تو دو
الذین ۔ ان کو کہ | ذھبت ۔ چلی گئی ہیں | ازواجھم ۔ انکی بیویاں | مثل ۔ مثل
ما ۔ اسکے جو | انفقوا ۔ خرچ کیا انھوں نے | و ۔ اور | اتقوا ۔ ڈرو
اللہ ۔ اللہ سے | الذی ۔ وہ کہ | انتم ۔ تم | بہ ۔ اس پر
مومنون ۔ ایمان لائے ہو | یایھا ۔ اے | النبی ۔ نبی | اذا ۔ جب
جاء ۔ آئیں | ک ۔ تیرے پاس | المومنت ۔ مومن عورتیں | یبایعنک ۔ بیعت کریں آپ سے
علی ۔ اوپر | ان ۔ اسکے کہ | لا ۔ نہ | یشرکن ۔ شریک بنائیں گی
باللہ ۔ اللہ کے ساتھ | شیئا ۔ کسی کو | و ۔ اور | لا ۔ نہ
یسرقن ۔ چوری کریں گی | و ۔ اور | لا ۔ نہ | یزنین ۔ زنا کریں گی
و ۔ اور | لا ۔ نہ | یقتلن ۔ قتل کرینگی | اولاد ۔ اولاد
ھن ۔ اپنی کو | و ۔ اور | لا ۔ نہ | یاتین ۔ لائیں گی
ببھتان ۔ بہتان | یفترینہ ۔ کہ اٹھائیں اسکو | بین ایدیھن ۔ اپنے ہاتھوں
و ۔ اور | ارجلھن ۔ پاؤں کے درمیان | و ۔ اور | لا ۔ نہ
یعصینک ۔ نافرمانی کرینگی تیری | فی ۔ بیچ | معروف ۔ بھلے کام کے | فبایعھن ۔ تو بیعت کر ان سے
و ۔ اور | استغفر ۔ بخشش مانگ | لھن ۔ انکے لیے | اللہ ۔ اللہ سے
ان ۔ بیشک | اللہ ۔ اللہ | غفور ۔ بخشنے والا | رحیم ۔ مہربان ہے
یایھا ۔ اے | الذین ۔ لوگو جو | امنوا ۔ ایمان لائے ہو | لا ۔ نہ
تتولوا ۔ دوستی رکھو | قوما ۔ ان لوگوں سے کہ | غضب ۔ غضب ہوا | اللہ ۔ اللہ کا
علیھم ۔ ان پر | قد ۔ بیشک | یئسوا ۔ مایوس ہو گئے | من الاخرۃ ۔ آخرت سے
کما ۔ جیسے | یئس ۔ مایوس ہوئے | الکفار ۔ کافر | من اصحب ۔ باشندگان
القبور ۔ قبور سے ۔

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع دوم پ ۲۸

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں سے جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کرادے

مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ — اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

(عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ)

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں سے جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے۔

ای من اقاربکم المشرکین ۔ یعنی تمہارے مشرک رشتہ داروں میں سے (مودۃ) کا مفہوم یہ ہے ای یوافقوکم فی الدین یعنی کفار مکہ یا تمہارے مشرک رشتہ دار دین میں تمہاری موافقت کریں گے ۔ یہ قرآن عظیم کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی ، اس آیت کا نزول فتح مکہ سے قبل ہوا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور فتح مکہ کے بعد اکثر مسلمان ہو گئے ۔ "الذین عادیتم منہم"، گو عام ہے لیکن مخصوص البعض ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ چونکہ اہل ایمان اور مہاجرین صحابہ نے کفار مکہ اور اپنے مشرک رشتہ داروں سے شدید سختی ، مخالفت ، دین دشمنی اور قطع رحمی دیکھی تھی اور شدائد و مصائب سے گزرے تھے جو انہیں اپنے باپوں ، بھائیوں بیٹیوں اور رشتہ داروں سے پہنچے تھے تو اللہ نے ان کی تالیف قلبی فرما کر ان سے وعدہ فرمایا اور جلد ہی اسے فتح مکہ کے ساتھ ہی پورا فرما دیا اور اکثر لوگ ایمان لائے معدودے چند افراد کے جو بحالت کفر ہی مرے ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ ، اور دوسرے بہت سے لوگ اسلام لائے اور مسلمانوں کے دوست اور بھائی بن گئے اور نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں اور ایک قول ہے کہ جب کفار سے ترک موالات و موانست کا حکم نازل ہوا تو اہل ایمان نے کافر رشتہ داروں سے بشدت اعراض کیا اور ان سے بیزاری ظاہر کی اور اس میں مبالغہ کیا تو ان کی تسکین کیلئے یہ آیت اتری مگر ان کے قلوب میں الفت و رقت پوشیدہ رہی جو فطری امر ہے ۔

(وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ ؕ) اور اللہ قادر ہے ۔

مبالغ فی القدرۃ فیقدر سبحانہ علی تقلیب القلوب و تغییر الاحوال و تسہیل اسباب المودۃ ۔

قدرت میں بطور مبالغہ ارشاد ہے یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ دلوں کے بدلنے اور احوال کے تبدیل کرنے اور دوستی کے اسباب آسان فرمانے (میسر فرمانے) پر مکمل قادر ہے ۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مبالغ فی المغفرۃ فیغفر جل شانہ لما فرط منکم فی موالاتہم۔

غایت درجہ بخشش فرمانے والا ہے پس اللہ کریم جو کچھ تم سے کفار سے موالات کے سلسلہ میں واقع ہوا اسے بخش دے گا۔ یا اس نے بخش دیا اور وہ انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ	اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو
لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ	تم سے دین میں لڑے اور تمہیں تمہارے
وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ	گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ
اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا	احسان کرو اور ان سے انصاف
اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ	کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے
الْمُقْسِطِیْنَ ۝	اللہ کو محبوب ہیں۔

(لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم میں سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

حسن اور ابو صالح کا قول ہے کہ یہ آیت (لا ینھٰکم اللہ الخ) بنو خزاعہ، بنی الحرث بن کعب بنو کنانہ، بنو مزینۃ اور عرب کے ان قبائل کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر پہ صلح کر رکھی تھی کہ وہ نہ تو آپ سے لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی کی اعانت کریں گے، قرۃ الھمدانی، عطیہ عوفی کا قول ہے کہ یہ آیت بنو ہاشم کے بعض لوگوں کے بارے میں اتری جن میں سے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت کفار کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں اتری مجاہد کا قول ہے کہ اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں ایمان لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ انصار و مہاجرین ان لوگوں کے ترک ہجرت پر ان سے شدید خفا تھے اور انہیں دوست نہیں رکھتے تھے اور ایک قول ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو اہل مکہ میں سے مومن تھے اور کفار کے

درمیان ہی ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے قدرت کے باوجود ہجرت نہ کی تھی، نحاس اور ثعلبی کا قول ہے۔
مگر ورمومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے تھے بخاری وغیرہ سے
اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ قریش سے عہد کے زمانے میں
میرے پاس میری ماں آئی اور وہ مجھ سے حسن سلوک کی رغبت رکھتی تھی لیکن وہ مشرکہ تھی تو
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں تو یہ آیت اتری
تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر امام احمد اور ایک جماعت نے
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت
ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس تحائف کے ساتھ ملنے آئی یہ تحائف روغن زیتون کی چٹنی اور خرادی
اشیاء اور گھی وغیرہ تھے اور مشرکہ تھی تو اسماء رضی اللہ عنہما نے اس کے تحائف لینے سے انکار
کر دیا اور اسے گھر میں داخل نہ ہونے دیا یہاں تک کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس
پوچھنے کے لیے بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں تو یہ آیت
کریمہ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہدایا قبول کرنے اور اسے گھر میں داخل
ہونے کی اجازت دیدی یہ قتیلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کی بیوی تھی جسے آپ نے عہد جاہلیت میں
طلاق دیدی تھی اور یہی حضرت اسماء کی حقیقی ماں تھی اور ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ خالہ تھی اور اسے امی
مجازاً کہتی تھیں۔ اس آیت میں کفار کی اس قسم سے حسن سلوک کی اجازت ہے اور خفاجی کا قول
ہے جیسا کہ درمنثور میں ہے یہ آیت کریمہ اللہ کے ارشاد اُقتلوا المشرکین سے منسوخ ہے
اس آیت سے بعض علماء کے نزدیک اہل حرب کے سوا اہل ذمہ کے لیے نفلی صدقہ جائز ہے
اور یونہی ماسوا حربی کے ذمی کافروں کے باپوں کا نفقہ بھی واجب ہے اگرچہ اس کا قتل واجب ہو
(اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝) بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں ای العادلین
یعنی عدل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔

اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی

اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

(اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ) اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالے یا تمہارے نکالنے پر مدد کرے

کمشرکی مکة، فان بعضهم سعوا فی اخراج المومنین وبعضهم اعانوا المخرجین۔ جیسے مشرکین مکہ تو ان میں سے بعض نے مومنوں کو نکالنے میں خوب کوشش کی اور ان میں سے بعض نے نکالنے والوں کی ڈٹ کر مدد کی۔

(اِنْ تَوَلَّوْهُمْ) کہ ان سے دوستی کرو۔

ای انما ینهاکم سبحانه عن ان تتولوهم یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے تمہیں اسی امر سے ہی تو منع کیا ہے کہ تم ان جیسے کفار سے کسی قسم کی دوستی نہ رکھو بعض علماء نے اس آیت میں صرف موالات کو ہی منع جانا ہے البتہ دنیوی طور پر حسن سلوک کو مباح کہا ہے بشرطیکہ اس سے اہل ایمان و اسلام کو ضرر کا اندیشہ و خطرہ نہ ہو۔

(وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○) اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

لوضعهم الولایة موضع العداوة، او هم الظلمون لانفسهم بتعریضها للعذاب آیت کے شروع میں "انما" کلمہ حصر ہے جو بطور مبالغہ کے ہے اور شدت ممانعت کو ظاہر کر رہا ہے کہ کفار کی دوستی عداوت کا باعث ہو گی یا جو دوستی رکھیں گے وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اس میں اس امر پر عذاب کا ارشارہ و رمز ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دیدو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر انہیں دے دو اور کافرعورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی، معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ سے جو شخص مسلمان ہوکر رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اس کو اہل مکہ واپس لے سکتے ہیں اُس آیت میں واضح کیا گیا کہ یہ شرط صرف مردوں کے لئے ہے معاہدے میں عورتوں کی تصریح نہیں اور نہ عورتیں اس قرار داد میں داخل ہوسکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں بعض علماء کے نزدیک یہ آیت حکم اول کی ناسخ ہے مگر ایسا حرف اُسی طور درست ہے اگر معاہدہ حدیبیہ میں عورتیں شامل ہوں لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو معاہدہ حدیبیہ کے الفاظ مروی ہیں ان کی رو سے عورتیں معاہدہ داخل و شامل نہیں اور ایک روایت میں منا رجل کی بجائے احد منا کا لفظ وارد ہوا ہے جس سے عورتوں کا شامل ہونا واضح ہے معاہدہ میں تو عموم تھا پھر عورتوں کی واپسی کا حکم منسوخ ہوگیا اور اس کے بدلے وہ مہر جو کافر شوہر نے دیا تھا اس کی واپسی واجب ہوگئی ۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط)
اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا
امتحان کرو۔ فاختبروهن بما يغلب على ظنكم موافقة قلوبهن لا لسنتهن فى الايمان
یعنی جب مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو تم اپنے گمان کے مطابق جو ان کے
زبانی ایمان کے اظہار پر نہیں بلکہ ان عورتوں کے دلوں کے موافق غالب نظر آئے ان کا امتحان یا ان
کی پرکھ کر لو حضرت ابن عباس سے ان عورتوں کے امتحان کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی
مہاجرہ عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بی بی سے اس بات کا حلف
لیتے کہ وہ کسی دنیوی عشق رغبت کی وجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور نہ ہی اپنے شوہر کی عداوت کے
تحت نکلی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی غرض سے نکلی ہے اور بخدا صرف اور صرف اللہ اور اس کے
رسول کی محبت میں نکلی ہے یعنی خالص دین کے لیے اور اپنے ایمان کے تحت ہجرت کی ہے۔
(اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ) اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔
من كل احد او منكم فانه سبحانه هو المطلع على ما فى قلوبهن
یعنی اللہ ہر ایک کو یا تم میں سے سب کو جانتا ہے کیونکہ حق سبحانہ، و تعالیٰ جو کچھ ان عورتوں
کے دلوں میں ہے اس پر آگاہ ہے چونکہ تم ان عورتوں کے دلی حال سے آگاہ نہیں ہو تو تم
ان کے بارے میں پختہ رائے قائم کر لو۔
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط پھر اگر تمہیں ایمان والیاں
معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو۔
اى ظننتموهن ظنا قويا يشبه العلم بعد الامتحان مومنت فى نفس الامر الى
ازواجهن الكفرة یعنی جب تمہیں ان عورتوں کے جانچ لینے کے بعد قوی گمان ہو جائے اور
علم الیقین کے مشابہ ہو کہ وہ فی الواقعی ایماندار ہیں تو تم انہیں ان کے کافر شوہروں کے پاس نہ جانے
دو۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال
تو یہ ان عورتوں کے ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرنے کی ممانعت کی علت ہے اور
جملہ اولیٰ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ ان کے درمیان فرقت کا ثبوت اور نکاح اول کا فرکے ساتھ

نکاح) کے زائل ہونے کو محقق ہے۔ اور جملہ اخریٰ اولیٰ کی تاکید ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ کافر مرد مومن عورت کے لئے حلال نہیں ہے اور یونہی مومنہ عورت کے لئے کافر مرد حلال نہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی واجب ہے۔

(وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا ط) اور ان کے کافر شوہروں کو دیدو جو ان کا خرچ ہوا

ای واعطوا ازواجهن مثل ما دفعوا الیهن المهور قیل وجوبا وقیل ندبا

یعنی ان کے کافر شوہروں کو جو انہوں نے مہر وغیرہ سے انہیں ادا کیا تھا یا جو کچھ خرچ کیا تھا وہ رقم یا مال انہیں واپس لوٹا دو اور کہا گیا کہ یہ واجب ہے اور ایک قول ہے کہ مندوب ہے ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ سبیعة بنت الحرث الا سلمیہ مومنہ ہو کر خدمت نبوی میں ہجرت کر کے آئی اور وہ صیفی بن الراہب کے نکاح میں تھی اہل مکہ سے جو مشرک تھا تو اس نے سبیعہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت کریمہ اتری اور اس نے (کافر شوہر۔ صیفی) جو خرچ کیا تھا اسے دیدیا گیا اور اس عورت (سبیعہ) سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے نکاح کر لیا۔ اور اسی طرح کی اور روایات بھی ہیں تاہم یہ واقعہ شاید اسباب نزول سے ہے۔ معاہدہ حدیبیہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی اور عورتوں کے بارے میں شرط نہ تھی جبکہ ایک روایت میں دونوں کی شرط آئی ہے اور ضحاک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کوئی عورت مومنہ ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کے شوہر کو مہر وغیرہ یا جو اس نے خرچ کیا تھا لوٹانا ہوگا اور یونہی مسلمانوں کی طرف سے کفار کے لیے شرط تھی اور ایسا آیت کے مطابق اور موافق ہے لیکن ابو داؤد سے اس کا نسخ مروی ہے۔ اور ابن جریر وغیرہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اس نے اس عہد کے حکم کیمطابق منسوخ کر دیا کہ کافر شوہروں کو جو انہوں نے خرچ کیا نہ لوٹایا جائے تاہم کشف میں عورتوں کا لوٹانا مشروط ہے اگر مشروط نہ ہو تو ادائیگی لازم نہیں کیونکہ صلح حدیبیہ سے پہلے مہاجرہ عورتوں کے مہر وغیرہ نہ لوٹائے جاتے تھے اور نہ ہی عورتیں لوٹائی جاتی تھیں صلح کے بعد یہ صورت ہوئی یعنی یہ حکم عام مخصوص البعض تھا اگر حکم منسوخ مانا جائے لیکن ضحاک کی روایت سے واضح ہے کہ شرط مہا دیا نہ تھی لیکن یہ بات پکی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس حکم کو مہاجرین کے ساتھ مخصوص کیا اور فتح مکہ کے بعد نہ ہجرت رہی اور نہ ہی یہ حکم باقی رہا

یہی وجہ ہے کہ اب بھی اگر ایسا ہو تو مہر کا لوٹانا واجب نہیں ہے بلکہ مندوب ہے۔ علماء کے اقوال دونوں طرف ہیں تاہم میں کہتا ہوں کہ اب اگر ایسی صورت ہو تو مہر وغیرہ کا لوٹانا مندوب ہے اور ایسا کثیر علماء سے منقول ہے اور یہی صواب ہے۔ واللہ اعلم کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ صورت ہی نہ رہی اور حکم باقی نہ رہا کہ وجوب کا حکم لگایا جائے اور معاہدہ کے بعد عورتوں کی واپسی کا منسوخ ہونا قریش کے طرز عمل کے مقابل برابری کی بنیاد پر ترک معاہدہ اور منسوخی کی حرمت ہے اور ایک قول ہے کہ صرف لوٹانے کی شرط تھی لیکن تجدید نکاح کے باوجود اور نہ ہی الفاظ معاہدہ سے عورتوں کی واپسی پر صادر کیا گیا اور غیر مومنہ کی واپسی تو درست رہی لیکن مومنہ مہاجرہ کو روکنے کا حکم دیا گیا مومنہ عورت کافر شوہر پر حلال نہ تھی اور نہ ہی اس کا نکاح درست تو لوٹانے کا کیا فائدہ لہذا مہر وخرچہ دینا واجب ہوا اور واپسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واپسی کی شرط مابین الفریقین مساوی تھی لہذا حرمت کا حکم کہ مومنہ روک لی جائیں اور ان کے کفار شوہروں کو خرچہ کی ادائیگی کر دی جائے اس مسئلے میں بطور استحسان وبیان وصراحت اور مسئلے کا حل تھی گو اس کی تفصیل معاہدہ میں نہ تھی اور یونہی اہل ایمان کو اٰتوھم ما انفقوا بطور حکم وامر ہے اور اس کا عکس اگر کوئی عورت مرتد ہو کر اہل کفر کے ہاں جائے تو اہل ایمان کو ان سے زوجیت کا تعلق نہ رکھنے کی ہدایت ہے اور یونہی ان کو طلاق دینے کی ترغیب ہے حالانکہ مرتدہ مومن کے نکاح سے بدون طلاق باہر نہ ہو گی البتہ مطالبہ مہر وخرچہ کو باقی رکھا اور ارشاد ہے۔

وسئلوا ما انفقتم الخ اور کفار نے ادائیگی نہ کی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے دلوایا، اگرچہ یہ سب امور فتح مکہ کے بعد یا آیت غنیمت سے منسوخ ہو گئے اور بعض کا قول کہ سنت سے منسوخ ہو گئے تو یہ حرمت اور ادائیگی اس شرط کا بدل تھی نہ کہ معاہدہ کی شق کی منسوخی جس سے عہد شکنی کا وہم ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہو ہی نہیں سکتی اور بدل شرط میں مساوی حکم ہے ممنوعی نفسہ شرط کی جگہ وضاحت شرط اور مابین الفریقین نزاعی نہیں ہے بالکل قابل تسلیم ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ط اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر انہیں دو۔

ای فی نکاحھن حیث حال اسلامھن بینھن و بین ازواجھن الکفار

یعنی مہاجرہ مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں باوجودیکہ ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں کیونکہ ان کے اسلام وایمان کیوجہ سے ان کے درمیان فرقت ہوگئی اور وہ اپنے کافر شوہروں پر اور ان پر ان کے کافر شوہر حرام ہوگئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کی رو سے مومنہ مہاجرہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں سوائے اس کے وہ حاملہ ہو، یہ نکاح ادائیگی مہر سے مشروط ہے کہ یہ مہر اس مہر و خرچہ کے علاوہ ہوگا جو تم ان مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کافر شوہروں کو واپس کر چکے ہو یعنی یہ وہ ادائیگی اس مہر میں شامل نہ ہوگی۔ اور از سر نو مہر مقرر کرو اور انہیں ادا کرو کیونکہ المہر بدل البضع اور یہ تم پر لازم ہے اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور جب تم مہر ادا کر دو تو نکاح کرنے میں حرج نہیں البتہ مہر کا فوراً ادا کرنا لازمی نہیں اور ذمہ داری قبول کرنا کافی ہے۔ جیساکہ تعین کے وقت ہوتا ہے

(وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقُوا ط)

اور کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

کوافر کافرہ کی جمع ہے کوافر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اور وہ عورتوں کی جماعت کا وصف ہے اور فاعلۃ کی جمع فواعل پر مطرد ہے۔

ابو حیان کا قول ہے عصم عصمۃ کی جمع ہے وھی ما یعتصم بہ من عقد اور اس کے معنی ہیں مضبوط گانٹھ یا پختہ بندھن۔ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ والمراد نھی المؤمنین عن ان یکون بینھم و بین الزوجات المشرکات الباقیۃ فی دار الحراب علقۃ من علق الزوجیۃ اصلاً حتی لا یمنع احداھن نکاح خامسۃ او نکاح اختھا فی العدۃ بناء علی انہ لا عدۃ لھن قال ابن عباس من کانت لہ امراءۃ کافرۃ بمکۃ فلا یعتدن بھا من نسائہ لان اختلاف الدارین قطع عصمتھا منہ واخرج سعید بن منصور ابن المنذر عن ابراھیم النخعی انہ قال: نزل قولہ تعالی: (ولا تمسکوا) الخ فی المرأۃ من المسلمین تلحق بالمشرکین فلا یمسک زوجھا بعصمتھا قد برئ منھا۔۔

اور اس سے مراد دراصل ایمان والوں کو ان اور انکی مشرکہ مرتدہ عورتوں کے درمیان جو دار الحرب میں رہ گئیں ہر قسم کے تعلقات زوجیت سے ہی روکنا اور منع فرمانا ہے یہاں تک کہ ان عورتوں میں کسی ایک کے بعد پانچواں نکاح یا اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح جو عدت میں ہو منع نہیں اس وجہ سے کہ ان پر سرے سے عدت ہی نہیں۔ ابن عباس کا قول ہے جس کسی کی کافرہ بیوی مکہ میں تھی تو اس کے ساتھ اسکی عورتوں میں (تعداد کے اعتبار سے) زیادتی نہ ہوگی کہ دارین۔ دار السلام۔ دار الحرب کے اختلاف کیوجہ سے اس کا مسلمان شوہر سے رشتۂ نکاح قطع ہوگیا اور سعید بن منصور اور ابن المنذر ابراہیم نخعی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانوں کی ان بیویوں کے حق میں اتری جو مشرکین سے مل گئیں (مشرکوں کے ساتھ رہ گئیں) تو اس کے شوہر کو بندھن نکاح سے منع کردیا اور وہ ان عورتوں سے الگ ہوگئے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مومنوں کو ان بیویوں کو جو کافروں کے ساتھ ٹھہر گئیں تھیں (ایمان نہ لائیں اور کافروں کے ساتھ رہیں)

طلاق دینے اور ان عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسی حکم کے تحت اپنی کافرہ بیوی فاطمہ جو ام سلمہ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ المخزومی کی بہن تھی طلاق دیدی تو اس نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کرلیا اور دوسری کافرہ بیوی کلثوم بنت جرول الخزاعی کو بھی طلاق دیدی تو اس نے ابو جہم بن حذیفۃ العدوی سے نکاح کرلیا اور یونہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی بیوی اروی بنت ربیعہ کو طلاق دیدی۔

اس پر شوافع اور احناف کا تعاقب کیا گیا ہے کہ دار الحرب میں جاتے ہی وہ عورت نکاح سے نکل گئی اور فرقت ہوگئی لیکن احناف کا قول ہے کہ مرتدہ نکاح سے باہر نہیں ہوتی جب تک طلاق نہ دی جائے اور ولا تمسکو میں اسی طرف اشارہ ہے اگر وہ مرتد ہونیکی وجہ سے یا دار الحرب میں داخل ہونے کی وجہ سے نکاح سے نکل جاتی تو اور تفریق ہوجاتی ولا تمسکو بعصم الکوافر نہ فرمایا جاتا چنانچہ صحابہ کرام نے اس حکم کے نازل ہونے کے بعد اپنی کافر عورتوں کو طلاق دیدی جو مکہ رہ گئیں تھیں یا کافروں سے مل گئی تھیں۔

(وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ) اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا۔

ای واسئلوا الکفار مهور نسائکم اللاحقات بهم

یعنی اگر کوئی عورت اسلام سے پھر کر مشرکوں کے ہاں چلی جائے اور کافروں مشرکوں نے اسے روک لیا اور کسی کافر نے اس سے نکاح کر لیا یا کافرہ جو مکہ ہی رہ گئی تھیں اور پھر کسی کافر کے نکاح میں آگئی تو شوہر اول یعنی مسلمان اس شوہر ثانی یعنی کافر سے اپنے ادا کیے ہوئے مہر وغیرہ کا مطالبہ کرے اور وصول کرے۔

(وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا) اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

ای ولیسالکم الکفار مهور نسائهم المهاجرات الیکم

یعنی کافر بھی اپنی عورتوں کے مہر کا مطالبہ کریں یا کر سکتے ہیں اور وصول کریں جو مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آگئیں اور کسی مسلمان سے نکاح کر لیا تو جس مسلمان نے نکاح کیا اس سے کافر شوہر مہر کا مطالبہ کرے اور اس پر ادائیگی لازم ہے چنانچہ اس حکم کے مطابق مسلمانوں نے کفار کے مطالبہ پر ادائیگی کر دی مگر کافروں نے ادائیگی سے انکار کر دیا۔

(ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ) یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے۔

یعنی جیسا اوپر ذکر گزرا یہ اللہ کا حکم ہے اور تمہارے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ ہے یعنی کافر شوہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہر اس مومن شوہر سے جس سے نکاح کریں مطالبہ کر کے وصول کریں اور یونہی مومن شوہر مرتدہ و کافرہ عورتوں کے مہر اس کافر و مشرک سے وصول کریں جس سے وہ نکاح کرے۔ اس آیت میں کافروں کو بھی حکم ہے جو مساوات پر مبنی ہے اور اہل ایمان کو ادائیگی کا مجازاً ارشاد ہے اور اس کی پیروی کیلئے کہا گیا ہے چنانچہ اہل ایمان نے تعمیل حکم کی اور ادائیگی کر دی جب کہ کافروں نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا جس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

(وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ) اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یشرع ما تقتضیه الحکمة البالغة یعنی وہ حکم فرماتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کا مقتضیٰ اور بندوں کے لیے خیر و بھلائی والا اور فتنہ کو روکنے والا ہے۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ	اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا دے دو

جوان کا فروج ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔

(وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ) اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں۔

گزشتہ آیت میں اہل ایمان کو کافرہ مرتدہ عورتوں کے مہر کے مطالبے کا فرمایا گیا تھا جبکہ وہ کافروں کے ساتھ ملحق ہوگئیں اور کسی کافر سے نکاح کرلیا اور یونہی مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کسی مومن کے ساتھ نکاح کرنے پر سابق کافر شوہر کو اس عورت کا مہر وغیرہ ادا کردیں اور یہ مہر نکاح جدید کے مہر کے علاوہ ہوگا تو اہل ایمان نے کفار کو ادائیگی کردی لیکن کفار نے ادائیگی سے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا۔ (وان فاتکم) ای سبقکم وانفلت منکم یعنی تمہیں چھوڑ جائے یا تمہارے ہاتھ سے نکل جائے (شیء من ازواجکم الی الکفار) ای احد من ازواجکم یعنی تمہاری بیویوں میں سے کوئی ایک۔ شیٔ سے یا تو مہر مراد ہے یا ایسا مرتدہ کافرہ عورت کی تحقیر کے لیے فرمایا گیا کیونکہ وہ اپنے اس کردار کی بنیاد پر تحقیر کے ہی لائق تھیں کشاف میں ہے ایسی کل چھ عورتیں تھیں۔ واضح مفہوم یہ ہے اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی بعض عورتیں کافرہ مرتدہ ہوکر نکل کر کافروں سے جا ملیں یا ان کے کافروں کے ساتھ نکاح کرلینے کی صورت میں ان کا مہر کافر شوہروں کیطرف سے عدم ادائیگی کیوجہ سے وصول نہ ہو یا ان کے انکار کیوجہ سے مہر کی رقم ہاتھ سے نکل جائے یعنی وصول نہ ہو تو اس صورت میں۔

(فَعَاقَبْتُمْ) پھر تم کافروں کو سزا دو یا تمہاری نوبت آئے۔

من العقبۃ لا من العقاب یہ عقبہ سے ہے اور عقوبت سے نہیں اور عقبہ کا مفہوم یہ ہے التوبہ فی رکوب احد الرفیقین علی دابۃ لہما والآخر بعدہ ای فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المہر شبہ ما حکم بہ علی المسلمین والکافرین من اداء ھؤلاء مہور نساء اولئک تارۃ واداء اولئک مہور نساء ھؤلاء اخری

دو رفیقوں میں سے ایک کا سواری پر جان دونوں کے لیے ہو اپنی باری پر سوار ہونا ہے اور دوسرے کا اس کے بعد یعنی تمہاری باری آگئی یعنی ادائے مہر سے تمہاری باری ہے اس کے مشابہ ہے جس کا کہ مسلمانوں اور کافروں کو حکم دیا گیا کہ ان عورتوں کے یہ مہور ان پر دو مرتبہ ہیں اور

یونہی ان عورتوں کے مہر کافروں کو دوسروں پر بھی ادا کرنا ہے ایک قول ہے کہ تم کامیاب ہوگئے بالآخر تمہاری باری آگئی۔ او شبہ الحکم بالاداء المذکور بامر یتعاقبون فیہ کما یتعاقب فی الرکوب و حاصل المعنی ان الحق احد منکم ان واجکم بالکفار او فاتکم شئی من مہورھن ولزمکم اداالمہر کما لزم الکفار یا مذکورہ ادائے مہر کے حکم کا مطلب ہے کہ تمہیں اسی طرح تعاقب کا حکم ہے جس طرح سے سواری میں تعاقب کرتے ہیں تاہم حاصل گفتگو یہ ہے کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کے ساتھ مل جائے دملحق ہوجائے) یا ان کے مہروں وغیرہ میں سے کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تو جس طرح کفا مہور کی ادائیگی لازم اسی طرح تمہارے لیے بھی لازم ہے۔

زجاج کا قول ہے عقبہ سے مراد کافروں پر غلبہ پانے کے بعد مال غنیمت کا ملنا ہے ۔

(فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ط)

تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں غنیمت میں انہیں اتنا دیدو جوان کا خرچ ہوا تھا ۔

من مہوالمہاجرۃ التی تزوجتموھا ولا تؤتوہ زوجہا الکافر لیکون قصاصًا

یعنی مومنہ مہاجرہ عورتوں جن سے تم نکاح کرو تو ان کے مہر ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرو تاکہ برابری یا بدلہ ہوجائے ۔

بغوی سے منقول ہے کہ کفار کے ادائیگی مہور سے انکار پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر ان کے مسلمان شوہروں (سابق شوہروں) کو غنیمت کے اموال سے ادا کیے ۔ یعنی جب کفار کو مہور کی رقم لوٹانا واجب تھا تو اہل ایمان کے لیے اس صورت میں کیونکر واجب نہ ہوتا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غنائم سے ادائیگی فرمادی یا مسلمانوں کو مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہور کے مقابلے میں محسوب کرکے وضع کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ مساوات قائم رہے اور صورتًا قصاص ہوجائے کہ کفار نے انکار کردیا تھا ۔ معاہدہ حدیبیہ کے ختم ہوتے ہی یہ سبب احکام مرتفع ہوگئے ۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝) اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے

فان الایمان بہ عزوجل یقتضی التقوی منہ سبحانہ وتعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل سبحانہ، پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس ذات کریم سے ڈرو اور پرہیزگاری کا چلن اختیار کرو اور

اس کے ارشادات کی تعمیل بجالاؤ اور نافرمانی و تعدی سے بچو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جیسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے انکی مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں بیعت کرنے کو۔

ای مبایعات لك ای قاصدات للمبایعة یعنی جب آپ کے حضور آپکے دست حق پر بیعت کرتے یا بیعت ہونے کے ارادہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر آئیں۔

(عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا) اس پر کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی۔

ای شیاء من الاشیاء اوشیاء من الاشراك یعنی اشیاء میں سے کسی شے کو یا شرک کی باتوں میں سے کسی بات کے ساتھ اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اللہ کی توحید کو مانیں گی اور شرک کی تمام صورتوں سے بچیں گی اور ذات وصفات اسماء واحکام وغیرہ میں کسی کو کسی طرح نہ شریک ٹھہرائیں گی اور نہ ایسا اعتقاد رکھیں گی۔

(وَلَا يَسْرِقْنَ) اور نہ چوری کریں گی۔

شرک کے بعد چوری کا ذکر ہے جس سے چوری کے گناہ کبیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے چوری ثابت کرنے

کیلئے دو گواہ ضروری ہیں یا دو مرتبہ خود اقرار کرنا دس درہم سے کم کے مال میں حد (قطع یمین نہیں) اور اگر ماخوذ ہونے سے قبل توبہ و اصلاح کرلے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے لیکن مال مسروقہ چونکہ حق العباد ہے وہ بدستور اس کے ذمے رہے گا بشرطیکہ ضائع نہ ہوگیا ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں میں یہ وبا بکثرت تھی چوری خفیہ حرام ہے اور دوسرے کے ساتھ ظلم اور ان کی حق تلفی۔ لہذا بیعت میں حق اللہ کے ساتھ حق العباد کا بھی ذکر ہوا واللہ اعلم۔

(وَلَا یَزْنِیْنَ) اور نہ زنا کریں گی۔

بدکاری اپنی قوم کی آبرو کو برباد کرنا اور شادی کے بعد شوہر کی حق تلفی ہے چوری کے بعد بدکاری کے ذکر میں جو تعلق ہے وہ دونوں امور کا خفیہ ہونا ہے حد سرقہ میں مرد کو مقدم اور حد زنا میں عورت کو مقدم ذکر کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ عورت جو پردہ میں رہتی ہے اس خفیہ گناہ میں بغیر ارادے کے کیونکر ملوث ہوسکتی ہے حالانکہ اس کے لیے بچنا آسان ہے اور جب یہ فعل شنیع واقعہ ہو تو عورت پر گناہ کا بوجھ زیادہ ہے۔

(وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ) اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

فان العرب کانت تفعل ذلك من اجل الفقر والفاقة ۔ عہد جاہلیت میں عورتیں اپنی بچیوں کو زندہ دفن کردیتی تھیں عہد جاہلی کے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعث عار خیال کرتے تھے اور بھوک و افلاس کے خوف سے زندہ درگور کرکے قتل کردیتے تھے جو نہ صرف نسل کشی تھی بلکہ قتل ناحق تھا۔

ایک قول ہے کہ عورتیں ناجائز اولاد کو عار کیوجہ سے اسقاط کے ذریعہ مار ڈالتیں یا وضع حمل کے بعد قتل کرڈالتی تھیں اور ایسا عورتوں میں بکثرت ہوتا تھا۔ لہذا مسلمانوں عورتوں سے اس امر پر بیعت لی گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے مردوں عورتوں پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور السلمی نے ولا یقتلن کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے یہ حکم عام ہے اور ہر قسم کے اسقاط کو بھی شامل ہے خواہ جنین میں روح پڑنے کے قبل ہو یا بعد ہو تفصیلی بحث سورہ نحل و بنی اسرائیل میں ہوچکی۔

(وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ)

اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں

قال الفراء: كانت المرأة في الجاهلية تلتقط المولود فتقول: هذا ولدي منك فذلك البهتان المفترى بين ايديهن وارجلهن ۔ فراء کا قول ہے زمانہ جاہلیت میں عورت پڑا پایا بچہ لیکر (بدکاری کے ذریعہ) شوہر سے کہتی کہ میرا یہ بچہ تجھ سے ہے تو مفتریوں کا یہی بہتان ہے جوان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں اور بہتان کا یہی ذکر ہے۔

ایک قول والمراد النهي عن القذف ويدخل فيه الكذب والغيبة، ممانعت سے مراد تہمت لگانا ہے اور اس میں جھوٹ اور غیبت بھی داخل ہیں اور ضحاک سے مروی ہے،
حمل ذلك على القذف آیت کا محمول تہمت لگانا ہی ہے۔

ایک قول ہے کہ ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد بوس وکنار اور پاؤں کے درمیان بدکاری ہے اور ایک قول ہے دونوں ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد زبان کی چغل خوری اور پاؤں کے درمیان شرمگاہ کی بدکاری ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ تہمت طرازی نہ کریں گی یا غیر کی اولاد کو شوہر سے منسوب نہ کریں اور نہ کسی پر اس امر کا بہتان باندھیں گی اور ایک قول ہے کہ بہتان سے مراد سحر (جادو) ہے کہ عورتوں کو اس کی خوب رغبت ہوتی ہے تو وہ اس سے منع کی گئیں۔

(وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔
اي فيما تامرهن به من معروف وتنهاهن عنه من منكر

یعنی اس بات کا جو آپ ان کو نیکی میں سے حکم کریں اور اس بات سے جو برائی جس سے آپ انہیں منع فرمائیں۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ ہر امر خیر میں نافرمانی نہ کریں گی اور برائیوں سے باز رہیں گی۔

وخص بعضهم هذا المعروف تبرك النياحه اور بعض نے معروف کو خاص کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمیشہ امر خیر ہی فرماتے تھے اور معروف کی یہ تخصیص نوحہ کا ترک کرنا ہے امام احمد، ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ان بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک بی بی نے سرور دوعالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ معروف کیا ہے جس کے لیے ہمیں روا نہیں کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی کریں تو آپ نے فرمایا: لا تنحن تم نوحہ نہ کرو اور ابن عباس سے مروی ہے: هو النوح۔

وشق الجیوب وشعر الوجوہ و وصل الشعر ۔ وہ معروف نوحہ کرتا ہے گریبان پھاڑنا رخسار پٹینا یا نوچنا اور شعر ملانا ہے بخاری و مسلم میں ہے جو رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کے بین کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ ابو سعید خدری کی روایت میں ہے جسے ابو داؤد نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے اور سننے والیوں پر لعنت فرمائی ۔ مجاہد کا قول ہے کہ معروف سے مراد غیر مردوں کے ساتھ خلوت گزینی ہے ۔

(فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ) تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو ۔

فَبَایِعْهُنَّ ۔ بضمان الثواب علی الوفاء بهذه الاشیاء وتقیید بها لیعتهن بما ذکر من بحیثهن لحثهن علی المسارعة الیها مع کمال الرغبة فیها من غیر دعوة لهن الیها یعنی ان عورتوں سے اس عہد میں جو کچھ مذکور ہوا ان قیود بیعت (شرائط) کے ساتھ بیعت لو اور اس کو وفا کرنے پر انہیں ثواب کی ضمانت دو اور جو کچھ مذکور ہوا اسکی کماحقہ کوشش اور پابندی کریں گی اور بکمال رغبت اس پر قائم رہیں گی بغیر اس کے انہیں اس کیلئے دعوت دی جائے ۔

(وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ) زیادۃ علی ما فی ضمن المبایعة من ضمان الثواب یعنی بیعت کے ضمن میں جو کچھ بیان ہوا ضمانت ثواب کے ساتھ ان کے لیے مزید بخشش مانگیے اور کہا گیا کہ ان کے ماضی کے گناہوں کی معافی کے لیے دعا مانگیں ۔

(اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

ای مبالغ جل شانه فی المغفرة والرحمة فیغفر عزوجل لهن ویرحمهن اذا وفین بما بایعن علیه یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت غائیت درجہ ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائیگا اور ان پر رحمت کرے گا ۔ جبکہ وہ جس پر بیعت کی ہے اسے وفا کریں گی ۔

ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ یہ آیت فتح کے دن اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے کوہ صفا پر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوہ صفا کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی ۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس عورتوں سے بھی بیعت لی ۔ امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے امیمہ بنت رقیقہ سے روایت کی ہے کہ میں خدمت نبوی میں بیعت کے لیے حاضر ہوئی تو آپ نے ہم سے عہد لیا جو قرآن حکیم میں

ہے ۔ ان لا نشرک باللہ کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں گی جب آپ اس پر پہنچے۔ ولا یعصینک فی معروف اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ،، فیما استطعن واطقن ،، جس قدر تم میں استطاعت و قدرت ہے ۔ تو ہم نے عرض کیا : اللہ ورسولہ ارحم بنا من انفسنا یارسول اللہ ألا تصافحنا قال : انی لا اصافح النساء انما قولی لمائۃ امراءۃ کقولی لامرأۃ واحدۃ ۔۔ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اپنی جانوں سے بھی زیادہ مہربان تھے کیا آپ ہم سے مصافحہ نہ فرمائیں گے ارشاد فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میرا یہ قول سو عورتوں کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا ایک عورت کے لیے ہے ۔

سعید بن منصور اور ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو آپ کے ہاتھ میں کپڑا ہوتا تھا اور بعض روائتوں میں آیا ہے کہ جب آپ عورتوں سے بیعت لیتے تو آپ اور عورتوں کے درمیان کپڑا ہوتا جس کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہوتا) عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ طلب فرمایا پھر اس میں اپنا دستِ کرم ڈال کر نکال لیا پھر عورتیں اس میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتیں اور یہ مصافحہ کا بدل تھا اور اس کی صحت کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے بیعت مکہ میں فتح کے بعد واقع ہوئی اور مدینہ میں بھی ہوئی مکہ میں ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان وغیرہ نے بیعت کی اور یہ بھی روایت میں آیا کہ سب سے پہلے جن عورتوں میں سے جس نے بیعت کی وہ ام سعد بن معاد اور کیشۃ بنت رافع وغیرہ تھیں ۔ فتح مکہ کے روز مردوں سے بھی بیعت لی گئی تھی جو ان عورتوں کی بیعت سے پہلے ہوئی یہ بیعت صرف اسلام اور جہاد پر تھی جبکہ عورتوں سے بیعت تفصیلی تھی کیونکہ ان امور کا جن کا ذکر بیعت کے ضمن میں گزرا عورتوں سے اس کا صدود بکثرت ہوتا ہے ۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے ۔

ہیں یعنی نہ تو انہیں آخرت پر اعتقاد تھا اور نہ ہی وہ عذاب آخرت یا ثواب آخرت کو مانتے تھے لہذا انہیں اپنی کتاب سے معلوم تھا کہ آپ نبیؐ برحق ہیں اور آپ سے بغض کیوجہ سے انہیں آخرت میں محرومی ہے۔

(کَمَا یَئِسَ الکفار من اصحب القبور ؏) جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

ای الذین هم اصحاب القبور ای الکفار الموتی علی ان من بیانیه والمعنی ان یائس هٰؤلاء من الاٰخرة کیاس الکفار الذین ماتوا وسکنوا القبور وتبینوا حرمانهم من نعیمها المقیم۔ یعنی وہ لوگ جو قبروں میں ہیں یعنی مرے ہوئے کفار مراد ہیں اس میں من بیانیہ ہے اور معنی یہ ہے ان لوگوں کی طرف سے مایوس ان کفار کی مایوسی کی طرح ہے جو مر گئے اور قبروں میں پڑ گئے اور انہیں اپنی بدنصیبی اور نعمائے جنت سے محرومی کا واضح یقین ہو گیا یعنی اب مرنے کے بعد یہ صورت ان پر واضح ہو گئی کہ وہ نعماء و مثوبات اخروی سے محروم ہیں۔

مجاہد کا قول ہے کہ جس طرح مردہ کفار آخرت کی بھلائیوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں جو نہی یہود بھی فلاح اخروی سے نا اُمید ہو چکے ہیں۔

علامہ آلوسی نے یہاں مختصر سی تغیر صوفیانہ بھی علماء سے نقل کی ہے۔ ارشاد الٰہی یا یہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء سے نفس امارہ سے ترک موالات کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے دوستی رکھنا (تلقون الیهم بالمودة) سے مراد نفس امارہ ہی ہے جو عدو اکبر بڑا دشمن ہے جیسا کہ فرمایا گیا "اعدا ائك نفسك التی بین جنبیك" تیرا دشمن تیرا نفس ہی ہے جو تیرے پہلو میں ہے اور یہ کبھی بھی نہیں ٹلتا کہ راہ حق سے نہ روکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معارضہ نہ کرے اور عقل اسکی ہمنوا ہے اور یہ تجھ سے اس وقت تک نہ ٹلے گا یہاں تک کہ تیرا نفس مطمئنہ راجیہ مرضیہ نہ ہو جائے اور عسی اللہ ان یجعل بینکم الخ میں اسی طرف اشارہ ہے اور قول الٰہی لا ینہاکم اللہ سے اشارہ کبھی نفس کی پیروی اور اس کی خواہش جائز بھی ہوتی ہے اور اسے اس کے جائز لذائذ کا دنیا مباح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ارشاد فرمایا۔ "لنفسك علیك حقا" تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور قول الٰہی "یا یہا النبی اذا جاءك المومنات یبایعنك" سے اشارہ مرید صادق کا جس کا نفس مومن ہو مرید کی بیعت ہے

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ) اے ایمان والوان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے

حسن ابن زید اور منذر بن سعید سے مروی ہے۔ انهم الیهود لان الله عزوجل قد عبر عنهم فی غیر هذه الایه بالمغضوب علیهم ،، بے شک "ان لوگوں" سے مراد یہودی ہیں کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کے علاوہ بھی انہیں ان لوگوں سے تعبیر کیا ہے جن پر اس کا غضب نازل ہوا۔

ایک قول ہے هم الیهود والنصاریٰ ہیں وہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے انهم کفار قریش ہیں بے شک وہ لوگ کفار قریش ہیں اور کئی ایک علماء کا قول ہے۔

هم عامة الکفرة یہ عام کافر ہیں طیبی کا کہنا ہے کہ یہ آیت قصہ مشرکین سے متصل ہے جس میں اہل ایمان کو ان سے موالات کی ممانعت کی گئی ہے اور حق سبحانہ کا ارشاد کہ جو ان سے موالات رکھیں وہی ظالم ہیں پھر مؤمنہ مہاجرہ وغیرہ عورتوں کا ذکر ہے تو خاتمہ سورت کو افتتاح سے صورت اتصال ہے اور یہ آیت باب الاستطراد سے ہے اور قول کے مطابق اس سے مراد مطلقاً اہل کتاب ہیں ایک روایت میں ہے کہ فقراء مومنین میں بعض یہود سے میل جول رکھتے تھے تاکہ ان کے پھلوں وغیرہ کو حاصل کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں سے جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا دوستی نہ رکھو میں کہتا ہوں کہ کما یئس الکفار کے جملے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مراد یہود و اہل کتاب ہی ہیں۔

(قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ) وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے

والمراد قد یئسوا من خیر الاخرة وثوابها لعنادهم الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم المنعوت فی کتابهم المؤید بالآیات البینات والمعجزات الباهرات واذا ارید بالقوم الکفرة فیاسهم من الآخرة لکفرهم بها۔

اگر مراد یہود و اہل کتاب ہیں تو یہ لوگ آخرت کی بھلائی اور اس کے ثواب سے اس وجہ سے مایوس ہو گئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض و عناد رکھتے تھے حالانکہ آپ کی نعت توصیف ان کی کتاب میں موجود تھی جو روشن دلائل اور واضح معجزات کی تائید کے ساتھ مؤید تھی اور اگر اس سے کافر لوگ مراد ہیں تو ان کی مایوسی آخرت سے بایں وجہ ہے کہ وہ اس کے منکر

اور اس کی بیعت اختیار کا ترک کرنا اور حق سبحانہ، وتعلی کی طرف جملہ امور کا تفویض کرنا ہے اور یہ کہ وہ جس شئے کا اہل نہیں اس میں رغبت نہ رکھے اور نہ ہی شہوات نفس میں پڑے اور بشریت کی مٹی (خاکی طبیعت) کے تحت جو وساوس وخطرات گزریں ان واردات کی تائید وپیروی نہ کرے اور نہ ہی افتراء (بہتان طرازی) جھوٹ گھڑنا) کرے کہ اس زعم میں مبتلا ہو کہ اس کے قلبی خطرات او واسرار روح کے اسرار ہیں اور یونہی روح کے اسرار مشاہدۂ حق ہیں اور لا یعصینڈ فی معروف سے اشارہ معرفت الٰہی کی پابندی وپختگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مبالغہ کے ساتھ اس ضمن میں صفاتِ الٰہیہ کی برکات سے اپنی صفات کو اور اس کے وجود سے اپنے وجود کو مستور کرنے کی طلب کرنا ہے حاصل گفتگو یہ کہ اللہ سے فناء کے بعد بقاء کی طلب وجستجو ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

الحمدللہ تفسیر سورۃ الممتحنہ مکمل ہوئی۔

سُورَةُ الصَّفّ

سورت الصف مدنی ہے اس میں دو رکوع اور چودہ آیات ہیں اس سورت کو سورت الحوارین اور سورت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہا گیا ہے اور جمہور کے قول کے مطابق جن میں ابن الزبیرؓ، ابن عباسؓ حسنؓ، قتادہ عکرمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہم شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے ابن یسار سے منقول ہے کہ یہ مکی ہے اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ سے یوں بھی (مکی ہونا) مروی ہے لیکن مدنی ہونا مختار ہے اور اس پر وہ روایت جو امام حاکمؒ وغیرہ نے عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کی ہے دلالت کرتی ہے انہوں نے کہا صحابہ کرام کی ایک جماعت ہمارے پاس بیٹھی ہوئی گفتگو و مذاکرہ کر رہی تھی تو ہم نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے تو اللہ تعالیٰ نے "سبح للہ ما فی السموت ما لا تفعلون"، نازل فرمائی عبداللہؓ نے کہا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر پڑھا یہاں تک کہ سورہ مبارکہ ختم فرمائی اور یہ حدیث روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث امام احمد ترمذی کے نزدیک شیخین کی شرائط پر صحیح ہے حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ صحیح ترین مسلسل ہے جو دنیا میں روایت کی گئی اگرچہ مسلسلات میں اس کی مثل واقع ہوئی جو اس کی علو شان میں اضافہ ہے ضحاک سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ چند نوجوان مسلمانوں سے کہا تھا کہ اب اگر جنگ ہوئی تو تم غزوہ (جنگ) اس طرح لڑیں گے پھر انہوں نے ایسا نہ کیا تو یہ سورۃ اتری پچھلی سورت میں کفار سے موالات کی ممانعت تھی تو اس سورہ میں جہاد کی ترغیب و تحریص ہے۔

سورۃ صف مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع ۔ چودہ آیتیں ۔ دو سو اکیس کلمے اور نو سو حروف ہیں ۔ یہ سورہ بالاتفاق مدنی ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ صف پ ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو ۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں ۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا ۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے ۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ یُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں اپنے مونہوں سے اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے۔ پڑے برا مانیں کافر لوگ۔

هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

حل لغات رکوع اول سورۃ صف پ ۲۸

سبح ۔ پاکی بولتا ہے	للہ ۔ اللہ کی	ما ۔ جو	فی ۔ بیچ
السموٰت ۔ آسمانوں کے	و ۔ اور	ما ۔ جو	فی ۔ بیچ
الارض ۔ زمین کے ہے	و ۔ اور	ھو ۔ وہ	العزیز ۔ عزت والا
الحکیم ۔ حکمت والا ہے	یاایھا ۔ اے	الذین ۔ لوگو جو	اٰمنوا ۔ ایمان لائے ہو
لم ۔ کیوں	تقولون ۔ کہتے ہو	ما ۔ جو	لا ۔ نہیں
تفعلون ۔ کرتے ہو	ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ	یحب ۔ پسند کرتا ہے
الذین ۔ ان کو جو	یقاتلون ۔ لڑتے ہیں	فی ۔ بیچ	سبیلہ ۔ اسکی راہ کے
صفا ۔ صف بنا کر	کانھم ۔ گویا کہ وہ	بنیان ۔ دیوار ہیں	مرصوص ۔ رانگا پلائی
و ۔ اور	اذ ۔ جب	قال ۔ کہا	موسیٰ ۔ موسیٰ نے
لقومہ ۔ اپنی قوم سے	یٰقوم ۔ اے میری قوم	لم ۔ کیوں	تؤذوننی ۔ ستاتے ہو مجھکو
و ۔ اور	قد ۔ بیشک	تعلمون ۔ جانتے ہو تم	انی ۔ کہ میں
رسول ۔ رسول ہوں	اللہ ۔ اللہ کا	الیکم ۔ تمہاری طرف	فلما ۔ پھر جب
زاغوا ۔ وہ ٹیڑھے ہوگئے تو	ازاغ ۔ ٹیڑھا کر دیا	اللہ ۔ اللہ نے	قلوبھم ۔ انکے دلوں کو
و ۔ اور	اللہ ۔ اللہ	لا ۔ نہیں	یھدی ۔ ہدایت دیتا
القوم ۔ قوم	الفسقین ۔ فاسق کو	و ۔ اور	اذ ۔ جب
قال ۔ کہا	عیسیٰ ۔ عیسیٰ	ابن ۔ بیٹے	مریم ۔ مریم نے
یٰبنی ۔ اے اولاد	اسرائیل ۔ اسرائیل	انی ۔ بیشک میں	رسول ۔ رسول ہوں
اللہ ۔ اللہ کا	الیکم ۔ تمہاری طرف	مصدقا ۔ تصدیق کرتا	لما ۔ اسکی جو

بین - مجھ سے	یدی - پہلے سے	من التورٰۃ - توریت	و - اور
مبشرا - بشارت دیتا ہوں	برسول - ایک رسول کی	یاتی - جو آئیگا	من بعدی - میرے بعد
اسمہ - اس کا نام ہوگا	احمد - احمد	فلما - پھر جب	جاء - آیا
ھم - انکے پاس	بالبینٰت کھلے دلائل کے ساتھ	قالوا - تو بولے	ھذا - یہ
سحر - جادو ہے	مبین - کھلا	و - اور	من - کون
اظلم - زیادہ ظالم ہے	ممن - اس سے جو	افتری - باندھے	علی - اوپر
اللہ - اللہ کے	الکذب جھوٹ	و - اور	ھو - وہ
یدعی - بلایا جاتا ہو	الی - طرف	الاسلام - اسلام کی	و - اور
اللہ - اللہ	لا - نہیں	یھدی - ہدایت دیتا	القوم - قوم
الظلمین - ظالموں کو	یریدون - چاہتے ہیں	لیطفئوا - کہ بجھا دیں	نور - نور
اللہ - خداوندی کو	بافواھھم - اپنے مونہوں سے		و - اور
اللہ - اللہ	متم - پورا کرنے والا ہے	نورہ - نور	ہ - اپنے کو
و - اور	لو - اگرچہ	کرہ - ناپسند کریں	الکافرون - کافر
ھو - وہ اللہ	الذی - وہ ہے جس نے	ارسل - بھیجا اپنا	رسولہ - رسول
بالھدی - ہدایت	و - اور	دین - دین	الحق - حق دے کر
لیظھرہ - تاکہ غالب کرے اسکو	علی - اوپر	الدین - سارے	کلہ - دینوں کے
و - اور	لو - اگرچہ	کرہ - ناپسند کریں	المشرکون - کافر

مختصر تفسیر سورہ الصّف رکوع اوّل پارہ ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یعنی ہر شے خواہ جمادات سے یا نباتات سے ایک طرح کی خاص زندگی کے ساتھ کہ ایک کا شعور دی گئی ہے اور وہ سب اپنی اس حالت میں اپنی مخصوص زبان میں عظمت و توحید ربانی کا اقرار کر رہی ہے اور اسکی پاکی بول رہی ہے خواہ انسان اس تسبیح خلقت یا تسبیح معرفت یا تسبیح فراست کو نہ سمجھے بہر حال ہر مخلوق جبلی طور پر اور عطائے معرفت پر مشغول تسبیح ہے اور یونہی اللہ ہر جز پر تسبیح جاری فرماتا ہے۔ جو معرفت پر منحصر نہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ	اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو
مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝	کرتے نہیں۔

حاکم نے عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت باہم مذاکرہ میں کہہ رہی تھی کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم انکو ضرور بجا لاتے اور اس وقت تک جہاد کا حکم نازل ہوا تھا ابن زید کا قول ہے کہ آیۃ منافقوں کے بارے میں اتری جنہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہم تم میں سے ہیں اور ہم تمہارے ساتھ پھر ان کے اقوال وافعال سے اس کے خلاف ظاہر ہوا محمد بن کعبؓ سے مروی کہ شرکا۔ بدر کی فضیلت سن کر بعض نوجوان صحابہ کو تحریص ہوئی اور انہوں نے کہا کہ آئندہ غزوہ ہوا تو ہم اپنا جان ومال قربان کر دیں گے اور شجاعت کا مظاہرہ کریں پھر یہ لوگ احد کی جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور اپنا قول پورا نہ کر سکے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ	کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ
تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝	بات کہ وہ کہو جو نہ کرو

ابن عطیہ کا قول ہے المقت البغض من اجل ذنب او ریبۃ او دناءۃ لیصنعها الممقوت مقت کا معنی ناپسندیدگی ہے جو گناہ یا شک وشبہ کے سبب سے ہو یا بزدلی ہے جو اسے ناپسندیدہ بنا دے المبرد کا قول ہے رجل ممقوت ومقیت اذ کان یبغضہ کل واحد ناپسندیدہ شخص اور ایسی ناپسندیدگی جبکہ ہر ایک شخص اسے مکروہ وناپسند جانے۔

بیان لغایۃ قبح ما فعلوہ یہ آیت غائت درجہ قباحت کو واضح کر رہی ہے جو انہوں نے کیا یعنی ان کا قول سخت ناپسندیدہ اور قبیح ہے (انتہائی برا ہے)۔

المقت لانہ اشد البغض وابلغہ مقت کا معنی ہے شدید بغض (انتہائی ناپسندیدہ) یا انتہائی برائی کا اظہار و بیان ، ومنہ نکاح المقت لتزوج الرجل امراۃ ابیہ اسی طرح نکاح مقت سے مراد (بدترین ذلیل نکاح) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی عورت سے نکاح کرے غرضیکہ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو یہ بات انتہائی مذموم ہے ناپسندیدہ اور سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ کوئی ایسی بات کہے جو نہ کرے بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے یعنی جب نذر مانی ہے تو ایفاء واجب ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ	بے شک اللہ دوست رکھتا ہے
فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ	انہیں جو اس راہ میں لڑتے ہیں پرا
بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝	باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی

بیان لما ھو مرضی عندہ سبحانہ وتعالیٰ بعد بیان ما ھو ممقوت عندہ جل شانہ اس بیان کے بعد جو پروردگار جل سبحانہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور ناراضگی کا موجب ہے اب اس بات کا ذکر ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک خوب پسندیدہ اور اسکی رضا کا باعث ہے جیساکہ سبب نزول میں ضحاکؒ یا ابن زیدؓ سے مروی کہ غزوہ احد میں جب ان لوگوں سے ثابت قدمی ظاہر نہ ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ ہم اپنا سارا زور صرف کریں گے تو اس آیت سے اسکی توثیق ہوتی ہے کہ مقام مدح میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو راہ خدا میں جم کر صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں ۔ الفرآء اور منذرؒ بن سعید المرصوصؓ کے بارے میں کہتے ہیں ھو المقعود بالرصاص ویراد بہ الحکم وہ ایسی صف بندی ہے جو باہم پیوستہ ہو اور اس کی درمیان کوئی دراڑ یا شگاف نہ ہے اور اس سے مراد پختگی اور مضبوطی ہے ان لوگوں کی صف بندی ہے بنیان مرصوصؓ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتیں (ارادے) درست اور غیر متزلزل ہیں یہاں کے وہ باہم مل کر بنیان مرصوص کی طرح ہیں جن کے درمیان کوئی درز یا شگاف یا خلا نہیں اور وہ انعام الانسان کی طرح ہیں جسطرح ایک جبڑے میں پیوست مضبوط دانت ایک قول ہے کہ وہ لوگ قتال میں نماز کی صف کیطرح ہوتے ہیں یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابل ایک مضبوط دیوار کی مانند ڈٹا ہوا ۔

الحاوی کا قول ہے کہ صف بندی مقام لعنت میں ہے اور نماز میں صفوں کی درستگی لازمی ہے۔ بلکہ نماز کی تکمیل واتمام ہے یونہی جہاد میں صف بستہ جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا جہاد فی سبیل اللہ کی تکمیل ہے نماز میں صفوں کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے ارشادات نبوی کی مختصری تفصیل یہ ہے۔

(ا) شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ہے تو قرعہ ڈالتے۔

(ب) شیخین اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ صفیں برابر کرو کہ نماز کی تکمیل اسی سے ہے۔

(ج) بخاری اور دیگر کتب صحاح میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے یہاں تک آپ نے خیال فرمایا کہ ہم لوگ سمجھ گئے پھر ایک روز تشریف لائے اور کھڑے ہوئے قریب تھا کہ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کا سینہ جماعت سے نکلا آپ نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ کے بندو صفیں برابر کرو ورنہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈالدے گا۔

(د) امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو صف کو ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو اسے قطع کریگا اللہ تعالیٰ اُسے قطع کرے گا۔

(ذ) مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے رب ذوالجلال کے حضور صف بندی کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ فرشتے اللہ کے حضور کس طرح صف باندھتے ہیں۔ فرمایا اگلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(ر) امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صف بندی کرتے ہیں۔

(ن) امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں عرض کیا گیا دوسری صف پر فرمایا اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں مکرر عرض کیا گیا دوسری صف پر تو فرمایا صفوں کو برابر کرو مونڈھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے درمیان نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں (خلاء۔ شگاف) کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(ص) ابن ماجہ، ابوداؤد اور ابن حبان نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور مسلم و نسائی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنی سے پیچھے کرکے آگ میں ڈال دے گا۔

(ق) ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلی صف پوری کرو پھر اسکو جو اس کے بعد ہو اور اگر کچھ کمی ہو تو پچھلی میں ہو۔

(ص) ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں کی سب صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور سب سے کم تر پچھلی اور عورتوں کی پچھلی صف سب سے بہتر اور کمتر پہلی صف ہے۔

(ض) طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو مسجد کی بائیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ ادھر کم لوگ ہیں تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔

بزار نے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو صف کی کشادگی بند کرے (خلا۔ شگاف) تو اسکی مغفرت ہو جائے گی اور ابن ماجہ میں بلندی درجہ اور طبرانی میں جنت میں گھر بنانے کا بھی ذکر ہے۔

(ط) ابوداؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کر صف میں کشادگی (خلا) بند کرے۔

جب نماز کی صفوں کی یہ فضیلت ہے تو اسی پر جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کا اندازہ

لگایا جا سکتا ہے میدان جہاد میں سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کے مقابل ڈٹنا در حقیقت اس قول و قرار کی عملی توثیق ہے جو اہل ایمان اپنے اللہ سے کرتے ہیں اور غیر متزلزل ہو کر جم کر لڑنا کہ دشمن اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اور اس میں شگاف کر سکے یہی وہ وصف و عمل ہے جسکی توصیف ذات باری نے اپنی محبت و رضا سے فرمائی ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۝

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔

(وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ) اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو۔

واذ منصوب علی المفعولیۃ ہے جس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ خطاب ہے المعرضین عن القتال وقت قول موسیٰ علیہ السلام لبنی اسرائیل حین ندبھم الی قتال الجبابرۃ ۔ یعنی ان لوگوں کو یاد کیجئے یعنی بنی اسرائیل کو جب انہیں موسیٰ علیہ السلام نے جبابرہ کیساتھ قتال کا حکم فرمایا تو انہوں نے قتال مندوب سے روگردانی کی اور کہا اے موسیٰ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور اس پر مصر ہو کر اسطرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی۔ تو انہوں نے قوم سے بطور توبیخ فرمایا لم تؤذوننی ۔ ای بالمخالفۃ والعصیان فیما امرتکم بہ ، یعنی جس بات کا میں نے تمہیں حکم دیا تم اس کی مخالفت اور نافرمانی کیکے مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو اور ایک قول ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹی تہمتیں لگاتے تھے حالانکہ آپ علیہ السلام معصوم اور ان کے ہر نوع افترا سے مبرا و منزہ و پاکیزہ تھے منجملہ ان کی افترا پردازیوں کے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کو اُدرہ کا مرض لاحق ہے یعنی

خیوں میں ورم وسوجن ہے یا جسم پر برص کے داغ ہیں اور ایک قول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے مطالبوں سے تکلیف پہنچانا ہے جو آپ کی تکذیب کے برابر تھے جیسے گائے کی پرستش اور رویت باری کا مطالبہ۔

(وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ) کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

جملہ حالیہ ہے جو ایذا کے انکار کے لیے اور اس کے سبب کی نفی کو متوکد ہے اور قد تحقیق علم کے لیے ہے اور نہ ہی تقلیل اور نہ ہی تقریب کے لیے ہے کہ اس مقام کے حال کے مناسبت نہیں ہے اور صیغہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب ہے۔ انکم تعلمون علما قطعیا مستمرا بمشاهدة ماظهر علی یدی من المعجزات الباهرة التی معظمها اهلاك عدوكم وانجائكم من ملكته انی رسول الله الیكم لارشدكم الی خیری الدنیا والاخرة ومن قضیة علمكم بذلك ان تبالغوا فی تعظیمی وتسارعوا الی طاعتی۔ بے شک تم قطعی طور پر علم رکھتے ہو (جانتے ہو) اور تمہیں ان پیہم مشاہدات سے بھی معلوم ہے جو میرے ہاتھوں پر روشن معجزات کی صورت میں ظاہر ہوئے جن میں سب سے معظم تمہارے دشمن (فرعون) کی ہلاکت اور تمہیں اسکی غلامی سے رہائی ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اس لیے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے راہ نمائی کروں اور تمہارے اس علم کا مقتضایہ ہے کہ تم میری انتہائی تعظیم و تکریم کرو اور مجھے بالیقین رسول جانتے ہوئے میری اطاعت اور فرماں برداری میں خوب کوشش اور مبالغہ کرو۔ لہذا رسولوں کو جو واجب التعظیم والتکریم ہوتے ہیں ایذا دینا سخت حرام فعل شنیع اور حد درجہ کی شقاوت ہے۔

(فَلَمَّا زَاغُوْٓا) پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے۔

ای اصروا علی الزیغ والانحراف عن الحق الذی جاء به علیه السلام واستمروا علیه

یعنی جب وہ کجروی پر ڈٹے رہے اور حق سے جس کے ساتھ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے انحراف ہی کرتے رہے اور اسی راہ مخالفت پر جمے رہے اور دعوت حق کو قبول نہ کیا اور نہ ہی فرمانبرداری کی۔

(اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ط) اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔
ای صرفھا عن قبول الحق والمیل الی الصواب لصرف اختیارھم نحو العمی والضلال
یعنی ان کے دلوں کو قبول حق سے محروم کر دیا توفیق چھین لی، اور صحیح راستے کی طرف انہیں بے رغبت بنا دیا اور اس لیے کہ وہ بے بصیرتی اور گمراہی کی طرف ہی پھرے رہیں اس جملے سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء ورسل کی شان میں گستاخی یا ایذارسانی شقاوت قلبی ہدایت سے محرومی اور موجب ہلاکت اور بربادیٔ آخرت ہے۔
(وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ o) اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔
یعنی وہ لوگ علم الٰہی میں اطاعت سے روگرداں اور راہ حق سے پھرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو توفیق ہی عطا نہیں فرماتے کہ وہ عرفان حق حاصل کریں یا فلاح پا لیں۔ لہذا وہ اتباع حق سے محروم ہیں

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ o

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے اولاد یعقوب میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔

(وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ) اور یاد کر جب عیسیٰ بن مریم نے کہا۔
یا تو پہلے اذ پر معطوف ہے اور اس کے عامل پر معمول ہے یا معمول ہے مضمر معطوف کیلئے جو اس پر عامل ہے ای اذکر قول عیسٰی علیہ السلام لبنی اسرائیل۔
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل سے فرمانے کو یاد کیجیے۔
(یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ) اے بنی اسرائیل (اولاد یعقوب علیہ السلام)
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یا قَوْمِ کہہ کر خطاب فرمایا تھا جبکہ حضرت عیسیٰ نے

ایسا نہ فرمایا اور فرمایا اے بنی اسرائیل کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے نسبی تعلق نہ تھا کہ نسب باپ سے متعین ہوتا ہے اور آپ بن باپ پیدا ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ صحیح ہے لیکن آیت میں آپ کی ابنیت سیدہ مریم کیطرف واضح ہے اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا وابنھا بنی اسرائیل ہی سے تھیں اور آپ کا بنی اسرائیل کہہ کر خطاب فرمانا بطور تعظیم تھا کہ وہ لوگ آل اسرائیل ہونے پر تفاخر تھے اور اس نسبت کو معزز جانتے تھے۔

(اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ -)

بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا۔

ای مرسل منہ تعالیٰ الیکم حال کونی مصدقا

یعنی پروردگار دو عالم کیطرف سے تمہاری جانب رسول بناکر بھیجا گیا ہوں اس حال کے ساتھ میں تصدیق کرتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور دیگر کتب وصحائف الٰہیہ کی اور پہلے تمام انبیاء ورسل کو مانتا ہوا اور یہ تصدیق آپ نے اظہار حق اور شہادت وموافقت حق کے لیے فرمائی کہ انبیاء ورسل باہم ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔

(وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ ۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ ط)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمدؐ ہے۔

ومصدقا پر معطوف ہے وھو داعٍ الی تصدیقہ علیہ السلام من حیث ان البشارۃ بھذا الرسول صلے اللہ علیہ السلام واقعۃ فی التوراۃ

اور اس میں سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی طرف بھی دعوت ہے اس لیے کہ اس رسول معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت، تورات میں موجود ہے تورات کے پانچویں باب فصل بستم میں فرمان الٰہی ہے خداوند وادی سینا سے ظاہر ہوا اور کوہ سعیر سے جلوہ گر ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہوا کہ اس کے دائیں جانب قدسیوں (پاکیزہ لوگوں کے) لشکر اس کے ساتھ ہیں ایک جگہ ان کی تعداد دس ہزار آئی ہے (غالباً فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس موقعہ پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے) فاران مکہ میں بنو ہاشم کے پہاڑوں کے نام ہے یا مکہ کا نام ہے۔ اور تورات کے اسی مذکورہ باب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اے موسیٰ یقیناً میں جلد ہی بنی اسرائیل کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل ایک رسول مبعوث کروں گا اور میں اس کے منہ میں اپنا کلام رکھوں گا اور وہ انہیں اس کے مطابق میرا حکم فرمائیگا اور جو شخص اس نبی کی بات کو (فرمان کو) نہ قبول کرے گا میں بالضرور اس سے انتقام لوں گا اور اس سے بھی جو اس کے غیر سے وابستہ ہوا۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے پوچھا یا روح اللہ کیا ہمارے بعد بھی کوئی امت ہے ارشاد فرمایا ہاں احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے کہ وہ لوگ حکماء وعلماء وہی نیکو کار اور پرہیز گار ہیں اور تفقہ فی الدین ہیں انبیاء کے نائب ہیں اور حق تعالیٰ سبحانہ، سے معمولی رزق پر راضی اور حق سبحانہ، وتعلیٰ ان کے تھوڑے عمل پر ان سے راضی ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اس عہد کا حصہ بھی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا جس کا تذکرہ سورہ آل عمران میں گزر چکا اور اس عہد کے تحت تمام انبیاء ورسل نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی اور تمام کتب سماویہ میں اس کا ذکر ہے۔

اور یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کا جملہ رسول کے لیے موضع صفت ہے اور اسی لیے حق تعلیٰ کا قول اسمہٗ احمد مدح ہے۔ احمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے نبی مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم جلیل واسم علم ہے حسان کا کیا خوب شعر ہے ؎

صلے الالٰہ ومن یحف عرشہٗ والطیبون المبارک احمدٗ

اللہ نے صرف آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی درود بھیجا اور انہوں نے بھی جنہوں نے عرش کو گھیرا اور پاکوں نے بھی صرف اور صرف برکتوں والے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یعنی آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی پر ان سب نے درود نہ بھیجا۔

بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔ اور میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل زمین میں میرا نام

محمد اہل آسمان کے نزدیک میرا نام احمد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اُمم ماضیہ میں آپ احمد سے مشہور تھے بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی نام سے (احمد) یاد فرماتے تھے غالباً ایسا فرمانا غایت درجہ تعظیم کے لحاظ سے ہے۔ احمد اسم ذات ہے اور یوں ہی محمد بھی، یہ حمد سے مشتق اور مبالغہ کے معنی میں مقید ہے اسم احمد باعتبار کیفیت ہے اور محمد باعتبار کمیت آپ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد افضل محامد سے فرماتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کثرت محامد سے آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمد و ستائش کی گئی اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احمد الحامدین یعنی حمد بیان کرنے والوں میں سب سے بڑھکر حمد کرنے والے اور احمد المحمودین یعنی تمام تعریف کیے ہوؤں میں سب سے زیادہ تعریف کیے گئے اور اَفْضَلُ مَنْ حَمِدَ جو بھی حمد کرے ان سب سے بڑھکر حمد کرنیوالے ہیں اور روز قیامت آپ کے ہمراہ لواء الحمد ہوگا جو کمال حمد کا اتمام ہوگا اور حامدیت و محمودیت کی صفت سے عرصات محشر میں مشہور کیے جائیں گے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ فتح باب شفاعت کے وقت اولین و آخرین سبھی آپ کی حمد کریں گے۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو جب ایسی حمد تعلیم فرمائیگا جو کسی اور کو نہ عطا کی گئی اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کا نام اللہ پاک کے نزدیک "حمادون" ہے لہٰذا سزاوار ہے کہ آپ کا اسم گرامی احمد و محمد ہوتا احمد بمعنی حامد تر بروزن اَفْعَل اسم تفضیل برائے فاعل ہے جیساکہ استعمال میں یہ معنی بہت زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ بمعنی محمود تر ہو جو مفعول کے لیے مشتق ہے تو مقصود محمودیت ہوگی خواہ کمالات کے لحاظ سے ہو یا کثرت کی وجہ سے ہو۔

زیر نظر آیت میں "احمد" مضارع کا صیغہ متکلم بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کے غایت درجہ اظہار کے لیے اور لفظ احمد بطور علم نہیں بلکہ حمد مشتق سے معناً لیا ہے۔

یوحنا کی انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یوں منقول ہے:

(۱) "میں اپنے باپ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا فرمائے جو تمہارے ساتھ آخر زمانہ تک ثابت و قائم رہے اور وہ روح حق ہے اور وہ تمہیں ہر چیز سکھائے گا۔

(۱۱) "بیٹا جانے والا ہے کیونکہ اب اس کے بعد فارقلیط آنے والا ہے جو تمہارے بھیدوں کو زندہ کرکے ہر شئے کو بدل دے گا اور وہ میری شہادت و صفائی دیں گے جس طرح میں ان کی شہادت و بشارت دے رہا ہوں میں تمہارے لیے امثال لایا ہوں وہ اس کی تاویل لائے گا۔"

فارقلیط کی تفسیر میں نصاریٰ کا گروہ متذبذب ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک فارقلیط کے معنی المخلص۔ نجات دہندہ کے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک فارقلیط کے معنی حامد کے ہیں اور انجیل برنباس میں یہی معنی معتبر ہیں ان معانی کے پیش نظر فارقلیط یعنی حامد لفظ احمد کے قریب ہے بلکہ دونوں کا مادہ ہی ایک ہے۔ حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ وہ میری شہادت دے گا ایسا امر واقع ہے کہ اہل نصاریٰ کو بھی انکار محال ہے کیونکہ جو عظمت و بزرگی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت مسیح کی بیان فرمائی کسی سے اس کا حبہ تک ظاہر نہ ہوا۔ اہل کتاب کی تحریف اور کتمان حق کے باوجود عظمت مصطفوی روشن و ظاہر ہے۔

(فَلَمَّا جَاءَهُمْ) پھر جب وہ ان کے پاس آئے۔

ای عیسیٰ علیہ السلام۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ایک قول ہے کہ ضمیر احمد کیطرف راجع ہے اور حضرت عیسیٰ کا ارشاد "احمد" پر ختم ہو گیا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے کہ جیسا کہ کثیر علماء سے منقول ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس آئے۔

(بِالْبَيِّنٰتِ) ساتھ روشن نشانیوں کے

ای بالمعجزات الظاهرة یعنی واضح اور روشن معجزات کے ساتھ جیسے پتھروں کی شہادت شق القمر درختوں کی گواہی وحوش بہائم کا کلام کرنا انگلیوں سے پانی کا جاری تکثیر طعام وغیرہ اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جو زندہ و دائمی معجزہ ہے اور اگر مراد عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے تو ان کے معجزات مشہور ہیں جیسے احیاء موتیٰ اور مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور ذخیرہ کی خبریں دینا وغیرہ۔

(قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝) بولے یہ کھلا جادو ہے۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام بشارت احمدی دے چکے تو کفار نے آپ سے روشن معجزات دیکھے

کے باوصف ایسا کہا یا جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح معجزات کے ساتھ تشریف لائے تو کفار نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے میں کہتا ہوں کہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ساحر" کہا اور معجزہ شق القمر کے بعد بھی "سحر مستمر" کے لفظ کہے اور اسی طرح قرآن حکیم میں متعدد نظیریں ہیں جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسا کہنا کہیں بایں طور منقول نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ واضح دلائل کے باوجود اہل کتاب میں سے اکثر اور کفار نے بالعموم یہ کہہ کر آپ کی رسالت کو نہ مانا اور تکذیب میں پڑے رہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى	باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا
اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى	جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	نہیں دیتا۔

(وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو۔ ای ای الناس اشد ظلما ممن یدعی الی الاسلام الذی یوصلہ الی سعادۃ الدارین فیضع موضع الاجابۃ الافتراء علی اللہ عز وجل بتکذیب رسولہ وتسمیۃ آیاتہ سحراً فان الافتراء علی اللہ تعالیٰ یعم نفی الثابت واثبات المنفی ای لا اظلم من ذلک والمراد انہ اظلم من کل ظالم"

یعنی لوگوں میں اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کو اسلام کی دعوت دی جائے جو اسے دارین (دونوں جہانوں) کی سعادت سے ہمکنار کرنیوالا ہے تو وہ اسے قبول کرنے کی بجائے حق سبحانہ، وتعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر اس کے رسول کو جھٹلائے اور اس آیات بینات کو جادو سے موسوم کرنے لگ جائے تو اللہ پر افتراء باندھنا اندھا کر دیتا ہے اور روشن حقائق کی نفی ہے اور نفی کا ثابت کرنا یعنی جھوٹ کو حق ثابت کرنا اس سے بڑھ کر کونسی بات ظالمانہ ہو سکتی ہے اور مراد یہ ہے کہ ایسا شخص سب ظالموں سے بڑھ کر ظالم ہے۔ ایک قول ہے کہ ایسے شخص سے مراد وہ ہے جو حق سبحانہ، وتعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور اس کے لیے بیٹیا مانے جیسا کہ یہود و

نصاریٰ کا چلن ہے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا جو بدترین شرک ہے اور حق سبحانہ' وتعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے اور ایک قول ہے مراد وہ شخص یا گروہ ہے جو کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے کسی شخص پر کچھ نہیں نازل فرمایا اور یہ کہ کسی کو رسول نہ ماننا جب تک سوختنی قربانی پیش نہ کرے یا شریعت موسویہ کو منسوخ نہیں مانتا۔ اور سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ مراد اہل کتاب ہی ہیں جن کے لیے خیالات تھے اور جنکی افترا پردازیوں کو قرآن حکیم میں تفصیلی ذکر و مذمت ہے۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○) اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

ای لا یرشدھم الی ما فیہ فلاحھم لسوء استعدادھم وعدم توجھم الیہ

ان کی قبول حق سے عدم توجہ اور استعداد کی خرابی کے باعث اللہ تعالیٰ انہیں توفیق ہدایت نہیں دیتے جس میں ان کی فلاح ہے یعنی حصول سعادت سے محروم کر دیئے گئے ہیں یا ان کے ظالمانہ طرز عمل کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ہدایت سے روک دیئے گئے ہیں اور اللہ کو ظالموں کا علم ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔

(يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں۔ تمثیل لحالھم فی اجتہادھم فی ابطال الحق بحالۃ من ینفخ الشمس بفیہ لیطفئھا تھکما وسخریۃ بھم کما تقول الناس: ھو یطفئ عین الشمس، وذھب بعض الاجلۃ الی ان المراد بنور اللہ دینہ تعالیٰ الحق کما روی عن السدی علی سبیل الاستعارۃ التصریحیۃ۔ یہ کفار کے حال کے مطابق تمثیل ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ بنانے میں (حق کو ناکام بنانے) میں کس قدر کوشش کر رہے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جس طرح کوئی سورج کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونک مار کر چاہے کہ بجھا دے اور اسے برباد کردے اور وہ اس میں معاذب و ذلیل ہیں (کہ ایسا کر نہیں سکتے) جس طرح کہ کہاوت ہے " وہ چشمۂ آفتاب کو بجھاتا ہے یا سورج پر تھوکتا ہے کہ بجھ جائے اور بعض علماء اعلام اس طرف گئے ہیں کہ نور اللہ سے مراد دین حق ہے یعنی اسلام

جیسا کہ سُدی سے برسبیل استعارہ بطور تصریح مروی ہے۔ نور اللہ کے بارے میں ابن عباس اور ابن زید سے مروی ہے یریدون ابطال القرآن وتکذیبہ بالقول کہ یہ کافر لوگ اپنی باتوں سے قرآن کا ابطال چاہتے ہیں اور اسے جھوٹ ثابت کرنا چاہتے ہیں یا جھٹلانا چاہتے ہیں ابن بحر کا قول ہے کہ کفار اپنے جھٹلانے کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کی حجت کو مٹانا چاہتے تھے اور ضحاک کا قول ہے کہ "یریدون ھلاک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بالاراجیف"، کفار چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی افواہوں اور خبروں کے ساتھ اللہ کے رسول کو ہلاک کر ڈالیں (معاذ اللہ) اور ایک قول ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کو جو ان کی کتاب میں واضح وظاہر ہے اُسے چھپا کر مٹانا چاہتے ہیں اور اپنی جھوٹی گفتگو اور مکاریوں سے اس ظہور قدسی کا انکار کرتے ہیں تاکہ عظمت محمدی کا اظہار اخفا میں رہے اور حق واضح نہ ہو ابن عباس سے مروی ہے کہ وحی میں چالیس روز تک تاخیر ہوئی تو کعب بن الاشرف یہودی نے ہرزہ سرائی کی کہ اے گروہ یہود تمہیں خوشخبری ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور کو جو ان پر نازل ہوا تھا اللہ نے اسے بجھا دیا ہے اور ان کا نور کمال واتمام نہ ہوگا تو اس پر خواجۂ کونین صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ملال ہوا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

کفار کے اقوال کا رد ہے اور بشارت ووعدہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو بالضرور مکمل فرمائے گا۔ اور دین اسلام کو پورا کرے گا کافر خواہ بُرا مانتے رہیں یا نہ مانیں اللہ کو ان کی کچھ پروا نہیں اور نہ ہی وہ اپنی آرزوں اور جھوٹی افواہوں سے اکمال واتمام دین کو روک سکتے ہیں اور ایسا ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ سورۂ مائدہ میں الیوم اکملت لکم دینکم الخ فرما کر اس عہد کو پورا کر دیا اور منکرین حسد کی آگ میں جلتے رہے اور پڑے جلتے رہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو
بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ	ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا
عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ	کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے
الْمُشْرِکُوْنَ ؏	پڑے بُرا مانیں مشرک۔

(هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ) وہی جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔
ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا رسول بناکر بھیجا۔
(بِالْہُدٰی) ساتھ ہدایت بالقرآن، او بالمعجزۃ قرآن حکیم کے ساتھ یا معجزہ کے ساتھ۔ (وَدِیْنِ الْحَقِّ) اور سچے دین
ای الاسلام، دین اللہ والملۃ الحنیفیۃ یعنی اسلام، اللہ دین اور ملت حنیفیہ جس کا طغریٰ راست روی اور حق کی پیروی ہے
(لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ) کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے۔
لیعلیہ علی جمیع الادیان المخالفۃ لہٗ ولقد انجز اللہ عزوجل وعدہ حیث جعلہ بحیث لم یبق دین من الادیان الا وھو مغلوب مقہور بدین الاسلام تاکہ اسے اس کے دین کے ساتھ (اسلام کو) تمام مخالف دینوں پر غالب و بلند فرمائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ جس طرح فرمایا پورا کردیا اور پورا کریگا اور مذاہب وادیانِ عالم میں سے کوئی دین باقی نہ رہا مگر یہ کہ وہ دین اسلام کے سامنے مغلوب ومقہور ہوکر رہ گیا اور مجاہد سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے زمین پر کوئی دین سوائے دین اسلام کے نہ ہوگا۔ (وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ) پڑے برا مانیں مشرک۔
یعنی اگرچہ کافروں ومشرکوں کو غلبۂ اسلام اچھا لگے یا نہ لگے اللہ بالضرور دین حق کو غالب و روشن فرمائیگا کہ اس کی آب وتاب حقانیت ونورانیت کے سامنے سبھی دین مغلوب ومقہور ہوجائیں گے۔ اور اللہ کا دین ہی غالب وبلند ہوگا اور اللہ کو منکروں کافروں مشرکوں کی پرواہ نہیں اور نہ ان کا برا ماننا اس میں حائل ہوسکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ صف پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝	اے ایمان والو کیا میں بتادوں تم کو وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ
خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی
راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے
لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ
جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں
اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں
یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ
قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری
ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے
محبوب مسلمانوں کو خوشی سنا دو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ
كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ
مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ
مِّنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ
فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ
فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۝

اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ
بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو
اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ حواری بولے
ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے
ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو
ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی
تو غالب ہو گئے۔

حل لغات رکوع دوم سورۂ صف پ ۲۸

یایہا۔ اے	الذین۔ وہ جو	آمنوا۔ ایمان لائے ہو	ھل۔ کیا
ادلکم۔ بتاؤں میں تم کو	علی۔ ایک	تجارۃ۔ تجارت	تنجیکم۔ جو بچا لے تم کو
من عذاب۔ عذاب	الیم۔ دردناک سے	تؤمنون۔ تم ایمان لاؤ	باللہ۔ اللہ
و۔ اور	رسولہ۔ اس کے رسول پر	و۔ اور	تجاھدون۔ جہاد کرو
فی۔ بیچ	سبیل۔ راہ	اللہ۔ خدا کے	باموالکم۔ اپنے مالوں

و۔اور   انفسکم۔اپنی جانوں سے   ذلکم۔یہ   خیر۔بہتر ہے

لکم۔تمہارے لیے   ان۔اگر   کنتم۔ہو تم   تعلمون۔جانتے

یغفر۔بخشے گا   لکم۔تم کو   ذنوبکم۔تمہارے گناہ   و۔اور

یدخلکم۔داخل کریگا تم کو   جنت۔باغوں میں   تجری۔کہ چلتی ہیں   من تحتہا۔انکے نیچے

الانہر۔نہریں   و۔اور   مساکن۔مکان   طیبۃ۔اچھے

فی۔بیچ   جنت۔جنت   عدن۔بسنے کے   ذلک۔یہ ہے

الفوز۔کامیابی   العظیم۔بڑی   و۔اور   اخری۔ایک اور نعمت

تحبونہا۔کہ پسند کرو گے تم اسکو   نصر۔مدد ہوگی   من اللہ۔اللہ کی طرف سے   و۔اور

فتح۔فتح   قریب۔نزدیک   و۔اور   بشر۔خوشخبری دو

المؤمنین۔مومنوں کو   یایہا۔اے   الذین۔وہ جو   امنوا۔ایمان لائے ہو

کونوا۔ہو جاؤ   انصار۔مددگار   اللہ۔اللہ کے   کما۔جیسے

قال۔کہا   عیسی۔عیسی   ابن۔بیٹے   مریم۔مریم نے

للحواریین۔حواریوں سے   من۔کون ہے   انصاری۔میرا مددگار   الی۔طرف

اللہ۔اللہ کی   قال۔بولے   الحواریون۔حواری   نحن۔ہم ہیں

انصار۔مددگار   اللہ۔اللہ کے   فامنت۔تو ایمان لائی   طائفۃ۔ایک جماعت

من بنی اسرائیل۔بنی اسرائیل سے   و۔اور   کفرت۔کفر کیا

طائفۃ۔ایک جماعت نے   فایدنا۔پھر مدد کی   نا۔ہم نے   الذین۔انکی جو

امنوا۔ایمان لائے   علی۔اوپر   عدو۔دشمن   ھم۔ان کے کے

فاصبحوا۔تو ہو گئے وہ   ظاہرین۔غالب

سورہ الصف رکوع دوم پارہ ۲۸

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ

اے ایمان والو کیا میں تمہیں بتا دوں وہ تجارت جو تمہیں درد ناک

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ عذاب سے بچالے۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے اور کونسی تجارت ہے جو عذاب الیم سے بچانے والی ہے تو ہم وہی کرتے اور اپنے مال اہل وعیال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ارشاد ہوا کیا اہل ایمان کو تجارت نہ بتائی جائے جو انہیں عذاب الیم سے محفوظ کردے۔

یہاں عمل کو تجارت کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ تجارت میں اصل زر محفوظ اور نفع کی توقع ہوتی ہے تو اسی طرح ان پسندیدہ اعمال سے بہترین نفع دوزخ سے نجات حصول جنت اور رضائے الٰہی ہے اور ایک قول ہے کہ دنیا میں تجارت نفع دیتی ہے اور فقر و فاقہ سے محفوظ کرتی ہے جبکہ اُخروی تجارت دردناک عذاب سے نجات دینے والی ہے وہ تجارت کیا ہے اگلی آیت میں اسکی صراحت ہے اور اس آیت میں رغبت دلائی گئی ہے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول
وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ	سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ	ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	تم جانو۔

(تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ) اے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو۔

استئناف بیانی ہے یعنی نئے سرے سے بیان ہے کیونکہ کہا گیا تھا کہ وہ تجارت کونسی ہے ہمیں اس پر اطلاع فرمائی جائے تو جواباً ارشاد ہوا تو تومنون باللہ الخ یہ جملہ خبریہ اور امر کے معنوں میں ہے اور تجارت کی تفسیر ہے کہ مراد اس سے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور راہ خدا میں مال وجان سے جہاد کرنا ہے۔

(ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

ای ماذکر من الایمان والجہاد ـــ علی الطلاق او من اموالکم وانفسکم
یعنی جو ایمان وجہاد کا ذکر ہوا یہی علی الطلاق تمہارے لیے بہتر ہے یا یہ باتیں تمہارے مالوں و
جانوں سے بڑھ کر بہتر ہیں ۔
(اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝) اگر تم جانو
یعنی اگر تم ایسا کرو تو یہ ہی تمہارے لیے خوب ہے گویا خبر کا مقتضیٰ یہی ہے کہ تم یونہی کرو جب
تم پر واضح ہو گیا کہ ایمان وجہاد ہی تمہارے بہترین عمل ہیں اعلیٰ تجارت ہے اور ہر شئے سے بڑھ
کر ہے ۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ۔

(يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا ۔
یہ جواب امر ہے جو لفظ خبر پر مدلول ہے جیسا کہ ان کے قول میں ہے یعنی ایمان وجہاد کیوجہ سے
تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے یا شرط کے لئے جواب ہے کہ اگر ایمان لاؤ گے اور راہ حق
میں جہاد کرو گے تو تمہارے گناہ بخش دوں گا ۔ یا استفہام ہے جیسا کہ کلام پر دلالت کرتا ہے اور
تقدیر یہ ہے کہ ان تومنوا وتجاہدوا یغفرلکم یا یہ ہے کہ ھل تقبلون ان ادلکم کیا تم قبول کرو
گے اگر میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں اور فراء کا قول ہے کہ مذکور استفہام کا جواب ہے ای ھل
ادلکم اور تعاقب کیا ہے کہ مجرد دلالت سے مغفرت واجب نہیں ہوتی لیکن یہ درست نہیں
ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم بتائی ہوئی تجارت کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا ۔
(وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط)
اور تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں بسنے کے باغوں
میں ۔ ای طاھرۃ زکیہ مستاندۃ وھذا اشارۃ الی حسنھا بذاتہا ،

مسلمانوں کو خوشی سنادو ۔

(وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا) اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے ۔

ای ولکم الی ما ذکر من النعم نعمۃ اُخری ۔ یعنی اور تمہارے لیے ان نعمتوں میں سے ایک اور نعمت عطا فرمائیگا جن کا پیچھے تذکرہ ہوا (تُحِبُّوْنَهَا) تمہیں محبوب و پسند ہے ۔ فی موضع الصفۃ اس نعمت کی توصیف ہے کہ تمہیں اس کا ملنا پسندیدہ ہے ۔

(نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط) اللہ کی مدد اور جلد آنیوالی فتح

ای عاجل ۔ یعنی جلد ملنے والی کشاف میں ہے یہ جواب امر پر عطف ہے اور اس کا مطلب ہے جاھدوا توجروا ولکم الغنیمۃ راہ حق میں جہاد کرو اور تم اجر دیئے جاؤگے اور تمہارے لیے غنیمت عطا ہوگی ۔ اور تحبونہا اسکی تعبیر ہے یعنی تمہیں غنائم کا حصول محبوب ہے بن ابی عیلۃ نے نَصْرٌ اور فَتْحٌ کو منصوب پڑھا جس کا مطلب ہے تنصرون نصرا ویفتح لکم فتحا تم اللہ کی مدد سے نصرت دیئے جاؤگے ۔ اور تمہارے لیے فتح کا باب کھولا جائیگا اس میں عموم ہے کہ اگر ایمان و جہاد کا مظاہرہ کروگے ۔ تو اس تجارت کا نفع نصرت و فتح حصول غنائم کی صورت پاؤگے بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ یا فتح خیبر ہے اور عطا کا قول ہے بلاد روم و فارس کی فتح مراد ہے ۔

(وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ) اور اے محبوب! مومنوں کو خوشی سنادو ۔

بَشِّرِ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فتح ونصرتِ موعودہ کی مسلمانوں کو خوشخبری سنادیجئے ۔

ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو قریبی اور فوری فتح کی دنیا میں اور آخرت میں جنت و نعمار جنت کی بشارت دیدیجئے ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا	اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو
اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى	جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے
ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ	کہا تھا کون جو اللہ کی طرف ہو کر
مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ	میری مدد کریں حواری بولے

یعنی ستھرے پاکیزہ اور لطف دوبالا کرنیوالا باغوں میں لے جائیگا جن کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان باغوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور اس میں جنت کے ذاتی حسن کیطرف اشارہ ہے عدن کے معنی کسی جگہ قرار پکڑنے اور ٹھہرنے یا قیام کرنے کے ہیں او ر عدن جنت کی صفت ہے یعنی ایسے باغوں میں جو ٹھہرنے یا قیام کرنے کے محل ہیں ان باغوں میں پاکیزہ ٹھکانوں میں داخل فرمائیگا بیہقی نے مسٰکن طیبۃ کی تفسیر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد موتی کا ایک محل ہے جس کے اندر سرخ یاقوت کے ستر مکان اور ہر مکان کے اندر ستر کمرے کہ ہر کمرے میں تخت بچھا ہوا جس پر ستر انواع کے کھانے چنے ہوں گے اور ہر کمرے میں خدام مومن کو یہ نعمتیں ہر صبح میسر ہوں گی ۔

حاکم نے بروایت انس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں اپنے دستِ کرم سے اشجار (درخت) لگائے پھر اس سے کہا بول تو جنت عدن گویا ہوئی قد افلح المومنون بلاشبہ مومنوں نے کامیابی پائی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں تجھ میں بخیل کو داخل نہ کرونگا۔ مقاتل کا قول ہے کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن میں جو دو جنتیں مراد ہیں ان میں سے ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل جنتیں آٹھ ہیں (ابوداؤد) اور صحیحین میں ہے کہ چار ہیں دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی اور اہل جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھیں گے ۔

(ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝) یہی بڑی کامیابی ہے ۔

الذی لا فوز وراءہ

یعنی گناہوں کی بخشش اور جنت کی ان نعمتوں کا حصول ایسی کامیابی ہے کہ کوئی کامیابی سے بڑی نہیں ہوگی ۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنیوالی فتح اور اے محبوب

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ؏

ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ) اے ایمان والو دین خدا کے مددگار رہو۔

ای نصرۃ دینہ سبحانہ وعونۃ رسولہ علیہ الصلوۃ والسلام

یعنی اللہ کے دین اور اس کے رسول محترم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار بن جاؤ۔ الاعرج عیسٰی ، ابو عمر و اور اہل حرم نے اس آیت میں اَنْصَارَ اللّٰهِ کو اَنْصَارًا لِّلّٰهِ پڑھا ہے یعنی تنوین کے ساتھ قرارت کیا ہے اور لام تبعیض کے لیے ہے تو معنی یہ ہوں گے تم اس کے (اللہ عزوجل) کے بعض مددگار رہو ۔ اور کشاف میں ابن مسعود کی قرارت ہے کونوا انتم انصار اللہ ہو جاؤ تم اللہ کے مددگار رہو لیکن انتم زائد ہے اور کونوا سے علاوہ ہے جو صواب نہیں ۔

(كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ)

جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کیطرف ہو کر میری مدد کریں ۔

ای من جندی متوجہا الی نصرۃ اللہ تعالٰی لیطابق قولہ سبحانہ، یعنی میرے لشکر میں سے ہو جاؤ۔

جو کہ اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہے تا کہ حق سبحانہٗ کے قول کے مطابق ہو جائے کہ حواریوں نے کہا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں - اور بعض نے کہا الی اللہ میں الی بمعنی ساتھ کے ہے اور انصاری میں اضافت مشارکت نصرت کے لیے ہے کہ اللہ کے نبی کے ساتھ ہو کر نصرت الٰہی کے لیے اشتراکِ عمل کرو ۔ زمخشری کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کے اسی طرح مددگار ہو جاؤ جسطرح حواری عیسٰی علیہ السلام کے مددگار ہوئے جبکہ انہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں یعنی بالکل اسی طرح تم جبکہ یہ فرمایا جا رہا ہے اللہ کے رسول (جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مددگار بن جاؤ۔

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیاء ہیں (مخلصین ہیں) یہ کل بارہ شخص تھے جو سب سے اول آپ پر ایمان لائے انہیں جیسا کہ بحر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شہروں میں بانٹ دیا (بھیجدیا) تو ان میں سے کسی کو روم کسی کو بابل کسی کو افریقہ کسی کو افسس کسی کو بیت المقدس کسی کو حجاز اور کسی کو بربر کے علاقے کی طرف بھیجا اس روایت کی صحت ثقہ نہیں اور نہ ہی ان کے نام معلوم منضبط ہیں سیوطی نے الاتقان میں البتہ ان کا ذکر کیا ہے ۔ حواری کا مادہ اشتقاق الحور ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں اور حواری اسی نام سے اس لیے موسوم ہوئے کہ وہ سفید پوش تھے یا دھوبی تھے ۔

ایک قول ہے کہ اپنی ظاہر اور باطنی پاکیزگی کی وجہ سے حواری موسوم ہوئے بعض کا قول ہے کہ انہیں قصارین (دھوبی) اس لیے کہتے تھے کہ وہ دین اور علم کے افادے سے لوگوں کے نفوس کو پاکیزہ بناتے تھے ایک قول ہے حواریوں سے مراد مجاہدین ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر نبی کیلئے حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے اور ایک روایت میں طلحہ اور زبیر فرمایا رضی اللہ عنہما ۔ اور بعض نے حواری کی تفسیر خاص ساتھی (مخلص رفیق) مخصوص ساتھی سے کی ہے الازہری اور الناصر کا قول ہے الذی اخلص ونقی من کل عیب جو مخلص ہو اور تمام نقائص سے پاکیزہ ہو، قتادہ نے حضرت زبیر کے علاوہ دیگر اصحاب پر حواری کا اطلاق کیا ہے اور انہوں نے بے شک حواری سب کے سب قریش ہی سے تھے اور وہ ابوبکر، عمر، علی، حمزہ، جعفر، ابو عبیدہ بن الجراح، عثمان بن مظعون، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

(قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ اَنْصَارُ اللّٰهِ) حواری بولے ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں یعنی ان بارہ اصحاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور عرض کیا کہ ہم دین خدا کے مددگار ہیں ۔

(فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ م بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ) تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا ای بعیسیٰ علیہ السلام یعنی ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا ۔

(وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ط) اور ایک گروہ نے کفر کیا ۔

اُخریٰ ۔ یعنی دوسرا گروہ کافر ہوا ، ان دونوں گروہوں میں قتال ہوا ۔
(فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ عَلٰی عَدُوِّهِمۡ) تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی
وَهُمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ۔ اور وہ کفار تھے ۔ عدو سے مراد گروہ کفار ہے ۔
فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِیۡنَ ؏ تو غالب ہو گئے ۔

فصاروا غالبین تو وہ غالب ہو گئے ۔ یعنی مومن غالب آئے ۔ زید بن علی اور قتادہ کا قول ہے کہ وہ حجت و برہان کے ساتھ غالب آئے ۔ ایک قول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھالئے گئے تو ان کی قوم کے ایک گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ اور سبحانہٗ تھے جو آسمانوں پر چلا گیا اور ان کی قوم کے دوسرے گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ کے بیٹے تھے اللہ نے اسے اپنے پاس بلالیا (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا) (معاذ اللہ) اور ان کی قوم کے تیسرے گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو انہوں نے قتال کیا تو قوم عیسیٰ کے دونوں گروہ جو الوہیت عیسیٰؑ اور ابنیت عیسیٰؑ کے مدعی تھے مومنوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو مومن فرقہ دونوں کافر گروہوں پر غالب آگیا اور یہ ابن عباس سے مروی ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان رفع عیسیٰؑ کے بعد قتال واقع ہوا تو مومن کفار پر تلوار سے غالب آگئے اور مشہور یہ ہے کہ قتال شریعت عیسیٰ علیہ السلام میں نہ تھا اور ایک قول ہے کہ طائفہ مومنہ سے مراد بعض بنی اسرائیل کا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور طائفہ کفار سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے تو اللہ نے مومنوں کو کافروں پر مدد دی اور وہ غالب آگئے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

الحمد للہ تفسیر سورۃ الصف مکمل ہوئی ۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ، ۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء بروز اتوار

سورۃ الجمعۃ

یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں جمہور کے نزدیک جن میں ابن عباس ابن الزبیر، حسن مجاہد، عکرمہ اور قتادہؒ بھی شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے البتہ ابن یسار کا قول ہے کہ یہ مکی ہے ابن عباسؓ اور مجاہدؒ سے اس کے مکی ہونے پر بھی حکائت منقول ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ مدنی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اس وقت بارگاہ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سورۃ الجمعہ نازل ہوئی ابو ہریرہ کا قبول اسلام ہجرت کے بعد مسلمہ متفقہ ہے۔ اور آیت قل یایھا الذین ھادوا ان زعمتم مدینہ کے سوا کیونکر ہو سکتی ہے پچھلی سورت کے ساتھ اس کے اتصال کی وجہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے جبکہ اس سورہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی امت کے فضل و شرف کا دونوں امتوں کے مقابل ذکر ہیں اور اسی وجہ سے اس سورت میں یہود کے ذکر سے تعرض ہے پچھلی سورت میں بشارت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تھی کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور اس میں اس بشارت کے اشارے سے ارشاد ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً پچھلی سورت کا خاتمہ تجارت اخرویٰ یعنی ایمان و جہاد کے ذکر پر تھا اور اس میں جمعہ کے حکم کے ساتھ جو کہ تجارت دنیوی سے کہیں بڑھ کر ہے اس میں صف اور عبادت کا ذکر تھا اس میں جمعہ اور جماعت کا مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے روائت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔

بیہقی نے جابر بن سمرہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شب جمعہ نمازِ مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ شب جمعہ نماز عشاء سورت الجمعہ پڑھتے تھے اور ان احادیث سے سورہ مبارکہ کی فضیلت و شرف پر واضح ہوتی ہے۔

سورۃ الجمعہ مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع ۔گیارہ آیات ۔ایک سو اسی کلمے اور سات بیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ جمعہ پ ۲۸

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ ۔کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۗ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں

بِاٰیٰتِ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کوتکوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الجمعہ پ ۲۸

یسبح۔ پاکی بولتا ہے	للہ۔ اللہ کی	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
السموٰت۔ آسمانوں کے	و۔ اور	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہے	الملک۔ بادشاہ	القدوس۔ کمال پاکی والا	العزیز۔ عزت والا
الحکیم۔ حکمت والا	ھو۔ وہ	الذی۔ اللہ وہ ہے جس نے	بعث۔ بھیجا
فی۔ بیچ	الامیین۔ ان پڑھوں کے	رسولا۔ رسول	منھم۔ انہی میں سے
یتلوا۔ پڑھتا ہے	علیھم۔ ان پر	ایٰتہ۔ اسکی آیتیں	و۔ اور
یزکیھم۔ پاک کرتا ہے ان کو		و۔ اور	یعلمھم۔ سکھاتا ہے انکو
الکتٰب۔ کتاب	و۔ اور	الحکمۃ۔ حکمت	و۔ اور
ان۔ بیشک	کانوا۔ تھے وہ	من قبل۔ اس سے پہلے	لفی۔ بیچ
ضلل۔ گمراہی	مبین۔ ظاہر کے	و۔ اور	اٰخرین۔ اوروں کو بھی

منھم۔ان میں سے لما۔جو نہیں یلحقوا۔ملے بھم۔ان کے ساتھ
و۔اور ھو۔وہ العزیز۔عزت والا الحکیم۔حکمت والا ہے
ذلک۔یہ فضل۔فضل ہے اللہ۔اللہ کا یؤتیہ۔دیتا ہے وہ
من۔جسے یشاء۔چاہے و۔اور اللہ۔اللہ
ذو۔صاحب الفضل۔فضل العظیم۔بڑے کا ہے مثل۔مثال
الذین۔ان کی جو حملوا۔اٹھوائے گئے التورٰنۃ۔توریت ثم۔پھر
لم۔نہ یحملو۔اٹھایا ھا۔اس کو کمثل۔جیسے
الحمار۔گدھا یحمل۔جو اٹھائے اسفارا۔کتابیں بئس۔بہت بری
مثل۔مثال ہے القوم۔ان الذین۔لوگوں کی کذبوا۔کہ جھٹلایا
بایت۔آیات اللہ۔الٰہی کو و۔اور اللہ۔اللہ
لا۔نہیں یھدی۔ہدایت دیتا القوم۔قوم الظلمین۔ظالم کو
قل۔کہو یاایھا۔اے لوگو الذین۔جو ھادوا۔یہودی ہو
ان۔اگر زعمتم۔تم یہ سمجھتے ہو کہ انکم۔تم اولیاء۔دوست ہو
للہ۔اللہ کے من دون۔سوائے الناس۔لوگوں کے تو فتمنوا۔خواہش کرو
الموت۔موت کی ان۔اگر کنتم۔تم صدقین۔سچے ہو
و۔اور لا۔نہ یتمنونہ۔خواہش کرینگے اسکی ابدا۔کبھی بھی
بما۔بسبب اسکے جو قدمت۔آگے بھیجا ایدیھم۔ان کے ہاتھوں نے و۔اور
اللہ۔اللہ علیم۔جانتا ہے بالظلمین۔ظالموں کو قل۔کہو
ان۔بیشک الموت۔موت الذی۔وہ جس سے تفرون۔تم بھاگتے ہو
منہ۔اس سے فانہ۔تو وہ ملقیکم۔تم کو ملنے والی ہے ثم۔پھر
تردون۔لوٹائے جاؤگے الی۔طرف علم۔جاننے والے الغیب۔غیب
و۔اور الشھادۃ۔حاضر کی فینبئکم۔تو وہ ضرور تم کو خبر دے گا
بما۔اسکی جو کنتم۔تم تعملون۔کیا کرتے تھے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجمعہ پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ	میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ
الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۝	کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا

ہر شے جو زمین و آسمانوں میں ہے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور یہ تسبیح ایک خاص نوعیت کی ہے اور اپنی خاص نوعی زبان میں اقرار عظمت کر رہی ہے اور ہر شے توحید ذات باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہے اور اپنے موجد کی پاکی بولتی ہے وہ موجد الملک ہے یعنی حکومت کا مالک پادشاہ قابض و متصرف بالذات القدوس یعنی با عظمت اور ہر عیب و نقص سے پاک، العزیز یعنی غالب اور ایسا کہ کوئی اس کا نظیر و مثیل نہیں یا ایسا معظم کہ اس کی منزلت کا احاطہ نہ ہو سکے الحکیم ہر شے کو اپنی حکمت بالغہ کے تحت فرمانے والا یعنی ہر شے کی تسبیح سے اس ذات کریم کی جو ان معظم صفات کی مالک ہے عظمت و ربوبیت۔ قدرت والوہیت کا اظہار و اقرار ہو رہا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ	وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں
رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ	انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان
اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ	پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں
الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ۗ وَاِنۡ کَانُوۡا	پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور
مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝	حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک
	وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے

(هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا۔

یعنی سبحانہ العرب لأن اکثرھم لا یکتبون ولا یقرؤن

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے عرب میں رسول کو بھیجا جن کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے نابلد تھی (نا آشنا تھی)، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بروائت ابن عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل

کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "انا امیۃ لانکتب ولا نحسب" بے شک ہم ایک ان پڑھ قوم
ہیں نہ ہی لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب کرتے ہیں،، اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ بے شک وہ اپنی ماں
کی ولادت کے اصل حال پر ہیں کہ کتابت وحساب وغیرہ کی تعلیم ہرگز نہیں دیئے گئے تو گویا وہ
اپنی پہلی جبلت پر ہیں اور اُمیّ ہونا ان کی ماں کی طرف سے منسوب ہے جس نے اسے جنا۔

ایک قول ہے کہ اُمی ہونا قوم عرب کیطرف منسوب ہے اور ایک قول ہے کہ مراد ام القریٰ
کیطرف نسبت ہے کہ مکہ کو ام القریٰ کہتے ہیں۔

(رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ) انہی میں سے ایک رسول

ای کائنًا من جملتھم امیًا مثلھم یعنی رسول بھی اُن اَن پڑھوں میں سے تھے ایک بے پڑھے
تھے یعنی ان کی طرح لکھتے اور کتاب سے کچھ نہ پڑھتے تھے۔ ایک قول ہے کہ مِنۡهُمۡ میں رسول کی عظمت
کا اظہار ہے کہ وہ رسول ایسے محترم ومحتشم ہے کہ ان کے نسب وشرافت کو وہ خوب جانتے پہچانتے ہیں
اور ان کا اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آپ کی صفاتِ جلیلہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ
"نبیٔ اُمّی،، ہیں اور آپ اَن پڑھ امت کیطرف مبعوث فرمائے گئے کتاب شعیاء (گزشتہ
صحیفوں میں سے ایک صحیفہ) میں ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا میں اُمیوں میں ایک نبیٔ اُمّی بھیجوں
گا اور اس پر نبوت ختم کر دوں گا۔

(یَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ) کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں

مع کونہ امیا مثلھم لم یعھد منہ قراءۃ ولا تعلم۔

یعنی اہل عرب کی اکثریت کیطرح اُمی ہونے کے باوصف کہ کتاب سے کچھ نہ پڑھتے اور لکھتے
تھے لوگوں کو آیات قرآن سناتے ہیں یعنی ان پر اللہ کا کلام پڑھتے ہیں اور یہ دلائل نبوت میں سے
ایک عظیم دلیل ہے کہ آپ اس قوم میں جو سب کی سب اُمّی اور ناخواندہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان میں اُمّی پیدا ہوئے۔ اور انہی لوگوں میں عمر گزاری جن میں گزشتہ علوم واخبار کا جاننے والا
کوئی نہ تھا اور نہ ہی آپ نے تحصیل علم کی اور نہ ہی کسی عالم کی طرف سفر کیا کہ گزشتہ امتوں اور
کتب کے حالات جانتے، بلاشبہ ان کتابوں کے اجلّہ علماء وعرفاء کی اکثریت پر آپ نے حجت قاہر
قائم فرمائی کہ وہ دلیل لانے اور حجت نبویہ کے رد سے عاجز آگئے اور یہی دلیل ہے کہ بلاشبہ آپ

اللہ کی طرف سے رسول تھے اور اسی کی طرف سے سب کچھ لائے تھے اس پر قیاس کیجئے کہ بغیر تعلیم واکتساب علم آپ علم و معرفت کے جس اعلیٰ مقام پر متمکن تھے علوم اولین و آخرین کی رسائی وہاں تک ممکن ہی نہیں ہے۔ مُلّا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

امی و دقیقہ دان عالم   بے سایہ و سائبان عالم

غرضیکہ آپ کی مثل و نظیر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے اور یوں لوگوں کو مسخر کیا ہوا اور ان لوگوں کو جو جہالت کی اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اپنے فیضان و صحبت و تربیت سے علم و عمل کے اوج کمال پر پہنچایا ہو یہ سب اللہ کا فضل تھا جو آپ کو عطا ہوا۔ علماء کا قول ہے کہ قرأت و کتابت آپ کو حاجت ہی نہ تھی کہ غائت حضور علم عطا کئے گئے تھے اور خط (لکھنا پڑھنا) ایک صنعت ذہنیہ ہے جو آلہ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو وہ ہستی کہ قلم اعلیٰ اس کے زیر فرمان ہو اس کو کتابت کی کیا ضرورت ہے۔

(وَيُزَكِّيهِمْ) اور انہیں پاک کرتے ہیں۔

وَيَتْلُوا پر عطف اور رسول کی صفت ہے۔ ای یحملھم علی ما یصیرون بہ ازکیاء طاھرین من خبائث العقائد والاعمال یعنی ان کو فرماتے ہیں جس سے وہ گندے عقیدوں (شرک و کفر) اور برے اعمال (جاہلیت کے کام) سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں اور طہارت ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اخلاق رزیلہ سے محفوظ اور اخلاق فاضلہ سے ستور جاتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں اور نفاست سے زینت پاتے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے نفوس کی مکمل تہذیب اصلاح فرماتے ہیں۔

(وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ) اور انہیں کتاب اور حکمت علم عطا فرماتے ہیں یعنی ان کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت یعنی اسرار طریقت بتلاتے ہیں یا احکام شریعت کی سمجھ عطا کرتے ہیں یا حکمت سے مراد تمسک بالسنۃ اور شغل فی الفقہ ہے۔

ایک قول کہ حکمت سے مراد محکمات شریعت ہیں بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ؎

کفاک بالعلم فی الامی معجزۃ   فی الجاھلیۃ والتادیب فی الیتم

تیرے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ اُمّی میں علم کا ہونا معجزہ ہے اور جاہلیت میں ادب و تہذیب

دُرِّ یتیم میں ہے ۔

(وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ) اور وہ بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے ۔

من الشرک وخبث الجاهلية

یعنی سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل عرب شرک وکفر اصنام پرستی باطل عقائد اور انتہائی گندے اور گھناؤنے اعمال میں گرفتار تھے جیسے شراب نوشی جوا سود خوری لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا وغیرہ ان کے سارے اعمال وبصیرت کے منافی تھے ۔

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞	اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت وحکمت والا ہے ۔

(وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ) اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں ۔

آخرین آخر کی جمع غیر کے معنوں میں ہے اور یہ امیین پر عطف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے ای من الامیین یعنی امیوں میں سے اور یہاں من بیانیہ ہے اور اگر عطف یعلمہم کی ضمیر مفعول پر ہو معنی یہ ہوں گے کہ ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے پہلے لوگوں میں سے ہی ہیں یعنی ان کے ہم مذہب اور انہی کے راستہ پر چلنے والے ہیں ابن زید کا قول ہے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے مجاہد کا قول ہے مراد اہل عجم ہیں مقاتل اور عکرمہ کا قول ہے تابعین مراد ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قول سب سے قوی ہے کہ تابعین سے مراد وصحابہ کے بعد میں آنے والے ہیں قیامت تک اور اگر تابعین سے مراد مخصوص جماعت ہو تو یہ بالکلیہ صحیح نہیں ہے تابعین کا لفظ وصراحت کیلئے کافی ہے جیساکہ یعلمہم کی ضمیر مفعول کی وضاحت میں گزرا ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل عرب وعجم سبھی جو قیامت تک آنیوالے ہیں اور ان کے دین وطریق پر چلیں گے ۔

(لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ) جو اگلوں سے نہ ملے

ای لم یلحقوا بہم بعد سیلحقون وھم الذین جاءوا بعد الصحابہ الی یوم الدین
یعنی وہ لوگ جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے اور بعد میں جلد ہی مل جائیں گے اور وہ لوگ ہیں جو
صحابہ کے بعد روز قیامت تک ہوں گے ایک قول ہے کہ ان (اگلوں) کے فضل و شرف کو نہ پہنچے ۔
صحابہ کی تفضیلت تابعین الی یوم الدین پر واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں
سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے مُد یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچے گا۔
(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝) اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔
یعنی وہی عزت والا غالب ہے کہ نبی امی کو ایسے کمالات عظیمہ عطا فرمائے اور حکمت والا
کہ جیسے چاہے اپنی رسالت کے منصب سے سرفراز فرمائے ،
اس میں حمد باری کے ساتھ نعت نبوی بھی ہے ۔ کہ مقتضائے عزت و حکمت آپ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ پر اللہ کا یہ فضل خصوصی ہے ۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

(ذٰلِكَ) یہ اشارۃ الی ما تقدم من کونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسولًا
فی الامیین ومن بعد ھم معلمًا مزکیا ۔
اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے جس کی ذکر پیچھے گزرا یعنی رسول کا ان پڑھوں
میں مبعوث ہونا اور جو ان کے بعد ہوئے ان کے لیے مُعَلِّم و زکّی ہونا یعنی ان لوگوں کو تعلیم دینا
اور انہیں پاک و ستھرا کرنا جو بعد میں آنے والے ہیں ۔
(فَضْلُ اللّٰهِ) اللہ کا فضل
واحسان جل شانہ یعنی جو کچھ مذکور ہوا یہ سب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا احسان اور لطف وکرم ہے
(يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ) جسے چاہے دے
من عبادہ تفضلا ولا یشاء سبحانہٗ ایتاءہ لاحد بعدہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل سے نوازتا ہے اور اسے فضائل وکمالات

عظیمہ سے سرفراز فرماتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول ومعلم ومزکی بنانا اللہ کا فضل ہے جو ان کو عطا ہوا اور یونہی ان کی امت یا ان کے متبعین پر اللہ کا فضل خصوصی ہے کہ بوساطت رسول ہدایت دیئے گئے تعلیم کتاب سے سنوارے گئے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کیا گیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس فضل واحسان کو ان کے بعد (سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی اور کو یہ عطا نہیں فرمانا چاہتا یعنی تمام فضائل وکمالات آپ پر پورے کر دیئے گئے اور یہ نعمت آپ پر ہی مکمل کر دی گئی اور آپ کے بعد یہ کسی اور کو عطا نہ ہوگی اس میں ختم نبوت کیطرف بھی اشارہ ہے

(وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ) اور اللہ بڑے فضل والا۔

یعنی اللہ اپنی مخلوق پر بہت فضل والا ہے کہ ان کی ہدایت کے واسطے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ ایسے فضل والا ہے کہ دنیا وآخرت کی نعمتیں اس کی عطا کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی پھر انھوں نے اسکی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

(مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ) ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی۔

ای علموها وكلفوا العمل بما فيها ۔ والمراد بهم اليهود

یعنی ان لوگوں کو اسکی (تورات) تعلیم دی گئی اور جو کچھ اس میں تھا اسکے ساتھ عمل کرنے کی تکلیف دی گئی اور ان لوگوں سے مراد یہود کا گروہ۔

(ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا) پھر انھوں نے اس کی حکم برداری نہ کی۔

ای لم يعملوا بما فی تضاعيفها التی من جملتها الآيات الناطقة بنبوة

[illegible] وہ آیات بھی تھیں جو سر ورد عالم
[illegible] کو دیکھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا
[illegible] جرأت احکام تورات کی پیروی نہ کی اور
[illegible] کے مطابق عمل [illegible]

(کمثل الحمار یحمل اسفارا) [illegible] مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔

ای کتبا کبارا علی مایشعر بہ التنکیر وایثار لفظ السفر وما فیہ من معنی الکشف من
[illegible] یتعب بحملها ولا ینتفع بها (یحمل) اماحال من الحمار لکونہ معرفۃ لفظا و
[illegible] العامل فیہ معنی المثل او صفۃ لہ لان تعریفہ ذھنی فہو معنی نکرۃ فیوصف علی الاصح

یعنی بڑی بڑی کتابیں جیسا کہ تنکیر سے اشارہ ہے اور لفظ سفر سے مراد کتاب مقدس اور جو
کچھ اس میں ہے روشن ہوتا یا حقائق علم کا کھولنا ہے کہ حامل ان کتابوں کے بوجھ سے تھکا جاتا ہے اور
ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا۔

اور یحمل یعنی اٹھاتا ہے یا تو گدھے کی حالت ہے تاکہ اسکی الفاظ کے ذریعے پہچان ہو اور
[illegible] عامل بمعنی مثل (مانند) ہے یا اسکی صفت ہے تاکہ اسکی ذہنی تعریف ہو دیہچان ہو
[illegible] نکرہ ہے پس اسکی صحیح حسب حال تعریف کی گئی ہے۔ ابو حیان نے محققین کے
[illegible] حالت پر نسب کیا ہے اور آیت کے ماقبل سے ارتباط کی وجہ اس ضمن کی طرف
[illegible] اللہ تعالی نے اس رسول معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جس کی نعت
[illegible] اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے جاری واضح ہوئی جیسا کہ کہا گیا
[illegible] اس مبشر کو مبعوث فرمایا جسکی تورات میں نبی الامی کے نام سے نعت بیان
[illegible] کیطرف بھیجا گیا۔ اسی طرف وہ شخص جس کے پاس ان کی نعت ومدح
[illegible] اور اس نے اسے خوب جان پہچان لیا (اسے معلوم ہوگیا پھر وہ ایمان
[illegible] کیطرح ہی ہے کہ اخبار کتب اور علم ومعلومات صحیحہ کے باوجود فائدہ
[illegible] کتابوں کے بوجھ تلے تھکا ماندہ ہے اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور اس آیت

میں دلیل ہے اس عالم کی بری حالت کی جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور گدھے کے ساتھ تشبیہ اسکی جہالت پر واضح ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی جو نفع نہ دے ارشاد ہے ۔ اللّٰھُمَّ انی اعوذ بك من علم لا ینفع اور یونہی علم باعمل کے بارے میں تمثیلاً ارشاد ہے المتعبد بلا فقہ کالحمار فی الطاحونۃ عابد شخص علم کے بغیر خراس گدھے کی مانند ہے مقصد یہ ہے کہ علم بغیر عمل نہیں اور عمل بغیر علم نہیں اور بے عمل عالم کو حق سبحانہ، وتعالیٰ نے جاہل فرمایا جیساکہ اس آیت سے بھی مشیر ہے نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون ہ

جس طرح علما یہود صرف تورات اٹھائے پھرتے تھے اور اس کے الفاظ رٹ لیتے اور اس سے نہ نفع اٹھاتے اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالاتے تو یہی مثال امت مسلمہ کے ان لوگوں کی ہے جو قرآن حکیم کے معانی کو نہ سمجھیں اور نہ ان پر غور کریں اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالائیں یا اس سے روگردانی کریں گویا سچا عالم وہی ہے جس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو ۔

(بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں ۔

والمراد بھم الیھود ، اور اس سے (لوگوں سے) مراد یہود ہیں اور الذین قوم کی صفت ہے اور مخصوص محذوف ہے اور مثل بمعنی ھُوَ ہے اور یہ ضمیر مثل الذین حملوا التوراۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہود وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف تورات کے احکام کو پس پشت ڈالا کتمان حق کیا تحریف کے مرتکب ہوئے اور ان آیات کو جو نعت رسول امی کو واضح تھیں جھٹلایا اور اس طرح اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد آیات قرآن کا انکار کیا اور آپ کی رسالت کے منکر ہوئے ۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہ) اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا

یعنی وہ لوگ جنہوں نے تصدیق کے بجائے تکذیب کی یا جنہوں نے ظلم کو پسند کیا تو وہ اپنی اس روش کیوجہ سے ہدایت سے خود ہی محروم ہوگئے اور یہ ان کے طرزِ عمل کا منطقی ثمرہ ہے کہ تکذیب کیوجہ سے ہمیشہ ہمیش کے عذاب سے دوچار ہوں گے ۔ اور اللہ کریم ایسے لوگوں سے توفیق ہدایت سلب فرما دیتا ہے ۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان

زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥

ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

(قُلْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا) تم فرماؤ اے یہودیو!

ای تہود وا ای صاروا یہوداً یعنی تم ہدایت والے ہو جاؤ یعنی تم یہودی جاؤ

(اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ) اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو۔

ای احباء لہ سبحانہ ولم یضف اولیاء اللہ تعالیٰ کما فی قولہ سبحانہ: (الا ان اولیاء اللہ) قال الطیبی لیوذن بالفرق بین مدعی الولایۃ ومن یخصہ عزوجل بہا؛

یعنی تم (اگر یہ گمان رکھتے ہو) اگر حق سبحانہ وتعالیٰ کے پیارے ہو اور "اولیاء" کو اپنی طرف مضاف نہ فرمایا جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول میں ہے "الا ان اولیاء اللہ" کہ اس میں اولیاء اللہ پر مضاف ہے اور اللہ مضاف الیہ، طیبی کا قول ہے کہ یہ اس لیے کہ ولایت الیہ کے خودساختہ مدعی اور اس شخص میں جس کو حق تعالیٰ اپنی ولایت سے مخصوص فرمائے واضح تفریق ہو جائے۔

(مِنْ دُوْنِ النَّاسِ) اور لوگ نہیں۔

ای متجاوزین من الناس یعنی لوگ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہیں لوگ اللہ کے لاڈلے ہو چہیتے ہو اور کہ جنت میں بس وہی داخل ہو گا جو یہودی ہو گا جیسا کہ یہودی کہتے تھے

(فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ) تو مرنے کی آرزو کرو

ای فتمنوا من اللہ تعالیٰ ان یمیتکم وینقلکم من دار البلیۃ الی محل الکرامۃ۔

یعنی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو اور اپنے اس دعویٰ میں پکے ہو کہ ہم حق پر ہیں اور آخرت کا خالص انہی کے لیے تو موت کی آرزو کرو کیونکہ جو یقین رکھتا ہے کہ وہ اہل جنت سے ہے اس دار البلاء (دنیا) سے خلاصی کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ نے "قل" فرما کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان سے (یہود) سے یوں فرمائیں تا کہ ان کے جھوٹے دعووں،

خود ساختہ بڑائیوں اور آرزوؤں کی حقیقت کھل جائے اور ان کا جھوٹ واضح ہو جائے اور روایت ہے کہ جب سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا تو مدینہ کے یہودیوں نے یہود خیبر کو لکھا اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو گے تو ہم بھی ان کی اطاعت کریں گے اور اگر تم نے انکی مخالفت کی تو ہم بھی انکی مخالفت کریں گے تو انہوں نے (یہود خیبر نے) کہا کہ اللہ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور عزیر علیہ السلام جو اللہ کے بیٹے تھے (معاذاللہ) اور انبیاء علیہم السلام ہم میں سے تھے اور نبوت اہل عرب میں کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہم اُس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت زیادہ حق دار ہیں لہذا انکی اتباع کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو یہ آیہ مبارکہ قُلْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوا الخ نازل ہوئی

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ	اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے
اَیْدِیْهِمْ ؕ	ان کرتوتوں کے سبب جو ان کے ہاتھ
وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝	آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا۔

(وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا) اور وہ کبھی اسکی آرزو نہ کریں گے۔

اخبار بحالھم المستقبلۃ وھو عدم تمنیھم الموت۔ یہ ان کے آئندہ زمانے کی حالت کی خبر اور وہ یہ ہے کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ اور یہ ان مخاطبین کی جماعت کیلئے خاص تھے جیسا کہ اس خبر سے واضح ہے اور مروی ہے کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا۔

"والذی نفسی بیدہ لا یقولھا احد منکم الا غص بریقہ" اس ذات برحق جل سبحانہٗ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اسے نہیں کہے گا۔ (موت کی تمنا نہیں کرے گا) مگر یہ کہ بجلی کی کوند کی طرح پھندا ڈال دے گی۔ (اسی وقت موت وارد ہو جائیگی) تو ان میں سے کسی ایک نے بھی موت کی آرزو نہ کی اور یہ اس لیے کہ انہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا پختہ یقین تھا تو انہیں معلوم تھا کہ اگر انہوں نے تمنائے موت کی تو وہ اسی گھڑی میں مر جائیں گے اور وعید عذاب سے ملحق ہو جائیں گے اور یہ امر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن معجزات میں سے ایک ہے (بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ) ان کرتوتوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔

سببیۃ متعلقہ بما یدل علیہ النفی ای یابون التمنی بسبب ما قدمت۔

یہ سببیہ متعلقہ ہے جو نفی پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ لوگ موت کی آرزو کرنے سے انکار کریں گے اس سبب سے جو وہ آگے بھیج چکے۔ والمراد بما قدمته ایدیھم الکفر والمعاصی الموجبۃ لدخول النار اور جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے اس سے مراد ان کے کفر و معاصی ہیں جو ان کے دخول جہنم کا موجب ہیں کیونکہ انہیں اپنے کفر یہ اعمال اور بری کرتوتوں کی پاداش میں اپنے دوزخی ہونے کا یقین تھا اور ان کی یہی وہ اندرونی کیفیت تھی جو انہیں تمناء موت سے روکتی تھی تو گویا یہ ان کی حالت باطن کا انکشاف ہے جو بالتصریح معجزہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں حجت الٰہیہ میں گرفتار تھے کہ آرزو کریں تو موت سے دو چار ہوں اور نہ کریں تو اپنے کذب اور دوزخی ہونے پر خود دلیل بنجائیں اور اللہ کی حجت ہی غالب ہے اور اسکی پکڑ شدید ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝) اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

یعنی اللہ کریم کو معلوم ہے جو کچھ ان لوگوں سے صادر ہو چکا ہے یعنی ان کے کفر و معاصی اللہ کو معلوم ہیں اور وہ جلد ہی ان کے موافق انہیں سزا دے گا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

(قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ) تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو

ولا تجسرون علی ان تمنوا مخافۃ ان تؤخذوا بوبال افعالکم

اور تم (موت کیلئے) اس وجہ سے آرزو کی جرأت نہیں کرتے کہ تم ڈرتے ہو کہ تم اپنے افعال کے وبال کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے مگر تم اس سے بچ نہیں سکتے اور تمہارا بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔

(فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ) وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔

ان الموت ھو الشیٔ الذی تفرون منہ فیلاقیکم

بے شک موت ہی وہ شے جس سے تم بھاگتے ہو تو وہ بالضرور تمہیں آکر رہے گی یعنی اگر تم اب

موت کی آرزو نہیں کرتے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو کہ موت تو بہر حال ایک روز آنی ہی ہے حرف ان مکرّر آیا ہے اور یہ تاکید شدید کیلئے ہے اور یہ تاکید ان کے اصرار کے مقابل ہے کہ وہ اپنے کفر و معاصی پر شدید مصر تھے اور موت سے انہیں یونہی سخت انکار تھا۔

(ثُمَّ تُرَدُّونَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ)

پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔

الذی لا یخفی علیہ خافیہ یعنی اس ذات کیطرف جس پر ہر چھپ جانے والی شے نہ چھپ سکے گی۔

(فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

من الکفر والمعاصی بان یجازیکم بھا یعنی تمہارے کفر اور تمہارے گناہوں کو تم پر کھول دے گا اور اس کے موافق تمہاری سزا ہوگی۔ آلوسی کہتے ہیں کہ اس آیت سے اشارۃً علماء کی ایک کثیر جماعت نے طاعون کی وباء سے بھاگنے کو بُرا جانا ہے اور اس میں طویل بحث ہے ان علماء میں سے ایک ابن خزیمہ ہیں جن کے نزدیک طاعون سے فرار گناہ کبیرہ ہے اور انہوں نے اپنی صحیح میں "باب الفرار من الطاعون من الکبائر" کے تحت لکھا ہے (ترجمہ کیا ہے) اور بے شک اللہ تعالٰی اس کا تعاقب فرمائے گا جس سے ایسا واقعہ ہوا اور وہ اس سے درگزر نہ فرمائیگا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے "الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف" طاعون سے بھاگنا میدانِ جہاد و قتال سے بھاگنے جیسا ہے اور اس حدیث کو امام احمد، طبرانی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کی ہے اور اسکی سند حسن ہے اور امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ اکثر علماء اسکی تحریم کے قائل ہیں اور ان علماء میں سے بعض نے کہا مکروہ ہے اور ان میں امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں قاضی عیاض وغیرہ نے اس جگہ سے جہاں طاعون پھیلے نکلنے کا جواز صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابوموسی الاشعری اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین جن میں سے اسود بن ہلال مسروق شامل ہیں نقل کیا ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے طاعون میں اپنے آخری خطبہ میں کہا بے شک یہ عذاب سیلاب کی مانند ہے جو اس میں مصیبت زدہ ہوگیا تو اس نے غلطی کی اور آگ کی مثل ہے جو اس سے مصیبت زدہ پر تو اس نے غلطی کی (گناہ کیا)، اور جو ٹھہرا رہا تو اس نے اسے جلا ڈالا اور

یہ الفاظ بھی منقول ہیں بے شک یہ طاعون عذاب ہے پس تم اس میں گھاٹیوں پھیل جاؤ اور ان وادیوں میں متفرق ہو جاؤ پس جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے نہ تو اس سے روکا اور نہ ہی اُسے مکروہ جانا اور طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم ابو موسیٰ الاشعری سے بات چیت کر رہے تھے جبکہ وہ اپنے کوفے کے گھر میں تھے تو انہوں نے ہم سے کہا طاعون پھیل گیا ہے : تم پر جائز نہیں کہ تم اس بستی سے الگ ہو تاکہ تم اپنے شہروں میں پھر و یہاں تک کہ یہ وبا ختم ہو تو یقیناً میں تمہیں خبر دوں گا اس سے جو اس سے (بڑھکر) مکروہ ہے کہ جس نے گمان کیا کہ اگر نہ نکلا تو وہ اسے (طاعون) پہنچے گا اور اگر نکلا تو وہ اسے نہ پہنچے گا (طاعون سے بچ جائیگا) پس جو کوئی ایسا گمان نہ رکھے تو اس پر نکلنے اور کہیں اور جانے میں حرج نہیں اور بیہقی وغیرہ نے بسند حسن روایت کی ہے کہ جب یہ طاعون واقع ہو جائے تو جو وہاں سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس کو ضرور نکلنا چاہیے اور دو باتوں سے (جو ہونیوالی ہو سکتی ہیں) ڈرو جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا نکلنے والا نکلا تو سلامت رہا اور بیٹھ رہنے والا بیٹھ رہا تو وہ مبتلا ہوا پس اگر تو نکلتا تو سلامت رہتا جس طرح کہ فلاں محفوظ رہا اور اگر تو ٹھہرا رہتا تو مبتلا ہوتا جس طرح کہ فلاں مبتلا ہوا اور جاننا چاہیے کہ نکلنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ بے شک ہر وہ شے جو مقدر ہے ہو کر رہنے والی ہے اور میں گویا اس کے تحت مختار ہوں سیوطی کا قول ہے کہ طاعون عام مہلکات سے مستثنیٰ ہے اور اس سے فرار کیلئے نہی تحریمی ہے جبکہ دوسری صورتوں میں فرار نہی ہے تنزیہی ہے اور بعض علماء کے نزدیک نہی تعبدی ہے۔

میں کہتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ طاعون پچھلی قوموں کیلئے عذاب تھا جبکہ اُمت محمدیہ کےلیے اجر شہادت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ الطاعون شہادۃ طاعون شہادت ہے (الحدیث) اور اس مرض میں ہلاک ہونیوالا شہید کے حکم میں ہے اور یونہی طاعون کے زخم شہدا کے زخموں کی مانند ہوں گے جن سے خوشبو پھیلے گی۔ لہذا طاعون سے فرار کہ بچ جاؤں اور اگر رہا تو مبتلا نہ ہو جاؤں ایسا امر ہے کہ اس کی کراہیت واضح ہے اور مومن تقدیر الٰہی پر ایمان رکھتا ہے لہذا اگر ہلاکت مقدر ہے تو فرار میں کوئی نفع نہیں اور اگر مقدر نہیں تو ٹھہرنے میں خطرہ نہیں لہذا اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرنا چاہیے اور وہی وکیل وکفیل ہے البتہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ جہاں طاعون پھیل جائے وہاں سے نہ نکلو اور جہاں پھیلا ہوا ہو وہاں نہ جاؤ۔

اور ہمارا احناف کا اسی پر عمل ہے۔ اور حدیث عائشہ جو پیچھے گزری اس پر بعض علماء نے تشبیہ کا اطلاق کیا ہے اور اعتراض کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ " مر بجاط مائل فاسرع ولم یمنع احد من ذلک " کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گرتی ہوئی دیوار کے پاس سے گزرے تو جلدی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کسی کو منع نہ فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝	اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝	پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔
وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝	اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

یایہا۔ اے	الذین۔ لوگو جو	آمنوا۔ مومن ہو	اذا۔ جب
نودی۔ اذان کہی جائے	للصلوۃ۔ نماز کے لیے	من یوم۔ دن	الجمعۃ۔ جمعہ کے
فاسعوا۔ تو دوڑو	الی۔ طرف	ذکر۔ ذکر	اللہ۔ اللہ کے
و۔ اور	ذروا۔ چھوڑ دو	البیع۔ خرید و فروخت	ذلکم۔ یہ
خیر۔ بہتر ہے	لکم۔ تمہارے لیے	ان۔ اگر	کنتم۔ ہو تم
تعلمون۔ جانتے	فاذا۔ پھر جب	قضیت۔ پوری ہو جائے	الصلوۃ۔ نماز
فا۔ تو پھر	تنتشروا۔ پھیل جاؤ	ف۔ بیچ	الارض۔ زمین کے
و۔ اور	ابتغوا۔ تلاش کرو	من فضل۔ فضل	اللہ۔ اللہ
و۔ اور	اذکروا۔ یاد کرو	اللہ۔ اللہ کو	کثیرا۔ بہت

لعلکم۔تاکہ تم — تفلحون۔کامیاب ہو — و۔اور — اذا۔جب

رأوا۔دیکھا انہوں نے — تجارۃ۔تجارت کو — او۔یا — لھوا۔کھیل کو

و انفضوا۔تو دوڑ گئے — الیھا۔اس کی طرف — و۔اور — ترکو۔چھوڑ گئے

ک۔تجھ کو — قائما۔کھڑا ہوا — قل۔کہو — ما۔جو

عند۔پاس — اللہ۔اللہ کے ہے — خیر۔وہ بہتر ہے — من اللھو۔کھیل سے

و۔اور — من التجارۃ۔تجارت سے — و۔اور — اللہ۔اللہ

خیر۔بہتر ہے — الرازقین۔رزق دینے والا۔

مختصر تفسیر اردو سورہ جمعہ رکوع دوم پ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ — اے ایمان والو جب نماز کی اذان

لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا — ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ — دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو

ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ — یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر

تَعْلَمُونَ ۝ — تم جانو

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ) اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو۔

ای فعل النداء لها ای الاذان، والمراد به علی حکاه فی الکشاف الاذان عند قعود الامام علی المنبر یعنی اس کے لیے ندا ہو یعنی اذان کہی جائے اور اس اذان سے مراد جیسا کہ کشاف میں تفصیل آئی ہے وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک ہی اذان کہتا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر رونق افروز منبر ہوتے اور یہ اذان مسجد شریف کے دروازے پر دی جاتی پس جب منبر پر سے نزول فرماتے تو نماز کھڑی ہوتی پھر شیخین کریمین کے عہد سعادت مآب میں بھی یونہی ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کا اژدھام ہو گیا اور آبادیاں پھیل گئیں تو آپ نے ایک اذان (دوسری اذان) بڑھادی تو آپ نے اذان اول کو اپنے اس گھر پر جس کا نام زوراء تھا کہنے کا حکم فرمایا پھر جب منبر شریف پر بیٹھتے تو موذن دوسری اذان کہتا پھر جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے تو اس پر کسی نے برا نہ

جانا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے زوراء پر تیسری اذان بڑھادی اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ دوسری اذان بڑھائی اور سب کے لئے توضیح یہ ہے کہ اذان اول کو ثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں تھی اور یہ ثانی اس اعتبار سے ہوئی اور یہی وہ اذان ہے جو زوراء پر دیجاتی اور اذان اول جو منبر پر بیٹھنے کے بعد دیجاتی یہی عہد نبوی میں تھی اور تیسری دراصل وہ ہے جو اقامت ہے کہ اسے بھی اذان کے نام سے موسوم کیا گیا جیساکہ حدیث میں ہے۔ "بین کل اذانین صلوٰۃ" ان سب اذانوں کے درمیان نماز ہے مفتی احناف حضرت صدرالافاضل سعداللہ جلبی کے نزدیک حکم کا تعلق یعنی فاسعوا (تو نماز کے لیے دوڑو) اذان اول سے ہے مراد ہمارے نزدیک زوراء والی اذان ہی ہے اور وجوب سعی اور ترک بیع و شراء اسی سے متعلق ہے اور کنز اور اسکی شرح میں یہی مذکور ہے۔ اور یہ قول کہ اذان ثانی یعنی جلوس منبر کے بعد والی اذان تو احناف کے نزدیک یہ درست نہیں۔ اذا نودی للصلوٰۃ سے اذان اول (زوراء) والی عموم کے تحت خود بخود آجاتی ہے لہذا خرید و فروخت اور سارے کاروبار ترک کر کے نماز کیطرف دوڑنا اسی اذان سے متعلق ہوگا۔

(مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ) جمعہ کے دن

ای فیھا یعنی اس میں یعنی من بمعنی فی ہے اور بعض نے کہا من بیانیہ ہے کہ جمعۃ یوم من الایام الاسبوع ہے اور بعض نے کہا تبعیضیہ ہے۔

بلحاظ لغت جمعہ کا معنی و مفہوم

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ ہے اور یہی افصح ہے اور اکثر کے نزدیک یہی شائع اور جمہور کی قرأت بھی یہی ہے ابن الزبیر، الوحیوۃ ابن ابی عیلۃ زید بن علی اور اعمش نے م کے سکون کے ساتھ قرارت کی ہے ابی عمرو سے مروی ہے اور ایسا بنو تمیم کے لغت ہے اور اس پر فتحہ بھی آئی ہے مگر اس طرح پڑھنا کسی سے منقول نہیں اور بعض نے زیر کے ساتھ بھی آئی ہے اور اکثر نے کہا کہ جمُعہ میم کے ضمہ کے ساتھ الجمعہ کے سکون کی طرح ہے اور اس کے معنی الجموع کے ہیں یعنی فوج کے اکٹھے ہونے کے دن جس طرح کہ ان کا قول ہے ضحکۃ للضحوک منہ اس کی

طرف بہت ہنسنے والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنا ضحکۃ کے ایک معنی زمین کا پودوں سے ڈھک جانا بھی ہے اور اگر جمعہ فتح کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہوں گے الجامع اکٹھا کرنے والا۔ ای یوم الوقت الجامع اکٹھے ہونے کا وقت ابوالبقاء کا قول ہے کہ الجمعہ دو پیشوں کیساتھ اور میم کے سکون کے ساتھ مصدر ہے جس کے معنی اجتماع کے ہیں یعنی اکٹھا ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی جگہ یا مکان پر اکٹھا ہونا اور جمعہ بطور علم ہفتے کے ایام میں سے ایک دن مشہور ہو گیا۔ کثیر علماء کا قول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ (عین کے زبر اور راء کے پیش اور باء موحدہ کے ساتھ) کہتے تھے اور یہی محقق ہے اور جمعہ اسلامی نام ہے کہ اس دن نماز کیلئے اجتماع ہوتا ہے۔

جمعہ کا قدیمی نام اور تحقیق

ابن الاثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ عروبہ جمعہ کا قدیمی نام ہے اور یہ اسم علم ہے کہ ال کے ساتھ اور اس کے بغیر بھی بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ال (عروبہ پر) لازمی ہے اور خفاجی نے کہا پہلا قول صحیح ہے اور بعض نے کہا یہ عربی لفظ نہیں جمال الدین عبداللہ بن احمد شیشی کا قول ہے عروبہ ہے نکرہ بھی ہے اور معرفہ بھی اور وہ جمعہ کا دن ہے اور یہ نام سریانی زبان سے معرب ہے سہیلی کا قول ہے العروبہ بمعنی رحمت ہے ایک قول ہے کہ عروبہ اعرب سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں شان و بزرگ دن اور سب سے پہلے جس شخص نے عروبہ کی بجائے جمعہ نام رکھا وہ کعب بن لوئی قرشی (سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد مکرم سے تھے) کعب اس روز قریش کو جمع کر کے خطاب فرماتے اور انہیں بعثت نبوی آپ کے مولد کی خبریں دیتے اور ان کے ظہور پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ان کے بعض اشعار اس ضمن میں کتابوں میں مذکور ہیں ایک قول ہے کہ عربی خطبہ میں اما بعد کا لفظ بھی کعب کی ایجاد ہے۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل صحابہ رضوان اللہ علیہم کا جمعہ پڑھنا اور اسکی تفصیل

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر نے ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور جمعہ کے حکم کے نزول سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے تو انصار نے کہا! یہودیوں کے لیے ہفتے کے دنوں میں سے ایک دن ہے جس میں وہ اکٹھے

ہوتے ہیں اور نصاریٰ کے لیے بھی یونہی ہے تو ہمیں کیا ہے کہ ہم بھی اپنے لیے ایک دن مقرر کرلیں جس میں
ہم اکٹھے ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر بجالائیں اور اس کے حضور شکر گزاری کریں تو انہوں نے کہا ہفتے کا دن
یہود کے لیے ہے اور اتوار کا دن نصاریٰ کے لیے ہے پس تم یوم العروبہ مقرر کرلو اور وہ اس دن کو یوم الجمعہ کہتے
تھے اس لیے کہ وہ اس میں عبادت کے لیے اسعد ابن زرارہ کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ ان کے ساتھ
اس دن دو رکعت نماز پڑھاتے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے پس انہوں نے اس کا نام جمعہ رکھا جب
وہ اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوتے تو وہ ان کے لیے بکری ذبح کرتے تاکہ اس سے کھائیں اور فرحت بھی حاصل
کریں۔ اور ایسا کرنا ان کا معمول تھا پھر اللہ نے یہ آیت "یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من
یوم الجمعۃ" اتاری۔

سب سے اوّل کس نے جمعہ قائم کیا تحقیق

اسعد پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ قائم کیا (لوگوں کو اس روز جمع کیا) اس کو ابن سیرین کے علاوہ
بھی کثیر اصحاب نے روایت کیا ہے، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن کعب سے
روایت کی ہے کہ ان کے والد جب جمعہ کے روز اذان سنتے اسعد بن زرارہ کے لیے دعائے رحمت فرماتے
تو میں نے کہا اے والد بزرگوار آپ جب بھی اذان جمعہ سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے استغفار فرماتے
ہیں یہ کیا معاملہ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں اکٹھا کیا اور نماز
پڑھائی میں نے کہا اس وقت آپ لوگ کتنے تھے کہا چالیس مرد تھے لیکن امام طبرانی نے ابی مسعود الانصاری
سے روایت کی ہے کہ مہاجرین میں سے سب سے اول مدینہ آنے والے مصعب بن عمیر تھے اور وہ ہی پہلے
شخص تھے جنہوں نے جمعہ کے روز لوگوں کو جمعہ کے لیے جمع کیا اس سے پہلے کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
ابھی رونق افروز مدینہ نہ ہوئے تھے اور یہ لوگ بارہ شخص تھے اور جیسا کہ امام سیوطی نے بخاری سے اسی
طرح نقل کیا ہے کہ ایسا کرنا (جمعہ قائم کرنا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے تھا چنانچہ دارقطنی نے ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت سے پہلے جمعہ کا حکم دیا اور مکہ میں
آپ اس کو قائم نہ کرسکے تو آپ نے مصعب بن عمیر کو لکھوایا کہ تم دیکھو کہ یہود کس روز جہر کے ساتھ
زبور کی تلاوت کرتے ہیں تو تم اسی روز اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو اور جمعہ کے روز زوال کے بعد دن
ڈھلے (ظہر کے وقت) دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ تو اس روائت کی رُو سے اولیت

مصعب کے لیے ہے لہذا ان روایات میں تطبیق ضروری ہے اس ضمن میں وارد روایتوں اور توجیہات کا خلاصہ یہ ہے :

۱ - اسعد بن زرارہ امیر تھے اور مصعب امام تھے ۔
۲ - مصعب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے آئے تھے ۔
۳ - مصعب کا آنا انصار مدینہ کی تربیت و تعلیم کے لیے بھی تھا ۔
۴ - اگر اسعد نے جمع قائم کیا تو یہ صحابہ کا اجتہاد تھا یا حکم جمعہ کے نزول کا پیش خیمہ تھا ۔
۵ - حدیث سے واضح نہیں کہ اسعد کس وقت دوگانہ پڑھاتے یا ظہر پڑھتے تھے یا صرف دوگانہ اکتفا کرتے تھے اور اگر یونہی تھا تو ایسا حکم نبوی کے بغیر کیونکر ہوتا تھا ۔
۶ - اسعد نے مدینہ کے قریب قریہ میں جمعہ قائم کیا اور مصعب نے مدینہ میں قائم کیا ۔
۷ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں جمعہ قائم نہ فرما سکے جیسا کہ دارقطنی کی روائت میں ہے ۔
۸ - سورۂ جمعہ کا نزول مدنی ہے جبکہ بعض کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ ابن لیار ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ان تمام امور کے پیش نظر اور آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جمعہ کے روز ذکر الٰہی کے لیے دوڑنے اور بیع تجارت سے باز رہنے کا حکم ہے تو ایسا رغبت اور اہمیت و عظمت کے اظہار کے لئے بھی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مشاغل مانع ذکر تھے جو عظمت جمعہ کے منافی تھے اور تساہل واقعہ ہوتا ہوگا لہذا فاسعوا میں بلیغ رغبت و اشارہ اور آخر میں ذلکم خیر لکم کہنا اس کو مزید مؤکد کرتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ اہل ایمان میں اس سے قبل بھی معروف تھا اور سورۂ جمعہ کے بارے میں جن اصحاب نے مکی کا حکم لگایا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا حکم مکہ میں نازل ہوا ہو اور اسکی اقامت رسول کی صوابدید پر یا حالات میں تبدیلی کے پیش نظر چھوڑ دی گئی ہو کہ جب ہو سکے قائم کر لیں ۔ دارقطنی کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن زہری کے نزدیک اس کا مرسل ہونا بلحاظ متن صحیح ہے لہذا جب انصار مدینہ بیعت عقبہ اول میں حاضر ہوئے تو انہیں جمعہ کی فرضیت معلوم ہوئی اگرچہ مکہ میں اقامت جمعہ نہ ہو سکی تھی تو انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم کر لیا لیکن اسکی اقامت اجتہادی تھی جب مصعب رضی تشریف لائے تو وہ حضور کیطرف سے

معلم بن کر آئے تھے تو انہوں نے حکم نبوی کی صراحت کر دی اور جمعہ کی اقامت کی تو اسعد کا جمعہ امیر کا جمعہ تھا اور مصعبؓ کا جمع بطور امام کے تھا جسے رسولؐ نے مجاز فرمایا تھا۔ اور ہجرت کے بعد حضورؐ نے فی الفور اس کو قائم فرمایا گویا اقامت جمعہ کے لیے یہ تین مرحلے تھے جو یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ اور جن اصحاب نے سورہ مبارکہ کو مدنی قرار دیا اور حکم جمعہ کو مدینہ سے مقید کیا تو اس کی توجیہہ یہی ہے کہ یہ حکم مکی حکم کی تکمیل ہے اگرچہ حکم اول مذکور نہیں اور اس کی مثال رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت کا حکم ہے اور سحری کا طلوع فجر تک ہونا ہے۔ واللہ اعلم

حضور کا ہجرت کے بعد جمعہ قائم کرنا

صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قبا میں بنی عمرو بن عوف کے گھروں میں ٹھہرے اور ان کے یہاں چار روز (پیر، منگل، بدھ اور جمعرات) قیام فرمایا اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی پھر جمعہ کے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت پایا اور ان کی مسجد جو بطن وادی میں تھی وہاں خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھی اور یہی پہلا جمعہ ہے جو حضورؐ نے پڑھایا۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اس لیے جمعہ کے نام سے موسوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر اس روز جوڑا گیا اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ "اے اللہ کے نبی کس شئے کی وجہ سے جمعہ کے روز کا نام جمعہ ہوا؟" تو ارشاد فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی طینت جمع کی گئی۔

جمعہ کی فضیلت اور تسمیہ کی مزید وضاحت

اور یہ خبر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کعب بن لوی سے بہت پہلے جمعہ ہی کے نام سے موسوم تھا اور فرشتے قیامت کے روز اسے یوم المزید سے پکاریں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس روز میں اہل جنت کے لیے تجلی فرمائے گا اور انہیں وہ عطا فرمائے گا جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کان نے کبھی سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خطور (خیال و وسوسہ) گزرا جیسا کہ حدیث میں ہے

ابن ابی شیبہ نے انس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جمعہ دنوں میں سب سے فضیلت والا ہے اور اخبار میں ہے جنہیں کثیر علما نے روایت کیا جن میں امام احمد ہیں اور ابن ماجہ نے ابی لبابہ بن عبد المنذر رض سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جمعہ دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بڑھ کر معظم ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن میں زمین پر اتارے گئے (یہیوط ہوا) اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور اس میں اجابت یعنی دعا کیلئے قبول ہونے کی ایک گھڑی ہے بشرطیکہ حرام شے نہ مانگے اور اسی روز قیامت برپا ہوگی۔ اور طبرانی کی روائت میں ہے ۔ اور جمعہ ہی میں حضرت آدم جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں وہاں سے نکلے اور اسی میں ان کی توبہ مقبول ہوئی اور اسی روز [illegible] آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی ۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم دنیا میں آنے کے لحاظ سے آخر ہیں اور قیامت کے روز پہلے سوا اس کے کہ انہیں (یہود کو) ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمیں ان کے بعد یہی جمعہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا وہ اس سے خلاف ہو گئے اور ہمیں اللہ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں ۔ یہود نے دوسرے دن (ہفتہ) کو اور نصاریٰ نے تیسرے دن یعنی اتوار کو مقرر کیا۔ ابی داؤد نسائی و ابن ماجہ و بیہقی اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ حضور نے فرمایا تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ ہے (دوسری بار صور پھونکا جائے گا) اور اسی میں صعقہ ۔ (پہلی بار صور پھونکا جانا) ہے اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت حضور پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا جب آپ پردہ فرما چکے ہوں گے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر درود پڑھیگا پیش کیا جائے گا راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی اور موت کے بعد تو ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے جسم کھائے اور اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے ۔ طبرانی اوسط میں بسند حسن انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بغیر بخشش فرمائے نہ چھوڑے گا۔

ابو یعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن اور رات میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں اللہ کریم چھ لاکھ شخصوں کو جن پر جہنم واجب ہو گئی تھی جہنم سے آزاد نہ کرتا ہو، ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مریگا اللہ تعالیٰ اسے فتنہ، قبر سے بچائیگا۔ اور ابو نعیم کی روایت میں اس قدر مزید کہ وہ شخص قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اس پر شہید دل کی مہر ہوگی۔ بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کی رات روشن رات اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے۔

فضائل نماز جمعہ

مسلم، ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور خطبہ سنا اور خاموش رہا اس کے گناہوں کی جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے اور مزید تین روز کے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی بخاری میں ہے عبایہ بن رفاعہ جمعہ کے لیے جا رہے تھے کہ ابو عبس ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے یہ قدم اللہ کی راہ میں ہیں اور میں نے حضور سے سنا کہ آپ نے فرمایا جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں وہ آگ پر حرام ہیں۔

ترک جمعہ پر وعید

مسلم نے ابوہریرہ سے روائت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز نہ آئیں گے تو ان کے دلوں پر مہر کردے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ کتب صحاح میں ابن عمر ابوہریرہ اور ابن عباس سے بتواتر مروی ہے کہ جو تین جمعہ سستی کیوجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردیگا۔ ایک روایت میں ہے اس سے اپنی امان اٹھالے گا ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق ہے یا منافقین میں لکھ دیا گیا۔ مسلم شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلادوں دارقطنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس

پرجمعہ (نماز) فرض ہے مگر مریض مسافر اور عورت یا نابالغ و غلام پر نہیں اور جو کھیل یا کاروبار میں مشغول رہا تو اللہ اس سے بے پرواہ ہے اور وہ غنی حمید ہے۔

جمعہ کے دن نماز کیلئے غسل و تیاری کی فضیلت

بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن آئے تو غسل کرے اور جس کو طہارت کی ضرورت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے ترمذی میں ہے جس نے جمعہ کے دن وضو کیا فبہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کو اللہ نے عید کیا تو جو جمعہ کو نکلے وہ نہائے اور خوشبو ہو تو لگائے۔ طبرانی میں ہے غسل جمعہ گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک روایت میں ہے غسل جمعہ گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے کھینچ لیتا ہے۔
بخاری و مسلم اور کتب صحاح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے نکلے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی۔ اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈہ صدقہ کیا۔

بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ہونے والوں کے نام لکھتے ہیں سب میں پہلا اور پھر اس کے بعد والا پھر وہی ثواب جو اوپر کی حدیث میں ذکر فرمایا اور فرمایا جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں امام احمد نے یہی روایت ابو امامہ سے نقل کی ہے البتہ اتنا مزید ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ جو شخص امام نکلنے کے بعد آئے کیا اس کا جمعہ ہو گیا فرمایا ہاں لیکن وہ دفتر میں نہ لکھا گیا۔

ترمذی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں۔ (دیر سے آیا اور ایسا کیا) تو اس نے جہنم کی طرف پل بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے ایذا پہنچائی۔ ابوداؤد میں ابن عمرؓ سے مروی ہے جو شخص بیکار (لغو) بات کرتا ہے اور گردنیں پھلانگتا ہے اس کو جمعہ کا ثواب نہیں ملتا بلکہ اسکی ظہر کی نماز ہوتی ہے۔

ساعت جمعہ کا تعین اور فضیلت

بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دیگا اور مسلم کی روایت میں کہ وہ ساعت خفیف ہے تھوڑا وقت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ ساعت امام کے بیٹھنے اور نماز ختم کرنے کے درمیان ہے۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مالک۔ نسائی۔ احمد میں وہ ساعت جمعہ کے دن پچھلی ساعت ہے۔ ترمذی میں مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کے دن مطلوبہ ساعت عصر کے بعد غروب آفتاب تک تلاش کرو۔

شرائط جمعہ

قرآن وحدیث اور علماء کے اجماع کی روشنی میں نماز جمعہ فرض عین ہے اور اسکی فرضیت محکم اور ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ایک بھی نہ پائی جائے تو جمعہ نہ ہوگا۔

اول : مصر یا فنائے مصر

مصر وہ جگہ ہے جہاں متعدد گلیاں بازار ہوں اور وہ ضلع ہو کہ اس سے متعلق دیہات شمار ہوتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکتا ہو یا اسکی قدرت رکھتا ہو اگرچہ خود جابر ہو نیکی وجہ سے نہ دلوائے اور وہاں کوئی عالم مرجع خلائق بھی یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے شہر سے باہر کی چیزیں جیسے قبرستان۔ عدالتیں۔ فوج کی چھاؤنی اور آمد و رفت کے اڈے تو ان کو فنائے مصر کہتے ہیں۔ لغت میں مصر کے معنی شہر کے ہیں۔ گاؤں میں جمعہ نہ ہوگا۔ بعض کے نزدیک مصر اس بستی کو کہتے ہیں جس کی سب سے بڑی مسجد میں بستی کے سارے لوگ نہ سما سکیں امام مالک کے نزدیک جس بستی میں گھر باہم پیوستہ ہوں اور مسجد اور بازار وغیرہ بھی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے اور آبادی اتنی ہو کہ اسے بستی

قرار دیا جاسکے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جس بستی میں چالیس مرد متوطن ہوں اور یہ سارے عاقل وبالغ ہوں اور وہاں کے مستقل رہائشی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تصحیح کی ہے جسے ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا کسی بستی میں نہ جمعہ ہے نہ تکبیرات تشریق اور نہ ہی صلوٰۃ العیدین۔

بخاری میں ہے کہ مدینہ کی نواحی بستیوں کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے اور ابن ماجہ میں کہ اہل قبا بھی یونہی کرتے اور بیہقی نے اہالیان ذوالحلیفہ کے بارے میں بھی یونہی روایت کی ہے۔ یعنی یہ لوگ اپنی بستیوں میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور بعض علماء نے بنی سالم بن عمرو بن رضی اللہ عنہ کے محلہ میں جو اول نماز جمعہ پڑھی گئی اس سے قرایا میں (گاؤں میں) جمعہ کو جائز رکھا۔ لیکن ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کا قول محقق ہے

دوم: سلطان اسلام یا اس کا نائب جمعہ قائم کرے یا حکم دے

سلطان عادل ہو یا ظالم یا شرعاً اس کو حق امامت نہ ہو مثلاً قریشی نہ ہو یا کوئی اور شرط نہ پائی جائے تو جمعہ قائم کرسکتا ہے اور یونہی اگر عورت بطور حاکم مسلط ہوگئی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہوگا مگر وہ خود قائم نہیں کرسکتی اور عورت امارت فتنہ عظیمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **لن یفلح قوم ولو امرھم امراۃ** (بخاری)، اگر سلطان اسلام وغیرہ کے حکم سے جمعہ قائم نہ ہو تو لوگ جسے چاہیں امام بنا دیں اور یونہی اگر کوئی بادشاہ اقامت جمعہ سے روکے تو لوگ خود قائم کرلیں صحت جمعہ کے لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حاکم شہر یا اس کی اجازت سے کسی دوسرے کا امام ہونا لازم ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک امامت جمعہ کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ابن ہمام نے ابن ماجہ کی روایت کے تحت کہ جس نے بدین حالت جمعہ ترک کیا کہ اس کا امام ظالم ہو یا عادل موجود تھا تو آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ اسکی زبوں حالی دور نہ فرمائے گا اور اس کے کام میں برکت دیگا اور سنو کہ اس کی نماز نہ ہوگی اس حدیث میں الفاظ ہیں **ولہ امام جائر او عادل** جس سے اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے تاہم اس حدیث کی سند قوی نہیں جیسا کہ ابن عبدالبر کا قول ہے۔

سوم: ظہر کا وقت ہونا۔

یعنی ادائے جمعہ کے لیے ظہر کا وقت ضروری ہے اور جمعہ کی نماز ظہر کی قائم مقام ہے جب تک ظہر کا وقت نہ نکلے جمعہ ہو سکے گا اور خروج وقت کے ساتھ جمعہ جاتا رہا ظہر کا اول وقت زوال کے بعد سورج ڈھلنے کا ہے خواہ اول وقت ہو یا درمیانی وقت جمعہ ادا ہو جائے گا۔

بخاری نے انس اور مسلم نے سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے جبکہ امام احمد کے نزدیک اگر نماز جمعہ وقت میں شروع کی لیکن دوران نماز وقت ظہر جاتا رہا تو اسی پر ظہر کی بنا کرے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز باطل ہو گئی نئے سرے سے ظہر کی نماز پڑھے کہ جمعہ الگ نماز ہے اور ظہر الگ نماز ہے ظہر کا آخری وقت ہے جب ہر شے کا سایہ اپنے سائے کے علاوہ دو مثل ہو جائے۔

چہارم: اذن عام

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے عام اجازت لازمی شرط ہے اگر حاکم لوگوں کو روک دے یا شہر کا دروازہ بند کرا دے تو جمعہ کی نماز درست نہ ہو گی البتہ عورتوں کو روکنا اذن عام کے منافی نہیں ابن ہمام کے نزدیک امام صاحب کا قول نودی للصلوۃ سے مؤید ہے کہ اذن کا عام ہونا ندا، (اذان۔ پکار) کا مقتضی ہے جب اذن عام ہو گا تو لوگ کیونکر سعی کر سکتے ہیں۔

پنجم: خطبہ

جمہور کا مذہب ہے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ سے مراد نماز ہے اور ذکر کا لفظ نماز کے علاوہ خطبہ کو بھی شامل ہے خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے خواہ طویل ہو یا مختصر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ پڑھ لیا تو فرض ادا ہو گیا جبکہ صاحبین کے نزدیک اس قدر پر اکتفا مکروہ ہے مگر یہ اس قدر ہونا چاہیے جسے خطبہ کہا جا سکے یا بقدر سنت ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً موسم سرما میں خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے جو جمعہ کیلئے شرط ہے یعنی خطیب کے علاوہ تین شخص (مرد) ہوں اور اتنی آواز سے کہ پاس والے سن سکیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان جلسہ فرماتے تھے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درمیانی جلسہ واجب ہے امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قیام و جلسہ دونوں واجب نہیں البتہ سنت ہونے میں

انہیں اختلاف نہیں۔ خطبۂ جمعہ میں پانچ باتیں سنت ہیں۔ حمدِ باری۔ درود شریف۔ نصیحت تقوٰی اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لیے دعا اور طہارت، امام شافعی کے نزدیک یہ سبھی واجب ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک طہارت واجب نہیں اور یونہی بوقت خطبہ امام شافعی کے نزدیک مقررہ تعداد (۴۰ مرد) کا حاضر ہونا لازمی ہے دگرنہ خطبہ جائز نہ ہوگا جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مخاطب ایک شخص کا موجود ہونا بھی کافی ہے۔ جمعہ کے خطبہ میں یہ امور سنت ہیں خطیب کا پاک ہونا، کھڑا ہونا، خطبہ سے پہلے بیٹھنا، منبر پر ہونا، سامعین کی طرف رخ کرنا اور قبلہ کو پیٹھ کرنا حاضرین کا متوجہ ہونا خطبہ سے پہلے تعوذ کا آہستہ پڑھنا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ لوگ سنیں الحمد سے شروع کرنا، اللہ کریم کی ثنا کرنا اور اس کی واحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا، کم از کم ایک آیت کا پڑھنا پہلے خطبہ میں وعظ ونصیحت اور دوسرے میں حمد وثنا وشہادت و درود کا مکرر پڑھنا، دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لیے دعا کرنا دونوں خطبے ہلکے اور متوسط ہونا دونوں خطبوں کے درمیان بقدر تین آیات کے جلسہ کرنا مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز نسبتاً پست ہو اور خلفاء راشدین اور عمین الکریمین اور سبطین الکریمین مع امّہما رضی اللہ عنہا کا ذکر جمیل ہو۔

مسائل: اثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے اور حاضرین کو کلام کرنا حرام ہے خواہ خطبہ سنیں یا نہ سنیں امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے امام احمد کے نزدیک خطبہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر متوجہ رہنا اور خاموشی مستحب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس کا عکس ہے کہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔ البتہ خطیب دوران خطبہ نیک بات کا حکم اور برائی سے منع کرے تو حرج نہیں ابن ہمام کا قول یہی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطیب کے لیے دوران خطبہ ہر طرح کا کلام جائز ہے صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تیرا ساتھی کوئی بات کر رہا ہو اور تم اپنے ساتھی سے کہو کہ چپ رہ تو تو نے لغو بات کہی۔ تاہم کراہت واضح امر ہے۔ سنت جمعہ اور تحیۃ المسجد کے بارے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خروج امام کے بعد کوئی نماز جائز نہیں نہ دوران نہ خطبہ کے بعد سوائے فرض جمعہ کے اور بعض کے نزدیک دو رکعت پڑھ لے تو حرج نہیں کذا فی الحدیث۔

ششم جماعت: جمعہ کی نماز کے لیے جماعت کا ہونا لازمی ہے اس پر جمعہ کا لفظ ہی دلالت

کر رہا ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم تین مرد جماعت کے لیے لازم ہیں۔

وجوب جمعہ کی شرائط: جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں۔ (۱) شہر میں مقیم ہونا۔ (۲) صحت (۳) آزاد ہونا (۴) مرد ہونا (۵) بالغ ہونا (۶) عاقل ہونا۔ (۷) بینا ہونا (۸) چلنے پر قادر ہونا (۹) قیدی نہ ہونا (۱۰) جابر بادشاہ یا کسی ظالم (ڈاکوں وغیرہ) کا خوف نہ ہو (۱۱) مینہ یا اندھیری یا برفباری یا شدید سردی کا نہ ہونا

جن پر جمعہ واجب نہیں: (۱) مسافر (۲) بیمار مریض کہ جمعہ میں حاضر ہونے کی وجہ سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا دیر میں اچھا ہوگا (۳) غلام پر جمعہ فرض نہیں کہ آقا منع کر سکتا ہے البتہ مکاتب پر فرض ہے۔ (۴) عورت پر جمعہ فرض نہیں (۵) بالغ و عاقل ہونا ہر عبادت کے وجوب میں شرط ہے نابالغ پر جمعہ فرض نہیں اور یہی مجنون بھی معذور ہے۔ اندھا شخص جو خود مسجد جمعہ تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں اور اپاہج پر جمعہ فرض نہیں قیدی پر بشرطیکہ قید دین (قرض) کی وجہ سے نہ ہو اور ادا کرنے پر قادر ہو تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح مینہ یا اندھیری میں نقصان کا خوف ہو تو جمعہ فرض نہیں۔ اور اگر یہ لوگ نماز جمعہ میں حاضر ہو جائیں تو درست ہے (جائز ہے)۔

جمعہ کے دن سفر: جس پر جمعہ فرض ہو اسے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر پڑھنا حرام ہے اور اگر پڑھ لی تو جب بھی جمعہ کے لیے جانا فرض ہے۔ جمعہ کے دن سفر کیا اور زوال سے پہلے آبادی سے باہر گیا تو حرج نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز جمعہ ادا کیے بغیر سفر کرنا ناجائز ہے خواہ زوال سے پہلے ہو یا بعد البتہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدوں ادائیگی جمعہ جہاد کے لیے نکلنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ نماز جمعہ کا وجوب زوال کے بعد ہوتا ہے لہذا روانگی (سفر کے لیے) جائز ہے امام زہریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے روز سفر کیا تھا ظاہر ہے کہ ایسا زوال سے قبل ہوا ہوگا

کیا جمعہ ایک جگہ ہونا چاہیے

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نماز جمعہ ایک سے زائد جگہ جائز نہیں امام طحاوی نے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شہر

میں دو جگہ جمعہ جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ دریا نے اس شہر کو بانٹ رکھا ہو بلکہ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ پل توڑا جائے تاکہ جمعہ دو جگہ ہوسکے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر خواہ بڑا ہو یا چھوٹا تعدد جمعہ جائز ہے ابن ہمام کا قول ہے کہ جب اقامت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے تو اجراء شہر پر بھی شہر کا اطلاق ہوگا ابن المنذر کا قول ہے کہ عہد نبوی و خلفاء میں جمعہ ہمیشہ مسجد نبوی میں ہی ہوتا رہا لہذا جمعہ ایک ہی ہونا چاہیے جمعہ کے دن باقی مسجدوں کو ظہر کے وقت بند رکھا جائے۔ تاہم مذہب مختار یہی ہے کہ کثرت آبادی کیوجہ سے لوگوں کا جگہ جمع ہونا دشوار ہو جائے تو کئی جگہ ایک جمعہ پڑھا جا سکتا ہے ہمارے زمانے میں تقریباً ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے جس کے لئے کوئی سند نہیں ہر شخص نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے بڑے شہروں میں لازم ہے کہ صرف چند محدود بڑی مساجد میں جمعہ ہو اس وقت عام چھوٹی مسجدیں بند رکھی جائیں۔

جمعہ کی سنتوں کا بیان اور احتیاط الظہر

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد چار چار رکعتیں پڑھنا مسنون ہے صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ تم میں سے جو جمعہ پڑھے تو جمعہ کے بعد چار رکعت اور پڑھ لے۔ ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی روائت کی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا مسنون ہیں اور ابن ہمام نے اسی پر صاد کیا ہے۔

ظہر احتیاطی خواص کے لیے ہے جن کو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک ہو وہ جمعہ کے بعد چار رکعت (اس نیت سے کہ سب میں پچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہ پڑھی) پڑھیں اور اگر عوام بھی ایسا کریں تو وہ نماز جمعہ کے بعد پوری نماز ظہر پڑھیں۔ اور وہ گاؤں جہاں جمعہ جائز نہیں اگر لوگ جمعہ قائم کریں تو ظہر احتیاطی ضرور پڑھیں

روز جمعہ قرأت مسنون اور فضائل اوراد

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیۃ پڑھتے تھے اور ابوداؤد اور نسائی سے بھی یونہی مروی ہے ہمارے احناف کے نزدیک کسی ایک سورۃ کو مقرر کر لینا مکروہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اتباع سنت کے طور پر کبھی یوں بھی پڑھ لے ورنہ جہاں سے چاہے قرآن پاک میں سے پڑھے۔

نسائی و بیہقی شریف میں بسند صحیح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف (دن یا رات میں) پڑھے اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا اور دارمی میں ہے کہ اس شخص کے لیے کعبہ تک نور روشن ہوگا ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ جو جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے اس کے قدم سے آسمان تک نور بلند ہوگا جو قیامت کے روز اس کے لیے روشن ہوگا اور دو جمعوں کے درمیان جو گناہ ہوئے بخش دیئے جائیں گے، طبرانی میں ہے جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ حٰم الدخان پڑھے اس کے لیے اللہ جنت میں گھر بنائیگا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسکی بخشش ہوجائیگی اور ایک روایت میں ہے کہ رات کو سورہ حٰم الدخان پڑھنے والے کیلئے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے جمعہ کے روز یا شب سورۂ یٰس پڑھنے والے کی مغفرت ہوجائے گی۔

(فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

ای امشوا الیہ بدون افراط فی السرعۃ یعنی اللہ کے ذکر کیطرف تیز تیز قدم اٹھائے چل دو لغت میں سعی کے معنی بھاگنے، دوڑنے اور قدموں سے تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں اور حدیث میں سعی کے مقابل مشی کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چل پڑنے کے ہیں اور اسے جمعہ کے خصائل میں شمار کیا گیا ہے۔ کتب صحاح میں بواسطۂ ابوسلمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب نماز میں شریک ہو اور جو چھوٹ جائے (نماز کا جو حصہ رہ جائے) اسے (بعد میں منفرداً) پورا کرلو ایک قول یہ ہے کہ دوڑنے (سعی) سے مراد بھاگنا نہیں بلکہ نماز کے لیے تیاری شروع کردینا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اذان جمعہ ہوجائے تو نماز کے لیے کوشش و تیاری کے ساتھ چل پڑو۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد خطبہ ہے اور بعض نے کہا دونوں مراد ہیں امام ابوحنیفہ کی دلیل یہی ہے کہ خطبہ فقط ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنے سے ہوجاتا ہے کیونکہ سبحان اللہ کہنا ذکر ہے لیکن صاحبین کے نزدیک خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہوسکے اور سنت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے لیکن امام کا کہنا کہ ذکر طویل ہو یا کثیر ذکر ہی ہے اور ادائیگی خطبہ کے لیے اسی قدر کافی ہے تاہم مستحب وہی ہے جو جمہور کے نزدیک ہے کہ خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہوسکے اور خطبے دو ہوں جن کے درمیان فصل ہو اور یہ کہ ذکر اللہ سے مراد بھی خطبہ یا امام کا وعظ ہے کثیر صحابہ اور تابعین نے سعوا کی بجائے فامضوا بھی پڑھا ہے جس سے مراد اطمینان سے چل دینا ہے۔

(وَذَرُوا الْبَيْعَ) اور خرید و فروخت چھوڑ دو

ای واترکوا المعاملة علی ان البیع مجاز عن ذلک فیعم البیع والشراء والاجارة وغیرھا من المعاملات یعنی معاملات چھوڑ دو اس لیے کہ یہاں البیع سے مراد عام ہے جو خرید و فروخت اور مزدوری وغیرہ جیسے سب کاروبار کو شامل ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کاروبار ذکر اللہ سے غافل کرے یا اس میں حارج ہو اسے چھوڑ دو جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اذان جمعہ کے بعد ہوتے ہی خرید و فروخت اجارہ وغیرہ حرام ہو جاتا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا گناہ ہے اور حرام ہے اگر کسی نے ایسا کر لیا تو مذہب حنفی میں بیع فاسد نہ ہوگی اور نماز بھی ہو جائیگی اگرچہ بیع کا کرنا حرام و گناہ ہوگا یعنی گناہ اپنی جگہ برقرار رہے گا اور بیع و نماز پر اس کا اثر نہ ہوگا امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ یہ ممانعت اصل عقد یا نماز میں کو قباحت پیدا نہیں کرتی جبکہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بیع بھی فاسد ہوگی کیونکہ وہ ترک بیع اور سعی نماز پر مامور رہتے

(ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ) یہ تمہارے لیے بہتر ہے

ای المذکور من السعی الی ذکر اللہ تعالیٰ وترک البیع یعنی مذکورہ اللہ کے ذکر کیطرف سعی (اہتمام کرنا یا چلنا) اور کاروبار و معاملات کا جو ذکر اللہ سے مانع ہوں چھوڑ دینا تمہارے لیے بہتر ہے

ای انفع من مباشرة البیع فان نفع الآخرة اجل وابقیٰ یعنی کاروبار خرید و فروخت کے نفع سے زیادہ سود مند ہے کیونکہ آخرت کا نفع بہت بڑا اور حقیقی سود مند اور باقی رہنے والا ہے جبکہ نفع دنیوی عارضی ہے۔

(اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اگر تم جانو

اگر تم اپنے لیے حقیقی خیر یا حقیقی شر کو جانتے ہو تو ایسا کرو یا اگر تم واقعی سمجھدار ہو تو پھر خرید و فروخت چھوڑ کر وہ بھلائی حاصل کرو جو حقیقتاً سود مند اور جس کا نفع لازوال ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ کہ فلاح پاؤ۔

(فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ) پھر جب نماز ہو چکے۔

ای ادیت وفرغ منہا یعنی جب نماز ادا ہو جائے اور اس سے فارغ ہوں۔

(فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ) تو زمین میں پھیل جاؤ۔

لاقامۃ مصالحکم یعنی اپنی ذاتی مصلحتوں یا کاموں کے کرنے کے لیے زمین میں پھیل جاؤ یعنی نماز سے فارغ ہوکر اب معاش وغیرہ کے کاموں میں مشغول ہونا جائز ہے یا اس کی اجازت ہے۔

(وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ای الربح علی ماقیل یعنی کاروبار خرید و فروخت جس سے تمہیں روکا گیا تھا مطلب یہ ہے کہ اب کاروبار وغیرہ کی اجازت ہے مکحول حسن اور ابن المسیب نے کہا کہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے حکم سے مراد طلب علم ہے ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ اس سے دنیا طلبی وغیرہ کا کچھ حکم نہیں دیئے گئے بلکہ تلاش فضل سے مراد بیمار کی عیادت جنازہ میں شرکت اپنے مومن بھائی کی خالصتاً للہ ملاقات وزیارت ہے ابن جریر نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے اور "وابتغوا" کا صحیح حکم یہ ہے کہ اباحت کے لیے ہے پس نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھنا مباح ہے اور نکلنا ضروری نہیں ہے اور مجاہد وضحاک رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن بسر الحرانی رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن بسر المانی صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو تھوڑی دیر کے لیے بازار میں چکر لگاتے پھر مسجد میں لوٹ آتے پھر جس قدر اللہ چاہتا (توفیق ہوتی) نماز پڑھتے تو ان سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا پھر یہ آیت پڑھی فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ الخ۔ ابن المنذر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا جب تم جمعہ کے روز نماز سے فارغ ہو جاؤ تو مسجد کے دروازے کے قریب تک نکلو پس کسی شئے کے سودا کرو یعنی بھاؤ وغیرہ کرو اگرچہ تم اسے نہ خریدو اور انہی سے منقول ہے کہ ایسا کرنا مہذب اور ارشاد باری کے قریب وموافق ہے۔

(وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا) اور اللہ کو بہت یاد کرو

ای ذکراً کثیراً ولا تخصوا ذکرہ عزوجل بالصلوٰۃ ۔

یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرو اور اس کے ذکر کو صرف نماز تک ہی مخصوص نہ رکھو اس حکم کے تحت ہر وہ کار خیر داخل ہے جس پر نماز کے علاوہ "ذکر" کا اطلاق ہوتا ہے جیسے تسبیحات وغیرہ کا پڑھنا، قرآن کریم کی تلاوت، دعا، میں کہتا ہوں کہ نماز و تلاوت کے بعد درود و سلام کا پڑھنا اعلیٰ ترین ذکر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود کی کثرت کرو اور اس آیت میں ذکر کثیر کا حکم ہے لہٰذا درود و سلام کی کثرت کرنا زیادہ قرین صواب ہے اور کثیر صالحین کا اس پر عمل رہا اور ہے کہ وہ بعد جمعہ محفل صلوٰۃ و سلام منعقد کرتے اور بارگاہ نبوت میں ہدایائے نیاز بھیج کر عند اللہ اور عند الرسول اعزاز و قرب پاتے ہیں اور عظمت نبوی کے بیان میں ارشاد ربانی ہے ۔ ورفعنا لك ذكرك اور ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بلندی یہ ہے کہ جہاں ذکر خدا ہو وہاں ذکر محبوب بھی ہو تو یہ اولیٰ ہے کہ درود و سلام اور نعت نبی کی مجلس ہو ۔ واللہ اعلم

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ گے ۔

یعنی نماز جمعہ سے فراغت کے بعد تلاش فضل اور ذکر کثیر اس امید پر کرو کہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں ۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا	اور جب انہوں نے کوئی تجارت
اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ط	یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے
قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ	اور تمہیں خطبہ میں کھڑے چھوڑ گئے تم
وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللهُ خَيْرُ	فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے
الرّٰزِقِيْنَ ع	اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ایک جماعت سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ جمعہ کے روز جب کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے تو مدینہ کا ایک قافلہ گزرا تو حاضرین خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے یہاں تک کہ میرے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت صرف بارہ آدمی رہ گئے تو یہ آیت واذا راوا التجارۃ الخ نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ بے شک مسجد میں بارہ مرد اور سات عورتیں رہ گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے فرمایا "لوخرجوا کلھم لاضطرم المسجد علیہم نارًا"، اگر یہ سب کے سب نکل جاتے کہ مسجد خالی ہو جاتی تو ان پر آگ برستی۔ اور قتادہ سے مروی ہے کہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اگر تم میں سے آخری شخص بھی مسجد چھوڑ جاتا (سب نکل جاتے) تو وادی آگ سے بھر جاتی اور تمہیں لپیٹ کر لے جاتی۔ ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منظمہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، کا ایک قافلہ آیا جو غلّے سے لدا ہوا تھا اور اہل مدینہ پر یہ زمانہ قحط، بھوک اور تنگی کا تھا حاضرین میں سے اکثر اس خیال سے کہ کہیں غلہ ختم نہ ہو جائے اس کی طرف چل دیئے کیونکہ بطور اعلان طبل بھی بج رہا تھا مسجد شریف میں صرف بارہ شخص جن میں عشرہ مبشرہ کے علاوہ عبداللہ ابن مسعود یا عمار اور جابر یا بلال (رضی اللہ عنہم) شامل تھے رہ گئے اور ایک روایت میں کہ قافلہ دحیہ بن خلیفہ کا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تجارت سے مراد خرید و فروخت اور لہو سے مراد کھیل کود شغل وغیرہ ہے اور الیہا کی ضمیر تجارۃ کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نکلنے والوں کا مقصد صرف تجارت تھی اور لہو سے پہلے او کے لفظ بھی تجارت پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں قافلہ کا اعلان ڈھول پیٹ کر کیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ بایں خیال بھی نکلے ہوں اور ان سب کا مقصد یہ تھا کہ کہیں تاخیر کی وجہ سے غلہ نہ خرید پائیں حضور (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اثنائے خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے تو اس پر عتاب ہوا کہ، تجارت جو منع کی گئی تھی باوجودیکہ وہ ضرورت ہے تو لہو (کھیل کود) کے لیے یوں نکلنا زیادہ مذموم ہے اس آیت کے تحت شرکاء جمعہ کی تعداد پر بحث ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرکاء جمعہ کی تعداد امام کے علاوہ تین شخص ہیں اور اگر ان میں سے ایک آدمی بھی کم ہو گیا تو جمعہ باطل ہو گیا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک چالیس مردوں کی موجودگی نماز کے آخر تک ضروری ہے اور کم رہنے کی صورت میں از سر نو ظہر پڑھیں "وَتَرَکُوکَ قَائِمًا" سے خطبہ کا کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے اور تمام کتب صحاح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو خطبے دیتے اور درمیان میں فصل کے بیٹھتے تھے اور ایسا ہی خلفاء کے دور میں ہوتا رہا اور سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا قیام سے معذوری کی وجہ سے کیا ہو۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ تم فرماؤ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے

اور تجارت سے بہتر ہے ۔

فَاِنَّ ذٰلِکَ نفع محقق مخلد بخلاف ما فیہا من النفع ، فان نفع اللھو لیس بمحقق بل ھو متوھم و نفع التجارۃ لیس بمخلد و تقدیم اللھو لیس من تقدیم العدم علی الملکۃ کما توھم بل لانہ اقوی مذمتہ

کیونکہ نماز میں مشغول رہنے اور خدمت نبوی میں حاضر رہنے کا ثواب و نفع ہے وہ یقیناً حقیقی اور دائمی ہے برخلاف تجارت اور لہو کے نفع کے اس لیے لہو کا نفع حقیقی نہیں بلکہ محض تصور و خیال یا واہمہ ہے اور تجارت کی منفعت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اور لہو کا پہلے ذکر کرنا یا لانا اس لیے نہیں کہ اس مہارت پر ملکہ (عبور) کا ہونا یا اس پر قابو رہنا نہیں ہوتا جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ کہ یا مذموم ہے ، تجارت جو کہ ضرورت ہے اور اس پر طلب و رغبت بھی ہوتی ہے اور کاروبار پر قدرت بھی اور اس سے منع کیا گیا تو لہو (کھیل کود اور ایسے مشغل) کیونکہ مذموم نہ ہوگا بلکہ وہ اندریں حالات سے بایں وجہ مذموم ہوگا کہ وہ نہ اصلاً ضروری تھا اور نہ ہی قابل التفات ہے ۔ لہذا اس کا مقدم ہونا بوجہ مذمت شدیدہ کے ہے ۔

(وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ع) اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ۔

فالیہ سبحانہ اسعوا ومنہ عزوجل اطلبوا الرزق

تو جب وہ شئے جو اللہ کے پاس ہے سب زیادہ نافع محقق ہے اور دائمی ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سعی کرنی چاہیے یعنی اعمال خیر (نماز جمعہ ، تلاش فضل ، ذکر کثیر حاضری رسول وغیرہ) کیطرف کوشش اور ان کا اہتمام لازم ہے اور اللہ عزوجل سے رزق طلب کرنا چاہیے کہ وہی الرزاق ذوالقوۃ المتین ہے اور اس کا دیا ہوا رزق سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے لہذا مال دولت کی غیر ضروری طلب اور حرص منع ہے کہ مال کی حرص ہلاک کرنیوالی ہے اور مال دنیا سے غنا حاصل نہیں ہوتی غنا ، تو دل کا غنی ہونا اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنا ہے اور حسن طلب حرام سے بچنا اور حلال کو لینا ہے ۔

الحمدللہ آج تفسیر سورۃ الجمعہ تمام ہوئی

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ ہجری
بمطابق ۲۲ جولائی ۱۹۹۰ء

سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْن

سورۂ منافقون مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں سورۂ جمعہ کیساتھ اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ جمعہ میں مومنون کا تذکرہ ہے جبکہ اس سورۂ مبارکہ میں ان کے برعکس یعنی منافقوں کا ذکر ہے سعید بن منصور اور طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے مومنوں کو ترغیب ہو اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے منافقوں کو رنجیدگی اور ندامت ہو۔ ابو حیان نے اس بارے میں کہا ہے یقیناً سورۂ مبارکہ کے نزول کا سبب خطبۂ نبوی کے سماع کے دوران لوگوں کا چل دینا تھا اور یہ بات یقیناً منافقوں کے لیے خوشی کا باعث تھی اس لیے کہ منافقوں کا مطمحِ نظر یہی تو تھا اور اہل ایمان میں سے بہت سے لوگوں نے قافلۂ تجارت کا پیچھا کیا جو ناپسندیدہ امر تھا اور وہ اس پر عتاب کیے گئے لہذا منافقوں اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا تاکہ اہل ایمان کو نصیحت اور منافقوں سے کراہت شدید ہو اور وہ ان کے افعال پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کے شر سے محفوظ ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ منافقون پ ۲۸

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں۔ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

حل لغات رکوع اول سورہ منافقون پ ۲۸

اذا۔جب	جاء۔آتے ہیں	ك۔آپ کے پاس	المنفقون۔منافق
قالوا۔تو کہتے ہیں	نشھد۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ	انك۔آپ ضرور	لرسول۔رسول ہیں
الله۔اللہ کے	و۔اور	الله۔اللہ	یعلم۔جانتا ہے
انك۔بیشک آپ	لرسوله۔اسکے رسول ہیں	و۔اور	الله۔اللہ
یشھد۔گواہی دیتا ہے	ان۔بیشک	المنفقین۔منافق	لکذبون۔یقیناً جھوٹے ہیں
اتخذوا۔بنالیا انہوں نے	ایمانھم۔اپنی قسموں کو	جنة۔ڈھال	فصدوا۔تو روکا انہوں نے
عن سبیل۔راہ	الله۔خدا سے	انھم۔بیشک وہ	ساء۔برا ہے
ما۔جو	کانوا۔تھے وہ	یعملون۔عمل کرتے	ذلك۔یہ
بانھم۔اسلیئے کہ وہ	امنوا۔ایمان لائے	ثم۔پھر	کفروا۔کافر ہوئے
فطبع۔تو مہر کردی گئی	علی۔اوپر	قلوبھم۔انکے دلوں کے	فھم۔تو وہ
لا۔نہیں	یفقھون۔سمجھتے	و۔اور	اذا۔جب
رأیتھم۔دیکھتا ہے تو انکو	تعجبك۔پسند آتے ہیں تجھکو	اجسامھم۔ان کے جسم	و۔اور
ان۔اگر	یقولوا۔بات کریں	تسمع۔تو آپ سنتے ہیں	لقولھم۔انکی بات
کانھم۔گویا وہ	خشب۔لکڑیاں ہیں	مسندة۔ٹیک لگائی ہوئی	یحسبون۔خیال کرتے ہیں
کل۔ہر	صیحة۔آواز کو	علیھم۔اوپر اپنے	ھم۔وہی
العدو۔دشمن ہیں	فاحذر۔تو بچو	ھم۔ان سے	قاتلھم۔برباد کرے انہیں
الله۔اللہ	انی۔کہاں	یؤفکون۔پھیرے جاتے ہیں	و۔اور
اذا۔جب	قیل۔کہا جاتا ہے	لھم۔ان سے	تعالوا۔آؤ
یستغفر۔بخشش مانگیں	لکم۔تمہارے لیے	رسول۔رسول	الله۔اللہ کے
لووا۔تو پھیرتے ہیں	رءوسھم۔اپنے سر	و۔اور	رأیتھم۔دیکھتا ہے تو انکو

يصدون - ركتے ہیں | و - اور | ہم - وہ ہوتے ہیں | مستكبرون - تکبر کرنے
سواء - برابر ہے | عليہم - ان پہ | استغفرت - بخشش مانگے تو | لہم - ان کے لیے
ام - یا | لم - نہ | تستغفر - بخشش مانگے | لہم - انکے لیے
لن - ہرگز نہیں | يغفر - بخشے گا | الله - اللہ | لہم - ان کو
ان - بیشک | الله - اللہ | لا - نہیں | يهدى - ہدایت دیتا
القوم - قوم | الفسقين - فاسق کو | ہم - وہی ہیں | الذين - جو
يقولون - کہتے ہیں | لا - نہ | تنفقوا - خرچ کرو | على - اوپر
من - انکے جو | عند - پاس | رسول - رسول | الله - اللہ کے ہے
حتى - یہاں تک کہ | ينفضوا - دوڑ جائیں | و - اور | لله - اللہ کے لیے ہیں
خزائن - خزانے | السموت - آسمانوں | و - اور | الارض - زمین کے
و - اور | لكن - لیکن | المنفقين - منافق | لا - نہیں
يفقهون - سمجھتے | يقولون - کہتے ہیں | لئن - اگر | رجعنا - ہم لوٹے
الى - طرف | المدينة - مدینہ کی | ليخرجن - تو ضرور نکالے گا | الاعز - زیادہ عزت والا
منها - اس سے | الاذل - زیادہ ذلیل کو | و - اور | لله - اللہ کے لیے ہے
العزة - عزت | و - اور | لرسوله - اسکے رسول کی | و - اور
للمؤمنين - ایمانداروں کی | و - اور | لكن - لیکن | المنفقين - منافق
لا - نہیں | يعلمون - جانتے۔

سورة المنافقون مدنية

اس سورت میں دو رکوع - گیارہ آیات - ایک سو اسی کلمات اور نو سو چھہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر اردو سورۃ المنافقون رکوع اول پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَـكٰذِبُوۡنَ ۚ

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں

(اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ) جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں۔

ای حضروا مجلسك والمراد بہم عبد اللہ بن ابی سلول واصحابہ

یعنی جب منافق لوگ آپ کی مجلس شریفہ میں آتے ہیں یعنی ان کی حاضری بخوشی نہیں بلکہ ضمیر کیخلاف ہوتی ہے اور منافقوں سے مراد ان کا سرخیل عبد اللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے۔

(قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ التاکید بان واللام للازم فائدۃ الخبر وہو علمہم بہذا الخبر المشہود بہ فیفید تاکید الشہادۃ ویدل علی ادعائہم فیہا المواطاۃ وان کانت فی نفسہا تقع علی الحق والزور

حرف اَنَّ کیساتھ تاکید ہے اور لام فائدہ خبر کیلئے لازم ہے اور یہ ان کا علم اس خبر کے ساتھ یقینی ظاہر کرتی ہے یا اطلاع ہے جس سے شہادت کے مؤکد ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان کے دعوی پر دلالت کرتا ہے جس میں رنگ برنگ کی باتیں کرتے ہیں اگرچہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں اور جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور جو باطن میں ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے۔ یعنی ان کی شہادت کہ آپ اللہ کے رسول ہیں دل سے سچی نہیں اگرچہ بظاہر اس کے مدعی ہیں۔

(وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُهٗ) اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔

لمزید الاعتناء بشان الخبر اولیس الا لیوافق صنیعہم۔ اور خبر کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کیلیے ارشاد ہوا یہ کہ جیسا وہ منافقین باتیں بنا رہے ہیں وہ ان کے باطن کے موافق نہیں اور اللہ کو

بخوبی علم ہے کہ بلاشبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں یعنی آپ کی رسالت حق اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

(وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

خبر کے اعتبار سے تکذیب لنشہد (قول منافقین) کیطرف راجع ہے (ل تاکید) دلالت کرتا ہے چونکہ ان کا قول ان کے دل کے موافق نہ تھا لہذا فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں یا لکاذبون کے معنی یہ بھی کئے گئے بشرطیکہ یہ جملہ انشائیہ ہو کہ وہ اپنے خیال میں جھوٹ بول رہے ہیں حالانکہ یہ بات حق ہے کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں لیکن وہ اسے جھوٹ جانتے اور اسی خیال کے تحت جھوٹی بات کہہ رہے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کہتے ہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ کی شہادت تو پھر اللہ کی شہادت ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا	اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ	لیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

(اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً) اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا۔

ای الکاذبۃ علی ما یشیر الیہ الاضافتہ یعنی "جھوٹوں کو جیسا کہ اضافت اس کیطرف مشیر ہے ایمان سے مراد (جھوٹی قسمیں یا جھوٹی) شہادت، شہادت بھی او قسم قسم ہے۔ جُنَّةً کے معنی آڑ اوٹ یا ڈھال کے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے قتل و قید سے بچ رہیں ضحاک کا قول ہے ای اتخذوا حلفہم باللہ انہم لمنکم جنۃ عن القتل او السبی یعنی انہوں نے اللہ کی قسمیں کھانے کو کہ ہم بلاشبہ تم میں سے (مومنوں میں سے) آڑ بنا رکھا ہے کہ قتل و گرفتاری سے محفوظ رہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ وَمَا انتسبوا الی الاسلام الا لصون وَمَا بہم ان لا تسال

اور وہ اپنے آپ کو سلام سے منسوب نہیں کرتے مگر اس لیے کہ ان کے خون جانیں محفوظ رہیں اور اس لیے کہ ان سے باز پرس نہ ہو۔

(فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ) تو اللہ کی راہ سے روکا

ای من اراد الدخول فی دین الاسلام۔ یعنی جس نے دین اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا یا اطاعت بجالانے کا اظہار کیا تو انہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے سے طرح طرح کے وساوس و شبہات میں ڈالا

ایک قول ہے کہ مومنوں کو جہاد سے روکا۔ اگر فصدوا کا مصدر صدود ہو تو معنی یہ ہوں گے جو لازم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ایمان لانے یا جہاد سے یا اطاعت رسول سے خود رک گئے۔

(اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ) بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

من النفاق وما بتبعہ۔ ایمان کے مقابل کفر و نفاق کی پیروی کرتے ہیں۔

یعنی منافقت اور اسکی راہوں پر چلنا یا راہ خدا سے لوگوں کو دور رکھنا یا روکنا بہت ہی برائی کا دھندہ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ۝

یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے

ابن عطیہ کا قول ہے "اشارۃ الی سوء ما عملوا، فالمعنی ساء عملھم،، یہ اشارہ ہے ان کے برے کاموں کی طرف پس مراد ہے ان کے برے اعمال یعنی نفاق جھوٹی قسموں کو آڑ بنانا یا اسلام سے یا جہاد سے روکنا۔ بانّھم اس لیے کہ وہ۔

ای بسبب انھم یعنی اپنے ان برے کاموں کی وجہ سے اور ایسا کرنا اس لیے کہ ان کے ایمان کا اعتماد ہو۔ (اٰمَنُوْا) زبان سے ایمان لائے۔ ای نطقوا بکلمۃ الشہادۃ کسائر من یدخل فی الاسلام یعنی انہوں نے اور لوگوں کیطرح کلمۂ شہادت پڑھا جس طرح کہ کوئی سلام میں داخل ہوتا ہے

(ثُمَّ كَفَرُوْا) پھر دل سے کافر ہوئے ظھر کفرھم وتبین بما اطلع علیہ من قولھم: ان کان ما یقولہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حقًّا فنحن حمیر، وقولھم فی غزوۃ تبوك: ایطمع ھذا الرجل أن تفتح لہ قصور کسری۔ وقیصر ھیھات؛ وغیر ذلك۔

ان کا کفر ظاہر ہوگیا اور ان کا اقوال سے جس کی اطلاع کردی گئی واضح ہوگیا (اور وہ اقوال یہ تھے اگر وہ حق ہے جو کچھ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتے ہیں تو ہم گدھے ہیں اور ان کا قول غزوۂ تبوک میں (یہ تھا) کیا یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خواہش رکھتا ہے کہ اس کے لیے کسریٰ اور قیصر کے محلات فتح ہوں گے کتنی دور ہے اور اسی طرح کی باتیں۔ یا اس سے مراد ہے ثم اسروا الکفر پھر انہوں نے کفر کو چھپایا یا مومنوں کے سامنے ایمان کا اقرار کیا پھر جب اپنے شیاطین کے پاس خلوتوں میں اکٹھے ہوئے

توکفر بکا کیے اور دین اسلام کا تمسخر اڑایا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان میں سے ایمان سے پھر جانے والوں کے بارے میں ہے یعنی اول ایمان لائے پھر ان کے شیطان دوستوں نے انہیں شبہات ڈالے اور راہ راست سے بھٹکا دیا کہ کافر ہو گئے ۔

(فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ) تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ۔ حتی یموتوا علی الکفر ان کے نفاق اور برے اعمال کیوجہ سے ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی گئی یہاں تک کہ وہ کفر پر ہی جمے رہے اور کفر پر ہی مر گئے ۔

(فَہُمْ لَا یَفْقَہُوْنَ) تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے ۔ حقیقۃ الایمان اصلا یعنی اب وہ اصلاً ایمان کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے ۔

وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ
وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ
کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ
یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْہِمْ
ہُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْہُمْ
قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم
تمہیں بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں
تو ان کی بات غور سے سنے، گویا وہ
کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند
آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں ۔
وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللہ انہیں
مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں ۔

(وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ) اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تمہیں بھلے معلوم ہوں مراد عبداللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے ۔ لصباحتہا وتناسب اعضاءہ آپ جب انہیں دیکھیں گے تو ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان کے قد لمبے اور اعضاء جسمانی متناسب اور انکی رنگت خوشنما سفید ہے ۔ یعنی ان کا ظاہری ڈیل ڈول اور رنگت خوشنما ہے ۔

(وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ) اور اگر بات کریں تو ان کی بات غور سے سنے ۔

لفصاحتہم وذلاقۃ ألسنتہم وحلاوۃ کلامہم ان کی فصاحت کیوجہ سے اور ان کی چرب زبانی اور کلام و گفتگو کی شیرینی کیوجہ سے عبداللہ بن ابی جسیم قدآور اور فصیح شخص تھا وہ اپنے ہی جیسے لوگوں جیسے جد بن قیس، معتب بن قشیر وغیرہ کے ساتھ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ان کے قد و قامت، ڈیل ڈول خوبروئی کو دیکھ کر تعجب فرماتے اور ان کے کلام و گفتگو کو سنتے۔ ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعجب فرماتے تو دوسرے کیونکر نہ فرماتے ہوں گے اور ان کی باتیں بظاہر بچی معلوم ہوتی تھیں کہ باتیں بنانے میں گھاگ تھے۔ خطاب (اذا رایتہم) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور ایک قول ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انہیں دیکھے یا اُسے ان سے سابقہ پڑے۔

(کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ط) گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی۔ والمراد بہ ماھو المعروف شبھوا فی جلوسھم مجالس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستندین فیھا وما ھم الا اجرام الخالیۃ عن الایمان والخیر۔

اور اس سے مراد وہی ہے جو معروف تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس شریفہ میں اسی ہیئت و صورت میں حاضر ہوتے کہ جیسے وہ دیوار کے آسرے ٹکائی ہوئی شہتیریاں ہیں مگر وہ ایمان اور بھلائی سے کھوکھلے گویا بے جان تصویر کی طرح کہ ان میں نہ ہی ایمان و معرفت اور نہ ہی فکر عاقبت رکھنے والی عقل، ظاہری شکل و صورت ڈیل ڈول خوشنما اور باطن میں نفاق و شر کی گندگی کلام دلپذیر مگر حلاوت ایمان سے دور اور کھوٹ سے بھرپور۔

(یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لیجاتے ہیں۔ ای واقعۃ علیھم ضارۃ لھم لجبنھم وھلعھم فکانوا کما قال مقاتل: متی سمعوا بنشد ان ضالۃ اوصیاحا بای وجہ کان طارت عقولھم وظنوا ذلک ایقاعابھم۔

چونکہ انہیں اپنے نفاق کے افشار کا دھڑکا لگا رہتا ہے اس لیے ہر بلند آواز کو وہ اپنی خباثت و کمینگی اور بے صبری کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والی اور اپنے لیے نقصان دہ (ہلاکت کا باعث) سمجھتے ہیں تو گویا وہ اس طرح ہیں جیسے مقاتل کا قول ہے جب کوئی گم شدہ جانور ڈھونڈنے کے بارے میں یا کسی پکارنے والے کی پکار کو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو سنتے ہیں تو ان کی عقلیں متاثر ہو جاتی ہیں اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ اس کیوجہ سے پکڑے جائیں گے یا کوئی حکم ان کے بارے میں نازل ہوگیا

(ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ ط) وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو۔ ای ھم الکاملون فی العداوۃ والراسخون فیھا ——— ولا تغترن بظاھرھم یعنی وہ دشمن ہیں اور اپنی عداوت و دشمنی میں پختہ

ہیں۔ فاحذرھم میں تحذیر و انتباہ ہے کہ ان کو نگاہ میں رکھو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ محتاط رہو اور ان سے ہوشیار رہو اور ان سے بے خوف نہ رہو۔

(قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ) اللہ انہیں مارے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ کلمہ مذمت اور توبیخ کے لیے ہے اور اہل عرب اسے لعنت کا قصد کرنے کی بجائے تعجب کے موقع و محل پر بولتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ دعا ہے اور حق سبحانہ، و تعلیٰ اپنی ذات بابرکات سے منافقوں پر لعنت چاہ رہے ہیں یا پھر مومنوں کو اس کی تعلیم دی جا رہی ہیں کہ منافقوں کے لیے ایسا چاہیں۔ ایک قول ہے ای لعنھم وطردھم فان القتل قصاری شدائد الدنیا و فظائعھا یعنی ان پر لعنت فرمائی اور انہیں مردود ٹھہرائے کیونکہ قتل دنیا کے اندر شدید ترین سزا و محرومی ہے۔

(اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ) کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ یہاں منافقین کے حال پر بطور تعجیب ارشاد ہے ای کیف یصرفون عن الحق الی ما ھم علیہ من الکفر والضلال؟

یعنی وہ کس طرح راہ حق سے پھرے جاتے ہیں اور کس طرح کفر و ضلالت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور روشن دلائل کے باوجود راہ حق سے انحراف کرتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝	اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی سے خود سنا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں جب تک وہ انہیں چھوڑ کر الگ نہ ہو جائیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو اور اگر ہم

مدینے کو لوٹے تو وہاں سے عزت والے لوگ ان ذلیلوں کو نکال دیں گے میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا تو میں نے واقعہ بیان کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے دوستوں کو بلا کر پوچھا انہوں نے قسمیں کھالیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ابن ابی کو سچا مان لیا اس فیصلے سے مجھے ایسا صدمہ پہنچا کہ اس سے پہلے کبھی نہ پہونچا تھا میرے چچا نے کہا میں تو تجھے جھوٹا نہ کہنا چاہتا تھا مگر اب حضور نے تجھے جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ تجھ سے متنفر ہو گئے ہیں اس پر سورۂ منافقون کی آیات کا نزول ہوا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرما کر یہ آیات پڑھیں اور فرمایا اللہ نے تیری بات کی تصدیق کی ہے۔

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسیع یا غزوہ بنو مطلق سے فارغ ہو کر چشمۂ مریسیع پر جو قدید کیطرف سے ساحل کی طرف تھا تشریف فرما تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بنی غفار کا ایک مزدور تھا جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چلتا تھا اس کا نام جہجاہ بن سعید تھا سنان بن وبرہ جہنی جو قبیلہ عوف بن خزرج کا حلیف تھا اس سے جہجاہ کا جھگڑا ہو گیا جہجاہ نے سنان کو مار کر لہو لہان کر دیا سنان نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا اور جہجاہ نے گروہ مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا دونوں طرف سے ایک ایک گروہ ہتھیاروں کے ساتھ نکل آیا اور مہاجرین کیطرف سے جعال نامی شخص نے جہجاہ غفاری کی مدد کی اور قریب تھا کہ بہت بڑا فساد ہو جاتا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ جاہلیت کی کیا پکار مچا رکھی ہے۔ لوگوں نے صورت حال عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑو یہ فتنہ ہے (جو اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے) آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ ظالم ہو یا مظلوم ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روک دے یہی اسکی امداد ہے اور مظلوم ہو تو اسکی حمایت کرے اسکے بعد باہمی کوشش سے سنان اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اس وقت عبداللہ بن ابی بھی اپنی جگہ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو کمسن لڑکے تھے وہ بھی ان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابن ابی نے شان اقدس میں اس وقت بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور کہنے لگا کیا ان لوگوں نے یہ حرکت کی اب ہم پر فخر کرنے اور ہماری بستیوں میں ہمیں سے لڑنے لگے

ہماری اور ان کی حالت اس کہاوت جیسی ہے کہ اپنے کتے کو پال کر موٹا کر کہ تجھے کاٹ کھائے خدا کی قسم جب
ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دیتے
تو یہ تمہاری گردنوں پہ سوار نہ ہوتے اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس سے ہٹ جائیں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو برافروختہ ہو کر کہا خدا کی قسم تو اپنی قوم
میں ذلیل ہے اور ان میں بغض ڈلنے والا ہے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے رب نے عزت و قوت دی ہے
اور وہ مسلمانوں کے دلوں میں محبوب ترین ہیں عبداللہ ابن ابی یہ سن کر کھسیانا ہو گیا اور کہنے لگا لڑکے چپ رہ
میں تو یونہی مذاق سے کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو دی تو یہ بات ناگوار گزری پھر فرمایا لڑکے شاید تو نے اس پہ (عبداللہ بن ابی) جھوٹ باندھا ہے حضرت
زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس سے خود سنا ہے آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید تجھے سننے میں اشتباہ ہوا زید نے عرض کیا حضور میرے سننے میں کوئی غلطی نہیں
ہوئی لشکر اسلام میں اس بات کا چرچا ہوا اور بعض انصاریوں نے زید کو ملامت کی کہ تو نے اپنی قوم کے سردار
عبداللہ بن ابی پر تہمت لگائی اور بڑی نامناسب بات کی ہے اور قطع رحمی کی ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے
کہا خدا کی قسم میں نے جو کچھ اس سے خود سنا وہی بیان کیا ہے خدا کی قسم اگر میں ایسی بات اپنے باپ سے سنتا
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور عرض کرتا مجھے امید ہے کہ اللہ میری تصدیق فرمائیگا حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی کے قتل کی اجازت مانگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ
لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اور لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا حضور نے ابن ابی
کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہیں تھیں تو وہ فوراً مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کچھ بھی نہیں
کہا اس کے دوست مالک سوید زید بن صلت اور معتب وغیرہ جو مجلس شریفہ میں موجود تھے عرض کرنے لگے
کہ ابن ابی مرد بزرگ سے ہے یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم کو غلط فہمی ہوئی ہے غرضیکہ حضور
نے ابن ابی کا عذر قبول فرما لیا اور زید کو لوگ ملامت کرنے لگے زید اس واقعہ پر بہت ملول ہوئے اور
آپ کے قریب جانے سے ہچکچانے لگے جب حضور روانہ ہوئے تو سب سے پہلے سعد بن حضیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے ملے اور سلام کے بعد ایسے وقت میں روانگی کے بارے میں عرض کیا جو عادت کریمہ کے موافق نہ
تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی تھی سعد یا اسید رضی اللہ عنہ

نے عرض کیا یا رسول اللہ کون ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن ابی کہتا ہے کہ جب وہ مدینے لوٹ کر جائیگا تو بڑی عزت والا وہاں سے بڑے ذلیل کو نکال دے گا سعد نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو اس کو نکال دیں وہ خود بڑا ذلیل ہے اور آپ بڑی عزت والے ہیں عزت تو اللہ کے لیے اور مومنوں کیلئے ہے بغوی کا قول ہے کہ سورۂ مبارکہ مدینہ میں نازل ہوئی لیکن روایت سے واضح ہے کہ بحالت سفر ہی آیات کا نزول ہوا اور اللہ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق اور ابن ابی کی تکذیب نازل فرمائی جب آیات نازل ہو چکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کا کان پکڑ کر فرمایا زید اللہ نے تیری تصدیق کر دی اور تیرے قول کو پورا کر دیا۔ رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے متعلق آیات کے نزول سے قبل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سے کہا کہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے لیے بخشش چاہیں گے یہ سن کر عبداللہ بن ابی گردن پھیرنے لگا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ تیری یہ گردن گھمانے کے متعلق ضرور کچھ نازل ہوگا جو تیرے لیے عذاب ہو گا ایک اور روایت میں ہے کہ جب ابن ابی کا جھوٹ کھل گیا تو اس سے کہا گیا تیرے متعلق سخت آیات نازل ہوئی ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر معافی چاہو حضور تیرے لیے دعائے بخشش فرمادیں گے تو ابن ابی گردن پھیر کر بولا تم نے کہا ایمان لاؤ تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے دو تو میں نے زکوٰۃ دی اب تو یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کروں تو اس پر آیت واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم الخ نازل ہوئی اس کے چند روز بعد وہ بیمار ہوا اور مرگیا۔

(وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ لَوَّوۡا رُءُوۡسَهُمۡ) اور جب ان سے کہا جائے آؤ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں۔

یہ تکبر اور اعراض سے کنایہ ہے جیسا کہ کہا گیا اور ایک قول ہے ھو علی حقیقتہ ای حرکوھا استہزاءً اور یہ حقیقت حال پر مبنی ہے یعنی انہوں نے بطور ٹھٹھا کے ایسی حرکت کی یعنی گردن گھمائی روایت میں ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گزرا کہ عبداللہ بن ابی سے کہا گیا کہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاوے وہ تیرے لیے مغفرت کی دعا مانگیں گے تو اس نے اپنے سر کو پھیرا گویا اس مشورہ سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ تم نے ایمان کا مشورہ دیا میں ایمان لایا تم نے زکوٰۃ ادا کرنے کو کہا میں نے وہ ادا کی اور اب اسکے سوا اور کیا رہ گیا ہے کہ تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سے کہا "توبہ کر لو"، تو اس نے اپنی گردن

نیوڑائی تو یہ آیت نازل ہوئی ۔
(وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ٥) اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ۔ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے جنہوں نے منافقوں کو اعتراف جرم اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر دعائے بخشش کا مشورہ دیا تھا یعنی تم دیکھو گے کہ وہ استغفار سے منہ موڑتے ہیں اور اعتراف جرم سے تکبر کرتے اور معذرت سے گریز کرتے ہیں ۔

(سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو ۔
فهو للتسوية بين الامرين الاستغفار لهم وعدمه تو گویا یہ دونوں صورتیں یعنی ان کے لیے دعائے بخشش مانگنا یا دعا بخشش کا نہ مانگنا یکساں ہیں اور اس سے عدم نفع کی خبر ہے جیسا کہ آگے ارشاد باری ہے
(لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط) اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا ۔ چونکہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے ہیں اور راہ نفاق پہ ہی قائم رہیں گے ۔ تو اللہ انہیں بایں وجہ نہ بخشے گا ۔
(اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥) بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ۔
اى الكاملين فى الفسق الخارجين عن دائرة الاستصلاح المنهمكين لسوا استعدادهم بانواع القبائح فان المغفرة فرع الهداية ۔
یعنی یہ لوگ اپنے فسق و فجور میں راسخ و پختہ ہو چکے ہیں اور اس دائرہ سے جس میں ان کی اصلاح ممکن تھی خارج ہو چکے ہیں اور یہ اپنی استعداد و قابلیت کو برے کاموں میں لگانے میں منہمک ہیں اور مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ لہذا یہ درست نہیں ہو سکتے اور علم الٰہی کی رو سے قبول ہدایت سے محروم ہو چکے ہیں مغفرت جو ہدایت کی شاخ ہے جب اس سے تکبر و اعراض کرتے ہیں تو کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں گویا ان کی استعداد سلب ہو چکی ہے ۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے

لَا یَفْقَهُوْنَ ۝ مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

(هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ) وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں

واضح استئناف ہے بعض امور کیلئے جو ان منافقوں کے فسق پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان کے عدم مغفرت کی علت ہو۔ اور ھم الذین یقولون سے مراد راس المنافقین عبداللہ بن ابی اور وہ سارے لوگ ہیں جو اس بات (قول) سے راضی تھے۔ غزوۃ بنو المصطلق یا غزوۃ مریسیع سے واپسی پر جب جہجاہ غفاری اور سنان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور جب یہ معاملہ رفع ہو گیا تو عبداللہ بن ابی نے شان اقدس میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں جن میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر خدا نے فرمایا بدبخت نے اپنی قوم سے بکا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو خدمت اقدس میں عرض کی حضور نے ابن ابی سے دریافت کیا تو وہ سرے سے مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ (پیچھے تفصیل گزر چکی ہے) اب اللہ نے اس کا جھوٹ آشکار کر دیا علی من عند رسول اللہ ؐ سے مراد فقراء مہاجرین ہیں اور ان منافقین کا رسول اللہ ؐ کے لفظ کہنا یا تو اس لیے تھا کہ وہ ظاہراً آپ کی رسالت کے مقر تھے اگرچہ باطناً منافق تھے یا پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلبہ کے پیش نظر ایسا کہا اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کہا ہو اور اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال و تعظیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لفظ بطور بدل فرمایا ہو واللہ اعلم ۔

اور انفضاض سے مراد بٹ جانا بکھر جانا ہے اور حتّٰی کا لفظ تعلیل کے لیے ہے یعنی ان لوگوں پہ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منتشر ہو جائیں اور آپ کی صحبت چھوڑ دیں ۔

(وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے، منافقوں کے قول کا رد اور ابطال ہے کہ وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں نہ خرچ کرنے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہو گی اور وہ مدینہ سے بھاگ جائیں گے یا آپ کے پاس سے منتشر ہو جائیں گے اس کی وضاحت کرنے کے ارشاد ہے ۔

ان خزائن الارزاق بید اللہ تعالٰی خاصۃ یعطی منہا من یشاء و یمنع من یشاء کہ تمام انواع رزق کے خزانے سب اللہ پاک ہی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ان میں جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور

جسے چاہتا ہے عطا نہیں فرماتا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی اس قابل کہاں ہے کہ اللہ کے حکم و مشیت کے بغیر کچھ دے سکے یا کچھ روک سکے اللہ ہی سب کا رزاق ہے اور وہی سب کو دیتا ہے اور منافقوں کا کہنا کہ نہ خرچ کرو جہالت خالص بے ہودگی ہے یا اور وہ عظمت الٰہی سے بیگانہ ہیں۔

(وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○) مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

ذلك لجهلهم بالله تعالىٰ وبشؤنه عز وجل ولذلك يقولون من مقالات الكفرة ما يقولون

یہاں منافقین کی عظمت الٰہیہ سے جہالت و بے خبری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کفریہ باتیں کرتے ہیں اگر سمجھ دار ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کہتے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ع

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

(يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ) کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

قائله كما سمعت ابن ابى وعنى بالأعز نفسه او ومن يلوذ به وبالا ذل من اعزه الله عز وجل وهو الرسول صلى الله عليه وآله وسلم او هو عليه الصلوة والسلام والمومنون

ایسا کہنے والا جیسا کہ سنا گیا (بروائت زید بن ارقم) عبداللہ بن ابی ہے اور بڑی عزت والے سے مراد اس کی اپنی ذات یا وہ شخص جو عزت کا حریص و بھوکا ہے (ابن ابی) اور نہایت ذلت والے سے مراد وہ ذات ہے جس کو اللہ عزوجل شانہ نے نہایت معزز فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان مراد ہیں۔

(وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے۔ رد لما زعموه ضمنا من عزتهم وذل من نسبوا اليه الذل، وحلشاه منه اى ولله تعالىٰ الغلبة والقوة ولمن اعزه الله تعالىٰ امن رسوله صلى الله عليه وآله وسلم والمومنين لا لغير

یہ منافقوں کے اس زعم کا رد ہے جو انہیں اپنے معزز ہونے کے بارے میں تھا اور اس کا ابطال جنکی طرف انہوں نے " ذلت والے کی نسبت کی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین اس سے پاک ہیں یعنی عزت و غلبہ اور قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے لیے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نہایت معزز فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو اور ان کے غیر کو نہیں تقدیم خبر سے حصر کا فائدہ ظاہر ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ اسناد کی نسبت سے پہلے عطف معتبر ہے اور وہ اس کے منافی نہیں اور حرف جار کے اعادہ کو مضر نہیں کیونکہ وہ نسبت میں استقلال کے افادہ کے لیے نہیں ہے بلکہ ثبوت عزت میں تفاوت کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ذاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بواسطہ رسالت اور اہل ایمان کے لیے ایمان کے واسطے سے ہے اور کئی طرق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ مخلص مومن تھا اس نے جب اپنے باپ کے اس قول کے بارے میں سنا تو اپنے باپ پر اشراف مدینہ کے روبرو تلوار کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں پس اس نے باپ کو نہ چھوڑا جب تک اس نے یوں کہا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کے باہر ٹھہر گیا اور لوگ مدینہ میں داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ اس کا باپ (عبداللہ بن ابی) آیا تو اس نے کہا " ٹھہر جا " ابن ابی بولا تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے کہا خدا کی قسم کہ تو کبھی بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے لیے اجازت فرمائیں اور آج تجھے ضرور ریتہ چل جائے گا کہ سب سے زیادہ عزت والا کون ہے اور سب سے زیادہ ذلت والا کون ہے پھر وہ پلٹ کر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور جو کچھ اسکے بیٹے نے کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ اس کو چھوڑ دو اور (جانے دو) تو انہوں نے باپ کو جانے دیا اور اس آیت میں اہل ایمان کی بزرگی و فضیلت پر دلیل ہے اور اسی جگہ بعض صالحات نے کہا ہے اور ان کا یہ قول عقل کی کمی کی وجہ سے ہے : کیا میں اسلام پر رہ نہیں ہوں اور وہ ایسی عزت ہے کہ اسکے ساتھ ذلت نہیں اور ایسی غنا ہے جس کے ساتھ فقر نہیں ہے " ۔ اور حسن بن علی سبط رسول رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا بے شک لوگ گمان رکھتے ہیں کہ اس میں (اس آیت میں) آپ کیلئے غرور (تیہ) (تکبر فخر بڑائی) ہے ارشاد فرمایا تکبر ہرگز نہیں بلکہ عزت ہے اور یہ آیت فللّٰہ العزۃ

الخ تلاوت کی اور تیبہ سے مراد تکبر ہے اور عزت سے اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ عزت کبر نہیں ہے اور ابوحفص سہروردی قدس سرہٗ نے اسے نص قرار دے کر فرمایا " العزۃ غیر الکبر لان العزۃ معرفۃ الانسان بحقیقۃ نفسہ واکرامہا. عزت کبر میں داخل نہیں کیونکہ عزت سے نفس انسانی کی حقیقت اور اس کے فضل وشرف کی معرفت ہوتی ہے اور اس کا اطلاق غیر پائیدار اقسام پر نہیں ہوتا جس طرح کہ کبر وغرور جو کہ نفس انسانی کا جہل ہے اور اسکی قدر ومنزلت کو نیچے گرانے والا ہے تو عزت ذلت کی ضد ہے جس طرح کہ تکبر تواضع کی ضد ہے. تاہم عزت کی تفسیر قوت وغلبہ ہی سے کی گئی ہے اور یہ بھی خدا ورسول اور مومنوں کیلئے ثابت ہے (وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۠) مگر منافقوں کو خبر نہیں. من فرط جہلہم وغرورہم فیہذون مایہذون یعنی منافق اپنی جہالت اور نادانی اور تکبر وغرور کے باعث اس بات کو نہیں جانتے پس وہ یاوہ گوئی کرتے ہیں جو ان کے جی میں آتا ہے. علماء تفسیر نے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے تھوڑا عرصہ بعد ابن ابی بحالت نفاق مرگیا گویا اس میں اسکے انجام کی خبر تھی کہ اسے جلد معلوم ہو جائیگا کہ بڑی عزت والا کون ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تمہارے نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

یاایہا۔ اے	الذین۔ لوگو جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تلھکم۔ غافل کریں تم کو	اموالکم۔ تمہارے مال	و۔ اور	لا۔ نہ
اولاد۔ اولاد	کم۔ تمہاری	عن ذکر۔ یاد	اللہ۔ الٰہی سے
و۔ اور	من۔ جو	یفعل۔ کریگا	ذلک۔ ایسا تو
فاولئک۔ یہی	ھم۔ لوگ ہیں	الخسرون۔ خسارہ ہیں	و۔ اور
انفقوا۔ خرچ کرو	مما۔ اس سے جو	رزقنکم۔ دیا ہم نے تم کو	من قبل۔ پہلے
ان۔ اس سے کہ	یاتی۔ آئے	احد۔ ایک	کم۔ تمہارے کو
الموت۔ موت	فیقول۔ تو کہے	رب۔ اے میرے رب	لولا۔ کیوں نہ
اخرتنی۔ مہلت دی تو نے مجھکو	الی۔ طرف	اجل۔ مدت	قریب۔ قریب کی
فاصدق۔ تو میں صدقہ کرتا	و۔ اور	اکن۔ ہوتا	من الصلحین۔ نیک
لوگوں سے	و۔ اور	لن۔ ہرگز نہیں	یؤخر۔ مہلت دیتا
اللہ۔ اللہ	نفسا۔ کسی جان کو	اذا۔ جب	جاء۔ آجائے
اجلھا۔ مدت اسکی	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	خبیر۔ خبردار ہے
بما۔ اس سے	تعملون۔ جو تم کرتے ہو		

مختصر تفسیر اردو سورۃ المنافقون رکوع دوم پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ
اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری
اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے
غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی
لوگ نقصان میں ہیں۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

ای لا یشغلکم الاھتمام بتدبیر امورھا والاعتناء بمصالحھا والتمتع بھا عن الاشتغال بذکر اللہ عزوجل من الصلوٰۃ وسائر العبادات المذکورۃ للمعبود الحق جل شانہ، فذکر اللہ تعالیٰ مجاز عن مطلق العبادۃ کما یقتضیہ کلام الحسن وجماعۃ والعلاقۃ السببیۃ لان العبادۃ سبب لذکرہ سبحانہ وھو المقصود فی الحقیقۃ منھا۔

یعنی اولاد و مال کی محبت) تمہیں اس کے امور کی تدبیر کے ساتھ ان کے بند و بست میں مشغول نہ کردے اور نہ ہی اسکی مصلحتوں کیطرف متوجہ اور اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے منہمک رکھے کہ تم اللہ کے ذکر سے جیسے نماز اور جملہ عبادتیں جو معبود برحق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد کیلئے (مقرر) ہیں غافل ہو جاؤ (لاتعلق ہو جاؤ) پس اللہ کے ذکر سے مجازاً مراد مطلق عبادت ہے جیسا کہ اس کا مقتضیٰ (تقاضا) ہے حسن اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور سبب کا علاقہ یوں کہ عبادت حق سبحانہ کی یاد کا باعث ہے اور وہی حقیقتاً اس سے مقصود (مطلوب) ہے۔ وفی روایۃ عن الحسن ان المراد بہ جمیع الفرائض۔ اور ایک روایت میں حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک اس سے مراد تمام فرض عبادتیں ہیں جیسے نماز پنجگانہ وقال الضحاک وعطا: الذکر ھنا الصلوٰۃ المکتوبۃ اور ضحاک اور عطا کا قول ہے کہ یہاں ذکر سے مراد فرض نمازیں ہیں وقال الکلبی: الجہاد مع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ راہ خدا میں جہاد کرنا ہے وقیل: القرآن اور ایک قول ہے کہ مراد (ذکر سے) قرآن ہے اور ذکر کا عمومی معنی اولیٰ ہے تاہم معنی یہ ہے لا تشغلنکم الدنیا عن الدین کہ تمہیں دنیاوی مشغولیت اور اس کے دھندے دین سے غافل نہ کردیں اور صاحب کشاف کے نزدیک اموال واولاد سے مراد دنیا ہی ہے کیونکہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد ہے المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا مال اور بیٹے (اولاد) دنیاوی زندگی کی زینت ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ دنیاوی شغل دین کو نہ بھلا دیں اور مال و اولاد کی محبت فکر آخرت سے روک نہ بنے۔

(وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ) اور جو ایسا کرے۔ ای اللھو بھا وھو الشغل

یعنی لہو ولعب جو کہ شغل دنیا ہے اس میں پڑ جائے اور دین کو بھلا دے اور فکر آخرت سے صرف نظر کرے

اور دنیا اور اس کے امور کی طلب میں پڑ جائے اور آخرت کی دائمی زندگی اور اسکی نعمتوں کے حصول سے بے پرواہی برتے اور عارضی زندگی (دنیاوی کے لیے ہی ساری ہمت صرف کر دے تو یہ سودا کیسا ہے اگلے جملے میں ارشاد ہے۔ (فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○) تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

حیث باعوا العظیم الباقی بالحقیر الفانی تو ایسے لوگ جو فنا ہونیوالی شئے کو اس عظیم اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے بدلے خرید لیا اور سودا خسارے ہی خسارے کا ہے اس آیت میں مومنوں کو فکر آخرت کی خوب ترغیب ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

اور ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

(وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ ای بعض ما اعطینا کم و تفضلنا به علیکم من الاموال ادخاراً للآخرة یعنی اس میں سے کچھ جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا اور اس کے ساتھ تمہیں اموال وغیرہ سے بزرگی بخشی تاکہ وہ آخرت کے لیے ذخیرہ (سرمایہ) ہو۔ ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وانفقوا سے مراد زکوٰۃ کا ادا کرنا حج کے دوران صدقہ ہے ایک قول ہے صدقات واجبہ سے مراد ہیں۔

(مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے ای اماراته و مقدماته۔ یہ کلام بر تقدیر مضاف ہے یعنی موت کی علامتیں اور نشانیاں اور وہ باتیں جو بالعموم موت کا پیش خیمہ ہوتی ہیں ظاہر ہو جائیں۔

(فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ) پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھی تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی۔ ای اَمْهِلْنِي ــــ ای امد قصیر ــــ یعنی حالت ورود موت میں کہنے لگے کہ مجھے مہلت دے یعنی تھوڑی سی مہلت (وقت) یا یہ کہ تھوڑے

سے وقت کے لیے زندگی دیدے۔
(فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝) کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔
ان اخرتنی اصدق واکن من الصلحین۔ یعنی اگر تو مجھے تھوڑی زندگی دیدے تو
میں صدقہ کروں اور نیکوں میں سے ہو جاؤں۔ لولا سے مستفاد یہ ہے کہ مرنے والا بطور حسرت
ایسا کہے گا اور بعض کا قول ہے فَاَصَّدَّقَ سے مراد ہے کہ میں اگر تھوڑی زندگی اور پاؤں تو میں تیری
تصدیق کروں (ایمان لاؤں) اور "اکن من الصلحین" سے مراد ہے مومنوں میں سے ہو جاؤں کیونکہ
ان کے نزدیک یہ منافقوں کے حق میں اتری۔ اور ایسا حرف وَ (عطف) کی تعبیر کے پیش نظر ہے۔
ترمذی اور طبرانی وغیرہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس مال ہو جو حج بیت اللہ کو لازم کرلے یا اس پر زکوٰۃ میں سے کچھ واجب
ہو اور وہ ایسا نہ کرے (نہ حج کرے نہ زکوٰۃ دے) موت کے وقت رجوع (زندگی) کی درخواست کرتا
ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈر زندگی کیطرف لوٹنے کی
درخواست تو صرف کفار کریں گے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ لہٰذا صدقہ وہی بہتر ہے جو زندگی
میں ہو بحالت صحت اور مال کی محبت کے باوجود ہو اور جب موت آ پہنچی تو وقت جاتا رہا اور مال وارثان
کا ہو گیا۔ لازم ہے کہ صدقات واجبہ فی الفور ادا کر جائیں اور تاخیر نہ کی جائے۔

وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا	اور ہر گز اللہ کسی جان کو مہلت نہ
اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ	دے گا جب اس کا وعدہ آجائے
خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝	اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے

(وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا) اور اللہ ہر گز کسی جان کو مہلت نہ دیگا۔
ای ولن یمہلہا یعنی اللہ اس کو ہر گز مہلت (وقت تھوڑی زندگی) نہ عطا فرمائے گا۔
اگرچہ وہ اسکی آرزو کرے۔ (اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ) جب اس کا وعدہ آجائے
ای آخر عمرھا یعنی اس وقت کی عمر کا وقت پورا ہو جائے، حدیث شریف میں ہے کہ بندے
کی عمر شکم مادر میں نفخہ روح کے ساتھ ہی لکھ دی جاتی ہے لہٰذا جب وقت مکتوب پورا ہو جائے تو
مہلت ہر گز نہ دی جائے گی اور دیگر مقامات پر قرآن حکیم میں مزید وضاحت ہے کہ جب وعدہ

آجائے تو ایک لمحے کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ایک قول ہے کہ عمر پوری ہو جائے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔

(وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ع) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ یعنی حیات دنیوی میں تم نے جو کچھ کیا اللہ کو معلوم ہے اور وہ تمہیں اسی کے موافق جزا دے گا۔

سورۃ منافقون کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ ہجری

سورۃ التغابن

اکثر علماء کے نزدیک سورۃ التغابن مدنی ہے عبداللہ بن عباس اور عطار بن یسار رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ سورۃ مبارکہ سوائے اس کے آخر کی آیات یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ من ازواجکم.... الخ کے مکی ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی آیات اٹھارہ ہے اور دو رکوع ہیں سورۃ منافقوں سے اس کی مناسبت یوں ہے کہ اس میں حق سبحانہ، وتعالیٰ نے منافقوں کا حال ذکر کیا پھر اہل ایمان سے خطاب فرمایا اور اس سورۃ مبارکہ (التغابن) میں لوگوں کی تقسیم بیان کی کہ ان میں سے مومن اور ان میں سے بعض کافر ہیں ۔ بعض علماء نے سورت منافقوں کی آخری آیت ولن یؤخر اللہ نفسًا الخ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف کے تریسٹھ برس ہونے کا استنباط کیا ہے کہ سورۃ منافقون تریسٹھویں سورۃ مبارکہ ہے اور اس کے بعد حق سبحانہ، وتعالیٰ نے تغابن کا ذکر فرمایا ۔

سورۃ تغابن مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع اٹھارہ آیتیں ۔ دو سو اکتالیس کلمے اور ایک ہزار ستر حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ تغابن پ ۲۸

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ

اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور

صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کوتک تمہیں جتا دیے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے پورا خبردار ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ آگ والے ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا ہی برا انجام ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تغابن پ ۲۸

یسبح۔ پاکی بولتا ہے	للہ۔ اللہ کی	ما۔ جو	فی۔ بیچ
السموت۔ آسمانوں کے ہے	و۔ اور	ما۔ جو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہے	لہ۔ اسی کا	الملک۔ ملک ہے	و۔ اور
لہ۔ اسی کی	الحمد۔ تعریف ہے	و۔ اور	ھو۔ وہ
علی۔ اوپر	کل۔ ہر	شئ۔ شے کے	قدیر۔ قادر ہے
ھو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	خلقکم۔ تم کو پیدا کیا	فمنکم۔ تو بعض تم سے
کافر۔ کافر ہیں	و۔ اور	منکم۔ بعض تم سے	مؤمن۔ مومن ہیں
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	بما۔ اس سے	تعلمون۔ جو کرتے ہو تم
بصیر۔ دیکھنے والا ہے	خلق۔ پیدا کیے	السموت۔ آسمان	و۔ اور
الارض۔ زمین	بالحق۔ حق کے ساتھ	و۔ اور	صوّر۔ صورت بنائی
کم۔ تمہاری	فاحسن۔ پھر اچھی بنائی	صور۔ شکل	کم۔ تمہاری
و۔ اور	الیہ۔ اسی کی طرف ہے	المصیر۔ پھرنا	یعلم۔ جانتا ہے
ما۔ جو	فی۔ بیچ	السموت۔ آسمانوں	و۔ اور
الارض۔ زمین کے ہے	و۔ اور	یعلم۔ جانتا ہے	ما۔ جو
تسرون۔ تم چھپاتے ہو	و۔ اور	ما۔ جو	تعلنون۔ ظاہر کرتے ہو
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	علیم۔ جانتا ہے	بذات الصدور۔ سینے
کی باتیں	ا۔ کیا	لم۔ نہیں	یاتکم۔ آئی تمہارے پاس
نبؤا۔ خبر	الذین۔ ان	کفروا۔ کافروں کی	من قبل۔ جو پہلے ہو چکے
فذاقوا۔ تو چکھا انہوں نے	وبال۔ وبال	امرھم۔ اپنے کام کا	و۔ اور

لهم۔ ان کے لیے	عذاب۔ عذاب ہے	الیم۔ دردناک	ذلک۔ یہ
بانہ۔ اس لیے کہ	کانت۔ تھے	تاتیھم۔ آتے انکے پاس	رسلھم۔ ان کے رسول
بالبینت۔ دلائل لے کر	فقالوا۔ تو بولے	ا۔ کیا	بشر۔ آدمی
یھدوننا۔ ہدایت دینگے ہمکو	فکفروا۔ تو کافر ہو گئے	و۔ اور	تولوا۔ پھر گئے
و۔ اور	استغنی۔ بے نیازی کی	الله۔ اللہ نے	و۔ اور
الله۔ اللہ	غنی۔ بے نیاز ہے	حمید۔ سراہا ہوا	زعم۔ خیال کیا
الذین۔ انہوں نے جو	کفروا۔ کافر ہیں	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ
یبعثوا۔ اٹھائے جائینگے	قل۔ کہو	بلی۔ ہاں	و۔ قسم ہے
ربی۔ میرے رب کی	لتبعثن۔ ضرور اٹھائے جاؤگے	ثم۔ پھر	لتنبؤن۔ تم خبر دیے جاؤگے
بما۔ جو	عملتم۔ کیا تم نے	و۔ اور	ذلک۔ یہ
علی۔ اوپر	الله۔ اللہ کے	یسیر۔ یسیر	فامنوا۔ تو ایمان لاؤ
بالله۔ اللہ پر	و۔ اور	رسولہ۔ اسکے رسول پر	و۔ اور
النور۔ نور پر	الذی۔ جو	انزلنا۔ ہم نے آتارا	و۔ اور
الله۔ اللہ	بما۔ اس سے جو	تعملون۔ جو عمل کرتے ہو تم	
خبیر۔ خبردار ہے	یوم۔ جس دن	یجمعکم۔ جمع کریگا تم کو	لیوم۔ دن
الجمع۔ جمع ہونے کے	ذلک۔ یہ	یوم۔ دن ہے	التغابن۔ ہارجیت کا
و۔ اور	من۔ جو	یؤمن۔ ایمان لائے	بالله۔ اللہ پر
و۔ اور	یعمل۔ عمل کرے	صالحا۔ اچھے	یکفر۔ تو دور کریگا
عنہ۔ اس سے	سیئاتہ۔ برائیاں اسکی	و۔ اور	یدخلہ۔ داخل کریگا اسکو
جنت۔ باغوں میں کہ	تجری۔ چلتی ہیں	من تحتھا۔ اس کے نیچے	الانھر۔ نہریں
خلدین۔ ہمیشہ رہیں	فیھا۔ اس میں	ابدا۔ ہمیشہ تک	ذلک۔ یہ ہے
الفوز۔ کامیابی	العظیم۔ بڑی	و۔ اور	الذین۔ وہ جو
کفروا۔ کافر ہوئے	و۔ اور	کذبوا۔ جھٹلایا	بایتنا۔ ہماری آیتوں کو
اولئک۔ یہ لوگ ہیں	اصحب۔ رہنے والے	النار۔ آگ کے	خلدین۔ ہمیشہ رہیں
فیھا۔ اس میں	و۔ اور	بئس۔ برا	المصیر۔ ٹھکانا ہے

تفسیر اردو سورۃ التغابن رکوع اول پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ۚ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ‏ ۝	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کی ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ۔ ای ینزهہ سبحانہ وتعالیٰ جمیع المخلوقات عما لا یلیق بجناب کبریائہ سبحانہ تسبیحاً مستمراً وذلک بدلالتہا علی کمالہ عزوجل واستغنائہ تعالیٰ

یعنی تمام مخلوقات ان تمام عیوب نقائص سے جو اللہ کی شان کبریائی کے ہرگز لائق نہیں اسکی پاکی (بے عیب ہونا) دائمی جاری تسبیح کے ساتھ بیان کر رہی ہے اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی یہ شان بے نیازی اور اسکی کمال عظمت پر دلالت کر رہی ہے لفظ ما غیر ذوی العقول پر بولا جاتا ہے مخلوقات غیر ذوی العقول ہو یا ذوی العقول سبھی اپنی نوعی زبان میں حمد سرا ہیں۔

(لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ) اسی کا مالک ہے اور اسی کی تعریف ۔ لہٗ کو ملک اور حمد سے بالتکرار مقدم بولا گیا جو حصر کا فائدہ دیتا ہے جس کا مطلب ہے لا لغیرہٖ تعالیٰ یعنی اسکے سوا بالذات اور بالحقیقت کسی کا نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ بادشاہی فقط اسی ہی کی ہے اور یونہی سب تعریف فقط اسی کو سزاوار ہے وہ اپنے ملک میں متصرف بالذات ہے جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے فرماتا ہے کرتا ہے نہ کوئی اُس کا شریک وہم سر اور سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں فللّٰہ الحمد رب السمٰوٰت رب والارض رب العلمین ۝ ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔

(وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لأن نسبة ذاته جل شانہٗ المقتضية للقدرة الى الكل سواء

اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ذات کی نسبت جو مقدرات کے لیے مقتضی ہے سب کے لیے یکساں ہے اور وہ جو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور عیب و عجز سے پاک ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ	وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں
كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ	کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ	تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

ای ھوالذی اوجدکم کما شاء یعنی وہی ذات ہے جس نے تمہیں ایجاد کیا (پیدا کیا۔ بنایا) جسطرح کہ اسکی حکمت بالغہ نے چاہا۔

(فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ) تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان

ای فبعضکم کافر بہ تعالیٰ وبعضکم مؤمن بہ عزوجل۔

یعنی تم میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور تم میں سے بعض حق سبحانہ، وتعالیٰ پر ایمان لائے فَ تعقیب کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ تخلیق کے بعد بعض نے کفر اختیار کیا اور بعض مومن ہوئے کفر و ایمان خلق و پیدائش کے ضمن میں سے ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے بندوں کے افعال و اعمال کو بھی پیدا فرمایا اور یونہی ایمان و کفر خلق و پیدائش کے ساتھ ہی مقدر ہو چکا لیکن (بندوں کو افعال اعمال میں قدرے اختیار دیا گیا ہے اور اسی کو کَسْبُ کہتے ہیں اور بندے کے کسب پر ہی ثواب و عذاب ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اور اس عقیدہ کی وضاحت احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم و ترمذی اور ابو داؤد نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق ہیں بے شک تم میں سے ہر ایک کا مادۂ خلقت اس کی ماں کے بطن (رحم) میں چالیس روز تک صورت نطفہ جوڑا (جمع کیا) جاتا ہے پھر وہ چالیس روز کے بعد (وہ نطفہ) جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر چالیس روز گزرنے کے بعد گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر چالیس روز کے بعد اس کی طرف اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی عمر اور یہ کہ وہ سعید (نیک بخت) یا شقی (بد بخت) ہو گا لکھ دیتا ہے پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اور عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شکم مادر میں منی (نطفہ) کو پڑے چالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اس کے پاس ملک النفوس آتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے پروردگار کیا یہ مرد ہوگا یا عورت تو اللہ تعالیٰ فیصلہ دیتا ہے جو وہ ہوگا پھر فرشتہ عرض کرتا ہے کہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت پس وہ لکھ دیتا ہے جیسا ہونیوالا ہوتا ہے۔ اور کفر کا ایمان پر تقدیم شائد غلبہ وکثرت کی وجہ سے ہے۔

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ای فیجازیکم بما یناسب ذلك یعنی وہ تمہیں جو اس کے مناسب ہے جزا دیگا اور کفر و ایمان کی تخلیق کے منافی نہیں کیونکہ وہ دونوں امور بندے کیلئے مکتوب ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

اس نے آسمان اور زمین حق کیساتھ بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ) اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے بالحکمة البالغة المتضمنة للمصالح الدینیة والدنیویة یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو حکمت بالغہ کے ساتھ جو دینی اور دنیاوی مصلحتوں کو متضمن تھی پیدا فرمایا یا یہ مراد ہے کہ ان دونوں کی تخلیق وجود صانع پر حقیقی طور پر دلالت کر رہی ہے۔

(وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی۔ حیث براکم سبحانہٗ فی احسن تقویم واودع فیکم من القوی والمشاعر الظاهرة والباطنة ما نیط بها جمیع الکمالات البارزة والکامنة وزینکم بصفوة صفات مصنوعاته وخصکم بخلاصة خصائص مبدعاته وجعلکم انموذج جمیع مخلوقاته فی هذه النشاة وقد ذکر بعض المحققین ان الانسان جامع بین العالم العلوی والسفلی وذلك لروحه التی هی من عالم المجردات وبدنه الذی هو من عالم المادیات وانشدوا: ؎ وتزعم انك جرم صغیر وفیك انطوی العالم الاکبر

اس لیے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہیں بہترین خلق میں پیدا کیا (وجود میں لایا) اور تمہیں عقل (یاطاقت) اور ظاہری و باطنی حواس ودیعت فرمائے (تم میں رکھے) جن کے ساتھ وہ تمام فوقیت دلانیوالے اور مخفی کمالات ملے یا ان پر ان کا انحصار ہے اور تمہیں اس نے اپنی بنائی ہوئی اشیاء کی صفات وخصوصیات کے علم سے زینت بخشی اور تمہیں اپنی ایجادات کے خصائص کے نچوڑ کے ساتھ خاص کیا (تمہیں ان کے علم کے لیے چن لیا) اور اپنی تمام مخلوقات میں اس نشوونما (اٹھان) میں تمہیں حسین بنایا اور بے شک بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ انسان عالم سفلی وعلوی کے درمیان جامع ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی روح وہ ہے جو عالم مجردات سے متعلق رکھتی ہے اور اس کے بدن ایسا ہے کہ عالم مادیات سے تعلق ہے، اور یہ شعر کیا خوب ہے۔ ے او تو خیال کرتا ہے کہ تو محض چھوٹا سا جرثومہ ہے

اور تمہارے اندر ایک بہت بڑا جہان پوشیدہ ہے (سمویا لپٹا ہوا ہے)

لہٰذا لازم ہے کہ اللہ نے جب صورت اچھی عطا فرمائی تو سیرت بھی اچھی رکھی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک اہم و مشہور دعا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ خُلُقِیْ کَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ" اے اللہ میری سیرت کو عمدہ بنا دے جسطرح تو نے میری تخلیق کو عمدہ بنایا۔

(وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ) اور اسی کی طرف پھرنا

یعنی آخرت میں تم سب کو اسی کے حضور پیش ہونا ہے لہٰذا اپنی صورت کو شرک وکفر اور اعمال شنیعہ سے بدصورت نہ بناؤ کہ حشر کے روز کافروں کی صورتیں بدل جائیں گی اور وہ صورت آدم کے سوا بہائم وغیرہ کی صورت پر جہنم میں داخل ہوں گے گویا یہ اُن کے اعمال کی صورت مثالی ہوگی جس پر بدلہ پائیں گے اور جہنم میں کوئی آدمی صورت آدم پر جہنم میں داخل نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ	جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

من الامور الکلیۃ والجزئیۃ والاحوال الجلیۃ والخفیۃ۔

یعنی تمام کُلّی اور جزئی امور کو جانتا ہے اور تمام احوال سے باخبر ہے خواہ نہاں ہوں یا عیاں۔

(وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ط) اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔
ای ماتسرونہ فیما بینکم وما تظہرونہ من الامور یعنی جو کچھ اس میں سے جو تمہارے درمیان ہے چھپاتے ہو اور جو کچھ تم امور سے ظاہر کرتے ہو سبھی اللہ کو معلوم ہے وہ تمہارے تمام مخفی ارادے اور خیالات سے اور جو کچھ تم برملا کہتے ہو سبھی سے بخوبی آگاہ ہے۔

(وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ) اور اللہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔
چونکہ تمام تخلیق وجود صانع وخالق پر دلالت کرتی ہے لہذا ایجاد وصنعت کے تمام اسرار وحکم (حکمتیں) بھی اللہ کریم کے علم پر دلیل ہیں اور علم سے پہلے قدرت کا ذکر یہی مطلب ہے اور یہاں علم کا مکرر تذکرہ جلالت شان کے اظہار کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں گزرنے والے خطرات ووساوس وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا علم ذاتی تمام امور کو محیط ہے۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ	کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے
كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا	پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا
وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ	اور ان کے لیے دردناک عذاب
اَلِيْمٌ ○	ہے

(اَلَمْ يَأْتِكُمْ) کیا تمہیں نہ آئی۔ بعض علماء تفسیر کے نزدیک اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ فکانہ قیل: اَلَمْ يَأْتِكُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ گویا کہ کہا گیا ہے کہ اے اہل مکہ کیا تمہیں خبر نہ پہنچی یا انہیں بطور خاص مخاطب کرنے کے بعد دلالت فرمایا اے کافرو۔

(نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ) خبر ان لوگوں کو جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا۔
لقوم نوح وھود وصالح وغیرھم من الامم المصرة علی الکفر جس طرح قوم نوح، قوم ھود اور قوم صالح اور ان کے علاوہ ان امتوں کے لوگ جو کفر وبغاوت پر اصرار کرتے رہے یا ڈٹے رہے اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ کیا تمہیں گزشتہ امتوں کے بارے میں خبریں نہیں پہونچیں جو رسولوں کی تکذیب کرتے رہے اور کفر پر قائم رہے۔

(فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ) تو اپنے کام کا وبال چکھا۔ وبال کی اصل شدت وثقل ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ وبیل الطعام ایسا کھانا جو معدہ پر بوجھ ہو اور ثقیل ہو۔ وابل المطر الثقیل القطار ایسی بارش

جو خوب موٹی اور تل دھار اور پر دھار ہو۔ ای ضرر کفرھم فی الدنیا من غیر مہلة
یعنی انہوں نے دنیا کی زندگی ہی میں اپنے کفر کے انجام (مزہ) اس طرح چکھ لیا کہ انہیں مہلت ہی نہ ملی۔ انہیں ان کے کفر و سرکشی اور تکذیبِ رُسُل کی سزا دنیا ہی میں مل گئی اور آخرت کی سزا تو الگ ہے یا اس کے ساتھ ہی لاحق ہو گی۔

(وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۔ فی الاخرة لا یقادر قدرہ
یعنی آخرت میں ان کے لیے ایسا عذاب ہوگا جس کے برداشت کی طاقت نہ رکھیں گے ۔ یہ دردناک عذاب عذابِ دنیا کے ساتھ ہی لاحق ہو جائیگا اور ایسا الیم و شدید ہوگا کہ ان کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اعاذنا اللہ بہذا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے ۔ اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

(ذٰلِكَ) یہ ای ماذکر من العذاب الذی ذاقوہ فی الدنیا و ماسینہ وقونہ فی الاخرة یعنی وہ عذاب جس کا ذکر گزرا جو انہوں نے دنیاوی زندگی میں چکھا اور وہ عذاب جو جلد ہی آخرت میں چکھیں گے۔ (بِاَنَّهٗ) اس لیے کہ ای بسبب ان الشان یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمن ہوئے یا رسولوں سے دشمنی کی اور انہیں جھٹلایا۔

(كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے ای بالمعجزات الظاھرة یعنی روشن معجزات کے ساتھ تشریف لائے۔ مثل ید بیضا، عصائے کلیم، مردوں کا زندہ کرنا، پتھر سے اونٹنی کے بچہ کا نکلنا وغیرہ۔

(فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا) تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے۔
ای قال کل قوم من اولئک الاقوام الذین کفروا فی حق رسولھم الذی اتاھم بالمعجزات منکرین لکون الرسول من جنس البشر او متعجبین من ذلک البشر یھدینا کما

قالت ثمود : "ابشرا منا واحدا نتبعه"، "فقالوا" کانت پر عطف ہے أَبَشَرٌ میں استفہام انکاری ہے ۔ اور بشر اسم جنس ہے جو جمع پر بھی بولا جاتا ہے ۔

یعنی ان تمام اقوام میں سے جنہوں نے کفر کیا ہر ایک قوم نے اپنے رسول کے بارے میں جو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا انکار کرتے ہوئے یہی کہا کہ بشر کیونکر اللہ کا رسول ہو سکتا ہے یا اس بات پر متعجب ہوئے کہ بشر ہمیں ہدایت کرتا ہے جس طرح کہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ کیا ہم اپنے میں کہ ایک آدمی کی تابعداری کریں ۔ یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا تو انکار کیا اور جمادات (پتھروں) کو خدا مان لیا اور یہ ان کی حد درجہ کی بے وقوفی اور بے عقلی اور کج فہمی پر دلیل ہے ۔ (فَكَفَرُوا) تو کافر ہوئے ۔ بالرسل علیہم السلام یعنی اللہ کے رسولوں کا انکار کر کے کافر ہوئے ۔ (وَتَوَلَّوا) اور پھر گئے ۔ عن التامل فیما اتوا بہ من البینات وعن الایمان ، اور ان لوگوں نے اس میں تامل کیا جو واضح دلائل و نشانیاں ان کے پاس لے کر آئے یعنی انبیاء کے واضح اور روشن معجزات کے باوجود راہ حق سے پھرے رہے اور ایمان نہ لائے ۔ (وَاسْتَغْنَى اللّٰهُ) اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا ۔

ای اظہر سبحانہ غناہ عن ایمانہم طاعتہم حیث اہلکہم وقطع دابرہم یعنی حق سبحانہ و تعالٰی نے ان کے ایمان قبول نہ کرنے اور ان کے فرماں برداری بجا لانے سے بے نیازی کو ظاہر فرمایا اور انہیں اسی حال میں ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی ۔ حق سبحانہ و تعالٰی لوگوں کی اطاعت یا عدم طاعت دونوں سے بے نیاز ہے ۔ اللہ کریم پر کوئی شئے واجب نہیں اور رسولوں کا مبعوث فرمایا تو اس کا فضل و احسان ہے جب کفار نے اس لطف احسان کا انکار کیا اور قبول حق سے روگردانی کی حالانکہ ان کی فلاح اسی میں تھی تو گویا یہ رویہ خود ان کی ہلاکت کا سبب ہوا جب وہ خود خسارے کے سودے پر راضی تھے تو اللہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا یا ان کی طرف سے بے نیازی فرمائی اور بلا شبہ اللہ ہر شئے سے بے نیاز ہے سبھی اس کے محتاج اور نیاز مند ہیں ۔

(وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝) اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ۔

عن العالمین فضلا عن ایمانہم وطاعتہم ۔ یحمدہ کل مخلوق بلسان الحال

الذی ھو افصح من لسان المقال او مستحق جل شانہٗ للحمد بذاتہ وان لم یحمدہ سبحانہٗ حامد۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے خواہ وہ ایمان واطاعت بجالائیں یا نہ لائیں بے نیاز ہے۔ (بے پرواہ ہے) تمام مخلوق اپنی زبان حال سے جو زبان مقال سے زیادہ فصاحت والی ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تعریف کرتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ بذات خود تمام تعریفوں کے لائق ہیں اور اگر کوئی اس کی تعریف نہ کرے تو وہ خود ہی قابل تعریف ہے (حامد ہے) لہذا اسے کسی کی حمد وستائش کی حاجت نہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ	کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں
یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ	گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم
لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا	ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کرتوت (کام)
عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ	تمہیں جتا دیئے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

(زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا) کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے

الزعم ادعاء العلم واکثر ما یستعمل الادعاء الباطل، لفظ زعم سے مراد علم کا دعویٰ ہے اور اکثر یہ جھوٹے دعویٰ کیلیے بولا جاتا ہے اور ابن عمر اور ابن شریح سے مروی ہے کہ زعم سے مراد کذب (جھوٹ) سے کنایہ ہے اور مشہور یہی ہے کہ اس کا معنی جھوٹی بات کا دعویٰ ہے کشاف میں ہے الذین کفروا سے مراد اہل مکہ ہیں جیسا کہ اگلے جملے میں قُل بلیٰ کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ یا کافر لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ کرکے نہ اٹھائے جائیں گے۔ (قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ) تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ یہ کفار کے زعم کا رد ہے جو اس امر کے مدعی تھے کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کرکے نہ اٹھائے جائیں گے اور ان کے زعم کے بطلان کے لیے اظہار ہے کہ جس چیز کی تم نفی کرتے ہو وہ بالضرور ہوگی لفظ بَلٰی قطعی اثبات کے لیے بولا جاتا ہے اور رد قسمیہ ہے اور جملہ قسمیہ سے اس کو مزید مؤکد کیا گیا ہے۔

(ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ) پھر تمہارے کام تمہیں جتا دیئے جائیں گے۔ ای لتحاسبن وتجزون باعمالکم یعنی بالضرور تمہارا محاسبہ ہوگا اور تمہیں

تمہارے اعمال کے موافق جزا دی جائے گی ۔ (ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝) اور یہ اللہ کو آسان ہے۔
ای ماذکر من البعث والجزاء یعنی بعثت (دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے) اور جزا و سزا کے بارے
میں جو کچھ بیان ہوا وہ اللہ کو آسان ہے کیونکہ اللہ نے جس امر کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور
کافروں کا خیال کہ ایسا نہ ہوگا یا ایسا محال ہے تو یقیناً ایسا ہوگا اور یہ ہرگز محال نہیں اور اللہ کی قدرت
کامل ہے اور وہ ہر شے پر بالکلیہ قدرت رکھتا ہے ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ — تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور
وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ — اس نور پر جو ہم نے اتارا
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ — اور اللہ تمہارے کاموں
خَبِيْرٌ ۝ — سے خبردار ہے ۔

(فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ) تو ایمان لاؤ اللہ اور
اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ۔

ای اذا کان الامر کذلک فاٰمنوا یعنی جب ایسا ہونا (حشر اور قبروں سے زندہ اٹھنا
اور جزا و سزا) یقینی امر ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
اور اس نور پر یعنی قرآن کریم پر جس کا معجزہ اور نور ہونا ظاہر ہے کیونکہ انوار قرآن سے ظلمتیں
دور ہوتی ہیں اور حقائق اشیاء کی معرفت روشن ہوتی ہے ۔ اور ہم نے یہ نور اتارا ہے تو اس
فرمانے میں عظمت قرآن کا اظہار ہے ۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝) اور اللہ تمہارے
کاموں سے خبردار ہے ۔ من الامتثال بالامر وترکہ یعنی تمہاری فرماں برداری اور نافرمانی
سب کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے آگاہ ہے اور تمہیں اسی کے موافق
جزا سزا دے گا ۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ — جس دن تمہیں اکٹھے کرے گا سب جمع ہونے
ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ — کے دن وہ دن ہے ہاروالوں کی ہار کھلنے
يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا — کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اچھا کام کرے اللہ
يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ — اس کی برائیاں اتار دیگا اور اسے باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ) جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا۔

یعقوب، زید بن علی اور شعبی نے یَجْمَعُكُمْ کو نَجْمَعُكُمْ (بالنون) پڑھا ہے۔ یعنی ہم تمہیں اکٹھا کریں گے اس دن سے مراد یوم قیامت ہے اور بعض نے کہ اس دن سے مراد بدلے کا دن کہ جزا سزا دی جائے گی۔ (لِیَوْمِ الْجَمْعِ) سب جمع ہونے کے دن۔

لیوم یجمع فیہ الاولون والآخرون، وقیل: الملائکۃ علیہم السلام والثقلان اس دن میں جس میں کہ اولین و آخرین اکٹھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ فرشتے اور دونوں بڑے گروہ یعنی جن اور انسان، لیوم الجمع میں لِ تعلیل کے لیے ہے جس کا مطلب ہے ای لاجل مافی یوم الجمع من الحساب یعنی اکٹھے ہونے کے دن میں محاسبہ اور بدلے کے لیے سب کو جمع کیا جائیگا۔

(ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ) وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا۔

ابن عباس، مجاہد، قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: یوم غبن فیہ اھل الجنۃ اھل النار اس دن جب اہل جنت جیت جائیں گے اور اہل جہنم ہار جائیں گے، ظاہر ہے کہ ہار جیت کا حقیقی دن یوم آخرت ہے جب کامیابی اور نامرادی کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور کثیر علماء کا قول ہے کہ یوم التغابن سے مراد وہ دن ہے جس میں بعض لوگ بعض لوگوں کو ہار دیں گے اور جیت جائیں گے یعنی مومن کافروں پر جیت جائیں گے اور وہ اس طرح ہو گا کہ بامراد لوگ بدبختوں کے جنتی ٹھکانوں کے وارث ہوں گے اگر وہ بامراد نہ ہوتے اور نقصان حقیقی سے دوچار ہوں گے۔ اور اس کی تائید صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ قبر میں مومن کو اس کا جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ مومن نہ ہوتا تو اس جگہ ہوتا پھر جنت کا مقام دکھایا جاتا ہے (تاکہ اسے فرحت حقیقی حاصل ہو) اور کافر کو اس کا عکس یعنی پہلے جنت کا مقام پھر دوزخ کا تاکہ اسے حسرت ہو۔ اور ایک قول ہے یوم التغابن سے مراد قیامت کے دن کافروں کی محرومی ظاہر ہونا ہے۔

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ — اس کے دونے کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا حلم والا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ — ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ تغابن پ ۲۸

ما۔نہیں	اصاب۔پہنچتی	من۔کوئی	مصیبۃ۔مصیبت
الا۔مگر	باذن۔حکم	الله۔اللہ سے	و۔اور
من۔جو	یؤمن۔ایمان لائے	بالله۔اللہ پر	یھد۔ہدایت دیگا
قلبہ۔اس کے دل کو	و۔اور	الله۔اللہ	بکل۔ہر
شیٔ۔چیز کو	علیم۔جاننے والا ہے	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو
الله۔اللہ کا	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو	الرسول۔رسول کا
فان۔پھر اگر	تولیتم۔تم پھر جاؤ	فانما۔تو اسکے سوا نہیں کہ	علی۔اوپر
رسولنا۔ہمارے رسول کے	البلغ۔پہنچانا ہے	للمبین۔ظاہر	الله۔اللہ
لا۔نہیں	الٰہ۔کوئی معبود	الا۔مگر	ھو۔وہی
و۔اور	علی۔اوپر	الله۔اللہ ہی کے	فلیتوکل۔بھروسہ کریں
المؤمنون۔مومن	یایھا۔اے	الذین۔لوگو جو	امنوا۔ایمان لائے ہو
ان۔بیشک	من۔بعض	ازواجکم۔تمہاری بیویوں سے	و۔اور
اولاد۔اولاد	کم۔تمہاری سے	عدوا۔دشمن ہیں	لکم۔تمہارے
فاحذروا۔سوچو	ھم۔ان سے	و۔اور	ان۔اگر
تعفوا۔تم معاف کرو	و۔اور	تصفحوا۔درگذر کرو	و۔اور
تغفروا۔بخش دو	فان۔تو بیشک	الله۔اللہ	غفور۔بخشنے والا
رحیم۔مہربان ہے	انما۔اسکے سوا نہیں	اموالکم۔تمہارے مال	و۔اور
اولاد۔اولاد	کم۔تمہاری	فتنۃ۔آزمائش ہے	و۔اور
الله۔اللہ	عند۔پاس	ہ۔اسکے	اجر۔اجر ہے

عظیم۔بڑا	فاتقوا۔تو ڈرو	اللہ۔اللہ سے	ما۔جتنی
استطعتم۔تمہیں طاقت ہو		و۔اور	اسمعوا۔سنو
و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو	و۔اور	انفقوا۔خرچ کرو
خیرا۔بہتر ہے	لانفسکم۔تمہاری جانوں کیلئے	و۔اور	من۔جو
یوق۔بچایا گیا	شح۔لالچ	نفسہ۔اپنے نفس کے سے	فاولئک۔تو یہ
ھم۔وہی ہیں	المفلحون۔کامیاب	ان۔اگر	تقرضوا۔قرض دو تم
اللہ۔اللہ کو	قرضا۔قرض	حسنا۔اچھا	یضعفہ۔دگنا کرے گا اس کو
لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	یغفر۔بخشے گا	لکم۔تم کو
و۔اور	اللہ۔اللہ ہے	شکور۔قدردان	حلیم۔حوصلے والا
علم۔جاننے والا ہے	الغیب۔غائب	و۔اور	الشہادۃ۔حاضر کا
العزیز۔غالب ہے	الحکیم۔حکمت والا		

مختصر تفسیر اردو سورۃ التغابن رکوع دوم پ ۲۸

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ) کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔

ای ما اصاب احدا مُصیبۃ یعنی کسی ایک شخص کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور مصیبت سے مراد بیماری اور وہ شئی جو بندے کو فی نفسہٖ تکلیف دے، زخم، یا مال اور اولاد کا نقصان یا زبان یا کسی حرکت سے تکلیف پہنچے یا موت واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کسی شخص کو دنیاوی تکالیف وغیرہ میں سے جو کچھ پہنچے یا کوئی اچھا یا برا حادثہ پیش آئے۔ (اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) مگر اللہ کے حکم سے

ای بارادته سبحانہ وتمکینه عزوجل کأن الرزیة بذاتها متواجهة الی العبد متوقفة علی ارادته تعالیٰ وتمکینہ جل وعلا ۔ یعنی حق سبحانہ، وتعالےٰ کے ارادہ اور اس کی تقدیر سے کیونکہ مرض یا نقصان اپنی ذات میں بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ حق سبحانہ، وتعالےٰ کی مشیّت وتقدیر پر موقوف ہوتا ہے۔

(وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ط) اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا۔ عند اصابتها للصبر والاسترجاع ۔ جب کوئی مصیبت پہنچے تو بلا پر صبر اور عطا پر شکر کرے اور مصیبت کے وقت استرجاع پڑھے یعنی کہے انا للّٰه وانا الیه راجعون اے اللہ ہم تیرے ہی لیے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے اور علقمہ کا قول ہے کہ جاننے (اس بات کا یقینی علم رکھے) کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ وتقدیر سے ہوتا ہے تو امرالٰہی پر راضی رہے۔ اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرے یهد قلبهٗ کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ یقین رکھے اور جانے کہ جو بات یا مصیبت اسے پہونچی وہ اس سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو ٹل گئی وہ اسے ہرگز پہنچنے والی نہ تھی۔ اور ایک قول ہے کہ اس حال میں اللہ سے مہربانی مانگے اور وہ زیادہ سے زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دل مطمئن اور پرسکون رہے بلا پر صابر عطا پر شاکر رہے۔ اور اگر اس عقیدہ سے پھرا تو دوزخ میں جائیگا۔

(وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

من الاشیاء التی من جملتها القلوب واحوالها ۔ یعنی اللہ تعالیٰ دلوں اور اس کے احوال غرضیکہ سب کچھ جانتا ہے اور اپنے بندوں کے ایمان کا بخوبی علم ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝	اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔

(وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ج) اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

کرر الامر للتاکید والایذان بالفرق بین الاطاعتین فی الکیفیة ۔
تاکید امر کے لیے تکرار ہے اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق

کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ وگرنہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو الگ چیزیں نہیں ہیں اللہ کے رسول کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

(فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ) پھر اگر تم منہ پھیرو۔ ای عن اطاعۃ الرسول
یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو گے۔

(فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝) تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صریح پہنچا دینا ہے
یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کی ذمہ داری یہی ہے کہ اور احکام الٰہی پہنچا دین اور وہ تبلیغ دین کا فرض ادا کر چکے تمہاری نافرمانی انکو کسی طور مضر نہیں بلکہ تمہارے لیے ہی ہلاکت کا باعث ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ — اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسا کریں۔

(اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ) اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔
یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت بجا لاؤ کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں گویا یہ علت حکم ہے جو پچھلی آیت میں اطاعت کا حکم ہوا۔

(وَعَلَى اللّٰهِ) اور اللہ ہی پر ای علیہ تعالیٰ خاصۃ دون غیرہ لا استقلالا ولا اشتراکا۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ کسی پر نہ ہی بالاستقلال اور نہ ہی بالاشتراک توکل چاہیے۔ اعلی اللہ کا مقدم ہونا حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔ (فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝) ایمان والے بھروسا کریں۔
اس میں اظہار اجلال ہے یا اس میں حکم ہے کہ الوہیت کا تقاضا یہی ہے کہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر صرف اور صرف اسی پر توکل کریں اور مومنوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ ایمان کا مقتضیٰ ہی یہی ہے کہ اللہ ہی پر بالکلیہ بھروسا ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ — اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور درگزر اور بخشش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے سلام قبول کیا اور اس امر کا ارادہ کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں (ہجرت کرکے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوں) تو ان کی بیویوں اور بچوں نے انہیں روکا اور کہا کہ ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کرسکیں گے اور تمہارے بعد ہلاک ہو جائیں گے جس سے متاثر ہو کر وہ رُکے رہے پھر کچھ عرصہ گزرا تو انہوں نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہجرت کرکے گئے تو انہوں نے اصحاب نبوی کو دیکھا کہ دین کی سمجھ میں خوب ماہر ہو گئے ہیں اور وہ بہت سے مثوبات اور علم دین سے پیچھے یا محروم رہ گئے ہیں تو انہوں نے اس محرومی کو بشدت محسوس کیا اور اپنے بیوی بچوں کو سزا دینا چاہی کہ انہوں نے انہیں کیوں روک رکھا یا وہ ہمارے مانع کیوں ہوئے اور اس امر کا ارادہ کیا کہ ان کا خرچہ بند کردیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں درگزر اور معافی کی تلقین کی گئی ۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یونہی روایت کی ہے ۔ اور عطاء کا قول ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں غزوہ (جنگ) میں شرکت کا ارادہ رکھتے تھے مگر ان کے اہل وعیال جمع ہوئے اور ان کی باتوں نے جیسا اور پر گزرا انہیں روک رکھا پھر وہ نادم ہوئے اور انہیں سزا دینا چاہی کہ ان کی وجہ سے وہ مثوبات وغیرہ سے پیچھے رہ گئے یا محروم ہو گئے ۔

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ)

اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں ۔

ای ان بعضهم كذلك فمن الازواج ازواجا يعادين بعولتهن ويخاصمنهم ويجلبن عليهم ومن الاولاد يعادون آباءهم ويعقونهم ويجرعونهم الغصص والاذى وقد شاهدنا من الازواج من قتلت زوجها ومن افسدت عقله باطعام بعض المفسدات

للعقل ومن كسرت قارورة عرضه ومن مزقت كيس ماله ۔

یعنی ان میں سے بعض توحقیقتاً اسی طرح ہیں تو ازواج میں سے بعض بیبیاں ایسی ہیں جو اپنے شوہر سے بولنے میں تجاوز کرتی ہے یا دشمنی یا ظلم کرتی ہیں اوران سے لڑتی جھگڑتی ہیں اور ان کو دھمکاتی ہیں یا شور مچاکران پر لوگوں کو جمع کرلیتیں ہیں اور اولاد میں سے بعض اولاد ایسی ہے کہ اپنے باپوں پر زیادتی یا ظلم کرتے ہیں (یا گستاخی کرتے ہیں) اوران کی نافرمانی کرتے ہیں (یا انہیں چھوڑ دیتے ہیں) اور انہیں غم واندوہ کے اچھو لگانے والے گھونٹ پلاتے ہیں اور ہم نے عورتوں میں سے بعض کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے شوہروں کو قتل کر ڈالا اور بعض نے ان کی دولت کے ذریعے جو پاگل بنادیں شوہروں کو فاتر العقل (پاگل) بنادیا اور بعض نے ان کی آبرو کے آبگینے کو پاش پاش کردیا اور بعض نے ان کی دولت برباد کردی ۔

ایک قول یہ ہے کہ اس لیے دشمن ہیں کہ وہ تمہیں افعال خیر سے روکتے ہیں یا ان کی وجہ سے نیکی سے باز رہتے ہو ۔ یہاں من تبعیضیہ ہے اور سب کو شامل نہیں یعنی ساری بیبیاں اور ساری اولاد ایک جیسی نہیں ۔

(فَاحْذَرُوْهُمْ ج) تو ان سے احتیاط رکھو ۔ ھُمْ کی ضمیر عدد کے لیے ہے اور اس کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے جسطرح کہ اللہ کا قول ہے " فانھم عدو لی " تو ضروری ہے کہ سب سے احتیاط چاہیے خواہ بیبیاں ہوں یا اولاد ۔ اور لازم ہے کہ ان کہنے میں آکر یا ان کی باتوں وغیرہ سے مرعوب ومغلوب ہوکر امور خیر سے نہ رک جاؤ اوران کی محبت نیکی کی راہوں میں آڑے نہ آئے ۔ اوران کی وجہ سے یا ان کے شر سے غافل نہ رہو ۔

(وَاِنْ تَعْفُوْا) اور اگر معاف کرو ۔ عن ذنوبھم القابلۃ للعفو بان تکون متعلقۃ بامور الدنیا او بامور الدین لکن مقارنۃ للتوبۃ بان لم تعاقبوھم علیھا یعنی ان کے وہ گناہ معاف کردو جو بخشش کے قابل ہوں خواہ وہ دنیاوی سے متعلق ہوں یا دینی امور سے البتہ توبہ کے لائق ہوں تو تم ان پر ان کا تعاقب نہ کرو ۔ (پیچھے نہ پڑو)

(وَتَصْفَحُوْا) اور درگزر و ۔ تعرضوا بترک التثریب والتعییر ۔ اور تم ملامت کے بغیر اور آزمائش (پرکھنے) یا بغیر وضاحت چاہے ان سے چشم پوشی کرو (جانے دو چھوڑ دو)

(وَ تَغْفِرُوْا) اور بخش دو ۔ تسترو ھا باخفائہا و تمھید معذرتھم فیہا ۔ تم ان کی لغزشوں کو چھپاتے ہوئے اور اس بارے میں ان کی معذرت خواہی وغیرہ سے صرف نظر کر کے ان کو معاف کر دو یا پردہ پوشی کرو ۔

(فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥) تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

یہ جواب کا قائم مقام ہے والمراد یعاملکم بمثل ما عملتم ویتفضل علیکم اور مراد یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا جیسا تم معاملہ کرو گے اور یہ کہ تم پر لطف و کرم فرمائے گا اس لیے کہ وہ یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ غائت درجہ مہربان اور معاف فرمانے والا ہے

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ط وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥

تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ۔

(اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ط) تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں ۔ ای بلاء ومحنة ویترتب علیہم الوقوع فی الاثم والشدائد الدینویة وغیرذلک وفی الحدیث " یؤتی برجل یوم القیامة فیقال : اکل عیالہ حسناتہ " وعن بعض السلف العیال سوس الطاعات ٥

یعنی آزمائش اور امتحان ہے اور ان کی وجہ سے گناہوں کا اور دنیاوی سختیوں (پریشانیوں) وغیرہ کا وقوع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد کی وجہ سے بندہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اطاعت الٰہی سے باز رہتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ بروز حشر ایک شخص کو لایا جائے گا تو کہا جائے گا " اس کے عیال (کنبے) نے اس کی نیکیاں کھا لیں "، اور بعض سلف سے مذکور ہے کہ کنبہ نیکیوں کے درخت کا گھن ہے (جس طرح گھن لکڑی کو کھا جاتا ہے یونہی بال بچے نیکیاں اکارت کر دیتے ہیں) ۔ اور ایک قول ہے کہ جب تمہارے لیے ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ ممکن ہو (تمہیں موقعہ مل رہا ہو) تو تمہیں ان دونوں امور سے مال اور اولاد کی محبت فتنے میں نہ ڈالدے کہ تم ان کی وجہ سے باز رہو اور کشف میں ہے کہ مال اولاد کی طرف میلان کا فتنہ (آزمائش) عقوبت (سزا) اور گناہ کے علاوہ ہے ۔ یعنی یہ میلان (بشرطیکہ نیکی

سے مانع ہو) فی نفسہ گناہ اور مستوجب سزا ہے اور اس کے علاوہ ایک آزمائش ہے۔ اور مال کا بطور تقدیم کے ذکر اس لیے ہے کہ بلاشبہ یہ عظیم فتنہ ہے اللہ کا ارشاد ہے "کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی" ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی (مالدار) سمجھ لیا۔ اور احمد، طبرانی، حاکم، ترمذی نے یا فائدہ تصحیح کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " ان لکل امۃ فتنۃ وان فتنۃ امتی المال" بے شک ہر امت کے لیے پرکھ (آزمائش تھی) اور میری امت کے لیے فتنہ جانچ مال ہے۔ اور اس آیت میں کسی کا استثنیٰ نہیں جبکہ پچھلی آیت میں منؔ تبعیفیہ تھا مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد سب کے لیے امتحان ہیں اور سب کا میلان ان کی طرف ہوتا ہے خواہ وہ امور خیر سے مانع ہوں یا نہ ہوں۔ احمد ابو داوٗد، ترمذی، نسائیؔ، ابن ماجہ اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر جلوہ گر خطبہ فرماتے تھے کہ شہزادگان اہل بیت سبطین پیغمبر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لڑکھڑاتے قدموں میں حاضر ہوئے (بچپن میں جب ابھی چلنا آیا ہی تھا) اور دونوں شہزادوں پر سرخ دھاریدار پوشاکیں تھیں تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور ہر ایک کو اپنے بازوؤں میں الگ الگ اٹھالیا پھر رونق افروز منبر ہوئے تو فرمایا حق سبحانہ، وتعلیٰ نے سچ فرمایا کہ تمہارے مال اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں ان بچوں کو دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا کہ میں نے خطبہ چھوڑا اور ان دونوں کیطرف بڑھ گیا،، اور ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ شیطان کو ہلاک کرے بے شک اولاد کڑی آزمائش ہے ذاتِ باری کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے " ما دریت انی نزلت عن منبری،، مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اپنے منبر سے اتر پڑا۔

(وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۝) اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

لمن آثر محبۃ اللہ تعالیٰ وطاعتہ علی محبۃ الاموال والاولاد والسعی فی مصالحہم علی وجہ یخل ذلک یعنی اس شخص کے لیے جس کو اموال و اولاد کی محبت اور ان کے مصالح میں بھاگ دوڑ اللہ کی محبت اور اس کی فرماں برداری پر غالب نہ آئے اور وہ اطاعتِ حق میں مشغول رہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ ثواب عظیم سے محروم ہو گیا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔

ای ابذلوا فی تقواہ عزوجل جہدکم وطاقتکم یعنی اپنی وسعت و طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرو یا اللہ سے تقویٰ رکھنے میں اپنی پوری ہمت و کوشش صرف کرو۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت "اتقوا اللہ حق تقاتہ" نازل ہوئی تو لوگوں کو عمل میں شدت و دشواری ہوئی اور لوگوں نے یہ آیت مسلمانوں کے لیے بطور تخفیف نازل فرمائی اور لوگوں کی دشواری آسانی سے بدل گئی اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا، مجاہد کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ "ان یطاع سبحانہ، فلا یعصی" حق سبحانہ، و تعالیٰ کی طاعت و عبادت بجا لاؤ اور نافرمانی نہ کرو تاہم جمہور کا مذہب وہی ہے جو پیچھے گزرا اور بعض کا قول عدم نسخ ہے اور ان کے نزدیک یہ آیت حق تقاتہ کی تفسیر و توضیح ہے اور حق تقاتہ سے مراد کامل خلوص اور للہیت ہے اور محض رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ (وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا) اور فرمان سنو اور حکم مانو۔

مواعظہ تعالیٰ اوامرہ عزوجل ونواھیہ سبحانہ، حق تعالیٰ کی نصیحت یا جو اللہ عزوجل شانہ، نے حکم فرمایا اور جس شئے سے منع فرمایا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام بجا لاؤ اور سر تسلیم خم کر دو۔

(وَاَنْفِقُوْا) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ مما رزقکم فی الوجوہ التی امرکم بالانفاق فیہا خالصا لوجہہ جل شانہ،۔

یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے اس طرح خرچ کرو جس طرح کہ تمہیں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خرچ فقط رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہو۔

(خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ) تم اپنے بھلے کو۔

یعنی خرچ کرو جو تمہارے لیے بھلائی کا موجب اور باعث منفعت ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مال خرچ کرو جو تمہارے لیے مال واولاد سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔ اور یہاں خیر سے مراد مال بھی لیا گیا ہے۔

(وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ) اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچا لیا گیا۔

قاموس میں شُحّ کا معنی بخل اور حرص ہے جوہری کہتے ہیں شُحّ کا معنی البخل مع الحرص، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے شُحّ کا معنی حرام مال کا حاصل کرنا ہے۔ آدمی کا نفس مال سے شدید محبت رکھتا ہے اور ایسی طمع آدمی کو خرچ سے مانع ہوتی ہے یعنی واضح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنی جان کے لالچ سے بچا یا گیا اور اس نے نفس کی طمع کے باوجود اپنا مال اللہ ورسول کے فرمان کے موافق خرچ کیا تو ایسا شخص ہی کامیاب ہے۔

(فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝) تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

الفائزون بکل مرام یہی وہ لوگ ہیں جو ہر لحاظ سے کامیاب وکامران ہیں۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ

اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لیے اس دونے (دگنے) کر دیگا اور تمہیں بخش دیگا اور اللہ قدر فرمانیوالا علم والا ہے۔

(اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے۔

قرض حسنہ سے مراد ہے۔ "مقرونا بالاخلاص وطیب النفس"، خلوص ونیک نیتی اور خوش دلی ورغبت سے خرچ کرنا، یعنی اگر تم اللہ کی راہ میں احکام شریعت کے مطابق حلال طیب مال خلوص وخوشدلی سے صدقہ دو گے۔ قرض اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوٹایا جاتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ ہوا مال پورا پورا لوٹایا جائے گا جیسا کہ ارشاد ہے "وما تنفقوا من خیر یوف الیکم"، تاہم واضح مفہوم قرض کا یہ ہے کہ ایسا خرچ جس پر ثواب کی امید بھی رکھے یا نمود وریا سے پاک خرچ کرنا ہے۔

(يُضٰعِفْهُ لَكُمْ) وہ تمہارے لیے اس کے دونے کرے گا۔

یعنی بڑھا دے گا اور یہ بڑھوتری دو گنا تک محدود نہیں بلکہ دس گنا سے سات سو گنا

تک بھی ہوسکتی ہے۔ اور بغیر حساب کے بھی اور یہ بندے کے خلوص پر اور اللہ کے فضل وقبول پر مبنی ہے یُضٰعِفُ کو یَضْعَفُہٗ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس مال (قرض حسنہ) کو بڑھاتا رہے گا۔

(وَیَغْفِرْ لَکُمْ) اور تمہیں بخش دے گا۔

ببرکۃ الانفاق ما فرط منکم من بعض الذنوب۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت سے جو کچھ تم سے سرزد ہوا بعض انہیں سے گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔

(وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ) اور اللہ قدر فرمانیوالا حلم والا ہے۔

یعطی الجزیل بمقابلۃ النزر القلیل یعنی اللہ کریم قدر فرمانیوالا اور معمول کے بدلے اور مقابلے میں انتہائی (غیر معمولی) عطا فرمانیوالا ہے اور حلیم یعنی لا یعاجل بالعقوبۃ مع کثرۃ الذنوب" ایسا بردبار کریم ہے کہ باوجود گناہوں کی کثرت کے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا یعنی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ موقعہ عطا فرماتا ہے کہ توبہ کر سکے اور رجوع الی اللہ کرے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

(عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ) ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا۔

لا یخفی علیہ سبحانہ شیٔ یعنی اللہ پر کوئی بھی شے چھپی نہیں۔ اللہ کو سب معلوم ہے

(الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ) عزت والا حکمت والا۔

المبالغ فی القدرۃ والحکمۃ

قدرت وحکمت میں انتہائی کامل ہے، ہر شے پر غالب اور قادر ہے اور اس کی حکمت بے انتہا اور علم لامتناہی ہے اس آیت میں جو قرضہ حسنہ کے ذکر سے ان اسمائے جلیلہ پر مکمل ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے لیکن انفاق سے مراد میں اختلاف ہے کہ آیا ہے انفاق فی سبیل اللہ سے مراد فرض انفاق یعنی زکوٰۃ مراد ہے تاہم یہ واضح

ہے اور بعض کا قول ہے کہ مراد انفاق صدقہ مندوب ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہر قسم کے انفاق فی سبیل اللہ کو شامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

آج تفسیر سورۃ تغابن مکمل ہوئی ۔

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق ۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء

سورۃ الطلاق

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے اس سورۃ مبارکہ کا نام "النساء القصریٰ" (چھوٹی سورۃ النساء) مذکور ہے داؤدی نے اس نام پر کراہت کا اظہار کیا ہے کہ میں القصریٰ کہنے کو محفوظ نہیں سمجھتا اور یہ کہ قرآنی سورتوں میں سے کسی کو قصریٰ نہ کہا جائے اور نہ ہی صغریٰ کہا جائے ابن حجر نے داؤدی کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسا کہنا (قصریٰ۔ صغریٰ کا انکار کرنا) احادیث ثابتہ سے مردود ہے اور غیر مستند ہے کیونکہ قصر و طول امر نسبتی ہے اور بخاری میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا طولی الطولیین (دو لمبی سورتوں میں سے لمبی سورت) اور اس سے مراد سورۃ الاعراف لیا، یہ سورۃ مبارکہ بالاتفاق مدنی ہے اور اس میں دو رکوع اور بارہ آیتیں البتہ بصری قراء کے نزدیک آیتوں کی گنتی گیارہ ہے یعنی وہ بارہویں آیت کو الگ قرار نہیں دیتے۔ گزشتہ سورۃ مبارکہ میں ذکر گزرا کہ بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں اور عداوت کا منطقی نتیجہ طلاق ہوتا ہے یعنی علیحدگی لہذا اس سورۃ مبارکہ میں اسی مضمون سے متعلق طلاق (علیحدگی) کا ذکر ہے لہذا ان دونوں میں خوب ربط ہے۔

سورۃ طلاق مدنیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں اور دو سو انچاس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طلاق پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی

لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝

عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝

تو جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

اور اسے وہاں سے رزق دیگا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝

یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دیگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان و نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ طلاق پ ۲۸

يٰۤاَيُّهَا ۔ اے	النَّبِيُّ ۔ نبی	اِذَا ۔ جب	طَلَّقْتُمُ ۔ طلاق دو تم
النِّسَآءَ ۔ عورتوں کو	فَطَلِّقُوْهُنَّ ۔ تو طلاق دو	هُنَّ ۔ ان کو	لِعِدَّتِهِنَّ ۔ انکی عدت پر
وَ ۔ اور	اَحْصُوا ۔ گنتے رہو	الْعِدَّةَ ۔ انکی عدت کو	وَ ۔ اور
اتَّقُوا ۔ ڈرو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے	رَبَّكُمْ ۔ جو تمہارا رب ہے	لَا ۔ نہ
تُخْرِجُوْ ۔ نکالو	هُنَّ ۔ ان کو	مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ۔ ان کے گھروں سے	
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	يَخْرُجْنَ ۔ نکلیں	اِلَّآ ۔ مگر

اَنْ۔ یہ کہ | یَّاْتِیْنَ۔ آئیں | بِفَاحِشَۃٍ۔ بے حیائی | مُّبَیِّنَۃٍ۔ کھلی کو
وَ۔ اور | تِلْکَ۔ یہ ہیں | حُدُوْدُ۔ حدیں | اللّٰہِ۔ اللہ کی
وَ۔ اور | مَنْ۔ جو | یَّتَعَدَّ۔ گذر جائے | حُدُوْدَ۔ حدیں
اللّٰہِ۔ اللہ کی | فَقَدْ۔ تو بیشک | ظَلَمَ۔ ظلم کیا اس نے | نَفْسَہٗ۔ اپنی جان پر
لَا۔ نہیں | تَدْرِیْ۔ جانتا تو | لَعَلَّ۔ شاید | اللّٰہَ۔ اللہ
یُحْدِثُ۔ پیدا کر دے | بَعْدَ۔ بعد | ذٰلِکَ۔ اس کے | اَمْرًا۔ کوئی اور کام
فَاِذَا۔ پھر جب | بَلَغْنَ۔ پہنچ جائیں | اَجَلَھُنَّ۔ اپنی عدت کو | فَاَمْسِکُوْھُنَّ۔ تو روک لو
ھُنَّ۔ ان کو | بِمَعْرُوْفٍ۔ اچھے طریقے سے | اَوْ۔ یا | فَارِقُوْھُنَّ۔ چھوڑ دو
ھُنَّ۔ ان کو | بِمَعْرُوْفٍ۔ اچھے طریقے سے | وَ۔ اور | اَشْھِدُوْا۔ گواہ بناؤ
ذَوَیْ۔ دو | عَدْلٍ۔ انصاف والے | مِّنْکُمْ۔ مسلمان | وَ۔ اور
اَقِیْمُوا۔ قائم کرو | الشَّھَادَۃَ۔ شہادت | لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے | ذٰلِکُمْ۔ یہ
یوعظ۔ نصیحت کیا جاتا ہے | بہ۔ اس سے | من۔ جو | کان۔ ہے
یؤمن۔ ایمان رکھتا | باللہ۔ اللہ | و۔ اور | الیوم۔ دن
الاخر۔ پچھلے پر | و۔ اور | من۔ جو | یتق۔ ڈرے
اللہ۔ اللہ سے | یجعل۔ بنائے گا | لہ۔ اسکے لیے | مخرجا۔ کشادگی
و۔ اور | یرزقہ۔ رزق دیگا اسکو | من حیث۔ جہاں سے | لا۔ نہیں
یحتسب۔ خیال کرتا | و۔ اور | من۔ جو | یتوکل۔ بھروسہ کرے
علی۔ اوپر | اللہ۔ اللہ کے | فھو۔ تو وہ | حسبہ۔ کافی ہے اس کو
ان۔ بیشک | اللہ۔ اللہ | بالغ۔ پہنچنے والا ہے | امرہ۔ اپنے کام کو
قد۔ بیشک | جعل۔ بنایا | اللہ۔ اللہ نے | لکل۔ واسطے ہر
شئ۔ چیز کے | قدرا۔ ایک اندازہ | و۔ اور | الّٰئی۔ وہ عورتیں جو
یئسن۔ مایوس ہوں | من المحیض۔ حیض سے | من نسائکم۔ تمہاری عورتوں سے
ان۔ اگر | ارتبتم۔ تمہیں شک ہو | فعدتھن۔ تو انکی عدت | ثلثۃ۔ تین
اشھر۔ مہینے ہے | و۔ اور | الّٰئی۔ وہ جو ابھی | لم۔ نہیں
یحضن۔ حیض کو پہنچیں | و۔ اور | اولات الاحمال۔ حمل والی عورتیں

اجلھن۔ انکی عدت　ان۔ یہ ہے کہ　یضعن۔ جن لیں　حملھن۔ اپنا حمل
و۔ اور　من۔ جو　یتق۔ ڈرے　اللہ۔ اللہ سے
یجعل۔ بنائے گا　لہ۔ اسکے لیے　من امرہ۔ کام　لا۔ اس کے ہیں
یسرا۔ آسانی　ذلک۔ یہ　امر۔ حکم ہے　اللہ۔ اللہ کا
انزلہ۔ اتارا اسکو　الیکم۔ تمہاری طرف　و۔ اور　من۔ جو
یتق۔ ڈرے　اللہ۔ اللہ سے　یکفر۔ دور کریگا　عنہ۔ اس سے
سیئاتہ۔ اسکے گناہ　و۔ اور　یعظم۔ بڑا کریگا　لہ۔ اسکے لیے
اجرا۔ اجر　اسکنو۔ رکھو　ھن۔ ان کو　من حیث۔ جہاں
سکنتم۔ رہو تم　من وُجد۔ طاقت　کم۔ اپنی کے مطابق　و۔ اور
لا۔ نہ　تضاروا۔ تکلیف دو　ھن۔ ان کو　لتضیقوا۔ کہ تنگی کرو
علیھن۔ ان پر　و۔ اور　ان۔ اگر　کن۔ ہوں وہ
اولات حمل۔ حمل والیاں تو　فانفقوا۔ خرچ کرو　علیھن۔ ان پر
حتی۔ یہاں تک کہ　یضعن۔ اتاریں وہ　حملھن۔ اپنا حمل　فان۔ پھر اگر
ارضعن۔ دودھ پلائیں　لکم۔ تمہارے لیے　فاتو۔ تو دو　ھن۔ ان کو
اجور۔ اجرت　ھن۔ ان کی　و۔ اور　اتمروا۔ مشورہ کرو
بینکم۔ آپس میں　بمعروف۔ اچھے طریقے سے　و۔ اور　ان۔ اگر
تعاسرتم۔ تم آپس میں مضائقہ کرو　فسترضع۔ تو جلدی دودھ پلا دے گی
لہ۔ اس کے لیے　اخری۔ کوئی دوسری　لینفق۔ چاہئے کہ خرچ کریں　ذو۔ صاحب
سعۃ۔ وسعت　من سعتہ۔ اپنی فراخی سے　و۔ اور　من۔ جو کہ
قدر۔ تنگ ہوا　علیہ۔ اس پر　رزقہ۔ رزق اسکا　فلینفق۔ تو وہ خرچ کرے
مما۔ اس سے کہ　اتٰہ۔ دیا اس کو　اللہ۔ اللہ نے　لا۔ نہیں
یکلف۔ تکلیف دیتا　اللہ۔ اللہ　نفسا۔ کسی آدمی کو　الا۔ مگر
ما۔ جو　اتٰھا۔ دیا اسکو　سیجعل۔ جلدی کریگا　اللہ۔ اللہ
بعد۔ بعد　عسر۔ تنگی کے　یسرا۔ آسانی۔

مختصر تفسیر اردو سورۃ الطلاق رکوع اول پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِهِنَّ وَلَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا	اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے

(یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ) اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو

خص النداء به صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعم الخطاب بالحکم لان النبی علیہ الصلوۃ والسلام امام امتہ کما یقال لرئیس القوم وکبیرھم: یا فلان افعلوا کیت وکیت اظہاراً لتقدمہ واعتبار لترؤسہ

یہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی خطاب ہے اور خطاب و نداء سے مراد حکم ہے کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے امام ہیں اور جس طرح قوم کے امام اور ان کے بزرگ کو کہا جاتا ہے کہ اے فلاں تم اس طرح کرو اور ایسا اس کی مقتدائی کے اظہار کے لیے اور اس کی سرداری کے اعتبار سے ہوتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ساری امت کو بھی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلند مرتبت والے محبوب

اپنی امت کو فرما دیجیے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نداء کے ہے اور طلقتم میں جمع کی ضمیر آپ کی تعظیم کے لیے ہے اگرچہ آپ مخاطب ہیں لیکن حکم عام اور سب کو شامل ہے۔ واضح مفہوم یوں ہوگا کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو یا طلاق دو۔

(فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔

ای لاستقبال عدتہن۔ یعنی وہ عورتیں جن کو طلاق دو طلاق کے بعد عدت کا استقبال (شروع) کریں یہ معنی اس تقدیر پر ہوں گے جب لام کا تعلق محذوف لفظ سے ہو۔ شوافع کے نزدیک لعدتہن میں لام توقیت کے لیے ہے یعنی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو، احناف کے نزدیک یہ لام توقیت کے لیے نہیں بلکہ لام عاقبت ہے بخاری ومسلم میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر شدید ناراض ہوئے اور اس بی بی کو لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا حیض کے ایام ختم ہونے تک روکے رکھو کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور یہاں تک کہ پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق کا ارادہ ہو تو ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو طلاق دے یہ وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے فرمایا ہے۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بحالت حیض اور جس طہر میں وطی کی ہو طلاق دینا حرام ہے۔ شوافع کے نزدیک عدت کا شمار طہر سے ہوگا اور حیض سے شمار نہ ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک حیض میں طلاق ہو جاتی ہے اور عدت کی گنتی طہر سے صحیح نہیں۔ ان کے نزدیک لازم کا یہ مفہوم فی وقت عدتہن لیا اگر مانا جائے تو عدت کی طلاق پر تقدیم یا دونوں کا ایک ہی وقت میں ہونا لازم آتا ہے اور آیت کا مقتضی ایہی ہے لہذا یہ مفہوم درست نہیں بلکہ لام تعصیبت بمعنی نتیجہ ہے یعنی طلاق کے بعد عدت کا استقبال کریں۔ سورۃ بقرہ میں قروء کی بحث میں کہ اس سے مراد حیض ہے یا طہر تفصیل گزر چکی ہے تاہم احناف کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لعدتہن سے مراد طلاق کا وقت ہے یعنی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے یعنی بحالت طہر اور رہی وہ عدت جو طلاق کے بعد ہے تو وہ حیض سے شمار ہوگی اور یونہی

اگر حیض کی حالت میں طلاق دیدی جو کہ سخت حرام ہے لیکن طلاق ہو جائے گی اگرچہ دینے والا گناہگار ہوگا۔ اس آیت میں عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مدخول بہا ہیں یعنی شوہر ان سے وطی کر چکے ہوں حاملہ نہ ہوں اور نہ ہی آئسہ یعنی وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں گی (بوڑھی ہو گئی ہوں یا حیض بند ہو چکا ہو) یا ایسی صغیرہ ہو کہ جو وطی کے قابل نہ ہوں (کمسن ہوں) اور جس عورت سے شوہر نے وطی نہ کی ہو اس پر عدت ہی نہیں غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا درست ہے نا بالغہ صغیرہ کمسن کہ ابھی حیض شروع ہی نہیں ہوا وطی سے پہلے یا وطی کے بعد طلاق دینا درست ہے اور آئسہ کو بھی بعد وطی طلاق دینا صحیح ہے۔

(وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ) اور عدت کا شمار رکھو۔ واضبطوھا واکملوھا ثلاثۃ قروء کوامل۔ اور اسے (عدت) کو یاد رکھو اور پورے تین حیض مکمل کرکے اسے پورا کرو یاد و شمار رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عدت گزرنے کے بعد رجوع کر لو یا انقضائے عدت سے پہلے ہی کوئی عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے کہ دونوں صورتیں احکام شرعی کے مخالف اور ناجائز ہیں۔ یہاں مراد وہ مدخول بہا عورتیں ہی ہیں جن کی عدت حیض سے شمار ہوگی۔ (وَاتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ) اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔

فی تطویل العدۃ علیھن والاضرار بھن۔ یعنی ان عورتوں (مطلقہ عورتوں) کی عدت کو لمبا کرنے اور انہیں تکلیف و ایزا رسانی سے پرہیز کرو اور پروردگار سے اس معاملے میں ڈرو۔ (لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ) (عدت میں ان کو گھروں سے نہ نکالو۔

من ساکنھن عند الطلاق الی ان تنقضی عدتھن

یعنی طلاق کے بعد اپنے گھروں (شوہروں کے گھروں) سے نہ نکالی جائیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے خواہ عورت کو طلاق رجعی ہو یا بائنہ، ھن کی ضمیر سے واضح ہے کہ شوہر کے گھر کی سکونت پر ان عورتوں کا مکمل استحقاق ہے۔

(وَلَا یَخْرُجْنَ) اور نہ وہ آپ نکلیں۔

یعنی مطلقہ عورتیں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ خود بھی اپنے گھروں سے نہ نکلیں کہ ان گھروں میں رہنا انکا شرعی حق ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور وہ اذن سے ساقط نہیں

ہوسکتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک انتہائی مجبوری اور ضرورت ہو تو باہر نکل سکتی ہے کیونکہ ضرورت ممانعت کو مباح کردیتی ہے۔ تاہم ایسا دن میں تو ہوسکتا ہے لیکن رات کو بالاتفاق ناجائز ہے۔

(اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ط) مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

ای ظاھرۃ ھی نفس الخروج قبل انقضاء العدۃ کما اخرجہ عبد الرزاق وغیرہ

اس سے ظاہر ہے کہ اس صورت میں مطلقہ عورتوں کو عدت گزرنے سے قبل نکالنا جائز ہے جیساکہ عبدالرزاق اور دیگر اصحاب نے نقل کیا ہے۔ لفظ اِلَّا بمعنی الی غایت کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ واضح طور پر یا برملا بے حیائی کی مرتکب ہوں تو گھروں سے نکالنا درست ہے۔ قتادہ، حسن، شعبی، ضحاک، عکرمہ، حماد، لیث اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "فاحشۃ مبینۃ" سے مراد زنا و بدکاری ہے ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی ارشاد ہے۔ تاہم بعض محققین کا فرمانا ہے "ھو راجع الی لکل ما یوجب حداً من زنا و سرقۃ او غیرھما" یہ حکم ہر اس بات پر لاگو ہوتا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے زنا اور چوری کے ان دونوں کے علاوہ ایسے امور۔ تو ان صورتوں میں نکالنا درست ہے۔ اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں سے زبان درازی کرے تو بھی نکال سکتا ہے۔ اور یونہی اگر شوہر بدچلن ہو اور مطلقہ بائنہ اور اس کے شوہر کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو تو مرد کو اولیٰ یہ ہے کہ وہ مکان سے چلا جائے اور اگر نہ جائے تو عورت کو نکلنا جائز ہے۔

(وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔

ای تلک الاحکام الجلیلۃ الشان: یعنی جو بیان گزرا اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام جو جلالت شان وعظمت والے ہیں التی عینھا العبادہ عزوجل جو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ نے اپنے بندوں کے لیے متعین و مقرر فرمائے ہیں۔

(وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ) اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے

ای حدودہ تعالیٰ المذکورۃ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا یا ان میں کسی طرح کی مداخلت کرے گا یا ان کی رعایت میں کوتاہی کریگا۔

(فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ) بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

ای اضر بہا کما قال شیخ الاسلام ونقل عن بعض التفسیر الظالم تبعریضها للعقاب وتعقبه بِاَنَّہٗ یاباہ قولہ سبحانہٗ۔

یعنی اس کی وجہ سے ضرر اٹھائیگا جیساکہ شیخ الاسلام کا قول ہے اور بعض تفاسیر میں ظالم سے بطور تعریفیں سزا کے لیے مستحق ہونا مراد لیا گیا ہے کہ وہ حدود سے تجاوز کی وجہ سے یعنی فرمان عزوجل شانہٗ کے انکار اور نہ ماننے کیوجہ سے مستوجب سزا ہوگا یعنی اس کا ایسا کرنا گویا خود کو عذاب کے لیے پیش کرتا ہے۔

(لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ہ) تمھیں نہیں معلوم شائد اللہ اس کے بعد کو نیا حکم بھیجے۔

-(لاتدری) والخطاب فی للمتعدی بطریق الالتفات لمزید الاھتمام بالزجر عن التعدی لا للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما قیل، فالمعنی من یتعدی حدود اللہ تعالیٰ فقد عرض نفسہ للضرر فانک لاتدری ایھا المتعدی عاقبۃ الامر (لعل اللہ) تعالیٰ یحدث فی قلبک (بعد ذلک) الذی فعلت من التعدی (امراً) یقتضی خلاف ما فعلتہ فیکون بدل بغضھا محبۃ وبدل الاعراض عنھا اقبالاً الیھا ولا یتسنی تلافیہ برجعۃ او استئناف نکاح۔

لاتدری (تمھیں نہیں معلوم) کے خطاب میں متعدی (حدود سے تجاوز کرنیوالے) کے لیے تعدی (حدود سے تجاوز کرنا) کے بارے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ سختی (سزا) کی طرف خوب توجہ دلائی گئی ہے اور اس خطاب کا تعلق سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں جیساکہ گزرا تو معنی یہ ہوں گے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو گویا وہ خود کو ضرر (نقصان سزا) کے لیے پیش کرتا ہے تو اے حد سے بڑھنے والے (ظالم) تجھے معلوم نہیں کہ معاملہ (طلاق) کا انجام کیا ہوگا (لعل اللہ۔ شاید اللہ) اس کے بعد جو وہ بطور تعدی کرچکا (طلاق بائنہ یا رجعی کے بعد) اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو اس امر کے مقتضٰی کے خلاف ہو پس اس کی نفرت (اس عورت

۔ مطلقہ سے) محبت سے بدل جائے اور اس مطلقہ عورت سے علیحدگی کا قبولیت (رجعت) سے بدلہ جائے اور اس کی تلافی رجعت یا نئے سرے سے نکاح سے خراب (بدبودار) نہ ہو واضح مفہوم یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مُطلّق طلاق بائنہ یا رجعی کے بعد پشیمان ہو یا مطلقہ عورت سے نفرت جو علیحدگی پر لے آئی تھی محبت سے بدل جائے اور وہ رجوع چاہے یا بصورت بائنہ تجدید نکاح چاہے تو عدت کے اندر ایسا کر سکے اور اگر اس نے عدت کی گنتی محفوظ نہ رکھی تو انقضائے عدت کے بعد پھر یہ معاملہ ختم ہو جائے گا لہذا عدت کا شمار رکھنا ضروری ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ	توجب وہ اپنی معیاد (عدت کی مدت) تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو اور اپنے میں دو ثقہ گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

(فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) توجب تم وہ اپنی معیاد تک پہنچنے کو ہوں۔
شارفن آخر عدتھن یعنی جب مطلقہ عورتیں (رجعیہ) اپنی عدت آخر (ختم) ہونے کے قریب ہوں۔
(فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو۔
ای فراجعوھن یعنی تم ان سے رجوع کر لو۔ بمعروف کا معنی ہے دستور کے موافق رجوع کرو اور تمہارے دل میں دوبارہ طلاق دینے کا خیال نہو اور ان سے باہم ہنسی خوشی زندگی گزارنے کی خواہش ہو اور نہ ہی تکلیف پہنچانا مقصود ہو تو تمہیں رجعت کا اختیار ہے۔

(اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔
بایفاء الحق واتقاء الضرار مثل ان یراجعہا ثم یطلقہا تطویلا للعدۃ۔
اگر تم انہیں علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو ان کا حق ادا کرو (مہر ادا کر دو) اور ایذا رسانی سے بچو جیسے کہ کوئی مطلقہ رجعیہ سے رجعت کر لے پھر اسے طلاق دیدے تاکہ اس کی عدت کا عرصہ لمبا ہو جائے۔ یعنی ان عورتوں کو پریشان نہ کرو۔ اگر حسن معاشرت و موافقت کے ساتھ بسر مطلوب نہیں تو تم انہیں بغیر پریشان کئے حسن سلوک اور شرافت سے جدا کر دو۔ اور ان کی راہ میں کوئی روکاوٹ پیدا نہ کرو۔

(وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ) اور اپنے میں دو ثقہ گواہ کر لو۔
عند الرجعۃ ان اخترتموہا او الفرقۃ ان اخترتموہا تبریا عن الریبۃ وقطعًا للنزاع، وھذا امر ندب تو مندوب ہے کہ خواہ تم ان عورتوں سے رجوع کرو اور خواہ تم ان عورتوں سے جدائی کرو تو دو عادل گواہ بنالو تاکہ شکوک و شبہات اور جھگڑا فساد سے محفوظ رہو اور یونہی تہمت وغیرہ سے بھی بریت ہو، یہ دونوں گواہ فاسق نہ ہوں۔ یہاں گواہی کا حکم استحبابی ہے اور واجب نہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے جب طلاق دینے کے لیے شہادت ضروری نہیں تو رجوع کے لیے کیونکر واجب ہوگی۔ اس کی نظیر واشہدوا اذا تبایعتم ہے کہ خرید و فروخت کے وقت گواہ بناؤ تو یہاں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط) اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔
ای ایہا الشہود عند الحاجۃ خالصًا لوجہ اللہ یعنی خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے گواہی دے جب اس کی ضرورت ہو یا اسے بلا جلائے۔ کوئی فاسد غرض نہ ہو بلکہ اظہار حق کے لیے ہو۔

(ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط)
اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔
ای لانہ المنتفع بذلک یعنی اس شخص کو جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے والا ہو

اور وہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، واضح مفہوم ہے کہ نصیحت صرف مومن کے لیے نفع بخش ہے اور کفار تو بوجہ کفر سرے سے ہی نفع سے محروم ہیں بعض علماء نے اس ٹکڑے سے استدلال کیا ہے کہ کفار احکام و شرائع کے ساتھ مخاطب نہیں۔

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ؁) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

قیل: المعنی من یتق الحرام یجعل لہ مخرجًا الی الحلال۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے جو حرام سے بچے گا اللہ اس کے لیے حلال راستہ نکال دیتا ہے ابوالعالیہ کا قول ہے مخرجًا من الشدۃ الی الرخاء، تنگیوں سے آسانی کی راہیں نکال دیتا ہے اور ایک قول ہے من النار الی الجنۃ دوزخ سے جنت کی راہ نکال دے گا کلبی نے جو مصیبت کے وقت میں پرہیزگاری کرے اللہ اس کے لیے جنت کی راہ نکال دے گا۔ اسباب نزول میں بغوی سے منقول ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ میرے بیٹے کو دشمن (کفار) پکڑ کر لے گئے ہیں اور میں محتاج ہوں تو ارشاد ہوا اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور صبر کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے ذکر کی کثرت کرو انہوں نے تعمیل ارشاد کی چند روز گزرے تھے کہ ان کا بیٹا دشمنوں کے کچھ اونٹ ہمراہ لے کر آگیا اور دشمنوں کی غفلت سے اسے بھاگنے کا موقعہ میسر آگیا۔ ابونعیم۔ ابویعلے اور الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے بطریق عطاء روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا: مخرجًا من شبہات الدنیا ومن غمرات الموت ومن شدائد یوم القیامۃ،، جو اللہ سے ڈرے تو وہ دنیا کی خرابیوں (تنگیوں مصیبتوں) اور موت کی سختیوں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دیا گیا۔ احمد، حاکم، بیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ، سے روائت کی ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو پڑھتے اور بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وقف فرمایا پھر ارشاد فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) لو ان الناس کلھم اخذوا بھا لکفتھم،، اگر تم لوگ اس بات پر عمل کریں تو ان سب کو کفائت کرے اور ایک قول ہے کہ جو پرہیزگاری کرے گا اللہ اسے سزا سے محفوظ فرمائیگا۔

(وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط) اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ من الثواب یعنی ثواب دے گا غیب سے رزق دے گا تقویٰ سعادت دارین ہے۔ اور یہ اہل تقویٰ کے لیے وعدہ ہے میں بحوالہ البغوی تفصیل گزر چکی۔

(وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط) اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ ای کافیہ عزوجل فی جمیع امورہ یعنی اللہ تعالیٰ پر جو بھروسا کرے گا تو وہ اس کے تمام کاموں کے لیے اسکو کافی ہوگا یا اس کا کفیل ہوگا۔ احمد نے زہد میں وہب سے روائت کی ہے "یقول الرب تبارک وتعالیٰ: اذا توکل علی عبدی لو کادتہ السمٰوٰت والارض جعلت لہ من بین ذلک المخرج"، رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھ پر توکل (بھروسا) کرتا ہے اگرچہ آسمان اور زمین اس پر گھیرا کریں تو میں اس کے درمیان سے اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دوں گا۔ ایک قول ہے کہ متوکلین کے لیے ذات باری دونوں جہانوں میں کافی ہے۔

(اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط) بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنیوالا ہے۔

ای یبلغ ما یریدہ عزوجل ولا یفوتہ مراد یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ جس شئے کو چاہتا ہے اسے پورا فرماتا ہے اور جو مراد مطلوب ہوتا ہے وہ اس سے فوت نہیں ہوتا۔ ای نافذ امرہ عزوجل، یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ فرما دیتا ہے۔

(وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○) بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ قدراً بمعنیٰ تقدیراً ہے یعنی اندازہ اور تقدیر سے مراد اس شئے کے وجود سے قبل ہونا ہے یا مراد ہے مقداراً من الزمان یعنی وقت کے لحاظ سے معیاد۔ واضح مفہوم ہے کہ طلاق وعدت کا وقت اللہ کے مقررہ اندازہ کے مطابق ہے یا مراد یہ ہے کہ ہر شئے ایک اندازے کے موافق مقرر ہے تو اس تقدیر پر بات توکل سے متعلق ہے۔

وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۷	اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور

وَّالّٰٓـئِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ؕ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ یُسۡرًا	حمل والیوں کی معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں، اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمائے گا۔

(وَّالّٰٓـئِیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی۔ ای الحیض وقریٔ ییأسن۔ مضارعا۔ (من نسائکم) لکبرھن وقد قد (بعضھم سن الیاس بستین سنۃ وبعضھم بخمس وخمیس)۔

محیض سے مراد ہے حیض اور ''یئسن،، کو مضارع،، بیأسن بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی وہ عورتیں جو اپنے بڑھاپے کیوجہ سے حیض سے مایوس ہوگئی ہوں۔ بعض نے سِنّ ایاس کا اندازہ ساٹھ برس اور بعض نے بچپن برس کہا ہے درست بات یہی ہے کہ جس عمر میں بھی حیض منقطع ہو وہی سنّ ایاس (مایوسی کی عمر) ہے کیونکہ جہان میں عورتوں کی عادت مختلف اور متفرق ہے۔

(اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ) اگر تمہیں کچھ شک ہو۔

ای ان شککتم وتردد تھم فی عدتھن اوان جھلتم عدتھن۔ یعنی اگر تمہیں شبہ و شک ہو اور ان عورتوں کی عدت کے بارے میں تردد ہو یا تم ان عورتوں کی عدت کے بارے میں نہ جانتے ہو یا بے خبر ہو حالم یا فاذہ تصیح نقل کیا ہے اور بیہقی نے سنن میں اور ایک جماعت نے ابی بن کعب سے روائت کی ہے جب سورۃ البقرہ میں عورتوں کی تو عدت مذکرہ گئی میں آیت نازل ہوئی (والمطلقت تیربصن بانفسھن ثلثۃ قروء) تو اہل مدینہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ بعض عورتوں کی تو عدت باقی رہ گئی یعنی نازل نہ ہوئی اور قرآن میں صغیر السن (کم عمر والی عورتیں جنہیں ابھی حیض نہیں آیا) اور بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کیوجہ سے حیض سے مایوس ہوچکیں یعنی انتہائی عمر کو (سِن ایاس) کو پہنچ چکیں اور وہ حاملہ عورتوں کی عدت بیان نہیں کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء القصریٰ (سورۃ الطلاق) کی یہ آیات نازل فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک قوم نے جن میں سے ابی بن کعب اور خلاد بن النعمان تھے جب حق تعالیٰ کا قول'' والمطلقت تیربصن بانفسھن ثلثہ قروء،، سنا تو عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی کی عدت کتنی ہے جسے ابھی حیض نہیں آیا یا وہ بوڑھی ہوگئی (حیض منقطع ہوگیا) تو "وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ" نازل ہوئی تو کسی نے کہا کہ حاملہ کی عدت کتنی ہے تو "وَاُولَاتُ الاحمال" نازل ہوئی۔

(ان ارتبتم) کے بارے میں ایک قول ہے فی دم البالغات مبلغ الیاس اھو دم حیض او استحاضۃ فعدتھن۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے جب تمہیں بالغ عورتوں کے خون کے بارے میں جب وہ انتہائی عمر (سن ایاس) کو پہنچ جائیں یہ تردد ہو کہ آیا یہ خون حیض ہے یا استحاضہ ہے تو ایسی عورتوں کی عدت کتنی ہوگی۔ حیض کی کم سے کم مقدار تین یوم اور زیادہ سے زیادہ دس روز ہے اگر خون ان دونوں مقداروں سے کم یا زیادہ ہو تو وہ حیض نہیں اور اگر دس روز سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے یعنی بیماری ہے جو ایک رگ کا خون ہے۔ زجاج اور مجاہد کا قول بھی اسی کے موافق ہے۔ (فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ) تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

یعنی آئسہ، صغیر السن کی عدت تین ماہ ہے۔

(وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ط) اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

والمراد باللائی لم یحضن۔ الصغار اللائی لم یبلغن سن الحیض۔ اور باللائی لم یحضن سے مراد وہ کم سن عورتیں ہیں جو ابھی حیض کی عمر کو نہ پہنچیں خواہ ایسی عورتیں کم عمر، عمر کے اعتبار سے بالغہ یا بلوغت کے قریب ہوں جب بھی ان کی عدت تین ماہ ہی ہوگی۔ یہ حکم تمام اقسام حرۃ (آزاد) عورتوں کے لیے ہے البتہ باندیوں پر اس کا اطلاق نہ ہوگا، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کی مکمل طلاق دو اور مکمل عدت دو حیض ہے یا ڈیڑھ ماہ ہے اور بعض نے کہا کہ دو ماہ میں عدت پوری ہوگی کیونکہ طلاق حیض پر تقسیم لاگو نہیں ہوتی۔ اگر طلاق شروع مہینے میں دی تو عدت کا شمار قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوگا اور اگر مہینہ کے درمیان کسی تاریخ کو طلاق دی تو عدت کا شمار دنوں سے ہوگا اور وقوع طلاق سے نوّے ۹۰ روز گزرتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔

(وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط) اور حمل والیوں کی معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

ای منتھی عدتھن یعنی ان کی انتہائی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ حمل مضغہ (لوتھڑا)

علقہ (جما ہوا خون) ہو اور اس میں بھی کوئی تفریق نہیں خواہ وہ حاملہ مطلقہ ہو یا بیوہ (عدت وفات میں) ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادے (عبداللہ) سے مروی ہے مالک شافعی عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایک بی بی کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا شوہر فوت ہو چکا تھا اور وہ حاملہ تھی کہ اس کی عدت کب پوری ہوگی تو فرمایا کہ جب اس بی بی نے اپنا حمل جن لیا تو بے شک اس کی عدت پوری ہو گئی اور اس کے لیے دوسرے مرد سے نکاح حلال ہو گیا تو انہیں انصار میں سے ایک مرد نے خبر دی کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ اس بی بی کا مرحوم متوفی شوہر ابھی چارپائی پر ہو اور اسے ابھی دفن نہ کیا گیا ہو اور وہ اپنا حمل جن لے تو بلاشبہ اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ حلال ہو گئی۔ ابو یعلیٰ اور ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روائت کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی اس آیت (وأولات الاحمال —) کا اطلاق ۔ أهي المطلقة ثلاثا والمتوفى عنها۔ خواہ مطلقہ ثلثہ یا بیوہ ہو کیا دونوں پر ہوتا ہے تو فرمایا "هي المطلقة ثلاثا والمتوفى عنها"، خواہ مطلقہ ثلثہ ہو یا بیوہ ہو یعنی دونوں کو شامل ہے۔ علماء کے نزدیک اسی پر اجماع ہے البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اگر مطلقہ ثلثہ عدت طلاق میں ہو یا اسی دوران بیوہ ہو جائے یا حاملہ ہو اور بیوہ ہو جائے تو وضع حمل کے ساتھ خواہ عدت طلاق کے بعد ہو اس کی عدت پوری ہوگی اور نوے روز عدت طلاق یا چار مہینے دس روز (عدت وفات) گزرنے پر مکمل نہ ہوگی اور یہ حکم عام ہے اور یہ حکم سورۃ النساء کے حکم (عدت طلاق و وفات) کے بعد نازل ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ اس پر مباہلہ کے لیے دعوت دیا کرتے تھے۔ تاہم بہر صورت تکمیل عدت وضع حمل سے ہوگی اور عدت کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔

(وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمائے گا۔

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ) في شان احكامه تعالىٰ ومراعاة حقوقها (يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا) بأن يسهل عز وجل امره عليه وقيل، اليسر الثواب۔

وَمَنْ تعلیل کے لیے ہے اور ایک قول ہے بمعنی فی ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے مذکورہ احکام

کی قدر کرے گا اور ان کے حقوق کی رعایت رکھے گا اور پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام اس کے
لیے آسان کر دے گا اور کہا گیا "الیُسر" (آسانی) سے مراد ثواب ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْؕ	یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف
وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ	اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں
سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا	اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دیگا۔

(ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ) یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا
اشارة الی ماذکر من احکام۔ اس میں اوپر گزرے ہوئے احکام کی طرف اشارہ ہے
یعنی احکام جن کا بیان گزرا اور جو تمہارے پروردگار نے تمہاری جانب اتارے ہیں اور جن کا مقصود
یہی ہے کہ تم انہیں بجا لاؤ۔

(وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ) اور جو اللہ سے ڈرے۔
بالمحافظة علی احکامه عزوجل یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کے احکام و فرمودات
کے خلاف سے بچے اور احکام کی حفاظت و رعایت کرے اور انہیں ادا کرنے میں محتاط و مستعد
(یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ) اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا۔
فان الحسنات لیذهبن السیآت۔ کیونکہ نیکیاں گناہوں کو محو کر دیتی ہیں ظاہر ہے جو شخص
اللہ سے ڈرے اور احکام کی مطابعت کرے اور ان کی حفاظت و رعائت میں کوتاہی نہ کرے تو یہ نیکی
بالیقین ایسی ہے جو بندے سے مطلوب ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ کہ وہ اس کے گناہوں
کا کفارہ ہو جائے گی اور اس کی خطاؤں کو محو کر دے گی انداز کلام میں رغبت دلا کر یہی بتانا مقصود
ہے۔ اور کریم کے کرم سے بعید ہے کہ رغبت دلائے اور پھر نوازش نہ فرمائے۔
(وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا) اور اسے بڑا ثواب دے گا۔
اعمش نے نُعَظِّمْ بصیغہ متکلم بھی پڑھا ہے اور ابن مقسم نے یُعَظِّمْ بھی پڑھا ہے۔ مراد
ہے بالمضاعفة یعنی کئی گنا (غیر معمولی) ثواب دے گا۔ یا اس کا ثواب بڑھا دے گا یا اس کے
لیے ثواب کو شاندار بنائیگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ	عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو۔

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ

اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو، پھر اگر باہم تنگی پاؤ (دقت محسوس کرو) تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

(اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ) عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو گویا ہمارے اس مفروضہ سوال کے جواب از سرِ نو فرمایا گیا جیسا کہ تقویٰ کے بارے میں بحث میں گزرا کہ ہم معتدہ مطلقہ عورتوں کے سلسلے میں تقویٰ کے ساتھ کیونکر عمل کریں۔ تو فرمایا گیا ای اسکنوھن بعض مکان سکناکم یعنی ان عورتوں کو اسی مکان کے بعض حصہ میں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ یہاں من تبعیضیہ ہے بعض کے نزدیک من زائد یا بمعنی فی بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر ایک مکان سے زائد نہ ہو تو اس کے نواحی میں سے کسی حصہ میں جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے۔ تاہم حسب حیثیت مکان دینا متفقہ ہے کیونکہ "اَسْكِنُوْهُنَّ" عام ہے۔ اسکنوھن کی ضمیر چونکہ مطلقہ عورتوں (جیسا کہ سورۃ مبارکہ کے آغاز میں ہے) کیطرف راجع ہے لہٰذا اس عام حکم کے تحت سبھی قسم کی عورتوں کے لیے یہی حکم ہے۔

(مِّنْ وُّجْدِكُمْ) اپنی طاقت بھر

ای من وسعکم ای مما تطیقونہ۔ یعنی اپنی وسعت کے مطابق یا اس کے موافق جس قدر تمہیں استطاعت (توفیق) ہو۔

(وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ) اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

(ولا تستعملوا معھن الضرار فی السکنیٰ لتضیقوا علیھن)۔ فتلجئوھن الی الخروج

بشغل المکان او یاسکان من لا یریدن السکنی معہ ونحو ذلک۔ اور تم ان عورتوں کے ساتھ وہ نامناسب رویہ اختیار نہ کرو جس سے انہیں سکونت میں دشواری ہو اور نہ ہی ان عورتوں کو نکل جانے پر مجبور کرو خواہ وہ خرابِ سکونت کے ذریعہ ہو یا ایسے لوگوں کی وہاں رہائش ہو جن کا وہاں رہنا ان عورتوں کے لیے تنگی و تکلیف کا باعث ہو یا اسی قسم کی کوئی اور تکلیف نہ دو جو انہیں نکلنے پر مجبور کر دے۔

(وَاِنْ كُنَّ) اور اگر وہ عورتیں ہوں۔

ای المطلقات یعنی مطلقہ عورتیں۔

(اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ج) حمل والیاں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

"فیخرجن عن العدۃ واما المتوفی عنہن ازواجہن فلا نفقۃ لہن عند اکثر العلماء وعن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وابن مسعود تجب نفقتہن فی الترکۃ ولا خلاف فی وجوب سکنی المطلقات اولات الحمل ونفقتہن بت الطلاق او لہم یبت"

کیونکہ ان عورتوں کی عدت جب ہی پوری ہوگی جب وہ اپنا حمل جن لیں گی۔ آیت کا مقتضٰی یہی ہے اور اس حکم میں آزاد اور باندی کی کوئی تخصیص نہیں اور یونہی اگر کوئی عورت جڑواں بچے جنے خواہ متعدد ہوں تو آخری بچے کی ولادت کے ساتھ عدت کی تکمیل ہوجائیگی۔ اور رہی وہ عورتیں جن کے شوہر وفات پا گئے تو اکثر علماء کے نزدیک ان کے لیے نفقہ واجب نہیں اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسی عورتوں کا نفقہ ترکہ میں سے واجب ہوگا اور مطلقہ حاملہ عورتوں کے سکونت و نفقہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں خواہ عدت طلاق پوری ہو چکی ہو یا نہ پوری ہوئی ہو۔ یعنی نفقہ جسطرح حاملہ کو دینا واجب ہے اسی طرح غیر حاملہ کو بھی خواہ وہ طلاق رجعی دی گئی ہو یا بائن اور اگر شوہر رجوع نہ کرنا چاہتا ہو تو مطلقہ کے لیے سکونت کا مہیا کرنا واجب ہے اور اگر مکان کرایہ پر ہو تو شوہر کے ذمہ کرایہ لازم ہے امام طحاوی اور امام دارقطنی سے مرفوعًا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ و سکونت دونوں ہیں۔ اور حدیث شریف فاطمہ بنت قیس میں نفقہ و سکونت کی نفی ہے

سلف وخلف کے نزدیک مضطرب اور ناقابل قبول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رَدّ کردیا اور صحابہ کا اسی پر اجماع ہے۔

(فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ) پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں۔

ای بعد أن یضعن حملھن یعنی جب وہ اپنا حمل جن لیں اور بچے کو تمہارے لیے دودھ پلانے پر تیار ہوں۔ (فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ج) تو انہیں اس کی اجرت دو۔

علی الارضاع یعنی ان عورتوں (مطلقہ) کو دودھ پلانے کی اجرت دو، بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو جب تک عدت کی تکمیل نہ ہوجائے اس کے لیے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے۔ سورۃ البقرہ میں زیر آیت "والولدات یرضعن اولادھن۔ الخ" میں اس کی تفصیل گزر چکی۔ جب عدت گزر جائے اجرت رضاعت جائز ہے کیونکہ جب مرد پر عورت کے مصارف واجب نہ رہے تو عدت کے لیے بچہ کی رضاعت پر اجرت درست ہے۔ اور ان حالات میں بچہ کو دودھ پلانا باپ کے ذمہ ہے اور ماں پر واجب نہیں لہٰذا باپ اجرت دے کر پلوائے البتہ اگر باپ فقیر ہے یا بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ ہی نہیں پیتا تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ اور غیر عورت کی نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ماں ہی ہے بشرطیکہ بہت یا زیادہ اجرت طلب نہ کرے۔

(وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ج) اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو۔

یہ باپوں اور ماؤں سے خطاب ہے اور کسائی کا قول ہے "وَاْتَمِرُوْا"، کا معنی ہے تَشَاوَرُوا یعنی باہمی مشورہ کرو اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے بعض بعض کے ساتھ معقول طور پر مشورہ کیا ہیں اور مشورہ یہ ہے کہ نہ مرد عورت کے حق (اجرت رضاعت) میں سستی نہ کرے اور نہ ہی کمی کرے اور نہ ہی عورت اس معاملے (اجرت) میں شدت روا رکھے اور حسن سلوک روا رکھیں۔ ایک قول ہے کہ معروف سے مراد ہے الکسوۃ والدثار یعنی لباس ومالی معاوضہ۔ مقاتل کا قول ہے جو اجرت مقرر ومتعین ہو اس پر رضامندی اور حسن سلوک سے فریقین کے معاملے کو نبھانا مراد ہے۔

(وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ) اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو۔

أي تضايقتم اي ضيق بعضكم على الآخر بالمشاحة في الاجرة اوطلب الزيادة اَوْنحو ذلك - یعنی تم باہم مضائقہ کرو (تنگی پاؤ) یعنی تم سے کوئی دوسرے پر اُجرت (دودھ پلانے) کے تعین و تقرر پر یا زیادہ اجرت مانگنے یا اسی طرح کے امور پر دشواری محسوس کرے اور نہ ہو تو پھر ماں کی نسبت غیر عورت سے دودھ پلوانا درست ہے۔

(فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰىؕ) تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانیوالی مل جائے گی۔

یہ بمعنی امر ہے فلترضع تو چاہیے کہ اسے دودھ پلوائے۔ یعنی اگر ماں دودھ نہ پلائے اور زیادہ اجرت طلب کرے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے "فان ارضعن" کے تحت تفصیل گزر چکی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَاؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا۠	مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے دیا، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

(لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُؕ) مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔

والمراد لينفق كل واحد من الموسر والمعسر ما يبلغه وسعه۔

مراد یہ ہے کہ خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہر ایک سے اس کی وسعت (گنجائش) کے موافق نفقہ وصول ہو یہ نفقہ مطلقہ عورتوں اور دودھ پلانے والی عورتوں کو دیا جائے گا۔ کیونکہ شرعاً نفقہ کی کوئی مقدار مقرر و متعین نہیں لہذا مرد کی خوشحالی اور ناداری کا ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔

ابن عربی کا قول ہے کہ یہ آیت باپوں پر وجوب نفقہ میں اصل (نص) ہے اور محمد بن المواز نے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ نفقہ میراث کی مقدار کے موافق ماں باپ پر واجب ہے

اور بعض کا قول ہے کہ عورت کی عسرت یا مالداری کا بھی لحاظ رکھا جائے اگر عورت تنگدست مفلس ہو اور مرد خوشحال تو نفقہ زیادہ ہوا اور اگر مرد اس کے برعکس ہو تو اسکی استطاعت کے موافق ہو۔

(لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىہَا ؕ) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اُسے دیا ہے۔ ای الا بقدر ما اعطاها من الطاقة وقیل : ما اعطاها من الارزاق قل او جل یعنی بقدر اپنی قوت و استطاعت کے جو اسے اللہ نے دی ہے ایک قول ہے جو کچھ اسے روزی میں سے دیا گیا ہے کم یا زیادہ واضح مفہوم یہ ہے کہ نفقہ بقدر وسعت و استطاعت ہے اور زیادہ واجب نہیں۔

(سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًا ﴿۷﴾) قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادیگا۔ موعد لفقراء ذلك الوقت بفتح ابواب الرزق علیهم اندریں حالت یہ تنگدست شوہروں کے لیے وعدہ ہے کہ جلد ہی اللہ ان پر رزق کے دروازے کھول دیگا۔ یعنی معاشی تنگی کے بعد جلد ہی اللہ ان کی مالی حالت میں وسعت پیدا فرمائیگا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ طلاق پ ۲۸

وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ عَتَتۡ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہَا وَ رُسُلِہٖ فَحَاسَبۡنٰہَا حِسَابًا شَدِیۡدًا ۙ وَّ عَذَّبۡنٰہَا عَذَابًا نُّکۡرًا ﴿۸﴾

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بری مار دی۔

فَذَاقَتۡ وَبَالَ اَمۡرِہَا وَ کَانَ عَاقِبَۃُ اَمۡرِہَا خُسۡرًا ﴿۹﴾

تو انہوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۬ۛۚ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۟ؕۛ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا ﴿۱۰﴾

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے

رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ

وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًاؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا

ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ طلاق پ ۲۸

و۔اور	کاین۔کتنی ہی	من قریۃ۔بستیاں تھیں کہ	عتت۔سرکشی کی انہوں نے
عن امر ربھا۔اپنے رب کے حکم سے		و۔اور	رسلہ۔اسکے رسولوں سے
فحاسبنھا۔تو ہم نے حساب لیا ان سے		حسابا۔حساب	شدیدا۔سخت
و۔اور	عذبنھا۔سزا دی ہم نے ان کو		عذابا۔سزا
نکرا۔بڑی بری	فذاقت۔تو چکھا	وبال۔وبال	امر۔کام
ھا۔اپنے کا	و۔اور	کان۔ہوا	عاقبۃ۔انجام
امر۔کام	ھا۔اس کے کا	خسرا۔خسارہ	اعد۔تیار کیا
اللہ۔اللہ نے	لھم۔ان کے لیے	عذابا۔عذاب	شدیدا۔سخت
فاتقوا۔تو ڈرو	اللہ۔اللہ سے	یا۔اے	اولی الالباب۔عقلمندو
الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	قد۔بیشک	انزل۔اتارا
اللہ۔اللہ نے	الیکم۔تمہاری طرف	ذکرا۔ذکر	رسولا۔ایسا رسول
یتلوا۔جو	علیکم۔پڑھتا ہے تم پر	ایت۔آیتیں	اللہ۔اللہ کی
مبینت۔کھلی کھلی	لیخرج۔تاکہ نکالے	الذین۔ان کو جو	امنوا۔ایمان لائے
و۔اور	عملوا۔عمل کیے	الصلحت۔اچھے	من الظلمت۔اندھیروں سے

الی ـ طرف	المنور ـ روشنی کی	و ـ اور	من ـ جو
یؤمن ـ ایمان لائے	باللہ ـ اللہ پر	و ـ اور	یعمل ـ کام کرے
صالحا ـ اچھے تو	یدخلہ ـ داخل کریگا اسکو	جنت ـ باغوں ہیں کہ	تجری چلتی ہیں
من تحتہا ـ انکے نیچے	الانہر ـ نہریں	خلدین ہمیشہ رہیں	فیہا ـ اس میں
ابدا ـ ہمیشہ تک	قد ـ بیشک	احسن ـ اچھا کیا	اللہ ـ اللہ نے
لہ ـ اس کے لیے	رزقا ـ رزق	اللہ ـ اللہ	الذی ـ وہ ہے جس نے
خلق ـ پیدا کیے	سبع ـ سات	سموت ـ آسمان	و ـ اور
من الارض ـ زمینیں بھی	مثلہن ـ اتنی	یتنزل ـ اترتا ہے	الامر ـ حکم
بینہن ـ درمیان انکے	لتعلموا ـ تاکہ تم جانو	ان ـ کہ بیشک	اللہ ـ اللہ
علی ـ اوپر	کل ـ ہر	شیء ـ چیز کے	قدیر ـ قادر ہے
و ـ اور	ان ـ بیشک	اللہ ـ اللہ نے	قد ـ یقیناً
احاط ـ گھیر رکھا ہے	بکل ـ ہر	شیء ـ چیز کو	علما ـ اپنے علم میں

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ طلاق پ ۲۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بڑی مار دی۔

(وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ) اور کتنے ہی شہر تھے۔

ای کثیر من اھل قریۃ یعنی بستیوں میں رہنے والوں میں سے اکثر لوگ۔

(عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ) جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور رسولوں سے سرکشی کی۔ تجبرت وتکبرت معرضۃ انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا اور تعمیل حکم سے روگردانی کی اور رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا۔

(فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا) تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا۔

بالاستقصاء والتنقیر والمناقشۃ فی کل نقیر من الذنوب وقطمیر

یعنی ان کی سرکشی، سرتابی اور تمام گناہوں یہاں تک کہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے تک معمولی عمل) کی بھی خوب چھان بین کی اور خوب حساب لیا اور شدید سزا دی۔ بعض نے کہا اس حساب سے مراد آخرت کا محاسبہ ہے جو یقیناً ہوگا اس لیے صیغہ ماضی ذکر فرمایا۔

(وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝) اور انہیں بری سزا دی۔

ای مُنْكَرًا عَظِيمًا۔ یہ بہت بڑی اور سخت سزا ہی دنیا میں قحط و قتل اور آفات و بلیات سے مبتلا رسوا کیا اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝	تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

(فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا) تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا۔

عقوبة عتوها ان کی نافرمانی کی سزا انہیں دنیا دی گئی۔

(وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝) اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

هالاً لا خسر وراءہ یعنی عقوبت دنیوی کے بعد آخرت کا عذاب دیئے جائیں کے کہ سراسر گھاٹا اور خسارہ ہی ہوگا اور آخرت میں ان کا معاملہ شدت و خسارہ کا ہوگا۔ یہاں بھی ماضی کے صیغے ذکر ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب قطعی وحتمی ہے گویا کہ وہ مبتلائے عذاب ہو چکے۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝	اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے۔

(اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے مضمون کی یہ تکرار وعید کے لیے ہے اور بیان کے لیے جو تقویٰ کا موجب ہو جیسا کہ آگے ارشاد باری ہے۔ (فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ) او ر اللہ سے ڈرو اے عقل والو۔

کانہ قیل: اعد اللہ تعالی لهم هذا العذاب فلیکن لکم ذلک یا اولی الالباب داعیا

لتقوی اللہ تعالیٰ وحذر عقابہ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں والوں کا فروں کے لیے یہ عذاب تیار کر رکھا ہے تو اے عقل والو کہیں تمہارے لیے بھی واقع نہ ہو لہذا قرین عقل ہے کہ تم اللہ سے ڈرو (ایمان لاؤ اور عذاب الٰہی سے خوف رکھو) اور اسکی سزا سے خوف کھاؤ۔ (اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا) وہ جو ایمان لائے۔

الذین بدل ہے اولی الالباب سے جس کا مطلب ہے کہ قرین عقل یہی ہے یا تقاضائے خرد یہی ہے کہ تم ایمان لاؤ یا یہ نعت موضحہ ہے یا عطف بیان ہے جس کا مطلب ہے کہ عقل مندی یہی ہے کہ مومن بنو۔

(قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا) بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے

ھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبر بہ عنہ لمواظبتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی تلاوۃ القرآن الذی ھو ذکرا و تبلیغہ والتذکیر بہ۔

یہاں ذکر کے معنی عزت وشرف کے ہیں اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لیے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر پر مواظبت کرنے والے اور تلاوت قرآن میں ہمیشہ مشغول اور مداومت فرمانے والے تھے اور قرآن حکیم ذکر ہے یا اس سے مراد قرآن کریم کی تعلیم وتبلیغ اور تلاوت ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَ یَعۡمَلۡ صَالِحًا یُّدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزۡقًا	وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اجالے کی طرف لیجائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

(رَسُوۡلًا) وہ رسول۔ ”رسول“ ذکر سے بدل ہے اور اس سے مراد ہے۔

ارسالہ بالا نزال ترشیحاً للمجاز یعنی رسول کو قرآن کے ساتھ بھیجا اور ایسا ترشیحاً مجاز کے لیے ہے۔ یا پھر اس لیے کہ رسول کا بھیجنا اس کا سبب ہو تو اس صورت میں اَنْزَلَ مجاز مرسل ہوگا۔ ابو حیان کا قول ہے کہ ظاہراً تو یہی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور رسول سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس یا تو نفس ذکر کو مجازاً لایا گیا (بولا گیا) یا رسول سے بدل ہے کہ مضاف محذوف ہے یعنی ذکر رسول "ہے اور ایک قول ہے کہ یہ صفت (نعت) ہے کیونکہ مضاف حذف ہے اور معنی یہ ہوں گے" ای ذا رسول "، اے معزز رسول (عزت والے رسول) کلبی کا قول ہے کہ رسول سے یہاں مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ کثرت ذکر مراد ہے۔

(یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ) کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے۔

نعت لرسولا — وھو الظاھر یہ رسول کی تعریف وصف ہے اور ایسا واضح اور روشن ہے۔ ایک قول ہے کہ اسم "اللہ تعالیٰ" سے حال ہے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ سے نسبت تلاوت مجازاً ہے جس طرح کہ نبی علیہ السلام امیر المدینہ کہا جائے اور "آیات اللہ"، سے مراد قرآن ہے (وفیہ اقامۃ الظاھر مقام المضمر علےٰ احد الاوجہ) اور "مبینات" اس سے حال ہے یعنی حال اس سے یوں کہ تمہارے روشن اور واضح ہیں جن کی کہ تمہیں احکام سے ضرورت ہوتی ہے اور "مبیّنات" بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح فرما دیا جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قول ہے قد بینا لکم الآیات — واضح مفہوم یہ ہے کہ "یتلوا علیکم"، درحقیقت صفتِ رسول ہے اور مجازاً قرآن کی حالت و تعریف ہے۔

(لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط) تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد لیخرج میں لام یا تو "انزل"، سے متعلق ہے یا یَتْلُوْا "سے اور فاعل "یُخْرِجُ"، کی ضمیر اگر یَتْلُوْا کی طرف راجع ہو تو مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا پھر حق سبحانہ، وتعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اور موصول سے مراد ذکر کے نزول کے بعد مومنین ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے بھی یا پھر اس کا تعلق حق سبحانہ، وتعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر سے ہے کہ بے شک وہ جلد ایمان لائیں گے۔ یعنی اس لیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے

حاصل کریں یا اللہ عزوجل کے لیے جو اس پر نہیں اب ایمان واعمال صالحہ سے نوازش کرے۔ یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے علم وقدر کے مطابق ہر قسم کی گمراہیوں سے ہدایت کی طرف ایمان کے ساتھ نکالے۔ ایک قول ہے کہ اللہ انہیں کفر وجہل کی تاریکی سے ایمان وعلم کے نور کی طرف لے جائے۔

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا	اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ
يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	اسے باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ	بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک
اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ○	اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

یہ مومنوں کے لیے وعدہ ہے جنہوں نے ایمان لاکر اچھے کام کیے۔ کہ وہ نعمائے جنت سے نوازے جائیں گے جو ایسی ہیں کہ نہ ختم ہوں اور نہ کبھی ان کا سلسلہ منقطع ہو بلکہ وہ نعمتیں دائمی اور ابدی ہوں گی۔ اور اہل جنت ان سے ہمیشہ ہمیشہ متمتع ہوں گے۔ کیونکہ وہاں کی زندگی دائمی ہے اور وہاں فنا وموت نہ ہوگی اور نہ ایسا کوئی خطرہ و کھٹکا ہوگا ہمیشہ مسرور رہیں گے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ	اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ	انہی کی برابر زمینیں حکم ان کے درمیان
الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ	اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ	سکتا ہے، اللہ کا علم ہر چیز
وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ	کو محیط ہے۔
شَيْءٍ عِلْمًا ○ ع	

(اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ) اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں۔

"اَللّٰهُ الَّذِيْ"، مبتدا اور "خلق سبع سمٰوٰت"، خبر ہے "وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" ای وخلق من الارض مثلهن) یعنی اللہ کریم نے زمین سے اسی آسمان کی برابر پیدا فرمایا، کیونکہ مِثْلَهُنَّ فعل محذوف کے لیے مفعول ہے اور یہ جملہ اس سے پہلے جملہ "خَلَقَ سبع سمٰوٰت"

پر عطف ہے اور ایک قول ہے مِثْلَهُنَّ عَلٰی سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پر عطف ہے اور زمخشری کا یہی خیال یعنی آسمانوں کی طرح سات زمینیں بھی پیدا کیں۔ اور مثلیت بعض اوصاف میں اشتراک کی تصدیق کرتی ہے پس جمہور علماء کا فرمانا ہے یہ یہاں ہونے میں سات ہیں (زمینیں) اور ہو سکتا ہے سات طبق ہیں جن میں بعض بعض کا دپر ہیں۔ ساری زمینوں کے درمیان اور ان کی ارضی مسافت وہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور تمام زمینوں میں بسنے والے اللہ کی مخلوقات میں سے ہیں اور ان کی حقیقت کو بجز رب ذوالجلال کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ یا تو وہ ملائکہ (فرشتے ہیں) یا جنات (آنکھ سے اوجھل ہونے والی مخلوق) ابن جریر اور ابن حاتم نے روائت کی ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں الاسماء وصفات میں ابی الضحیٰ کے طُرق سے اس آیت کے بارے میں کہا: سات زمینیں ہیں ہر زمین میں نبی ہے تمہارے نبی کی طرح اور آدم آدم کی طرح اور نوح نوح کیطرح اور ابراہیم ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ عیسیٰ کی طرح (علیہم السلام) ذہبی کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں لیکن شاذ ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ابی الضحیٰ نے اس پر کبھی پیچھا کیا ہو (اسے تسلیم کیا ہو) اور ابو حیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند بحر میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے وضعی (من گھڑت) ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ واقدی کی مرویات سے ہے جو بڑا جھوٹا ہے۔ آلوسی کہتے ہیں کہ میں کوئی بات عقلی و شرعی طور پر اس کی صحت کے مانع نہیں دیکھتا اور اس سے مراد یہ ہے کہ تمام زمینوں میں مخلوق اصل واحد کی طرف رجوع کرتی ہے جسطرح ہماری زمین پر نبی آدم آدم علیہ السلام کی طرف اور ان میں افراد ہیں جو سب لوگوں میں ممتاز ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور ان کے علاوہ ہم میں ممتاز و منفرد ہیں۔ (علیہم السلام) ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز جبکہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان موجود تھے آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اوپر کیا ہے۔ اصحاب بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا بے شک وہ ایک آسمان ہے چھت ہے ٹوٹنے سے محفوظ اور موج مکفوف (موج بستہ) ہے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کیا ہے (کتنی مسافت ہے)۔ بولے اللہ اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں فرمایا تمہارے اور اس کے (آسمان) کے درمیان پانچسو برس

کی مسافت (راہ) ہے۔ پھر یونہی فرمایا یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمان کے درمیان اسی قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس کے اوپر کیا ہے، بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر عالم ہیں فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے اور آسمان کے درمیان دو آسمانوں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے (ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان بھی پانچسو برس کی مسافت ہے) پھر فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے نیچے کیا ہے۔ اصحاب بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا زمین ہے پھر فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ اس کے نیچے کیا ہے بولے اللہ اور اس کا رسول خوب عالم ہیں فرمایا بے شک اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور پہلی اور دوسری زمین) ان کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سات زمینیں شمار کی اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے۔ ابوصالح کا قول ہے کہ یہ تکوینی طور پر سات ہیں یہ نہیں کہ وہ سات الگ زمینیں ہوں اور یہ ساتوں باہم پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی کسی پر بلند (اوپر) نہیں ہے اور ان کے درمیان سمندر تفریق کرتے ہیں اور ان سب پر آسمان کا سایہ (چھت ہے) اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ زمین کو دوسری زمین سے نسبت و تعلق یوں ہے کہ یہ سات براعظم ہیں جیسے امریکہ سے ایشیاء یا یورپ یا افریقہ تاہم کہا گیا کہ ان میں باہم یہ سمندر الگ الگ کرتے ہیں اور اس کا قطع ممکن نہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور وہ مختلف ہیں حرارت و برودت، رات و دن وغیرہ میں۔ ایک قول ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کی مثل سے مراد ہے کہ خلق میں (ہونے یا بنانے میں) مثلیت ہے نہ کہ عدد میں اور اس کے علاوہ کوئی اور زمین نہیں پس یہی ایک زمین ہے جو آسمانوں کی مانند بنائی گئی ہے۔ اور قرآن حکیم سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں زمین کا واحد ہونے کے سوا ہرگز ذکر نہیں ہوا۔ اگرچہ بخاری کی روائت کے تحت اس کا رد کیا گیا اور وہ اور وہ یہ ہے "اَللّٰھُمَّ رب السمٰوت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وَمَا اَقللن" اور یونہی حدیث صحیح ہے کہ "من غضب قید شبر من ارض طوقہ من سبع ارضین"

تاہم یہاں سات کی تشریح میں بھی وہی اقوال ہیں جن کا ذکر پیچھے گزرا حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (صاحب ہذا التفسیر القرآن) رحمۃ اللہ علیہ اس پر سورۃ البقرہ اور دیگر مقامات

پر تفصیلی بحث فرما چکے ہیں جو علم ہیئت کے مفروضات وغیرہ پر بھی حاوی ہے وہ وہاں دیکھی جائے۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ آیت میں " وَمِنَ الارضِ "، کا جملہ غور طلب ہے ارض واحد بولا گیا ہے یہاں من بیانیہ ہے یا تبعیضیہ دونوں صورتوں میں سات طبقے ہی مراد ہیں جیساکہ ابو صالح اور ابن عباس کے اقوال گزرے لہذا سات الگ الگ زمینیں مراد نہیں ہیں اور یہ مسئلہ ضروریات دین کا بھی نہیں ہے کہ منکر و متردد پر فتویٰ جاری ہوتا ہم یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ مثلیت عدد میں آسمان کیطرح نہیں بلکہ تخلیق میں ہے اور زمین میں ہفت طبق کا ہونا ہی مثلیت ہے واللہ اعلم۔ (یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ) حکم ان کے درمیان اترتا ہے۔

ای یجری امر اللہ تعالیٰ وقضاءہ وقدرہ عزوجل بینہن وینفذ ملکہ فیہن۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء قدر ان سب میں جاری ہے اور اس کی بادشاہی وحکومت ان میں نافذ ہے۔ ابن المنذر اور اس کے علاوہ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء و قدر ہر ایک آسمان اور ہر ایک زمین میں نافذ و جاری ہے جو اللہ نے اپنی تخلیق میں سے پیدا فرمائی۔ اور ایک قول ہے کہ اس کے (حکم ان کے درمیان اترتا ہے) سے مراد زندگی موت، غنا و فقر ہے اور مقاتل کا قول ہے " الامر "، سے مراد وحی ہے۔ یعنی جبرائیل علیہ السلام آسمان سے وحی لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔

(لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے یہ خلق یا یتنزل سے متعلق ہے یا دونوں کا عموم مضمر ہے یعنی اس طرح کیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے جیساکہ اوپر ذکر گزرا۔ اور ایک قول ہے: التقدیر اخبرتکم او اعلمتکم بذلک لتعلموا یعنی تقدیر جس کی تمہیں خبر دی ہے یا تمہیں معلوم ہو جائے اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ تخلیق و نزول امر سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جملہ موجودات سکونات اور وہ معدومات وغیرہ کو محیط کل ہے یعنی محیط کل لا تتنا ہی اور دائمی وابدی ہے اور غیر فانی ہے اور ذات پاک کے ساتھ قائم ہے۔ اور وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

الحمد للہ آج سورت الطلاق کی تفسیر تمام ہوئی۔ یکم جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء بروز بدھ

سورۃ التحریم

اس سورۂ مبارکہ کو "سورۃ المتحرم" اور "سورۃ لم تحرم" اور سورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سورت کا نام "سورۃ النساء" بھی ہے اور مشہور یہی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ ابتداء سے دسویں آیت کے شروع تک مدنی ہے اور باقی مکی ہے اور بالاتفاق اس کی بارہ آیتیں ہیں اور یہ پچھلی سورت سے یوں جڑواں (تعلق) ہے کہ دونوں کا افتتاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ ہوا ہے اور پچھلی سورت عورتوں کو طلاق سے متعلق امور پر مشتمل تھی اور اس میں لونڈیوں کی تحریم کا ذکر ہے اور ان دونوں کے درمیان جو ملایست (باہمی تعلق) ہے وہ واضح ہے اور سورت الطلاق میں امت کی عورتوں کے جھگڑوں (خانگی دعائی معاملات خصومات) کا ذکر ہوا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے معاملات کا اور اس سورت میں ان کا علیحدہ ذکر (انفرادیت) ان کے منصب وعظمت کے اظہار کے لیے ہے اور اسی لیے انہیں تمام عورتوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس سورت میں ان کا خصوصی ذکر کیا اور یونہی اس سورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جنتی بیویوں آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کے ذکر پر اختتام فرمایا اور یہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

سورۃ تحریم مدنیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں۔ دو سو پینتالیس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ تحریم پ ۲۸

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ — اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام

اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

بیشک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا اتارنا مقرر فرما دیا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی۔ پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے خبر دی۔ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تحریم پ ۲۸

یاایہا۔اے	النبی۔نبی	لم۔کیوں	تحرم۔حرام کرتا ہے تو
ما۔جو	احل۔حلال کیا	اللہ۔اللہ نے	لک۔تیرے لیے
تبتغی۔تو چاہتا ہے	مرضات۔رضامندی	ازواجک۔اپنی بیبیوں کی	و۔اور
اللہ۔اللہ	غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے	قد۔بیشک
فرض۔مقرر کیا	اللہ۔اللہ نے	لکم۔تمہارے لیے	تحلۃ۔اتارنا
ایمانکم۔تمہاری قسموں کا	و۔اور	اللہ۔اللہ	مولکم۔مددگار ہے تمہارا
و۔اور	ھو۔وہ ہے	العلیم۔جاننے والا	الحکیم۔حکمت والا
و۔اور	اذ۔جب	اسر۔چھپائی	النبی۔نبی نے
الی۔طرف	بعض۔بعض	ازواجہ۔بیویوں کی	حدیثا۔ایک بات
فلما۔پھر جب	نبأت۔بتادی اس نے	بہ۔وہ بات	و۔اور
اظھرہ۔مطلع کردیا	ہ۔اس کو	اللہ۔اللہ نے	علیہ۔اس پر
عرف۔جتایا	بعضہ۔بعض اسکا	و۔اور	اعرض۔چشم پوشی کی
عن بعض۔بعض سے	فلما۔تو جب	نبأ۔خبر دی	ھا۔اس کو
بہ۔اس کی	قالت۔کہنے لگی	من۔کس نے	انبا۔بتایا
ک۔آپ کو	ھذا۔یہ	قال۔کہا	نبأ۔بتایا
نی۔مجھ کو	العلیم۔جاننے والے	الخبیر۔خبردار نے	ان۔اگر
تتوبا۔توبہ کرو	الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	فقد۔تو بیشک
صغت۔مائل ہوگئے تھے	قلوبکما۔تمہارے دل	و۔اور	ان۔اگر
تظاھرا۔غلبہ کرو	علیہ۔اس پر	فان۔تو بیشک	اللہ۔اللہ
ھو۔وہ ہے	مولٰہ۔مددگار ذات کا	و۔اور	جبریل۔جبریل

و۔اور	صالح۔نیک	المؤمنین۔مومن	و۔اور
الملئکۃ۔فرشتے بھی	بعد۔بعد	ذلک۔اس کے	ظھیر۔مددگار ہیں
عسیٰ۔قریب ہے	ربہ۔اس کا رب	ان۔اگر	طلقکن۔وہ طلاق دیدیں تمکو
ان۔یہ کہ	یبدلہ۔بدل دے اسکو	ازواجا۔بیویاں	خیرا۔بہتر
منکن۔تم سے	مسلمت۔مسلمان عورتیں	مومنت۔مومن	قنتت۔فرمانبردار
تئبت۔توبہ کرنے والیاں	عبدت۔عبادت گذار	سٓئحت۔روزیدار	ثیبت۔بیاہیاں
و۔اور	ابکارا۔کنواریاں	یایھا۔اے	الذین۔وہ جو
امنوا۔ایمان لائے ہو	قوا۔بچاؤ	انفسکم۔اپنی جانوں کو	و۔اور
اھلیکم۔اپنے گھر والوں کو	نارا۔آگ سے	وقود۔ایندھن	ھا۔اس کا
الناس۔آدمی ہیں	و۔اور	الحجارۃ۔پتھر	علیھا۔اس پر
ملئکۃ۔فرشتے ہیں	غلاظ۔سخت دل	شداد۔طاقتور	لا۔نہیں
یعصون۔نافرمانی کرتے	اللہ۔اللہ کی	ما۔جو	امرھم۔حکم دے
ھم۔ان کو	و۔اور	یفعلون۔کرتے ہیں	ما۔جو
یؤمرون۔حکم کیے جاتے ہیں	یایھا۔اے	الذین۔لوگو جو	کفروا۔کافر ہو
لا۔نہ	تعتذروا۔عذر کرو	الیوم۔آج کے دن	انما۔اسکے سوا نہیں کہ
تجزون۔بدلہ دیے جاؤ گے	ما۔جو	کنتم۔تم	تعملون۔کیا کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر سورۃ تحریم رکوع اول پ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔ اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ)

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے۔ لیے حلال کی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا ہے اور خطاب و ندا سے آغازِ کلام مخاطب کی تعظیم و توقیر کے غایت درجہ اظہار کے لیے ہے اور اس کی نظیر قرآن حکیم میں "عفا اللہ عنك لِمَ اَذِنتَ لَھُمْ" ہے اور یہاں عتاب نہیں بلکہ بکمال لطف و کرم ایک ایسی قسم سے روکا ہے جو ایک مملوکہ باندی کو شرفِ خدمت سے محروم کرنے والی تھی یا ایک حلال شے کے ترک کا باعث ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اونٹ کے گوشت کو صرف اپنے نفس کریم کے لیے حرام ٹھہرانا ہے باوجودیکہ وہ حلال تھا "اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ" کا جملہ واضح ہے اس کی علت خواہ کچھ بھی مگر وہاں نہ عتاب ہوا نہ منع فرمایا اِلَّا کا استثنیٰ واضح کر رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس حرمت پر قائم رہے اور یہاں بھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب میں "اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ" فرمایا یعنی اپنے نفس کے لیے اس شئے کو حرام نہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال ٹھہرا دی تو ظاہر ہے کہ اس ذاتی امر میں حضور مختار تھے اور اختیار کے استعمال سے روکنا جس سے ایک عظیم منفعت متاثر ہو مشورہ محبت ہے نہ کہ عتاب، مزید یہ کہ اگر آپ شہد کو صرف اپنی ذات کے لیے حرام ٹھہراتے یا قسم حرمت کھا لیتے تو اُمت اتباعِ سنت میں اسی طرح شہد ترک کر دیتی جس طرح بنی اسرائیل نے اتباعِ یعقوب میں اونٹ کا گوشت ترک کر دیا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ حرمت ان کی ذات کے لیے تھی اور حرمت عمومی و قطعی نہ تھی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ پھر آیت کے آخر میں غفور رحیم کیوں ہے تو میں کہتا ہوں "تبتغی مرضات ازواجك" فاعل کی طرف سے حال ہے اور باعث تو باعث محل عتاب ہے نہ کہ فاعل لہٰذا غفور الرحیم باعث کے لیے تسکین ہے اور سیاق کلام میں واقعہ کی مرلحت کے بعد "ان تتوبا" کا جملہ اس تسکین و تسلی کا راستہ ہے تو "لِمَ تُحَرِّمُ" کا معنی ہے کیوں حرام فرمائے لیتی ہیں یعنی آپ کا فیصلہ یوں نہ چاہیئے مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ سے مراد ہے عَسَل یعنی شہد اور امام نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے جسے ابن المنذر، عبد بن حمید، ابن سعد اور بخاری نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین زینب بنت جحش کے ہاں جب رونق افروز ہوتے تو ان کے ہاں شہد (جسے وہ محبت سے پیش فرماتیں) نوش فرماتے اور اس کی وجہ سے آپ کا وہاں زیادہ وقت قیام ہو جاتا تو (حضرت عائشہ) اور حفصہ کو رشک ہوا اور ہم دونوں نے باہم یہ طے کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہاں جلوہ افروز ہوں تو گزارش کی جائے کہ دہن اقدس سے "مغافیر" (شہد کی ایک قسم) کی بُو آتی ہے کیا مغافیر پیا ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں

میں سے ایک کے گھر تشریف فرما ہوئے تو انہوں وہی بات کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور میں دوبارہ ایسا ہرگز نہ کروں گا (وَ لَنْ اَعُود) اور ایک روایت میں ہے اور میں نے قسم کھائی ہے تم کسی کو یہ بات نہ بتانا تو یہ آیت (سورت) اُتری اور حضرت سودہ نے کہا کہ کیا جناب نے مغافیر پیا ہے فرمایا نہیں تو وہ بولیں تو یہ ریح کیسی ہے جو میں آپ سے محسوس کر رہی ہوں فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے وہ بولیں شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہو گا تو آپ نے عسل (شہد) کو حرام کر لیا تو یہ آیت (سورت) اتری اور وہ حدیث جو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے شہد کا شربت حجرۂ حفصہ میں نوش فرمایا اور کہنے والی سودہ اور صفیہ ہیں۔ ابن المنذر، ابن حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ سے مروی ہے کہ حافظ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ کے ہاں شہد کا شربت نوش فرمایا پھر آپ جب حضرت عائشہ کے ہاں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے عرض کی کہ میں آپ سے ریح محسوس کرتی ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میں نے سودہ کے ہاں سے شہد کا شربت پیا ہے بخدا میں اُسے نہیں پیوں گا تو یہ آیت اتری، نسائی نے تخریج کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن مردویہ نے بھی انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی جس سے آپ نے تخلیہ فرمایا تو یہ حضرت عائشہ اور حفصہ اُس وقت تک راضی نہ ہوئیں یہاں تک کہ آپ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تو یہ آیت اتری اور مشہور یہی ہے کہ وہ باندی حضرت ماریہ قبطیہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے ہاں ان کی باری کے دن ماریہ سے خلوت فرمائی تو حضرت حفصہ نے یہ دیکھ لیا اور ناراضگی ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہ ہو گی کہ میں نے اسے حرام ٹھہرا یا پس میں اس سے قربت نہ کروں گا۔ حفصہ بولیں، جی ہاں تو آپ نے اُسے اپنے پر حرام ٹھہرا لیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا حضرت حفصہ کے گھر حضرت عائشہ کی باری کے دن ہوا اور کشاف میں مروی ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ سے خلوت فرمائی اور حضرت حفصہ کو اُس کا پتہ چل گیا تو آپ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم میری طرف سے چھپاؤ (راز نہ کہو) میں نے اپنے اوپر ماریہ کو حرام کر لیا ہے اور میں تمھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد ابوبکر و عمر میری امت کے والی ہوں گے تو انہوں نے (راز نہ رکھا) اور عائشہ کو خبر دے دی۔ اس باب میں احادیث باہم متعارض ہیں خفاجی اور نووی نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ

درست بات یہی ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں اتری اور ماریہ کے سلسلہ میں نہیں اتری۔ اور یونہی شہد کا شربت پینے کا واقعہ زینب کے گھر کا ہے۔ مغافیر میم کے پیش کے ساتھ مغفور کی جمع ہے اور قاضی عیاض فرماتے ہیں لہ رائحۃ کریہۃ ینضحہ العرفط وھو شجر او تیات لہ ورق عریض؛ اس کی خوشبو ناپسندیدہ ہے اور شہد کی یہ قسم عرفط پر لگتی ہے اور عرفط ایک درخت ہے یا پودا اور اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے (اس پودے کے رس کا اثر شہد میں نمایاں ہو جاتا ہے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غائیت درجہ نفیس ولطیف مزاج تھے اور بدبو (یا ایسی ریح جو ناخوشگوار ہو) آپ پر شاق ہوتی تھی۔

(تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط) اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو۔

یہ جملہ متسانفہ ہے اور تحریم عسل (شہد) یا تحریم ماریہ کی علت وباعث کو واضح کرتا ہے اور اضافت (ازواجك) جنس کے لیے ہے اور استغراق کے لیے نہیں ہے اور اس امر میں فخامت ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں حضور کی تعظیم وشان ہے کہ آپ کی نسبت یہ ترک اولیٰ واقع ہوا اور رحمت فرماتے ہوئے تحریم پر قائم رہنے سے محفوظ فرمایا اور بدوں عتاب ومؤاخذہ کے بخشش کا ذکر فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الطاف الٰہیہ میں سے غائیت درجہ لطف وکرم ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا اور وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

(قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج) بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا۔

ای قد شرع لکم تحلیلھا وھو حل ما عقدتہ الایمان بالکفارۃ

یعنی اللہ نے تمہارے لیے شریعت کا ضابطہ بنا دیا کہ تم اس کو حلال بنا لو اور وہ یہ ہے کہ تم نے جس حلال شئے کو حرام قرار دینے کی قسم کھائی ہے اسے کفارہ دے کر حلال بنا لو واضح مفہوم یہ ہے کہ کفارہ دے کر قسم توڑ دو اور قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے معاف ہو جائے گا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ قسم ترک فرما کر شہد نوش کیجئے یا حضرت ماریہ کو بدستور خدمت سے سرفراز فرمایئے، اور بعض کا قول ہے کہ قسم کے بعد ان شاء اللہ کہئے تاکہ حانث نہ ہوں، اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر کفارہ دیا یا نہیں دیا ہے، حضرت حسن کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں اور یہاں کفارہ کا حکم "انما ھو تعلیم

قول "واللہ لا اشربہ" اور "واللہ لا اطؤھا" وارد ہے جو واضح طور پر قسم ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا کفارہ دیا اور تحریم کے لیے کفارہ نہیں دیا۔ بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور نسائی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا "من حرم امرأتہ فلیس بشر" جس نے اپنی عورت کو خود پر حرام ٹھہرایا اس پر کچھ (کفارہ) نہیں۔ تاہم علماء کا اس امر میں بہت اختلاف ہے البتہ مذہب محقق یہی ہے کہ حلال کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لینا قسم ہے۔ اور اس پر کفارہ ہے اور یہ مومنوں کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں مخصوص ہیں کہ آپ کا کفارہ نفس قسم تھا تحریم پر نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

(وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ج) — اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

سیدکم ومتولی امورکم — یعنی تمہارا بادشاہ اور تمہارے امور کا نگہبان ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ — اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

فیحکم مایصلحکم فیشرعہ سبحانہ لکم یعنی اللہ کو معلوم ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے وہی تمہارے لیے وہ مشروع کیا (ضابطہ و قانون بنایا)۔ اور اس کا کسی امر کا حکم فرمانا اور کسی سے منع فرمانا اس کی حکمت بالغہ کے تحت ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ — اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

(وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ج)۔ — اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی۔

"بعض ازواجہ" سے مراد حضرت حفصہ ہیں۔ ھی حفصۃ علی ما علیہ عامۃ المفسرین یعنی اس سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر فاروق ہیں جیسا کہ عام مفسرین کا فرمانا ہے۔ حدیثاً سے مراد ہے شہد کو اپنے لیے حرام ٹھہرانے کی قسم ہے اور بخاری و مسلم میں یہی آیا ہے یا حضرت ماریہ

قبطیہ مصریہ کو خود پر حرام ٹھہرانا مراد ہے علماء تفسیر کے نزدیک راجح یہی ہے رہا اس کا مخفی رکھنا تو اس میں ظاہر حکمت تو یہی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ ناراض نہ ہوں۔ ابن سعد کلبی سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز جب کہ حضرت حفصہ کسی کام سے اپنے والدین کے ہاں تشریف لے گئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیر حاضری میں ان کے حجرہ میں حضرت ماریہ کو خدمت سے سرفراز فرمایا ہی تھا کہ حضرت حفصہ واپس آ گئیں اور آپ سے عرض کیا میں نے حضور کو دیکھ لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو تم اسے چھپانا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا ہے اور یہ کہ میرے بعد عائشہ اور تمہارے والد میرے بعد لوگوں کے امیر ہوں گے۔ میمون ضحاک مجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ ان دونوں باتوں کو مخفی رکھنے کا فرمایا تھا اور ان کی طیب خاطر کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ اور لوگوں کو اس نجی امر کا معلوم ہونا آپ کو پسند نہ تھا۔

(فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ) پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی۔

ای اخبرت۔ یعنی حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو اس بات کی خبر دے دی۔

(وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ) اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا۔

ای جعل اللّٰہ تعالیٰ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاھراً علی الحدیث مطلعا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ظاہر کر دی اور اس پر مطلع فرمایا کہ حضرت حفصہ نے راز نہیں رکھا۔

(عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ) تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔

(عَرَّفَ) ای النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حفصۃ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو جتلایا۔

(بَعْضَهٗ) ای الحدیث ای اعلمھا و أخبرھا ببعض الحدیث الذی افشتہ۔ یعنی وہ راز کی بات، یعنی آپ نے اسے (حفصہ) کو جان لیا اور انہیں راز کی بات کا کچھ حصہ جتلایا جو انہوں نے فاش کر دیا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں باتوں تحریم ماریہ اور امر خلافت میں سے ایک بات جتلائی اور دوسری بات کا ذکر نہ فرمایا اور کریم کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ ساری بات نہیں جتلاتا۔ حسن، السلمی، قتادہ، طلحہ، کسائی اور ابی عمرو سے بروایت ہارون مروی ہے کہ انہوں نے عَرَّفَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا یعنی عَرَفَ اور عَرَفَ بمعنی جَازٰی ہے یعنی عتاب فرمایا (سزا دی) یا ملامت کی

للمومنین " صرف مومنوں کو تعلیم کے لیے ہے علماء فرماتے ہیں آپ کا مغفور ہونا اس بات کو صحیح نہیں بنا دیتا کہ آپ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ بخشش خطا و گناہ پر ہے اور یہاں خطاء و گناہ پر مؤاخذہ کا معاملہ ہی نہیں لیکن آپ کے فعل سے احکام دینویہ کا مرتب ہونا ضرور ہے اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ آپ کا یہ امر مسلّمہ ہے کہ آپ کا یہ فعل نماز میں سہو کی طرح ہے جس سجدہ سہو لازم ہے لہٰذا احکام کی ترتیب حضور کے فعل پر ہے اس لیے اگر کفارہ دیا بھی ہو تو " ذنب " کا اطلاق ہی نہیں ہوتا اور مقاتل سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم ماریہ کے کفارہ میں غلام آزاد کیا اور امام مالکؒ نے المدونۃ میں زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کی ماں یعنی ماریہ کو جو حرام ٹھہرانے کی قسم کھائی تھی اس پر کفارہ دیا۔ اور امام شعبی سے بھی اسی کی مانند منقول ہے اور اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے " کہ تو مجھ پر حرام ہے " یا یوں کہے کہ مجھ پر کوئی شئے جو حلال ہے وہ حرام ہے اور زوجہ (بیوی) کو مستثنیٰ نہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے تو علماء کی ایک جماعت جن میں مسروق، ربیعہ، ابوسلمہ، شعبی اور اصبغ ہیں فرماتے ہیں " ھو کتحریم الماء والطعام لا یلزمہ شئی " ایسا کہنا کھانے پینے کی تحریم کی مانند ہے اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں (کفارہ نہیں) اور ابو بکر، عمر، زید، ابن مسعود، ابن عباس، عائشہ، ابن المسیب، عطاء، طاؤس، سلیمان بن یسار، ابن جبیر، قتادہ، حسن، الاوزاعی، ابوثور اور ایک جماعت کا فرمانا ہے یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے حضرت امام شافعی کا قول ہے تحریم حلال قسم نہیں ہے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانے میں جو کفارہ ہے وہ نفس قسم کا ہے اور حانث (قسم توڑنے) ہونے کا کفارہ نہیں ہے اور تحریم طعام میں کفارۂ قسم بھی نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو خود پر حرام ٹھہرا لیا یا کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے نیت طلاق یا ظہار کی تو دونوں واقع ہوں گے اور حلت کے لیے ظہار کا کفارہ لازم ہوگا البتہ اگر یونہی کہہ دیا اور کوئی نیت نہ تھی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ایلاء ہو گا جب کہ امام شافعی کے نزدیک قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع کرنے کی صورت میں حانث ہوگا اور ایلاء کا کفارہ لازم ہوگا، چونکہ ایلاء بھی قسم ہے اس لیے کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ لِمَ تحرم ما احل اللہ لک میں مطلق تحریم ہے اور اس تحریم کے ساتھ عورت باندی یا شہد کا کوئی ذکر نہیں اور " قد فرض اللہ لکم تحلّۃ ایمانکم " فرمانے سے واضح ہے کہ تحریم کی یہ صورت قسم ہی ہے اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

یا بایں وجہ طلاق (رجعی) دی اور بعض سے چشم پوشی فرمائی یعنی دوسری بات ذکر نہ کی بغوی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی تھی بلکہ ایسا ارادہ فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ طلاق دی اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے رجوع فرمانے کے لیے مشورہ دیا یا ظاہر فرمایا کہ منشاء ربانی یہی ہے کہ حفصہ کو طلاق نہ دیں اور رجوع فرمائیں کہ وہ شب بیدار اور کثیرۃ الصوم (بکثرت روزہ دار) اور آخرت میں بھی ازواج مطہرات سے ہیں۔

(فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا) پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولیں حضور کو کس نے بتایا۔

لتعرف هل فضحتها عائشة أم لا؟ تاکہ حفصہ جان لے کہ کیا عائشہ نے اسے فاش نہیں کر دیا؟ تو وہ بولیں سرکار کو کس نے بتایا یعنی حضور کو کس نے خبر دی۔

(قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ) فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

اَلَّذِیْ لَا تَخْفٰی عَلَیْهِ خَافِیَةٌ یعنی اس ذات کریم نے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں (اللہ کریم نے)

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۵	نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ) نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو۔

خطاب لحفصة وعائشة رضی اللہ تعالٰی عنهما على الالتفات من الغيبة الى الخطاب عليهما لغة فى المعاتبة۔ حضرت حفصہ اور عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو خطاب ہے کہ ان سے جو غَیْبت (اندر ہی اندر) میں ہوا اس سے رجوع کریں (توبہ کریں) اور خطاب میں جو مبالغہ ہے اس میں دونوں پر عتاب (سرزنش) ہے۔ بخاری و مسلم، ترمذی، احمد اور ابن حبان وغیرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھے اس بات کی عرصے سے خواہش تھی کہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے وہ دو کونسی بیبیاں تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا

"ان تتو با" الخ یہاں تک کہ میں نے حضرت فاروق کے ہمراہ حج کا شرف حاصل کیا آپ راستے میں ایک طرف ہو لیے اور میں بھی آپ کے ہمراہ ہوا آپ جب فارغ ہو کر واپس آئے تو میں نے وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور عرض کی امیرالمومنین کہ ازواج النبی سے وہ دو کونسی تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا" ان تتو با" الخ ارشاد فرمایا ابن عباس تم پر تعجب ہے وہ دونوں بیبیاں عائشہ اور حفصہ تھیں اور آیۃ تخییر کے بارے میں طویل حدیث بیان فرمائی۔

(فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا) تو ضرور تمھارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مالت عن الواجب من مخالفتہ صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ وکراھۃ مایکرھہ الی مخالفتہ۔ ان پر واجب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء و رضا کے خلاف نہ فرماتیں اور اسی امر کو محبوب رکھتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب و محبوب تھا اور اس کو مکروہ جانتیں جسے حضور نے ناپسند فرمایا نہ کہ یہ اس میں خلاف کرتیں واضح مفہوم یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ مصریہ جو حضور کو عزیز تھیں یا زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شربت شہد نوشی کے لیے توقف فرمانا خاطر اقدس کے لیے پسندیدہ تھا تو تمہیں لازم تھا کہ تم بھی اسے ہی پسند کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہد یا ماریہ کی تحریم گراں تھی اور یونہی افشاء راز بھی پسند نہ تھا تو جب دونوں بیبیوں سے ایسا واقعہ ہوا تو وہ راہ صواب سے ہٹ گئیں اور حضور کی خدمت کے سلسلہ میں صرف اپنی ذات ہی ملحوظ خاطر رہی اور معاملہ عادلانہ نہ رہا حالانکہ ایثار چاہیئے تھا تو یہ ترک اولیٰ واقعہ ہوا اور ان مطہرات کو توبہ کے لیے فرمایا گیا جس میں ان کی عظمت شان کا لحاظ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں کما قال اللہ الکریم لَسْتُنَّ کاحد من النساء۔ اور انہیں اپنے قلوب کو ایسی امور سے صاف رکھنے کا واضح ارشاد ہے اور یہ کریم کا کرم ہے کہ خواص کو آگاہ فرما کر محفوظ فرماتا ہے۔

(وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ) اور اگر تم ان پر زور باندھو۔

والمعنی فان تتعاونا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بما یسوءہ من الافراط فی الغیرۃ وافشاء سرہ مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف باہم تعاون کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت غیرت اور راز فاش ہونے کی وجہ سے ناگوار خاطر ہوا۔ اگر تم یونہی کرتیں رہیں تو اس میں فلاح نہیں ہے گویا یہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ جزائے شرط ہے۔

(فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ) تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے۔

ای ناصرہ یعنی آپ کی نصرت فرمانے والا ہے فَ تعلیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر تم دونوں حضور کی رضا کے خلاف باہم تعاون کرو گی تو تمھیں بھلائی حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ ان کا مددگار ہے نگہبان ہے۔

(وَجِبْرِیْلُ) اور جبرائیل (علیہ السلام)

"ای قرینہ" جو فرشتوں کے سردار اور رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و جانثار ہیں۔

(وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ)

"ای تابعہ" یعنی آپ کے فرمان بردار جانثار مومن بعض علماء نے یہاں اضافت عہدی مراد لے کر فرمایا کہ صالح المومنین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ آل عمران میں میثاق کے ضمن میں ارشاد ہے "لتومنن بہ ولتنصرنہ"۔ ابن مردویہ نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں گروہ امامیہ نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! یہ ہے صالح المومنین۔ ابن عساکر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا صالح المومنین سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک جماعت نے سعید ابن جبیر سے روایت کی "صالح المومنین" بطور خاص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں اتری۔ ابن عساکر نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی کہ انہوں نے کہا صالح المومنین سے مراد ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور ایک قول ہے کہ چاروں خلفاء راشدین مراد ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ یہ ٹکڑا (صالح المومنین) ابو بکر و عمر کے بارے میں نازل ہوا۔ عکرمہ، میمون بن مہران وغیرہ نے بھی اسی تفسیر سے اتفاق کیا ہے، حاکم نے ابی امامہ اور طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صالح المومنین" کے بارے میں فرمایا ابو بکر اور عمر، ابن عساکر نے کلبی کے طرق سے ابو صالح سے ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ (ابی) نے جب صالح المومنین پڑھا تو یہ بھی پڑھا ابو بکر و عمر۔ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدات الٰہیہ سے مدد کرتے ہیں اور وہ دونوں (ابو بکر و عمر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وزیر ہیں اور امور رسالت کی تدبیر اور احکام ظاہری کے اجراء میں آپ کے مددگار ہیں۔ اس واقعہ تحریم کے تناظر میں بھی صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر و عمر ہی واضح ہیں کہ وہ دونوں بیبیوں کے بزرگوار تھے اور اتباع رسول میں اس حد تک کامل قوی تھے کہ اولاد وغیرہ کسی شئے کو خاطر میں لانے والے نہ تھے اور ہر قربانی کے لیے منتظر رہنے والے تھے۔

(وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○) اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں۔

مظاهرون له ومعينون اياه كذلك یعنی اللہ، جبرائیل اور نیک مومنوں کے بعد فرشتے بھی آپ کے اسی طرح ناصر و مددگار ہیں۔ معین حقیقی تو اللہ ہی ہے لیکن نصرت و تائید، حمایت و مدد کا مظاہرہ جبرائیل اور صالح مومنین اور حضرات ملائکہ کے توسط سے ہو رہا ہے اور اس میں ان سب کی عظمت کا اظہار اور بارگاہ رب العزت میں ان کی مقبولیت کا بیان ہے، اولیاء اللہ کا امداد فرمانا اور لوگوں کا اُن سے استمداد کرنا اس آیت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو شرک بتانا دراصل اللہ کی کتاب سے بے خبری ہے اور شرک کی بے جا تاویل ہے حالانکہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی اولیاء اللہ کو بالذات یا معین حقیقی نہیں مانتا البتہ مقربین بارگاہ رب العزت جان کر اُن سے توسل کرتے ہیں۔ اسی آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جن کا بطور خاص اور عام فرشتوں سے الگ ذکر کیا گیا ہے تمام فرشتوں اور تمام صالح مومنین سے افضل ہیں اور وہ علماء جنہوں نے صالح المومنین سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کو مراد لیا اس عموم سے خاص ہوں گے اور جبرائیل سے مفضول نہ ٹھہریں گے کیونکہ اہل سنت کے ہاں یہ امر مسلّمہ ہے کہ رُسُل ملکی رُسُل بشری سے افضل نہیں ہیں بلکہ رُسُل بشری کو رُسُل ملکی پر فضیلت ہے، لیکن جنہوں نے کہا کہ صالح المومنین سے مراد حضرات خلفاء اربعہ یا سچے مومنین ہیں تو جبرائیل کا ان پر تقدم و فضل ظاہر ہے پھر جبرائیل علیہ السلام رُسُل ملائکہ سے بھی ہیں اور رُسُل ملائکہ کی صالح المومنین پر فضیلت واضح طور پر ظاہر ہے۔ اور عام فرشتوں کا ذکر صالح المومنین کے بعد کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ صالح المومنین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور یونہی خواص صالح المومنین خواص ملائکہ سے (بشرطیکہ وہ رسول ملکی نہ ہوں)

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ	ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے
اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ	دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے
مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ	اطاعت والیاں، ایمان والیاں ادب والیاں

کثرت کے باوصف نجات کا مدار فضل باری پر ہی ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے اعمال دوزخ سے نہ بچا سکیں گے مگر اللہ کا فضل، عرض کیا گیا حضور کو بھی کیا؟ فرمایا مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے مجھے چھپا لے۔ واضح مفہوم آیت یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر کے ان کا بوجھ تم سے اتار دے اور تمہیں جنت میں داخل فرمائے اور نعماء جنت سے نواز دے۔

(يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ) جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو

"یوم" ظرف (متعلق) "یدخلکم" اور "النبی" تعریف عہدی ہے والمراد به سید الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمراد بنفی الاخزاء اثبات انواع الکرامة والعز۔ اس سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور اخزاء (رسوائی) کی نفی اعلیٰ درجات (بزرگیوں) اور عزت کے اثبات پر دلالت کر رہی ہے۔ قاموس میں ہے کہ کہا جاتا ہے "خزی الرجل لحقه انکسارا امامن نفسه وهو الحیاء المفرط و مصدره الخزایة" فلاں شخص اپنا حق پانے سے محض اپنے نفس کی کمزوری و خستگی (یا عاجزی) کی وجہ سے شرمندہ رہا، جھجک کی وجہ سے اپنا حق وصول نہ کر سکا) اور الیسا حیاء، کی زیادتی (بے جا زیادتی) ہوتی ہے اور اس کا مصدر "الخزایة" ہے تاہم یہ لفظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ان معنوں میں نہ لیا جائے گا اور آپ کے علاوہ پر اس کا معنی الاستخفاف (رسوائی بے عزتی) ہوگا اور اس کا مصدر "الخزی" ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اس کے معنی بایں معنی ہوں گے کہ اس روز اللہ اپنے نبی کو کافروں کے سامنے (جو اس روز رسوا ہوں گے) معزز و بزرگ فرمائے گا۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی غائت درجہ عظمت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا "ولا تخزنی یوم یبعثون" (الشعراء) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہیں اس دنیا میں وعدۂ کرامت ہے "یَوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معه" اور خلیل و حبیب کے فرق پر واضح نص ہے۔ اور یونہی آپ کے طفیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اہل ایمان کے لیے پروانۂ لطف و کرم ہے۔

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ) اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

و "النبی" پر عطف ہے وفیه تعریض بمن أخزاهم اللہ تعالیٰ من اهل الکفر والفسوق، واستحماد على المومنين على أن عصمهم من مثل حالهم والمراد بالایمان

شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ — مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا) — اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

اہلِ ایمان سے خطاب ہے اور اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچانے کا مطلب "تبرك المعاصی وفعل الطاعات" ووقاية الاهل بحملهم على ذلك بالنصح والتاديب، یعنی گناہوں کا چھوڑ دینا اور فرمان برداری کے کام کرنا اور اہل خانہ کو بچانے کا مطلب ہے کہ انہیں بھی ترک معاصی اور ترغیب طاعت پر تیار کرو اور انہیں نصیحت کرو یعنی دین کی تعلیم دو اور آداب دینی سکھاؤ۔ (نَارًا) سے مراد ہے ای نوعا من النار یعنی عذاب نار کی ایک قسم۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنے نفسوں کو تو بچائیں گے لیکن اپنے گھر والوں کو بچانا کیونکر ہوگا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم انہیں ان تمام امور سے روکو جن سے تمہیں اللہ نے منع فرمایا اور انہیں ان باتوں کا حکم دو جن کے بارے اللہ نے تمہیں کرنے کا حکم دیا تو یوں اس سے ان کے اور آگ کے درمیان حفاظت ہوگی یعنی اس طرح بچیں گے۔ ابن المنذر، حاکم نے بتصحیح اور ایک جماعت نے حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "علموا انفسکم واهلیکم الخیر وادّبوهم" اپنے آپ کو اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔ اہل سے مراد بیوی، اولاد، غلام اور لونڈی ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے گھر والوں سے کہا نمازیں پڑھو، روزے رکھو زکوٰۃ ادا کرو مسکینوں یتیموں ہمسایوں کا خیال کرو شاید اللہ تمہیں اس کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر دے۔ اور کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے اپنے گھر والوں کو جاہل رکھا یا جس کے گھر والے جاہل رہے۔" لہٰذا آدمی پر اہل و عیال کی تعلیم و تربیت واجب ہے۔

(وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) — جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

"الناس" سے مراد کفار و مشرکین اور "الحجارة" سے مراد بت وغیرہ ہیں جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے بھڑک اٹھتی ہے جہنم کی آگ اس ایندھن (کفار و مشرکین اور بتوں وغیرہ) سے بھڑکے گی۔

(عَلَیۡھَا مَلٰٓئِکَۃٌ) اس پر فرشتے مقرر ہیں۔

ای انھم موکلون علیھا یلون امرھا وتعذیب اھلھا وھم الزبانیۃ التسعۃ عشر قیل : واعوانھم یعنی وہ فرشتے اس آگ پر اللہ کی طرف سے مؤکل ہیں جو اس کے حکم کو نافذ کرتے اور اہل دوزخ کو عذاب دیتے ہیں انہیں زبانیہ کہتے ہیں جن کی تعداد انیس ہے اور ایک قول ہے کہ ان کے مددگار اور بھی ہیں۔ سورۃ المدثر اور العلق میں ان کی تفصیل ہے۔ انشاء اللہ وہاں ذکر ہوگا۔

(غِلَاظٌ شِدَادٌ) سخت کرے (زور آور۔ رحم سے خالی)

غلاظ الاقوال شداد الافعال اوغلاظ الخلق شداد الخلق اقویاء علی الافعال الشدیدۃ اخرج عبداللہ بن احمد فی زوائد الزھد عن ابن عمران الجونی قال : بلغنا ان خزنۃ النار تسعۃ عشر مابین منکبی احدھم مسیرۃ مائۃ خریف لیس فی قلوبھم رحمۃ انما خلقوا للعذاب یضرب الملک منھم الرجل من اھل النار الضربۃ فیترکہ طحنا من لدن قرنہ الی قدمہ" یعنی انتہائی سخت بولنے والے اور انتہائی سخت کام (عذاب) والے یا انتہائی کھردی مخلوق تندخو بندے جو بڑے زور آور ہیں اور امور عذاب میں خوب سختی کرنے والے۔ عبداللہ بن احمد نے "زوائد الزہد" میں ابی عمران الجونی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا : ہمیں روایت پہنچی ہے کہ جہنم کے داروغہ انیس ۱۹ ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کے دونوں کندھوں کے درمیان سو برس کی مسافت ہے۔ ان کے دلوں میں رحم نہیں ہے اور وہ صرف عذاب ہی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اُن میں سے جب کوئی اہلِ دوزخ میں سے کسی کو ضرب لگاتا ہے تو اس کو اُس کے سر سے قدموں تک پیس کر رکھ دیتا ہے (سرمہ بنا ڈالتا ہے)

(لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمۡ) جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے۔

یہ فرشتوں کی دوسری صفت کا بیان ہے ای لا یعصون فیما امرھم بہ یعنی انہیں جس کام کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجالاتے ہیں اور تعمیل ارشاد میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ○) اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ای الذی یامرھم عزوجل بہ یعنی جس بات کو انہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ حکم فرماتا ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں یہ جملہ پہلے جملے کی تکرار ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس کا مفہوم گویا بطور مبالغہ ارشاد ہے کہ نفاذ امر میں ان فرشتوں کو رأفت (نرمی) آڑے نہیں اور وہ امر الٰہی کی پابندی

کرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اے کافرو "يقال لهم ذلك عند ادخال الملائكة اياهم النار حسبما امروا به" کفار سے اس وقت کہا جائے جب انہیں فرشتے دوزخ کی آگ میں داخل کریں کے جیسا کہ وہ حکم دیے جائیں گے جب کفار آتش جہنم کی شدت اور اس کے عذاب کو دیکھیں گے تو عذر پیش کریں گے۔

(لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ) آج بہانے نہ بناؤ۔

الیوم پر ال عہدی ہے اور اعتذار سے ممانعت اس لیے ہے" لانهم لاعذر لهم اولان العذر لاينفعهم " کہ انہیں کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا یا بہانہ تراشی یا درخواست عذر کچھ فائدہ نہ دے گی یعنی اب نہ عذر کا کوئی موقعہ ہے اور نہ ہی عذر قبول کیا جائے گا۔

(اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝) تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

في الدنيا من الكفر والمعاصي بعد ما نهيتم عنهما اشد النهي وامرتم بالايمان والطاعة على اتم وجه ، دنیا کی زندگی میں تمھیں کفر و معاصی سے بشدت روکا گیا تھا اور تمھیں ایمان و طاعت کی بشدت تلقین کی گئی تھی (حکم دیا گیا تھا) لیکن تم کفر و معاصی پر ڈٹے رہے اور رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا اور ایمان و طاعت کا راستہ اختیار نہ کیا تو آج تمھارے لیے تمھارے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ تحریم پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ

النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ۝

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بیوی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۝

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ تحریم پ ۲۸

یایہا۔اے	الذین۔لوگو جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	توبوا۔توبہ کرو
الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	توبۃ۔توبہ	نصوحا۔خالص
عسی۔قریب ہے	ربکم۔تمہارا رب	ان۔یہ کہ	یکفر۔دور کر دے
عنکم۔تم سے	سیاٰتکم۔گناہ تمہارے	و۔اور	یدخلکم۔داخل کرے تم کو
جنت۔باغوں میں کر	تجری۔چلتی ہیں	من تحتہا۔ان کے نیچے	الانہار۔نہریں
یوم۔جس دن	لا۔نہ	یخزی۔رسوا کرے گا	اللہ۔اللہ
النبی۔نبی کو	و۔اور	الذین۔ان کو جو	امنوا۔ایمان لائے
معہ۔اسکے ساتھ	نور۔نور	ھم۔ان کا	یسعی۔دوڑتا ہوگا
بین۔ان کے	ایدیہم۔آگے	و۔اور	بایمانہم۔انکے دائیں
یقولون۔کہیں گے	ربنا۔اے ہمارے رب	اتمم۔پورا کر	لنا۔ہمارے لیے
نور۔نور	نا۔ہمارا	و۔اور	اغفر۔بخش
لنا۔ہم کو	انک۔بیشک تو	علی۔اوپر	کل۔ہر
شئی۔چیز کے	قدیر۔قادر ہے	یایہا۔اے	النبی۔نبی
جاھد۔جہاد کر	الکفار۔کافروں سے	و۔اور	المنفقین۔منافقوں سے
و۔اور	اغلظ۔سختی کر	علیہم۔ان پر	و۔اور
ماوٰہم۔انکا ٹھکانا	جھنم۔جہنم ہے	و۔اور	بئس۔برا ہے
المصیر۔ٹھکانا	ضرب۔بیان کرتا ہے	اللہ۔اللہ	مثلا۔مثال
للذین۔انکے لیے جو	کفروا۔کافر ہیں	امرات۔بیوی	نوح۔نوح کی
و۔اور	امرات۔بیوی	لوط۔لوط کی	کانتا۔تھیں دونوں
تحت۔نکاح میں	عبدین۔دو بندوں کے	من عبادنا۔ہمارے بندوں سے	

صالحین۔جو نیک تھے　فخانتہما۔تو خیانت کی انہوں نے　فلم۔تو نہ　یغنیا۔کفایت کیا
عنہما۔ان سے　من اللہ۔اللہ کے حضور　شیئا۔کچھ بھی　و۔اور
قیل۔کہا گیا　ادخلا۔داخل ہو جاؤ　النار۔آگ میں　مع۔ساتھ
الداخلین۔داخل ہونے والوں کے　و۔اور　ضرب۔بیان کی　اللہ۔اللہ نے
مثلا۔مثال　للذین۔ان کے لیے جو　امنوا۔ایمان لائے　امرات۔عورت
فرعون۔فرعون کی　اذ۔جب　قالت۔کہا　رب۔اے رب
ابن۔بنا　لی۔میرے لیے　عندک۔نزدیک　لک۔اپنے
بیتا۔گھر　فی۔بیچ　الجنۃ۔جنت کے　و۔اور
نجنی۔نجات دے مجھ کو　من فرعون۔فرعون　و۔اور　عملہ۔اسکے عمل سے
و۔اور　نجنی۔نجات دے مجھ کو　من القوم۔قوم　الظلمین۔ظالم سے
و۔اور　مریم۔مریم　ابنت۔بیٹی　عمران۔عمران کی
التی۔وہ جس نے　احصنت۔حفاظت کی　فرجہا۔اپنی شرمگاہ کی　فنفخنا۔تو پھونکی ہم نے
فیہ۔اس میں　من روحنا۔اپنی روح سے　و۔اور　صدقت۔تصدیق کی اس نے
بکلمت۔کلمات　ربہا۔اپنے رب کی　و۔اور　کتبہ۔اسکی کتابوں کی
و۔اور　کانت۔تھی　من القانتین۔فرمانبرداروں سے

مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع دوم پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔ جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان

اَیْدِیْہِمْ وَبِاَیْمَانِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

(یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ)

اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو۔

من الذنوب یعنی مومنو تم گناہوں سے توبہ کرو، توبہ پر تفصیلی بحث سورۂ نور میں گزر چکی۔

(تَوْبَۃً نَّصُوْحًا) ایسی توبہ جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

ای بالغۃ فی النصح نھو من امثلۃ المبالغۃ کضروب وصفت التوبۃ بہ علی الاسناد المجازی وھو وصف التائبین وھو ان ینصحوا بالتوبۃ انفسھم فیاتوا بھا علی طریقھا۔

یعنی خلوص میں مبالغہ اور یہ مبالغہ کی مثالوں میں سے ہے جیسے "ضُرُوْب" اور توبہ کو "نصوح" کے ساتھ متصف کرنا بطور مبالغہ مجازاً ہے اور وہ توبہ کرنے والوں کا وصف ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کی توبہ کے ذریعہ خیرخواہی کریں اور اس کے ساتھ اس کے طریق پر آجائیں ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ضمن میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ "توبتہ النصوح" کیا ہے (یا اس سے مراد کیا ہے) ارشاد ہوا " ان یندم العبد علی الذنب الذی اصاب فیعتذر الی اللہ تعالیٰ ثم لا یعود الیہ کما لا یعود اللبن الی الضرع"

کہ بندہ اپنے ان گناہوں پر جو واقعہ ہو چکے نادم (شرمسار) ہو پس اللہ تعالیٰ سے معذرت چاہے پھر اس کی طرف (ان گناہوں کی طرف) نہ لوٹے جس طرح دودھ بکری کے تھنوں میں نہیں لوٹتا۔ اور حضرت عمر، ابن مسعود، ابی، حسن، مجاہد وغیرھم رضی اللہ عنہم سے اس کی تفسیر میں یونہی مروی ہے۔ ایک قول ہے: " نصوحا من نصاحۃ الثوب ای خیاطۃ ای توبۃ ترفو خروقک فی دینک وترم خللک" نصوحاً نَصَاحَۃً سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے کپڑے کا سینا یعنی سلائی کرنا مطلب یہ ہے کہ توبہ تیرے دین میں تیرے شگافوں (پھاڑوں) کو رفو (سی) کر دے گی اور

بتیری گڑبڑ (خرابیوں) کو درست کر دے گی۔ ایک قول ہے کہ قول وعمل کے ساتھ خیر خواہی مراد ہے۔ اور یہ بھی جائز رکھا گیا ہے کہ توبۃ النصوح سے مراد یہ ہو کہ توبہ کرنے والے کے اعمال وافعال میں توبہ کا اثر نمایاں ہو اور وہ گناہوں سے باز رہے اور فرماں برداری کے کاموں میں لگ جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا "اللھم انی استغفرك واتوب الیك" تو آپ نے فرمایا اے شخص زبان کی تیزی کے ساتھ توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے تو اس اعرابی نے کہا تو پھر سچی توبہ کیا ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا سچی توبہ چھ باتوں کا مجموعہ ہے :

۱ : "علی الماضی من الذنوب الندامۃ" زمانۂ ماضی کے گناہوں پر ندامت (شرمسار ہونا)

۲ : "وللفرائض الاعادۃ" فرائض جو چھوٹ چکے ہوں دوبارہ ادا کرنا۔

۳ : "ورد المظالم" کی ہوئی زیادتیوں کا ازالہ (غصب شدہ امور لوٹا دینا یا معاف کرا لینا یا راضی کر لینا)

۴ : "واستحلال الخصوم" دشمنیوں اور جھگڑوں کا مٹا دینا یا ختم کر دینا

۵ : "وان تعزم علی ان لا تعود" پختہ ارادہ کرنا کہ گناہوں کی طرف دوبارہ نہ لوٹوں گا

۶ : "وان تذیب نفسك فی طاعۃ اللہ اور اپنے نفس کو طاعت الٰہی میں سجائے تربیت دے) کما ربیتھا فی المعصیۃ وان تذیقھا یا اسی طرح جس طرح اسے گناہوں میں تربیت کرتا رہا (پالتا رہا) مرارۃ الطاعۃ کما اذقتھا حلاوۃ اور یہ کہ اپنے نفس کو طاعت کی کڑواہٹ سے اسی المعاصی" طرح مزہ چکھائے جس طرح اُسے گناہوں کی لذت سے مزہ دلاتا رہا۔

اور خواص کی توبہ کا یہی چلن ہے۔

(عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ)۔	قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔

قیل : المراد انہ عزوجل یفعل ذلك لکن جیٔ بصیغۃ الاطماع للجری علی عادۃ الملوك فانھم اذا ارادوا فعلا قالوا: (عسیٰ) ان تفعل کذا، والاشعار بان ذلك تفضل منہ سبحانہ، والتوبۃ غیر موجبۃ لہ۔ وان العبد ینبغی ان یکون بین خوف ورجاء وان بالغ فی اقامۃ وظائف العبادۃ۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے

کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح فرمائے گا یعنی توبہ کے بدلے تمہارے گناہ اتار دے گا لیکن یہاں بندے کے لیے بطور طمع و رغبت کے انداز میں فرمایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں کی عادات میں سے ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں (عسیٰ۔ قریب ہے) کہ ہم یوں فرمائیں گے اور اس کے درمیان جس امر کا اشارہ ہے کہ یہ سب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہی ہے اور توبہ فی نفسہٖ گناہوں کی بخشش کا موجب نہیں اور بندے کو لازم ہے کہ وہ امید وخوف کی حالت میں رہے اگرچہ وہ وظائف وعبادات کے قائم کرنے میں خوب لگا ہو۔ حدیث شریف میں ہے ایمان خوف ورجاء (امید وخوف) کے درمیان ہے یعنی گناہوں پر عذاب وگرفت سے ڈرتا رہے اور فضل ومغفرت کی امید بھی رکھے نہ یہ کہ محض امید پر قناعت کرے اور نہ یہ کہ خوف زدہ ہو کر ہلاک ہوتا رہے کیونکہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں ہے چاہے بخشے چاہے عذاب کرے اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ اور اس آیت کے تحت معتزلہ نے کہا کہ عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ پر بندے کی توبہ کا قبول کرنا واجب ہے جب کہ اہل سنت نے اس آیت ہی سے قبول توبہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیونکہ گناہوں کا کفارہ ہو جانا قبول ہی کا نتیجہ تو ہے اور ایسا طمع دلانے کے لیے یہ دوں قطع کئے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی قبولیت اللہ کا کرم ہے اس پر واجب نہیں۔ امام الحرمین اور قاضی ابو بکر نے کہا سُن کر اور بطور وعدہ اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن دلیل ظنی کے ساتھ جب کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ نص قطعی ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جمہور علماء اہلِ سنت کا مذہب ہی حق ہے کہ جب بخشش وعذاب مشیئت ربانی پر ہے تو توبہ کا قبول وعدم قبول بھی اسی کی مرضی پر موقوف ہے خواہ توبہ تمام شرائط کے ساتھ واقع ہو، لہٰذا توبہ کا قبول فرمانا اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہے اس آیت میں بندوں کو رغبت دلائی گئی ہے کہ توبۃ النصوح کریں ظاہر ہے کہ کریم اور لاتعنا ہی کرم والے کریم آقا کا غلاموں کو تحریص ورغبت دلانا اسی لیے تو ہے کہ ان پر نوازش فرمائے اور تحریص دلا کر نہ نوازنا کریموں کی عادت نہیں ہوا کرتی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ بے مثل کریم ہے اور اس نے رحمت کو غضب پر سبقت دے رکھی ہے تو پھر توبہ قبول نہ ہونے کا واہمہ کیوں پریشان کرے اور قرآن کریم میں یہ انداز بکثرت ہے جو بے انتہا لطف وکرم الٰہی کا مظہر ہے۔ لہٰذا توبہ کا بجالانا لازم ہے رہا اس کا قبول ہونا نہ ہونا تو یہ اللہ کا کام ہے بندوں کو اس سے کیا علاقہ انہوں نے تعمیل ارشاد تو کر دی اور ان کے لیے یہی کافی ہے۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد کیا عظمت والا ہے "هَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ"۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور معاملہ سب اُسی کے فضل وکرم پر ہے یہاں تک کہ طاعات کے باوجود اور اعمال صالحہ کی وخرت و

ما افرده الکامل علی ما ذکرہ الخفاجی۔ اور اس میں ان لوگوں پر تعریض (چبھتا ہوا اشارہ) ہے جنہیں کفار و فساق میں سے اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا فرمائے گا اور اہل ایمان کی غائت درجہ توصیف ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ فرمائے گا اس بدحالی سے جو کفار و فساق کو پیش آئے گی اور ایمان سے یہاں مراد افراد کامل یعنی سچے مومنین ہیں جیسا کہ خفاجی نے لکھا ہے۔ فرد کے معنی چمکنے کے بھی ہیں جیسے کہا جاتا ہے افراد النجوم ادھر ادھر چمکتے تارے اس مفہوم پر خفاجی کے نزدیک یہاں صحابہ کرام و خواص مومنین مراد ہیں واللہ اعلم۔

(نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ) ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

ای علی الصراط۔ یعنی پل صراط پر۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے کا نور اہل ایمان کے ساتھ ہوگا اور ان کے لیے راہ جنت پر چلنے میں مددگار ہوگا۔ کلبی سے منقول ہے مومنوں کو ان کے اعمال کے موافق نور دیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ پل صراط پر سے گزریں گے۔ بغوی سے بھی یونہی منقول ہے۔ مسلم شریف میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہر شخص کو خواہ منافق ہو یا مومن ایک نور دیا جائے گا جس کے پیچھے وہ جہنم کے پل (پل صراط) پر چلیں گے پل پر کانٹے اور آنکڑے ہوں گے وہ پکڑیں گے اسے جس کو اللہ چاہے گا پھر منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا آگے اور دائیں سے مراد سب جہات ہیں اور ضحاک کا قول ہے آگے نور ہوگا اور دائیں اعمال نامے ہوں گے۔

(یَقُوْلُوْنَ) وہ عرض کریں گے۔

ای یقولون اذا طفئ نور المنافقین۔ یعنی مومنین عرض کریں گے اور ابن عباس اور حسن سے مروی ہے ایسا اس وقت کہیں گے جب منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا۔ منافقوں کے نور کا بجھایا جانا ان کے حال کے موافق ہوگا اور اس کی تفسیر آیت " ھو حادعھم الخ " اور سورت الحدید میں گزر چکی۔

(رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥) اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

حسن سے مروی ہے " یدعون تقربا الی اللہ تعالیٰ مع تمام نورھم وقیل : یقول ذلک من یمر علی الصراط زحفا وحبوا۔

پل صراط جب اہل ایمان منافقوں کا نور بجھتا دیکھیں گے تو تقرب الی اللہ کے لیے اپنے

رب سے اپنے نور کامل کے حصول کی دعا کریں گے۔ اور ایک قول ہے کہ ایسا پل پر گزرنے والے قریب اور مقابل ہو کر کہیں گے۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے نور اعمال کے موافق متفاوت (کم یا زیادہ) فرق کے ساتھ ہوں گے اور وہ کامل نور کی درخواست کریں گے تاکہ اس کی روشنی میں سلامتی کے ساتھ پل کے پار ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ — اے نبی کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ) اے نبی جہاد کرو کافروں پر

ای بالسیف۔ یعنی کفار کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد کرو

(وَالْمُنٰفِقِيْنَ) اور منافقوں پر۔

ای بالحجۃ۔ یعنی حجت و دلائل کے ساتھ اور ان کا پرزور رد و ابطال فرماؤ۔

(وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ) اور ان پر سختی فرماؤ۔

واستعمل الخشونۃ علی الفریقین فیما تجاھدھم بہ اذا بلغ الرفق مداہ وعن الحسن اکثر ما کان یصیب الحدود فی ذلک الزمان المنافقین فامر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یغلظ علیھم فی اقامۃ الحدود۔

اور ان دونوں گروہوں پر سختی کا برتاؤ کرو ان امور میں جن کے ذریعہ تم ان سے جہاد کرو کیونکہ نرمی حد کو پہنچ چکی یعنی اب انہیں رسوا کرو اور بالکل نرمی و ترس نہ کرو۔ اور حسن سے مروی ہے کہ اس وقت تک (نزول آیت تک) منافقین پر حدود قائم نہیں کی گئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ حدود کے قائم کرنے کے لیے ان پر خوب شدت و سختی کرو۔ اور کسی قسم کی نرمی نہ کرو۔

(وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور ان کا ٹھکانہ جہنم اور کیا ہی برا انجام

ای وسیرون فیھا عذابا غلیظا۔ یعنی جہنم میں شدید و سخت عذاب سے دوچار رہیں گے (وبئس المصیر) ای جھنم او ماواھم اور جہنم ہی ان کا ٹھکانہ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے یا کیا ہی برا انجام ہے جسے بھگتیں گے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ — اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ — نکاح میں تھیں پھر انہوں نے اُن سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ط) — اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت۔

اس موقعہ کی مناسبت سے کافروں کی مثال دی ہے کہ ان دونوں عورتوں کو کفر اور اہل ایمان سے دشمنی کرنے کی وجہ سے عذاب کیا جائے گا اور اُن عورتوں کو ان کا رشتہ قرابت یا پیغمبروں کی زوجیت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ بحالت کفر انہیں یہ زوجیت وتعلق نفع نہ پہنچائے گا کیونکہ نفع صرف ایمان وطاعت والوں کے لیے ہے۔ نوح علیہ السلام کی عورت (بیوی) کا نام والعۃ تھا مقاتل سے اس کا نام والہتہ مروی ہے اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واھلۃ تھا اور ایک قول ہے " والھۃ " اور مقاتل کے " والعۃ " مروی ہے۔

(كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ) — وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں۔

بیانا لحالہا الداعیہ لھما الی الخیر والصلاح ولم یقل : تحتھما للعظیم یہ ان دونوں عورتوں کے حال کا بیان ہے کہ وہ دونوں خیر وصلاح کے ماحول میں تھیں یعنی پیغمبروں کے رشتہ نکاح وزوجیت میں تھیں اور ان کے قرب کا تقاضا تھا کہ وہ خیر وصلاح سے نفع اٹھاتیں ایمان وطاعت بجالائیں اور " تحتھما " کا ارشاد بطور تعظیم کے نہیں فرمایا گیا۔ نوح اور لوط علیہما السلام کو " عبدالصالح "

(فَخَانَتٰهُمَا) تو اُن سے دغا کی۔

بیان لما صدر عنھما من الخیانۃ العظیمہ مع تحقیق ما نیا فیھا من مرافقۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام أما خیانۃ امرأۃ نوح علیہ السلام فکانت تقول للناس : انہ مجنون، وأما خیانۃ امرأۃ لوط فکانت تدل علی الضیف۔ اس خیانت عظیمہ (بڑی دغا) کا بیان ہے جو ان دونوں عورتوں سے صادر ہوئی اور اس حق کے خلاف جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت کے منافی تھا (حق تو یہ تھا کہ وفاداری کرتیں مگر انہوں نے دغا کی) جہاں تک نوح علیہ السلام کی

بیوی کا تعلق ہے تو وہ لوگوں سے کہتی تھی کہ نوح علیہ السلام (معاذ اللہ) دیوانے ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی دغا یہ تھی کہ وہ آپ کے مہمانوں کی اطلاع دے دیتی تھی اس کو حاکم نے بافادۂ تصحیح ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ ابن عدی بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عساکر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "خیانتہما النمیمۃ" ان دونوں کی خیانت چغل خوری تھی۔ اور ایک روایت میں ہے "کانتا اذا اوحی اللہ تعالیٰ بشیءٍ افشتاہ للمشرکین" جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی وحی اترتی (پیغام آتا) یہ دونوں عورتیں اسے مشرکوں پر فاش کر دیتیں۔ ابن المنذر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "خیانتہما انہما کانتا کافرتین مخالفتین" ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ دونوں عورتیں دو سخت مخالفت کرنے والی کافر تھیں۔ اور ایک قول ہے: "کانتا منافقتین" وہ دونوں منافق تھیں۔ راغب کا قول ہے کہ خیانت اور نفاق مفہوم میں ایک ہی ہیں البتہ "خیانت" عہد و امانت کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور نفاق دین و اسلام کے اعتبار سے بولا جاتا ہے پھر دونوں ایک ہی مفہوم میں داخل ہو جاتے ہیں تو رہی خیانت سو وہ عہد کو توڑ کر چھپ کر حق کی مخالفت کرنا ہے اور اس کی نقیض امانت ہے اور اس آیت کے اسی مفہوم پر علماء کا اجماع ہے اور اس کی تفسیر "بدکاری" سے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں الیسا مراد ہے اور ابن عباس سے مروی ہے "ما زنت امرأۃ نبی قط" کسی بھی نبی کی عورت کبھی بدکاری (زنا) کی مرتکب نہ ہوئی۔

(فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا)

(فَلَمْ يُغْنِيَا) ای فلم یغن ذالک العبدان الصالحان و البنیان العظیمان یعنی دونوں صالح بندے اور با عظمت نبی (نوح و لوط علیہما السلام) ان دونوں عورتوں کے کام نہ آسکے (عنہما) بحق الزواج یعنی زوجیت کے حق کے باوجود ان دونوں عورتوں کو کام نہ آئے (من اللہ) ای من عذابہ عز وجل یعنی اللہ عز وجل کے عذاب سے انہیں نہ بچا سکے (شیئاً) ای شیئاً من الاغناء، او شیئاً من العذاب یعنی کچھ بھی فائدہ نہ دیا یا عذاب الٰہی سے کچھ بھی دفع نہ کر سکے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں عورتیں سخت کافرہ یا منافق تھیں اور اسی حال پر ان کا خاتمہ ہوا جیسا کہ اس سے اگلے جملہ "وقیل ادخلا النار" سے واضح ہے اور کفر پر مرنے والے کے لیے سفارش نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی رعایت ہے اور اللہ کے رسولوں سے اس ضمن میں سفارش محال ہے بلکہ انبیاء و رسل کفار و مشرکین سے بیزار ہیں تو روز حشر ان کے لیے کیوں سفارش کریں کہ وہ یوم الجزاء ہے۔ اور اگر موت کا وقت یا حشر کو جب ایمان لانا ہی بے سود ہے تو سفارش کیسی؟ لہٰذا وہ دونوں عورتیں

انبیاء کے ساتھ باوجود قربت و تعلق کے اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے ہر قسم کے نفع سے محروم ہو گئیں اور عذاب الٰہی سے بچ نہ سکیں۔

(وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِينَ ۝) اور فرمایا دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جلنے والوں کے ساتھ

لهما عند موتهما او يوم القيامة و عبد بالماضي لتحقق الوقوع ان دونوں عورتوں سے ان کی موت کے وقت کہا گیا یا روز قیامت ان سے یوں کہا جائے گا اور صیغہ ماضی کا فرمانا عذاب الٰہی کے تحقیق وقوع کے لیے ہے کہ یوں ہوگا (داخل جہنم ہوں گی) ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں اپنی قوم کے کافروں و مشرکوں کے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ کہ اب تمہارا کفر کے باعث انبیاء سے تعلق مٹ گیا۔ اس آئت سے واضح ہے کہ مومن کو کسی کافر کا کفر ضرر نہ پہنچا سکے گا اور یونہی کسی کافر کو کسی مومن کے ایمان کا فائدہ نہ پہنچے گا۔ اور کفار کی سب ڈوریں (امیدیں) کٹ جائیں گی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں امہات المومنین کے لیے بکمال خدمت و طاعت نبوی کے لیے اشارہ ہے۔

میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔ عندك سے مراد ہے من رحمتك (اپنی مہربانی کے ساتھ) اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور یونہی قرب و بعد مکانی سے منزہ ہے اور اس کا قرب بے کیف ہے کہ مکانی قرب و بعد یا مکان کیف ہے اور اللہ اس سے پاک ہے۔ اور بعض نے کہا کہ "عندك" سے مراد اعلیٰ درجات ہیں جو مقربین بارگاہ کو عطا ہوں گے، ابویعلیٰ اور بیہقی نے بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی (آسیہ) کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں کیل گڑوائے (ر چومیخا کیا) پس جب وہ اور اس کے کارندے ان کے پاس سے ہٹتے أظلتها الملائكة عليهم السلام فقالت: "رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" فكشف لها عن بيتها في الجنة وهو على ما قيل: من درة تو فرشتے ان پر سایہ کرتے تو انہوں نے یہ دعا کی "رب ابن لی الخ" تو ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کا جنت میں گھر انہیں دکھا دیا گیا یعنی دنیا ہی بطریق کشف دیکھ لیا اور کہا گیا ہے کہ وہ موتی کا بنا ہوا ہے۔ عبد حمید کی روایت میں ہے کہ انہیں (آسیہ) پشت کے بل چومیخا کیا گیا اور ایک بھاری بھر کم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا گیا اور ان کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ (رب ابن لی الخ) تو اللہ نے جنت میں ان کا گھر ان کے لیے ظاہر کر دیا جسے انہوں نے دیکھ لیا اور ان کی تکلیف سہل ہو گئی۔ حسن سے مروی ہے کہ اللہ نے انہیں جنت کی طرف اٹھا لیا تاکہ وہ اس

میں کھائیں پئیں اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوں بعض نے کہا وہ زندہ جنت میں اٹھائی گئیں لیکن یہ درست نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی اور انہیں بوجہل پتھر رکھنے کی ایذیت نہ پہنچی۔

(وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ) اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے۔

ای من نفس فرعون الخبیثة و سلطانه الغشوم وخصوصا من عمله وهو الکفر وعبادة غیر الله تعالیٰ و التعذیب لغیر جرم الی غیر ذلك من القبائح۔

یعنی فرعون خبیث کی ذات اور اس کی سرکش حکومت سے نجات عطا فرما بالخصوص اس کے عمل سے (اور عمل سے یہاں مراد) یعنی کفر اور غیر اللہ کی بندگی اور بغیر جرم کے عذاب کی تکلیف سے اور اس کے لیے اس کی خرابیوں اور برائیوں سے (شر سے) خلاصی عطا فرما۔ ابن عباس کا قول ہے کہ "عمل" سے مراد "الجماع" ہے یعنی جنسی تعلق و قرب سے محفوظ فرما۔ اللہ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور فرعون ان پر تصرف نہ پا سکا۔

(وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝) اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

من القبط التابعین له فی الظلم قاله مقاتل۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝	اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔
(وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ)	اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی۔

ای جعل حالها مثلا لحال المومنین فی ان وصلة الکفرة لا تضرهم حیث کانت فی الدنیا تحت اعدی اعداء الله عزوجل وهی فی اعلی غرف الجنة آسیة بنت مزاحم۔

یعنی اللہ نے مسلمانوں کے لیے اس مومنہ بی بی کے حال کو مثال بنایا کہ کافر کے ساتھ ان کا تعلق

انہیں کچھ نقصان نہ دے گا جب کہ وہ حیات دنیوی میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک بڑے دشمن کے رشتہ زوجیت میں ہی تھیں اور وہ جنت کے بلند و بالا مقام (بالاخانے) میں ہوں گی اور ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ علماء تفسیر کا قول ہے کہ جب جادوگروں سے جناب موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا اور وہ مغلوب ہو گئے اور حق روشن ہو گیا تو حضرت آسیہ پورے خلوص سے ایمان لے آئیں جب ان کے ایمان کی خبر ان کے شوہر فرعون کو ہوئی تو وہ سخت غضب ناک ہوا تو آپ پر بہت شدت و سختی کی انہیں چلچلاتی دھوپ میں تختے پر کیلوں کے ساتھ (ہاتھوں اور پاؤں میں) ٹھونکوا دیا اور بوجھل وزنی چکی (یا پتھر) ان کے سینے پر رکھوا دیا جب فرعون کے کارندے ان کے پاس سے دور ہوتے تو ملائکہ ان پر سایہ فگن ہوتے۔ اس شدت کے باوجود وہ ثابت قدم رہیں اور استقامت کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

(اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ)	جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔

جب فرعونیوں کے مظالم انتہائی شدید ہو گئے اور معاملہ حد برداشت سے گزر گیا تو جناب باری میں گذارش کی کہ اے پروردگار وقال الکلبی: اهل مصر۔ یعنی قبطیوں سے جو اس (فرعون) کے ظلم میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور کلبی کا قول ہے کہ اہل مصر سے محفوظ فرما۔ واضح مفہوم ہے کہ فرعون اور اور اس کی قوم (قبط) کے لوگوں سے جو ظالم تھے۔

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ۠	اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمان برداروں میں ہوئی۔

(وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ) اور عمران کی بیٹی مریم

واو "امراۃ فرعون" پر عطف ہے ای وضرب مثلا للذین اٰمنوا حالتهما وما اوتیت من کرامة الدنیا والاٰخرة والاصطفاء مع کون اکثر قومها کفارا۔

یعنی اہل ایمان کے لیے ان کو (مریم) اور ان کی زندگی اور جو کچھ انہیں دنیا اور آخرت کی بزرگی عطا کی گئی اور ان کے پسندیدہ بنانے میں) باوجودیکہ ان کی قوم کے اکثر لوگ کافر تھے، مثال بنایا کشاف میں ہے۔

ہے اور اس عورت کی جس کا شوہر تھا (آسیہ) اور اس عورت کی جس کا شوہر نہیں تھا (مریم) کی مثالوں کا جمع کر کے ذکر فرماتے ہیں بیوہ اور کمزور عورتوں کے لیے تسلی اور ان کے دلوں کی تسکین ہے۔

(الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔

صانسة و منعته من الرجال وقيل: منعته عن دنس المعصية، اس نے خود کو محفوظ رکھا اور اپنی آبرو (ناموس) کو بچایا اور ایک قول ہے کہ اپنے ناموس کی گناہ کی گندگی سے محفوظ رکھا یعنی خود کو برائی سے بچایا۔

(فَنَفَخْنَا فِیْهِ) تو ہم نے پھونک دی اس میں۔

اى فنفخ رسوله تعالٰى وهو جبريل عليه السلام تا لاسناد مجازى وقيل: الكلام على حذف مضاف اى فنفخ رسولنا وضمير (فيه) للفرج: واشتهران جبريل عليه السلام نفخ فى جيبها فوصل اثر ذلك الى الفرج پھونکنے والے اللہ کے رسول تھے اور وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور حق تعالٰی کا فرمانا "ہم نے" مجازاً ہے کیونکہ تمام افعال اور یہ بھی کہ جبرئیل کے پھونکنے کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور اپنی طرف نسبت ذکر فرمانے کا مطلب ہے کہ جبرائیل نے ہمارے حکم سے پھونکا گویا ہم نے ہی پھونکا۔ اور "فِیْهِ" کی ضمیر شرمگاہ کی طرف راجع ہے یا اس سے مراد شرمگاہ ہے اور مشہور ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی قمیص کے چاک گریبان میں پھونکا جس کا اثر شرمگاہ تک پہنچ گیا اور وہ حاملہ ہوگئیں۔

(مِنْ رُّوْحِنَا) اپنی طرف کی روح

للتشريف والمراد من روح خلقنا ه بلا توسط اصل۔ یہ اظہار فضیلت کے لیے ہے اور اس سے مراد ہے کہ ہم نے بغیر کسی توسط کے روح کو پیدا فرمایا۔ مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔

(وَصَدَّقَتْ) اور تصدیق کی۔

اى اٰمَنَتْ یعنی حضرت مریم ایمان لائیں اور ایمان تصدیق ہے۔

(بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا) اپنے رب کی باتوں کی۔

لصحفه عزوجل المنزلة على ادريس عليه السلام وغيره وسماها سُبحانه كلمات لقصرها حق سبحانہٗ تعالٰی کے صحائف پر جو حضرت ادریس علیہ السلام اور ان کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے اور حق تعالٰی انہیں ان کے مختصر ہونے کی وجہ سے کلمات سے موسوم فرمایا۔ ایک قول ہے کہ "کلمات رب" سے مراد احکام و شرائع ہیں جو حق سبحانہٗ تعالٰی

نے بندوں کے لیے مقرر فرمائیں حسن اور مجاہد اور الجحدری نے "بِکَلِمَۃٍ" پڑھا ہے جس سے مراد کلمہ توحید ہے لیکن یہ جب ہوگا اگر اسم جنس کا احتمال ہو۔ ایک قول ہے اس سے مراد خود حضرت عیسیٰ السلام ہیں۔ انہ کلمۃ اللہ القاھا الی مریم کیونکہ وہ خود کلمۃ اللہ ہیں جو سیدہ مریم کی طرف القاء کئے گئے۔

(وَ کُتُبِہٖ) اور اس کی کتابوں کی۔

بجمیع کتبہ والمراد بھا ماعدا الصحف مما فیہ طول، او التوراۃ۔ والانجیل والزبور یعنی تمام کتب سماویہ پر اور اس سے مراد صحائف انبیاء کو چھوڑ کر وہ کتب ہیں جو طویل ہیں (مختصر نہیں کیونکہ صحائف مختصر تھے) یا تورات یا انجیل اور زبور ہے۔ (ایک قول ہے کہ مراد لوحِ محفوظ کی تحریریں ہیں۔

(وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ع) اور فرماں برداروں میں ہوئی۔

"مِنْ" تبعیضیہ ہے اور "قانتین" میں تذکر تغلیب کے لیے ہے ای من عداد المواظبین علی الطاعۃ یعنی اطاعت و فرماں برداری پر مواظبت (ہمیشگی۔ کمر بستہ رہنے والے) کرنے والوں کثیر لوگوں میں سے ہوئی۔ ایک قول ہے کہ وہ قانتین کی نسل (اولاد) سے تھیں یعنی ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے کی اولاد شریفہ سے تھیں اس میں ان کی خاندانی تعریف ہے کہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے "والبلد الطیب یخرج نباتہ باذنہ ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا" اس میں اشارہ ہے کہ سیدہ مریم مردان کامل سے تھیں باوجودیکہ وہ عورت تھیں۔ امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ خواتین جنت کی سردار مریم ہیں پھر فاطمہ پھر خدیجہ پھر آسیہ پھر عائشہ۔ اور صحیحین میں ہے کہ مردوں میں بہت سے لوگ کامل مرد ہوئے لیکن چار عورتوں کے سوا کوئی عورت کامل نہ ہوئی وہ چار عورتیں آسیہ بنت مزاحم، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ ان کی باہمی تفضیل کا مسئلہ پیچھے بیان ہو چکا۔ البتہ ان عورتوں میں حضرت فاطمہ کا ذکر ہوا ہے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ ہیں ان پر کسی کو فضیلت میں مقدم رکھنا قرین انصاف نہیں ہے اور میرا مذہب یہی ہے۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ مریم و آسیہ جنت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ہوں گی۔ طبرانی نے سعد بن جنادۃ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " ان اللہ زوجنی فی الجنۃ مریم بنت عمران وامرأۃ فرعون وأخت موسیٰ علیہ السلام " بے شک اللہ نے جنت میں مریم بنت عمران، آسیہ زوجۂ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو میری بیوی بنایا ہے۔ ان دونوں بیبیوں کے ذکر میں حضرت عائشہ و حفصہ کو ان کی طرح فرمان بردار ہونے کا اشارہ ہے اور رضائے رسول کے لیے مواظبت وشدت کی ترغیب ہے اور شہد و تحریم ماریہ کے واقع کے تناظر میں تعریض ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ آج ۲۱ رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ اٹھائیسواں پارہ کی تکمیل ہوئی۔